

فتاویٰ حج و عمرہ

العروۃ فی الحج و العمرۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ سوم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی فون:2439799

نام کتاب	:	العروۃ فی الحج و العمرۃ ''فتاویٰ حج وعمرہ''
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	ذی الحجہ 1428ھ۔جنوری 2007ء
تعداد اشاعت (بار اول):		2800
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہو گا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدمِ واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیبِ حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسکِ حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا

اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ حصہ سوم ہے جو جنوری ۲۰۰۸ء کی اشاعت میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 165 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

فہرست مضامین

متفرق

متفرق

کیا مکہ اور منیٰ الگ الگ بستی ہیں

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا منیٰ اور مکہ مکرمہ الگ الگ بستی ہیں، دونوں جگہ اقامت کی نیت درست ہوگی یا نہیں؟ جیسے کوئی حاجی مکہ آیا اس نے پندرہ دن سے قبل مناسک حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کو روانہ ہونا ہے اور وہ مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو اس کی اقامت کی نیت درست ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی کیونکہ اقامت کی نیت کے درست ہونے کی چند شرطیں ہیں اور اقامت کے درست ہونے کے لئے ان کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ(۱) "مجتبیٰ" سے اور ان سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۲) نقل کرتے ہیں:

قال فی "البحر" عن "المجتبیٰ" إنما تؤثر النية بخمس شرائط ترك السير، وصلاحية الموضع، و اتحاده، و المدة، و الاستقلال بالرأی اھ

یعنی، "مجتبیٰ" کے حوالے سے "البحر الرائق" میں فرمایا: نیتِ اقامت صرف پانچ شرائط کے ساتھ مؤثر ہوتی ہے (وہ شرائط یہ ہیں) (۱) چلنا ترک کرنا، (۲) جگہ کا اقامت کی نیت کی صلاحیت رکھنے والی ہونا، (۳) جن جگہوں میں اقامت کی نیت ہے ان کا اتحاد،

۱۔ غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ درر الحکام علی هامش الغرر و الدرر، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۳۳

۲۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الصلاۃ، باب المسافر، ص ۲۳۱

(۴) مُدّت (یعنی کم از کم پندرہ دن رہنے کی نیت ہو)، (۵) (نیت کرنے والے کا) مستقل بالرائے ہونا۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و نية الإقامة إنما تؤثر بخمس شرائط: ترك السير حتى لو نوى الإقامة وهو يسير لم يصح، و صلاحيت الموضع حتى لو نوى الإقامة فی براً و بحراً و جزيرة لم يصح، و اتحاد الموضع، و المدة، و الاستقلال بالرأی ۔ هكذا فی "معراج الدراية" (۳)

یعنی، اقامت کی نیت پانچ شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ چلنا موقوف کرے پس اگر اقامت کی نیت کی اور برابر چلتا رہا تو نیت صحیح نہ ہوگی، (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مسافر جس جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر جنگل میں یا دریا میں یا جزیرے میں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو صحیح نہ ہوگی، (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ برابر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس کی رائے مستقل ہو۔ اسی طرح "معراج الدراية" میں ہے۔

اور اقامت کی شرائط میں سے تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے، جب اس نے پندرہ دن میں دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ شرط متحقق نہ ہوئی اور وہ مقیم نہ ہوا۔ اگر ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور اس کے علم میں ہے کہ انہی پندرہ دن میں مجھے کسی اور جگہ بھی جانا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ دوسری جگہ (۱) اسی شہر میں ہے یا (۲) اس شہر کے توابع سے ہے یا (۳) الگ ایک مستقل جگہ ہے، نہ اس شہر میں ہے نہ اس کے توابع سے ہے تو پہلی صورت میں نیتِ اقامت درست ہو جائے گی کیونکہ شہر اپنے اطراف

۳۔ الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۳۹

(کناروں) کی دوری کے باوجود ایک ہی خطہ شمار ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن المصر مع تباين أطرافه كبقعة واحدة (٤)

یعنی، شہر اپنے کناروں کی دوری کے باوجود ایک خطہ کی مثل ہے۔

اور دوسری صورت میں بھی نیتِ اقامت درست ہوگی جیسے شہر اور قریہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور قریہ اس شہر کے تابع ہے اس طرح کہ وہ قریہ شہر کے اتنے قریب ہو کہ اس قریہ کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو اور اس صورت میں شہر اور قریہ حکماً ایک ہی جگہ شمار ہوگی چنانچہ علامہ علاؤالدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ (٥) لکھتے ہیں اور ان سے قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملاخسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ (٦) نقل کرتے ہیں:

و أما إذا تبع أحدهما الآخر بأن كانت قرية من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيماً بنية الإقامة فيهما، فيتم بدخول أحدهما، لأنهما في الحكم كموضع واحد، كذا في "التحفة" ـ و اللفظ للدرر

یعنی، مگر جب ایک دوسرے کے تابع ہو اس طرح کہ وہ شہر سے اتنا قریب ہو کہ وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو تو مسافر ایسی دو جگہوں کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، پس وہ دونوں میں سے کسی بھی ایک میں جانے سے پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ دونوں جگہیں حکم میں مثل ایک جگہ کے ہیں، اس طرح ''تحفہ'' میں ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (٧) لکھتے ہیں اور ان سے فقیہ

٤ـ الهداية المجلد (٣ـ٤)، كتاب المضاربة، ص٢٢٨

٥ـ (تحفة الفقهاء، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٧٦

٦ـ درر الحكام شرح غرر الأحكام، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٣٣

٧ـ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٥١٣

عبدالرحمٰن بن سلیمان شیخ زادہ حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ (٨) نقل کرتے ہیں:

و إن كان أحدهما تبعاً لآخر بأن كانت القرية قريبةً من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيماً يَتِمّ بدخول أحدهما أيّهما كان، لأنهما في الحكم كموطن واحد ـ اللفظ "للتبيين"

یعنی، اگر دو جگہوں میں سے ایک دوسری کے تابع ہو اس طرح کہ دوسری جگہ شہر سے قریب ہو اس حیثیت سے کہ اس جگہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو تو وہ دونوں میں سے کسی ایک موضع میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں ایک جگہ کی مثل ہیں۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أما إذا تبع أحدهما الآخر كقرية قريبة من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيماً بدخول أيهما كان للاتحاد حكماً (٩)

یعنی، مگر جب ایک جگہ دوسری جگہ کے تابع ہو شہر کے قریب قریہ کی مثل اس حیثیت سے کہ اس قریہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو پس وہ دونوں مواضع میں اتحاد کی وجہ سے جس میں بھی داخل ہوگا مقیم ہو جائے گا۔

اور قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا قریب ہو کہ اذان اس قریہ میں سنائی دے، یہی اکثر ائمہ کا قول ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ نقل کرتے ہیں:

مگر اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے (۱۰)

٨ـ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤٠

٩ـ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤١

١٠ـ بہارِ شریعت، حصہ (۴)، جمعہ کا بیان، ص ۳۱۱

اور فقہاء کرام نے ایک جگہ کے دوسری کے تابع ہونے کے لئے یہ بھی کہا کہ دونوں میں جگہیں مستقل بنفسہ ہوں گی تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہو گی چنانچہ علامہ علاؤالدین ابو منصور بن محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما إذا نوى إقامة خمسة عشر يوماً في موضعين، فإن كل واحد منهما أصلاً بنفسه، فلا يكون أحدهما تبعاً للآخر، فإن نوى أن يقيم بمكة و منى فإنه لا يصير مقيماً (١١)

یعنی، مگر جب دو جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی پھر دونوں جگہوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہ ہے تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہو گی۔ پس اگر مکہ اور منیٰ میں (معاً) اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہو گا۔

اور منیٰ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہے جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى بموضعين ليس أحدهما تبعاً للآخر كمكة و منى لا يصير مقيماً (١٢)

یعنی، اور اگر ایسی دو جگہوں کی نیت کی جن میں سے ایک دوسری جگہ کے تابع نہیں ہے جیسے مکہ اور منیٰ (کہ منیٰ مکہ کے تابع نہیں ہے تو ایسی صورت میں) مقیم نہ ہو گا۔

اور تیسری صورت میں پندرہ دن اقامت کی نیت درست نہ ہو گی، کیونکہ اقامت کی نیت وہی معتبر ہوتی ہے جو ایک جگہ پر ہو چاہے وہ جگہ حقیقتاً ایک ہو یا حکماً، چنانچہ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قال: لأن نية الإقامة ما يكون في موضع واحد، فإن الإقامة ضد السفر، و الانتقال من الأرض إلى الأرض يكون ضرباً في الأرض، و لا يكون إقامة، لو جوّزنا نية الإقامة في موضعين

١١۔ تحفة الفقهاء أصل بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٧٥

١٢۔ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر: ١/ ١٦٢

جوّزنا فيما زاد على ذلك، فيؤدى إلى القول بأن السفر لا يتحقق (١٣)

یعنی، فرمایا کیونکہ نیت اقامت وہ (معتبر) ہوتی ہے جو ایک جگہ میں ہو، اور اقامت سفر کی ضد ہے اور ایک زمین سے دوسری کی طرف منتقل ہونا زمین میں سفر کرنا ہوتا ہے، اقامت نہیں ہوتی اور اگر دو جگہ (معاً) اقامت کی نیت جائز قرار دے دیں تو دو سے زائد جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت جائز ہو جائے گی پھر کہنا پڑے گا کہ سفر متحقق ہوتا ہی نہیں۔

اس لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ دو جگہ اقامت کی نیت صحیح نہیں، چنانچہ علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى أن يقيم بموضعين لا يصح (١٤)

یعنی، اگر نیت کی کہ وہ اقامت کرے گا دو جگہوں پر تو اس کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا اس صورت میں وہ قصر کرے گا چنانچہ تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى مدتها بموضعين (١٥)

یعنی، قصر کرے گا اگر مدّتِ اقامت کی مقدار دو جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور اس کے تحت صدر الشریعہ امام عبید اللہ بن مسعود المحبوبی لکھتے ہیں:

أي يقصر الجماعة المذكورون إن نوى الإقامة نصف شهر، لأنهم لم يصيروا مقيمين بنية الإقامة (١٦)

یعنی، قصر کرے گی مذکورہ جماعت اگر چہ انہوں نے پندرہ دن رہنے کی نیت کی ہو کیونکہ یہ لوگ اقامت کے نیت کرنے سے مقیم نہ ہوئے۔

١٣۔ البناية: ٣/ ٣٢

١٤۔ المختار مع شرحه للمصنّف، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص١٠٧

١٥۔ وقاية الرواية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر

١٦۔ شرح الوقاية المجلد(١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٢٣٥

علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى الإقامة بموضعين خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً (۱۷)

یعنی، اگر دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

لو نوى خمسة عشر يوماً لكن بموضعين لا يصير مقيماً (۱۸)

یعنی، اگر چہ اس نے پندرہ دن دو جگہ رہنے کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔

دو مختلف جگہوں سے مراد ایسی دو جگہیں ہیں جو دونوں مستقل اور اصل بنفسہٖ ہوں، چنانچہ قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

إن نوى في أقل منه أو فيه بموضعين مستقلّين (۱۹)

یعنی، قصر کرے گا اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی یا پندرہ دن میں دو مستقل جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور منیٰ شہر مکہ مکرمہ سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و منىً خارج مكة من الجانب الشرقي تميل إلى الجنوب قليلاً (۲۰)

یعنی، منیٰ مکہ معظّمہ سے خارج تھوڑا سا مائل بجنوب مشرق کی جانب ہے۔

اور مکہ مکرمہ اور منیٰ ایک شہر نہیں، دونوں الگ الگ ہیں، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

قلتُ: أرأيت الرجل إذا خرج من الكوفة إلى مكة و منى و هو

۱۷۔ خلاصة الفتاوى، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۹۹

۱۸۔ غنية المستملي، فصل في صلاة المسافر، ص۵۳۹

۱۹۔ غرر الأحكام مع شرحه للمصنف: ۱/۱۳۳

۲۰۔ إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون، ص۳۰۲

يريد أن يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً أ يكمل الصلاة حين يدخل مكة؟ قال: لا، قلتُ: لِمَ؟ قال: لأنه لا يريد أن يقيم بمكة وحدها خمسة عشر يوماً، قلت: و لا تعد بمكة و منى مصراً واحداً؟ قال: لا (۲۱)

یعنی، میں نے عرض کی: مجھے بتایئے کہ ایک شخص کوفہ سے مکہ اور منیٰ کو نکلا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن قیام کرے گا جب وہ مکہ میں آئے تو کیا پوری نماز پڑھے گا؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ اس نے تنہا مکہ میں پندرہ دن اقامت کا ارادہ نہیں کیا، میں نے عرض کی: کیا آپ مکہ اور منیٰ کو ایک شہر شمار کرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔

لہٰذا جس شخص نے پندرہ دن رہنے کا ارادہ کیا اور اس کی نیت یہ ہے کہ وہ پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں رہے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور نمازوں میں قصر کرے گا۔

صورت مسئولہ کے بارے میں فقہاء کرام کی مزید تصریحات ملاحظہ ہو، چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ (۲۲) اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۲۳) لکھتے ہیں:

و إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً لم يتم الصلاة

یعنی، جب مسافر نے مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن اقامت کی نیت کر لی تو فرائض رباعی کو پورا نہیں پڑھے گا۔

۲۱۔ كتاب الأصل المعروف بالمبسوط، المجلد (۱)، كتاب الطهارة و الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۲۴۸۔۲۴۹

۲۲۔ مختصر القدوري، مع التصحيح و الترجيح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۸۳

۲۳۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۸۸

اور علامہ علاؤالدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی لکھتے ہیں:

فإن نوی أن يقيم بمكة و منی فإنه لا يصير مقيماً (٢٤)

یعنی، پس اگر نیت کی کہ مکہ اور منیٰ میں اقامت کرے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و لو نواها بموضعين كمكة و منی لا يصير مقيماً (٢٥)

یعنی، اگر دو (مختلف) جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ تو مقیم نہ ہوگا۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و كذا إن نوی خمسة عشر يوماً بموضعين كمكة و منی (٢٦)

یعنی، اور اس طرح وہ مسافر رہے گا اگر نیت کی پندرہ دن (اقامت) کی دو جگہ جیسے مکہ اور منیٰ۔

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لو نواها بمكة و منی معاً قصر (٢٧)

یعنی، اگر مکہ اور منیٰ میں ایک ساتھ (پندرہ دن) اقامت کی نیت کی تو قصر کرے گا۔

حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

أقام مكة و منیٰ مدّتها قصر (٢٨)

یعنی، مکہ مکرمہ اور منیٰ میں مدّتِ اقامت کی مقدار ٹھہرا تو قصر کرے گا۔

٢٤۔ تحفة الفقهاء، ص٧٥

٢٥۔ ملتقى الأبحر مع شرحه كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر

٢٦۔ صغيری، فصل فی صلاة المسافر، ص ٢٧٣

٢٧۔ مجمع البحرين ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٥٦

٢٨۔ الوافی:١ /١٣٣

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی لو نوی مدّة الإقامة بمكة و منا قصر (٢٩)

یعنی اگر نیت کی مدّت اقامت (ٹھہرنے کی) مکہ اور منیٰ میں تو قصر کرے گا۔

اور لکھتے ہیں:

قصر الرباعیّ حتى يدخل مصره، أو ينوی الإقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة و منی، ملخصاً (٣٠)

یعنی، مسافر چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں، یا کسی قریہ میں نصف ماہ تک اقامت کی نیت کی (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ معظّمہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ مکرمہ اور منیٰ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قوله: لا بمكة و لا منی: أی نوی الإقامة بمكة خمسة عشر يوماً، فإنه لا يتم الصلاة، لأن الإقامة لا تكون فی مكانين (٣١)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو فرائض رُباعی کو پورا نہیں پڑھے گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (۳۲)

٢٩۔ الكافی شرح الوافی كليهما لصاحب الكنز، المجلد (١)، الجزء (١٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، رقم الورق: ١٣٣، مخطوطه مصوّر

٣٠۔ كنز الدقائق، باب صلاة المسافر

٣١۔ البحر الرائق: ٢/ ١٣٢

٣٢۔ بہار شریعت، حصہ (۴)، مسافر کی نماز کا بیان، ص۳۰۲

اور امام حسین بن محمد بن حسین السمقانی الحنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

و لو أن مسافراً نوى الإقامة في موضعين خمسة عشر يوماً، و ليس بمصر واحد و لا قرية واحدة نحو أن ينوي الإقامة بمكة و منىً خمسة عشر يوماً، أو بالكوفة و الحيرة لا يكون مقيماً (۳۳)

یعنی، اگر مسافر نے دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی، نہ کسی ایک شہر میں اور نہ کسی ایک قریہ میں، جیسے مکہ معظّمہ اور مِنیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے یا کوفہ اور حیرہ میں (اقامت کی نیت کرے) تو مقیم نہ ہوگا۔

اور فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے اور ایسی دو جگہوں میں معاً اقامت کی نیت کرنا درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ صاحب کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

لا يتم إذا نوى الإقامة بمكة و منى و نحوهما من مكانين كل منهما أصل بنفسه (۳۴)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب مکہ معظّمہ اور منیٰ اور اس کے مثل ایسی دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی جن میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے۔

اور علامہ سرخسی اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نقل کرتے ہیں:

ولو نوى الإقامة في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة و منى، و الكوفة و الحيرة لا يصير مقيماً (المحيط) (۳۵)

یعنی، اگر دو جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی پس اگر دونوں جگہیں

۳۳۔ خزانة المفتين، كتاب الصلاة، فصل: في السفر، ص ۳۲، مخطوط مصوّر

۳۴۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۳۴۶

۳۵۔ الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۴۰

اصل بنفسہ ہوں جیسے مکہ اور منیٰ اور کوفہ وحیرہ تو (ایسی دو جگہوں پر معاً اقامت کی نیت سے) مقیم نہ ہوگا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (۳۶) اور فقیہ عبدالرحمٰن شیخی زادہ حنفی (۳۷) لکھتے ہیں: اگر دو جگہ اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا:

هذا إذا كان كل من الموضعين أصلاً بنفسه ملخصاً

یعنی، یہ اس وقت ہے جب دونوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہ ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و لا تصح نية الإقامة ببلدتين و قل واحدة أصل بنفسها (۳۸)

یعنی، ایسے دو شہروں میں اقامت کی نیت درست نہیں جن کا ہر ایک اصل بنفسہ ہو۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ ہر ایک مستقل جگہ اور ایسی دو جگہیں جن میں سے ہر ایک مستقل ہو وہاں معاً اقامت کی نیت درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أي نصف شهر، أو نوى فيه لكن في غير صالح، أو نوى فيه لكن بموضعين مستقلّين كمكة و منى (۳۹)

یعنی، پس کرے گا اگر نیت کی نصف ماہ سے کم اقامت کی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو اس کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن دو مستقل جگہوں میں اقامت کی نیت

۳۶۔ رمز الحقائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۵۵

۳۷۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۱/ ۱۶۳

۳۸۔ نور الإيضاح و مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۰۲

۳۹۔ الدر المختار: ۲/ ۱۲۵۔۱۲۶

کی جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ (کہ مکہ مکرمہ الگ شہر ہے اور منیٰ الگ قریہ ہے)

اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی اپنی کتاب "غرر" کی عبارت "أو فیہ بموضعین مستقلین" کے تحت لکھتے ہیں:

كمكة و منى، فانه يقصر إن لا يصير مقيماً (٤٠)

یعنی، (قصر کرے گا اگر دو مستقل جگہوں میں نصف ماہ اقامت کی نیت کی) جیسے مکہ مکرمہ اور منیٰ (دو مستقل جگہیں ہیں لہٰذا دونوں جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی) تو وہ قصر کرے گا، کیونکہ (اس نیت سے) وہ مقیم نہ ہوا۔

اور شیخ مصطفیٰ بن محمد الطائی متوفی ۱۱۹۲ھ لکھتے ہیں:

أو ينوى إقامة نصف شهر ببلدة أو قرية لا بمكة و منى و نحوهما من كل موضعين مستقلّين (٤١)

یعنی، یا کسی شہر یا کسی قریہ میں اقامت کی نیت کرے نہ کہ مکہ اور منیٰ میں اور ان کی مثل ہر دو ایسی جگہوں میں جو مستقل ہوں۔

اور علامہ عبد الغنی المیدانی الحنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں:

لأنه لو نوى الإقامة في موضعين مستقلين كمكة و منى لا تصح نيته (٤٢)

یعنی، کیونکہ اگر دو مستقل جگہوں جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت اقامت صحیح نہیں۔

مکہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت سے مراد یہ ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور

٤٠۔ درر الحكام شرح غرر: ١٣٢/١

٤١۔ كنز البيان مختصر توفيق الرحمن على هامش رمز الحقائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب المسافر، ص ٥٥

٤٢۔ اللباب على هامش الجوهرة، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: فليزمه الاتمام ص ١١٠

یہ پندرہ دن اُسے مکہ اور منیٰ میں اس طرح بسر کرنے ہوں کہ ان میں سے کچھ دن مکہ میں اور کچھ دن منیٰ میں، چنانچہ علامہ عبد اللہ الزبادی الازہری لکھتے ہیں:

و لو نوى الإقامة بمكة و منى على الاشتراك أن لا يصير مقيماً، لأن الإقامة لا تكون في مكانين (٤٣)

یعنی، اگر مکہ معظّمہ اور منیٰ میں علی الاشتراک اقامت کی نیت کی، مقیم نہ ہو گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور مکہ اور منیٰ میں معاً اقامت کی نیت درست نہ ہونے کی وجہ علامہ عینی حنفی بیان کرتے ہیں کہ

لأنه لم ينوى في كل واحد منهما خمسة عشر يوماً، و إن نوى أقل من ذلك، و به لا يصير مقيماً (٤٤)

یعنی، کیونکہ اس نے مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک جگہ پندرہ دن کی نیت نہیں کی، اگرچہ اُس نے اِس سے کم کی نیت کی، ایسی نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن نية الإقامة في بلدتين، أو قريتين، أو بلدة و قرية لا تصح، فلا تصح نية الأقامة بمكة و منى لفقد الإقامة كملا (٤٥)

یعنی، کیونکہ اقامت کی نیت دو شہروں یا دو دیہاتوں یا شہر اور قریہ میں درست نہیں، (ایک جگہ) کامل (پندرہ دن) اقامت کی نیت نہ پائی جانے کی وجہ سے، مکہ معظّمہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا ایسی دو یا چند جگہوں میں معاً اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوتی جن کو ایک شہر یا قریہ

٤٣۔ الفوائد السنية في المسائل الدينية، الباب العاشر: في فصول مهمة الفصل الخامس: في صلاة المسافر، رقم الورق: ٧٧، مخطوط مصوّر

٤٤۔ البناية: ٣٢/٣

٤٥۔ فتح باب العناية في شرح كتاب النقاية، المجلد (١) كتاب الصلاة، فصل: في صلاة المسافر، ص ٣٩٧

شامل نہ ہو، یا ایک شہر یا قریہ ان کو جمع کرنے والا نہ ہو، چنانچہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه لا يعتبر نية الإقامة خمسة عشر في موضعين لا يجمعها مصر واحد أو قرية واحدة، لأنه حينئذ يلزم باعتبارها في ثلاثة أمصار أو أربعة أمصار إلى خمسة عشر، فيؤدي إلى أن يكون الشخص مقيماً بنفس النزول و ذلك فاسد (٤٦)

یعنی، حاصل یہ ہے کہ ایسی دو جگہوں میں (معاً) پندرہ دن اقامت کی نیت معتبر نہیں جن کو ایک شہر یا ایک قریہ جمع نہ کرتا ہو، کیونکہ اسے معتبر ماننے کی صورت میں لازم ہوگا تین شہروں یا چار شہروں سے پندرہ شہروں تک میں معاً اقامت کی نیت معتبر ہو، تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ آدمی صرف نزول (اُترنے) سے مقیم ہو جائے اور یہ فاسد ہے۔

لہٰذا حاجی جب ایسے وقت مکہ پہنچا کہ اس کے منیٰ کی طرف روانہ ہونے کو پندرہ دن سے کم دن باقی ہوں تو وہ مکہ میں بھی قصر کرے گا اور منیٰ و عرفات وغیرہما میں بھی چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوسی الحنفی متوفی ۵۶۹ھ (٤٧) اور ان سے فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد شیخی زادہ متوفی ۱۰۸۷ھ (٤٨) لکھتے ہیں:

رجل قدم مكة حاجّاً في عشر الأضحىٰ و هو يريد أن يقيم بها سنة، فإنه يصلي ركعتين حتى يرجع من منى، لأن نية الإقامة الحال (في المجمع: للحال) لا يعتبر بها (و في المجمع: لا معتبر بها) لأنه يحتاج إلى أن يخرج إلى منى لقضاء المناسك فصار بمنزلة نية الإقامة في غير موضعها و إذا خرج من منى

٤٦۔ البناية شرح الهداية، المجلد (٣)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٣٢

٤٧۔ الفتاوى السراجية كتاب الحج، باب صلاة المسافر، ص ١١

٤٨۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ١٦٢/١

يصلّي أربعاً

یعنی، ایک شخص حج کے ارادے سے ذوالحجہ کے عشرۂ اول میں مکہ مکرمہ آیا اور وہ ایک سال اقامت کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ (ایام رمی کے بعد) منیٰ سے لوٹنے تک دو رکعت پڑھے گا، کیونکہ اس حال میں اس کی اقامت کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ مناسکِ حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کی جانب جانے کا محتاج ہے تو اس کی اقامت کی نیت غیر موضع اقامت میں نیت کے مرتبے میں ہے اور (یہ شخص) جب منیٰ سے (مکہ) لوٹے گا تو چار پڑھے گا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته، لأنه يخرج إلى منى و عرفة و بعد العود من منى تصح (٤٩)

یعنی، اگر حاجی مکہ آیا تو اس کی نیت اقامت درست نہیں اس لئے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا اور (مناسک حج کی تکمیل کے بعد) منیٰ سے لوٹنے کے بعد اس کی نیت درست ہوگی۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی اور علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و ذكر في "كتاب المناسك" أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لا تصح لأنه لا بد له من الخروج إلى العرفات فلا يتحقق الشرط (٥٠)

یعنی، اور "خلاصہ" کے کتاب المناسک میں ذکر کیا کہ حاجی جب ذوالحجہ

٤٩۔ الدر المختار شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٦٢

٥٠۔ البحر الرائق، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٣٢
أيضاً الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص ١٤٠

کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا اور اس نے نصف ماہ اقامت کی نیت کر لی تو (اس کی یہ نیت) درست نہیں کیونکہ اُسے (پندرہ دن کے اندر) عرفات کے طرف نکلنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اقامت کی شرط متحقق نہ ہوئی۔

ہاں ایک صورت ہے جس میں مسافر دو مختلف اصل بنفسہٖ جگہوں پر اقامت کی نیت کرے اور مقیم بھی ہو جائے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ مسافر دو جگہوں پر رہنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جہاں رات ٹھہرنے کا ارادہ ہو اس جگہ کی اقامت کی نیت کر لے اور پہلے وہیں جائے جہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا چنانچہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ امام سرخسی نے ''محیط'' میں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی نے ''الفتاوی الہندیۃ'' (۱/۱۴۰) میں، علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی نے "خلاصة الفتاوى " (۱/۹۹)، میں، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "الهداية" (۱۔۲/۹۸) میں، حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الكافي شرح الوافي" (۱/۱۳۳) میں، علامہ حسین بن احمد السمعقانی الحنفی نے "خزانة المفتين" (ص ۳۲) میں، علامہ ابراہیم حلبی نے "ملتقى الأبحر" (باب صلاة المسافر) میں، ملا علی القاری نے 'فتح باب العناية' (۱/۳۹۷) میں، اور علامہ عبد اللہ الٰہ آبادی نے "الفوائد السنية فى المسائل اللدنية" (رقم الورق:۷۷) میں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، چنانچہ "خلاصہ" کی عبارت یہ ہے کہ

إلا أن ينوى أن يقيم لياليها فى أحدهما و أيامها فى أخرىٰ، فإنه يصير مقيماً إذا دخل قرية التى نوى الإقامة فيها خمسة عشر ليلة، و لا يصير مقيماً بدخوله أولاً فى القرية الأخرىٰ (۵۱)

یعنی، مگر یہ کہ ان دو میں سے ایک جگہ رات ٹھہرنے اور دوسری جگہ دن گزارنے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا جب اس قریہ میں داخل ہوا جہاں پندرہ راتیں گزارنے کی نیت کی اور پہلے دوسرے قریہ جانے سے

۵۱۔ خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۱۹۹

مقیم نہ ہوگا۔

یہ اس لئے کہ ہر شخص کی اقامت اس کی رات گزارنے کی جگہ کی طرف منسوب ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (۵۲) اور فقیہ عبد الرحمٰن شیخی زادہ حنفی (۵۳) لکھتے ہیں:

لأن إقامة المرء تضاف إلى مبيته

یعنی، کیونکہ مرد کی اقامت اس کے رات گزارنے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

حافظ الدین ابو البرکات حنفی (۵۴) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی (۵۵) لکھتے ہیں:

لأن موضع إقامة المرء حيث يبيت فيه، ألا ترى إنك إذا قلت للسوقى أين تسكن؟ ، يقول: فى محلة كذا، وهو بالنهار فى السوق و اللفظ للكافى

یعنی، مرد کی جائے اقامت وہاں ہوتی ہے جس میں وہ رات گزارتا ہے کیا نہیں دیکھا کہ تو جب بازار والے سے کہے کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو وہ کہے گا: فلاں محلے میں، حالانکہ وہ دن کو بازار میں ہوتا ہے۔

اور مسافر حاجی کے لئے اس صورت پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے اُسے اس پر عمل کرنے کے لئے ایک تو مشقت برداشت کرنی ہوگی اور دوسرا وہ حج کی چند سنتوں کا تارک ہو جائے گا، اور ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، جیسے حاجی کیم ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ آیا اُسے معلوم ہے کہ آٹھ کو اُسے منیٰ کو جانا ہے اور رات منیٰ میں ٹھہرنا ہے اسی طرح نو اور دس کی درمیانی رات اُسے مزدلفہ میں گزارنی ہے اور اس رات کی صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب کے مابین وقوفِ مزدلفہ کرنا ہے جو کہ واجب ہے پھر رمی کے ایام پورے ہونے تک راتیں منیٰ

۵۲۔ الهداية: ۱۔۲/۹۸

۵۳۔ مجمع الأنهر: ۱/۱٦۲

۵٤۔ الكافى: ۱/۱۳۳

۵۵۔ البناية: ۳/۳۲

میں بسر کرنی ہیں وہ چاہے کہ میں اقامت کی نیت کرلوں اور میری نیت صحیح بھی ہو جائے، اس طرح کہ وہ مکہ میں رات گزارنے کی نیت کرے اور اس کی نیت ہو کہ میں دن دن میں افعالِ حج کے لئے شہر مکہ سے باہر رہوں گا اور رات کو واپس آجایا کروں گا تو وہ اس پر کس طرح عمل کرے گا۔ اس پر عمل کرنے کے لئے وہ آٹھ اور نو کی درمیانی رات کا منیٰ میں قیام ترک کرے گا جو کہ سنّت ہے، چنانچہ علامہ سید امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

المبیت بھا فإنہ سنّۃ کما فی "المحیط" (۵۶)

یعنی، (عرفہ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا سنت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمکۃ و خرج منھا یوم عرفۃ إلی عرفات کان مخالفاً للسنّۃ و لا یلزم الدم (۵۷)

یعنی، اگر اس نے مکہ میں رات بسر کی اور وہیں سے عرفہ کے روز عرفات کو نکلا تو وہ سنّت کی مخالفت کرنے والے ہوگیا اور اس پر دم لازم نہ آئے گا۔

وہ نو کی صبح کو مکہ سے عرفات کے لئے نکلے گا بعد غروب آفتاب وہاں سے نکلے گا اور سیدھا مکہ مکرمہ آئے گا اور وقوفِ مزدلفہ کو ادا کرنے کے لئے صبح صادق کے وقت مزدلفہ آئے اور وقوف کرے، اگر وہ وقوفِ مزدلفہ کے لئے آجاتا ہے تو واجب ادا ہوگیا مگر سنّت پھر بھی ترک ہوگئی وہ یہ کہ یہ رات مزدلفہ میں بسر کرنا سنّت ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و بودن این شب درانجا سنّت مؤکدہ است (۵۸)

۵۶۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، ص ۵۰۳
۵۷۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل فی کیفیۃ أداء الحج
۵۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ھفتم فصل دویم، ص ۱۹۵۔۱۹۶

یعنی، اس رات مزدلفہ میں ہونا سنّت مؤکدہ ہے۔

اور اگر وقوفِ مزدلفہ نہ کرسکا تو واجب کا تارک ہوا، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی ابن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و یجب ھذا الوقوف (۵۹)

یعنی، یہ وقوف واجب ہے۔

اس طرح وہ بلا عذر ترکِ واجب کرکے گنہگار ہوا اور اس پر دم لازم آیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك الوقوف بھا فدفع لیلاً فعلیہ دم (۶۰)

یعنی، اگر (بلا عذر) وقوفِ مزدلفہ کو ترک کیا پس رات ہی کو مزدلفہ سے لوٹ آیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور دس ذی الحجہ کو منیٰ کے افعال ادا کرکے رات مکہ مکرمہ جائے، رات وہاں رہے دوسرے دن پھر اُٹھے، منیٰ میں رمی جمار کرے، رات پھر مکہ مکرمہ جاکر گزارے اور بارہ ذو الحجہ کی رمی کے لئے پھر مکہ سے منیٰ کو آئے اور رمی جمار کرے اگر اس نے ایسا کیا تو ترکِ سنت کا مرتکب ہوا کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے چنانچہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن البیوتۃ بمنی لیالیھا سنۃ عندنا (۶۱)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا ہمارے نزدیک سنّت ہیں۔

اور پھر اس میں مشقت کس قدر ہے اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو اس سفر کی سعادت حاصل کرچکا ہے، تو وہ اتنی مشقت برداشت کرکے چار رکعات تو پڑھے گا مگر ساتھ ہی متعدد سُنَن کا تارک ہوگا اور عین ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہوجائے، دوسری طرف اگر وہ اس طرح اقامت کی نیت نہیں کرتا اور حج کے تمام واجبات وسنن کو پورا کرتا ہے

۵۹۔ مجمع البحرین و ملتقی النیّرین، کتاب الحج، فصل فی صفۃ أفعال الحج، ص ۲۲۹
۶۰۔ لباب المناسك مع شرحہ للقاری: باب أحکام المزدلفۃ فصل فی الوقوف بھا
۶۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الزیارۃ، فصل، ص ۲۳۰

اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرنا ہے نمازوں میں قصر کرنا ہے تو اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی کیونکہ جس نے ثواب دینا ہے اس کی جناب سے مسافر کو قصر کا حکم ہے اور پھر عوام کا یہ نظریہ کہ چار رکعت میں زیادہ ثواب ہے جہالت پر مبنی ہے، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ثواب کی کمی وزیادتی دو اور چار پر موقوف نہیں، ثواب کا ملنا اطاعت پر موقوف ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدہ ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦م (258-F)

آفاقی کا مکہ میں پندرہ سے کم دنوں کی اقامت کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حج کی غرض سے مکہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن مکہ نہیں رہنا کہ اس سے قبل اُسے مدینہ منورہ جانا ہے اور وہ اس حال میں مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو نیت درست ہوگی؟

(السائل: سہیل نور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کہ اس صورت میں حاجی جب مکہ مکرمہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن سے قبل مدینہ منورہ جانا تھا اور یہ اس کے علم میں بھی تھا تو مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت درست نہ ہوئی کیونکہ اس نے دو الگ مستقل جگہوں پر پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے جو کہ درست نہیں۔ حافظ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

قصر الرباعي حتى يدخل مصره، أو ينوي الإقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة و منىً ملخصاً (٦٢)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں یا کسی شہر یا قریہ میں نصف ماہ اقامت کی نیت کرے (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں

٦٢۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر

ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قوله: لا بمكة و منى، أي نوى الإقامة بمكة خمسة عشر يومًا، فإنه لا يتم الصلاة لأن الإقامة لا تكون في مكانين إذ لو جازت في مكانين لجازت في أماكن فيؤدي إلى أن السفر لا يتحقق، لأن إقامة المسافر في المراحل لو جُمعت كانت خمسة عشر يومًا أو أكثر (٦٣)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو وہ فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا (اس لئے کہ اس نے پندرہ دن کی دو الگ الگ مواضع پر اقامت کی نیت کی چنانچہ لکھتے ہیں) کیونکہ اقامت دو (مختلف) جگہوں پر نہیں ہوتی، اقامت اگر دو الگ الگ جگہوں پر جائز ہو جائے تو متعدد الگ الگ جگہوں میں جائز ہو جائے گی تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ سفر متحقق ہی نہ ہو، کیونکہ مسافر کی مختلف مراحل میں اقامت کو جمع کیا جائے تو پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

لا يتم إذا نوى الإقامة بمكة و منى و نحوهما من مكانين كل منهما أصل بنفسه، لأنها لو جازت في مكانين لجازت في أماكن، و حينئذ فلا يتحقق سفراً (٦٤)

یعنی، فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب اس نے مکہ اور منیٰ اور ان کی مثل دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی، جن میں سے ہر جگہ مستقل بنفسہ ہے کیونکہ اگر نیت اقامت دو جگہوں پر جائز ہو جائے تو کئی جگہوں پر بھی

٦٣۔ البحر الرائق: ٢/١٣٢

٦٤۔ النهر الفائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٣٤٦

جائز ہو جائے گی اس وقت سفر متحقق نہ ہوگا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فیقصر إن نوی الإقامۃ فی أقل منه أی نصف شهر أو نوی فیه لکن فی غیر صالح أو نوی فیه لکن بموضعین مستقلین کمکة و منی (٦٥)

یعنی، پس قصر کرے گا اگر نیت کی پندرہ دن سے کم اقامت کی یا پندرہ دن کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو نیت اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نیت تو ایسی جگہ کی جو نیت اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لیکن مستقل دو مواضع کی نیت کی جیسے مکہ اور منیٰ (کہ دونوں میں سے ہر ایک الگ بستی ہے)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جس نے اقامت کی نیت کی مگر اس کی حالت بتاتی ہے کہ پندرہ دن نہ ٹھہرے گا تو نیت صحیح نہیں، مثلاً حج کرنے گیا اور شروع ذی الحجہ میں ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو یہ نیت بیکار ہے کہ جب حج کا ارادہ کیا ہے تو عرفات و منیٰ ضرور جائے گا، پھر اتنے دنوں مکہ مکرمہ میں کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ بحوالہ عالمگیری ''درمختار'' (٦٦)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰٦ م (238-F)

٦٥۔ الدر المختار: ۲/ ۱۲۵، ۱۲٦

٦٦۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، نماز مسافر کا بیان، ص ۲۵

تیئس (۲۳) ذو القعدہ کو فجر یا ظہر کے وقت مکہ پہنچنے والے کی نمازوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ حاجی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ۲۳ تاریخ کو فجر یا ظہر کے وقت پہنچے کہ اگر ذو القعدہ کا مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے تو مکہ مکرمہ میں ان کا قیام آٹھ تاریخ کو منیٰ روانہ ہونے تک پندرہ دن ہوتا ہے اور ان کی نمازیں پچہتر (۷۵) ہو جاتی ہیں، اور اگر ذو القعدہ کا مہینہ انتیس (۲۹) دن کا ہوتا ہے تو ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پندرہ دن نہیں بنتا اب اس صورت میں یہ لوگ مکہ میں پھر منیٰ و عرفات و مزدلفہ میں فرائض کو پورا پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل: محمد شاہد، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ لوگ اگر تیئس (۲۳) ذو القعدہ کی ظہر کے وقت میں مکہ مکرمہ پہنچے اور آٹھ ذو الحجہ کی فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو بہر صورت مسافر ہی رہیں گے اور نمازوں میں قصر کرتے رہیں گے کیونکہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہونے کی صورت میں بھی ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پورے پندرہ روز نہیں ہوتا اور نماز کو پورا پڑھنے اور ان میں قصر کرنے کے باب میں ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کا اعتبار ہے، اور متعدد جگہوں پر رہنے کی نیت اِقامت کے لئے معتبر نہیں اور مکہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات سب الگ الگ جگہیں ہیں، اور اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے فتویٰ میں موجود ہے، اور اگر یہ لوگ تیئس (۲۳) ذو القعدہ کی ظہر کے وقت مکہ مکرمہ آئے اور آٹھ ذو الحجہ کی فجر کے بعد منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں یا یا تیئس (۲۳) کی فجر کے وقت آئے اور آٹھ کی فجر کے بعد یا فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس وقت فرض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے اور مہینے کے اختتام پر دیکھیں گے کہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہوا یا انتیس (۲۹) کا، اگر مہینہ تیس

(۳۰) کا ہوجائے تو بدستور مقیم رہیں گے اور فرائض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے، چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں یا منیٰ یا عرفات یا مزدلفہ میں۔ اور اگر ذوالقعدہ انتیس (۲۹) کا ہوجائے تو یہ لوگ مقیم نہ رہیں گے کیونکہ منیٰ روانگی تک مکہ مکرمہ میں پندرہ دن پورے نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اقامت درست نہ ہوئی لہٰذا وہ اس وقت سے فرائض رُباعی میں قصر کریں گے۔ اور پھر یہ بات کہ حاجیوں نے چاند نہ دیکھا یا انہیں نظر نہ آیا اور حکومت نے بھی فوراً اعلان نہ کیا بلکہ دو یا تین روز گزرنے کے بعد اعلان کیا تو اس صورت میں حاجی اپنے سابقہ طریقہ کو جاری رکھے گا یہاں تک کہ اُسے رؤیت ہلال کی خبر ہو۔

اور یہ کہ وہ ہر حال اس وقت اقامت کی نیت کرلیں پھر چاند نظر آنے کے بعد کوئی نیا فیصلہ کریں، اس کا جواب جب یہ ہے کہ مہینہ تیس دن ہونے کی صورت میں بھی مکہ مکرمہ آمد سے لے کر تو اُس کا وقت تک کہ جب وہ منیٰ روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے پندرہ دن یعنی پچہتر نمازیں پوری نہیں ہوتیں اُس اقامت کی نیت کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مہینہ تیس کا ہونے کی صورت میں بھی مکہ میں اس نے پندرہ دن قیام نہیں کرنا، اس لئے کہ نیتِ اِقامت کے درست ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کی حالت اس کی نیت کے منافی نہ ہو چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> اس کی حالت، اس کے ارادے کے منافی نہ ہو۔ (۵۸۵)

اور اس صورت میں اس کی حالت اس کی نیت کے منافی ہوگی کہ نیت اس کی پندرہ دن کی ہے اور حالت اس کی یہ ہے کہ اس نے پندرہ دن پورے ہونے سے قبل مکہ سے چلے جانا ہے لہٰذا اس کی نیت کا اعتبار نہ رہا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ۱٤ دیسمبر ۲۰۰٦ م (290-F)

٦٧۔ بہارِ شریعت، حصہ چہارم، مسافر کی نماز کا بیان، ص ٦۳

سفر میں سُنن کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سفر میں نمازوں کو قصر کرنے کا حکم ہے یعنی چار رکعت فرائض کو دو پڑھنے کا حکم ہے اور سُنن کا کیا حکم ہے، پڑھے یا چھوڑے؟

(السائل: محمد عارف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قصر صرف فرائض میں ہے وتر وسُنن میں قصر نہیں ہے، سُنن کا حکم یہ ہے کہ حالتِ امن وقرار میں ہو تو پڑھے اور چلنے کی حالت میں ہو تو چھوڑ دے۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

> قید بالفرائض، لا قصر فی الوتر و السُّنَن، واختلفوا فی ترك السُّنَن فی السفر فقیل: الأفضل هو الترك ترخیصاً، و قیل: الفعل تقرّباً، وقال الهند واني: الفعل حال النزول والترك حال السیر، وفی "التجنیس": و المختار أنه إن كان حال أمن و قرارٍ یأتي بها، لأنها شُرعت مكملات، و المسافر إلیه محتاج (٦٨)

> یعنی، مصنف نے قصر کو فرض کے ساتھ مقید کیا، کیونکہ وتر اور سُنن میں قصر نہیں ہے، فقہاء کرام نے سفر میں ترکِ سُنن میں اختلاف کیا، پس کہا گیا کہ حصولِ رخصت کے لئے ترک افضل ہے اور کہا گیا کہ حصولِ قرب کے لئے پڑھنا افضل ہے، اور ہندوانی نے فرمایا کہ حالتِ نزول میں پڑھنا اور چلنے کی حالت میں ترک ہے اور (امام ابو الحسن علی بن ابی بکر کی) "تجنیس" میں ہے کہ مختار یہ ہے اگر حالتِ امن وقرار میں ہو تو سُنن کو ادا کرے کیونکہ وہ مکملات للفرائض مشروع کی گئی ہیں اور مسافر اس کی طرف محتاج ہے۔

٦٨۔ البحر الرائق، المجلد (۲) كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: من جاوز الخ، ص ۱۳۰

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: و قال الهنداني الخ قال الرملي: قال في "شرح منية المصلي" والأعدل ما قاله الهندواني (٦٩)

یعنی، علامہ رملی نے فرمایا کہ "شرح منية المصلي" میں فرمایا: اعدل وہ ہے جو ہندوانی نے فرمایا۔

اور علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فيقصر المسافر الفرض العلمي الرباعيّ فلاقصر للثنائي، و الثلاثي، و لا للوتر فإنه إن كان في حال نزولٍ، و قرارٍ، و أمنٍ يأتي بالسُّنَن، و إن كان سائرًا، أو خائفاً فلا يأتي بها، و هو المختار (٧٠)

یعنی، مسافر فرض اعتقادی رُباعی کو قصر کرے، ثنائی اور ثلاثی فرائض میں قصر نہیں اور نہ وتر میں کیونکہ وہ فرض عملی ہے اور نہ سنن میں قصر ہے، پس اگر حالتِ نزول و قرار و امن میں ہو تو سُنن کو ادا کرے اور اگر چلنے کی حالت میں ہو یا حالتِ خوف میں ہو تو نہ ادا کرے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و بعضهم جوّزوا للمسافر ترك السُّنَن، و المختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف، و يأتي بها في حال القرار و الأمن هكذا في الوجيز للكردري (٧١)

یعنی، بعض فقہاء نے مسافر کے لئے سنّتوں کا چھوڑنا جائز رکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں سنّت نہ پڑھے اور امن وسکون کی

٦٩۔ منحة الخالق على البحر الرائق: ٢/ ١٣٠

٧٠۔ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤٩

٧١۔ الفتاوى الهندية المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص ١٣٩

حالت میں سنّتیں پڑھے، اسی طرح "وجیز کردری" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سُنّتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی، البتہ خوف اور رواروی کی حالت میں معاف ہیں، البتہ امن کی حالت میں پڑھی جائیں گی، بحوالہ عالمگیری (۷۲)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الاربعہ، ۲ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰٦م (237-F)

آفاقی ومکی کے حق میں نفلی طواف افضل ہے یا نفل نماز

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آفاقی اور مکی کے حق میں نفلی طواف کرنا افضل ہے یا حرم شریف میں نفل نماز پڑھنا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "إنّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةَ رَحْمَةٍ تَنَزَّلُ عَلَى هٰذَا الْبَيْتِ: فَسِتُّوْنَ لِلطَّائِفِيْنَ، وَ أَرْبَعُوْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ، وَ عِشْرُوْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ" (۷۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر دن رات میں اس گھر پر ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس (ثواب کی نیت سے کعبہ کی

۷۲۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، نماز مسافر کا بیان، ص۷۳

۷۳۔ مثير العزم الساكن إلى أشرف الأماكن، باب ذكر فضائل الطواف، ص ١٦٥

طرف)نظر کرنے والوں کے لئے"۔

اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر ایک سوبیس (120) رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ (60) طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس (40) نماز پڑھنے والوں کے لئے، اور بیس (20) نظر کرنے والوں کے لئے۔ اسی طرح "بہارِ شریعت" میں ہے۔

یاد رہے کہ نبی ﷺ کا یہ حکم مردوں کے لئے ہے کیونکہ نبی ﷺ کی ہی تعلیمات سے ہے کہ "عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں نماز پڑھنے میں ہے" ظاہر ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ میں ہی فرمایا ہوگا اسی بنا پر علماء کرام نے فرمایا کہ حرمین طیبین میں بھی عورتوں کو اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھنا حرم میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عورتیں نماز فرودگاہ ہی میں پڑھیں نمازوں کے لئے جو دونوں مسجد کریم حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے۔(۷۴)

اور ہر شخص جانتا ہے ثواب اللہ اور اس کے رسول کا کہا ماننے میں ہے۔ اور نفلی طواف کے بارے میں وہ عورت کو ہر روز ایک بار رات کے وقت طواف کا مشورہ دیتے ہیں، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عورتیں مکہ معظّمہ میں روزانہ ایک بار رات میں طواف کرلیا کریں۔(۷۵)

اور مدینہ شریف میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے لئے فرمایا:

اور مدینہ طیبہ میں صبح و شام صلاۃ و سلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں"۔(۷۶)

اور پھر مردوں کے لئے علماء کرام کا کہنا ہے کہ آفاقی کے لئے نفلی طواف کرنا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مکی کے لئے حج کے ایام میں نفل نماز پڑھنا نفلی طواف کرنے سے

۷۴۔ بہارِ شریعت: ۶/۶۱

۷۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ۶۱

۷۶۔ بہارِ شریعت: ۶/۶۱

افضل ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

طواف تطوع افضل است از نماز در مسجد حرام در حق غربا، و اما متوطنانِ مکہ پس افضل در حق ایشان نماز تطوع است کذا فی "المنسک الکبیر" لمولانا رحمت اللہ السندی، و علامہ نووی در "ایضاح المناسک" گفتہ کہ ہمیں است قول ابن عباس و سعید بن جبیر، عطاء و مجاہد، علامہ ابن جماعہ در "منسک کبیر" خود گفتہ کہ ہمیں است مذہب ابی حنیفہ و مالک رحمہا اللہ، و نزد احمد طواف افضل است از نماز مطلقاً، و ہمیں است قول بعضے شافعیہ، و بعضے دیگر از ایشان قائل اند بر عکس آن اھ (۷۷)

یعنی، مسافروں کے حق میں مسجد حرام میں نفل نماز پڑھنے سے نفلی طواف کرنا افضل ہے، مگر باشندگانِ مکہ تو ان کے حق میں نفل نماز (نفلی طواف سے) افضل ہے، اسی طرح مولانا رحمت اللہ سندھی کی "منسك كبير" میں ہے اور علامہ نووی نے "ايضاح المناسك" میں فرمایا کہ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور علامہ ابن جماعہ نے اپنی (کتاب) "منسك كبير" میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک طواف مطلقاً نفل نماز سے افضل ہے اور یہی قول ہے بعض شوافع کا اور بعض دیگر اس کے برعکس کے قائل ہیں۔

کیونکہ مسافر کو طواف کرنے کا موقع کچھ عرصہ کے لئے ملا ہے اگر وہ اس میں طواف کو ترجیح نہ دیں گے تو وہ موقع ان سے فوت ہو جائے گا اس لئے ان کے حق میں نفلی طواف ہی افضل ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: الصلاة لأهل مكة أفضل إليّ و للغرباء الطواف، لأن

۷۷۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سیزدهم در ذکر بعضے مسائل متفرقات، فصل اول، در بیان اقامت نمودن در مکه ص ۲۳۶

الصلاۃ تشتمل علی عبادات لا یشتمل علیها الطواف، فکانت الصلاۃ أفضل إلّا أن الغرباء لو اشتغلوا بالصلاۃ لفاتهم الطواف لا إلی خلف، و لا یمکن تدارکه فکان الاشتغال به أولی بخلاف المکی، وأنه لا یفوته الطواف، فکان الاشتغال بالطواف أولی (۷۸)

یعنی ، فرمایا: میرے نزدیک اہلِ مکہ کے لئے نفل نماز افضل ہے اور مسافروں کے لئے طواف، کیونکہ نماز ان عبادات پر مشتمل ہے جن پر طواف مشتمل نہیں، تو نفل نماز افضل ہوئی، مگر مسافر اگر نفل نماز میں مشغول ہو گئے تو ان سے طواف فوت ہو جائے گا نہ کسی خلیفہ کی طرف، اور مسافر کے لئے اس کا تدارک ممکن نہ ہوگا تو مسافر کے حق میں طواف میں مشغول ہونا افضل ہے بخلاف مکی کے کہ اس سے طواف فوت نہیں ہوتا تو اس کا نفل نماز میں مشغول ہونا اَولیٰ ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

والطواف للغرباء أفضل من الصلاۃ و قد مرّ (۷۹)

یعنی، نفلی طواف مسافروں کے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ایام اقامت (مکہ) میں جس قدر ہو سکے طواف کرتے رہیں کہ آفاقی (باہر والوں) کے لئے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں۔(۸۰)

۷۸۔ المسلك فی المناسك: المجلد (۱)، القسم الثانی: فی بیان المناسك، فصل بعد فصل: فی شرائط صحة الطواف، ص ٤٥٤

۷۹۔ المسلك فی المناسك، المجلد۱، القسم الثانی: فی بیان نسك الحجّ الخ، فصل فی الترتیب ص ٤٧٤

۸۰۔ انوار البشارۃ، ص ۲۹

مکی کے حق میں نفل نماز کا افضل ہونا موسمِ حج کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و هو أفضل من الصلاۃ نافلة للآفاقی و قلبه للمکّی و فی "البحر" ینبغی تقییده بالزمن الموسم و إلا فالطواف أفضل من الصلاۃ مطلقاً (۸۱)

یعنی، اور وہ آفاقی کے لئے نفل نماز سے افضل ہے اور مکی کے لئے اس کا الٹ ہے (یعنی اس کے لئے نفل نماز طواف سے افضل ہے)۔ اور "بحر الرائق" میں ہے کہ اس کو زمانہ حج کے ساتھ مقید کرنا چاہئے، ورنہ طواف نماز سے مطلقاً افضل ہے۔

اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: مطلقاً أی للمکّی و الآفاقی فی غیر الموسم (۸۲)

یعنی، صاحبِ بحر کا قول مطلقاً یعنی مکی اور آفاقی کے لئے ایام حج کے علاوہ ایام میں (نفلی طواف، نفل نماز سے افضل ہے)۔

اور موسمِ حج کے علاوہ مکی و غیر مکی دونوں کے حق میں افضل نفلی طواف ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و الطواف نفلاً أفضل من صلاۃ النفل فی المسجد الحرام لغیر أهل مکة، و المقیمین بها بعد مضی أیام الموسم (۸۳)

یعنی، غیر مکی کے لئے نفلی طواف نفل نماز سے افضل ہے اور مکہ میں رہنے والوں کے لئے ایام حج گزرنے کے بعد نفل نماز سے نفلی طواف افضل ہے۔

۸۱۔ الدر المختار، ۲/۲ ۵۰

۸۲۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲) کتاب الحج، مطلب: الصلاۃ أفضل من الطواف، ص ۵۰۲

۸۳۔ الهدیة العلائیة، أحکام الحجّ، الطواف حول الکعبة، ص ۲۰۱

اورعلامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الإكثار من الطواف وهو أفضل من صلاة النفل للآفاقي (٨٤)

یعنی، آفاقی کے لئے کثرت سے طواف کرنا نفلی نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و عكسه للمقيم زمن الموسم، و في غيره الأفضل له الطواف أيضاً ذكره صاحب البحر (٨٥)

یعنی، زمانۂ حج میں مقیم مکہ کے لئے اس کا عکس ہے اور غیر موسمِ حج میں اس کے لئے بھی طواف افضل ہے، اسے صاحبِ بحر نے ذکر کیا ہے۔

کیونکہ طواف نماز کو بھی شامل ہے، چنانچہ علامہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و الثواب و الفضيلة التي و ردت في الطواف أراد به الطواف مع الصلاة، فإنه يشتمل جميعاً (٨٦)

یعنی، ثواب اور فضیلت جو طواف کے بارے میں وارد ہے اس سے مراد طواف مع نماز ہے، پس وہ سب کو شامل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰٦م (216-F)

مکہ مکرمہ میں استقبالِ قبلہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کی طرف رُخ کر کے مسجد سے باہر اس طرح نماز پڑھنا کہ عین کعبہ اس رُخ پر نہ ہو تو استقبالِ

٨٤۔ مراقی الفلاح فی شرح نور الإیضاح

٨٥۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الحجّ، ص ۷۳۱

٨٦۔ المسالك في المناسك: ۱/٤٥٤

قبلہ ہو جائے گا اور نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: استقبالِ قبلہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (٨٧)

ترجمہ: اپنا منہ اس کی طرف کرو۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں روبقبلہ ہونا فرض ہے۔ (خزائن العرفان)

پھر جو کعبہ کے پاس ہو اُسے عین کعبہ کی جانب منہ کرنا فرض ہے اور جو دُور ہو اُسے جہتِ کعبہ کی جانب کرنا فرض ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی الحنفی متوفی ٦۹۴ھ لکھتے ہیں:

و يستقبل آمناً عين الكعبة إن كان بمكة، و جهتها إن نأى عنها (٨٨)

یعنی، نمازی حالتِ امن میں رُخ کرے گا عین کعبہ کی جانب اگر مکہ مکرمہ میں ہو اور جہتِ کعبہ کو اگر اس سے دُور ہو۔

اور حافظ الدین ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إستقبال القبلة للمكي فرضه إصابة عينها، و لغيرها إصابة جهتها (٨٩)

یعنی، اور قبلہ رُخ ہونا، مکی کے لئے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے اور غیر مکی کے لئے اس کی سمت کی طرف۔

٨٧۔ البقرۃ: ۲/ ۱٤٤

٨٨۔ مجمع البحرين و ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، فصل: في شروط الصلاة، ص ۱۱٦

٨٩۔ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة

اور امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها، و من كان غائباً ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح، (۹۰)

یعنی، پھر جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو اس پر فرض ہے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، اور جو غائب ہو تو اس کا فرض ہے سمتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، یہی صحیح ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ (۹۱) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۹۲) نقل کرتے ہیں:

اتفقوا على أن القبلة في حقّ من كان بمكة عين الكعبة، و يلزمه التوجّه إلى عينها،

یعنی، فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص مکہ میں ہے اس کے لئے عین کعبہ قبلہ ہے، اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ (۹۳) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی (۹۴) نقل کرتے ہیں:

و لا فرق بين أن يكون بينه و بينها حائل من جدارٍ أو لم يكن

یعنی، اس میں کوئی فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کو دیوار حائل ہے یا نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

۹۰۔ الهداية المجلد (۱۔۲)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، ص ۴۸
۹۱۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص ۶۹
۹۲۔ الفتاوى الهندية: ۱/۶۳
۹۳۔ تبيين الحقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۲۶۴
۹۴۔ الفتاوى الهندية: ۱/۶۳

أطلق المكي فشمل من كان بمعاينتها و من لم يكن (۹۵)

یعنی، مصنف نے مکی کو مطلق رکھا تو یہ اس مکی کو شامل ہو گیا جو کعبہ کے مُعاین ہے اور اس کو بھی جو مُعاین نہیں۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات نسفی نے "الکافی" میں لکھا، اُن سے امام کمال الدین ابن ہمام (۹۶)، علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی (۹۷)، علامہ شبلی (۹۸)، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی (۹۹) اور علامہ نظام الدین حنفی (۱۰۰) نقل کرتے ہیں:

حتى لو صلّى مكّي في بيته ينبغي أن يصلّي بحيث لو أزيلت الجدار أن يقع استقباله على شطر الكعبة، بخلاف الآفاقي

یعنی، یہاں تک کہ مکہ میں رہنے والا گھر میں اگر نماز پڑھے کہ درمیان سے اگر دیوار ہٹا دی جائے تو کعبۃ اللہ کا کوئی حصہ اس کے سامنے آ جائے بخلاف آفاقی کے۔

اور قاضی محمد فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

"منها" أي من شروط "استقبال عين الكعبة للمكي" اجماعاً حتى لو صلى في بيته يجب أن يصلي بحيث لو أزيل الجداران وقع الاستقبال على عين الكعبة (۱۰۱)

۹۵۔ البحر الرائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۲۸۴
۹۶۔ فتح القدير: ۱/۲۳۴
۹۷۔ البحر الرائق: ۱/۲۴۸
۹۸۔ حاشية الشلبي على التبيين: ۱/۲۶۴
۹۹۔ إمداد الفتاح، ص ۲۳۲
۱۰۰۔ الفتاوى الهندية المجلد (۱)، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة، ص ۶۳
۱۰۱۔ غرر الأحكام و شرحه الدرر الحكام المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ص ۶۰

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط مکی کے لئے اجماعاً عینِ کعبہ کا استقبال ہے حتی کہ اگر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس پر واجب ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اگر کعبہ اور اس کے درمیان کی دیواریں ہٹا دی جائیں تو اس کا استقبال عینِ کعبہ پر ہو۔

اور علامہ زین الدین ابن نُجیم حنفی نے مکی غیر شاہد کے لئے اسے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

یہاں تک کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ اس طرح نماز پڑھے کہ اگر دیواریں ہٹا دی جائیں تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی حصے پر ہو برخلاف آفاقی کے، پس اس کے موانع اگر دُور کر دیئے جائیں تو شرط نہیں ہے کہ اس کا استقبال لامحالہ عینِ کعبہ پر ہو اسی طرح "کافی" میں ہے: وهو ضعيف اور وہ ضعیف ہے۔(۱۰۲)

جب کہ اطلاقِ مُتون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نُجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إصابة عينها أي عين القبلة التي هي الكعبة سواء كان معايناً لها أو لا، كما دل عليه اطلاق المتون (۱۰۳)

یعنی، (مکہ میں رہنے والے کے لئے فرض) عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے یعنی عین قبلہ کی طرف جو کہ کعبہ ہے چاہے اُسے دیکھ رہا ہو یا نہ جیسا کہ مُتون کا اطلاق اسی پر دلالت کرتا ہے۔

لیکن فقہاء کرام سے یہ تصریح بھی منقول ہے کہ مکی اگر کعبۃ اللہ کے سامنے نہ ہو بلکہ ایسی جگہ ہو کہ اس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور اسے اصح اور مختار قرار دیا ہے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ (۱۰۴)، علامہ زین

۱۰۲۔ البحر الرائق:۱/ ۲۴۸
۱۰۳۔ النهر الفائق:۱/ ۱۹۱
۱۰۴۔ فتح القدير، المجلد(۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص۲۳۵

الدین ابن نُجیم حنفی(۱۰۵) اور شلبی حنفی(۱۰۶)، علامہ قوام الدین محمد بن محمد البخاری متوفی ۷۲۹ھ کی کتاب "معراج الدرایہ شرح الهدایہ" سے نقل کرتے ہیں:

و في "الدراية": و من كان بينه و بين الكعبة حائل الأصح أنه كالغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل كان له أن يجتهد، والأولى أن يصعده ليصل إلى اليقين

یعنی، "درایہ" میں ہے کہ وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی حائل (آڑ) ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے، اگرچہ حائل (آڑ) اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اُسے جائز ہے کہ وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) کوشش کرے اور بہتر ہے کہ وہ اس پر چڑھ جائے تا کہ وہ (جہت کو معلوم کرنے میں) یقین کی حد تک پہنچ جائے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قال في "معراج الدراية" و لمن كان بمكة و بينه و بين الكعبة حائل يمنع المشاهدة كالأبنية، فالأصح أن حكمه حكم الغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل فله أن يجتهد، و الأولىٰ أن يصعد على الجبل حتى تكون صلاة إلى الكعبة يقيناً انتهى (۱۰۷)

یعنی، "معراج الدرایہ" میں فرمایا: وہ شخص جو مکہ میں ہو اور اس کے اور کعبہ کے مابین کوئی آڑ ہو جو اُسے کعبہ کے مشاہدہ سے مانع ہو جیسے عمارتیں، تو اصح یہ ہے کہ اس کا وہی حکم ہے جو مکہ سے غائب شخص کا حکم ہے اور اگر حائل (آڑ) اصلی ہو تو اُسے جائز ہے کہ وہ کوشش کرے، اور بہتر ہے کہ وہ

۱۰۵۔ البحر الرائق:۱/ ۲۸۴
۱۰۶۔ حاشية الشلبي على التبيين:۱/ ۲۶۴
۱۰۷۔ إمداد الفتاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص ۲۳۱۔۲۳۲

پہاڑ پر چڑھے یہاں تک کہ اس کی نماز یقینی کعبہ کی طرف ہو۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

لکن الأصح أن حکم من کان بینه و بینها بناء حکم الغائب و لو أصلیاً کجبل اجتهد والأولی أن یصعده، کذا فی "المعراج" (۱۰۸)

یعنی، لیکن اصح یہ ہے کہ حکم اس شخص کا کہ جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی عمارت ہو وہی حکم ہے جو (مکہ سے) غائب کا حکم ہے، اگر چہ اس کے اور کعبہ کے مابین حائل اصل ہو جیسے پہاڑ، تو وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) اجتہاد کرے، بہتر ہے کہ اس پر چڑھ جائے، اسی طرح "معراج" میں ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

(و قبلة من بمکة عین الکعبة) بحیث لو أزیل الجدار أن یقع استقباله علی جزء منها، لکن الأصح کما نقله المصنّف و غیره عن "معراج الدرایة": أن من بینه و بینها حائل کالغائب (۱۰۹)

یعنی، (اور قبلہ اس شخص کا جو مکہ میں ہو عینِ کعبہ ہے) اس طور پر کہ اگر دیوار کو زائل کر دیا جائے تو اس کا منہ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، لیکن اصح یہ ہے کہ جیسا کہ مصنف وغیرہ نے "معراج الدرایہ" سے نقل کیا کہ (مکہ میں) جس شخص اور کعبہ کے درمیان کوئی حائل ہو وہ (مکہ سے) غائب کی مثل ہے۔

علامہ یحییٰ بن علی بن عبداللہ زندوستی کے حوالے سے صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن

۱۰۸۔ النهر الفائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۱۹۱

۱۰۹۔ الدر المنتقی شرح الملتقی علی هامش المجمع، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۸۳

ابی بکر مرغینانی حنفی (۱۱۰)، امام کمال الدین ابن ہمام (۱۱۱)، علامہ جلال الدین خوارزمی (۱۱۲)، علامہ شلبی حنفی (۱۱۳) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱۴) لکھتے ہیں:

و ذکر زندوستی رحمه الله فی "نظمه": أن الکعبة قبلة من یصلی فی المسجد الحرام، و المسجد الحرام قبلة أهل مکة لمن یصلی فی بیته، أو فی البطحاء، و مکة قبلة أهل الحرم، و الحرم قبلة أهل العالم ۔و اللفظ للمرغینانی

یعنی، زندوستی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "النظم" میں ذکر کیا کہ کعبہ اس شخص کا قبلہ ہے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھے اور مسجد الحرام اہل مکہ کا قبلہ ہے (ان میں سے) جو اپنے گھر میں یا بطحاء میں نماز پڑھے، اور مکہ اہلِ حرم کا قبلہ ہے، اور حرم اہلِ عالَم کا قبلہ ہے۔

اس کے تحت صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هذا یشیر إلی أن من کان بمعاینة الکعبة، فالشرط إصابة عینها، و من لم یکن بمعاینتها فالشرط إصابة جهتها، و هو المختار (۱۱۵)

یعنی، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کعبہ کے سامنے ہو، اُسے عینِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا شرط ہے اور جو سامنے نہ ہو تو اُس کے لئے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا شرط ہے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح "تجنیس" سے امام کمال الدین نے "فتح القدیر" (۲۳۴/۱) میں علامہ

۱۱۰۔ التجنیس و المزید، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، فصل: فی القبلة ص ۴۲۹۔۴۳۰، مسألة (۴۳۹)

۱۱۱۔ فتح القدیر: ۲۳۴/۱

۱۱۲۔ امداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۳۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح: ۲۳۶/۱

۱۱۴۔ حاشیة الشلبی علی التبیین: ۲۶۴/۱

۱۱۵۔ التجنیس و المزید: ۴۳۰/۱

ابن نجیم حنفی نے "بحر الرائق" (۱/۲۸٤) میں، علامہ شبلی حنفی نے "حاشیۃ التبیین" (۱/۲٦٤) میں، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی نے "امداد الفتاح" (ص ۲۳۲) میں نقل کیا ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ سب کا قبلہ کعبہ ہی ہے نہ کہ مسجد الحرام یا حرم کعبہ، چنانچہ شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد البخاری الحلوانی الحنفی متوفی ۴۵۲ھ کے حوالے سے علامہ شبلی حنفی (۱۱٦) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱۷) نقل کرتے ہیں:

قال الشيخ عبد العزيز البخاري: هذا على التغريب و إلا فالتحقيق أن الكبعة قبله أهل العالم

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

قال مولانا فخر الدين البديعي رحمه الله: و هذا على التغريب فأما التحقيق فالكعبة قبلة أهلِ العالَم (۱۱۸)

یعنی شیخ عبد العزیز بخاری نے فرمایا (اور علامہ جلال الدین لکھتے ہیں: مولانا فخر الدین بدیعی علیہ الرحمہ نے فرمایا) یہ (جو زندوستی نے ذکر کیا) علی التغریب ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ کعبہ اہلِ عالَم کا قبلہ ہے۔

بہر حال جو شخص کعبہ کے سامنے موجود ہو اس کے لئے فرض ہے کہ وہ نماز کے لئے عینِ کعبہ کی جانب اپنا رُخ کرے اور مسجد الحرام میں وہ مقامات جہاں سے کعبہ نظر نہیں آتا وہاں صفوں کے لئے بنائے گئے نشان پر صحیح کھڑے ہونے سے عین کعبہ کو منہ کرنا حاصل ہو جائے گا کہ اُن لکیروں پر کھڑا ہونے والے کے آگے سے اگر عمارت اگر ہٹا دی جائے تو اس کا رُخ عین کعبہ کی جانب ہوگا کیونکہ یہ لائنیں اسی مقصد کے لئے لگائی گئی ہیں۔ اسی طرح مسجد سے باہر صحن میں لگائی گئی لکیروں پر کھڑا ہونے والا عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے والا ہو جاتا ہے اگر چہ اصح و مختار قول کے مطابق ان کے لئے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہی کافی ہے، اور جو

۱۱٦۔ حاشیۃ الشبلی علی التبیین: ۱/۲٦٤

۱۱۷۔ إمداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۸۔ الکفایۃ شرح الہدایۃ مع الفتح: ۱/۲۳٦

شخص کعبہ سے آڑ میں ہو اس کے لئے جہت کعبہ کو منہ کرنا فرض ہوگا اگر چہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی ہو کیونکہ مکہ میں رہنے والا اگر کعبہ سے آڑ میں ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور فقہاء نے اسے اصح اور مختار لکھا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گزرا اور اس پر عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے کو لازم کرنا تکلیف ما لا یطاق ہے جب کہ اسلام میں تکلیف بقدر طاقت ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

التكليف بحسب الوسع (۱۱۹)

یعنی، تکلیف وسعت کی حیثیت سے ہے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی حنفی لکھتے ہیں:

التكليف بقدر الطاقة (۱۲۰)

یعنی، تکلیف بقدرِ طاقت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان لکھتے ہیں:

تکلیف بقدرِ وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے (۱۲۱)

اس لئے صاحبِ بحر علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کنز کی عبارت " و استقبال القبلة" کے تحت لکھتے ہیں:

أي من شروطها إستقبال القبلة عند القدرة (۱۲۲)

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے استقبال قبلہ قدرت پائے جانے کے وقت شرط ہے۔

اسی وجہ سے مشاہدِ کعبہ کے لئے عین کعبہ پر نظر فرض ہے، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

۱۱۹۔ الهداية: ۱۔۲/۵٦

۱۲۰۔ كتاب الاختيار لتعليل المختار: ۱/٦٤

۱۲۱۔ فتاوی رضویہ، جلد (۳)، باب القبلة ص ١٦

۱۲۲۔ بحر الرائق: ۱/۲۸۳

اتفاقاً، لقدرته عليها يقيناً (١٢٣)

یعنی، مشاہدِ کعبہ پر بالاتفاق کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے کیونکہ اُسے یقیناً اس پر قدرت حاصل ہے۔

لہٰذا عین کعبہ کی جانب منہ کرنا اس کے لئے فرض ہوگا جو کعبہ کے پاس موجود ہو کعبہ کا مشاہد و معاین ہو اور جو کعبہ سے دُور رہو اگر چہ مکہ میں ہی ہو اسے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہوگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

من كان بحضرة الكعبة يتوجه إلى عينها، و إن كان نائياً عنها يتوجّه إلى جهتها (١٢٤)

یعنی، جو شخص کعبہ کے پاس ہو تو وہ متوجہ ہوگا عین کعبہ کی جانب، اور اگر اس سے دُور ہو تو اس کی سمت کی جانب۔

اور بعض فقہاء کرام نے جس طرح غیر معاین و غیر مشاہد مکی کے لئے جہتِ کعبہ کے فرض ہونے کو ''اصح و مختار'' لکھا ہے اسی طرح بعض نے اسے ''صحیح'' لکھا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فللمكي المشاهد (للكعبة كما في مراقي الفلاح و إمداد الفتاح) إصابة عينها، و لغير المشاهد جهتها و لو بمكة على الصحيح (١٢٥)

یعنی، مکی کعبہ کا مشاہدہ کرنے والے کی نگاہ کا اس پر پڑنا اور کعبہ کو نہ دیکھنے والے کا اس کی سمت رُخ کرنا فرض ہے، اگر چہ وہ مکہ میں ہو صحیح مذہب کے مطابق۔

اور اس کی شرح میں و لو بمكة کے تحت لکھتے ہیں:

---

١٢٣ ـ إمداد الفتاح، ص ٢٣٠

١٢٤ ـ المختار مع شرحه للمصنّف، الجزء (١)، كتاب الصلاة، باب ما يفعل قبل الصلاة، ص ٦٤

١٢٥ ـ نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة و أركانها، ص ١٢٤

و حال بينه و بين الكعبة بناء أو جبل على الصحيح كما في ''الدراية'' و ''التجنيس'' (١٢٦)

یعنی، (غیر مشاہد کے لئے جہتِ کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے اگر چہ وہ مکہ میں ہو) اور صحیح قول کے مطابق مکہ میں نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کوئی عمارت یا پہاڑ حائل ہو (تو اُسے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے) جیسا کہ ''درایۃ'' اور ''تجنیس'' میں ہے۔

دوسری شرح میں اپنے قول ''و لغير المشاهد'' کے تحت لکھتے ہیں:

سواء كان بمكة أو غيرها إصابة جهتها أي الكعبة و هو الصحيح (١٢٧)

یعنی، غیر مشاہد کے لئے ٹھیک جہتِ کعبہ کو نماز میں رُخ کرنا لازم ہے چاہے وہ (غیر مشاہد) مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں، یہی صحیح ہے۔

اور ''امداد الفتاح'' میں پوری بحث کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں:

و إذا علمت ما ذكرناه فالفرض لغير المشاهد إصابة جهتها و لو كان غير المشاهد بمكة (١٢٨)

یعنی، جب تو نے جان لیا جسے ہم نے ذکر کیا تو غیر مشاہد کے لئے ٹھیک کعبہ کی جہت کو رُخ کرنا فرض ہے اگر چہ وہ غیر مشاہد مکہ میں ہو۔

لہٰذا مُتون میں فقہاء کرام کے قول ''مکی'' سے مراد مُعاین و مُشاہد کعبہ اور ''لغیرہ'' سے مراد غیر مُعاین و غیر مشاہد ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و أقره المصنّف قائلاً: و المراد بقولي: ''فللمكي'' مكي يعاين الكعبة و لغيره أي غير معاينها (١٢٩)

---

١٢٦ ـ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ١٢٥

١٢٧ ـ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص ٢٣٠

١٢٨ ـ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص ٢٣١

١٢٩ ـ الدر المختار شرح تنوير الأبصار، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٤٢٨

یعنی، اور مصنّف نے اس کو یہ کہتے ہوئے ثابت رکھا کہ اس قول ''مکی کے لئے'' سے میری مراد یہ ہے کہ مکی وہ جو کعبہ کا مُعایِن و مُشاہِد ہو اور میرے قول ''اس کے غیر کے لئے'' سے میری مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کا مُعایِن نہ ہو۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و الأصح أن من بينه و بينها حائل كالغائب، (۱۳۰)

یعنی، اصح یہ ہے کہ جس شخص اور کعبہ کے درمیان کچھ حائل ہو وہ غائب کی طرح ہے۔

اور غیر مُشاہِد مکی کے حق میں بقدر استطاعت و طاقت نماز میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنے کی تحقیق لازم ہوگی جس طرح فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر حائل اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اس پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ لے تا کہ اس کا کعبہ کی طرف منہ کرنا علی وجہ الیقین ہو جائے کیونکہ یقین کے مقابلے میں گمان قابلِ قبول نہیں ہوتا اور اگر اس طرح بھی کعبہ کو دیکھنے پر قدرت نہیں یا ایسی جگہ ہے کہ کعبۃ اللہ وہاں سے نظر نہیں آتا جیسے فی زمانہ بلند عمارتیں کعبہ کو دیکھنے کی راہ میں رکاوٹ ہوں تو اُسے صرف جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہوگا۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

استقبالِ قبلہ عام ہے کہ بعینہ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ ہو جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لئے یا اس جہت کو منہ ہو جیسے اوروں کے لئے (درمختار) یعنی تحقیق یہ ہے کہ جو عین کعبہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے اگر چہ کعبہ آڑ میں ہو جیسے مکہ معظّمہ کے مکانوں میں جب کہ چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں، تو عینِ کعبہ کی طرف دیکھنا فرض ہے، جہت کافی نہیں، اور جسے یہ تحقیق ممکن نہ ہو اگر چہ خاص مکہ معظّمہ میں ہو اس کے لئے جہتِ کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے از افادات رضویہ۔ (۱۳۱)

۱۳۰۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ۱/۴۲۸

۱۳۱۔ بہارِ شریعت، حصہ (۳)، نماز کی شرطوں کا بیان، تیسری شرط، ص ۳۷

اور جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی (از ''درمختار'' و ''افادات رضویہ'') نقل کرتے ہیں:

جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مونھ کی سطح کا جو کوئی جزء کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جزء کعبہ کے مواجہہ میں ہے نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار ۴۵ درجہ رکھی گئی ہے تو اگر ۴۵ درجہ سے زائد انحراف ہے استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوئی (۱۳۲)

اور وہ لوگ جو مکہ مکرمہ میں گھروں یا ہوٹلوں میں ہوں اور وہاں نماز پڑھنا چاہیں تو اُن کو اپنے گھر یا ہوٹل کی چھت سے دیکھنا چاہئے کہ وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے یا نہیں اگر نظر آتا ہے تو ان کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنا لازم رہے گا کہ ایسوں کے لئے فقہاء کرام کی تصریح مذکور ہے اور اگر نظر نہ آئے بہت کم ہے کہ نظر آئے تو اُن کے حق میں جہت کعبہ کو رُخ کافی ہوگا اور ہوٹلوں میں تقریباً جہتِ کعبہ کی نشاندہی کی ہوئی ہوتی ہے اس کا اعتبار کیا جائے۔

اعتراض: اگر کہا جائے فقہاء کرام نے اس پر اجماع کا ذکر کیا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے تو وہ اگر عینِ کعبہ کو رخ نہ کرے تو اس کی نماز کیونکر درست ہوگی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کو مُشاہِد و مُعایِن کعبہ پر محمول کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ اجماع مُشاہِد کعبہ کے حق میں ہے نہ کہ غیر مُشاہِد کے حق میں، ورنہ اجماع کا دعویٰ غلط ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے فقہاء کرام نے مکی غیر مشاہد کے حق میں جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض قرار دیا ہے اور اسے اصح، صحیح اور مختار قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فقوله في "مجمع الروايات" قال في "الكافي" فمن كان بمكة ففرضه إصابة عينها اجماعاً يمكن حمله على ما إذا كان مشاهداً و إلا فيكف الإجماع مع ما ذكرناه (۱۳۳)

۱۳۲۔ بہارِ شریعت: ۳/۳۷

۱۳۳۔ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، ص ۲۳۲

یعنی، ان کا قول "مجمع الروایات" میں قول کہ "کافی" میں فرمایا:
پس جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو بالاجماع اس کا فرض ٹھیک کعبہ کی طرف رخ کرنا ہے، اسے اس پر محمول کرنا ممکن ہے جب کہ وہ مُشاہِد کعبہ ہو ورنہ جو ہم نے (اس کے خلاف فقہاء کے اقوال کو) ذکر کیا اس کے باوجود اجماع کیسے ہوگا۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لیس الإجماع علی الإطلاق بل فی حقّ المشاهد للکعبة، أما من بینه و بینها حائل فلا إجماع علی إشتراط عینها فی حقّه، بل الأصح أنه کالغائب للزوم الحرج فی إلزام حقیقة المسامتة فی کل بقعة یصلی فیها (۱۳۴)

یعنی، اجماع علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اجماع کعبہ کے مُشاہِد کے حق میں ہے، مگر وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو اس کے حق میں عین کعبہ کو رُخ کرنے کی شرط کرنے پر اجماع نہیں ہے بلکہ اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے کیونکہ ہر خطہ جس میں وہ نماز پڑھے اس پر حقیقۃ مسامتہ لازم کرنے میں لزوم حرج ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ مکی اگر گھر میں نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ اگر بیچ کی دیواریں ہٹادی جائیں تو نمازی کا رُخ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، اگر ایسا نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی؟

جواب: دوسرے فقہاء کرام نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ ایسا مکی کالغائب ہے لہٰذا اس کی نماز صرف جہتِ کعبہ کو منہ کرنے سے اسی طرح درست ہو جائے گی جس طرح آفاقی کی نماز درست ہو جاتی ہے، چنانچہ علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۳۴ـ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، تحت قوله: إستقبال عین الکعبة الخ، ص ۶۰

لکن تفریعه بقوله: حتی لو صلّی فی بیته، فینبغی أن یصلّی بحیث لو أزیلت الجدران یقع استقباله علی شطر الکعبة، یدافعه لقوله: بخلاف الآفاقی۔ قال الزاهدی: و فرض الغائب جهة الکعبة۔ انتهی (۱۳۵)

یعنی، ان کی اپنے اس قول کے ساتھ تفریع حتی کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے اس طرح نماز پڑھے کہ اگر اس کے اور کعبہ کے مابین دیواروں کو ہٹا دیا جائے تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی جزء پر، اس (اعتراض) کو دُور کر دیتا ہے انہی کا قول "برخلاف آفاقی کے"۔ زاہدی نے کہا کہ غائب کا فرض جہتِ کعبہ ہے۔ انتہی

هذا ما ظهر لی فی هذا الباب و الله تعالیٰ أعلم بالصواب و علمه أتم و أحکم

یوم الاربعہ ۸شوال المکرم ۱۴۲۷ھ ۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (255-F)

جہری نماز میں ترکِ جہر کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد حرام میں اپنی علیحدہ جماعت کروانے کی صورت میں امام نے جہری نماز میں فتنے کے خوف سے قرأت میں آواز کو بلند نہ ہونے دیا کبھی کبھی آواز بہت آہستہ ہو جاتی تو اس صورت میں نماز کا حکم کیا ہوگا؟ اور مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ باجماعت نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا تنہا نماز پڑھنے والے کو بھی حاصل ہوگی؟

(سائل: محمد خرم عبدالقادر، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جو نمازیں ادا کی گئیں ان میں امام نے اگر اتنی آواز کے ساتھ قرأت کی تھی کہ جسے صف اول میں سُنا جاسکتا تھا تو وہ نمازیں درست ہو گئیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

۱۳۵ـ إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح، ص ۲۳۲

"جہر کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی جو صفِ اول میں ہیں سُن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ کے لئے حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سُن سکے"۔(۱۳۶)

اور علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۱۹۸ھ میں ہے:

وأدنى الجهر إسماع غير ممن ليس بقربه كأهل الصف الأول و أعلاه لا حد له فافهم۔ (۱۳۷)

یعنی، ادنیٰ جہر اپنے اس غیر کو سُنانا ہے جو قریب نہ ہو جیسے پہلی صف والے اور اعلیٰ جہر کی کوئی حد نہیں۔

اور صفِ اول تک کے تمام افراد تک بھی امام کی قرأت کی آواز پہنچنا شرط نہیں چنانچہ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

قوله (ويجب جهر الإمام) الواجب منه أدناه وهو أن يسمع غيره، ولو واحداً وإلا كان اسراراً، فلو أسمع اثنين من أعلى الجهر۔ حموی عن "الخزانة"۔ (۱۳۸)

یعنی، علامہ شرنبلالی کا قول کہ امام پر جہر واجب ہے واجب کا ادنیٰ یہ کہ دوسرے کو سُنائے اگرچہ ایک ہی ہو ورنہ اخفا ہوگا پس اگر دو نے سُنا تو اعلیٰ جہر ہے۔

اب اگر امام نے ایسا جہر کیا جسے صف اول میں موجود چند افراد سن سکتے ہوں تو واجب ادا ہو جائے گا ورنہ ادا نہ ہوگا اور سجدہ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر عمداً اسے ترک کیا تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہ ہوگی۔

۱۳۶۔ بہار شریعت، حصہ سوم، کتاب الصلاۃ، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، ص ۷۲

۱۳۷۔ رد المحتار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل فی القراۃ، مطلب فی الکلام الخ، ص ۵۳۵

۱۳۸۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ و ارکانھا فصل فی بیان واجب الصلاۃ، ص ۲۵۲۔۲۵۳

جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ويجهر الإمام وجوباً في الفجر و أولى العشائين أداءً و قضاءً الخ (۱۳۹)

یعنی، اور امام فجر، اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں وجوباً قرأت کرے۔

اور امام نے اگر جہری نماز میں ایسا جہر کیا جسے صف اول میں نہ سنا جا سکتا ہو تو وہ جہر نہیں ہے لہٰذا سجدہ سہو لازم ہوگا بشرطیکہ عمداً ایسا نہ کیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر تلزمه سجدتا السهو لأن الجهر وموضعه والمخافة في موضعه من الواجبات۔ (۱۴۰)

یعنی، امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا اور جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو اسے دو سجدے سہو لازم ہوں گے کیونکہ جہر اپنی جگہ پر اور اخفاء اپنی جگہ پر واجبات میں سے ہیں۔

اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نمازیں لوٹانی ہوں گی جیسا کہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

وتعاد وجوباً في السهو إن لم يسجد له ملخصاً (۱۴۱)

یعنی، سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں اگر سجدہ نہ کیا تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

یہ تو سہواً ترک جہر کا حکم تھا اب اگر جان بوجھ کر جہری نماز میں جہر کو ترک کرتا ہے جیسا

۱۳۹۔ الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل، ص ۵۳۲۔۵۳۳

۱۴۰۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، ص ۱۵۸

۱۴۱۔ الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، ص ۴۵۶

کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہوگا، سجدہ سہو کافی نہ ہوگا جیسا کہ ''بہار شریعت''(۱/۴/۳/۷۷) میں ہے۔

یہ مسئلہ کہ جہاں نہ جماعت ملتی ہو اور الگ جماعت قائم کرنے کی صورت میں فتنے کا قوی امکان ہو وہاں نماز پنجگانہ کے لئے جماعت کروائی جائے یا انفرادی طور پر پڑھی جائے تو اس کے جواب میں حضرت ضیاء الملت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لئے''۔(۱۴۲)

اور چالیس نمازوں کی فضیلت نماز با جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ ''نبی ﷺ نے صرف نمازوں کا حکم فرمایا ہے کسی حدیث شریف میں یہ حکم نہیں کہ ضروری ہے کہ امام کے پیچھے پڑھی جائیں''۔(۱۴۳)

اور ایسی صورت میں جہاں جماعت نہ ملے اور نہ خود قائم کی جا سکتی ہو تنہا نماز پڑھنے والا گنہگار نہیں ہوتا کہ گناہ ترکِ واجب پر ہے اور وہاں یہ واجب ہی نہیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب

۲۰ جمادی الأولی ۱٤۲۲ھ۔ ۱۱ اغسطس ۲۰۰۱م (JIA-111 Ref:090-2001)

ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے یا نہیں، سنا ہے کچھ حنفی علماء نے علانیہ با جماعت ایسا کیا ہے، کیا ان کا فعل جواز کی دلیل بن سکتا ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا ایک وقت

۱٤۲۔ امام حرم اور ہم، مصنفہ علامہ فیض احمد اویسی، قطب مدینہ کا فتویٰ، ص ۱۵

۱٤۳۔ امام حرم اور ہم، مصنّفہ علامہ فیض احمد اویسی، ص ۳٤

مقرر کر دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ الآیة (۱٤٤)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (کنز الایمان)

تو لازم ہے کہ اس کی اوقات کی رعایت کی جائے۔ (خزائن العرفان)

اور حدیث شریف ہے:

عن عبدالله قال "مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ إِلَّا بِجَمْعٍ وَ صَلَّى الصُّبْحَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ وَقْتِهَا" و اللفظ للنسائی، راوه البخاری فی الحج، باب متی يصلّی الفجر بجمع (برقم:۱٦۸۲)، مسلم فی الحج، باب إستحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر (برقم:۱۲۸۹) و أبو داؤد فی المناسك، باب الصلاة بجمع (برقم:۱۹۳٤)، و النسائی فی المواقيت، باب الجمع بين المغرب و العشاء بمزدلفة (برقم:٦٥٤)، و أحمد فی "مسنده" ۱/۳۸٤

یعنی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو نمازیں ایک ساتھ جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں، اور اس دن صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے ادا کی۔ یہ الفاظ سنن نسائی کے ہیں، اس حدیث کو امام بخاری نے حج کے بیان میں، امام مسلم نے حج کے بیان میں، ابو داؤد نے مناسک کے ذکر میں، نسائی نے مواقیت کے بیان میں اور امام احمد نے اپنی "مسند" (۱/۳۸٤) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابو الحسنات عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

أما عدم جواز الجمع فی غير ذلك فلحديث: "لَيْسَ فِي النَّوْمِ

۱٤٤۔ النساء:٤/۱۰۳

التَّـفْرِيْـطُ إِنَّـمَا التَّفْرِيْطُ فِى الْيَقْظَةِ أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ حَتّٰى يَجِئَ وَقْتُ الْأُخْرٰى" أخرجه مسلم وغيره، و لحديث: "مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتٰى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ" أخرجه الحاكم و الترمذی لكن فی سنده ضعيف جداً (۱٤٥)

یعنی، مگر نماز کو اس کے وقت کے غیر میں جمع کرنے کا عدمِ جواز تو اس حدیث کی بناء پر ہے کہ تفریط نیند میں نہیں ہے وہ تو جاگنے میں ہے کہ نماز کو مؤخر کر دے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے، اسے مسلم وغیرہ نے تخریج کیا اور اس حدیث کی بناء پر ہے: ''جس نے دو نمازوں کو بلا عذر جمع کیا تو وہ کبائر کے ابواب کو آیا'' اسے امام حاکم اور ترمذی نے تخریج کیا لیکن اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین بہر صورت نا جائز ہے، چنانچہ تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن جمال الدین عبید اللہ المحبوبی لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان فی وقت بلا حج (۱٤٦)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں بغیر حج (یعنی عرفات و مزدلفہ) کے جمع نہ کیا جائے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يُجمع بين صلاتين فی وقت واحدٍ فی حضرٍ و لا سفر إلا بعرفة و المزدلفة (۱٤٧)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں نہ حضر میں اور نہ ہی سفر میں جمع کیا جائے گا سوائے عرفات اور مزدلفہ کے۔

۱٤٥۔ عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، ص ۱٥٠
۱٤٦۔ وقاية الرواية، کتاب الصلاة
۱٤٧۔ المختار للفتوی، کتاب الصلاة، فصل: أحكام سجود التلاوة و الأوقات المكروهة فيها الصلاة

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

لا نجمع لسفر أو مطر (۱٤٨)

یعنی، ہم نمازوں میں جمع نہیں کریں گے سفر اور بارش کی وجہ سے۔

اس کے تحت شارح ابن ملک لکھتے ہیں:

يعني الجمع بين الظهر و العصر، بين صلاتی المغرب و العشاء لعذر سفر أو مطر غير جائز عندنا خلافاً للشافعی

یعنی، ہمارے نزدیک ظہر اور عصر میں اور مغرب و عشاء میں عذرِ سفر یا عذرِ بارش کی وجہ سے جمع کرنا ناجائز ہے برخلاف امام شافعی کے۔

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

عن الجمع بين الصلاتين فی وقت واحد بعذر (۱٤٩)

یعنی، منع کیا گیا ہے دو نمازوں کو کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع کرنے سے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوز الجمع بين الصلاتين فی وقت واحد بعذر عندنا إلا صلاة الظهر و العصر بعرفة، و المغرب و العشاء بمزدلفة الخ (۱٥٠)

یعنی، ہمارے نزدیک دو نماز کو ایک وقت میں کسی بھی عذر کی بناء پر جمع کرنا جائز نہیں سوائے نمازِ ظہر اور عصر کے عرفات میں اور نمازِ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں۔

اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان فی وقت العذر بل بحج (۱٥۱)

۱٤٨۔ مجمع البحرين و ملتقی النيّرين، کتاب الصلاة، ص ۱٠٧
۱٤٩۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاة، بيان أوقات الصلاة
۱٥٠۔ فتاوی قاضیخان، علی هامش الفتاوی الهندية، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب الأذان، ص ٧٥
۱٥۱۔ غرر الأحكام، کتاب الصلاة

یعنی، دوفرضوں کوکسی عذر کے باعث ایک وقت میں جمع نہ کیا جائے گا بلکہ حج (عرفات ومزدلفہ) میں (جمع کیا جائے گا) کیونکہ جمع کرنے سے وقت میں تغیر ہوگا، چنانچہ علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و فی الجمع تغییر الوقت (١٠٢)

یعنی، اور جمع کرنے میں وقت کی تغییر ہے۔

اگر ایک فرض کومقدم کیاتو وہ فاسد ہوگااور اگرمؤخر کیاتو ایسا کرنا حرام ہے، اگر چہ بطور قضاء، وہ صحیح ہوجائے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی لکھتے ہیں:

و لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر فإن جمع فسد لو قدم و حرم لو عکس و إن صح إلا لحاج بعرفة و مزدلفة (١٠٣)

یعنی، دوفرضوں میں کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع نہیں، پس اگر جمع کیاتو فاسد ہے اگر مقدم کیا اور حرام ہے اگر اس کا عکس کیا، اگر چہ صحیح ہوجائے گی سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

فإن جمع فسد لو قدم الفرض علی الوقت و حرم لو عکس أی آخره عنه وإن صح بطریق القضاء إلا الحاجّ بعرفة و مزدلفة کما سیجیٔ (١٠٤)

یعنی، پس اگر (دوفرض کوایک وقت میں) جمع کیاتو (اور ایک فرض نماز کواپنے وقت پر) مقدم کیاتو وہ نماز فاسد ہو جائے گی (جسے مقدم کیا) اور اگر اس کا عکس کیا یعنی ایک فرض کواپنے وقت سے مؤخر کیاتو ایسا کرنا حرام ہے اگر چہ اس کا وہ فرض (جسے مؤخر کیا) بطریق قضاء درست ہو

١٠٢۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار: ١/٥٧

١٠٣۔ تنویر الأبصار، قبل باب الأذان

١٠٤۔ فتاویٰ واحدی، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ،فائدۃ، ص ٨٠

جائے سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں (جمع کرنے کے) جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

اور امام شافعی کے ہاں جمع بین الصلاتین جائز ہے اور ان کے نزدیک جواز کی دلیل ایک حدیث شریف ہے اور فقہاء کرام نے فرمایا جسے امام شافعی نے بطور دلیل پیش کیا وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ کہ جمع وقتی پر، چنانچہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا کہ:

لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر و مطر خلافا للشافعی، و مارواہ محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً (١٠٥)

یعنی، دوفرضوں کوسفر اور بارش کے عذر سے ایک وقت میں جمع کرنا (جائز) نہیں، برخلاف امام شافعی کے، اور جیسے انہوں نے روایت کیا ہے وہ فعلاً جمع پر محمول ہے نہ کہ وقتاً جمع پر۔ (یعنی ایک وقت میں جمع کرنے پر)

اس لئے ہمارے فقہاء کرام نے فعلاً جمع کے جواز کی تصریح کی ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الجمع فعلاً و لا وقتاً، وهو تفسیر ما روی: "أنَّهُ ﷺ جَمَعَ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ" (١٠٦)

یعنی، فعلاً جمع جائز ہے نہ کہ وقتاً۔

اور جمع فعلی کسے کہتے ہیں، اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

وتفسیره: أنه یؤخّر الظهر إلی آخر وقتها، و یقدّم العصر فی أول وقتها (١٠٧)

یعنی، فعلاً جمع کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر کواس کے آخر وقت تک مؤخر کرے

١٠٥۔ فتاوی واحدی:١/ ٨٠

١٠٦۔ کتاب الإختیار: ١/٥٧

١٠٧۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، ص ٥٧

اورعصر کواس کے اول وقت میں مقدم کرے۔

ہاں ہمارے فقہاء کرام نے بوقت ضرورت امام شافعی کے مذہب کی تقلید کی اجازت دی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (١٥٨)

یعنی، بوقت ضرورت تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے ان تمام شرائط کا التزام کرے جسے امام (یعنی امام شافعی) نے واجب کیا ہے۔

اورمخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ نقل کرتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن يشترط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (١٥٩)

یعنی، اور بوقتِ ضرورت (مذہب غیر کی) تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس تمام کا التزام کرے جسے اس امام نے واجب کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی شرائط ہیں جسے امام شافعی نے واجب کیا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقد شرط الشافعي لجمع التقديم ثلاثة شروط: تقديم الأولىٰ، نية الجمع قبل الفراغ منها، و عدم الفصل بينهما بما يعد فاصلاً عرفاً، و لم يشترط في جمع التأخير سوى نية الجمع قبل خروج الأولى، "نهر" و يشترط أيضاً أن يقرأ الفاتحة في الصلاة و لو مقتدياً، و أن يعيد الوضوء من حسّ فرجه أو

١٥٨ـ الدر المختار: ١/ ٣٨٢ـ٣٨٣

١٥٩ـ فتاوىٰ واحدى: ١/ ٨٠

أجنبيةً و غير ذلك من الشروط و الأركان المتعلقة بذلك الفعل (١٦٠)

یعنی، جمع تقدیم کے لئے امام شافعی کی تین شرائط ہیں: پہلی کو مقدم کرے، اس میں جمع کی نیت کرنا اس سے (یعنی پہلی سے) فارغ ہونے سے قبل، اوران دونوں کے درمیان ایسے فعل سے فصل نہ کرنا جس فعل کو عُرف میں فاصل شمار کیا جاتا ہے، اور جمع تأخیر میں کوئی شرط نہیں سوائے پہلی نماز سے فارغ ہونے سے قبل دوسری کی نیت کرنے کے "نہر"۔ اور یہ بھی شرط کیا گیا نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ مقتدی ہو، اور یہ کہ جو شخص شرمگاہ کو چُھو لے یا کسی اجنبیہ عورت کو چُھولے وہ وضو دوبارہ کرے اور اس کے علاوہ اور شروط اور ارکان جو اس فعل سے متعلق ہیں۔

اورمخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

قالوا شروط التقديم ثلاثة البداية بالأولى و نية الجمع بينهما و محل هذه النية عند التحريم أعني في الأولى و يجوز في إثنائها على الأظهر و لو نوىٰ مع السلام منها جاز على الأصح و الموالاة بأن لا يطول بينهما فصل فإن طال وجب تأخير الثانية إلى وقتها الخ "بحر"۔ و يجوز بشرط العذر و الترتيب و منه الجمع و المواصلة بينهما و أن لا يتنفل بينهما بنفل و لا غيره إلا أن يقيم لها فإنه جائز الخ فتاوى وزيرى۔ فالحاصل أن الجمع بعذر المطر عند الضرورة و أن كان لا بأس فيه بتقليد الإمام الشافعي لكنّه مشروط بالتزام شرائط الجمع (١٦١)

یعنی، انہوں نے کہا کہ تقدیم کی شرطیں تین ہیں (۱) پہلی نماز سے شروع

١٦٠ـ رد المحتار: ١/ ٣٨٢ـ٣٨٣

١٦١ـ فتاوىٰ واحدى، المجلد (١)، كتاب الصلاة،فائدة، ص ٨٠

کرنا، (۲) اور ان دونوں میں جمع کی نیت کرنا اور اس کی نیت کا محل تحریمہ کے وقت ہے، میری مراد ہے کہ پہلی نماز میں تحریمہ کے وقت جمع کی نیت کرنا۔ اور دورانِ نماز جمع کی نیت کرنا اظہر قول کے مطابق جائز ہے اور اگر (پہلے فرض کے) سلام کے وقت (جمع کی) نیت کی تو اصح قول کے مطابق جائز ہے۔ (۳) اور موالات (یعنی پے در پے کرنا) اس طرح کہ ان دونوں کے مابین طویل فصل نہ کرے اور اگر فصل کو طویل کیا تو دوسرے فرض کی تاخیر اس کے وقت تک کرنا ہوگی (یعنی پھر اُسے اپنے وقت میں ہی پڑھنا ہوگا) الخ، "بحر"۔ اور بشرط عذر جائز ہے، اور ترتیب ہے (یعنی ترتیب سے پڑھے کہ پہلی کو پہلے دوسری کو بعد میں ادا کرے) اور اسی سے ان دونوں کے مابین جمع اور مواصلت ہے اور وہ یہ کہ ان دونوں کے مابین نفل وغیرہ نہ پڑھے مگر یہ کہ اس کے لئے اقامت ہو جائے تو جائز ہے الخ "فتاوی وزیری"۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ جمع بعذرِ بارش عند الضرورت ہے، اور اگر عذر ہو تو اس میں امام شافعی کی تقلید کرنے میں حرج نہیں لیکن وہ (جواز) جمع کی شرائط کا التزام کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔

لیکن ہمارے فقہاء کرام کے مُتون کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مُتون کی عبارات سے واضح ہے اور مُتون کا اطلاق ہی راجح ہوتا ہے، چنانچہ مخدوم سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

ثـم لا يـخفى أن إطلاق متن الكنز و التنوير و غيرهما يأبى عن جواز الجمع مطلقاً سواء كان بتقليد و غيره و صرّحوا بترجيح إطـلاق المتون فعلى هذا لا يجوز الجمع في المطر أصلاً و لو عند الضرورة و التقليد و رعايته الشروط۔ والله أعلم(١٦٢)

١٦٢۔ فتاوی واحدی: ١/ ٨٠

یعنی، پھر یہ مخفی نہیں کہ "کنزالدقائق" اور "تنویر الأبصار" کے متن کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے جواز کا مطلقاً انکار کرتا ہے چاہے (کسی امام کی) تقلید کرتے ہوئے ہو یا تقلید کرتے ہوئے نہ ہو۔ اور فقہاء کرام نے اطلاقِ مُتون کی ترجیح کی صراحت کی ہے تو اس بناء پر بارش میں اصلاً جمع بین الصلاتین جائز نہیں اگرچہ بوقت ضرورت ہو اور (امام شافعی کی) تقلید میں ہو اور شروطِ جمع کی رعایت کرتے ہوئے ہو۔

یہ تو تھا عند الضرورت کا حکم، اب ہوائی جہاز میں جب علماء کرام نے فرض نماز کے جواز کا فتویٰ دیا ہے تو اس سفر کے لئے جمع تقدیم ہو یا تاخیر ہو، جمع کی اصلاً کوئی ضرورت ہی نہ رہی۔ لہٰذا جن حنفی علماء کے نزدیک بوقت ضرورت امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے جمع بین الصلاتین جائز ہے ان کے نزدیک بھی یہاں جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ضرورت نہیں ہے اور خود شافعی المذہب کے حق میں بھی ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ان کے ہاں جواز دیگر شرائط کی طرح شرطِ ضرورت کے ساتھ مقید ہے اور یہاں ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا ان علماء کا فعل جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اور اگر ضرورت ہو اور حنفی جمع بین الصلاتین کرے تو اُسے امام شافعی کے نزدیک جمع بین الصلاتین کی جو شرطیں ہیں ان کی رعایت کرنا لازم ہوگا۔ اور علماء کرام اگر علی الاعلان اپنے مذہب کے خلاف پر عمل کریں تو ان پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے والے حنفی عوام المسلمین کو اس بارے میں بتائیں کہ ہمارے مذہب میں ایسا کرنا جائز نہیں، صرف امام شافعی کے مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ضرورت شرعی کے پائے جانے کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی ہمارے فقہاء نے اجازت دی ہے اور ضرورت ایسی ہو جسے شرع مطہرہ میں ضرورت قرار دیا جا سکے جیسے یہاں ضرورت یہ ہے کہ اگر ہم جمع بین الصلاتین نہیں کرتے تو نماز فوت ہو جائے گی۔ تا کہ عوام اسے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب نہ سمجھ لیں اور ان کے اندر ہمارے امام کی تقلید غیر ضروری ہونے کی سوچ پیدا نہ ہو جائے اور وہ

محض اپنی آسانی اور سہولت کے لئے دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے لگ جائیں۔ یا وہ تقلید کو غیر ضروری سمجھنے نہ لگ جائیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۷ دیسمبر ۲۰۰٦ م (273-F)

شہر کے کسی ہوٹل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج جمعہ کا دن ہے اور ہم لوگ مکہ میں مقیم ہیں کہ منیٰ روانگی سے نصف ماہ قبل سے مکہ میں موجود ہیں اور ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہی اقامت کی نیت بھی کر لی تھی اب ہم جمعہ یہاں کے امام کی اقتداء میں ادا نہیں کر سکتے تو کسی ہوٹل وغیرہ میں اپنا جمعہ قائم کر سکتے ہیں، جب کہ قانوناً ممنوع ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنا پڑے گا کہ اگر ان کو خبر ہو گی تو جیل ہو گی؟

ایک گروہ کسی اسلامی شہر گیا اور اس گروہ نے اقامت کی نیت بھی کر لی، اب جمعہ کا دن آیا بسیار تلاش کے باوجود انہیں صحیح العقیدہ سُنّی امام میسر نہیں آتا کہ جس کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کریں تو کیا ایسی صورت میں وہ کسی ہوٹل وغیرہ میں جمعہ کی نماز قائم کر سکتے ہیں جب کہ وہاں کی حکومت کی طرف سے ایسا کرنا ممنوع ہو کہ اگر حکومت کو خبر ہو گئی تو پکڑے جانے کا قوی امکان ہے۔ اس لئے اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کو پوشیدہ رکھنا ہوگا جیسے دروازے بند کر کے یا کسی کو باہر کھڑا کر کے جو کسی انجان آدمی کو اندر نہ آنے دے وغیرہ اور اگر انہوں نے اس طرح جمعہ نماز ادا کی تو ان کی یہ نماز ہو گی یا انہیں ظہر نماز پڑھنی ہو گی۔ اسی طرح ایسی صورت میں عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(السائل محمد فاروق بن عبد الرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ہوٹل میں جمعہ قائم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اگر قائم کر لیا تو جمعہ ادا نہ ہوگا کیونکہ جمعہ پڑھنے کے لئے کچھ شرطیں

ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ ہوگی تو جمعہ ادا نہیں ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں۔ (۱٦۳)

ان میں چھٹی اور آخری شرط اِذنِ عام کا پایا جانا ہے اور یہاں اس صورت میں جمعہ ادا کرنے میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہٰذا جمعہ نہیں ہوگا، چنانچہ علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

شرط أدائها المصر و الخطبة و الجماعة و الإذن العام ملخصاً (١٦٤)

یعنی، ادائیگی جمعہ کی شرط مصر، خطبہ، جماعت اور اذنِ عام ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰٦۹ھ لکھتے ہیں:

و يشترط لصحتها ستة أشياء المصر أفناؤه...... و الإذن العام (١٦٥)

یعنی، اور جمعہ کی صحت کے لئے چھ چیزیں شرط کی جاتی ہیں، مصر یا فنا مصر...... اور اذنِ عام۔

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

كذا في "الكنز" لأنها من شعائر الإسلام، و خصائص الدين، فلزم إقامتها على سبيل الإشتهار، و العموم (١٦٦)

یعنی، اسی طرح "کنز الدقائق" میں ہے کیونکہ شعارِ اسلام اور خصائصِ دین سے ہے تو اسے علی سبیل الاشتہار اور عموم قائم کرنا لازم ہے۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

١٦٣۔ بہار شریعت، ۳۰۳/۱

١٦٤۔ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب الجمعة

١٦٥۔ نور الإيضاح

١٦٦۔ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة ص ٢٩٦۔ ٢٩٨

حتی لو غلق بابہ و صلی بأتباعہ لا تجوز، ولو أذن للناس بالدخول فیہ جاز (۱٦۷)

یعنی، حتی کہ اگر اپنا دروازہ بند کرلیا اور اپنے اتباع کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی تو جائز نہ ہوئی اور اگر لوگوں کو داخل ہونے اجازت دے دی تو جائز ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہے:

حتی لو غلّق الإمام باب قصرہ أو المحل الذی یصلّی فیہ بأصحابہ لم یجز و إن أذن للناس بالدخول فیہ صحت الخ (۱٦۸)

یعنی، امام نے اگر اپنے محل یا جس جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کا دروازہ بند کرلیا تو جائز نہ ہوا اور اگر لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی تو نماز صحیح ہوگئی۔

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹٦۵ھ نے "صغیری شرح منیۃ المصلّی" (۱٦۹) میں لکھا ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی "فتاویٰ ہندیہ" (۱۷۰) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(۲) اِذنِ عام یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے دروازہ بند کرکے جمعہ پڑھا نہ ہوا۔ (۱۷۱)

اسی وجہ سے شہر میں فوجی اڈوں اور دیگر ایسے اداروں میں جہاں مذکور شرط مفقود ہوتی ہے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہوتا اور اگر قائم کیا تو جمعہ نہ ہوگا کیونکہ وہاں عوام کو داخلے کی اجازت

۱٦۷۔ النھر الفائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۳٦۰

۱٦۸۔ مراقی الفلاح، ص ۲۹۸

۱٦۹۔ منیۃ المصلّی و غنیۃ المبتلی، فصل فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱ ۳ ۳

۱۷۰۔ الفتاویٰ الھندیۃ المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱٤۸

۱۷۱۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، ص ۳۰٦

نہیں ہوتی اور ان مقامات پر عیدین کا بھی وہی حکم ہے جو نماز جمعہ کا ہے۔

لہٰذا ہر شہر کہ جہاں صحیح العقیدہ امام نہ ملنے کی وجہ سے جمعہ نہ ملے اور وہاں خود بھی مشروع طریقے پر جمعہ قائم نہ کیا جا سکے تو وہاں نماز ظہر پڑھنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲٤ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۱۵ دیسمبر ۲۰۰٦ م (293-F)

قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس پر مہینوں یا سالوں کی نمازیں باقی ہوں اور وہ ان کی قضاء کرے تو قضاء میں نمازوں کو ترتیب وار پڑھنا ضروری ہے یا بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے کہ پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھے پھر ظہر کی ایک ساتھ پڑھے؟

(السائل: سید اللہ رکھا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے فرمایا کہ قضاء نمازوں کی ترتیب اسی طرح واجب ہے جس طرح وقتی اور قضاء میں ترتیب واجب ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ٦۹٤ھ لکھتے ہیں:

و نرتّب الفوائت (مجمع البحرین)

یعنی، فوت شدہ نمازوں کو ہم ترتیب وار کرتے ہیں۔

اور اس کے تحت ابن ملک لکھتے ہیں:

یعنی نوجب الترتیب بین الفوائت و بینھا و بین الوقتیۃ (۱۷۲)

یعنی، ہم فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں اور فوت شدہ اور وقتی نمازوں میں (بھی ترتیب واجب قرار دیتے ہیں)

اور علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

۱۷۲۔ حاشیۃ مجمع البحرین، کتاب الصلاۃ، فصل فی قضاء الفوائت، ص ۱٤۱

و الترتيب بين الفائتة، و الوقتية و بين الفوائت مستحق (١٧٣)

یعنی، فوت شدہ نمازوں اور وقتی نمازوں میں ترتیب واجب ہے۔

اس کی دلیل میں فقہاء کرام غزوۂ خندق میں نبی ﷺ کا فعل بیان کرتے ہیں، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و رتّب النبي ﷺ قضاء الفوائت يوم الخندق (١٧٤)

یعنی، نبی ﷺ نے یوم خندق فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار قضاء فرمایا۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

هذا دليل على الترتيب بين الفوائت

یعنی، یہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی دلیل ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه لم يثبت عنه ﷺ تقديم صلاة على ما قبلها أداءً و قضاءً

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ نمازوں کو اداء کرنے یا قضاء کرنے میں نبی ﷺ سے کسی نماز کو اس سے قبل والی نماز سے مقدم کرنا ثابت نہیں ہے۔

لو كان الترتيب مستحباً كما قال بعض الأئمة لتركه ﷺ مرّة بياناً للجواز و لم ينقل و لا نقل أيضاً عن أحد من الصحابة قولاً، ولا فعلاً، و روى أنه ﷺ شغله المشركون عن أربع صلوات يوم حفر الخندق حتى ذهب من الليل ما شاء الله تعالى فأمر بلالاً فأذن ثم أقام فصلّى الظهر، ثم أقام فصلى العصر، ثم أقام فصلى المغرب، ثم أقام فصلى العشاء (١٧٥)

١٧٣ـ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت

١٧٤ـ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت

١٧٥ـ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص ٤٤١

یعنی، اگر ترتیب مستحب ہوتی جیسا کہ بعض ائمہ نے فرمایا تو آپ ﷺ بیان جواز کے لئے ایک بار ترک فرماتے اور (ایسا) منقول نہیں ہے اور صحابہ کرام سے بھی نہ قولاً منقول ہے اور نہ فعلاً، اور مروی ہے کہ آپ ﷺ کو خندق کھودنے کے دن مشرکین نے چار نمازوں سے مشغول کر دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا رات کا حصہ گزر گیا تو آپ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اور فوت شدہ نماز میں ترتیب کا واجب ہونا ان فوت شدہ نمازوں میں ہے جو قلیل ہوں چنانچہ "کنز الدقائق" کی عبارت "و الترتيب بين الخ" کے تحت علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

الترتيب بين الصلاة الفائتة الوقتية و الترتيب أيضاً بين الفائتة القليلة على ما سيأتي مستحق أي واجب كذا في "المعراج" و غيره (١٧٦)

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور ترتیب فوت شدہ قلیل نمازوں میں واجب ہے اسی طرح "معراج" وغیرہ میں ہے۔

اور قلیل سے مراد یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں چھ نہ ہوئی ہوں اور جب چھ ہو جائیں تو ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی، چنانچہ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

و يسقط أيضاً الترتيب بين الفائتة و الوقتية و بين الفوائت بصيرورة الفوائت ستًا و ذلك بخروج وقت السادسة على الأصح لدخولها حينئذٍ في حدّ التكرار الموجب السقوط دفعاً للحرج (١٧٧)

١٧٦ـ النهر الفائق: ١/٣١٦

١٧٧ـ النهر الفائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص ٢١٧

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور فوت شدہ نمازوں میں ساقط ہو جاتی ہے، فوت شدہ نمازوں کے چھ ہو جانے سے اور اصح قول کے مطابق یہ (ترتیب کا سقوط) چھٹی کا وقت نکل جانے سے ہے کیونکہ اس وقت وہ تکرار کے حد میں داخل ہو گئیں، دفعِ حرج کے لئے سقوط واجب ہے۔

لہٰذا وہ شخص کہ جس کے ذمے کثیر نمازیں باقی ہوں تو وہ ان کی قضاء کرتے ہوئے بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے جیسے پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھ لے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء اور وتر، البتہ ترتیب وار پڑھنا افضل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶ م (303-F)

مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطاف میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں اُن کے آگے سے طواف کی تو اجازت ہے مگر ویسے گزرنے کا حکم کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان وقاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے مطاف میں نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے کے جواز کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال ثم رأيت في "البحر العميق" حكى عز الدين بن جماعة عن "مشكلات الآثار للطحاوي": أن المرور بين يدي المصلي بحضرة الكعبة يجوز، قلت: و هذا فرع غريب

فليحفظ (۱۷۸)

یعنی، میں نے "بحر العمیق" میں دیکھا، "مشکلات الآثار للطحاوی" سے عز الدین بن جماعہ سے روایت ہے: کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے، میں کہتا ہوں: یہ فرع غریب ہے چاہئے کہ اسے یاد کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ سید علاؤ الدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و لا يمنع المارّ، من الطائفين بين يدي المصلّي، و كذا لا يمنع مطلق مارٍّ بين يدي المصلي بحضرة الكعبة، و يجوز المرور بين يدي المصلي بحضرة الكعبة (۱۷۹)

یعنی، طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نہ روکا جائے اور اسی طرح کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے کے آگے سے مطلق گزرنے والے کو نہ روکا جائے اور کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے آگے سے گزرنا گناہ نہیں بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۱۸۰)

اور دوسرے مقام پر "رد المحتار" کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

إن المرور بين يدي المصلّي بحضرة الكعبة يجوز (۱۸۱)

۱۷۸۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل في الإحرام، مطلب: عدم منع المارّ بين يدي المصلّي عند الكعبة ص ۵۰۲

۱۷۹۔ الهدية العلائية أحكام الحج، ص ۲۰۱

۱۸۰۔ الحج، مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۹۲

۱۸۱۔ الحج، مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۹۵

یعنی، کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۲ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱٤ نوفمبر ۲۰۰٦ م (243-F)

نمازی کے آگے سے گزرنا اور حرم مکہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت ہے جب کہ مطاف میں لوگوں کو اس وقت بڑی پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہو کر مطاف سے باہر جانا چاہتے ہیں اور بعض لوگ تو بلا تأمل نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں، کیا کسی مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے اور اگر جائز ہے تو کسی فقیہ کا جواز میں صریح قول منقول ہے، ممانعت میں وارد احادیث کا کیا جواب دیا جائے گا؟ نیز مسعیٰ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم کیا ہے؟ اگرچہ آپ کا اس موضوع پر ایک فتوی نظر سے گزرا ہے مگر بعض علماء طواف کرنے والوں کے سوا دوسروں کو نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی، نور مسجد، میٹھادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: مطاف میں لوگ اوقاتِ جماعت کے علاوہ مختلف اوقات میں فرداً فرداً نماز پڑھتے ہیں اور کبھی کبھار چند افراد مل کر با جماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں اور اس حال میں نماز ختم کرنے کے بعد انہیں مطاف سے باہر آنے میں دُشواری ہوتی ہے اور اسی طرح ذکر واذکار میں مشغول افراد اپنے اذکار ومعمولات سے فارغ ہو کر اور طواف پورا کرنے والے نمازِ طواف پڑھنے کے بعد مطاف سے باہر نکلنے میں پریشان ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور رُخصت میں وارد احادیثِ

نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اور اس باب میں واقع کلام فقہاء کی روشنی میں اَنام کے ابتلائے عام کا حل تلاش کرتے ہیں، سب سے پہلے ممانعت میں وارد چند احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو معمر، حدثنا عبدالوارث، حدثنا يونس، عن حُميد بن هلال عن أبي صالح: عن أبي هريرة، قال: قال النّبيّ ﷺ: "إِذَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْءٌ، وَ هُوَ يُصَلِّيْ، فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ" و طرفه في: ٥٠٩ (١٨٢)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو معمر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالوارث نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ روایت کرتے ہیں حُمید بن ہلال نے، وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی شئے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اُسے چاہئے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو اُسے چاہیے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو چاہئے کہ اُسے روک دے، پھر وہ اگر انکار کرے تو چاہئے کہ اس سے لڑے، پس وہ صرف شیطان ہے"۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا عبدالله بن سليمان بن أشعث، قال: حدّثنا هارون بن سليمان الخزاز، قال: حدّثنا أبو بكر الحنفي، قال: حدّثنا الضحاك بن عثمان، قال: حدّثنا صدقة بن يسار، عن ابن عمر،

١٨٢۔ صحيح البخاري، كتاب (٥٩) بدء الخلق، باب صفة أبليس وجنوده، ص٣٤٩، الحديث: ٣٢٧٤

قال: قال رسول الله ﷺ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى شَيْئٍ يَسْتُرُهُ، وَ لَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ" (١٨٣)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث، انہوں نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن سلیمان الخزاز نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر حنفی نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ضحاک بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے صدقہ بن یسار نے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ وہ ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے لئے سُترہ ہو اور وہ کسی کو نہ چھوڑے کہ وہ اس کے آگے سے گزرے، پس اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑے''۔

اسی طرح نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث متعدد مُحدِّثین کی روایت سے بکثرت کُتُبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

اور رُخصت میں وارد حدیث حضرت مطلب بن ابی وَداعہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جیسے مُحدِّثین کرام نے اپنی اپنی اسناد سے صحاح، سُنن، جوامع اور مسانید وغیرہا میں روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أحمد بن حنبل، حدّثنا سفيان بن عيينة، حدثني كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة، عن بعض أهله، عن جده، أنه رأى النبي ﷺ: "يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ"، قال سفيان: "لَيْسَ بَيْنَهُ

١٨٣ـ كتاب ناسخ الحديث و منسوخه كتاب الصلاة، باب في سترة المصلّي، ص٣١٢

وَ بَيْنَ الْكَعْبَةِ سُتْرَةٌ"۔ و اللفظ لأبي داؤد (١٨٤)

یعنی، ہم سے امام احمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر بن کثیر بن عبدالمطلب بن اَبی وَدَاعہ نے وہ اپنے بعض اہل سے روایت کرتے ہیں، وہ ان کے دادا (مطلب بن اَبی وداعہ) سے کہ ''انہوں نے باب بنی سہم کے قریب نبی ﷺ کو اس حال میں نماز ادا فرماتے دیکھا کہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔ سفیان نے فرمایا کہ ''آپ ﷺ اور کعبہ معظّمہ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

اور امام ابو بکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی متوفی ۲۱۹ھ روایت کرتے ہیں:

قال: ثنا سفيان، قال ثني كثير بن كثير بن المطلب، عن بعض أهله، أنه سمع جده المطلب بن أبي وَدَاعَة، يقول: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ سُتْرَةٌ" (١٨٥)

یعنی، فرمایا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے بعض اہل سے کہ انہوں نے ان کے دادا مطلب بن اَبی وَدَاعہ کو سُنا فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین سترہ نہ تھا''۔

١٨٤ـ المسند لأحمد(٣٩٩/٦)، المجلد(٤٥)، حديث مطلب بن أبي وداعة ص٢١٨، الحديث:٢٧٢٤١، ٢٧٢٤٢

١٨٥ـ المسند الحميدي، المجلد(١)، حديث المطلب بن وَدَاعَة رضي الله عنه ص٢٦٣، الحديث:٥٧٨

مندرجہ بالا روایت اور "سنن نسائی" کی روایت اور دیگر روایات میں لفظ "الطواف" آیا ہے اس کے اعراب کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بين الطواف" في رواية النسائي، بفتح الطاء، و تخفيف الواو، و قد ضبطه بعضهم من أفاضل المحدّثين بضم الطاء، و تشديد الواؤ، و أراد به جمع طائف، و لكل منها وجه والله أعلم (١٨٦)

یعنی، امام نسائی کی روایت میں راوی کا قول "بین الطواف" طاء کی فتح (زبر) اور واوٗ کی تخفیف (یعنی بلا تشدید زبر) کے ساتھ (یعنی، الطَّوَاف) ہے اور محدّثین میں سے بعض افاضل نے اسے ضم طاء (طاء کی پیش) اور واوٗ کی تشدید کے ساتھ ضبط کیا ہے (یعنی، الطُّوَّاف پڑھا ہے) اور انہوں نے اس سے طائف (طواف کرنے والا) کی جمع کا ارادہ کیا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وجہ ہے۔ واللہ اعلم

اور امام احمد اور امام ابوداوٗد حدیثِ مطلب کے تحت لکھتے ہیں:

قال سفيان: كان ابن جريج أخبرنا عنه، قال: أخبرنا كثير بن كثير، عن أبيه، قال: فسألته، فقال: ليس من أبي سمعتُه، لكن من بعض أهلي عن جدّي (١٨٧)

یعنی، سفیان فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ہمیں اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) خبر دی تھی، فرمایا کہ ہمیں خبر دی کثیر بن کثیر نے اپنے باپ

١٨٦ـ نخب الأفكار: ٤/٢٢٤

١٨٧ـ سنن أبي داؤد، المجلد (٢)، كتاب (٥) المناسك، باب (٨٩) في مكة ص ٣٠٤ـ٣٠٥، الحديث: ٢٠١٦

(کثیر بن مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے، فرماتے ہیں تو میں نے اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اِسے اپنے باپ (کثیر بن مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے نہیں سُنا لیکن میں نے اس حدیث کو اپنے بعض اہل (یعنی گھر والوں) سے سُنا جنہوں نے میرے دادا سے روایت کیا۔

اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ نے بھی یہی لکھا اور ان کے الفاظ یہ ہیں:

قال سفيان: و كان ابن جريج حدّثنا أولاً عن كثير، عن أبيه، عن المطلب، فلما سألته عنه، قال: ليس هو عن أبي، إنما أخبرني بعض أهلي، أنه سمعه من المطلب (١٨٨)

حدیث شریف کے انہی الفاظ کو امام عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ نے "هداية السالك" (١٨٩) میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث میں باب بنی سہم کا ذکر ہے جو کہ اب بابُ العُمرہ کے نام سے معروف ہے، چنانچہ امام عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

باب بني سهم هو الذي يقال له اليوم باب العمرة (١٩٠)

یعنی، بابِ بنی سہم وہی ہے جسے آج بابُ العُمرہ کہا جاتا ہے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أحمد بن داؤد بن موسىٰ، قال: حدثنا إبراهيم بن بشار، قال: ثنا سفيان، قال سمعتُ ابن جريج يحدّث عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن جده المطلب بن أبي وَدَاعَةَ فذكر مثله غير

١٨٨ـ المسند الحميدي: ١/٦٦٣

١٨٩ـ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة في المناسك، المجلد (١)، ص ٧٤

١٩٠ـ هداية السالك: ١/٧٤

أنه قال: لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَافِ سُتْرَةٌ" (١٩١)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد بن موسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن بشار نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو حدیث بیان کرتے سُنا، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، اس حدیث کو سابقہ حدیث کی مثل ذکر کیا سوائے اس کے کہ کہا کہ ''آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا''۔

اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هذا إسناد حسن جيّد (١٩٢)

یعنی، یہ سند حسن جید ہے۔

اور اس روایت کے تحت امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

قال: سفيان، فحدّثنا كثير بن كثير بعد ما سمعتُه من ابن جريج، قال: أخبرني بعض أهلي و لم أسمعه من أبي (١٩٣)

یعنی، سفیان نے فرمایا اس حدیث کو میں نے ابن جریج سے سُنا تھا اس کے بعد کثیر بن کثیر نے ہم سے حدیث بیان کی، فرمایا کہ خبر دی مجھے

١٩١۔ شرح معاني الآثار (١)، كتاب الصلاة، باب المرور بين يدي المصلّى الخ، ص ٤٦١، الحديث:٢٥٨٨

أيضاً تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار: ٢/٥٣٠، برقم:٩٤٩

أيضاً الحاوي في بيان آثار الطحاوي: ٢/٥٧١

١٩٢۔ نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار، المجلد (٤)، كتاب الصلاة، باب المرور الخ، ص ٤٤٣

١٩٣۔ شرح معاني الآثار: ١/٤٦١

أيضاً تحفة الأخيار: ٢/٣٠٥

أيضاً الحاوي في بيان آثار الطحاوي: ٢/٥٧١

میرے بعض اہل نے اور اسے میں نے اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے نہیں سُنا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال سفيان، فذهبت إلى كثير فسألتُه، قلتُ: حديث تحدّثه عن أبيك، قال: لم أسمعه من أبي حدّثني بعض أهلي عن جدّي المطلب، قال علي: قوله: لم أسمعه من أبي شديد على ابن جريج، قال أبو سعيد عثمان يعني ابن جريج لم يضبطه، قال الشيخ: و قد قيل عن ابن جريج، عن كثير، عن أبيه، قال: حدّثني أعيان بني المطلب، عن المطلب، ورواية ابن عيينة أحفظ (١٩٤)

یعنی، سفیان نے فرمایا میں کثیر کے پاس گیا اور ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا، میں نے کہا (یہ) حدیث اِسے آپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس حدیث کو میں نے اپنے باپ سے نہیں سُنا، مجھے میرے بعض اہل نے میرے دادا مطلب سے روایت کیا ہے، اور علی (بن المدینی) نے فرمایا کہ کثیر بن کثیر کا یہ کہنا کہ میں نے اسے اپنے باپ سے نہیں سنا ابن جریج پر شدید ہے، فرمایا: ابن جریج نے اسے ضبط نہیں کیا، شیخ نے فرمایا کہ سند میں یوں بھی کہا جاتا ہے از ابن جریج از کثیر، از ابیہ، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیان بن المطلب نے مطلب سے، اور ابن عیینہ کی روایت احفظ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم، قال: أنبأنا عيسىٰ بن يونس قال: حدّثنا عبدالملك بن عبد العزيز بن جريج، عن كثير بن كثير،

١٩٤۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٢/٣٨٣

عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِحِذَائِهِ فِيْ حَاشِيَةِ الْمَقَامِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ" (١٩٥)

یعنی، ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے کعبہ کا سات پھیرے طواف کیا، پھر اس کے مقابل حاشیۂ مقام میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا''۔

اور امام نسائی سے دوسری روایت ہے:

أخبرنا يعقوب بن إبراهيم، عن يحيٰ، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن المطلب بن أبي وداعة، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ سُبْعِهِ جَاءَ حَاشِيَةَ الْمَطَافِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِيْنَ أَحَدٌ" (١٩٦)

یعنی، ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، وہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن جریج سے وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے وہ مطلب

١٩٥۔ سنن النسائي، الجزء(٢)، كتاب القبلة، باب (٩) الرخصة في ذلك ص ٧٣، الحديث: ٧٥٤
أيضاً سنن الكبرىٰ للنسائي، المجلد(١)، أبواب السترة، باب الرخصة في ذلك ص ٢٧٣، الحديث: ٨٣٤
١٩٦۔ سنن النسائي، المجلد(٥)، كتاب مناسك الحج، باب (١٦٢) أين يصلّي ركعتي الطواف، ص ٢٤٢، الحديث: ٢٩٥٦
أيضاً سنن الكبرىٰ للنسائي، المجلد(٢)، كتاب الحج، باب (١٦٢) أين يصلّي ركعتي الطواف، ص ٤٠٨۔٤٠٩، الحديث: ٢/٣٩٥٣

بن وداعہ سے، فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا۔

اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ (١٩٧) اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (١٩٨) روایت کرتے ہیں اور ان سے امام عزالدین بن جماعۃ الکنانی ۷۶۷ھ (١٩٩) نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ثنا أبو أسامة، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وداعة السَّهْمِيِّ، عن أبيه، عن المطلب، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ سُبْعِهِ جَاءَ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِالرُّكْنِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ حَاشِيَةِ الْمَطَافِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ"۔ و اللفظ لابن ماجة۔ قال ابن ماجة: هذا بمكة خاصّة

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر بن ابی شیبہ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو اُسامہ نے، وہ ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن اُبی وَداعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ مطلب (بن ابی وَداعہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہو کر رُکنِ اسود کے مقابل تشریف لائے پس حاشیۂ

١٩٧۔ سنن ابن ماجة المجلد() كتاب المناسك، باب (٣٣) الركعتين بعد الطواف، ص ٤٤٥، الحديث: ٢٩٥٨
١٩٨۔ المسند: ٢/٣٣٩
١٩٩۔ هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك، المجلد(١)، الباب الأول في الفضائل، ذكر مواضع صلّى فيه النبي ﷺ حول الكعبة الشريفة ص ٧٤

مطاف میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، حالانکہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا''۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے ایک روایت ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر ابن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے مطلب بن ابی وداعہ سے، انہوں نے فرمایا:

"رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ أُسْبُوْعِهِ أَتَی حَاشِیَةَ الطَّوَافِ فَصَلَّی رَکْعَتَیْنِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ" (۲۰۰)

یعنی، ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ طواف میں تشریف لائے، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جب کہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا''۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی سے ایک روایت ہے کہ

حدّثنا یونس، قال حدّثنا سفیان بن عیینة، عن کثیر بن کثیر، عن بعض أهله، سمع المطلب یقول: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ وَ مِمَّا یَلِیْ بَابَ بَنِیْ سَهْمٍ و النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَ الْقِبْلَةِ شَیْءٌ" (۲۰۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے بعض اہل سے کہ اس نے مطلب کو فرماتے سُنا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (بابُ العُمرہ) کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ

۲۰۰۔ المسند: (۳۹۹/۶)۲۱۹/۴۵، برقم:۲۷۲۴۴

۲۰۱۔ شرح معانی الآثار: ۴۶۱/۱، برقم:۲۶۵۱

أیضاً تحفة الأخیار: ۳۰۵/۲، برقم:۹۴۸

أیضاً الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، المجلد (۲)، کتاب الصلاة، باب المرور بین الخ، ص ۵۷۱

آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ اور قبلہ کے مابین کوئی شئے نہ تھی''۔

اور امام طحاوی حنفی نے اس حدیث کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

حدّثنا یزید بن سنان، قال حدّثنا یزید بن هارون، قال: أنبأنا هشام، قال: أنبأنا ابن عمّ المطلب بن أبی وَدَاعة، (وفی شرح معانی الآثار: قال: أنا هشام، أُراه عن ابن عم المطلب بن أبی وَدَاعة) عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة، عن أبیه، عن جده عن النبی ﷺ بذلك (و فی التحفة: مثله) (۲۰۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یزید بن سنان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ہشام نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں مطلب بن ابی وداعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اُن کے دادا سے، وہ نبی ﷺ سے، اُسے یا اس کی مثل بیان کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

قال لنا أبو عاصم: عن ابن جریج، عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة السهمی، عن أبیه، و ذکر أعمامه عن المطلب بن أبی وَدَاعة، قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ فِیْ حَاشِیَتِهِ یعنی حَاشِیَةَ الطَّوَافِ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ" (۲۰۳)

۲۰۲۔ شرح معانی الآثار: ۴۶۱/۱، برقم:۲۶۵۲

أیضاً تحفة الأخیار: ۳۰۶/۲، برقم:۹۵۰

أیضاً الحاوی: ۵۷۱/۲

۲۰۳۔ التاریخ الکبیر للبخاری: ۳۱۵/۷۔۳۱۶

یعنی، ہمیں ابو عاصم نے فرمایا، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے چچاؤں کی روایت سے بیان کیا، وہ مطلب بن اَبی وَدَاعہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو حاشیہِ طواف میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ کے آگے سے گزر رہے تھے''۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

و قال محمد المثنی: نا یزید بن هارون، سمع هشام بن حسان، قال: أخبرني ابن عم عبدالمطلب بن أبي وَدَاعَة، عن كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، بنحوه" (٢٠٤)

یعنی، اور محمد المثنی نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، انہوں نے سُنا ہشام بن حسان کو، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے عبدالمطلب بن ابی وَدَاعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ۔

حافظ محمد بن حبان بن ابی حاتم تمیمی بُستی متوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا محمد بن إسحاق بن خزيمة قال: حدثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقي قال: حدثنا يحيى بن سعيد، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن أبيه أبي المطلب بن أبي وَدَاعَة أنه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَتَى حَاشِيَةَ الْمَطَافِ،

٢٠٤۔ التاريخ الكبير، المجلد (٧)، باب الميم باب مطلب ص ٣١٦، برقم: ١٩٤٢/١١٢٨

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِيْنَ أَحَدٌ" (٢٠٥)

یعنی، ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے، وہ فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے والد ابی المطلب بن اَبی وَدَاعہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ طواف سے فارغ ہوئے، تو حاشیہِ مطاف میں تشریف لائے، پس دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی''۔

حافظ ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ سے ہی روایت ہے:

أخبرنا عمر بن محمد الهمداني، حدثنا عمر بن عثمان، حدثنا الوليد ابن مسلم، حدثنا زهير بن محمد العنبري، حدثنا كثير بن كثير، عن أبيه أبي المطلب بن أبي وَدَاعَة قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ حِذْوَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢٠٦)

یعنی، خبر دی ہمیں عمر بن محمد ہمدانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمر بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید ابن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زہیر بن محمد عنبری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں کثیر بن کثیر نے، وہ روایت کرتے ہیں

٢٠٥۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، الجزء (٤)، كتاب الصلاة، باب ما يكره للمصلي و ما لا يكره، ذكر إباحة المرور قدام المصلي إذا صلى إلى غير سُترة، ص ٤٥، الحديث: ٢٣٥٧

٢٠٦۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، الجزء (٤) ذكر البيان بأن هذه الصلاة لم تكن الطوافين و بين المصطفى ﷺ سترةٌ، ص ٤٥۔٤٦، الحديث: ٢٣٥٨

اپنے والد ابو المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، فرمایا کہ ’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور مرد و عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا‘‘۔

حافظ ابو بکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم الضحاک بن مخلد شیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنی عمرو بن عثمان، نا الولید بن مسلم، نا زهیر، عن کثیر بن کثیر، عن أبیه، عن المطلب بن أبی وَدَاعة رضی الله عنه، قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ حِذْوَ الرُّکْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ مَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهُ سُتْرَةٌ" (۲۰۷)

یعنی، حدیث بیان کی مجھ سے عمرو بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی زہیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ مطلب بن ابی وَدَاعہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ ’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز ادا فرماتے دیکھا، اور مرد و عورتیں آپ کے آگے طواف کر رہے تھے، اُن اور آپ ﷺ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا‘‘۔

حافظ ابو یعلی احمد بن علی موصلی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ (۲۰۸) اور اس کی سند سے علامہ ابن اثیر جزری (۲۰۹) روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أبو الفضل بن الحسن الطبری بإسناده إلی أبی یعلی: حدّثنا ابن نمیر، حدّثنا أبو أسامة، عن ابن جریج، عن

۲۰۷۔ الآحاد و المثانی، من ذکر (۱۵۷) المطلب بن أبی وَدَاعة السهمی رضی الله عنه، ص ۱۵۵

۲۰۸۔ مسند أبی یعلی، المجلد (٥)، حدیث (۱٦٦) المطلب بن أبی وَدَاعة، ص ۲۳٦، الحدیث: ٦۸٦۹

۲۰۹۔ أسد الغابة، المجلد ()، مطلب (٤۹٤٦) بن أبی وَدَاعة، ص ۳۹٦۔۳۹۷

کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة، عن أبیه المطلب قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ سَبْعِهٖ حَتّٰی یُحَاذِیَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ السَّقِیْفَةِ، فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فِیْ حَاشِیَةِ الْمَطَافِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الطُّوَافِ أَحَدٌ"

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن الحسن ابو یعلی کی طرف اپنی اسناد کے ساتھ: (ابو یعلی فرماتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے ابن نمیر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو اُسامہ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے والد مطلب سے روایت کرتے ہیں کہ ’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے، تو اپنے اور سقیفہ کے درمیان محاذی ہوئے، پس آپ ﷺ نے مطاف میں دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہ تھا‘‘۔

امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد الازرقی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أبو الولید، قال: حدّثنی جدّی، حدّثنا سفیان بن عیینة، عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة السهمیّ، "أَنَّهٗ رَأَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ مِمَّا یَلِیْ بَابَ بَنِیْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهٗ شَیْءٌ" (۲۱۰)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الولید نے، فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے دادا نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے روایت کرتے ہیں کہ ’’انہوں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (یعنی باب العمرہ)

۲۱۰۔ أخبار مکة للأزرقی، الجزء (۲) الصلاة فی المسجد الحرام الخ، ص ٦۷۔٦۸

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور لوگوں اور آپ کے مابین ایک بالشت (کا فاصلہ) نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا ورد بن أحمد بن لبيد البيروتي، ثنا صفوان بن صالح، ثنا الوليد بن مسلم، ثنا سالم الخياط و زهير بن محمد، قالا: ثنا كثير بن كثير، عن أبيه، حدثني المطلب بن أبي وَدَاعة، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ حِذْوَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢١١)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ورد بن احمد بن لبید بیروتی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے صفوان بن صالح نے، وہ وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم خیاط اور زہیر بن محمد نے، وہ دونوں فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے حدیث بیان کی مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کے سامنے نماز ادا فرماتے دیکھا اور مرد اور عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا يحيىٰ بن أيوب الغلاف المصري، ثنا سعيد بن أبي مريم، ثنا محمد بن عبدالله بن عيد بن عمير، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعة، عن أبيه عن المطلب، "أنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ إِلَى الْبَيْتِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ

٢١١۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٠/ ٢٩٠۔٢٩١، برقم:٦٨٧

أَحَدٌ" (٢١٢)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یحیٰ بن ایوب غلاف مصری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سعید بن اَبی مریم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ بن عید بن عمیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن مطلب بن اَبی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ "انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف نماز ادا کرتے دیکھا، اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا أبو يزيد القراطيسي، ثنا عبدالله بن عبد الحكم، أنا الليث بن سعد (ح) و حدّثنا المطلب بن شعيب الأزدي، ثنا عبدالله بن صالح، حدثني الليث، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه كثير، عن المطلب بن أبي وَدَاعة، "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ حَاشِيَةِ الطَّوَافِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّائِفِيْنَ سُتْرَةٌ" (٢١٣)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو یزید قراطیسی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عبدالحکم نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں لیث بن سعد نے (ح) اور حدیث بیان کی ہم سے مطلب بن شعیب ازدی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن صالح نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے لیث نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے

٢١٢۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٠/ ٢٨٩، برقم:٦٨٢

٢١٣۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٠/ ٢٨٩۔٢٩٠، برقم:٦٨٣

باپ کثیر سے، وہ مطلب بن اَبی وَدَاعہ سے کہ "رسول اللہ ﷺ نے حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"، یہ ابن صالح کے الفاظ ہیں، اور ابن الحکم نے اپنی (مروی) حدیث میں کہا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے اپنی سعی کو مکمل فرمایا تو حاشیۂ طواف میں نماز ادا کی، آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أحمد بن داؤد المکی، ثنا محمد بن أبی بکر المقدمی، ثنا حماد بن زید، عن ابن جریج، حدّثنی کثیر بن کثیر بن المطلب، عن أبیه، حدثنی أعیان المطلب، عن المطلب بن أبی وَدَاعة، قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّی حِیَالَ الرُّکْنِ، وَ الرِّجَالُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ" (۲۱۴)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد مکی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیانِ مطلب نے مطلب بن ابی وَدَاعہ سے فرمایا کہ "میں نے نبی ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا محمد بن یحیی بن منده الأصبهانی، ثنا زید بن ثابت بن أخرم، ثنا عبدالقاهر بن شعیب، عن هشام بن حسان، عن

۲۱۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/۲۹۰، برقم:۶۸۴

سالم بن عبدالله، عن کثیر بن المطلب، عن أبیه، عن جده، "أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْکَعْبَةِ فَقَامَ حِیَالَ الرُّکْنِ، فَصَلَّی رَکْعَتَیْنِ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ یَطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ" (۲۱۵)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحییٰ بن مندہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زید بن ثابت بن اَخرم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالقاہر بن شعیب نے، وہ روایت کرتے ہیں ہشام بن حسان سے، وہ سالم بن عبداللہ سے، وہ کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ "نبی ﷺ کعبہ معظّمہ سے باہر تشریف لائے، رُکنِ اسود کے سامنے کھڑے ہوئے پس دو رکعت نماز ادا فرمائی اور لوگ آپ کے سامنے طواف کرتے ہوئے گزر رہے تھے، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدثنا إبراهیم بن نائلة الأصبهانی، ثنا أحمد بن حاتم بن عیسیٰ، ثنا حماد بن زید، ثنا عمرو بن دینار، عن عباد بن عبدالمطلب، عن المطلب بن أبی وَدَاعة: "أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ حِیَالَ الرُّکْنِ عِنْدَ السِّقَایَةِ، وَ الرِّجَالُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ" (۲۱۶)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن نائلہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی حاتم بن عیسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمرو بن دینار نے، وہ روایت کرتے ہیں عباد بن عبدالمطلب سے، وہ مطلب

۲۱۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/۲۹۰، برقم:۶۸۵

۲۱۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲/۲۹۰، برقم:۶۸۶

بن ابی وَدَاعہ سے کہ ''نبی ﷺ سقایہ کے پاس رُکنِ (اسود) کے سامنے نماز پڑھا کرتے اور مرد وعورتیں آپ کے آگے سے گزرتے''۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا محمد بن محمود بن محمد السراج، قال: حدّثنا عليّ بن مسلم، قال: حدّثنا أبو عامر، قال: حدّثنا عبدالله بن عطاء القرشي، قال: حدّثنا سفيان، عن عبدالرحمن بن المطلب بن أبی وَدَاعة، عن أبيه، عن جدّه "أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ سُتْرَةٌ" (۲۱۷)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمود بن محمد سراج نے، انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے علی بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو عامر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عطاء قرشی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ اور ان لوگوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا جو بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے''۔

اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن ہیں جو مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے فرزند ہیں، ابن حبان نے ''الثقات' (۲۱۸) میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات امام بخاری کی ''التاریخ الکبیر'' (۲۱۹) میں امام محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ کی کتاب

۲۱۷۔ كتاب ناسخ الحديث و منسوخه كتاب الصلاة، باب فی سُترة المصلّی، ص ۳۱۲-۳۱۳

۲۱۸۔ كتاب الثقات لابن حبان:ه/۸۱

۲۱۹۔ التاريخ الكبير للبخاری:ه/۲۱۵، ۱۱۰۹/۷۱۸۰

''الجرح و التعديل'' (۲۲۰) بھی ہیں اور مطلب کے بارے میں ابن اثیر کی کتاب 'اُسد الغابۃ'' میں ہے کہ وہ مطلب بن ابی وداعہ الحارث بن صُبَیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی ہیں، اور ان کی والدہ اَروی بنت الحارث بن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں اور یہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور ان کے والد ابو وَدَاعہ یوم بدر قید کئے گئے تو ان کے بیٹے نے اپنے باپ کے فدیہ میں چار ہزار درہم ادا کیا تو آپ پہلے قیدی تھے کہ جن کا فدیہ دیا گیا، واقدی نے کہا کہ وہ مدینہ منورہ میں آئے اور وہاں ان کا گھر تھا اور نبی ﷺ سے آپ نے حدیثیں روایت کیں، اور ابو وداعہ سہمی حارث بن صبرہ جلیل القدر صحابی ہیں، وہ اور ان کے بیٹے مطلب فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔(۲۲۱)

امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۲۱ھ (۲۲۲) اور ان کی سند سے حافظ ابو القاسم سلیمان بن اُحمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ (۲۲۳) روایت کرتے ہیں:

حدّثنا إسحاق بن إبراهيم الدبری، عن عبدالرزاق، عن عمرو بن قيس، أخبرنی كثير بن كثير بن المطلب بن أبی وَدَاعة السهميّ، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ يُصَلِّي فِيْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" ـ واللفظ للطبرانی

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن ابراہیم دبری نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرزاق سے، وہ عمرو بن قیس سے، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی نے اپنے باپ سے، انہوں نے ان کے دادا سے، فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد

۲۲۰۔ كتاب الجرح و التعديل:ه/۳٤٤، برقم:۱۳٤۷/۸٦۸۱

۲۲۱۔ الإصابة فی تمييز الصحابة: ۲۱۳/۷

۲۲۲۔ المعجم الكبير للطبرانی، المجلد (۲۰)، مطلب بن أبی وَدَاعة، ص۲۸۸، الحديث: ٦۸۰

۲۲۳۔ المصنَّف لعبد الرزاق، المجلد (۲)، كتاب الصلاة، باب (۱۲۱) لا يقطع الصلاة شیء بمكة ص ۲۱، الحديث: (٦۳۲) ۲۳۹۰

حرام میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان آپ کے سامنے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

اور امام عبدالرزاق نے انہی کلماتِ حدیث کو دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ وہ سند مندرجہ ذیل ہے:

عبدالرزاق، عن ابن عيينة، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ الخ" (٢٢٤)

یعنی، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن عیینہ سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ''۔

امام ابوبکر احمد حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبدالله بن بشران ببغداد، أنبأنا أبو جعفر محمد بن عمرو الرزاز، ثنا سعدان بن نصر، ثنا سفيان بن عيينة، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة السَّهمِيّ، عن بعض أهله أنه سمع جده المطلب بن أبي وَدَاعَة يقول: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيَ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسَ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ" (٢٢٥)

یعنی، خبر دی ہمیں ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے بغداد میں، خبر دی ہمیں ابوجعفر محمد بن عمرو رزاز نے، حدیث بیان کی ہم سے سعدان بن نصر نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ

٢٢٤۔ المصنّف لعبد الرزاق ٣٠/٢١/٣٠، برقم: ٢٣٩١

٢٢٥۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب من صلّى إلى غير سترة، ص ٣٨٧، الحديث: ٣٤٨٢

روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے بعض اہل سے، انہوں نے سُنا ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے (اس حال میں کہ) آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام بیہقی نے حدیث مطلب کے انہی الفاظ کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

أخبرنا أبو عبدالله و أبو زكريا و أبو بكر قالوا: حدّثنا أبو العباس، قال أخبرنا الربيع، قال: أخبرنا الشافعي، قال: أخبرنا سفيان الخ (٢٢٦)

یعنی، خبر دیتے ہیں ہمیں ابوعبداللہ اور ابو زکریا اور ابوبکر فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں ابوالعباس نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ربیع نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں امام شافعی نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں سفیان نے الخ۔

امام بیہقی سے ہی روایت ہے:

أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، أخبرني أبو الحسن بن عبدوس، قال سمعتُ عثمان بن سعيد يقول سمعتُ عليًّا يعني ابن المديني، يقول في هذا الحديث: قال سفيان: سمعتُ ابن جريج، يقول: أخبرني كثير بن كثير، عن أبيه، عن جدّه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ" (٢٢٧)

یعنی، خبر دی ہمیں ابوعبداللہ حافظ نے، خبر دی ابوالحسن عبدوس نے،

٢٢٦۔ معرفة السنن و الآثار، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب (١٧١)، الصلاة إلى غير سترة، ص ١٢٠، الحديث: ١٠٥٣

٢٢٧۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٢/٣٨٧۔٣٨٨

فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن سعید کو سُنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی ابن المدینی کو سُنا کہ وہ اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا کہ میں نے ابن جریج کو یہ کہتے سُنا کہ خبر دی مجھے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے دادا سے کہ ''میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ گزر رہے تھے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

ثم أخرج عن بن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب عن أبيه، عن جدّه، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ، أي النّاس۔ سُتْرَةٌ" (۲۲۸)

یعنی، پھر حدیث کی تخریج فرمائی ابن جریج کی روایت سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ ان کے دادا (مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے، فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں نماز ادا فرما رہے ہیں، آپ اور لوگوں کے درمیان سُترہ نہیں ہے''۔

حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں:

و أخرجه من هذا الوجه أيضاً أصحاب السنن، و رجاله موثقون إلا أنه معلول

یعنی، اس حدیث کی اس وجہ پر اصحاب سُنن نے بھی تخریج فرمائی اور اس کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ کہ یہ معلول ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے آگے سے گزرنے والے کو نہیں روکا چنانچہ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن جريج، قال: أخبرني أبي، عن أبي عامر، قال: رأيتُ ابن

۲۲۸۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۱/۵۷۶، الحدیث: ۵۰۱

الزبير يصلي في المسجد، فتريد المرأة أن تجيز أمامه و هو يريد السجود، حتى أجازت سجد في موضع قدميها (۲۲۹)

یعنی، ابن جریج سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ خبر دی مجھے میرے باپ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عامر سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور ایک عورت نے آپ کے سامنے گزرنا چاہا جب کہ آپ سجدہ کرنا چاہتے تھے، یہاں تک کہ وہ گزری تو آپ نے اس کے پاؤں کی جگہ سجدہ کیا (کیونکہ وہ آپ کے موضع سجود سے گزری تھی)۔

اور باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کی کسی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے غالب یہی ہے کہ آپ مسجد حرام میں تھے۔

اسی طرح حضرت محمد بن الحنفیہ اور ابن جریج سے مروی ہے، چنانچہ امام ابو بکر عبدالرزاق صنعانی متوفی ۲۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، قال: رأيتُ محمد بن الحنفية يصلّي في مسجد منى، و الناس يمرّون بين يديه، فجاء فتى من أهله فجلس بين يديه، قال عبدالرزاق: و رأيتُ أنا ابن جريج يصلّي في مسجد منى على يسار المنارة، وليس بين يديه سُترة، فجاء غلام فجلس بين يديه (۲۳۰)

یعنی، ابن عیینہ سے روایت ہے، وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن دینار سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو منیٰ کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے تو آپ کے اہل سے ایک نوجوان آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، امام

۲۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق: ۲/۲۱، باب لا يقطع الصلاة شئ بمكة برقم: ۲۳۸۹

۲۳۰۔ المصنّف لعبد الرزاق: ۲/۲۱، برقم: ۲۳۹۳

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو منی کی مسجد میں منارہ کے بائیں جانب نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کے آگے کوئی سُترہ نہ تھا تو ایک لڑکا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

لہٰذا ایک طرف تو وہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء ہیں کہ جن میں مطلقاً نماز کے آگے گزرنے کی ممانعت مذکور ہے، اور دوسری طرف حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہ جس سے رخصت ظاہر ہے، اس بنا پر بعض نے ممانعت والی احادیث کو منسوخ اور رخصت والی حدیث کو ان کے لئے ناسخ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف بابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ نے حدیثِ رخصت کو حدیثِ ممانعت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔(۲۳۱)

جب کہ بعض دیگر نے فرمایا ممانعت والی احادیث میں ان لوگوں کا حکم ہے جو کعبہ سے غائب ہیں اور رخصت والی حدیث ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں چنانچہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے حدیث مطلب بن ابی وداعہ کو چار مختلف اسناد سے روایت کرنے سے بعد لکھا ہے کہ

ففي هذا الحديث إطلاق رسول الله ﷺ للطائفين بالبيت المرورّ بين يديه وهو يصلّي، فقال قائل: فكيف تقبلون هذا و أنتم تروون عنه ﷺ؟ (۲۳۲)

یعنی، ان احادیث میں نبی ﷺ کا بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو اپنے آگے گزرنے دینا ہے جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ پس کہنے والے نے کہا تم یہ بات (کہ آپ ﷺ نے حالتِ نماز میں صرف طواف کرنے والوں کو اپنے آگے سے گزرنے دیا) کیسے قبول کرو گے تم تو نبی ﷺ کی حدیث روایت کر رہے ہو۔

۲۳۱۔ کتاب ناسخ الحديث و منسوخه کتاب الصلاة، باب سترة المصلی، ص۲۱۲۔۲۱۳

۲۳۲۔ تحفة الأخيار بترتيب مشكل الآثار: ۳۰۷/۲

پھر امام طحاوی نے ممانعت کی حدیث دو مختلف اسناد سے روایت کرنے کے بعد لکھا:

فقال هذا القائل: ففي هذا منعه ﷺ من المرور بين يدي المصلّي و من إطلاق المصلّي لغيره المرور بين يديه، فهذا ضدُّ ما رويتموه عن المطلب عنه ﷺ (۲۳۳)

یعنی، پس اس قائل نے کہا اس حدیث میں نبی ﷺ کا نمازی کے آگے سے گزرنے سے اور نمازی کے لئے اپنے غیر کو اپنے آگے سے گزرنے دینے سے منع فرمانا ہے، اور یہ اس کی ضد ہے جو تم نے مطلب کی روایت سے آپ ﷺ سے روایت کیا۔

پھر اس کے تحت بطور جواب لکھتے ہیں:

فكان جوابنا له في ذلك بتوفيق الله عزّ وجلّ و عونه: أن هذا مما لا تضادُّ فيه، لأن ما رويناه عن المطلب مما ذكر على حُكم الصلاة إلى الكعبة بمعاينتها، و الآثار الأخر على الصلاة بتحري الكعبة و بالغيبة عنها (۲۳۴)

یعنی، تو اللہ عزوجل کی توفیق اور اس کی مدد سے اس قائل کو جواب یہ ہے کہ یہ ان احادیث میں سے ہیں کہ جن میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہم نے مطلب سے روایت کیا، اس میں مُشاہدِ کعبہ کے کعبہ کی طرف نماز کے حکم کا ذکر ہے اور دوسری احادیث میں کعبہ سے غائب تحری سے نماز پڑھنے والے (کی نماز کے حکم کا ذکر ہے)

و قد وجدنا الصلاة إلى الكعبة بالمُعاينة لها يُصلّي الناسُ من جوانبها، فيستقبل بعضهم وجوه بعض، فيكون طلقاً لهم، غير مكروه، و رأينا الصلاة بخلاف ذلك المكان مما لا مُعايَنَة فيه

۲۳۳۔ تحفة الأخيار: ۳۰۹/۲۔۳۱۰

۲۳۴۔ تحفة الأخيار، ج۲، ص۳۱۰

للكعبة، بخلاف ذلك في كراهة استقبال وجوه الرجال بَعضِهم بعضاً، و في الزجرِ عن ذلك، و المنع منه (۲۳۵)

یعنی، پس ہم نے کعبہ کے مُعاوِن کی نماز کو پایا کہ لوگ کعبہ کے اطراف میں نماز پڑھتے ہیں تو بعض کا رُخ بعض کی طرف ہوتا ہے تو ان کے لئے بلا کراہت چھوٹ ہوگئی، اور ہم نے اس کے برخلاف دوسری جگہ نماز کو دیکھا جہاں کعبہ کا معاینہ نہیں ہوتا کہ بعض کے بعض کی طرف منہ کرنے کی کراہت میں حکم اس (پہلی صورت کے) خلاف ہے (یعنی، یہاں ایسا کرنا مکروہ ہے جب کہ وہاں مکروہ نہ تھا)

فَعَقَلْنَا بذلك أن الكعبة مخصوصة بها بهذا الحكم في الصلاة إليها، و الإطلاق للنّاس استقبال وجوه المصلّين معهم إليها، و الإستقبال لحدودهم في صلاتهم إليهم و إن كان ذلك كذالك في صلاتهم إليه، اتّسع لهم بذلك مُرورهم بين أيديهم في صلاتهم إليها، و استقبالهم إياهم في ذلك بوجوههم و بحدودهم، و عقلنا أن الصلاة في الغَيْبَةِ عنها بخلاف ذلك، و أنه لما كان استقبال النّاس بعضهم بعضاً بوجوههم و بحدودهم فيها ممنوعاً، ضاق عليهم مرورُهم بهم فيها، و ضاق على المصلّين إطلاق ذلك فيها (۲۳۶)

یعنی، پس ہم نے اس سے یہ سمجھا کہ کعبہ کی طرف نماز میں، اور لوگوں کو چھوڑنے میں کہ وہ اپنے ساتھ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کے چہروں کی طرف رُخ کریں اور اپنی نمازوں میں ان کی طرف اپنی حُدود کے استقبال میں کعبہ کے اس حکم کے ساتھ خاص ہے، اور اگر اس کی

۲۳۵ـ تحفة الأخيار: ۲/ ۳۱۰

۲۳۶ـ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار: ۲/ ۳۱۰

طرف ان کی نماز میں وہ اسی طرح ہے تو ان کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ وہ ان کی کعبہ کی طرف نماز میں اُن کے آگے سے گزریں اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ لوگوں کی طرف اپنے چہروں اور حُدود کے ساتھ استقبال کریں (یعنی ان کی طرف چہرہ کریں) اور ہم نے سمجھا کہ کعبہ سے غائب نماز اس کے برخلاف ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کے بعض کی طرف اپنے چہروں اور حُدود کے ساتھ استقبال اس میں ممنوع ہے (کہ انہیں نماز میں ایک دوسرے کی طرف چہرہ کرنا ممنوع ہے) تو اس میں ان کا گزرنا ان پر تنگ ہے (یعنی نمازی کے آگے سے گزرنا مشکل ہے) اور نمازیوں پر اس میں اُسے اس کی اجازت دینا بھی تنگ ہے۔ (یعنی نمازیوں پر بھی انہیں اپنے آگے سے گزرنے دینا مشکل ہے)

فبان بحمد الله و نعمته أن لا تضادَّ في شيء مما ذكرناه في هذا الباب، و أن كل واحدٍ من المعنيين اللذين ذكرناهما فيه بائن بحكمه من المعنى الآخر منهما، و الله نسأله التوفيق (۲۳۷)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نُصرت سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات میں جو ہم نے اس باب میں ذکر کیا (یعنی بظاہر متضاد احادیث بیان کیں) ان میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے، اور دو معانی جنہیں ہم نے ذکر کیا ان میں سے ہر ایک کا حکم دوسرے معنی سے جُدا ہے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔

اسی طرح امام حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

و أما حديث المطلب بن أبي وَدَاعَة قال: "رأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ

۲۳۷ـ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار، المجلد (۲)، كتاب الصلاة، باب (۱۳۵)، بيان مشكل ما رُوي عن رسول الله ﷺ في المرور بين يدي المصلّي في البيت الحرام و في الغيبة عنه ص ۳۱۰

مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ"، فليس مخالفاً لما روى من النهى عن المروى بين يدى المصلّى، لأنه إنما هو فى الصلاة إلى الكعبة و معاينها، و النهى عن المرور بين يدى المصلّى إنما هو فيمن يتحرّى الصلاة فى الكعبة إذا غاب عنها، و زعم ابن شاهين أنه ناسخ لحديث النّهى (۲۳۸)

یعنی، مگر مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے قریب (نماز پڑھتے) دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی سُترہ نہیں تھا'' تو یہ حدیث اُس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ جس میں نمازی کے آگے سے گزرنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ وہ (یعنی حدیثِ مطلب) کعبہ کی طرف نماز (پڑھنے والے) اور مُشاہِد کعبہ کے حق میں ہے، اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت (والی حدیث) صرف اس کے بارے میں ہے جو کعبہ کی طرف نماز کی تحرّی (غور و فکر) کرتا ہے (کہ جہتِ کعبہ کدھر ہے) جب کہ وہ کعبہ سے غائب ہو، اور (مُحدِّث) ابن شاہین نے گمان کیا کہ یہ (حدیثِ مطلب) حدیثِ نہی (یعنی ممانعت والی حدیث) کے لئے ناسخ ہے۔

حدیثِ مطلب سے استدلال: اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کے بغیر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

و لا بأس أن يصلّى بمكة إلى غير سترة و روى ذلك عن ابن الزبير، و عطاء، مجاهد، قال الأثرم: قيل لأحمد: الرجل يصلّى

۲۳۸۔ شرح سنن ابن ماجه المجلد (۵)، کتاب الصلاۃ، باب مایقطع الصلاۃ، ص ۱۵۹۹۔ ۱۶۰۰

بمكة و لا يستتر بشيء، فقال: قد روى عن النبى ﷺ: "أَنَّهٗ صَلّٰى، وَ ثَمَّ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ"۔

قال أحمد: لأن مكة ليست كغيرها، كأن مكة مخصوصة، و ذلك لما روى كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده المطلب، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ حِيَالَ الْحَجَرِ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ"۔ رواه الخلال بإسناده (۲۳۹)

یعنی، مکہ میں بغیر سُترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، عطاء اور مجاہد سے مروی ہے، اثرم نے فرمایا: امام احمد سے کہا گیا کہ کوئی شخص مکہ میں نماز پڑھتا ہے اور کسی شی کو سُترہ نہیں بناتا تو فرمایا: ''نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نماز ادا فرمائی اور وہاں آپ ﷺ اور طواف کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام احمد نے فرمایا: کیونکہ مکہ اس کے غیر کی مثل نہیں ہے گویا مکہ مخصوصہ ہے اور وہ اس لئے کہ کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے ان کے دادا مطلب سے روایت کیا ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجرِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا، اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے''۔

حدیثِ مطلب کے تحت محشّی صحاحِ ستہ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة فى مكة (۲۴۰)

یعنی، اس کا ظاہر ہے مکہ مکرمہ میں سُترہ کی حاجت نہیں۔

اور حدیثِ مطلب کو بعض نے صرف طواف کرنے والوں پر محمول کیا ہے، چنانچہ حدیثِ مطلب کے تحت علامہ محمد بن عبد الهادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ لکھتے ہیں:

۲۳۹۔ المغنی: ۲/۲۴۴

۲۴۰۔ حاشیة السندی علی السنن للنسائی: ۵/۲۴۲

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة في مكة، و به قيل، و من لا يقول به يحمله على أن الطائفين كانوا يمرّون وراء السجود أو وراء ما يقع فيه نظر الخاشع (٢٤١)

یعنی، اس سے ظاہر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہی کہا گیا کہ جو یہ بات نہیں کہتا وہ اسے طواف کرنے والوں پر محمول کرتا ہے کہ لوگ موضعِ سجو د یا خشوع سے نماز پڑھنے والے کی نظر پڑنے کی جگہ کے آگے سے گزر رہے تھے۔

اور یہی شیخ شمس الحق عظیم آبادی "عون المعبود" (٢٤٢) میں نقل کیا ہے۔

اور حدیثِ مطلب کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی (٢٤٣) اور ابن حجر کے حوالے سے شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی (٢٤٤) نے نقل کیا:

و اغتفر بعض الفقهاء ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة، و عن بعض الحنابلة جواز ذلك في جميع مكة

یعنی، بعض طواف کرنے والوں نے وہ (یعنی، نمازی کے آگے سے گزرنا) طواف کرنے والوں کے لئے ضرورت کی وجہ معاف قرار دیا ہے سوائے ان کے غیر کے، اور بعض حنابلہ سے پورے مکہ میں اس کا جواز منقول ہے۔

اور امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

٢٤١ـ حاشية السندي على السنن للنسائي:٥/٢٤٢

٢٤٢ـ عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، الجزء (٥)، كتاب المناسك، باب (٨٩) في مكة الحديث: ٢٠١٤، ص٣٤٥

٢٤٣ـ فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة و غيرها الحديث:٥٠١، ص ٥٧٦

٢٤٤ـ عون المعبود، الجزء (٥)، كتاب المناسك، باب (٩٠) تحريم مكة الحديث:٢٠١٤، ص ٣٤٦

نعم اغتفر بعضهم ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة (٢٤٥)

یعنی، ان کے بعض نے اسے ضرورت کی وجہ سے طواف کرنے والوں کے لئے معاف قرار دیا سوائے ان کے غیر کے۔

ائمہ مجتہدین: امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کے نزدیک مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی علیہ الرحمہ سے کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز منقول ہے۔

علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی نے لکھا جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ان کلمات کے ساتھ نقل کیا ہے:

شیخ رحمت اللہ سندی در "منسک کبیر" خود گفتہ کہ مرور پیش مصلی در مسجد حرام جائز است نزد علماء ثلاثہ اعنی مالک و شافعی و احمد و اما در مذہب حنفیہ نیافتہ ام من مر اَصحاب خود را کلامے درو ے نہ منع و نہ اباحت الّا آنکہ ذکر کردہ است طحاوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح آثار چیز ے را کہ ظاہر است در دلالت بر جواز مرور پیش مصلی در حضرت کعبہ اھ (٢٤٦)

یعنی، شیخ رحمت اللہ (بن عبداللہ) سندھی (حنفی) نے اپنی "منسک کبیر" میں فرمایا مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا علماء ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے میری مراد امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ ہیں، مگر مذہب حنفیہ تو میں نے خاص طور پر اپنے اصحاب سے اس بارے میں کوئی کلام نہیں پایا، نہ منع کرنے کے بارے میں اور نہ اباحت کے بارے میں، مگر یہ کہ امام طحاوی علیہ الرحمہ نے "شرح آثار" میں ایک چیز ذکر کی ہے جو کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کہ جواز پر دلالت کرنے میں ظاہر ہے۔

٢٤٥ـ إرشاد الساري شرح صحيح البخاري، المجلد (١)، كتاب الصلاة باب السترة بمكة و غيرها ص ٤٦٧

٢٤٦ـ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دو ازدهم ص ٢٩٥

اوراس کے تحت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

مخفی نماند کہ مرور در پیش مصلی درصحراء یا در مسجد کبیر اگر دُور تر از مقدار سجود است ممنوع نباشد بقول صاحب ہدایہ و بسیارے از کتب حنفیہ، و اختیار صاحب البحر الرائق، و عام است حکم جواز وے بر قول مذکور در جمیع مساجد کبار علی الخصوص حرم مکہ کہ محل ابتلاء عام و کثرت مرور انام است، پس آنچہ مولانا رحمت اللہ گفتہ نیافیہ ام من اصحاب خود را کلامے درو ے ظاہر آن ست کہ مراد داشتہ است مرور را کمتر از مقدار سجود، ولیکن عبارت طحاوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح آثار افادہ نمی کند مرور را کمتر از مقدار سجود بلکہ افادہ میکند مرور را پیش مصلّی، وظاہر آنست کہ مراد او دُور تر از محل سجود باشد واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۷)

یعنی، مخفی نہ رہے صحراء یا مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا اگر مقدار سجود سے دُور تر ہے تو صاحب ہدایہ اور بے شمار کُتب حنفیہ کے قول کے مطابق اور صاحب بحر الرائق کے مختار کے مطابق ممنوع نہیں ہے، اور مذکور قول کی بناء پر جواز کا حکم تمام مساجد کبیر خصوصاً حرم مکہ کو عام ہے کہ وہ ابتلاءِ عام اور لوگوں کے کثرت سے گزرنے کا محل ہے، پس جو علامہ رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی) نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے اصحاب سے (اس بارے میں) کوئی کلام نہیں پایا'' ظاہر ہے کہ انہوں نے مقدار سجود سے کمتر گزرنا مراد لیا ہے، لیکن امام طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) علیہ الرحمہ ''شرح آثار'' میں سجود سے کمتر مقدار سے گزرنے کا افادہ نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کا افادہ کیا ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا گزرنا محل سجود سے دُور تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

۲۴۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۲۹۵

تنبیہ: ذکر فی "حاشیۃ المدنی" لا یمنع المارّ داخل الکعبۃ و خلف المقام و حاشیۃ المطاف لما روی أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وداعۃ: "أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي مِمَّا يَلِي بَابَ بَنِي سَهْمٍ وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ" و هو محمول علی الطائفین فیما یظهر، لأن الطواف صلاۃ، فصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین انتهی، و مثله فی "البحر العمیق"، و حکاه عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی" و نقله الملا رحمة الله فی "منسکه الکبیر" و نقله سنان آفندی أیضاً فی "منسکه" و سیأتی إن شاء الله تعالی تأیید ذلك فی باب الإحرام من کتاب الحج (۲/ ۵۰۱، ۵۰۲) (۲۴۸)

یعنی، "حاشیۃ المدنی" میں ہے کہ کعبہ کے اندر اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (یعنی باب العمرہ) کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے حالانکہ ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا'' اور یہ حدیث بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے تو ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اور اسی کی مثل ''البحر العمیق'' میں ہے، اور اسے امام طحاوی کی ''مشکلات الآثار'' کے حوالے سے امام عز الدین بن جماعہ (الکنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے حکایت کیا ہے، اور

۲۴۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیها، ص ۶۳۵۔ ۶۳۶

اسے ملا رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی جنہیں موصوف نے "منحة الخالق" (۲۴۹) میں ابن ہمام کا شاگرد لکھا ہے) نے "منسك كبير" میں نقل کیا اور سنان آفندی نے بھی اسے اپنی ''منسک'' میں نقل کیا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تائید (اسی کتاب کے) کتاب الحج کے باب الاحرام میں آئے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے کتاب الحج کے باب الاحرام میں ایک عنوان قائم کیا کہ "مطلب: في عدم منع المارّ بين يدي المصلّي عند الكعبة" (یعنی، کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہ کرنے کے بیان میں) اور اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

تنبيه: قال العلامة قطب الدين في "منسكه": رأيت بخط بعض تلامذة الكمال بن الهمام في "حاشية الفتح": إذا صلّى في المسجد الحرام ينبغي أن يمنع المارّ لهذا الحديث، و هو محمول على الطائفين لأن الطواف صلاة فصار كمن بين يديه صفوف من المصلّين ا هـ و قال رأيت في "البحر العميق" حكى عز الدين بن جماعة عن "مشكلات الآثار للطحاوي" أن المرور بين يدي المصلّي بحضرة الكعبة يجوز ا هـ۔ (۲۵۰)

یعنی، تنبیہ: علامہ قطب الدین (حنفی متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنے "مناسك" میں فرمایا کہ میں نے "فتح القدیر" کے حاشیہ میں کمال بن ہمام (یعنی امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ) کے بعض شاگردوں کے خط سے دیکھا کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اس

۲۴۹۔ منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۳۲۷

۲۵۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام مطلب: في عدم منع المار الخ، ص ۵۰۱۔ ۵۰۲

حدیث (یعنی مطلب بن وَدَاعہ سے مروی حدیث) کی بنا پر (سامنے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، او روہ (روایت) طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے، پس ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اھ، اور فرمایا کہ پھر میں نے "البحر العميق" میں دیکھا کہ امام عزالدین بن جماعہ (کنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے امام (ابو جعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشكلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اھ۔

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: قال العلامة الشيخ قطب الدين الحنفي في "منسكه": فرع غريب رأيت بخط تلامذة الكمال ابن الهمام في حاشية "فتح القدير": إذا صلّى في المسجد الحرام ينبغي أن لا يمنع المارّ، لما روى أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبي وَدَاعة، أنه رأى النبي ﷺ يصلّي مما يلي باب بني سهم والناس يمرّون بين يديه و ليس بينهما سترة، و هو محمول على الطائفين فيما يظهر، لأن الطواف صلاة فصار كمن بين يديه صفوف من المصلّين، ثم رأيت في "البحر العميق" حكى ابن جماعة عن "مشكلات الآثار للطحاوي": أن المرور بين يدي المصلّين بحضرة الكعبة يجوز أفاده الحباب، و في "رد المحتار" تنبيه ذكر في "حاشية المدني" لا يمنع المارّ داخل الكعبة و خلف المقام و حاشية المطاف ا هـ كذا في "تقرير الشيخ عبدالحق" (۲۵۱)

۲۵۱۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل في ركعتي الطواف، ص ۱۷۲

یعنی، میں کہتا ہوں کہ علامہ شیخ قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنی "منسک" میں فرمایا کہ میں نے امام کمال الدین (محمد بن عبدالواحد) ابن ہمام (حنفی متوفی ۸۶۱ھ) کے شاگردوں کے خط سے "فتح القدیر" کے حاشیہ میں فرع غریب دیکھی کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ (آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ "آپ باب بنی سہم سے متصل نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور لوگوں کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا" اور یہ بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہوگیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں، پھر میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا کہ ابن جماعہ نے (امام ابوجعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشکلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ حباب نے اس کا افادہ کیا اور "در مختار" میں ہے: تنبیہ: "حاشیۃ المدنی" میں ذکر کیا گیا کہ کعبہ کے اندر، مقامِ ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے اھ اسی طرح "تقریرات شیخ عبدالحق" میں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ علاؤالدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ لکھتے ہیں:

و لا یُمنع المارُّ من الطائفین بین یدی المصلّی، و کذا لا یمنع مطلّق مارٍّ بین یدی المصلّی بحضرۃ الکعبۃ، و یجوز المرور بین یدی المصلّی بحضرۃ الکعبۃ (۲۰۲)

۲۰۲۔ الھدیۃ العلائیۃ أحکام الحج، أفعال الحج المفرد الخ، ص ۲۰۱

یعنی، طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اور اسی طرح کعبہ کے پاس مطلق گزرنے والے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور شیخ عبدالحمید محمود طہماز نے "صحیح ابن حبان" میں مذکور حدیث (برقم: ۲۳۵۸) نقل کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں:

و ھذا من خصوصیات المسجد الحرام، فلا یمنع المارّ من الطائفین بین یدی المصلّی، و یجوز المرور بین یدی المصلّی بحضرۃ الکعبۃ (۲۰۳)

یعنی، یہ مسجد حرام کی خصوصیات سے ہے، پس طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والوں کو نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ معظّمہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے (اور مؤلف نے اسے "ھدیۃ العلائیۃ" کے حوالے سے نقل کیا ہے)

اور شیخ السعید محمد سعید الصاغرجی حدیثِ مطلب کو امام احمد، ابن حبان اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ینبغی ألا یمنع المارّ و ھو الطائف، لأن الطواف صلاۃ، فصار کمن بین یدیہ صفوف من المصلّین، و قد نقل عن الطحاوی: أن المرور بین یدی المصلّی بحضرۃ الکعبۃ یجوز (۲۰۴)

یعنی، چاہئے کہ گزرنے والے کو منع نہ کیا جائے اور وہ طواف کرنے والا ہو کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہوگیا جیسے اس (نمازی) کے آگے

۲۰۳۔ الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید، المجلد (۱)، کتاب الحج، وصف أفعال الحج المُفرِد، ص ۴۸۴

۲۰۴۔ التیسیر فی الفقہ الحنفی من شرح تنویر الأبصار و رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، السعی بین الصفا و المروۃ، ص ۶۴۹

نمازیوں کی صفیں ہوں، اور امام طحاوی سے منقول ہے کہ کعبہ مکرمہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

علامہ مولانا محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أن المرور بين يدى المصلىّ بحضرة الكعبة يجوز ۔ رد المحتار (۲۵۵)

یعنی، یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے سامنے سے گزرنا گناہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور مسعیٰ کو علماء کرام نے مسجد سے خارج شمار کیا ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و الصفا خارج المسجد من الجانب الشرقی (۲۵٦)

یعنی، صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز کے بارے میں فقہاءِ احناف کی جو عبارات مذکور ہیں وہ یہ ہیں کعبہ کے پاس، مطاف میں، حاشیہ مطاف میں، حرم بیت اللہ میں اور مسجد حرام، اور امام قسطلانی نے نقل کیا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسجدِ حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے تینوں ائمہ امام مالک، شافعی اور احمد سے مسجدِ حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ جب کہ محشی صحاح ستہ علامہ عبد الہادی سندھی نے پورے مکہ میں نمازی کو سُترہ کی حاجت نہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے مذکور ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنا ضرورت کی بنا پر معاف ہے اور انہی سے منقول ہے کہ بعض حنابلہ کے نزدیک

۲۵۵۔ الحج، طواف کا طریقہ، بعد طواف مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب، ص ۹۵

۲۵٦۔ إثارة الترغيب و التشويق إلى المساجد الثلاثة و البيت العتيق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذکر ما جاء فی بناء المسجد الحرام، ص ۳۰۲

پورے مکہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ اور ابن قدامہ حنبلی نے بھی پورے مکہ میں بلا سُترہ نماز کے جواز کا قول کیا ہے اور امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ مکہ غیر مکہ کی طرح نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر حدیثِ مطلب بن ابی وَدَاعہ سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا قول کیا اور حدیث مطلب کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ یہ بات سابقہ صفحات میں مذکور حدیث کے الفاظ کو دیکھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ مگر فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر جواز کو بیان کیا۔ پھر جس نے سمجھا کہ ضرورت صرف کعبہ کے پاس ہے اس نے کعبہ کے پاس جواز کا قول نقل کیا اور جس نے پورے مطاف میں ضرورت کو جانا اس نے مطاف کا ذکر کیا، جس کے نزدیک پوری مسجد حرام میں ضرورت دیکھی اس نے مسجد حرام کا ذکر کیا اور جس کے نزدیک ضرورت پورے مکہ شہر میں تھی اس نے مکہ کا ذکر کیا۔ پھر جس زمانے میں ان فقہاء کرام نے جواز کا ذکر کیا اور جواز کو حدود کے ساتھ مقید کیا اس زمانے میں لوگوں کی حرم مکہ آمد اس قدر نہ تھی جتنی آج ہے اور لوگوں کا اتنا ازدحام نہیں ہوتا تھا جتنا آج ہوتا ہے لیکن مسعیٰ میں اس قدر حاجت پیش نہیں آتی جس قدر مطاف میں پیش آتی ہے مسعیٰ میں لوگ صرف پنجگانہ نماز کی جماعت کے وقت نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، عام اوقات میں نہیں، جب کہ مطاف میں اوقات جماعت کے علاوہ بھی لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔

اور پھر ہمارے آئمہ ثلاثہ سے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں ہے سوائے اس کے کہ امام طحاوی نے کعبہ کے پاس جواز کو بیان کیا اور دیگر احناف نے بھی مطاف اور کعبہ کا ذکر کیا مگر علامہ عبد الہادی سندھی حنفی محشی صحاح ستہ نے جو دو اقوال ذکر کئے ہیں ان میں پہلا قول پورے مکہ میں سُترہ کی عدم ضرورت کے بارے میں ہے، اور علماءِ احناف نے کُتُبِ فقہ میں اور خصوصاً کُتُبِ مناسک میں مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ تو ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ مطاف میں کعبہ کے نزدیک حاجت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ضرورت پیش آنے پر نمازی کے آگے سے طواف نہ کرنے والا بھی گزر جائے اور مطاف کے کناروں سے دیکھ لے اگر نمازی کے آگے سے گزرے بغیر گزرنے کی سبیل ہے تو

نمازی کے آگے سے نہ گزرے بلکہ دوسری راہ اختیار کرے اور پھر مسجد حرام میں ضرورت اور کم ہو جاتی ہے لہٰذا وہاں نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور اگر کوئی سبیل نہ ہو تو مجبوراً گزر جائے کہ ہمارے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ گزرنے کا جواز حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور حرم بیت اللہ کا اطلاق مسجد حرام پر اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح مطاف پر، لیکن بچنے کی کوشش کرے کہ یہاں ایسی حاجت نہیں جیسی کہ مطاف میں، اس لئے کہ یہاں ستون موجود ہیں اور وہاں نہیں اور مسعیٰ میں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ضرورت صرف جماعت کے وقت ہوتی ہے اور اس وقت سعی بھی بتدریج رُک جاتی ہے اور وہاں اس زمانے میں یہ حاجت پیش نہیں آئی تھی اس لئے فقہاءِ احناف نے صرف مطاف و مسجد حرام کا ذکر کیا اور فی زمانہ بھی ہم دیکھتے ہیں تو یہ یہی حاجت مسعیٰ میں پیش نہیں آتی کہ تو وہاں بھی گزرنا جائز ہو۔

یہ ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا کہ جس کی طرف برادرم مولانا محمد عرفان ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے استفتاء کے ذریعے احقر کی توجہ دلائی، اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے جس قدر کُتُبِ فقہ میسر آئیں ان کی طرف مراجعت کر کے جو تحقیق اس مسئلہ میں ہو سکی میں نے کی، اگر یہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ورنہ وہ میری جانب سے ہے۔ حضرات علماء کرام میں سے جسے اس سے اختلاف ہو دلائل سے اس کا رد کر دے تو احقر اپنی تحریر سے رجوع کرنے میں تأمل نہیں کرے گا۔ و الحق أحق أن یتبع

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٨ جمادی الأولی ١٤٢٨ھ، ٢٥ مایو ٢٠٠٧ م (389-F)

آبِ زم زم سے وضو و غسل کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مسجد الحرام میں بیٹھے رہنے سے وضو ٹوٹ جائے تو اُٹھتے ہیں اور آبِ زم زم سے وضو کر کے پھر بیٹھ جاتے ہیں، بعض مسجد کے خدام کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو بجائے

روکنے کے خود آبِ زم زم سے وضو کرنے کا کہتے ہیں، شرعِ مطہرہ میں آبِ زم زم سے وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: آبِ زم زم کو حقیقی یا حکمی ہر قسم کی نجاست کے ازالہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کے شاگرد (کما فی منحة الخالق) علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا یستعمل إلا علی شئٍ طاھرٍ و یکرہ الاستنجاء به

یعنی، آبِ زم زم کو نہ استعمال کیا جائے مگر پاک چیز پر اور اس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

فلا ینبغی أن یغسل به ثوب نجس، و لا أن یغتسل به جنب و لا محدث، و لا فی مکان نجس ...... و کذا إزالة النجاسة الحقیقة من ثوبه أو بدنه حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذالك، و یقال: إنه استنجی به بعض الناس فحدث به الباسور (٢٠٧)

یعنی، تو اس سے نجس (ناپاک) کپڑے کو نہیں دھونا چاہئے اور نہ اس سے جُنُبی غسل کرے (یعنی وہ شخص کہ جس پر غسل واجب ہو گیا ہو) اور نہ بے وضو (اس سے وضو کرے) اور نہ نجس جگہ (اسے استعمال کرے یا ڈالے) ...... (جس طرح سے استنجاء مکروہ ہے) اسی طرح اس سے نجاستِ حقیقی کو اپنے کپڑے یا بدن سے زائل کرنا (مکروہ ہے) یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کا حرام ہونا ذکر کیا ہے، اور کہا گیا کہ کسی نے اس سے استنجاء کر لیا تو اُسے بواسیر کا مرض ہو گیا۔

٢٠٧۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسط، باب المتفرقات، فصل، ص ٥٤٠

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و اما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن حرام است نزد بعضے و مکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجاء کردہ کسی بآب زم زم میں حادث گشت بوی باسور(۲۰۸)

یعنی، مگر آب زم زم سے نجاست دُور کرنا جیسے استنجاء اور اس کی مثل اور کام (میں اس کا استعمال) وہ حرام ہے بعض کے نزدیک اور دوسروں کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کسی شخص نے آب زم زم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

اور علامہ تقی الدین محمد بن احمد بن علی الفاسی المکی المالکی متوفی ۸۳۲ھ نے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال بیان کئے ہیں کہ ماوردی کی ''حاوی'' میں جو ہے اس کی بنا پر بالاجماع اس سے تطہیر جائز ہے اور امام نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا کہ آب زم زم سے نجاست زائل کرنے سے بچنا چاہئے خصوصاً نجاست کے وجود کو دور کرنے سے اور خصوصاً اس سے استنجاء کرنے سے۔ اور محبّ طبری نے اس سے نجاست کے زائل کرنے کے حرام ہونے پر جزم کیا اگرچہ اس صورت میں تطہیر حاصل ہو جائے گی۔ اصحاب مالکیہ میں سے ابن شعبان سے آب زم زم سے تطہیر کی ممانعت منقول ہے۔ مالکیہ میں سے ابن حبیب نے جو ذکر کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو مستحب ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ اس سے وضو اور غسل مستحب ہے، امام احمد نے ایک روایت میں اسے مکروہ قرار دیا۔ اور فاکہی نے ذکر کیا کہ اہل مکہ اپنی میتوں کے غسل سے فارغ ہو چکے ہوتے تو تبرکاً انہیں آب زم زم سے غسل دیتے اور ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو آب زم زم سے غسل دیا۔(۲۰۹)

برکت حاصل کرنے کے لئے آب زم زم کا استعمال بالاتفاق جائز ہے اور صحابیہ حضرت

۲۰۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل سیوم مسئلہ در ذکر چاہ زم زم الخ، ص ۱۳۸

۲۰۹۔ شفاء الغرام بأخبار بلد الحرام، المجلد (۱)، ذکر حکمۃ التطہیر بماء زمزم، ص ۴۱۴

اسماء رضی اللہ عنہا اور اہلِ مکہ کے عمل سے بھی یہی ثابت ہے اور علماء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے شاگرد علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الإغتسال التوضؤ بماء زمزم علی وجه التبرك

یعنی، برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زم زم سے غسل اور وضو جائز ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی لا بأس بما ذکر إلا أنه ینبغی أن یستعمله علی قصد التبرك بالمسح أو الغسل أو التجدید فی الوضوء (۲۶۰)

یعنی، (علامہ رحمت اللہ سندھی نے) جو ذکر کیا (کہ آب زم زم سے غسل او روضو برکت لینے کے لئے جائز ہے) اس میں کوئی حرج نہیں مگر اُسے چاہئے کہ برکت حاصل کرنے کے ارادے سے مسح یا غسل یا تجدید وضو کے طور پر استعمال کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال و وضو بہ آب زم زم و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو و باید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن(۲۶۱)

یعنی، آب زم زم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہ چاہئے کہ آب زم زم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے۔

بہر حال اس مسئلہ میں علماء اسلام کے اقوال مختلف ہیں صحیح یہی ہے کہ ازالۂ نجاست کے

۲۶۰۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسط، باب المتفرقات، فصل: و یستحب الإکثار من شرب ماء زمزم، ص ۵۴۵

۲۶۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل سیوم مسئلہ در ذکر چاہ زم زم الخ، ص ۱۳۸

لئے اور رفعِ حَدَث کے لئے اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ یعنی جنبی اس سے غسل نہ کرے اور بے وضو اس سے وضو نہ کرے اور اسے استنجاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے اس سے ناپاک کپڑے نہ دھوئے جائیں کہ یہ برکت والا پانی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وارد شدہ است در حق زمزم کہ ہی مبارکۃ (٢٦٢)

یعنی، آبِ زم زم کے حق میں وارد ہے کہ یہ برکت والا ہے۔

اور یہ رُوئے زمین کے پانیوں سے بہتر پانی ہے چنانچہ حدیث شریف ہے:

و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: "خَیْرُ مَاءٍ عَلٰی وَجْہِ مَاءُ زَمْزَمَ" الخ رواہ الطبرانی فی "الکبیر" و رواتہ ثقات و رواہ ابن حبان أیضاً (٢٦٣)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روئے زمین پر بہتر پانی آبِ زم زم ہے" الخ اسے امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس روایت کے راوی ثقات ہیں اور اسے امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے جسے ثواب کی نیت سے دیکھنا عبادت ہے جیسا کہ "لباب المناسک"، "المسلک المتقسط" (ص ٥٤٣) میں ہے اور "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص ١٣٩) میں ہے کہ

النظر إلی زمزم عبادۃ۔ رواہ الفاکھی بسندہ عن النبی ﷺ

یعنی، زم زم (کے کنوئیں) میں دیکھنا عبادت ہے۔ اسے علامہ فاکہی نے اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ مبارک پانی ہے کہ جسے نبی ﷺ کے قلبِ اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہوا، اور اس کی روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "صحیح البخاری" کے کتاب الصلوٰۃ

٢٦٢۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ١٣٨

٢٦٣۔ إرشاد الساری إلی مناسک الملا علی القاری، باب المتفرقات، فصل، ص ٥٤١

(باب کیف فرضت الصلوات فی الإسراء) میں اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے "صحیح البخاری" کے کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکۃ) میں مروی ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے کہ جس کے کنوئیں میں نبی ﷺ کا دہنِ مبارک میں لے کر نکالا ہوا پانی ڈالا گیا اور اس کی روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "مسند امام احمد" (١/٣٧٢، برقم: ٣٥٢٧) اور "اخبار مکۃ للفاکھی" (٢/٥٥) میں اور "المعجم الکبیر" للطبرانی (١١/٩٧) میں مروی ہے، اسی طرح "البدایۃ و النھایۃ" (٢٦٤) میں ہے۔

ایسے بابرکت اور اتنی فضیلتوں کے حامل پانی کو ناپاکی میں استعمال کرنا اور پاکی حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا بالکل جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اور سوال میں مذکور لوگ بے وضو ہونے کی صورت میں آبِ زم زم سے وضو کرتے ہیں اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس سے وضو نہ کریں اور خادم کو بھی چاہئے کہ انہیں اس سے منع کریں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، دیسمبر ٢٠٠٦ م (324-F)

آبِ زم زم میں کفن کی چادریں بھگونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگ کفن کے کپڑے کو آبِ زم زم میں بھگونے کے لئے لاتے ہیں ان کی نیت تبرک حاصل کرنا ہوتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف چھینٹے مارنا کافی ہے پورا بھگونا نہیں چاہئے کہ اس میں آبِ زم زم کا ضائع کرنا ہے اور استعمال کے بعد اس کو کسی جگہ ڈالنا بے ادبی ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: نور بیگ، از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے آبِ زم زم کو ازالۂ

٢٦٤۔ البدایۃ و النھایۃ المجلد (٤)، باب دخول النبی ﷺ إلی مکۃ قبل إحلالہ ﷺ الخ، ذکر إفاضتہ علیہ السلام إلی البیت العتیق، ص ١٤٥

نجاست کے لئے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے نجاست چاہے حقیقی ہو یا حکمی جیسے جنابت سے غسل یا وضو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال و وضو بہ آبِ زم زم، و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو، و باید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن و اما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن پس حرام است نزد بعضے و مکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجا کرد کسی بآب زمزم پس حادث گشت بوی باسور (٢٦٥)

یعنی، آبِ زمزم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہی چاہئے کہ آبِ زم زم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے، پہلے سے وضو ہو تو تجدیدِ وضو آبِ زمزم سے کرلے اور اس کی مانند، مگر آبِ زمزم سے نجاست کو دُور کرنا جیسا کہ استنجاء کرنا اور اس کی مثل اور کوئی کام کرنا تو وہ بعض کے نزدیک حرام ہے اور بعض دیگر کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آبِ زم زم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ وضو ہو تو اسے بطورِ تجدیدِ وضو استعمال کرنا اسی طرح غسل ہو تو اسے بطور تجدیدِ غسل استعمال کرنا جائز ہے جو کہ درحقیقت وضو اور غسل نہیں بلکہ آبِ زم زم سے برکت لینا ہے یعنی برکت کے لئے اور شفاء حاصل کرنے کے لئے سر پر ڈالنا یا سینے پر ڈالنا اسی طرح پورے بدن پر ڈالنا جائز ہے کہ آبِ زمزم بیماریوں سے شفاء ہے چنانچہ طبرانی کی حدیث ہے کہ

"زَمْزَمُ شِفَاءُ سَقَمٍ" (٢٦٦)

یعنی، زمزم بیماری سے شفاء ہے۔

اسی طرح کپڑا اگر پاک ہے تو اسے آبِ زم زم میں بھگو لینا بھی جائز ہے یہ بھی دھونا

٢٦٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر جواز زمزم الخ، ص ١٣٩

٢٦٦۔ حیاۃ القلوب، ص ١٣٨

نہیں بلکہ برکت حاصل کرنا ہے کہ آبِ زم زم خود برکت والا پانی ہے پھر اسی پانی کو نبی ﷺ کے قلبِ اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہے جیسے ایامِ رضاعت میں جیسا کہ "صحیح مسلم" کے کتاب الایمان (برقم: ٢٦١) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے، دوسری بار بعثت کے وقت اور شبِ معراج جیسا کہ "صحیح بخاری" کے کتاب الصلاۃ (باب کیف فرضت الصلوات الخ) میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے اور کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکۃ) میں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔ اور اسی پانی سے بھرے ہوئے ایک ڈول سے نبی ﷺ نے کچھ پانی اپنے دہن مبارک میں لیا اور پھر آپ نے اُسے ڈول میں دوبارہ ڈال دیا اور ڈول کے پانی کو آبِ زم زم کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زم زم پر تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے ایک ڈول بھرا تو آپ نے اس سے نوش فرمایا پھر اس میں کلی فرمائی تو ہم نے اُسے (یعنی کلی والا وہ مبارک پانی) زم زم (کے کنوئیں) میں گرا دیا۔ اور یہ حدیث "مسند احمد (١/٣٧٢)" "اخبار مکۃ للفاکہی" (٢/٥٥) اور المعجم الکبیر للطبرانی" (١١/٩٧) میں مذکور ہے۔

اور کفن بھگونے سے غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ کفن متبرک ہو جائے، باقی رہا بھگونے کے بعد پانی تو اُسے کسی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے بلکہ کسی پاک جگہ ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ کر خشک ہونے دیا جائے اور یہ تصوّر کہ آبِ زم زم ضائع ہوتا ہے تو یہ تصوّر درست نہیں کہ برکت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا آبِ زم زم ضائع نہیں کہلاتا اور تبرکات کو کفن میں شامل کرنے کے بارے میں اہلسنّت کا وہی مؤقف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے کہ آپ نے کفن کے لئے اپنا قمیص عنایت فرمایا اور جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فعل سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے استعمال کردہ چادر میں دفن ہونے اور آپ ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن مبارک کو کفن کے ساتھ رکھے جانے کی خواہش رکھتے تھے، اس طرح کے شواہد کُتُب احادیث میں بکثرت موجود ہیں، باقی رہا یہ سوچنا کہ پانی کم ہو جائے گا یا دوسروں کو نہیں ملے گا

یہ سوچ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جب آنے اور لے جانے والے کم تھے تو اتنی مقدار میں آبِ زم زم نکلتا رہا کہ ان کی ضرورت پوری ہوتی رہی، پھر جیسے جیسے ضرورت بڑھتی گئی اس کی مقدار بھی بڑھتی گئی، آج صرف حج میں لوگوں کی تعداد ۲۵ سے ۳۵ لاکھ ہوتی ہے اور کبھی اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے، سب کے سب پیتے ہیں ساتھ لے جاتے ہیں، اس طرح مسجد نبوی شریف کے لئے بھی مستقل سپلائی ہوتا ہے اور وہاں سے بھی لوگ اپنے گھروں اور وطن لے جانے کے لئے بھرتے ہیں اور معتمرین کی تعداد سالانہ کتنی ہوگی، کبھی آبِ زم زم میں کمی آئی، ہر گز نہیں۔ اور نہ ہی کبھی آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ٤ ینایر ۲۰۰۷ م (346-F)

مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مسجد نبوی شریف سے آبِ زم زم بھرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: آبِ زم زم اپنے وطن لانا مستحب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی (۲٦۷) اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲٦۸) لکھتے ہیں:

و یُستحبُّ حملُه إلی البلاد

یعنی، آبِ زم زم کا اپنے شہروں کی طرف لے جانا مستحب ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإنه یجوز إخراجه من مکة (۲٦۹)

۲٦۷۔ لُباب المناسك، باب المتفرقات، فصل: و یستحبُّ الإکثار من شرب ماءِ زمزم

۲٦۸۔ رد المحتار علی الدر المختار: ٦١/٤

۲٦۹۔ المسالك فی المناسك: ۸۷۱/۲

یعنی، آب زمزم کو مکہ سے لے جانا جائز ہے۔

اور ظاہر ہے کہ چشمۂ زم زم مسجد الحرام کے اندر ہے اور حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں بھی اندر ہی تھا، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مسجد در آن زمان ہمیں قدر بود کہ معروف است الآن بمطاف فقط (۲۷۰)

یعنی، مسجد اس زمانے میں اسی قدر تھی جو اب (یعنی مخدوم علیہ الرحمہ کہ زمانے میں) مطاف کے نام سے معروف ہے۔

اور اس وقت آبِ زم زم وہاں سے پیا جاتا اور باہر بھی لے جایا جاتا تھا، چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ" و قال أبو عیسیٰ: هذا حدیث حسنٌ غریبٌ (۲۷۱)

یعنی، آپ رضی اللہ عنہا آبِ زم زم لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آبِ زمزم لے جایا کرتے تھے۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

"أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُهُ، وَ كَانَ يَصُبُّهُ عَلَى الْمَرْضٰى وَ يَسْتَقِيْهِمْ، (وَ أَنَّهُ حَنَّكَ بِهِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضی اللہ عنہما") رواه البیهقی فی "السنن الکبریٰ"، ۲۰۲/٥، کتاب الحج، باب الرخصة فی الخروج بماءِ زمزم)، و البخاری فی "التاریخ الکبیر" (۱۸۹/۳)، و لیس فیهما "أَنَّهُ حَنَّكَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضی الله عنهما، و نقله علی القاری فی "شرح اللباب" (ص٥٤٥) والشامی فی "حاشیته علی الدر"

۲۷۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم دربیان طواف، فصل دربیان شرائط صحت طواف، ص۱۱٦

۲۷۱۔ سُنَن الترمذی، المجلد (۲)، کتاب (۷) الحج، باب (۱۱٥)، ص ۹۷، برقم: ۹٦۳

(ص ٤/٦١)

یعنی، آپ ﷺ آبِ زمزم لے جاتے تھے اور مریضوں پر ڈالا کرتے اور انہیں پلایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اسی کو اپنے دہنِ اقدس میں لے کر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو گھٹی دی۔

اور ایک روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَتَبَ إِلٰی سُهَیْلِ بْنِ عَمْرٍو بِمَکَّةَ أَنْ یَحْمِلَ إِلَی الْمَدِیْنَةِ رَاوِیَةً مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ (٧٨٩)

یعنی، نبی ﷺ نے حضرت سہیل بن عمر کو مکہ خط لکھا کہ وہ وہاں سے ایک بڑا مٹکا آبِ زم زم کا مدینہ طیبہ لے کر آئے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مسجد الحرام سے آبِ زم زم بھر کے لانا جائز ہے مگر اب چونکہ باہر بھی حکومت کی طرف سے آبِ زم زم بھرنے کا انتظام ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھرنے پر پابندی ہے اور حکومتی کارندوں کا دروازوں پر آنے اور جانے والوں کے پاس خالی یا بھری ہوئی بوتلیں دیکھ کر انہیں ضبط کر لینا اور انہیں جھڑکنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مسجد الحرام سے آبِ زم زم بھرنا قانونی طور پر ممنوع ہے اس لئے مسجد کے اندر پانی نہیں بھرنا چاہئے اور مسجد نبوی شریف میں آبِ زم زم ان لوگوں کے لئے رکھا گیا ہے جو مسجد میں آتے ہیں اور قانونی طور پر وہاں پینے کی اجازت ہے بھر کے لے جانے کی اجازت نہیں ہے، مسجد سے باہر بابِ جبریل کی سیدھ میں آگے بڑے نلکے لگائے گئے ہیں جہاں گھر لے جانے والوں کے آبِ زم زم بھرنے کی سہولت موجود ہے، لہٰذا وہاں سے بھرا جائے نہ کہ مسجد کے اندر سے کیونکہ وہ صرف زائرین اور نمازیوں کے لئے ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

(246-F)

٢٧٢۔ المسالك فی المناسك، المجلد (٢)، فصل فی تراب الحرام و حجارته ص ٨٧١

حرمِ مکہ سے کوئی چیز بطورِ تبرک اُٹھا کر لانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ حدودِ حرم میں سے تبرک کے لئے پتھر یا خاک اٹھا کر لاتے ہیں کیا ان کا یہ فعل جائز ہے یا حرام؟ اور غلافِ کعبہ کا کوئی حصہ بطورِ تبرک لانا شرعاً کیسا ہے اور جو غلافِ کعبہ معظّمہ پر چڑھا ہوا ہے کچھ لوگ اس کے دھاگے نکالتے ہیں اور کچھ تو اس سے کچھ حصہ کاٹ لیتے ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل محمد سلیم، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے حرمِ مکہ سے کوئی پتھر یا خاک بطورِ تبرک لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ علامہ سراج الدین بن عثمان الاوسی متوفی ٥٦٩ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج الحجر و التراب من الحرم (٢٧٣)

یعنی، حرم سے پتھر اور مٹی نکال لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج التراب و الأحجار التی فی الحرم

یعنی، وہ مٹی اور پتھر جو حرم میں ہیں انہیں نکال لانے میں کوئی حرج نہیں۔

باقی رہا خاص بیت اللہ شریف تو اس کی خاکِ پاک سے قدرِ یسیر کو بعض نے جائز کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ قدرِ یسیر بھی ممنوع ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و کذا فی تراب البیت المعظم إذا کان قدراً یسیراً للتبرك به بحیث لا تفوت به عمارة المکان، کذا فی "الظهیریة"، و صوّب ابن و هبان المنع عن تراب البیت لئلا یتسلّط علیه الجهال

٢٧٣۔ الفتاویٰ السراجیة کتاب الحج، باب المتفرقات، ص ٣٦

فیقضی إلی خراب البیت و العیاذ باللہ تعالیٰ، لأن القلیل من الکثیر کثیر، کذا فی "معین المفتی" للمصنّف (۲۷٤)

یعنی، اور اسی طرح بیت اللہ شریف کی خاک پاک جب کہ بہت تھوڑی ہو تبرّک کے لئے لائے اس طرح کہ عمارت کو نقصان نہ ہو۔ اسی طرح "ظھیریہ" میں ہے اور ابن وہبان نے بیت اللہ شریف کی خاک پاک کو اٹھانے سے منع کو حق قرار دیا ہے تا کہ جاہل لوگ اس پر مسلّط نہ ہو جائیں، پھر معاذ اللہ ان کا فعل بیت اللہ کے خراب تک پہنچ جائے، کیونکہ کثیر سے قلیل بھی کثیر ہوتا ہے، اسی طرح مصنّف کی "معین المفتی" میں ہے۔

غلافِ کعبہ معظّمہ کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

غلافِ کعبہ معظّمہ جو سال بھر بعد بدلا جاتا ہے اور جو اُتارا گیا فقراء پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کو اُن فقراء سے خرید سکتے ہیں اور جو غلاف چڑھا ہوا ہے اس سے لینا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی ٹکڑا جدا ہو کر گر پڑے تو اُسے بھی نہ لے اور لے تو کسی فقیر کو دے دے۔

اور کعبہ معظّمہ کی خوشبو کے بارے میں لکھتے ہیں:

کعبہ معظّمہ میں خوشبو لگی ہو اُسے بھی لینا جائز نہیں اور لی تو واپس کر دے اور خواہش ہو تو اپنے پاس سے خوشبو لے جا کر مَس کر لائے۔ (۲۷۵)

جب چڑھے ہوئے غلاف کا کوئی ٹکڑا گر جائے تو اُسے لینا بھی ممنوع ہے تو چڑھے ہوئے غلاف کا دھاگا نکالنا یا اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ لانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے بلکہ اشد حرام

۲۷٤۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٤)، کتاب الحج، باب الھدی، مطلب: فی کراھۃ الاستنجاء بماء زمزم، ص ٦۱

۲۷۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حرمین شریفین کے تبرکات، ص ۹۰۔۹۱

اور سخت گناہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦م (230-F)

بئرِ طویٰ سے نبی ﷺ کے غسل فرمانے کا ثبوت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں طویٰ نام کا ایک کنواں ہے سُنا ہے کہ اس سے نبی ﷺ نے غسل فرمایا کیا یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے؟۔

(السائل: غلام علی جت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں کہ

عن نافع قال: کان ابن عمر رضی اللہ عنہما إذا دَخَلَ أَدْنَی الْحَرَمِ أَمْسَکَ عَنِ التَّلْبِیَۃِ، ثُمَّ یَبِیْتُ بِذِیْ طُوًی، ثُمَّ یُصَلِّی بِہِ الصُّبْحَ، وَ یَغْتَسِلُ، وَ یُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ (۲۷٦)

یعنی، حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نصف حرم تک آ جاتے تو تلبیہ کو روک دیتے پھر ذی طُویٰ میں رات گزارتے پھر صبح کی نماز ادا کرتے اور غسل فرماتے اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الحج، باب استحباب المبیت بذی طوی (رقم الحدیث: ۲۲٦، ۱۲۵۹) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

۲۷٦۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب (۳۸) الإغتسال عند دخول مکۃ

فإن النبی ﷺ اغتسل به و دخل مکة (۲۷۷)

یعنی، نبی ﷺ نے اس (کنوئیں) سے غسل فرمایا اور مکہ تشریف لائے۔

اسی طرح ڈاکٹر الیاس عبدالغنی نے تاریخ مکہ (ص ۱۵۷) میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کنوئیں کے پانی سے غسل فرمایا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور یہ کنواں محلّہ جرول مکہ مکرمہ سے جاتے وقت شارع جبل الکعبہ کے دائیں طرف مستشفیٰ ولادہ کے سامنے نوتعمیر جفری بلڈنگ کے پیچھے واقع ہے اس کے آگے درخت ہیں اور اس پر ایک کمرہ بنا دیا گیا ہے، اب بھی موجود ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٦ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٦دیسمبر ٢٠٠٦ م (332-F)

سرزمینِ حرم میں سر سے جوئیں نکالنا

استـــفتـــاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اسلامی بہن کو سر میں جوؤں کی وجہ سے خارش ہوتی ہے جس سے حالت احرام میں مشکل ہو جائے گی کہ بار بار کھجانا ہوگا جس سے بال ٹوٹیں گے تو کیا احرام حج سے قبل وہ جوئیں نکال سکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک اسلامی بہن، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس خاتون کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام حج سے قبل سرزمین مکہ پر ہی اپنے سر سے جوئیں نکلوائے، کیونکہ سرزمین حرم میں بغیر حالتِ احرام کے جوؤں کو مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تو اس حالت میں جوئیں نکالنا بطریق اَولیٰ جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ احرام باندھنے کے بعد بار بار سر کھجانے سے بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال نہ رہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی

۲۷۷۔ المسالك فی المناسك: ۱/ ۳۷٤

۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست بکشتن سپش درحرم چون کشند، مُحرِم نباشد (۲۷۸)

یعنی، حرم میں جوئیں مارنے میں کوئی حرج نہیں، جب مارنے والا مُحرِم نہ ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لا شئ علی الحلال بقتلها فی الحرم (۲۷۹)

یعنی، غیر مُحرِم حرم میں جوں کو مارے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤دیسمبر ٢٠٠٦ م (320-F)

حدودِ حرم میں جوئیں مارنے کا حکم

استـــفتـــاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے غیر حالت احرام میں جُوئیں ماریں جب کہ وہ حُدودِ حرم میں ہیں اب شرع مطہرہ میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حُدودِ حرم میں جوں مارنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مارنے والا حالتِ احرام میں نہ ہو جیسا کہ "حیاۃ القلوب" (۲۸۰) میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا شئ علی الحلال بقتلها فی الحرم (۲۸۱)

۲۷۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدھم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دھم، ص ۲۸٦

۲۷۹۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی القاری، فصل فی قتل القمل، ص ٤١٧

۲۸۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب باب سیزدھم در بعضے مسائل متفرقه فصل دھم، ص ۲۸٦

۲۸۱۔ لباب المناسك، باب الجنایات، فصل فی قتل القمل

یعنی، غیرمُحرِم کو حرم میں جوؤں کو مارنے پر کچھ لازم نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و كذا لو قتل المحرم قملة في غير بدنه بأن كانت على الأرض أو نحوها فلا شيء عليه (٢٨٢)

یعنی، اسی طرح اگر مُحرِم نے اپنی بدن کے علاوہ کسی اور جگہ سے جوؤں کو مارا جیسے زمین پر یا اس کی مثل (کسی اور چیز) پر تو اس پر کچھ نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (323-F)

بڑھاپے میں کمزور مثانے والے کا مسجد حرام میں جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کے مسجد الحرام میں بوڑھاپے کی وجہ سے پیشاب کے چند قطرے نکل گئے جس سے اس کے کپڑے ناپاک ہوگئے اب اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جب ایسا واقعہ پیش آئے تو اُسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر آکر بدن اور کپڑے جتنے ناپاک ہوئے انہیں دھو ڈالیں اور آئندہ پیشاب کر کے جائیں اور وہاں زیادہ دیر نہ رکیں صرف طواف کی غرض سے جائیں، اور ایسے اوقات میں جائیں جن میں وہاں لوگوں کا ازدحام کم ہوتا ہے جیسے کہ رات کے وقت، اور طواف کرلیں تو واپس آجائیں، ویسے بھی عورت کے حق میں فرض نماز اور سُنن ونوافل اپنی اقامت گاہ میں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں صراحۃً مذکور ہے، اور یہی حکم ہے قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و درود کا بھی، یہاں پر ہر آنے والا یہی چاہتا ہے کہ مجھے زیادہ

٢٨٢۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل في قتل القمل، ص ٤١٧

سے زیادہ ثواب ملے اور ثواب کی کمی و زیادتی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے، اور منشاءِ رسالت یہی ہے کہ عورتیں نمازیں گھروں میں پڑھیں اور اسی میں زیادہ ثواب ہے۔ اور پھر ایسے معذور کو مسجد میں جانا جائز نہیں، جس سے مسجد کا تقدس بحال نہ رہ سکے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے بچوں اور پاگلوں کو مسجدوں سے دُور رکھنے کا حکم فرمایا تاکہ مسجدوں کا تقدس پامال نہ ہو، لہٰذا مذکورہ خاتون پر لازم ہے کہ وہ سوائے طواف کرنے کے لئے ہرگز مسجد میں نہ جائے، طواف کے لئے بھی جب جائے تو پہلے سے پانی کا استعمال کم کردے اور جانے سے قبل پیشاب کرلے تاکہ دورانِ طواف یہ نوبت نہ آئے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (322-F)

نپی لگے بچے کا دورانِ طواف پیشاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی طواف کررہے تھے ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بچہ تھا جسے انہوں نے نپی (Pemper) لگادی تھی کہ مسجد میں گندگی نہ ہو، دورانِ طواف بچے نے پیشاب کردیا جو کہ نپی کے اندر ہی رہا باہر نہ آیا، اب اس صورت میں بچے کو اٹھانے والے پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں اور اس کا طواف صحیح ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد بچے کو اٹھانے والے کی مثال نجاست اٹھانے والے کی سی ہے اور جب طواف کرنے والے کے اپنے کپڑے نجس ہوں اور وہ اسی حالت میں طواف کرلے تو

٢٨٣۔ انوار البشارہ، فصل ششم، مُحرم اور ان کے کفلے، ص ٧٠

اس کا فعل مکروہ ہوتا ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں۔(۲۸۳)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاوی هندیه" سے نقل کرتے ہیں:

نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں (۲۸۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ناسمجھ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نہ لے جایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ" الخ

یعنی، اپنے بچوں سے اپنی مسجدوں کو بچاؤ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۱۶ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۵ینایر ۲۰۰۷ م (347-F)

حج یا عمرہ کے بعد احرام کی چادروں کو پھینک دینا اسراف ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کی چادروں کا کیا کرنا ہوگا؟ بعض لوگ مکہ میں ہی اور بعض منیٰ میں ہی پھینک دیتے ہیں، ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور وہ احرام جسے حاجی ساتھ لایا مگر استعمال نہ کیا اسے کیا کرے؟

(السائل: نور بیگ، از لبیک حج گروپ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کی چادریں استعمال کے بعد بھی اس قابل ہوتی ہیں کہ ان کو متعدد بار بطور احرام استعمال کیا جاسکتا ہے یا کسی اور کام میں

۲۸٤۔ بہار شریعت، جلد(۱)، حرم اوران کے کفارے، طواف کی غلطیاں، ص ۵۰۴
۲۸۵۔ الاعراف: ۳۱/۷

لایا جاسکتا ہے یعنی وہ قیمتی مال ہوتا ہے جسے پھینک دینا شرعاً ممنوع ہے کہ یہ اسراف ہے اور قرآن کریم میں اسراف سے منع کیا گیا ہے اور اسراف کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ الأية (۲۸۵)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنز الایمان)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ حرمین شریفین جانے والے واپسی پر اپنے ساتھ تبرکاً جو چیزیں اپنے ساتھ لاتے ہیں اور انہیں خود رکھتے ہیں یا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیتے ہیں ان میں کافی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وہاں کی بنی ہوئی نہیں ہوتیں محض اس پاک سرزمین سے ہوکر آنے سے ہم اسے متبرک سمجھتے ہیں تو کیا یہ احرام کی چادریں اس پاک سرزمین پر نہیں پہنچتیں یہ متبرک نہیں ہوئیں اگر وہ استعمال کی گئی ہیں تو ان چادروں نے مطاف کو مَس کیا ہوگا، کعبۃ اللہ کی دیواروں کو چھوا ہوگا، عرفات کی پاک سرزمین کو لگی ہوں گی یہ تو بطریقِ اولیٰ متبرک ہوئیں پھر ان کو پھینک دینے کا کیا مطلب؟ حاجیوں کو چاہئے کہ اس تبرک کو اپنے ساتھ لے جائیں آبِ زم زم میں بھگولیں، مدینہ شریف گھمالائیں، پھر خود رکھیں کہ کفن کے لئے کام آئیں یا کسی اور کو دیں تو وہ بھی خوشی خوشی اس عظیم تحفے کو قبول کرے گا۔

اور نئے احرام کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ قیمتی مال ہے اُسے پھینک دینا اسراف ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ٤ینایر ۲۰۰۷ م (345-F)

جمعہ کے روز حج کی فضیلت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ الحمدللہ اس سال حج جمعۃ المبارک کے دن ہے اور لوگ اسے حج اکبر کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے یہ ایک حج ثواب میں ستر حج کے برابر ہے اور سُنا ہے کہ یہاں کے مطوے کہتے ہیں حج جمعہ کے روز ہو یا کسی اور روز اس میں کوئی فرق نہیں اور ہمارے ایک سُنّی ہیں ان کی تحریر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے جو حج قبول ہو جائے وہی حج اکبر ہے اور عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہیں اور انہوں نے ایک شعر سے بھی اس پر استدلال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں اس مسئلہ کو دلائل سے واضح کریں تا کہ تذبذب دُور ہو اور مسئلہ واضح ہو۔

(السائل: محمد سہیل قادری، محلّہ حارۃ الباب شبیکہ، مکۃ المکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج ان ستر حج سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں''۔ اور یہ حدیث "تجرید الصحاح" "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق"، "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" اور "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" میں موجود ہے۔

اور علامہ مدقق حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ جو اپنے زمانے کے بڑے فقیہ تھے ان کی عبارت یہ ہے:

و أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه صاحب معراج الدراية بقوله: و قد صحّ عن رسول الله ﷺ أنه قال: أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِذَا وَافَقَ جُمُعَةً، وَ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةٍ" ذكره في

"تجريد الصحاح" بعلامة المؤطا و كذا قاله الزيلعي شارح الكنز (۲۸٦)

یعنی، تمام دنوں میں افضل دن عرفہ کا دن ہے جب وہ جمعہ کے موافق ہو اور وہ اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے علاوہ کسی اور دن میں ہوں، اسے صاحب معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں'' اسے "تجرید الصحاح" میں مؤطا کی علامت سے ذکر کیا اور اسی طرح شارح کنز زیلعی نے فرمایا۔

اور "مراقی الفلاح" کے محقق بشار بکری عرابی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے "فتح الباری" (۲۷۱/۸) میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اس حج کی فضیلت اور اسے حج اکبر کہنے کے جواز پر علامہ ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ایک مستقل رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ (۲۸۷)

پس ہمارے لئے مندرجہ بالا سطور میں مذکور حدیث اور حنفی فقہاء کی کُتب میں اس حدیث کا منقول ہونا اس حج کی فضیلت اور فضائل میں حدیث کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے اور اس حج کو ''حج اکبر'' کہنے کے لئے ملا علی القاری جو کہ بیک وقت ایک عظیم مُحدِّث،

۲۸٦۔ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الحج، فصل في العمرة، ص ٤٢٦

۲۸۷۔ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کا شعبہ نشر و اشاعت اپنی آئندہ اشاعت میں ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر تحریر کردہ رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" بمع اردو ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مرتّب

بڑے فقیہ اور مناسکِ حج کے ماہر تھے ان کی تصریح بلکہ اس کے لئے ان کی ایک مستقل تحریر کافی ہے، اگرچہ بعض نے اسے "حج اکبر" کہنے کے بارے میں اختلاف بھی کیا ہے مگر وہ بھی اس روز مطلق حج ہے اور یہ حج اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں ہے۔

بہر حال ہم حنفی ہیں ہمارے لئے فقہ حنفی میں اس مسئلہ کی جستجو لازم ہے، ہمارے فقہاء جو لکھیں وہی ہمارے لئے معتبر ہے، وہی مستند ہے، ان کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف توجہ کی ہمیں ہرگز حاجت نہیں تو فقہ حنفی کی کُتب میں اس بات پر ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جمعہ کے دن وقوف عرفات دوسرے دن کے وقوف سے افضل ہے، پھر اس فضیلت کی متعدد وجوہ فقہاء کرام نے بیان کی ہیں۔ اور حنفی مناسک کی ایک مشہور و مستند کتاب "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" ہے جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ۱۱۳۵ھ نے تحریر فرمایا، مصنّف کا اپنا مقام فقہ حنفی میں مسلّم ہے اور آپ اپنے زمانہ اور اس کے بعد عرب و عجم خصوصاً بلاد حرمین شریفین میں معروف رہے اور سندھ و بلوچستان کے اکثر علماء کے مابین قدیم سے آپ کا نام بطور سند لیا جاتا رہا چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے آپ کے فائدے کے لئے اسے تحریر کر دیتا ہوں، لکھتے ہیں:

مر وقوف عرفات را کہ واقع آید در روزِ جمعہ فضیلت زائد است بر وقوف در سائر ایام از وجوہ کثیرہ زیرا نکہ ہست در وے موافقت پیغمبر خدا ﷺ چہ وقوفِ اُو در حجۃ الوداع در روزِ جمعہ بود بلا خلاف، و مجتمع میشوند در وے دو روز کہ آنہاں افضل الایام اند، و حاصل می گردد، مر اعمال را شرف بشرف امکنہ و ازمنہ و موجود میشود در وے ساعتِ جمعہ کہ مستجاب گردد دعاء در وے، و بسبب کثرت اجتماع مومناں در وے، و بواسطہ اجتماع دو عبادات اعنی نمازِ جمعہ و وقوف در وے، و نیز موافق می شود این روز بروزیکہ کمال نمود حق سبحانہ تعالیٰ در وے دین خود را چہ نازل گشت بر پیغمبر

خدا ﷺ در عرفات روز حجۃ الوداع کہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ الاية، و واقع شدہ است در روایتے کہ چون موافق گردد روزِ عرفہ بروزِ جمعہ مغفرت نماید حق سبحانہ تعالیٰ مر جمیع اہلِ وقوف را۔ سوال: اگر گفتہ شود کہ وارد شدہ است مغفرت در حق جمیع اہلِ موقف مطلقاً پس تخصیص آن بروزِ جمعہ بسبب چہ باشد۔ جواب: گفتہ شود کہ بعضے علماء گفتہ اند کہ بسبب آنکہ مغفرت نماید ایشان را خدائے تعالیٰ در وقوف در روزِ جمعہ بغیر واسطہ و در غیر او بخشد بعضے را از ایشان ببعضے دیگر، و بعضے علماء گفتہ اند کہ مغفرت کردہ شود در وقوف غیر روز جمعہ مر حجاج را فقط واللہ تعالیٰ اعلم و روایت کردہ است رزین در کتاب خود مسمّی بہ "تجرید الصحاح" از حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ گفت فرمود پیغمبر خدا ﷺ کہ چون موافق گردد روزِ جمعہ بروزِ عرفہ پس حج آن روز افضل باشد از ہفتاد حج در غیر جمعہ کذا ذکرہ الزیلعی فی شرح الکنز، ولیکن محدّثین را در ثبوت ایں حدیث مقال است، و شیخ عبد الحق دہلوی در "شرح سفر السعادۃ" گفتہ کہ آنچہ عامہ مردم ایں روز را "حج اکبر" گویند چیزے نیست ﴿وَيَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ کہ در قرآن واقع شدہ مراد بآن حج است قطعاً در مقابلہ حج اصغر کہ آن عمرہ است، و باوجود آن در فضل و شرف حج روزِ جمعہ شبہ نیست قطعاً از جہت شرفِ زمان و مکان و موافقت حج پیغمبر خدا ﷺ اھ، و ملا علی قاری افادہ نمود است حج اکبر را بر وقوف روز جمعہ، و تالیف نمودہ است در وے رسالہ را کہ نام نہادہ است او را "الحظ الأوفر فی الحج الأكبر" والله الموفق و المعين (۲۸۸)

۲۸۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدہم در بعضے مسائل متفرقہ، فصل در بعض مسائل متفرقہ، مسئلہ: وقوف عرفہ بروز جمعہ، ص ۲۹۳۔۲۹۴

یعنی، جمعہ کے روز وقوفِ عرفات دوسرے دن کے وقوف سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں کیونکہ اس میں (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ ﷺ کے وقوف کے ساتھ موافقت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا حجۃ الوداع میں وقوف بلا خلاف جمعہ کے روز تھا۔ اور (یہ کہ) اس روز دو روز جمع ہوتے ہیں جو کہ أفضل الأیام (تمام دنوں میں افضل) ہیں اور اعمال کو زمانہ اور مکان کے شرف کے ساتھ شرف حاصل ہو جاتا ہے، اور اس میں جمعہ کی وہ ساعت موجود ہوتی ہے جس میں دُعاء مستجاب (مقبول) ہوتی ہے، اور (ایک فضیلت) اس روز مسلمانوں کا کثیر اجتماع کے سبب سے ہے۔ اور (ایک فضیلت) اس روز دو دو عبادتوں یعنی نمازِ جمعہ اور وقوفِ عرفات کے اجتماع کے واسطے سے ہے، نیز اِس دن کو اُس دن سے موافقت ہوتی ہے جس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل فرمائی کہ عرفات میں حجۃ الوداع کے روز آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الآیۃ﴾ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب یوم عرفہ یوم جمعہ کے موافق ہو (یعنی روزِ عرفہ کو جمعہ ہو) تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

سوال: اگر یہاں یہ کہا جائے کہ اہلِ موقف کی مغفرت کی روایت تو مطلق ہے پھر اس کو جمعہ کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب: کہا جائے گا کہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس سبب سے کہ بروزِ جمعہ وقوف کے دن اللہ تعالیٰ یہ مغفرت ہر ایک کے لئے بلا واسطہ فرماتا ہے اور جمعہ کے علاوہ وقوف کے روز یہ مغفرت بالواسطہ ہوتی ہے کہ بعض کی مغفرت

بعض دیگر کے واسطے ہوتی ہے۔ اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں جمعہ کے روز وقوف کے دن حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت ہوتی ہے، جمعہ کے روز کے علاوہ دن وقوف میں صرف حجاج کی مغفرت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اور کتاب "التجرید الصحاح" میں حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جمعہ کا روز عرفہ کے دن کے موافق ہو جائے (یعنی جمعہ کو ۹ ذوالحجہ ہو) پس اس روز کا حج دوسرے دن کے حج سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح (علامہ عثمان بن علی) زیلعی نے "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں ذکر کیا ہے، لیکن مُحدِّثین کو اس حدیث کے ثبوت میں تأمل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "شرح سفر السعادۃ" میں فرمایا کہ عام لوگ جو اس دن کے حج کو "حج اکبر" کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور قرآن کریم میں جو ﴿يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ کے کلمات آئے ہیں اس سے مطلق حج مراد ہے جو حجِ اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود جمعہ کے دن حج کے شرف وفضیلت میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے شرفِ زمانہ اور شرفِ مکان کی جہت سے اور رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی جہت سے۔

اور ملا علی قاری نے جمعہ کے روز حج کے "حجِ اکبر" ہونے کا افادہ کیا ہے اور اس پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس رسالہ کا نام "الحظ الأوفر فی الحج الأکبر" (یعنی حج اکبر میں ثواب کا وافر حصہ) رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمانے والا اور بہترین مددگار

ہے۔(ترجمہ مکمل ہوا)

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن میں ہو تو اس میں بہت ثواب ہے کہ یہ دو عیدوں کا اجتماع ہے اور اسی کو لوگ ''حج اکبر'' کہتے ہیں۔(۲۸۹)

لہٰذا ثابت ہوا معتمد و مستند فقہاء و علماء نے اس حج کو ''حج اکبر'' بھی کہا ہے اور بعض نے اگر اس سے اختلاف کیا مگر اس حج کے دوسرے دن میں حج سے افضل ہونے کے وہ بھی قائل ہیں۔ اب بھی اگر کوئی اس دن کے حج کی فضیلت کا انکار کرے تو اس کا انکار ہرگز بلا دلیل ہوگا جس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور پھر عمرہ کو اگر ایک جگہ ''حج اصغر'' اور حج کو ''حج اکبر'' کہا گیا ہے تو قرآن و حدیث میں سینکڑوں مقامات پر عمرہ کو عمرہ اور حج کو حج بھی کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں جہاں بھی عمرہ اور حج کا ذکر ہے وہاں عمرہ کے لئے عمرہ کا اور حج کے حج کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے یہی حال حدیث شریف کا بھی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اَلعُمْرَۃُ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور رہی یہ بات کہ جو حج مقبول ہو جائے وہی ''حج اکبر'' ہے یہ بات ''حج اکبر'' (یعنی جمعہ کے روز حج کے دن واقع ہونے) کے افضل ہونے کی نفی نہیں کرتی، یہ اسی طرح ہے کہ کہا جائے جو نماز اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے وہ نماز کعبۃ اللہ میں پڑھی گئی نماز سے افضل ہے اور جو حج مقبول نہ ہو اگرچہ جمعہ کے روز کا حج ہی کیوں نہ ہو اس سے وہ حج افضل ہے جو جمعہ کے روز تو نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا۔ اور پھر اشعار جو فقہی احکام بیان کرنے کے لئے نہ کہے گئے ہوں ان سے استدلال کرنا درست نہیں ہوتا اور وہ کسی فقہی حکم کے لئے دلیل نہیں ہوتے، غیر فقہی اشعار میں اس قسم کے تذکرے سے شاعر کی مراد مسلمانوں کی اصلاح ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادات کو خالص اللہ کے لئے ادا کریں اور ان کو ان کے آداب

۲۸۹۔ بہارِ شریعت، حج کی منت کا سوال، ص۱۳۵

کے ساتھ بجا لائیں۔ اور محظورات کے ارتکاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید رکھیں وغیرہا۔(۲۹۰)

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء،۲۹ ذی القعدة۱٤۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰٦ م (309-F)

۲۹۰۔ ہم نے دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) سے حج و عمرہ کے مقدس سفر کے بارے میں جاری ہونے والے فتاویٰ کو علیحدہ کر کے ان میں سے جن کی اشاعت کو ہم نے ضروری سمجھا انہیں اس مجموعہ میں شامل کیا جسے تین حصوں میں مفت اشاعت میں ممبران کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اور عام قاری کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت اور دارالاسلام کے باہمی اشتراک سے تینوں حصے ایک ہی جلد میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کر رہے ہیں تا کہ کتب خانوں پر بھی دستیاب ہو سکے اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا جیسے جیسے اس موضوع پر فتاویٰ جمع ہوتے رہیں گے دیگر حصص شائع ہوتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو علماء اور عوام کے لئے نافع بنائے آمین۔ فقط مرتب

مآخذومراجع

1۔ اثارة الترغيب و التشويق ۔دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

2۔ الآحاد و المثانی ۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ ٢٠٠٣م

3۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ١٩٩٧م

4۔ أخبار مكة للأزرقى ۔ مكتبة الثقافية، مكة المكرمة الطبعة العاشر ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

5۔ أخبار مكة للفاكهى ۔ مكتبة النهضة الحديثة، مكة المكرمة

6۔ إرشاد السارى شرح صحيح البخارى ۔ دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ٢٠٠٠م

7۔ إرشاد السارى فى مناسك الملا على قارى ۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٨م

8۔ أسد الغابة فى معرفة الصحابة ۔ دار الفكر بيروت، ١٤٢٣هـ ٢٠٠٣م

9۔ الإصابة فى تميز الصحابة ۔ دار الفكر، بيروت، ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

10۔ إمداد الفتاح، دار احياء التراث العربى ۔بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

11۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۔ أيچ أيم سعيد كمپنى، كراتشى

12۔ بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م

13۔ البداية و النهاية لابن كثير ۔ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٩هـ ١٩٩٨م

14۔ البناية فى شرح الهداية ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

15۔ بہار شریعت ۔ مکتبہ إسلامیة، لاهور

16۔ التاريخ الكبير للبخارى ۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ٢٠٠١م

17۔ تاريخ مكة مكرمة ۔ مكتبة الملك الفهد الوطنية، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

18۔ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

19۔ التجنيس و المزيد ۔ إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشى، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ ٢٠٠٤م

20۔ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ۔ دار بلنسية للنشر و التوزيع، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م

21۔ تحفة الفقها ۔ دار الفكر، بيروت، ١٤٢٢هـ ٢٠٠٢م

22۔ التصحيح و الترجيح على مختصر القدورى ۔ دار الكتب العلمية، بيروت

23۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفى ۔ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ ١٩٧٩م

24۔ التيسير فى الفقه الحنفى من شرح تنوير الأبصار و رد المحتار على الدر المختار ۔ دار الكلم الطيب، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

25۔ الجوهرة النيرة شرح مختصر القدورى ۔ مير محمد كتب خانه، كراتشى

26۔ حاشية حياة القلوب فى زيارة المحبوب ۔ إدارة المعارف، كراتشى ١٣٩١هـ

27۔ حاشية السندى على السنن للنسائى ۔ دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ١٩٩٥م

28۔ حاشية الشبلى على التبيين ۔ دار المعرفة بير وت، الطبعة الثالثة ١٩٩٣هـ ١٩٧٩م

29۔ حاشية الطحطاوى على الدر المختار ۔ دار المعرفة بيروت ١٣٩٥هـ ١٩٧٥م

30۔ حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م

31۔ حاشية مجمع البحرين ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ ٢٠٠٥م

32۔ الحاوى فى بيان آثار الطحاوى ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٩م

33۔ الحج، مصنّفه العلامة محمد سليمان أشرف ۔ قطب مدينة پبلشرز، كراتشى

34۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب ۔ مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشى ١٣٩١هـ

35۔ خزانة المفتين ۔ مخطوط مصوّر

36۔ خلاصة الفتاوىٰ ۔ المكتبة الرشيدية كوئتة

37۔ الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة مع الهدایة۔ مکتبة شرکة علمیة ملتان

38۔ الدرر الحکام ۔ مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السعادة ١٣٢٩ھ

39۔ الدر المختار ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م

40۔ الدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ علی هامش المجمع۔ دار الطباعة العارة، مصر

41۔ رد المحتار علی الدر المختار ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م

42۔ رسالہ امام حرم اور هم ۔ مکتبہ اویسیہ، بهاولپور

43۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق۔ المکتبة النوریة سکهر، الطبعة الأولی ١٤٠٣ھ۔ ١٩٨٢م

44۔ سنن أبی داؤد ۔ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

45۔ سنن ابن ماجة۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

46۔ سنن الترمذی ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

47۔ سنن الدار قطنی ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م

48۔ السنن الکبریٰ للبیهقی ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

49۔ سنن الکبریٰ للنسائی ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١١ھ۔ ١٩٩١م

50۔ سنن النسائی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٥ھ۔ ١٩٩٥م

51۔ شرح سنن ابن ماجة للمغلطائی ۔ مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٩م

52۔ شرح معانی الآثار ۔ عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م

53۔ شفا الغرام بأخبار بلد الحرام ۔ دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٠٥ھ۔ ١٩٨٥م

54۔ صحیح البخاری ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

55۔ صحیح المسلم۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

56۔ صغیری شرح منیة المصلّی ۔ میر محمد کتب خانہ کراتشی

57۔ طلبة الطلبة فی اصطلاحات الفقهیة۔ قدیمی کتب خانہ کراتشی

58۔ عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة۔ مکتبة إمدادیة ملتان

59۔ العنایة فی شرح الهدایة مع فتح القدیر ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت

60۔ عون المعبود شرح سنن أبی داؤد ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

61۔ غرر الأحکام مع شرحه للمصنّف ۔ مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السعادة ١٣٢٩ھ

62۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام ۔ مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السعادة، مصر

63۔ غنیة المستملی شرح منیة المصلّی ۔ سهیل اکیڈمی، لاهور

64۔ غنیة الناسك فی بغیة المناسك ۔ إدارة القرآن و العلوم الإسلامیة، کراتشی، الطبعة الأولی ١٤١٧ھ

65۔ الفتاویٰ التاتارخانیة دار احیاء التراث العربی ۔ بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

66۔ فتاویٰ ذخیرہ علی فتاویٰ قاضیخان ۔ مخطوط مصوّر

67۔ الفتاویٰ الرضویه ۔ مکتبة رضویة، کراتشی

68۔ الفتاویٰ السراجیة ۔ میر محمد کتب خانہ، کراتشی

69۔ فتاویٰ العلامة محمد سنبل المکی علی هامش قرة العین بفتاویٰ علماء الحرمین ۔ مکتبة القدس، کوئتة

70۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندیة ۔ دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

71۔ فتاویٰ واحدی ۔ مطبع کیلانی الیکٹرك، لاهور ١٣٤٦ھ۔ ١٩٢٧م

72۔ الفتاویٰ الولو الجیة ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

73۔ الفتاویٰ الهندیة ۔ دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

74۔ فتاوی یورپ ۔ شبیر برادرز، لاهور

75۔ فتح باب العنایة فی شرح کتاب النّقایة ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

76۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثالثة ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

77۔ فتح الرحمانی ۔ المکتبة القدس، کوئتة

78۔ فتح القدیر ۔ دار إحیاء التراث العربی، بیروت

79۔ الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید۔ دار القلم، دمشق، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

80۔ الوائد السنیة فی المسائل الدینیة ۔ مخطوط مصوّر

81۔ فیوض الباری شرح صحیح البخاری ۔ علامه ابو البرکات اکادمی، لاهور

82۔ الکافی شرح الوافی للنسفی ۔ مخطوط مصوّر

83۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار ۔ دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

84۔ کتاب الأصل المسمّی بالمبسوط ۔ عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٠ھ۔ ١٩٩٠م

85۔ کتاب الثقات لابن حبان ۔ مؤسسة الکتب الثقافیة، حیدر آباد دکن، الطبعة الأولی ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م

86۔ کتاب الجرح و التعدیل ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

87۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩١م

88۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح القدیر ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت

89۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن ۔ المکتبة الرضویة، کراتشی

90۔ کنز البیان فی مختصر توفیق الرحمٰن علی هامش رمز الحقائق ۔ المکتبة النوریة سکهر، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٣ھ۔ ١٩٨٢م

91۔ کنز الدقائق مع النهر الفائق، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

92۔ اللباب شرح الکتاب علی هامش مختصر القدوری، میر محمد کتب خانه، کراتشی

93۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی قاری ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٥م

94۔ المبسوط للسرخسی ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

95۔ المتانة فی المرمة عن الخزانة ۔ الجنّة لأدب السندی، کراتشی

96۔ مثیر العزم الساکن إلی أشرف الأماکن ۔ مکتبة الصحابة جدة، و مکتبة التابعین،

القاهرة، الطبعة الأولی ١٤١٥ھ

97۔ مجامع المناسك و نفع الناسك ۔ مدرسه اسلامیة نقشبندیة، افغانستان

98۔ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

99۔ مجمع البحرین و ملتقی النیرین ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

100۔ مجموعة رسائل ابن عابدین ۔ المکتبة الهاشمیة، دمشق

101۔ المختار للفتویٰ مع شرحه للمصنّف ۔ دار المعرفة بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

102۔ مرءآة الحرمین، قومندان حرس المحمل، مصر

103۔ مراقی الفلاح فی شرح نور الإیضاح ۔ مکتبة مرزوق، دمشق

104۔ المستدرك للحاکم ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

105۔ المسالك فی المناسك ۔ دار البشائر الإسلامیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

106۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

107۔ المسند لأبی یعلیٰ، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

108۔ المسند للإمام أحمد ۔ المکتب الإسلامی، بیروت

109۔ المسند للإمام أحمد ۔ مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

110۔ المسند الحمیدی ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

111۔ المصنّف لعبد الرزاق ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

112۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

113۔ معرفة السنن و الآثار ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠١م

114۔ ملتقی الأبحر مع شرحه ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

115۔ منحة الخالق علی البحر الرائق ۔ أیج أیم سعید کمپنی، کراتشی

116۔ نخب الأفکار فی تنقیح مبانی الأخبار ۔ الوقف المدنی الخیری، الهند الطبعة الأولی

١٤٢٥هـ ٢٠٠٤م

117۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ٢٠٠٢م

118۔ نور الإيضاح مع شرحه۔ مكتبة مرزوق، دمشق

119۔ الوافی مع شرحه للمصنّف۔ مخطوط مصوّر

120۔ وقار الفتاویٰ ۔بزم وقار الدین، کراتشی

121۔ وقاية الرواية مع شرحه۔ مكتبة امدادية ملتان

122۔ الهداية۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ ١٩٩٠م

123۔ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة فی المناسك ۔ دار البشائر الإسلامية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ ١٩٩٤م

124۔ الهدية العلائية۔ مكتبة القدس، كوئتة

بقیع
FEBRUARY 2008
166

مسائل
خزائن العرفان

حصہ اوّل

از افادات

حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

ترتیب

مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری
مولوی محمد رضوان القادری نعیمی

166

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799
Website : www.ishaateislam.net

مسائل خزائن العرفان

﴿حصہ اول﴾

از افادات

حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

ترتیب

مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری　　مولوی محمد رضوان القادری نعیمی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	مسائل خزائن العرفان (حصہ اول)
از افادات	:	حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ
ترتیب	:	مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری، مولوی محمد رضوان القادری نعیمی
سن اشاعت	:	صفر المعظم ۱۴۲۹ھ/فروری ۲۰۰۸ء
تعداد	:	۲۴۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website:www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔ اور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے۔

فہرست مضامین مسائل خزائن العرفان

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے اور درود وسلام ہوں حبیب خدا ﷺ پر۔ اللہ رب العالمین نے انسان کو تخلیق کیا اور اپنا خلیفہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ''اور نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانس کو مگر اپنی عبادت کے لئے''۔ اس آیت مبارکہ سے ہمیں ہماری تخلیق کا مقصد بتایا جارہا ہے کہ انسان کو کس مقصد لئے پیدا کیا اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو''۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے اور اس کی بتائی ہوئی راہ کو اختیار کرے، اور پھر انسان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم رؤف رحیم خاتم النبیین ﷺ تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل کرام کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کو انسانوں کی رہنمائی وہدایت کے لئے کُتب وصحائف عطا فرمائے مگر جتنے انبیاء ورسل تشریف لائے وہ کسی نہ کسی مخصوص علاقے یا قوم کے لئے بھیجے گئے، اور جو کُتب وصحائف نازل ہوئے وہ بھی مخصوص خطے یا قوم کے لئے تھے، پھر ضروری تھا کہ کوئی ایسا رسول مبعوث ہو جو تمام مخلوق کے لئے رسول بن کر آئے اور کوئی ایسی کتاب نازل ہو جو تمام انسانوں کے لئے رہتی دنیا تک راہِ ہدایت ہو تو اللہ تعالیٰ ہمارے نبی پاک ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے اور آپ ﷺ کو ایک ایسی کتاب عطا کی گئی جو کہ تمام کتابوں اور صحیفوں کی آخری اور اس سے قبل کی تمام کُتب اور صحیفے منسوخ کر دیئے گئے اور ان کے باقی رہنے والے احکام بھی اس میں ذکر کر دیئے گئے، آپ

ﷺ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کوراہ عطا کی اوراللہ اورقرآن سے مضبوط رشتہ جوڑ دیااورصراط مستقیم کو تابناک بنا کرایک سے ایک ممتاز ترین علم وفنون کی نورانی قندیلیں روشن فرمائیں اورآپ ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ وتابعین اور علماء کی صورت میں دین اسلام پھیلتا گیا، یہاں تک کہ انہی علوم وفنون کی عظیم ہستیوں میں ایک عظیم ہستی سرزمین ہندوستان پرچمکی جن کا اسم گرامی حضرت علامہ مولانا صدرالافاضل حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ ہے، آپ نے امت محمدیہ کوعلم و فنون کی دنیا سے ایک عظیم تحفہ تفسیر قرآن (خزائن العرفان) جوکہ اردوزبان کا ایک عظیم شاہکار ہے پیش کیا، آپ نے قرآن مجید فرقان حمید کی عظیم خدمت کر کے امت کے لئے قرآن مجید کے رموز اور نگینوں کوامت کے لئے آسان کر کے پیش کیا، ایسے نگینوں کوجن سے امت ناواقف تھی، یعنی بہت سے مسائل قرآنی آیات سے اخذ کئے جوکہ تفسیر خزائن العرفان کی صورت میں موجود ہے اور اب اس کوآپ کے سجادہ نشین میرے (ماموں و) پیرومرشد نبیرہ صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد رضوان الدین نعیمی کی سرپرستی میں حضرت کے مریدین حضرت مولانا نورمحمد نعیمی اورحضرت مولانا محمد رضوان القادری نے ترتیب دے کرایک کتاب کی صورت میں ''مسائل خزائن العرفان'' کے نام سے پیش کیا جوکہ بمبئی انڈیا سے شائع ہوا، اس کتاب کوعوام الناس کے لئے مفید جانتے ہوئے جمعیت اشاعت اہلسنّت نے اپنی سلسلہ اشاعت نمبر 166 اور 167 دوحصوں میں شامل کیا جارہاہے، اللہ تعالیٰ حضرت صدرالافاضل اورآپ کے مریدین ومعتقدین اورمیرے پیرومرشد کی کاوشوں اور ہمارے ادارے جمعیت اشاعت اہلسنّت کی ان کاوشوں کوقبول ومقبول فرمائے اوراجرِ عظیم کی نعمتوں سے مالامال فرمائے۔

سید محمد طاہر نعیمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بابُ العقائد

ایمان اور کفر سے متعلق مسائل

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ (پ۱، رکوع ۱، سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا۔ اور آخرت پر یقین رکھیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: جس طرح قرآن پاک پر ایمان لانا ہر مکلف پر فرض ہے اسی طرح کتب سابقہ

پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں۔ البتہ ان کو جو احکام ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئے ان پر عمل درست نہیں مگر ایمان لانا ضروری ہے مثلاً پچھلی شریعتوں میں بیت المقدس قبلہ تھا اس پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری تو ہے مگر عمل یعنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنا جائز نہیں چونکہ منسوخ ہو چکا ہے۔

مسئلہ: قرآن کریم سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے انبیاء پر جو نازل ہوا ان سب پر اجمالاً ایمان لانا فرض عین ہے اور قرآن شریف پر تفصیلاً فرض کفایہ ہے۔ لہٰذا عوام پر اس کی تفصیلات کے علم کی تحصیل فرض نہیں جبکہ علماء موجود ہوں جنہوں نے اس کے علم کی تحصیل میں پوری جدوجہد صرف کی ہو۔ (خزائن العرفان)

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (پ۱، رکوع ۲، ۹ البقرۃ)

ترجمہ: فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور انہیں شعور نہیں (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جتنے فرقے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور کفر کا اعتقاد رکھتے ہیں سب کا یہی حکم ہے کہ کافر خارج از اسلام ہے۔ شرع میں ایسوں کو منافق کہتے ہیں۔ اور ان کا ضرر کھلے کافروں سے زیادہ ہے۔ (خزائن العرفان)

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں (کنزالایمان)
(پ۱، رکوع ۲، ۱۲، البقرہ)

مسئلہ: کفار سے میل جول اور ان کی خاطر دین میں مداہنت اور اہل باطل کے ساتھ تملق و چاپلوسی اور ان کی خواہش کیلئے صلح کل بن جانا اور اظہار حق سے باز رہنا شان منافق اور حرام ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۱، رکوع ۱، ۱۳ البقرہ)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں۔ تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سنتا ہے! وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: امنوا کما امن سے ثابت ہوا کہ صالحین کی اتباع محمود و مطلوب ہے۔

مسئلہ: یہ بھی ثابت ہوا کہ مذہب اہلسنت وجماعت حق ہے کیوں کہ اس میں صالحین کی اتباع ہے۔

مسئلہ:۔ باقی تمام فرقے صالحین سے منحرف ہیں لہٰذا گمراہ ہیں۔

مسئلہ:۔ بعض علماء نے اس آیت کو زندیق کی توبہ قبول ہونے کی دلیل قرار دیا ہے، زندیق وہ ہے جو نبوت کا مقر ہو، شعائر اسلام کا اظہار کرے اور باطن میں ایسے عقیدے رکھے جو بالاتفاق کفر ہوں، یہ بھی منافقوں میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۝

(پ۱، رکوع ۲، س۱۴ البقرہ)

ترجمہ:۔ اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ انبیاء علیہم السلام اور دین کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کفر ہے۔

مسئلہ:۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور پیشوایان اسلام کا تمسخر اڑانا کفر ہے۔ (خزائن العرفان)

یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙ وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝

(پ۱، رکوع ۲، س۲۰ البقرہ)

ترجمہ:۔ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی، جب کچھ چمک ہوئی، اس میں چلنے لگے۔ اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے۔ اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا۔ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کی تاثیر مشیت الٰہی کے ساتھ مشروط ہے کہ بغیر مشیت تنہا اسباب کچھ نہیں کرسکتے۔

مسئلہ:۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مشیت اسباب کی محتاج نہیں، وہ بے سبب جو چاہے کرسکتا ہے لہ (خزائن العرفان)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (پ۱، رکوع ۳، س۲۱، البقرہ)

ترجمہ:۔ اے لوگو! اپنے رب کو پوجو، جس نے تمہیں اور تمہارے اگلوں کو پیدا کیا، یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ کفار عبادت کے مامور ہیں، جس طرح بے وضو ہونا نماز کے فرض ہونے کا مانع نہیں اسی طرح کافر ہونا وجوبِ عبادت کو منع نہیں کرتا، اور جیسے بے وضو شخص پر

لہ فائدہ: باری تعالیٰ کے لئے جھوٹ اور تمام عیوب محال ہیں۔ اسی لئے قدرت کو ان سے کچھ واسطہ نہیں۔

نماز کی فرضیت رفع حدث لازم کرتی ہے۔ ایسے کافر کہ وجوب عبادت ترک کفر سے لازم آتا

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

(پ۱، رکوع ۳، آیت ۲۴ البقرہ)

ترجمہ:۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرما دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ :۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوزخ پیدا ہو چکی ہے یہ بھی اشارہ ہے کہ بکرمہ تعالیٰ مومنین کے لئے خلود نار یعنی ہمیشہ جہنم میں رہنا نہیں ہے۔ (خزائن العرفان)

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ۱ ع ۳، آیت ۲۵ البقرہ)

ترجمہ:۔ اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں۔ جب باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا

جائے گا (صورت دیکھ کر) کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا۔ اور وہ (صورت میں) ملتا جلتا انہیں دیا گیا۔ اور ان کے لئے باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں۔ اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ :۔ عمل صالح کا ایمان پر عطف دلیل ہے اس کی کہ عمل جزء ایمان نہیں۔

مسئلہ :۔ بشارت مومنین صالحین کے لئے بلا قید ہے۔ اور گنہگاروں کے لئے مقید بمشیت الٰہی ہے۔ کہ چاہے از راہ کرم معاف فرمائے اور یا گناہوں کی سزا دے کر اسے جنت عطا کرے۔

مسئلہ :۔ جنت اور اہل جنت کے لئے فنا نہیں۔ (خزائن العرفان)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

(پ، رکوع ۳، آیت ۲۹ البقرہ)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا۔ تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: کرخی اور ابوبکر رازی وغیرہ نے خلق لکم سے قابل انتفاع اشیاء کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(پ، رکوع ۴، آیت ۳۰ البقرہ)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔ بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا۔ اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس میں بندوں کو تعلیم ہے کہ وہ کام سے پہلے مشورہ کیا کریں اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اسکو مشورہ کی حاجت ہو۔ (خزائن العرفان)

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓىٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

(پ، رکوع ۴، آیت ۳۱، البقرہ)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے کا سبب علم ظاہر فرمایا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ علم اسماء خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے

مسئلہ: اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں (خزائن العرفان)

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

(پ، رکوع ۴، آیت ۳۳ البقرہ)

ترجمہ: فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب (اشیاء) کے نام جب

اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتا دیئے۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے انسان کی شرافت اور علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تعلیم کی نسبت کرنا صحیح ہے۔ اگرچہ اس کو معلم نہ کہا جائے گا۔ کیوں کہ معلم پیشہ ور تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔

مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ جملہ لغات اور کل زبانیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

مسئلہ: یہ بھی ثابت ہوا کہ ملائکہ کے علوم و کمالات میں زیادتی ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ ٭ۡ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○

(پ۱، رکوع ۴، ۳۴ البقرہ)

اور (یاد کرو جب) ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا۔ اور غرور کیا اور کافر ہوگیا۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک سجدہ عبادت جو بقصد پرستش کیا جاتا ہے۔ دوسرا سجدہ تحیت جس سے مسجود الیہ کی تعظیم منظور ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔

مسئلہ: سجدۂ عبادت اللہ کے لئے خاص کسی اور کے لئے نہیں ہوسکتا۔ نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔ یہاں مفسرین جو سجدہ عبادت مراد لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ سجدہ خاص اللہ کے لئے تھا اور حضرت آدم علیہ السلام قبلہ بنائے گئے تھے تو وہ مسجود الیہ تھے۔ نہ کہ مسجود لہٗ مگر یہ قول ضعیف ہے کیوں کہ اس سجدہ سے حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فضل و شرف ظاہر فرمانا مقصود تھا (نہ کہ ان کی عبادت) اور مسجود الیہ کا ساجد سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں جیسا کہ کعبہ معظمہ حضور سید انبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قبلہ اور مسجود الیہ ہے۔ باوجودیکہ حضور اس سے افضل ہیں۔ دوسرا قول یہ کہ یہاں سجدہ عبادت نہ تھا سجدہ تحیت تھا۔ اور خاص حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا۔ زمین پر پیشانی رکھ کر تھا۔ نہ کہ صرف جھکنا یہی قول صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ (مدارک)

مسئلہ: سجدہ تحیت پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا۔ اب کسی کے لئے جائز نہیں کیوں کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ مخلوق کو نہ چاہیئے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے (مدارک) ملائکہ میں سب سے پہلے سجدہ کرنے والے حضرت جبرئیل ہیں۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل پھر اور ملائکہ مقربین۔ یہ سجدہ جمعہ کے روز وقت زوال سے عصر تک کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ملائکہ مقربین سجدہ میں سو برس رہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ پانچ سو برس سجدے میں رہے شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ اور براہِ تکبر یہ اعتقاد کرتا رہا کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے اس کے لئے سجدہ کا حکم معاذ اللہ خلاف حکمت تھا۔ اس اعتقاد باطل سے وہ کافر ہوگیا۔

مسئلہ: اس آیت میں دلالت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔ کہ ان سے انہیں سجدہ کرایا گیا۔

مسئلہ: تکبر نہایت قبیح شے ہے اس سے کبھی متکبر کی نوبت کفر تک پہونچ جاتی ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ ۱، رکوع ۴، ۳۵، البقرہ)

اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے، اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا، یہاں ظلم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت و کفر ہے، جو کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے، جو چاہے فرمائے اس میں ان کی عزت ہے اور دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کلمہ زبان پر لائے، اور خطاب حضرت حق کو اپنی جرأت کے لئے سند بنائے ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب و طاعت کا حکم فرمایا ہم پر یہی لازم ہے۔ (خزائن العرفان)

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (پ ۱، رکوع ۴، ۳۷، البقرہ)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے۔ تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس میں ہدایت ہے کہ مقبولان بارگاہ کے وسیلہ سے دعا بحق فلاں اور بجاہ فلاں کہہ کر مانگنا جائز ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا، لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل و کرم سے حق دیتا ہے، اسی تفضلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دسویں محرم کو قبول ہوئی، جنت کے اخراج کے وقت اور نعمتوں کے ساتھ عربی زبان بھی آپ سے سلب کر لی گئی تھی بجائے اس کے زبان مبارک پر سریانی زبان جاری کر دی گئی تھی، قبول توبہ کے بعد پھر زبان عربی عطا ہوئی۔ (فتح العزیز)

مسئلہ: توبہ کی اصل رجوع الی اللہ ہے۔ اس کے تین رکن ہیں، ایک اعتراف جرم۔ دوسرے ندامت، تیسرے عزم ترک، اگر گناہ قابل تلافی ہے تو اس کی تلافی بھی لازمی ہے، مثلاً تارک الصلوٰۃ کی توبہ کے لئے پچھلی نمازوں کی قضا بھی پڑھنا ضروری ہے۔ توبہ کے بعد حضرت جبرئیل نے زمین کے تمام جانوروں میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کیا، اور سب پر ان کی فرمانبرداری لازم ہونے کا حکم سنایا، سب نے قبول طاعت ہونے کا اظہار کیا۔ (فتح العزیز، خزائن العرفان)

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ؗ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ

وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۚ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ:۔ پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے۔ اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو اور ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ تو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے۔ تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو۔ اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے۔ مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو۔ اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

(پ ۱، رکوع ۱۰، ۸۵ البقرہ، کنزالایمان)

مسئلہ:۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظلم و حرام پر امداد کرنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ:۔ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔

مسئلہ:۔ کتاب الٰہی کے ایک حکم کا نہ ماننا بھی ساری کتاب کا نہ ماننا اور کفر ہے[1]

---

[1] اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ جب احکام الٰہی میں سے بعض کا ماننا بعض کا نہ ماننا کفر ہوا تو یہود کا حضرت سید انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو ماننا کفر سے نہیں بچا سکتا۔

مسئلہ: کسی کی طرفداری میں دین کی مخالفت کرنا علاوہ اخروی عذاب کے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا باعث ہوتا۔ (خزائن العرفان)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (پ ۱، رکوع ۱۳، ۱۰۴ البقرہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو راعنا نہ کہو۔ اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے (کنزالایمان)

مسئلہ: انبیاء کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے۔ اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔

مسئلہ: دربار انبیاء علیہم السلام میں آدمی کو ادب کے اعلیٰ مراتب کا لحاظ لازمی ہے۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔ (خزائن العرفان)

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(پ ۲، رکوع ۱۱، ۲۱۷ البقرہ)

ترجمہ: تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم، تم فرماؤ۔ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا۔ اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا۔ اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی زیادہ بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے۔ اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے۔ تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں۔ اور وہ دوزخ والے ہیں۔ انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے سارے عمل باطل ہو جاتے ہیں آخرت میں تو اس طرح کہ ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں۔ اور دنیا میں اس طرح کہ شریعت مرتد کے قتل کا حکم دیتی ہے۔ اس کی عورت اس پر حلال نہیں رہتی وہ اپنے اقارب کا ورثہ پانے کا مستحق نہیں رہتا اس کا مال معصوم نہیں رہتا۔ اس کی مدح و ثنا اور امداد جائز نہیں۔ (خزائن العرفان)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (پ۳، رکوع ۴، آیت ۲۶۱، البقرہ)

ترجمہ: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیاں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔
کنز الایمان

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسناد مجازی جائز ہے جبکہ اسناد کرنے والا غیر خدا کو مستقل فی التصرف اعتقاد نہ کرتا ہو۔ اس لیے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ دوا نافع ہے، یہ دوا مضر ہے۔ یہ درد مضر ہے، یہ درد کی دافع ہے۔ ماں باپ نے پالا، عالم نے گمراہی سے بچایا۔ بزرگوں نے حاجت روائی کی وغیرہ سب میں اسناد مجازی ہے۔ اور مسلمان کے اعتقاد میں فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور باقی سب وسائل۔ (خزائن العرفان)

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (پ۳، رکوع ۶، آیت ۲۷۵، البقرہ)

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں۔ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے۔ اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا

سود توجسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔ اور جواب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے۔ وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : جو سود کو حلال جانے وہ کافر ہے۔ ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیوں کہ ہر ایک حرام قطعی کا حلال جاننے والا کافر ہے۔ (خزائن العرفان)

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ۳، رکوع ۸، ۲۸۴، البقرہ)

ترجمہ:۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ تو جسے چاہے گا بخشے گا۔ اور جسے چاہے گا سزا دے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : کفر کا عزم کرنا کفر ہے۔ اور گناہ کا عزم کرکے اگر آدمی اس پر ثابت رہے اور اس کا قصد و ارادہ رکھے لیکن اس گناہ کو عمل میں لانے کے لئے اسباب اس کو بہم نہ پہونچیں اور مجبوراً وہ اس کو نہ کر سکے۔ تو جمہور کے نزدیک اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ شیخ ابو منصور ماتریدی اور شمس الائمہ حلوائی اسی طرف گئے ہیں۔ اور ان کی دلیل آیۃ " ان الذین یحبون

ان تشیع الفاحشہ " ہے۔ اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بندہ جس گناہ کا قصد کرتا ہے۔ اگر وہ عمل میں نہ آئے، جب بھی اس پر عتاب کیا جاتا ہے۔

مسئلہ : اگر بندے نے کسی گناہ کا ارادہ کیا پھر اس پر وہ نادم ہوا۔ اور استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا۔ (خزائن العرفان)

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ (پ۳، رکوع ۱۱، ۲۲، آل عمران)

ترجمہ:۔ یہ ہیں وہ جن کے اعمال اکارت گئے دنیا میں اور آخرت میں۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔ اور یہ بھی کہ کفر سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

(پ۳، رکوع ۳، ۵۲، آل عمران)

ترجمہ:۔ پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا۔ بولا کون میرے مددگار ہوتے

ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے ایمان و اسلام کے ایک ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء کا دین اسلام تھا۔ نہ کہ یہودیت اور نصرانیت۔ (خزائن العرفان)

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (رکوع ۱۲، آل عمرٰن)

ترجمہ:۔ اور کافروں نے مکر کیا۔ اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی۔ اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ لفظ مکر لغت عربی میں ستر یعنی پوشیدگی کے معنی میں ہے اس لئے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں۔ اور وہ تدبیر کسی اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود اور کسی قبیح غرض کے لئے ہو تو مذموم ہوتی ہے۔ مگر اردو زبان میں یہ لفظ فریب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے ہرگز شان الٰہی میں نہ کہا جائے گا۔ اور چوں کہ عربی میں بھی بمعنی خدع کے معروف ہو گیا ہے اسی لئے عربی میں بھی شان الٰہی میں اس کا اطلاق جائز نہیں۔ آیت میں جہاں کہیں وارد ہوا وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

(پ۵، رکوع ۴، آیت ۴۳، النساء)

ترجمہ: اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور ناپاکی کی حالت میں بے نہائے۔ مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا۔ اور پانی نہ پایا۔ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ آدمی نشہ کی حالت میں کلمہ کفر زبان پر لانے سے کافر نہیں ہوتا اسی لئے قرآن پاک میں یاایھا الذین امنوا سے خطاب فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

(پ۵، رکوع ۱۱، آیت ۹۷ نساء)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔ تو ایسوں کا

ٹھکانہ جہنم ہے ، اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنز الایمان)

مسئلہ :- آیت دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کسی شہر میں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے اور یہ جانے کہ وہ دوسری جگہ جانے سے اپنے فرائض دینی ادا کر سکے گا اس پر ہجرت واجب ہوجاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو، خواہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے جنت واجب ہوئی۔ (خزائن العرفان)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (پ۵، رکوع ۱۴، ۱۱۳ نساء)

ترجمہ :- اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں۔ اور اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے۔ اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری۔ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے، اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات

کے علوم عطا فرمائے۔ اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا، یہ مسئلہ قرآن کی بہت آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ (خزائن العرفان)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (پ۶، رکوع ۱، ۱۵۲، نساء)

ترجمہ :- اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : یہ آیت صفات فعلیہ سے تعلق رکھتی ہے اور مغفرت و رحمت کے قدیم ہونے پر دلالت کرتی۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (پ۶، رکوع ۱۰، ۴۰ المائدہ)

ترجمہ :- کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (کنز الایمان)

مسئلہ :- اس سے معلوم ہوا کہ عذاب کرنا اور رحمت فرمانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔

وہ مالک ہے جو چاہے کرے کسی کی مجال اعتراض نہیں ۔اس سے قدریہ اور معتزلہ کا ابطال ہوگیا۔ جو مطیع پر رحمت اور عاصی پر عذاب کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب کہتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (پ، رکوع ۶، ۱۲۰، المائدہ)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: کذب وغیرہ عیوب قبائح اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محال ہیں ۔ان کو تحت قدرت بتانا اور اس آیت سے سند لانا غلط و باطل ہے۔ (خزائن العرفان)

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (پ، رکوع ۱۵، ۷۹، انعام)

ترجمہ:۔ میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ دین حق کا قیام و استحکام جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ تمام ادیانِ باطلہ سے بیزاری ہو۔ (خزائن العرفان)

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (پ۹، رکوع ۱۲، ۱۸۰، اعراف)

ترجمہ:۔ اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام ۔تو اسے ان سے پکارو۔ اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں۔ وہ جلد اپنا کیا پائیں گے۔ (کنز الایمان)

مسائل: ایک تو یہ کہ اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اطلاق کرنا جیسا کہ مشرکین نے الٰہ کا لات، اور عزیز کا عزیٰ، اور منّان کا منات کر کے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے۔ یہ ناموں میں حق سے تجاوز اور ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے نام مقرر کئے جائیں جو قرآن و حدیث میں نہ آیا ہو۔ یہ بھی جائز نہیں جیسے کہ سخی یا رفیق کہنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توفیقیہ ہیں تیسرے حسن ادب کی رعایت کرنا تو فقط یا ضارّ یا مانع یا خالق القردہ کہنا جائز نہیں۔ بلکہ دوسرے اسماء کے ساتھ ملا کر کہا جائے گا" یا ضار، یا نافع۔ یا معطی، یا خالق الخلق" چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام مقرر کیا جائے جس کے معنی فاسد ہوں یہ بھی سخت ناجائز ہے جیسے کہ "رام" یا "پرماتما" وغیرہ۔ پنجم ایسے اسماء کا اطلاق جن کے معنی معلوم نہیں۔ اور یہ نہیں جانا جا سکتا کہ وہ جلال الٰہی کے لائق ہے یا نہیں۔ (خزائن العرفان)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَۚ
وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○

(پ۹، رکوع ۱۸، ۳۸ انفال)

ترجمہ:۔ تم کافروں سے فرماؤ۔ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گذرا وہ انہیں معاف فرمادیا جائے گا۔ اور اگر پھر وہی کریں۔ تو اگلوں کا دستور گذر چکا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر جب کفر سے باز آجائے اور اسلام لائے تو اس کا پہلا کفر اور معاصی معاف ہوجاتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ
عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ○

(پ۱۰، رکوع ۱۴، ۶۶، توبہ)

ترجمہ:۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں۔ تو اوروں کو عذاب دیں گے۔ اس لئے کہ وہ مجرم تھے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے جس طرح بھی ہو اس میں عذر قبول نہیں۔ (خزائن العرفان) (مزید عرفان کیلئے تفسیر دیکھئے)

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ
تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ○ (پ۱۱، رکوع ۱۴، ۸۴ التوبہ)

ترجمہ:۔ اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے۔ تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ پر بھروسہ کرنا کمال ایمان کا مقتضا ہے۔ خزائن العرفان

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً
وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○

(پ۱۱، رکوع ۱۴، ۸۸، یونس)

ترجمہ:۔ اور موسیٰ نے عرض کی کہ اے رب ہمارے تونے فرعون اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال دنیا کی زندگی میں دیئے۔ اے رب ہمارے اس لئے کہ تیری راہ سے بہکادیں اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں۔ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے لئے کفر پر مرنے کی دعا کرنا کفر نہیں ہے۔ مدارک

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی مقبولیت کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوا (خزائن العرفان)

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝

(پ۱۶، رکوع ۱۵، ۱۱۲ طٰہٰ)

ترجمہ:۔ اور جو کچھ نیک کام کرے اور ہو مسلمان تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ:۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت اور نیک اعمال سب کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے کہ ایمان ہو تو سب نیکیاں کارآمد ہیں۔ اور ایمان نہ ہو تو سب اعمال بے کار۔ (خزائن العرفان)

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝

(پ۲۵، رکوع ۶، ۵۱، الشوریٰ)

ترجمہ:۔ اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو۔ یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بیشک وہ بلندی و حکمت والا ہے (کنزالایمان)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسا پردہ ہو جیسا جسمانیات کے لئے ہوتا ہے اس پردہ سے مراد سامع کا دنیا میں دیدار سے محجوب ہونا ہے۔ (خزائن العرفان)

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

(پ۲۶، رکوع ۱۴، ۱۴ الحجرات)

ترجمہ: گنوار بولے کہ ہم ایمان لائے، تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنی ہیں۔ اور شرعی معنی میں اسلام اور ایمان ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔ (خزائن العرفان)

باب العلم

علم کی فضیلت اور اہمیت سے متعلق مسائل

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○

(پ۱، رکوع ۴، ۳۱، البقرہ)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام سکھائے پھر سب (اشیا) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا۔ سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے کا سبب علم ظاہر فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ علم اسرار خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔ (خزائن العرفان)

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○

(پ۱، رکوع ۴، ۳۳، البقرہ)

ترجمہ: فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب (اشیا) کے نام، جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتا دیئے، فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں، اور میں جانتا ہوں جو کچھ ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی طرف تعلیم کی نسبت کرنا صحیح ہے، اگرچہ اسے معلم نہ کہا جائے گا، کیوں کہ معلم پیشہ ور تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔

مسئلہ: جملہ لغات اور کل زبانیں اللہ کی طرف سے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۖۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (پ۲، رکوع ۵، ۱۷۴، البقرہ)

ترجمہ: وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اتاری کتاب اور اس کے بدلے

ذلیل قیمت سے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں، اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : (علم) چھپانا یہ بھی ہے کتاب کے مضمون پر کسی کو مطلع نہ ہونے دیا جائے۔ نہ وہ کسی کو پڑھ کر سنایا جائے۔ نہ دکھایا جائے۔ اور یہ بھی چھپانا ہے کہ غلط تاویلیں کرکے معنی بدلنے کی کوشش کی جائے۔ اور کتاب کے اصل معنی پر پردہ ڈالا جائے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ○

(پ۴، رکوع ۱۰، ۱۸۷، آل عمران)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا، اور نہ چھپانا، تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا، اور اس کے بدلے ذلیل

دام حاصل کئے، تو کتنی بری خریداری ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہونچائیں۔ اور حق ظاہر کریں۔ اور کسی غرض فاسد کے لئے اس میں سے نہ چھپائے۔

مسئلہ : اس میں وعید ہے کہ خود پسندی کرنے والے کے لئے اور اس کے لئے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہتے ہیں، جو لوگ بغیر علم کے اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں یا اسی طرح اور کسی غلط وصف اپنے لئے پسند کرتے ہیں انہیں سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

(پ۵، ۸۳، النساء)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے تو اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں۔ اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے۔ تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اس آیت میں دلیل ہے جواز قیاس پر اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک علم تو وہ ہوتا ہے جو بنص قرآن حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک علم وہ ہے جو قرآن واحادیث سے استنباط وقیاس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ : یہ بھی معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں۔ جو اہل ہو اسکو تفویض کرنا چاہیئے۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫
فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

(پ۵، رکوع ۱۰، آیت ۹۴، النساء)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں، تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو۔ تو اللہ کے پاس بہتیری غنیمتیں ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے، بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اکثر فقہاء نے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں، تو اس کو مومن مانا جائے گا کیوں کہ وہ اپنے عقیدہ ہی کو ایمان کہتا ہے۔ اور اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ کیا جائے گا۔ جب تک کہ وہ اپنے کفری دین سے بیزاری کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلا ہو اس کے لئے اس کفر سے بیزاری اور اس کو کفر جاننا ضروری ہے۔ (خزائن العرفان)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ
بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ
اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ
وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُوْنَ ۝

(پ۶، رکوع ۱۱ آیت ۴۴، المائدہ)

ترجمہ: بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے، ہمارے فرماں بردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی۔ اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو، اور مجھ سے ڈرو، اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے پہلی شریعتوں کے جو احکام اللہ اور رسول نے بیان فرمائے اور ان کے ہمیں ترک کرنے کا حکم نہ دیا ہو یا منسوخ نہ کئے گئے ہوں، وہ ہم پر لازم ہوتے ہیں۔
(خزائن العرفان)

لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾
(پ ۶، رکوع ۱۲، ۶۳، المائدہ)

ترجمہ: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں
(کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ علماء پر نصیحت اور بدی سے روکنا واجب ہے۔ (خزائن العرفان)

کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○
(پ ۶، رکوع ۱۵، ۷۹ المائدہ)

ترجمہ: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا لوگوں کو واجب ہے اور بدی

کو منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے اول تو انہیں منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی ان سے مل گئے اور کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ ہو گئے انکے اس عصیان و تعدی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت اتاری (خزائن العرفان)

تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَفِی الْعَذَابِ ھُمْ خٰلِدُوْنَ ○
(پ ۶، رکوع ۱۵، ۸۰ المائدہ)

ترجمہ: ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ کیا ہی بری چیز اپنے لئے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستی و موالات حرام اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ (خزائن العرفان)

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (پ۱۱، رکوع ۴، ۱۲۲، التوبہ)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔ اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔ جو چیزیں بندے پر فرض یا واجب ہیں اور جو اس کے لئے ممنوع و حرام ہیں اس کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرض کفایہ۔

مسئلہ: طلب علم کے لئے سفر کا حکم حدیث شریف میں ہے۔ جو شخص طلب علم کے لئے راہ چلے۔ اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کرتا ہے۔ (ترمذی)

مسئلہ: فقہ افضل ترین علم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لئے بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بناتا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰنِيْٓ

اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ○

(پ۱۲، رکوع ۱۵، آیت ۳۶، یوسف)

ترجمہ: اور اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان داخل ہوئے۔ ان میں ایک بولا میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں، اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرند کھاتے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے بیشک ہم آپ کو نیکو کار دیکھتے ہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔ (مدارک وخازن۔ خزائن العرفان)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ○ (پ۱۴، رکوع ۲۲، ۱۲۵، النحل)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ۔ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا۔ اور وہ خوب

جانتا ہے راہ والوں کو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ دعوت الی اللہ اور اظہار حقانیت کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

(خزائن العرفان)

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝

(پ ۱۵، رکوع ۱۵، س ۱۹، الکہف)

ترجمہ: اور یوں ہی ہم نے ان کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں، ان میں ایک کہنے والا بولا۔ تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا دن سے کم، دوسرے بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے، تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو، پھر وہ غور کرے کہ وہاں کونسا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لئے اس میں سے کھانے کو لائے اور چاہیئے کہ نرمی کرے، اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ اجتہاد جائز اور ظن غالب کی بنا پر قول کرنا درست ہے۔

(خزائن العرفان)

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

(پ ۱۵، رکوع ۲۱، س ۶۶، الکہف)

ترجمہ: اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں۔ اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہیئے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔

مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ جس سے علم سیکھے اس کے ساتھ بتواضع ادب پیش آئے (مدارک)

(خزائن العرفان)

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

(پ ۱۵، رکوع ۲۱، س ۷۰، الکہف)

ترجمہ: کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مسترشد کے آداب میں ہے کہ وہ شیخ اور استاذ

کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے، اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرمائیں۔

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ○ (پ۱۶، رکوع ۱۳، آیت ۸۴، طٰہٰ)

ترجمہ:۔ عرض کی کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے، اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کرکے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوا۔ (مدارک شریف، خزائن العرفان)

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ○ (پ۱۶، رکوع ۱۳، آیت ۸۵، طٰہٰ)

ترجمہ:۔ فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت میں اضلال یعنی گمراہ کرنے کی نسبت سامری کی طرف فرمائی گئی کیوں کہ وہ اس کا سبب وباعث ہوا اس سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے پرورش کی، دینی پیشواؤں نے ہدایت کی، اور اولیاء کرام نے حاجت روائی فرمائی، بزرگوں نے بلا دفع کی، مفسرین نے فرمایا کہ امور ظاہر میں منشاء اور سبب کی

طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ حقیقت میں ان کا موجد اللہ تعالیٰ ہے! در قرآن کریم میں ایسی نسبتیں بکثرت وارد ہیں۔ (خازن۔ خزائن العرفان)

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؗ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ○ (پ۱۷، رکوع ۶، آیت ۷۹، الانبیاء)

ترجمہ:۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا، اور دونوں کو ہم نے حکومت اور علم عطا کیا۔ اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے، اور یہ ہمارے کام تھے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: جن علماء کو اجتہاد کی مہارت حاصل ہو انہیں ان امور میں اجتہاد کا حق ہے جس میں وہ کتاب وسنت کا حکم نہ پائیں، اور اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو بھی ان پر مواخذہ نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں مصیب ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو ایک اجر۔ (خزائن العرفان)

وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ

وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ (پ۲۱، رکوع ۱، ۲۹ العنکبوت)

ترجمہ :۔ اور اے مسلمانو کتابیوں سے نہ جھگڑو. مگر بہتر طریقہ پر، مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا. اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو تمہاری طرف اترا. اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے. اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں. (کنزالایمان)

مسئلہ : اس آیت سے کفار کے ساتھ دینی امور میں مناظرہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے. اور ایسے ہی علم کلام سیکھنے کا جواز بھی. (خزائن العرفان)

بَابُ الطَّهَارَت

(طہارت سے متعلق مسائل)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى
الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ
كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى
سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ
النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(پ، رکوع ۶، ۷ المائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ، اور کہنیوں تک ہاتھ، اور سروں کا مسح کرو، اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہولو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔ ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: جنابت سے طہارت کاملہ لازم ہوتی ہے جنابت کبھی بیداری میں دفع شہوت کے ساتھ انزال ہوتی ہے۔ اور کبھی نیند میں احتلام سے جس کے بعد اثر پایا جائے حتیٰ کہ اگر خواب یاد آیا مگر کوئی تری نہ پائی تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اور کبھی سبیلین میں ادخال حشفہ سے فاعل و مفعول دونوں کے حق میں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں جنابت میں داخل ہیں۔ ان سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: حیض و نفاس سے بھی غسل لازم ہوتا ہے۔ اور نفاس کا موجب غسل ہونا اجماع

سے ثابت ہے۔ (خزائن العرفان)

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (پ ۱۱، ۱۰۸، التوبہ)

(ترجمہ: بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: نجاست اگر جائے خروج سے متجاوز ہو جائے تو پانی سے استنجا واجب ہے۔ ورنہ مستحب۔

مسئلہ: ڈھیلوں سے استنجا سنت ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اور کبھی ترک بھی فرمایا ہے۔ (ڈھیلوں کے ساتھ پانی سے طہارت خوب ہو جاتی ہے)

(خزائن العرفان)

بَابُ الصَّلٰوة

نماز کی فرضیت و اہمیت سے متعلق مسائل

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ۝ (پ۱، رکوع ۵، ۴۳ البقرہ)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت میں نماز و زکوٰۃ کی فرضیت کیساتھ جماعت کی ترغیب بھی ہے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (پ۱، رکوع ۱۴، ۱۱۵ البقرۃ)

ترجمہ: اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (یعنی خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اگر جہت قبلہ معلوم نہ ہوسکے تو جس طرف دل جمے کہ یہ قبلہ ہے اسی طرف منہ کرکے نماز پڑھے۔ (خزائن العرفان)

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ (پ۳۰، رکوع ۱۲، ۱۵، اعلیٰ)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے تکبیر افتتاح ثابت ہوئی، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نماز کا جزء نہیں ہے کیوں کہ نماز کا اس پر عطف کیا گیا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ افتتاح نماز کا اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

باب القرأت

تلاوت قرآن سے متعلق مسائل

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے ۔

استعاذہ کے احکام

مسئلہ : (قرآن کی) تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے لیکن اگر شاگرد استاذ سے پڑھتا ہو تو سنت نہیں۔

مسئلہ : نماز میں امام و منفرد دونوں کے لئے سبحان سے فارغ ہو کر آہستہ اعوذ الخ پڑھنا سنت ہے۔ (خزائن العرفان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

مسئلہ : بسم اللہ الخ قرآن پاک کی آیت ہے، مگر سورہ فاتحہ یا اور کسی آیت کا جزو نہیں اس لئے نماز میں جہر سے نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ : تراویح میں جو ختم کیا جاتا ہے اس میں کہیں ایک مرتبہ بسم اللہ جہر کے ساتھ ضرور پڑھی جائے تاکہ ایک آیت باقی نہ رہ جائے۔

مسئلہ : قرآن پاک کی ہر آیت بسم اللہ سے شروع کی جائے سوائے سورہ برائت کے۔

مسئلہ : سورہ نمل میں آیت سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ مستقل آیت نہیں، بلکہ جزو آیت ہے، بلا خلاف اس آیت کے ساتھ ضرور پڑھی جائے گی، نماز جہری میں جہراً اور سری میں سراً۔

مسئلہ : ہر مباح کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے، ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے۔ (خزائن العرفان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

ترجمہ : سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

(سورۃ الفاتحہ ۱، پ۱، البقرہ)

مسئلہ : نماز میں اس سورۃ کا پڑھنا واجب ہے۔ امام و منفرد کے لئے تو حقیقۃً اپنی زبان سے اور مقتدی کے لئے بقرأت حکمیہ یعنی امام کی زبان سے۔

مسئلہ : نماز جنازہ میں اگر دعا یاد نہ ہو تو سورہ فاتحہ بہ نیت دعا پڑھنا جائز ہے بہ نیت قرأت جائز نہیں۔

مسئلہ: ہر کام کی ابتدا میں تسمیہ کی طرح حمد الٰہی بجالانا چاہیئے۔

مسئلہ: کبھی حمد واجب ہوتی ہے۔ جیسے خطبہ جمعہ میں، کبھی مستحب جیسے خطبۂ نکاح میں اور ہر امر ذیشان میں، اور کھانے پینے کے بعد۔ اور کبھی سنت موکدہ ہے، جیسے چھینک آنے کے بعد۔ (خزائن العرفان)

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ

ترجمہ: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

(کنزالایمان۔ پ۱، رکوع ۱، آیت۴ الفاتحہ)

مسئلہ: نعبد کے صیغۂ جمع سے ادا باجماعت بھی مستفاد ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہ عوام کی عبادتیں محبوبوں اور مقبولوں کی عبادتوں کے ساتھ درجۂ قبول پاتی ہیں۔

مسئلہ: اس میں ردّ شرک ہے۔ کہ اللہ کے سوا عبادت کسی کے لئے نہیں ہوسکتی۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۝

ترجمہ: نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

(کنزالایمان۔ پ۱، رکوع ۱، آیت۷ الفاتحہ)

مسئلہ: طالبان حق کو دشمنان خدا سے اجتناب اور ان کے راہ و رسم وضع و اطوار سے

پرہیز لازم ہے۔

مسئلہ: ضاد اور ظا میں مباحث ذاتی ہے۔ بعض صفات کا اشتراک انہیں متحد نہیں کرسکتا۔ لہٰذا غیر المغضوب بظا پڑھنا اگر بقصد ہو تو تحریف قرآن اور کفر ہے۔ ورنہ ناجائز ہے۔

مسئلہ: جو شخص ضاد کے بجائے ظا پڑھے اس کی امامت جائز نہیں۔

مسئلہ: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں آمین اخفاء کے ساتھ یعنی آہستہ کہی جائے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (پ۹، رکوع ۱۴، آیت۲۰۴ الاعراف)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو، اور خاموش رہو۔ کہ تم پر رحم ہو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے۔ خواہ نماز میں یا خارج نماز اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ **فائدہ:** جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے سبب میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں خطبہ سننے کے لئے گوش برآواز ہونے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے نماز و خطبہ دونوں میں بغور سننا اور خاموش رہنا واجب ثابت ہوتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ نماز میں امام کے ساتھ

قرأت کرتے ہیں، تو نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کے معنی سمجھو. غرض اس آیت سے قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اور کوئی حدیث ایسی نہیں کہ ہے کہ جس کو اس کے مقابل حجت قرار دیا جاسکے. قرأت خلف الامام کی تائید میں سب سے زیادہ اعتماد جس حدیث پر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ **لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** مگر اس حدیث سے قرأت خلف الامام کا وجوب تو ثابت نہیں ہوتا، صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز کامل نہیں ہوتی. تو جب کہ حدیث قرأۃ الامام لہٗ قرأۃ سے ثابت ہے کہ امام کا قرأت کرنا ہی مقتدی کا قرأۃ کرنا ہے. تو جب امام نے قرأۃ کی اور مقتدی ساکت رہا تو اس کی قرأت حکمیہ ہوئی. تو امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے سے قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جاتا ہے، اور قرأت کرنے سے آیات کا اتباع ترک ہوتا ہے. لہٰذا ضروری ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کچھ نہ پڑھے. (خزائن العرفان)

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○

ترجمہ: نماز قائم رکھو، سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں. (کنز الایمان)

(پ۱۵، رکوع ۹، ۷۸ بنی اسرائیل)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ قرأت نماز کا رکن ہے. (خزائن العرفان)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○

(پ۱۵، رکوع ۹، ۷۹، بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو. خاص تمہارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں.

(کنز الایمان)

مسئلہ: تہجد کی نماز کم سے کم دو رکعتیں اور متوسط چار اور زیادہ آٹھ ہیں. اور سنت یہ ہے کہ دو رکعت کی نیت سے پڑھی جائے.

مسئلہ: اگر آدمی شب کی ایک تہائی عبادت کرنا چاہے اور دو تہائی سونا تو شب کے تین حصے کرے. درمیانی میں تہجد پڑھنا افضل ہے. اور اگر چاہے کہ آدھی رات سوئے اور آدھی رات عبادت کرے تو نصف اخیر افضل ہے.

مسئلہ: جو شخص نماز تہجد کا عادی ہو اس کے لئے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے. (جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے) (خزائن العرفان)

وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ○ (پ۱۵، رکوع ۱۲، ۱۰۹، بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے. (کنز الایمان)

مسئلہ: قرآن کریم کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ ترمذی ونسائی کی حدیث میں ہے کہ وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا جو خوفِ الٰہی سے روئے۔ (خزائن العرفان)

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ
وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ
وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ
عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ
يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ
وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا
تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پ۲۹، رکوع ۱۴ ۲۰، المزمل)

ترجمہ:۔ بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات، کبھی تہائی۔ اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی، اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے

کہ اے مسلمانوں تم سے رات کا شمار نہ ہوسکے گا۔ تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔ اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے۔ اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے، تو جتنا قرآن میسر ہو اتنا پڑھو۔ اور نماز قائم رکھو، اور زکواۃ دو۔ اور اللہ کو اچھا قرض دو اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے نماز میں مطلق قرأت کی فرضیت ثابت ہوئی۔

مسئلہ: اقل درجہ قرأت مفروض ایک بڑی آیت اور تین چھوٹی آیتیں ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے (کنز الایمان)

(پ۳۰، رکوع ۹، ۲۱، انشقاق)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے سننے والے پر، حدیث سے ثابت ہیکہ

پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ خواہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

مسئلہ: سجدۂ تلاوت کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے ہیں۔ مثل طہارت اور قبلہ رو ہونے اور ستر عورت وغیرہ کے۔

مسئلہ: سجدہ کے اول آخر اللہ اکبر کہنا چاہیے۔

مسئلہ: امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اس پر اور مقتدیوں پر اور جو شخص نماز میں نہ ہو اور سن لے اس پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: سجدہ کی جتنی آیتیں پڑھی جائیں گی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔ اگر ایک ہی آیت ایک مجلس میں بار بار پڑھی گئی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ (خزائن العرفان)

بَابُ الْجُمُعَه

نمازِ جمعہ سے متعلق مسائل

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(پ ۲۸، رکوع ۱۲، س ۹ الجمعہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت حرام یعنی ممنوع ہو جاتی

ہے اور دنیا کے تمام مشاغل جو ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب ہوں اس میں داخل ہیں، اذان ہونے کے بعد سب کو ترک کرنا لازم ہے۔

مسئلہ : اس آیت سے نماز جمعہ کی فرضیت اور بیع وغیرہ مشاغل دنیویہ کی حرمت اور سعی واہتمام نماز کا وجوب ثابت ہوا۔

مسئلہ : جمعہ مسلمان مرد مکلف آزاد تندرست مقیم وشہری پر واجب ہے، نابینا، لنگڑے، پر واجب نہیں، صحتِ جمعہ کے لئے سات شرطیں ہیں۔

(۱) شہر جہاں فیصلہ مقدمات کا اختیار رکھنے والا کوئی حاکم موجود ہو، یا فنائے شہر جو شہر سے متصل ہو، اور اہل شہر اس کو اپنے حوائج کے کاموں میں لاتے ہوں۔

(۲) حاکم

(۳) وقت ظہر

(۴) خطبہ وقت کے اندر

(۵) خطبہ کا قبل نماز ہونا، اتنی جماعت میں جو جمعہ کے لئے ضروری ہے۔

(۶) جماعت اور اس کی اقل مقدار تین مرد ہیں سوائے امام کے۔

(۷) اذن عام کہ نمازیوں کو مقام نماز میں آنے سے روکا نہ جائے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ

وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (پ۲۸، رکوع ۱۲، سورہ الجمعہ)

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے، تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا (کنز الایمان)

مسئلہ : اس سے ثابت ہوا کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا چاہیئے۔ (خزائن العرفان)

باب المساجد

مسجدوں کے آداب واحترام سے متعلق مسائل

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (پ ۱ ع ۱۴، ۱۱۴، البقرہ)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے۔ اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہونچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب

مسئلہ : جو شخص مسجد کو ذکر و نماز سے معطل کر دے وہ مسجد کو ویران کرنے والا اور بہت ظالم ہے

مسئلہ : مسجد کی ویرانی جیسے ذکر و نماز سے روکنے سے ہوتی ہے ایسے ہی اس کی عمارت کو نقصان پہونچانے سے اور بے حرمتی کرنے سے بھی۔ (خزائن العرفان)

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○

(پ ۱۱، رکوع ۲، ۱۰۸، التوبہ)

ترجمہ: بیشک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے مراد مسجد قبا ہے جس کی بنا د رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ اور جب تک حضور نے مسجد قبا میں قیام فرمایا اس میں نماز پڑھی، بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ مسجد قبا میں تشریف لاتے تھے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مسجد مدینہ مراد ہے اور اس میں حدیثیں وارد ہیں۔ ان دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں کیوں کہ آیت مسجد قبا میں نازل ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ مسجد مدینہ میں یہ اوصاف نہ ہوں۔

(خزائن العرفان)

باب الصوم

(روزہ سے متعلق مسائل)

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ
عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِیْنَ
یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا
فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ○ (پ۲، رکوع۷، ۱۸۴، البقرہ)

ترجمہ: گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں تو اتنے روزے اور دنوں میں، اور جنہیں اتنی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دے ایک مسکین کا کھانا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے، تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے۔ اگر تم جانو۔ (کنزالایمان)

كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ
فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا
وَاشْرَبُوْا حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ
الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَى
الَّیْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِی
الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ
یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ○
(پ۲، رکوع۷، ۱۸۷، البقرہ)

ترجمہ: روزے کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا۔ وہ تمہاری لباس ہیں، اور تم ان کے لباس۔ اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا۔ تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو۔ اور کھاؤ۔ اور پیؤ۔ یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے۔ سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے۔ لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : مریض کو محض وہم پر افطار جائز نہیں جب تک دلیل یا تجربہ یا غیر ظاہر النفس طبیب کی خبر سے اس کا غلبۂ ظن حاصل نہ ہو کہ روزہ مرض کے طول وزیادتی کا سبب ہوگا۔

مسئلہ : جو بالفعل بیمار نہ ہو لیکن مسلمان طبیب یہ کہے کہ وہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا۔ وہ بھی مریض کے حکم میں ہے۔

مسئلہ : حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اگر روزہ رکھنے سے یا بچے کی جان کا یا اس کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی افطار جائز ہے۔

مسئلہ : جس مسافر نے طلوع فجر سے قبل سفر شروع کیا اس کو روزے کا افطار جائز ہے لیکن جس نے بعد طلوع شروع کیا اس کو اس دن کا افطار جائز نہیں۔ (خزائن العرفان)

مسئلہ : جس بوڑھے مرد یا عورت کو پیرانہ سالی کے ضعف سے روزہ رکھنے کی قدرت نہ رہے اور آئندہ قدرت حاصل ہونے کی امید بھی نہ ہو تو اسے شیخ فانی کہتے ہیں اس کے لئے جائز ہے کہ افطار کرے۔ اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع یعنی ایک سو پچہتر روپیہ اور ایک اٹھنی بھر گیہوں کا یا اس سے دونے جو یا اس کی قیمت بطور فدیہ دے۔

مسئلہ : اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی قوت آگئی۔ تو روزہ واجب ہوگا۔

مسئلہ : اگر شیخ فانی نادار ہو اور فدیہ دینے کی قدرت نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اپنے عفو تقصیر کی دعا کرتا رہے۔ (خزائن العرفان)

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

مسئلہ : صبح صادق تک اجازت دینے میں اشارہ ہے کہ جنابت روزے کے منافی نہیں جس کو بحالت جنابت صبح ہوئی وہ غسل کرے اس کا روزہ جائز ہے۔

مسئلہ : علماء نے اس آیت کو صوم وصال کے روزے کے ممنوع ہونے کی دلیل قرار دی ہے۔

اعتکاف کے متعلق مسائل

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○ (پ۲، رکوع ۷، ۱۸۷، البقرۃ)

ترجمہ:۔ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا۔ وہ تمہاری لباس ہیں۔ اور تم ان کے لباس۔ اللہ نے جانا کہ تم

اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔ اور تمہیں معاف فرمایا۔ تو اب سے صحبت کرو۔ اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو۔ اور کھاؤ اور پیؤ، یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے۔ سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آئتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اعتکاف میں عورتوں سے بوس وکنار حرام ہے۔

مسئلہ: معتکف کو مسجد میں سونا کھانا پینا جائز ہے۔

مسئلہ: عورتوں کا اعتکاف ان کے گھر میں جائز ہے۔

مسئلہ: اعتکاف ہر ایسی مسجد میں جائز ہے جس میں جماعت قائم ہو۔

مسئلہ: اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ (خزائن العرفان)

باب الزکوٰۃ

زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ○

(پ۳، رکوع ۴، آیت ۲۶۷ البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا، اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو۔ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے کسب اباحت اور اموال تجارت میں زکوٰۃ ثابت ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (پ۱۰، رکوع ۱۴، آیت ۶۰، التوبہ)

ترجمہ: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار، اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے۔ اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اللہ کی راہ میں مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے۔ اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے مؤلفۃ القلوب باجماع صحابہ ساقط ہو گئے کیوں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع زمانہ صدیق اکبر میں منعقد ہوا۔

مسئلہ: فقیر وہ ہے جس کے پاس ادنیٰ چیز نہ ہو۔ اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے کھانے کے لئے کچھ ہو اس کو مانگنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ سوال کر سکتا ہے۔ عاملین وہ لوگ ہیں جن کو امام

نے صدقات تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو انہیں امام اتنا دے جتنا کہ ان کے اور ان کے متعلقین کے لئے کافی ہو۔

مسئلہ: اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

مسئلہ: عامل سید ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔

مسئلہ: مؤلفۃ القلوب باجماع صحابہ ساقط ہو گئے۔ کیوں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی یہ اجماع زمانۂ صدیق اکبر میں منعقد ہوا۔

مسئلہ: گردنیں چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مکاتب کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کر دی ہو کہ اس قدر ادا کریں تو آزاد ہیں۔ وہ بھی مستحق ہیں ان کو آزاد کرانے کے لئے مال زکوٰۃ دیا جائے۔

مسئلہ: قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں۔ انہیں ادائے قرض میں مال زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔

مسئلہ: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے ساز و سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صرف مراد ہے۔

مسئلہ: ابن السبیل سے وہ مسافر مراد ہیں جن کے پاس مال نہ ہو۔ اور دینی نادار طلبا بھی۔

مسئلہ: زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک قسم کو دے۔

مسئلہ: زکوٰۃ انہیں لوگوں کے لئے خاص کی گئی ہے تو ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے گی۔ نہ مسجد کی تعمیر میں نہ مردے کے کفن میں نہ ان کے قرض کی ادا میں۔

مسئلہ: زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے گی۔ اور نہ آدمی اپنی بیوی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔ (تفسیر احمدی و مدارک، خزائن العرفان)

باب الحج

(حج سے متعلق مسائل)

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ○ (پ۲، رکوع ۳، ۱۵۸ البقرہ)

ترجمہ:۔ بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: سعی (صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا) واجب ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ اس کے ترک سے دم دینا یعنی قربانی واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: صفا و مروہ کے درمیان سعی حج و عمرہ دونوں میں لازم ہے، فرق یہ ہے کہ حج کے اندر عرفات میں جانا اور وہاں سے طواف کعبہ کے لئے شرط ہے، اور عمرہ کے لئے عرفات میں جانا شرط نہیں۔

مسئلہ: عمرہ کرنے والا اگر بیرون مکہ سے آئے تو اس کو براہ راست مکہ میں آکر طواف کرنا چاہیئے، اور اگر مکہ کا ساکن ہو تو اس کو چاہیئے کہ حرم سے باہر جائے۔ اور وہاں سے طواف کعبہ کے لئے احرام باندھ کر آئے۔ حج و عمرہ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ حج سال میں ایک ہی مرتبہ ہوسکتا ہے، کیوں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ میں جانا جو حج میں شرط ہے وہ سال میں ایک مرتبہ ہی ممکن ہے، اور عمرہ ہر دن ہوسکتا ہے، اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں۔ (خزائن العرفان)

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ

إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

(پ۲، رکوع ۸، آیت ۱۹۶، البقرہ)

ترجمہ:۔ اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔ پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے۔ اور اپنے سر نہ منڈاؤ۔ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہونچ جائے۔ پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات، یا قربانی۔ پھر جب تم اطمینان سے ہو تو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے۔ اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے۔ پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے۔ اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم اس کے لئے ہے۔ جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: حج بقول راجح سنہ ۹ھ میں فرض ہوا۔ اس کی فرضیت قطعی ہے۔ حج کے فرائض یہ ہیں۔ (۱) احرام (۲) عرفہ میں وقوف (۳) طواف زیارت۔

حج کے واجبات یہ ہیں۔ (۱) مزدلفہ میں وقوف (۲) صفا و مروہ کے درمیان سعی۔ (۳) رمی جمار (۴) اور آفاقی کے لئے طواف رجوع (۵) اور حلق یا تقصیر۔

عمرہ کے رکن طواف و سعی ہیں۔ اور ان کی شرط احرام و حلق ہے۔

حج و عمرہ کے چار طریقے ہیں۔ (۱) افراد بالحج۔ وہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں یا ان سے قبل میقات سے یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اور دل سے اس کی نیت کرے۔ خواہ زبان سے تلبیہ کے وقت اس کا نام لے یا نہ لے۔

(۲) افراد بالعمرہ وہ یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا ان سے قبل عمرہ کا احرام باندھے۔ اور دل سے اس کا قصد کرے۔ خواہ وقت تلبیہ اس کا ذکر کرے یا نہ کرے اور اس کے لئے اشہر حج میں یا اس سے قبل طواف کرے خواہ اس سال میں حج کرے یا نہ کرے مگر حج و عمرہ کے درمیان المام صحیح کرے اس طرح کہ اپنے اہل کی طرف حلال ہو کر واپس ہو۔

(۳) قران۔ یہ ہے کہ حج و عمرہ دونوں کو ایک احرام میں جمع کرے اور وہ احرام میقات سے باندھا ہو۔ یا اس سے قبل اشہر حج میں یا اس سے قبل اوّل سے حج و عمرہ دونوں کی نیت ہو، خواہ وقت تلبیہ دونوں کا ذکر زبان سے کرے یا نہ کرے پہلے عمرہ کے افعال ادا کرے پھر حج کے۔

(۴) تمتع یہ کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں اس سے قبل عمرہ کا احرام باندھے۔ اور اشہر حج میں عمرہ کرے۔ یا اکثر طواف اس کے اشہر حج میں ہوں۔ اور حلال ہو کر حج کے لئے احرام باندھے اور اس سال حج کرے۔ اور حج و عمرہ کے درمیان اپنے اہل کے ساتھ المام صحیح نہ کرے۔

(مسکین و فتح)

مسئلہ: اس آیت سے علماء نے قران ثابت کیا ہے۔

مسئلہ: اہل مکہ کے لئے نہ قِران ہے نہ تمتع۔ اور حدود مواقیت کے رہنے والے اہل مکہ میں داخل ہیں۔ مواقیت پانچ ہیں۔ (۱) ذوالحلیفہ (۲) ذات عرق، (۳) جحفہ (۴) قرن۔ (۵) یلملم۔ ذوالحلیفہ اہل مدینہ کے لئے، ذات عرق اہل عراق کے لئے۔ جحفہ اہل شام کے لئے۔ قرن اہل نجد کے لئے۔ یلملم اہل یمن کے لئے۔

مسئلہ: حج کو اپنے اوپر لازم وواجب کرے، احرام باندھ کر یا تلبیہ کہہ کر ہدی چلا کر اس پر یہ چیزیں لازمی ہیں۔ جن کا ذکر اسی باب میں آگے ہے۔

مسئلہ: جب تک تجارت سے افعال حج کی ادا میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت مباح ہے۔

مسئلہ: عرفات میں وقوف فرض ہے۔ کیوں کہ افاضہ بلا وقوف متصور نہیں۔ (خزائن العرفان)

طریق حج کا مختصر بیان

طریق حج کا مختصر بیان یہ ہے کہ حاجی ۸ ذی الحجہ کو صبح سے مکہ سے روانہ ہو۔ وہاں عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ

تک ٹھہرے، اور اسی روز منیٰ سے عرفات آئے۔ بعد زوال امام دو خطبہ پڑھے یہاں حاجی ظہر و عصر کی نماز امام کے ساتھ ظہر کے وقت ایک ساتھ جمع کر کے پڑھے ان دونوں نمازوں کے لئے اذان ایک ہوگی اور تکبیریں دو۔ اور دونوں نمازوں کے درمیان سنت ظہر کے سوا کوئی نفل نہ پڑھی جائے اس جمع کے لئے امام اعظم ضروری ہے۔ اگر امام اعظم نہ ہو یا گمراہ بدمذہب ہو تو ہر نماز علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے وقتوں پر پڑھی جائے۔ اور عرفات میں غروب تک ٹھہرے پھر مزدلفہ کی طرف لوٹے۔ اور جبل قزح کے قریب اترے۔ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے عشاء کے وقت پڑھے۔ اور فجر کی نماز خوب اول وقت اندھیرے میں پڑھے اور وادی محسر کے سوا تمام مزدلفہ اور بطن عرفہ کے سوا تمام عرفات موقف ہے جب صبح خوب روشن ہو تو روز نحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف آئے اور بطن وادی سے جمرۂ عقبہ کی سات مرتبہ رمی کرے پھر اگر چاہے قربانی کرے پھر بال منڈائے یا کترائے' پھر ایام نحر میں سے کسی دن طواف زیارت کرے پھر منیٰ آ کر تین روز اقامت کرے اور گیارھویں کے زوال کے بعد تینوں جمروں کی رمی کرے اس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد کے قریب ہے پھر جو اسکے بعد ہے پھر جمرۂ عقبہ ہر ایک کی سات سات مرتبہ پھر اگلے روز ایسا ہی کرے پھر اگلے روز ایسا ہی۔ پھر مکہ مکرمہ کی طرف چلا آئے۔ (تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے)

مسئلہ: اس آیت سے ذکر جہر اور ذکر جماعت ثابت ہے۔

> اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (پ۴، رکوع ا، ۹۶ آل عمران)
>
> ترجمہ: بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا۔ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اسکے لئے **استطاعت شرط** ہے۔ حدیث شریف میں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل زاد راحلہ سے فرمائی۔ زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیئے کہ جاکر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے علاوہ ہونا چاہیئے۔ راہ کی امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

(پ، رکوع ۳، ۹۵ المائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو۔ اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے، تم میں کے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں۔ یہ قربانی ہو کعبہ کو پہونچتی۔ یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے اللہ نے معاف کیا جو ہو گذرا اور جو اب کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: محرم کو شکار یعنی خشکی کے کسی بھی وحشی جانور کو مارنا حرام ہے۔

مسئلہ: جانور کی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کاٹنے والا کتا اور کوا اور بچھو، چیل اور چوہا اور بھیڑیا اور سانپ ان جانوروں کو حدیث میں فواسق فرمایا گیا ہے اور ان کے قتل کی اجازت دی گئی۔

مسئلہ: حالت احرام میں جن جانوروں کو مارنا ممنوع ہے۔ وہ ہر حال میں ممنوع ہے، عمداً یا خطاً۔ عمداً کا حکم تو اس آیت سے معلوم ہوا۔ اور خطاً کا حکم احادیث شریف سے۔

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ شکار کی قیمت کا غلہ خرید کر مسکین کو اس طرح دے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر پہونچے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کی قیمت میں مسکینوں کے ایسے جتنے حصے ہوتے تھے اتنے ہی روزے رکھے۔ (خزائن العرفان)

مقامِ قبولِ دُعا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (پ، رکوع ۱۵، ۱۲۸، البقرۃ)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا، اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع

فرمایا بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔
(کنزالایمان)

مسئلہ : یہ جگہ (مقام ابراہیم) قبول دعا کی ہے۔ اور یہاں دعا و توبہ سنت ابراہیمی ہے
(خزائن العرفان)

باب الذبح

(ذبح سے متعلق مسائل)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ، قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ ، عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ○

(پ۱، رکوع ۸ ۶۸ البقرۃ)

ترجمہ:۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے گائے کیسی کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : غیبی فیض قربانی اور خیرات کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ : راہ خدا میں نفیس مال دینا چاہیئے۔

مسئلہ : گائے کی قربانی افضل ہے۔ (خزائن العرفان)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (پ ۶ رکوع ۵ سورۃ المائدہ)

ترجمہ: اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا۔ تم فرمادو کہ حلال کی گئی تمہارے لئے پاک چیزیں۔ اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لئے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس سے انہیں سکھاتے۔ تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لئے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : تیر سے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر تیر مارا اور اس سے شکار مجروح ہو کر مر گیا۔ تو حلال ہے۔ اور اگر نہ مرا تو دوبارہ اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اگر اس پر بسم اللہ نہ پڑھی یا تیر کا زخم اس کو نہ لگا یا زندہ پانے کے بعد اس کو ذبح نہ کیا تو ان سب

صورتوں میں حرام ہے۔

مسئلہ: مسلم وکتابی کا ذبیحہ حلال ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ (مگر اس زمانے کے کتابی مشرک ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔ (خزائن العرفان)

باب النکاح

نکاح سے متعلق مسائل

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○

(پ۲ رکوع ۱۱، ۲۲۱، البقرہ)

ترجمہ: اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو۔ اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں، اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔ وہ دوزخ

کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں بیان کرتا ہے لوگوں کے لئے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: مسلمان عورت کا نکاح مشرک و کافر کے ساتھ باطل و حرام ہے۔ (خزائن العرفان)

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ فَرِيْضَةً ښ وَّمَتِّعُوْھُنَّ ۚ عَلَي الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَي الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ ○

(پ۲، رکوع ۱۵، آیت ۲۳۶ البقرہ)

ترجمہ: تم پر کچھ مطالبہ نہیں تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو۔ اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق، اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز، یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اگر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی تو مہر لازم نہیں، اور خلوت صحیحہ اس کے حکم میں ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ذکر مہر بھی نکاح درست ہے۔ مگر اس صورت میں بعد نکاح مہر معین کرنا ہوگا اور ایسا نہ کیا تو بعد دخول مہر لازم ہو جائے گا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

(پ۴، رکوع ۱۲، س۴، النساء)

ترجمہ: اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں، دو دو اور تین تین اور چار چار، پھر اگر ڈرو کہ دو بی بیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح جائز ہے خواہ وہ حرّہ ہو یا امہ یعنی باندی۔

مسئلہ: تمام امت کا اجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص اسلام لائے ان کے آٹھ بیبیاں تھیں، حضور نے فرمایا،

ان میں سے چار کو رکھنا۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ غیلان بن سلمٰی ثقفی اسلام لائے ان کے دس بیویاں تھیں وہ سب ساتھ مسلمان ہوئیں، حضور نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل فرض ہے۔ نئی، پرانی، باکرہ، ثیبہ سب استحقاق میں برابر ہیں۔ یہ عدل لباس میں کھانے پینے میں، سکنٰی یعنی رہنے کی جگہ میں اور رات کو رہنے میں لازم ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

مسئلہ: عورتوں کو اختیار ہے وہ اپنے مہر کا کوئی جزء شوہر کو ہبہ کر دیں یا کل مہر، مگر مہر بخشوانے کے لئے انہیں مجبور کرنا، ان کے ساتھ بدخلقی کرنا نہ چاہیئے کیوں کہ اللہ تعالٰی نے طبن لکم فرمایا جس کے معنی ہیں دل کی خوشی سے معاف کرنا۔ (خزائن العرفان)

وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝

(پ۴، رکوع ۱۴، س۴ النساء)

ترجمہ: اور کیوں کر اسے واپس لوگے، حالاں کہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو لیا۔ اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ خلوت صحیحہ سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۚ

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ
مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۝

(پ۵، رکوع ۱، ۲۴، النساء)

ترجمہ: اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو رہیں وہ حلال ہیں تمہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو. قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو. ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو. اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: نکاح میں مہر ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر مہر معین نہ کیا ہو جب مہر واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: مہر مال ہی ہوتا ہے نہ کہ خدمت و تعلیم وغیرہ چیزیں مال نہیں ہیں۔

مسئلہ: اتنا قلیل کہ جس کو مال نہ کہا جائے مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا. حضرت جابر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مہر کی ادنیٰ مقدار دس درہم ہے اس سے کم نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ
الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ
الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ
بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ
الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ
تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝

(پ۵، رکوع ۱، ۲۵، النساء)

ترجمہ: اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں، تو ان سے نکاح کرے، جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں۔ ایمان والی کنیزیں. اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے. تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسبِ دستور ان کے مہر انہیں دو. قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی. جب وہ قید میں آجائیں، پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے۔ جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے. اور صبر

کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: جو شخص حرّہ سے نکاح کی وسعت رکھتا ہو اس کو بھی مسلمان باندی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اس آیت سے تو نہیں ہے مگر اوپر کی آیت سے ثابت ہے۔

مسئلہ: ایسے ہی کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے۔ اور مومنہ کے ساتھ افضل و مستحب ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ باندی کو اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کا حق نہیں اسی طرح غلام کو بھی۔ (خزائن العرفان)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○

(پ۵، رکوع ۳، س۳۴، النساء)

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس سلئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔ تو انہیں سمجھاؤ۔ اور ان سے الگ سوؤ۔ اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے نفقے مردوں پر واجب ہیں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ○

(پ۵، رکوع ۳، س۳۵، النساء)

ترجمہ: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو۔ تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو۔ اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے۔ تو اللہ ان میں میل کر دے گا بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: ثالث کو زوجین میں تفریق کرنے کا اختیار نہیں۔ (خزائن العرفان)

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○

(پ۲۰، رکوع ۶، ۲۷ القصص)

ترجمہ: کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں، اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس برس کرو تو تمہاری طرف سے ہے۔ اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے انشاء اللہ تم مجھے نیکوں سے پاؤ گے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: عقد کے لئے صیغۂ ماضی ضروری ہے۔

مسئلہ: اور ایسے ہی منکوحہ کی تعیین بھی ضروری ہے۔

مسئلہ: آزاد مرد کا آزاد عورت سے کسی آزاد شخص کی خدمت کرنے یا بکریاں چرانے کو مہر قرار دے کر نکاح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اور اگر آزاد مرد نے کسی مدت تک عورت کی خدمت کرنے کو یا قرآن کی تعلیم کو مہر قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح جائز ہے، اور یہ چیزیں مہر نہ ہو سکیں گی بلکہ اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا۔ (خزائن العرفان)

مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَیۡنِ فِیۡ جَوۡفِہٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزۡوَاجَکُمُ الّٰٓیِٴۡ تُظٰہِرُوۡنَ مِنۡہُنَّ اُمَّہٰتِکُمۡ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدۡعِیَآءَکُمۡ اَبۡنَآءَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ قَوۡلُکُمۡ بِاَفۡوَاہِکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَ ہُوَ یَہۡدِی السَّبِیۡلَ ○

ترجمہ: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔ اور تمہاری ان عورتوں کو جنہیں تم ماں کے برابر کہہ دو تمہاری ماں نہ بنایا۔ اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے۔ اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ (کنز الایمان)

(پ۲۱ رکوع ۱۱، ۴ الاحزاب)

مسئلہ: ظہار سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔ لیکن کفارہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت سے علیحدہ رہنا اور اس سے تمتع نہ کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے، اور یہ میسر نہ ہو تو متواتر دو مہینے کے روزے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

مسئلہ: کفارہ ادا ہونے کے بعد عورت سے قربت اور تمتع حلال ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ظہار منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور یہ تشبیہ ایسے عضو میں ہو جس کو دیکھنا اور چھونا جائز نہیں مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ یا پیٹ کے مثل ہے۔ تو وہ مظاہر ہو گیا۔ (خزائن العرفان)

بَابُ الطَّلَاقِ

(طلاق سے متعلق مسائل)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ
وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ
اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا
يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا
افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ
مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

(پ۲، رکوع ۱۳، آیت ۲۲۹، البقرہ)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے۔ پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے

یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو۔ مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک اپنی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔
(کنز الایمان)

مسئلہ: خلع طلاق بائن ہوتا ہے۔

مسئلہ: خلع میں لفظ خلع کا ذکر ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر جدائی کی طلب گار عورت ہو تو خلع میں مقدار مہر سے زائد لینا مکروہ ہے۔ اور اگر عورت کی طرف سے شوہر پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جاتی ہے اب نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح جب تک کہ حلالہ نہ ہو یعنی بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے، اور وہ بعد صحبت طلاق دے پھر عدت گذرے۔ (خزائن العرفان)

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ
فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

(پ۲۱، رکوع ۲، آیت ۲۹، الاحزاب)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اور جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

مسئلہ : جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ اس کو قبل دخول طلاق دی تو ایک جوڑا دینا ہوگا جس میں تین کپڑے ہوں۔ (خزائن العرفان)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

(پ ۲۱ ، رکوع ۲۰ ، ۳۰ الاحزاب)

ترجمہ:۔ اے نبی کی بی بیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا۔ اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اسی لئے عالم کا گناہ جاہل سے زیادہ قبیح ہوتا ہے۔ اور اسی لئے آزادوں کی سزا شریعت میں غلاموں سے زیادہ مقرر ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بی بیاں تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اس لئے ان کی ادنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔

فائدہ جلیلہ : لفظ فاحشہ جب معرفہ ہوکر وارد ہو تو اس سے زنا اور لواطت مراد ہوتے ہیں اور جب موصوف ہوکر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فساد معاشرت مراد ہوتا ہے اس آیت میں نکرہ موصوفہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے (جمل وغیرہ خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝

(پ ۲۲ ، رکوع ۳ ، ۴۹ الاحزاب)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو۔ تو تمہارے لئے کچھ عدت نہیں جسے گنو۔ تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو قبل قربت طلاق دی اس پر عدت واجب نہیں۔

مسئلہ : خلوت صحیحہ قربت کے حکم میں ہے تو اگر خلوت صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہوگی اگرچہ مباشرت نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ : یہ حکم مومنہ کتابیہ کے لئے عام ہے۔ لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف مشیر ہے کہ نکاح کرنا مومنہ سے اولیٰ ہے۔

مسئلہ : مہر مقرر ہو چکا تھا۔ تو قبل خلوت طلاق دینے سے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور ایک جوڑا جس میں تین کپڑے ہوں گے (خزائن العرفان)

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا

قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

(پ۲۸، رکوع ۱، س۳ المجادلہ)

ترجمہ:۔ اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اسکے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ باندی سے ظہار نہیں۔ اگر اس کو محرمات سے تشبیہ دے تو مظاہر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس کفارہ کے دینے سے پہلے وطی اور اس کے دواعی حرام ہیں۔
خزائن العرفان

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ○ (پ۲۸، رکوع ۱۷، س۱، الطلاق)

ترجمہ:۔ اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔ اور عدت کا شمار رکھو، اور اپنے رب اللہ سے ڈرو، عدت میں انہیں ان کے گھر سے نہ نکالو، اور نہ وہ آپ نکلیں۔ مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا۔ بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: غیر مدخولہ پر عدت نہیں۔ باقی تینوں قسم کی عورتیں جو ذکر کی گئیں۔ انہیں ایام نہیں ہوتے تو ان کی عدت حیض سے شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ: غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا جائز ہے آیت میں جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد ایسی غیر مدخول بہا عورتیں ہیں جن کی عدت حیض سے شمار کی جائے انہیں طلاق دینا ایسے طہر میں دیں جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ پھر عدت گذرنے تک ان سے تعرض نہ کریں اس کو طلاق احسن کہتے ہیں۔

طلاق حسن غیر موطوءہ عورت یعنی جس سے شوہر نے قربت نہ کی ہو۔ اس کو ایک طلاق دینا طلاق حسن ہے خواہ یہ طلاق حیض میں ہو اور موطوءہ عورت اگر صاحب حیض ہو تو اسے تین طلاقیں ایسے تین طہروں میں دینا جس میں ان سے قربت نہ کی گئی ہو، طلاق حسن ہے۔ اور اگر موطوءہ صاحب حیض نہ ہو تو

اس کو تین طلاقیں تین مہینوں میں دینا طلاق حسن ہے۔

طلاق بدعی: طلاق بدعی مکروہ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔ اور ایسی طلاقیں دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

مسئلہ: عورت کو عدت شوہر کے گھر پوری کرنا لازم ہے۔ نہ شوہر کو جائز ہے کہ مطلقہ کو عدت میں گھر سے نکالے۔ اور نہ عورتوں کو وہاں سے خود نکلنا روا ہے۔

مسئلہ: اگر عورت فحش ہے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اس کو نکالنا جائز ہے کیوں کہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاق رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے لیکن شب گذارنا اس کو شوہر کے گھر ہی میں ضروری ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے اور زیادہ بہتر ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو۔

مسئلہ: اگر شوہر فاسق ہو، یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر کو اس مکان سے چلا جانا بہتر ہے۔

(خزائن العرفان)

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ
فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ
وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ

حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ
اَمْرِهٖ یُسْرًا ○

(پ۲۸، رکوع ۱۷، سـ۴ الطلاق)

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ وہ عورت طلاق کی ہو یا وفات کی۔

(خزائن العرفان)

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ
وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ
حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ
اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ
بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ○

(پ۲۸، رکوع ۱۷، سـ۶ الطلاق)

ترجمہ :۔ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو، اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرات دو، اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو، پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : طلاق دی ہوئی عورت کو تا عدت رہنے کے لئے اس کے حسب حیثیت مکان دینا شوہر پر واجب ہے۔ اور اس زمانہ میں نفقہ دینا بھی واجب ہے۔

مسئلہ : نفقہ جیسا حاملہ کو دینا واجب ہے ایسے ہی غیر حاملہ کو بھی خواہ اسے طلاق رجعی دی ہو یا بائن۔ (خزائن العرفان)

باب الجہاد

جہاد سے متعلق مسائل

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۲، رکوع ۱۰، ۲۱۶، البقرۃ)

ترجمہ : تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا، اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے، اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے۔ اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔ (خزائن العرفان)

مسئلہ : جہاد فرض ہے جب اس کے شرائط پائے جائیں۔ اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر

چڑھائی کریں. تو جہاد فرض عین ہوجاتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔ (خزائن العرفان)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ
فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ
حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ
يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ
فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

(پ۲، رکوع ۱۰، ۲۱۷، البقرہ)

ترجمہ:۔ تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اور اللہ کی راہ سے روکنا. اور اس پر ایمان نہ لانا، اور مسجد حرام سے روکنا، اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا. اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں. اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے. اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں. اگر بن پڑے

اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے، پھر کافر ہوکر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا. دنیا میں، اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں. انہیں اس میں ہمیشہ رہنا. (کنزالایمان)

مسئلہ: ماہ حرام میں **جنگ کی حرمت کا حکم** آیہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم سے منسوخ ہوگیا. (خزائن العرفان)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ
لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ
الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ
اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْقِلُوْنَ ○

(پارہ ۴. رکوع ۳، ۱۱۸، آل عمران)

ترجمہ: اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ. وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے. ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہونچے، بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا. اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں. اور بڑا ہے. ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو (کنزالایمان)

مسئلہ: کفار سے دوستی و محبت کرنا اور انہیں اپنا راز دار بنانا ناجائز و ممنوع ہے۔ (خزائن العرفان)

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ؗ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

(پ۴، رکوع ۳، ۱۲۰، آل عمران)

ترجمہ: تمہیں کوئی بھلائی پہونچے تو انہیں برا لگے، اور تم کو برائی پہونچے تو اس پر خوش ہوں۔ اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کیئے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ بیشک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔ کنزالایمان۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے مقابلے میں صبر و تقویٰ ہی کام آتا ہے۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

(پ۴ ع ۷، ۱۴۹ آل عمران)

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے۔ پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کفار سے علحدگی اختیار کریں اور ہرگز ان کے رائے مشوروں پہ عمل نہ کریں، اور ان کے کہنے پر نہ چلیں۔ (خزائن العرفان)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

(پ۴، رکوع ۸، ۱۵۹ آل عمران)

ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔ تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو۔ اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو۔ تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک

توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : اس سے اجتہاد کا جواز اور قیاس کا حجت ہونا ثابت ہوا۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ مشورہ توکل کے خلاف نہیں۔ (خزائن العرفان)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا ○ (پ۵ رکوع ۷، ۴ النساء)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو ہوشیاری سے کام لو۔ پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہوکر نکلو۔ یا اکٹھے چلو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے مقابلے میں اپنی حفاظت کی تدبیر جائز ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ (پ۶، رکوع ۱۲، ۵ المائدہ)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے انصافوں

کو راہ نہیں دیتا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : اس آیت سے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات یعنی ان کی مدد کرنا ان سے مدد چاہنا ان کے ساتھ روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ (خزائن العرفان)

باب الشہداء

(شہداء سے متعلق مسائل)

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (پ۱، رکوع ۶، ۵۹ البقرۃ)

ترجمہ: تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی۔ اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا۔ بدلہ ان کی بے حکمی کا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: طاعون پچھلی امتوں کے عذاب کا بقیہ ہے جب تمہارے شہر میں واقع ہو تو وہاں سے نہ بھاگو، اور دوسرے شہر میں ہو تو وہاں نہ جاؤ۔

مسئلہ: جو لوگ مقام وبار میں رضائے الٰہی پر صابر رہیں اگر وبا سے محفوظ رہیں جب بھی انہیں شہادت کا ثواب ملے گا۔ (خزائن العرفان)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (پ۲، رکوع ۳، ۱۵۴ البقرہ)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو قبر میں جنتیں ملتی ہیں۔

مسئلہ: شہید وہ مکلّف مسلمان ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو۔ اور اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہوا ہو، یا معرکۂ جنگ میں مردہ یا زخمی پایا گیا اور اس نے کچھ آسائش نہ پائی تو اس پر دنیا میں یہ احکام ہیں کہ ان کو غسل دیا جائے نہ کفن، اپنے کپڑوں میں ہی رکھا جائے، آخرت میں شہید کا بڑا درجہ ہے بعض شہدا تو وہ ہیں کہ ان پر تو دنیا میں یہ احکام جاری نہیں ہوئے لیکن آخرت میں ان کے لئے شہادت کا درجہ ہے۔ جیسے ڈوب کر، یا جل کر، یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، طالب علم، سفرحج، قرض، راہ حق میں مرنے والا، اور نفاس میں مرنے والی عورت اور پیٹ مرض اور طاعون اور ذات الجنب اور سل میں اور جمعہ کے دن مرنے والے وغیرہ۔ (خزائن العرفان)

بَابُ الْبُیُوْع

خرید و فروخت سے متعلق مسائل

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ○

(پ۱، رکوع ۲، آیت ۱۶، البقرہ)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا۔ اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے بیع تعاطی کا جواز ثابت ہوا۔ یعنی خرید و فروخت کے الفاظ کہے بغیر رضامندی سے ایک چیز کے بدلے دوسری چیز لینا جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(پ۴، رکوع ۵، آیت ۱۳۰، آل عمران)

ترجمہ: اے ایمان والو سود دونا دون کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس میں سود کی ممانعت فرمائی گئی ہے مع توبیخ کے اس زیادتی پر جو اس زمانے میں معمول تھی کہ جب میعاد آجاتی تھی اور قرضدار کے پاس ادا کی کوئی شکل نہ ہوتی تھی۔ تو قرض خواہ مال زیادہ کر کے مدت بڑھا دیتے اور ایسا بار بار کرتے جیسا کہ اس ملک کے سود خوار کرتے ہیں اور اس کو سود در سود کہتے ہیں۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

(خزائن العرفان)

باب القتل والقصاص

قتل وقصاص سے متعلق مسائل

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (پ۱ رکوع ۶، ۵۲ البقرہ)

پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: مرتد کی سزا قتل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت قتل و خونریزی سے بھی سخت تر جرم ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۚ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ (پ۱ رکوع ۹، ۷۲ البقرہ)

ترجمہ: اور جب تم نے ایک خون کیا۔ تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے۔ اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا۔ جو تم چھپاتے تھے (کنز الایمان)

مسئلہ: قاتل مقتول کی میراث سے محروم رہے گا۔

مسئلہ: اگر عادل نے باغی کو قتل کیا یا کسی حملہ آور سے جان بچانے کے لئے مدافعت کی اس میں وہ قتل ہو گیا۔ تو مقتول کی میراث سے محروم نہ ہو گا۔ (خزائن العرفان)

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

خَلَاقٍ ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(پ۱، رکوع ۱۲، ۱۰۲ البقرۃ)

ترجمہ:۔ اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا۔ ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت ماروت پر اترا۔ اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش میں ہیں، تو اپنا ایمان نہ رکھو۔ تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں۔ اور اس سے ضرر نہیں پہونچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا۔ نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں۔ کسی طرح انہیں علم ہوتا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: جو سحر کفر ہے اس کا عامل اگر مرد ہے تو قتل کر دیا جائے گا۔

مسئلہ: جو سحر کفر نہیں مگر اس سے جانیں ہلاک کی جاتی ہیں اس کا عامل قطاع طریق کے حکم میں ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

مسئلہ: جادوگر کی توبہ قبول ہے۔

مسئلہ: مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تاثیرات و اسباب تحت مشیت ہیں۔ (خزائن العرفان)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(پ۲، رکوع ۶۔ ۱۷۵ البقرۃ)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔ آزاد کے بدلے آزاد، اور غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضہ ہو۔ اور اچھی طرح ادا۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے۔ اور تم پر رحمت۔ تو اس کے بعد جو زیادتی کرے۔ اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: ولی مقتول کو اختیار ہے کہ خواہ قاتل کو بے عوض معاف کر دے یا مال پر صلح کر لے اگر اس پر وہ راضی نہ ہو تو قصاص ہی فرض رہے گا۔

مسئلہ: اگر مقتول کے سارے اولیاء قصاص معاف کر دیں تو قاتل پر کچھ لازم نہیں رہتا۔

مسئلہ : اگر مال پر صلح کریں تو قصاص لازم نہیں رہتا۔ ساقط ہوجاتا ہے اور مال واجب ہوجاتا ہے

مسئلہ : ولی مقتول کو قاتل کا بھائی فرمانے میں دلالت ہے اس پر کہ قتل اگرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے اخوتِ ایمانی قطع نہیں ہوتی۔ اس میں خوارج کا ابطال ہے، جو مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔

(خزائن العرفان)

بقیع
MARCH 2008
167

مسائل خزائن العرفان

حصّہ دوم

از افادات

حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

ترتیب

مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری
مولوی محمد رضوان القادری نعیمی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799
Website : www.ishaateislam.net

مسائل خزائن العرفان

﴿حصہ دوم﴾

از افادات

حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

ترتیب

مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری   مولوی محمد رضوان القادری نعیمی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	مسائل خزائن العرفان (حصہ دوم)
از افادات	:	حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ
ترتیب	:	مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری، مولوی محمد رضوان القادری نعیمی
سن اشاعت	:	ربیع الاول ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۰۸ء
تعداد	:	۲۴۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website:www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔ اور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے۔



فہرست مضامین مسائل خزائن العرفان



باب الشَّہَادَۃ

شہادت و گواہی سے متعلق مسائل

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا
جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ
يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ
كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پ۲، رکوع ۱، ۱۴۳، البقرہ)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان

گواہ، اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔ اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی۔ اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے۔ بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر والا ہے۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: دنیا میں تو یہ کہ مسلمان کی شہادت مومن کافر سب کے حق میں شرعاً معتبر ہے اور کافر کی شہادت مسلمان پر معتبر نہیں۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس امت کا اجماع حجت لازم القبول ہے۔

مسئلہ: اموات کے حق میں بھی اس امت کی شہادت معتبر ہے رحمت و عذاب کے فرشتے ان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

مسئلہ: تمام شہادتیں صلحائے امت اور اہل صدق کے ساتھ خاص ہیں۔ اور ان کے معتبر ہونے کے لیئے زبان کی نگہداشت شرط ہے۔

مسئلہ: اشیائے معروفہ میں شہادت تسامع کے ساتھ بھی معتبر ہے، یعنی جن چیزوں کا علم یقینی سننے سے حاصل ہو اس پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: اموات کے حق میں بھی اس امت کی شہادت معتبر ہے، رحمت و عذاب کے فرشتے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ صحاح کی حدیث میں ہے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گذرا اصحاب نے اس کی تعریف کی حضور نے فرمایا کہ واجب ہوئی۔ پھر دوسرا جنازہ گذرا،

حضور نے فرمایا واجب ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا چیز واجب ہوئی۔؟ تو حضور نے فرمایا پہلے جنازہ کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوئی۔ دوسرے کی تم نے برائی بیان کی اس کے لیئے دوزخ واجب ہوئی۔ تم زمین میں اللہ کے شہداء اور گواہ ہو۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مسئلہ: یہ تمام شہادتیں صلحائے امت اور اہل صدق کے ساتھ خاص ہیں۔ اور ان کے معتبر ہونے کے لیئے زبان کی نگہداشت شرط ہے۔ جو لوگ زبان کی احتیاط نہیں کرتے اور بے جا خلافِ شرع کلمات ان کی زبان سے نکلتے ہیں، اور ناحق لعنت کرتے ہیں صحاح کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز نہ وہ شافع ہوں گے اور نہ شاہد۔ اس امت کی ایک شان یہ بھی ہے کہ آخرت میں جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہونچانے والے نہیں آئے، تو وہ انکار کریں گے انبیاء علیہم السلام کہیں گے یہ جھوٹے ہیں ہم نے انہیں تبلیغ کی اس پر ان سے دلیل طلب کی جائے گی وہ عرض کریں گے کہ امت محمدیہ ہماری شاہد ہے۔ یہ امت پیغمبروں کی شہادت دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی۔ اس پر گذشتہ امت کے کفار کہیں گے انہیں کیا معلوم یہ ہم سے بعد میں ہوئے تھے دریافت فرمایا جائے گا کہ تم کیسے جانتے ہو، یہ عرض کریں گے کہ یارب تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، قرآن پاک نازل فرمایا اور ان کے ذریعہ سے ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء نے فرض تبلیغ علیٰ وجہ الکمال ادا کیا، پھر سید انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کی نسبت دریافت فرمایا جائے گا، حضور اس کی تصدیق فرمائیں گے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (پ ۱، رکوع ۱۲، ۱۱۱، البقرۃ)

ترجمہ: اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔ یہ ان کی خیال بندیاں ہیں۔ تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نفی کے مدعی کو بھی دلیل لانا ضروری ہے بغیر اس کے دعویٰ باطل اور نامسموع ہوگا۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ

اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہیئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔ (کنزالایمان)

(پ ۳، رکوع ۷، ۲۸۲، البقرۃ)

مسئلہ: تنہا عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ وہ چار کیوں نہ ہوں۔ مگر جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے کہ بچہ جننا، باکرہ ہونا، اور نسیانی عیوب اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادائے شہادت فرض ہے جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہوں کو چھپانا جائز نہیں۔ یہ حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے لیکن حدود میں گواہ کو اظہار و اخفا کا اختیار ہے۔ بلکہ اخفا افضل ہے حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلے اللہ

۱؎ فائدہ: نہ لکھنے کی صورت میں بات بگڑ سکتی ہے جس میں گواہ و شہادت کی ضرورت پڑ جائے۔

باب الرضاعة

رضاعت سے متعلق مسائل

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

(پ۲۶، رکوع ۲، ع۱۵، احقاف)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے

اور اسے اٹھائے پھرنا، اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہونچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تونے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی۔ اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ۔ میں تیری طرف رجوع لایا۔ اور مسلمان ہوں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ کیوں کہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہوئی، جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ حولین کاملین تو حمل کے لئے چھ ماہ باقی رہے۔ یہی قول ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ عنہما کا اور حضرت امام صاحب کا بھی، غرض اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس آیت سے رضاع کی مدت ڈھائی سال ثابت ہوئی۔

(خزائن العرفان)

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○

(پ۲۸، رکوع ۱، ع۲، المجادلة)

ترجمہ: اور جو تم میں اپنی بی بیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی

مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور بیشک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں۔ اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: دودھ پلانے والیاں بہ نسبت دودھ پلانے کے ماؤں کے حکم میں ہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بہ سبب کمال حرمت مائیں بلکہ ماؤں سے اعلیٰ ہیں۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰىؕ ۝

(پ ۲۸، رکوع ۱۷، سورۃ الطلاق)

ترجمہ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان و نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو۔ اور آپس میں معقول طور پہ

پر مشورہ کرو۔ پھر اگر باہم مضائقہ کرو۔ تو قریب ہے کہ اسے دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: بچہ کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں باپ کے ذمہ ہے کہ اجرت دے کر دودھ پلوائے لیکن اگر بچہ ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ نہ پئیے یا باپ فقیر ہو تو اس حالت میں ماں پر دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے۔ بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو ایسی حالت میں اس کو دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔ بعد عدت جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

مسئلہ: کسی عورت کو معین اجرت پر دودھ پلانے کے لئے مقرر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: غیر عورت بہ نسبت اجرت پر دودھ پلانے کی ماں زیادہ مستحق ہے۔

مسئلہ: اگر ماں زیادہ اجرت طلب کرے تو پھر غیر زیادہ اولیٰ ہے۔

مسئلہ: دودھ پلوائی پر بچے کو نہلانا اس کے کپڑے دھونا اس کے تیل لگانا اس کے خوراک کا انتظام رکھنا لازم ہے لیکن ان سب چیزوں کی قیمت اس کے والد پر ہے۔

مسئلہ: اگر دودھ پلوائی نے بچے کو بجائے اپنے بکری کا دودھ پلایا کھانے پر رکھا تو وہ اجرت کی مستحق نہیں۔ (خزائن العرفان)

باب فضائل الانبیاء

انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل سے متعلق

وَاِذْقَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝

(پ۱، رکوع ۶، آیت ۵۴، البقرہ)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے۔ تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے شان انبیاء معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لن نؤمن لك کہنے کی شامت میں بنی اسرائیل ہلاک کئے گئے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ انبیاء کی جناب میں ترک ادب غضب الٰہی کا باعث ہوتا ہے اس سے ڈرتے رہیں۔

مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولان بارگاہ کی دعا سے مردے زندہ فرماتا ہے (خزائن العرفان)۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝

(پ۳، رکوع ۱۶، آیت ۷۴، آل عمران)

ترجمہ: اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت جس کو ملتی ہے اللہ کے فضل سے ملتی ہے اس میں استحقاق کا دخل نہیں۔ (خزائن العرفان)

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

رَبِّهِمْ ۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○

(پ۲، رکوع ۱، ۱۴۴، البقرہ)

ترجمہ:۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔ تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف، اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔ اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ اور اللہ ان کے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی رضا منظور ہے۔ اور آپ ہی کی خاطر کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔ سبحان اللہ۔ (خزائن العرفان)

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○ (پ۶، رکوع ۸، ۲۱، المائدہ)

ترجمہ: اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو۔ کہ نقصان پر پلٹو گے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی سکونت سے زمین کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کے لئے وہ باعث برکت ہے۔ کلبی سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ لبنان پر چڑھے تو آپ سے کہا گیا کہ دیکھئے جہاں تک آپ کی نظر پہونچے وہ جگہ مقدس ہے۔ اور آپ کی ذریت کی میراث ہے۔ یہ سرزمین طور اور اس کے گرد و پیش کی تھی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ملک شام۔ (خزائن العرفان۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (پ۷ رکوع ۴، ۱۰۱، المائدہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ اور اگر انہیں اس وقت پوچھوگے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ احکام حضور کو مفوض ہیں۔ جو فرض فرما دیں وہ فرض ہو جائے اور نہ فرمائیں تو نہ ہو۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس امر کی شرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح ہے حضرت

سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا۔ اور حرام وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا۔ اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف، کلفت میں نہ پڑو۔

(خازن۔ خزائن العرفان)

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۝

(پ ۷، رکوع ۵، ۱۱۴، المائدہ)

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو، ہمارے اگلے پچھلوں کی، اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا۔ اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا، شکر الٰہی بجالانا طریقۂ صالحین ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝

(پ ۷، رکوع ۱۶، ۸۶، انعام)

ترجمہ: اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس، اور لوط کو، اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے اس پر سند لائی جاتی ہے کہ انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں کیوں کہ عالم اللہ کے سوا تمام موجودات کو شامل ہیں فرشتے بھی اس میں داخل ہیں تو جب تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے تو ملائکہ پر فضیلت ثابت ہو گئی۔ یہاں پر اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔ بیان میں ترتیب نہ زمانے کے اعتبار سے ہے نہ فضیلت کے اعتبار سے، اور نہ "واؤ" فضیلت و ترتیب کا مقتضی۔ لیکن جس شان سے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر فرمائے گئے ہیں اس میں عجیب حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر ایک جماعت کو ایک خاص طرح کی کرامت و فضیلت کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم اسحٰق و یعقوب کا اول ذکر فرمایا کیوں کہ یہ انبیاء کے اصول ہیں یعنی ان کے اولاد میں بکثرت انبیاء ہوئے جن کے انساب انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ نبوت کے بعد مراتب معتبرہ میں سے ملک و اختیار سلطنت و اقتدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سلیمان کو اس میں حظ وافر دیا۔ اور مراتب رفیعہ میں مصیبت و بلا میں صابر رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کو اس کے ساتھ ممتاز فرمایا پھر ملک و صبر دونوں مرتبے حضرت یوسف علیہ السلام کو عنایت کئے کہ آپ نے شدت و بلا پر مدتوں صبر فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ملک مصر عطا فرمایا۔ کثرت معجزات اور قوت یقین

بھی مراتب معتبرہ میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کو اس کے ساتھ مشرف فرمایا۔ زہد و ترک دنیا بھی مراتب معتبرہ میں سے ہے حضرت زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام کو اس کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ان حضرات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کا ذکر فرمایا کہ جن کے نہ متبعین باقی رہے نہ ان کی شریعت جیسے حضرت اسمٰعیل، یسع، یونس، لوط، علیہم الصلوٰۃ والسلام اس شان سے حضرات انبیاء کا ذکر فرمانے اور ان کی کرامتوں اور خصوصیتوں میں ایک عجیب حکمت نظر آتی ہے۔ (خزائن العرفان)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ○

(پ ۷، رکوع ۱۶، آیت ۹۰، انعام)

ترجمہ: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو، تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: علمائے دین نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیوں کہ خصال و کمال اور اوصاف و شرف آپ میں جمع فرما دیئے اور آپ کو حکم دیا کہ فبھداھم اقتدہ تو جب آپ تمام انبیاء کے اوصاف کمالیہ کے جامع ہیں تو بیشک سب سے افضل ہیں۔

(خزائن العرفان)

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ○

(پ ۱۵، رکوع ۳، آیت ۲۶، بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ اور مسکین و مسافر کو، اور فضول نہ اڑا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اگر وہ (رشتہ دار) محارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو ان کا خرچ اٹھانا یہ بھی ان کا حق ہے۔ اور صاحبِ استطاعت رشتہ دار پر لازم ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا ہے کہ رشتہ داروں سے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت رکھنے والے مراد ہیں اور ان کا حق خمس دینا ہے اور ان کی تعظیم و تکریم بجا لانا ہے۔ (خزائن العرفان)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ○

(پ ۱۶، رکوع ۳، آیت ۱۱۰، الکہف)

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

مسئلہ : کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنی مثل بشر کہے کیوں کہ جو کلمات اصحاب بطریق عزت و عظمت فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لیئے روا نہیں۔ دوم یہ کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ، اور مراتب رفیعہ عطا فرمائے اس کے ان فضائل و مراتب کو چھوڑ کر ایسے وصف عام سے ذکر کرنا جو ہر چھوٹے بڑے میں پایا جاتا ہے ان کے کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔ سوم یہ کہ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنے مثل بشر کہتے تھے اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے پھر اس کے بعد تو یوحیٰ الیّ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مخصوص بالعلم ہونے اور مکرّم عنداللہ ہونے کا مفصل بیان ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۟

(پ ۲۱، رکوع ۱۷، سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر دوسروں پر مقدم کرنا ان سب پر آپ کی فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ (خزائن العرفان)

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ (پ ۲۷، ع ۵، سورۃ النجم)

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف فرمائے گئے۔ مسلم شریف کی حدیث مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی پر ہیں، مسلم شریف کی حدیث ہے "رایت ربی بعینی و بقلبی" میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ قسم کھاتے تھے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قائل ہوں، حضور نے اپنے رب کو دیکھا اس کو دیکھا اس کو دیکھا۔ اور امام صاحب یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ٹوٹ گئی۔ (خزائن العرفان)

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝

ترجمہ: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

(کنزالایمان) (پ ۳۰، سورۃ الضحیٰ)

مسئلہ : انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں اور نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ عارف ہوتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

بَابُ الوَسِیلَةِ

(وسیلے سے متعلق مسائل)

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (پ۱، رکوع ۴، ۳۷ البقرة)

ترجمہ: پھر سیکھ لیئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مقبولان بارگاہ کے وسیلہ سے دعا بحق فلاں اور بجاہ فلاں کہہ کر مانگنا جائز اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

مسئلہ: اللہ تبارک و تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا۔ لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل

وکرم سے حق دیتا ہے اِسی تفضلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔

مسئلہ: توبہ کی اصل رجوع الی اللہ ہے اِس کے تین رکن ہیں۔ ایک اعتراف جرم، دوسرے ندامت، اور تیسرے عزم ترک گناہ۔ (خزائن العرفان)

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْاۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ○ (پ۱، رکوع ۱۱، ۸۹ البقرہ)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے۔ تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل جہان میں حضور کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ (خزائن العرفان)

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۵، رکوع ۶، ع ۶۴ النساء)

ترجمہ:۔ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسول ان کی شفاعت فرمائے۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کا وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ: قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جَآءُوْكَ میں داخل ہے۔ اور خیر القرون کا معمول ہے۔

مسئلہ: بعد وفات مقبولانِ حق کو یَا سے ندا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں۔ اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ (پ ۱۵ ع ۵ بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب

کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے اور اللہ کے مقبول بندوں کا یہی طریقہ ہے۔ (خزائن العرفان)

باب الاذکار

ذکر، تسبیح و تہلیل اور وظائف سے متعلق مسائل

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ○

(پ۲، رکوع ۷، آیت ۱۸۶، البقرہ)

ترجمہ: اور محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا قبول کرتا ہوں۔ پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیئے کہ میرا حکم مانیں، اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: ناجائز امر کی دعا کرنا ناجائز ہے۔ دعا کے آداب میں سے ہے کہ حضور قلب کے ساتھ مقبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے، اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ حدیث میں

ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثنا اور درود شریف پڑھے۔ پھر دعا کرے۔ (خزائن العرفان)

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ○ (پ۲، رکوع ۹، آیت ۲۰۱-۲۰۲، البقرہ)

ترجمہ: اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا؛ ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے۔ اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کسب اعمال میں داخل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر یہی دعا فرماتے تھے: "اللهم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار"

مسئلہ: مومن دنیا کی بہتری جو طلب کرتا ہے وہ بھی امر جائز اور دین کی تائید و تقویت کیلئے ہے اسی لئے اس کی یہ دعا بھی امور دین سے ہے۔ (خزائن العرفان)

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (پ ۴، ۱۴۷، آل عمران)

ترجمہ:۔ اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے، اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ طلب حاجت سے قبل توبہ و استغفار آدابِ دعا میں سے ہے۔ (خزائن العرفان)

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○

(پ ۵، رکوع ۱۲، ۱۰۳، النساء)

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو، کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، پھر جب مطمئن ہو جاؤ، تو حسبِ دستور نماز قائم کرو۔ بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے نمازوں کے بعد بغیر فصل کے کلمہ توحید پڑھنے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

مسئلہ: ذکر میں تسبیح و تحمید و تہلیل تکبیر و ثنا اور دعا سب داخل ہیں۔ (خزائن العرفان)

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○

(پ ۸، رکوع ۱۴، ۵۵، الاعراف)

ترجمہ:۔ اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ، بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عبادت میں اظہار افضل ہے یا اخفاء بعض کہتے ہیں کہ اخفاء افضل ہے کیوں کہ وہ ریا سے بہت دور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اظہار افضل ہے اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اخفاء افضل ہے۔ اور اگر قلب صاف ہو اور اندیشۂ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہار افضل ہے۔ اور زکوٰۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفلی عبادات میں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفاء افضل ہے۔

دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخنا۔ غیرہ (خزائن العرفان)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (پ ۹ ع ۱۴، ۲۰۵، الاعراف)

ترجمہ :۔ اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو۔ زاری اور ڈر سے، اور بے آواز نکلے زبان سے اور صبح وشام، اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : ذکر بالجہر اور ذکر بالاخفا دونوں میں نصوص وارد ہیں جس شخص کو جس قسم کے ذکر میں ذوق وشوق اور اخلاص کامل میسّر ہو اس کے لئے وہی افضل ہے۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(پ ۱۰، رکوع ۲، ۴۵، انفال)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کی بہت یاد کرو کہ تم مراد کو پہونچو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حال میں لازم ہے کہ وہ اپنے قلب وزبان کو ذکر الٰہی

میں مشغول رکھے، اور کسی سختی وپریشانی میں بھی اس سے غافل نہ رہے۔ (خزائن العرفان)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(پ ۱۱، رکوع ۵، ۱۲۸، التوبہ)

ترجمہ :۔ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (کنز الایمان)

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لئے کہ اس میں ذکر رسول اور ان کی پیدائش پڑھی جاتی ہے۔ (خزائن العرفان)

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○

(پ ۲۷، رکوع ۶، ۳۲، النجم)

ترجمہ :۔ وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں، مگر اتنا

کرگناہ کے پاس گئے اور رک گئے، بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔ تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت میں ریا اور خودنمائی اور خودسرائی کی ممانعت فرمائی گئی لیکن اگر نعمت الٰہی کے اعتراف اور اطاعت و عبادات پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

بَابُ الْحَظْرِ وَالْاِبَاحَةِ

آداب کے متعلق مسائل

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝

(پ۵، رکوع ۸، ۸۶، النساء)

ترجمہ: اور تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہدو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے

(کنز الایمان)

مسئلہ: آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو بیوی کو سلام کرے، ہندوستان میں بڑی غلط رسم ہے کہ زن و شوہر کے اتنے گہرے تعلقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام سے محروم کرتے ہیں، باوجودیکہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کیلئے سلامتی کی دعا ہے۔

مسئلہ: تیز سواری والا کمتر سواری والے کو، اور کمتر سواری والا پیدل چلنے والے کو، اور پیدل

چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹے بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (خزائن العرفان)

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا۝

(پ۱۵، رکوع ۳۔ ۲۳ بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں ایک دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں۔ تو ان سے ہوں نہ کہنا۔ اور انہیں نہ جھڑکنا۔ اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلاف ادب ہے اور اس میں ان کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو ان کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم اپنے آقا سے کرتا ہے۔

(خزائن العرفان)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝

(پ۱۸، رکوع ۱۰، ۲۷، النور)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ۔ جب تک اجازت نہ لے لو۔ اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہ تم دھیان کرو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت نہ داخل ہونا چاہیئے۔ اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہے۔ الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والے کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے۔ یا یہ کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر سکونت رکھتا ہو۔ خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ : غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحب مکان سے ملاقات ہو جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے۔ اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے اس طرح کہے کہ "السلام علیکم" کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے اجازت چاہے۔ پھر سلام کرے۔ (مدارک، کشاف احمدی)

مسئلہ : اگر دروازے کے سامنے کھڑا ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔

مسئلہ : حدیث شریف میں ہے کہ اگر گھر میں ماں ہو تو جب بھی اجازت طلب کرے۔

(موطا امام مالک، خزائن العرفان)

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ

اَزْکٰی لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○

(پ۱۸، رکوع ۱۰، ۲۸، النور)

ترجمہ:۔ پھر اگر ان میں (غیر کے مکان میں) کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو۔ یہ تمہارے لئے بہت ستھرا ہے۔ اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے لہ (کنزالایمان)

مسئلہ: کسی کا دروازہ کھٹکھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازے پر ایسا کرنا اور ان کو زور سے پکارنا مکروہ و خلاف ادب ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَہُمْ ؕ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَہُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○

(پ۱۸، رکوع ۱۰، ۳۰، النور)

ترجمہ:۔ مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔ بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: مرد کا بدن زیر ناف سے گھٹنے کے نیچے تک عورت ہے اس کا دیکھنا جائز نہیں اور حرۃ

لہ فائدہ:۔ نوعیت مسئلہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

اجنبیہ کے تمام بدن کا دیکھنا ممنوع ہے "ان لم یامن من الشھوۃ امن منھا فالممنوع النظر الی ماسوی الوجہ والکف والقدم ومن یامن فان الزمان زمان الفساد فلا یحل النظر الی الحرۃ الاجنبیۃ مطلقا من غیر ضرورۃ" مگر بحالت ضرورت قاضی و گواہ کو اس عورت سے نکاح کی خواہش رکھنے والے کو چہرہ دیکھنا جائز ہے۔ اور اگر کسی عورت کے ذریعہ سے حال معلوم کر سکتا ہو تو نہ دیکھے۔ اور طبیب کو موضع مرض کا بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: خوبصورت مرد لڑکے کی طرف بھی شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔ (مدارک و احمدی)

(الخزائن العرفان)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِہِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَہُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوْبِہِنَّ ۪ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اٰبَآئِہِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اَبْنَآئِہِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِہِنَّ اَوْ نِسَآئِہِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْہَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِہِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِہِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ

الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(پ۱۸، رکوع ۱۰، ۳۱، النور)

ترجمہ :۔ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں، اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں۔ یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں۔ کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار، اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانوں سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : عورت اپنے غلام سے بھی مثل اجنبی کے پردہ کرے۔

مسئلہ : ائمہ حنفیہ کے نزدیک خصی اور عنین حرمت نظر میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔

مسئلہ : اسی طرح قبیح الافعال مخنث سے بھی پردہ کیا جائے جیساکہ حدیث مسلم سے ثابت ہے۔

مسئلہ : اسی لیے چاہیئے کہ عورتیں باجے دار جھانجھ نہ پہنیں، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ

تعالیٰ اس قوم کی دعائیں قبول نہیں فرماتا جن کی عورتیں جھانجھ پہنتی ہوں اس سے سمجھنا چاہیئے کہ جب زیور کی آواز عدم مقبول دعا کا سبب ہے۔ تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کتنی موجب غضب الٰہی ہے۔ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے۔ اللہ کی پناہ۔
(تفسیر احمدی، خزائن العرفان)

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

(پ۱۸، رکوع ۱۴، ۶۱، النور)

پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو، ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ، اللہ یوں ہی بیان فرماتا ہے تم سے آیتیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ :۔ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔ اور غیر کے گھر میں مالک مکان کو سلام عرض کرے۔

مسئلہ : اگر خالی مکان میں داخل ہو تو یہ کہے "السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والسلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ السلام اہل البیت ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ"، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں

مراد ہیں نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو السلام علیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہے (شفا شریف)
ملّا علی قاری نے شرح شفا شریف میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض
کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ
يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ
اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا
مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ
فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا
سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ
ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ
اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ
بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

(پارہ ۲۲، ع ۳، الاحزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو۔ جب تک اذن نہ پاؤ۔ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ۔ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو۔ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ نہ یوں کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی۔ تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔ اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔ جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو۔ تو پردے کے باہر سے مانگو، اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں، اور ان کے دلوں کی، اور تمہیں نہیں پہونچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بی بیوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ گھر مرد کا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس سے اجازت حاصل کرنا مناسب ہے۔ شوہر کے گھر کو عورت کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس لحاظ سے کہ وہ اس میں سکونت کا حق رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے آیت "واذکرن مایتلی فی بیوتکن"۔ میں گھروں کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے۔

رسول اللہ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مکانات جن میں حضور کے ازواج مطہرات کی سکونت تھی اور حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہ اپنی حیات تک اس میں رہیں وہ حضور کی ملک تھے۔ اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہبہ نہ فرمائے تھے بلکہ سکونت کی اجازت دی تھی۔ اسی لئے ازواج طاہرات کی وفات کے بعد ان کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ مسجد شریف میں داخل کر دیئے گئے جو وقف ہے۔ اور جس کا نفع تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ (خزائن العرفان)

فضائل کے مسائل

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۚ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (پ۳، رکوع ۱۲، سورۂ آل عمران)

ترجمہ: تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے ذکریا کی نگہبانی میں دیا۔ جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے۔ کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا۔ بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: یہ آیت کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے فصل اور بے موسم بے وقت اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے تو وہ بیشک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کرے۔ بایں خیال آپ نے دعا کی۔ (خزائن العرفان)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(پ۱۰، رکوع ۱۲، سورۂ التوبہ)

ترجمہ:۔ اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے انکی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ صرف دو جان سے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔ اور کافروں کی بات نیچے ڈالی۔ اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے حسن ابن فضل نے فرمایا جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے وہ نص قرآنی کا منکر اور کافر ہے۔ (خزائن العرفان)

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ○

(پ۱۲، رکوع ۷، ۷۳ ھود)

ترجمہ:۔ فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبا کرتی ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو بیشک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ:۔ فرشتوں کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے لئے کیا جائے تعجب ہے؟ تم اس گھر میں ہو جو معجزات اور خوارق عادات' اور اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا مورد بنا ہوا ہے اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ سرکار کی بیبیاں اہلبیت میں داخل ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ○ (پ۱۳، رکوع ۱۳، سورۂ ابراہیم)

ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے۔ جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔ اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی تمام زبانوں میں افضل ہے (اس لئے کہ افضل الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہیں اور ان کی زبان بھی عربی ہے۔) (خزائن العرفان)

وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ

اَعۡلَمۡ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِیۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤی اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ۝ (پ۱۵، رکوع ۱۵، ۲۱ کہف)

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کر دی، کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے۔ تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ۔ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سنت اور موجب ثواب ہے۔ (خزائن العرفان) (یہ مضمون اصحاب کہف کے سلسلہ میں ہے)

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۝ (پ۱۶، رکوع ۹، ۹۶، مریم)

ترجمہ: "بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دے گا۔" (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مومنین و صالحین اور اولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ

ان کی محبت کی دلیل ہے، جیسے کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سلطان نظام الدین دہلوی اور حضرت سلطان سر سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات اولیائے کاملین کی عام مقبولیت ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَلَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَ السَّعَةِ اَنۡ یُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡمَسٰكِیۡنَ وَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لۡیَعۡفُوۡا وَ لۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (پ۱۸، رکوع ۹، ۲۲، النور)

ترجمہ:۔ اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں۔ اور درگذریں، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی اس سے آپ کی علویت شان اور مرتبت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولی الفضل فرمایا۔ (خزائن العرفان)

(اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے تفسیر دیکھیں)

وَ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا

قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ۝

(پ۱۹، رکوع ۴، ۷۴، الفرقان)

ترجمہ: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بی بیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس میں دلیل ہے کہ آدمی کو اپنی سرداری اور پیشوائی کی رغبت وطلب چاہیئے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صالحین بندوں کے اوصاف ذکر فرمائے۔ اس کے بعد ان کی جزا ذکر فرمائی ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ يٰۤاَهۡلَ يَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمۡ فَارۡجِعُوۡا ۚ وَيَسۡتَاۡذِنُ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمُ النَّبِىَّ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُيُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ۛؕ وَمَا هِىَ بِعَوۡرَةٍ ۛۚ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ۝

(پ۲۱، رکوع ۱۸، ۱۳ الاحزاب)

ترجمہ: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ تم گھروں کو واپس چلو۔ اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اذن مانگتا تھا۔ یہ کہہ کر ہمارے گھر بے حفاظت

ہیں۔ اور وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: مسلمانوں کو یثرب نہ کہنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگوار تھا کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے کیوں کہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں۔ (خزائن العرفان)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ۝

(پ۲۲، رکوع ۴، ۵٦، الاحزاب)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متوارث ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔

درود شریف: اللہ تعالیٰ کی طرف حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللھم صلے علی محمد کے معنیٰ بیان کئے ہیں کہ یارب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں ان کا دین بلند کر کے اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین وآخرین پر ان کی فضیلت

کا اظہار فرما کر اور انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائیکہ اور تمام پر ان کی شان بلند کرکے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت فضیلیں ہیں، اور برکتیں ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے، ترمذی کی حدیث میں ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ (خزائن العرفان)

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِؕ قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰىؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًاؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۝

(پ۲۵، رکوع ۴، آیت ۲۳، الشوریٰ)

ترجمہ: یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے۔ اور اچھے کام کئے۔ تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے۔ ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں، بیشک اللہ بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے کون کون مراد ہیں اس میں کئی قول ہیں

ایک تو یہ کہ مراد اس سے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آل علی آل عقیل اور آل جعفر اور آل عباس مراد ہیں (رضی اللہ عنہم) اور ایک قول یہ ہے کہ حضور کے وہ اقارب مراد جن پر صدقہ حرام ہے، اور وہ حضرات بنی ہاشم و بنی مطلب ہیں، حضور کی ازواج مطہرات حضور کی اہلبیت میں داخل ہیں۔

مسئلہ: حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضور کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہیں۔ (جمل وخازن وغیرہ۔ خزائن العرفان)

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًاۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝

(پ۲۶، رکوع ۱۰، آیت ۱۶، الفتح)

ترجمہ: ان پیچھے رہ گئے گنواروں سے فرماؤ، عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ کہ ان سے لڑو۔ یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے۔ اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا۔ اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے۔ تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: یہ آیت شیخین جلیلین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے صحت خلافت کی دلیل ہے کہ ان حضرات کی اطاعت پر جنت کا اور ان کی مخالفت پر جہنم کا وعدہ دیا گیا ہے۔ (خزائن العرفان)۔ (اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے تفسیر دیکھئے)

مال غنیمت کے متعلق مسائل

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو۔ اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندوں پر فیصلہ کے دن اتارا۔ جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں۔ اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: مال غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ اس میں سے چار حصے غانمین کے ہیں۔

مسئلہ: غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں سے پانچواں حصہ (جو کل مال کا پچیسواں حصہ ہوا) وہ رسول اللہ صلے اللہ کے لئے ہے اور ایک حصہ آپ کے قرابت والوں کے لئے ہے

اور تین حصے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں

مسئلہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور اور آپ کے اہل قرابت کے حصے بھی یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور یہ پانچواں حصہ انہیں تین پر تقسیم ہو جائے گا۔ یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

مُردار جانوروں کے احکام

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(پ۲، رکوع ۵، ۱۷۳، البقرہ)

ترجمہ: اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنزالایمان)

مسئلہ: مردار جانوروں کا کھانا حرام ہے مگر اس کا پکا ہوا چمڑا کام میں لانا۔ اور اس کے بال، سینگ، ہڈی، سُم، پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

مسئلہ: خون ہر جانور کا حرام ہے اگر بہنے والا ہو، دوسری آیت میں فرمایا اودمًا مسفوحا

مسئلہ: خنزیر نجس العین ہے اس کا گوشت پوست بال ناخن وغیرہ تمام اجزا نجس و حرام ہیں کسی کو کام میں لانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے خواہ تنہا یا خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کا نام بغیر عطف ملایا تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح فقط اللہ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا جائے مثلاً یہ

کہا کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ یا جس کی طرف سے ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا یا جن اولیائے کرام کے لئے ایصال ثواب منظور ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ (خزائن العرفان)

جوئے کی حرمت کے مسائل

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ○ (پ۲، رکوع ۱۲، ۲۱۹ البقرہ)

ترجمہ:۔ تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔ تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں۔ تم فرماؤ جو فاضل بچے، اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا و آخرت کے کام سوچ کر کرو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: شطرنج اور تاش وغیرہ ہار جیت کے کھیل اور جن پر بازی لگائی جاتی ہے سب جوئے میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔ (خزائن العرفان)

قسم کا کفّارہ

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

ترجمہ: اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ احسان اور پرہیز گاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

(پ۲، رکوع ۱۲، ۲۲۴، البقرہ)

مسئلہ: اگر کوئی شخص نیکی سے باز رہنے کی قسم کھائے تو اس کو چاہیئے کہ قسم کو پورا نہ کرے بلکہ وہ نیک کام کرے۔ اور قسم کا کفارہ دے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کے امر پر قسم کھالی۔ اور معلوم ہوا کہ خیر، اور بہتری اس کے خلاف میں ہے تو چاہیئے کہ اس امر خیر کو کرے۔ اور قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ: بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس آیت سے بکثرت قسم کھانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

مسئلہ: قسم تین طرح کی ہوتی ہے۔ قسم لغو، غموس، منعقدہ، لغو یہ ہے کہ کسی گذرے ہوئے امر پر اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھائے۔ اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو یہ معاف ہے۔ اور اس پر کفارہ نہیں۔ غموس، یہ کہ کسی گذرے ہوئے امر پر دانستہ جھوٹی قسم کھائے۔ اس میں گنہگار ہوگا۔ منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ امر پر قصد کرے، اور قسم کھالے۔ اس قسم کو اگر توڑے تو گنہگار بھی ہے۔ اور کفارہ بھی لازم۔ (خزائن العرفان)

قصر نمازوں سے متعلق احکام!

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○ (پ۵، رکوع ۱۲، ۱۰۱، النساء)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: خوف کفار قصر کے لئے شرط نہیں، حدیث یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں پھر کیوں قصر کریں۔ فرمایا کہ اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا حضور نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں کیونکہ جو چیزیں قابل تملیک نہیں ان کا صدقہ اسقاط محض ہے۔ رد کا احتمال نہیں رکھتا آیت کے نزول کے وقت سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لئے آیت میں اس کا ذکر بیان حال ہے شرط قصر نہیں حضرت عبداللہ بن عمر کی قرأت بھی اس کی دلیل ہے جس میں ان یفتنکم بغیر خفتم کے ہے۔ صحابہ کا بھی یہی عمل تھا کہ امن کے سفروں میں بھی قصر فرماتے تھے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اور احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور پوری چار پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کے صدقہ کا رد لازم آتا ہے۔ لہٰذا قصر ضروری ہے۔

مسئلہ: (مدت سفر) جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی ادنیٰ مدت تین رات تین دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کی مسافت سے متوسط رفتار سے طے کی جاتی ہو۔ اور اس کی مقدار بھی خشکی اور دریا پہاڑوں میں مختلف ہو جاتی ہے۔ جو مسافت متوسط رفتار سے چلنے والے تین روز میں طے کرتے ہیں اس کے سفر میں قصر ہوگا۔

مسئلہ: مسافر کی جلدی اور دیری کا اعتبار نہیں، خواہ وہ تین روز کی مسافت تین گھنٹہ میں طے کرے جب بھی قصر ہوگا اور اگر ایک روز کی مسافت تین روز میں طے کرے تو قصر نہ ہوگا۔ غرض اعتبار مسافت کا ہے۔ (خزائن العرفان)

نمازِ خوف

نمازِ خوف کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کرے اور دشمن کے مقابل جائے۔ اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابل کھڑی تھی۔ وہ آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت پوری پڑھے۔ پھر فقط امام سلام پھیرے۔ اور پہلی جماعت آکر بغیر قرأت کے پڑھے، اور سلام پھیر دے۔ اور دشمن کے مقابل چلی جائے۔ پھر دوسری جماعت اپنی جگہ آکر ایک رکعت جو باقی رہی تھی، اس کو قرأت کے ساتھ پورا کرکے سلام پھیر دے۔ کیوں کہ یہ سب مسبوق ہیں۔ اور پہلی لاحق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح نمازِ خوف ادا فرمانا مروی ہے۔ حضور کے بعد بھی نمازِ خوف صحابہ پڑھتے رہے ہیں۔ حالتِ خوف میں دشمن کے مقابل اس اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کس قدر ضروری ہے۔

ضروری مسائل:۔ حالتِ سفر میں اگر صورتِ خوف پیش آئے تو اس کا یہ بیان ہوا لیکن اگر مقیم کو ایسی حالت پیش آئے تو یہ چار رکعت والی نمازوں میں ہر ہر جماعت کو دو دو رکعت پڑھائے۔ اور تین رکعت والی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعت اور دوسری کو ایک۔ (خزائن العرفان)

تیمم کے متعلق مسائل

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی
حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ
سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ
اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا
غَفُوْرًا ۝

(پ، رکوع ۴، ۴۳، النساء)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں کو چھوا۔ اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف کرنے

والا، اور بخشنے والا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: یہ حکم مریضوں، مسافروں اور جنابت وحدث والوں کو شامل ہے۔ جو پانی نہ پائیں، یا اس کے استعمال سے عاجز ہوں۔ (مدارک)

مسئلہ: پانی کے ساتھ طہارت اصل ہے اور تیمم پانی سے عاجز ہونے کی حالت میں اس کا پورا پورا قائم مقام ہوتا ہے جس طرح حدث پانی سے زائل ہو جاتا ہے اسی طرح تیمم سے حتیٰ کہ ایک تیمم سے بہت سے فرائض ونوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ: تیمم کرنے والے کے پیچھے غسل اور وضو کرنیوالے کی اقتدا صحیح ہے۔

(خزائن العرفان)

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○

(پ۱۸ رکوع ۸، ۱۶، النور)

ترجمہ:۔ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہونچتا کہ ایسی بات کہیں، الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

کنزالایمان

مسئلہ: ممکن ہی نہیں کہ کسی نبی کی بی بی بدکار ہو سکے، اگرچہ اس کا مبتلائے کفر ہونا ممکن ہے کیوں کہ انبیاء کفار کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، تو ضروری ہے کہ جو چیز کفار کے نزدیک بھی قابل نفرت ہو، اس سے وہ پاک ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری ان کے نزدیک قابل نفرت ہے۔

(خزائن العرفان)

قسم

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۱۸، رکوع ۹، ۲۲، النور)

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش

والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت
کرنے والے کو دینے کی اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں
کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔ اور اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے یا پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو چاہیئے کہ اس کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (خزائن العرفان)

بدمذہب سے تعلقات

لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ
لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا۝ (پ۱۹، رکوع ۱، ۲۹، الفرقان)

ترجمہ:۔ بیشک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی نصیحت
سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے (کنزالایمان)

مسئلہ: بے دین اور بدمذہب کی دوستی اور اس کے ساتھ صحبت و اختلاط اور الفت حرام

ممنوع و حرام ہے۔ (خزائن العرفان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا اور رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودت و اختلاط جائز نہیں۔ (خزائن العرفان)

مومن کو حقیر سمجھنا

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ۝

ترجمہ:۔ بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں، اور تمہارے ساتھ کمینے ہوئے ہیں

(پ۱۹ رکوع ۱۰، ۱۱۱، الشعراء)

مسئلہ: مومن کو رذیل کہنا جائز نہیں۔ خواہ وہ کتنا ہی محتاج و نادار کیوں نہ ہو، یا وہ کسی نسب کا ہو۔ (مدارک، خزائن العرفان)

عمل کو باطل کرنا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○ (پ۲۶ رکوع ۸، ۳۳، محمد)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے عمل کے باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے تو آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفل ہی ہو نماز یا روزہ یا اور کوئی بھی عمل لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے۔ (خزائن العرفان)

توبہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کا برا نام

نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا، اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (کنزالایمان) (پ۲۶، ۱۱، الحجرات)

مسئلہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی برائی سے توبہ کر لی ہے تو اس کو بعد توبہ اس برائی سے عار دلانا بھی اس نہی میں داخل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کتا یا گدھا یا سور کہنا بھی اس میں داخل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ القاب مراد ہیں جس سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں جیسے کہ حضرت ابو بکر کا لقب عتیق، اور حضرت عمر کا فاروق، اور حضرت عثمان کا ذوالنورین، اور حضرت علی کا ابو تراب اور حضرت خالد کا سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جو القاب بمنزلہ علم ہو گئے اور صاحب القاب کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں جیسے اعمش، اعرج، وغیرہ۔ (خزائن العرفان)

بدگمانی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۲۶ ع ۱۴، ۱۲، الحجرات)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو، بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے۔ اور عیب نہ ڈھونڈو اور غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے۔ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: مومن صالح کے ساتھ بدگمانی ممنوع ہے۔ اسی طرح اس کا کوئی کام سنکر فاسد معنی مراد لینا باوجودیکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں، اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو یہ بھی گمان بد میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گمان دو طرح کا ہے ایک۔ یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے تو گناہ ہے دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: گمان کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک واجب ہے وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا، ایک مستحب وہ مومن صالح کے ساتھ نیک گمان اور ایک ممنوع حرام۔ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ براگمان کرنا۔ اور مومن کے ساتھ براگمان کرنا، ایک ناجائز وہ فاسق معلن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظاہر ہوں۔

مسئلہ: غیبت باتفاق کبائر میں سے ہے غیبت کرنے والے کو توبہ لازم ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مسئلہ: فاسق معلن کے عیب کا بیان غیبت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

مسئلہ: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخصوں کی حرمت نہیں ایک صاحب ہوا۔ (بدمذہب) دوسرا فاسق معلن، تیسرا بادشاہ ظالم، یعنی ان کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں۔

بدعت کی مدحت و مذمّت

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

ترجمہ:۔ پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔ اور اسے انجیل عطا فرمائی۔ اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی۔ اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ

کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی۔ پھر اسے نہ نباہا جیسا کہ اسے نباہنے کا حق تھا۔ تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا۔ اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ اسی آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا۔ اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہیئے۔ ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ البتہ دین میں بری بات نکالنا بدعت سیئہ کہلاتا ہے اور وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ بدعت سیئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے کہ جو خلاف سنت ہو اس کے نکالنے سے کوئی سنت اٹھ جائے۔ اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امور خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہونچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات ہیں۔ ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

نسخ سے متعلق مسائل

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(پ۱ رکوع ۱۳، آیت ۱۰۶، البقرہ)

ترجمہ: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آدیں گے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

(کنزالایمان)

مسئلہ : جسطرح ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہوتی ہے اسی طرح حدیث متواتر سے بھی۔

مسئلہ : نسخ کبھی صرف تلاوت کا ہوتا ہے اور کبھی حکم کا۔ اور کبھی تلاوت و حکم دونوں کا۔

(خزائن العرفان)

حسد

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(پ۱ رکوع ۱۳، آیت ۱۰۹، البقرہ)

ترجمہ :- بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔ اپنے دلوں کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر

ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم چھوڑو، اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: حسد سے بچو وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

مسئلہ: حسد حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے مال و دولت یا اثر و وجاہت سے گمراہی و بے دینی پھیلاتا ہے تو اس کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس کے زوال نعمت کی تمنا حسد میں داخل نہیں۔ اور حرام بھی نہیں۔ (خزائن العرفان)

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (پ ۱ رکوع ۱۱، ۹۰، البقرہ)

ترجمہ: کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں، اس کی جلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے، تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے اور کافروں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ حسد حرام اور محرومیوں کا باعث ہے۔ (خزائن العرفان)

مسئلہ: حسد حرام اور محرومیوں کا باعث ہوتا ہے۔ (خزائن العرفان)

حق چھپانا

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

(پ ۲ رکوع ۱، ۱۴۶، البقرہ)

ترجمہ: اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: حق کا چھپانا معصیت و گناہ ہے۔ (خزائن العرفان)

رہن کا ثبوت

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۚ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي

اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۠ (پ۳ رکوع ۷، ۲۸۳، البقرہ)

ترجمہ: اور سفر میں اگر تم لکھنے والا نہ پاؤ، تو گرو ہو قبضہ میں دیا ہوا اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: حالت سفر میں رہن آیت سے ثابت ہوا۔ اور غیر سفر کی حالت میں حدیث سے ثابت ہے چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ مبارکہ یہودی کے پاس گرو رکھ کر بیس صاع جو لئے۔

مسئلہ: اس آیت سے رہن کا جواز اور قبضہ کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خزائن العرفان

اتحادْ

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ

مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۠

(پ۴، رکوع ۱، ۱۰۵، آل عمران)

ترجمہ: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے، اور ان میں پھوٹ پڑ گئی، بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت میں مسلمانوں کو آپسی اتفاق و اتحاد اور اجتماع کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں۔ اور جماعت مسلمین سے جدا ہونے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ جو فرقہ پیدا ہوتا ہے اس حکم کی مخالفت کرکے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور جماعت مسلمین میں تفرقہ اندازی کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور حسب ارشاد حدیث وہ شیطان کا شکار ہے۔

(اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ خزائن العرفان)

مغفرت

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا
وَاٰمَنُوْۤا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۠

(پ۹ ،رکوع ۹ ، ۱۵۳ ، الاعراف)

ترجمہ:۔ اور جنہوں نے برائیاں کیں۔ اور ان کے بعد توبہ کی، اور ایمان
لائے۔ تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ جب بندہ ان سے توبہ کرلیتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ان سب کو معاف فرمادیتا ہے۔ (خزائن العرفان)

جزیہ کا حکم

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا
الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ ۝

(پ۱۰ ،رکوع ۱، ۲۹ ، التوبہ)

ترجمہ:۔ لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت
پر ر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور

اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو
کتاب دیئے گئے۔ جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر
(کنزالایمان)

مسئلہ: جزیہ نقد لیا جاتا ہے۔ ادھار نہیں۔

مسئلہ: جزیہ دینے والے کو خود حاضر ہوکر دینا چاہیئے۔

مسئلہ: پا پیادہ لیکر، حاضر ہوکر، کھڑے ہوکر پیش کرے۔

مسئلہ: قبول جزیہ میں ترک و ہندو وغیرہ اہل کتاب کے ساتھ ملحق ہیں سوائے مشرکین عرب کے کہ ان سے جزیہ قبول نہیں۔

مسئلہ: اسلام لانے سے جزیہ ساقط ہوجاتا ہے۔

حکمت جزیہ مقرر کرنیکی حکمت یہ ہیکہ کفار کو مہلت دی جائے تاکہ وہ اسلام کے محاسن، و دلائل کی قوت دیکھیں اور کتب قدیمہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر اور حضور کی نعت و صفت دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہونے کا موقع پائیں۔ (خزائن العرفان)

دفع تہمت میں سعی

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ
ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ

اَیۡدِیَھُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ بِکَیۡدِھِنَّ عَلِیۡمٌ ○

(پ۱۲، رکوع ۱۷، آیت ۵۰، یوسف)

ترجمہ:۔ اور بادشاہ بولا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ۔ تو جب اس کے پاس ایلچی آیا کہا اپنے رب (بادشاہ) کی طرف پلٹ جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بیشک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ دفع تہمت میں کوشش کرنا ضروری ہے اب قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے یہ پیام لے کر بادشاہ کی خدمت میں پہونچا۔ بادشاہ نے سنکر عورتوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ عزیز کی عورت کو بھی۔ (خزائن العرفان) (تفصیل دیکھنے کیلئے تفسیر دیکھئے)

تقلید ائمہ کا ثبوت

بِالۡبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ○

(پ۱۴، رکوع ۱۲، آیت ۴۴، النحل)

ترجمہ:۔ روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر، اور اے محبوب ہم نے تمہاری

طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے تقلید ائمہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (خزائن العرفان)

سکوت

فَکُلِیۡ وَاشۡرَبِیۡ وَقَرِّیۡ عَیۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِیۡۤ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُکَلِّمَ الۡیَوۡمَ اِنۡسِیًّا ○

(پ۱۶ رکوع ۵، آیت ۲۶، مریم)

ترجمہ:۔ تو کھا اور پی، اور آنکھ ٹھنڈی رکھ، پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے۔ تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: سفیہ کے جواب میں سکوت اور اعراض چاہیئے۔ (یہ واقعہ حضرت مریم رضی عنہا کے بارے میں ہے)

مسئلہ: کلام کو افضل شخص کی طرف تفویض کرنا اولیٰ ہے حضرت مریم نے یہ بھی اشارہ سے کہا کہ میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی

غرور

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ○

(پ ۱۳ رکوع ۹، آیت ۲۶، الرعد)

ترجمہ:۔ اللہ جس کے لئے چاہے رزق کشادہ فرماتا، اور تنگ کرتا ہے۔ اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا گئے، اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں۔ مگر کچھ دن برت لینا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: دولت پر اترانا اور مغرور ہونا حرام ہے۔ (خزائن العرفان)

نبیذ کا حکم

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

(پ ۱۴، رکوع ۱۵، آیت ۶۷، النحل)

ترجمہ:۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو، اور اچھا رزق، بیشک اس میں نشانی ہے عقل والوں کو (کنز الایمان)

مسئلہ: مویز اور انگور وغیرہ کا رس جب اس قدر پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہے اور تیز ہو جائے اس کو نبیذ کہتے ہیں، یہ حد سکر تک نہ پہنچے، اور نشہ نہ لائے تو شیخین کے نزدیک حلال ہے اور یہی آیت اور بہت احادیث اس کی دلیل ہیں۔ (خزائن العرفان)

سزا میں زیادتی حرام ہے

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (پ ۱۴، آیت ۱۲۶، النحل)

ترجمہ:۔ اور اگر تم سزا دو تو ایسی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہونچائی تھی اور اگر تم صبر کرو، تو بیشک صبر کرنے والوں کیلئے صبر سب سے اچھا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: مثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت کو تبدیل کر دینا شرع میں حرام ہے۔ (مدارک)

زنا و تہمت

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

(پ۱۸، رکوع ۷، ۲، النور)

ترجمہ:۔ جو عورت بدکار ہو، اور جو مرد، تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔ اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر، اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ کنزالایمان

مسئلہ: مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوا تہبند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے سوائے سر چہرے اور شرمگاہ کے کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ الم گوشت تک نہ پہونچے اور کوڑا متوسط درجہ کا ہو۔ اور عورت کو کوڑا لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے۔ نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں، البتہ اگر پوستین، یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیئے جائیں یہ حکم آزاد مرد اور آزاد عورت کا ہے۔ اور باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں۔ جیسا کہ سورہ نساء میں مذکور ہو چکا۔

ثبوتِ زنا: زنا کا ثبوت یا تو چار ثقہ مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے پھر بھی امام بار بار سوال کرے گا، اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے کہاں کیا، کس سے کیا، کب کیا۔ اگر سب بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا۔ ورنہ نہیں اور گواہوں کو صراحۃً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا۔ بغیر اس کے ثبوت نہ ہوگا۔

لواطت: لواطت زنا میں داخل نہیں۔ لہٰذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی بلکہ تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند قول مروی ہیں۔ آگ میں جلا دینا غرق کر دینا، بلندی سے گرا دینا اور اوپر سے پتھر برسانا، فاعل و مفعول دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ تفسیر احمدی۔ (خزائن العرفان)

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○

(پ۱۸، رکوع ۱، ۷ المومنون)

ترجمہ: تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے قضائے شہوت کرنا حرام ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو عذاب کیا جو اپنی شرمگاہوں سے کھیلتے تھے۔ (خزائن العرفان)

زنا سے متعلق احکام کی تفصیل

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ

(پ۱۸، رکوع ۷، ۲۴، النور)

ترجمہ:۔ اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں، پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں۔ تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ۔ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر حد واجب ہو جاتی ہے۔ اسی کوڑے آیت میں محصنات کا لفظ خصوص واقعہ کے سبب سے وارد ہوا ہے۔ یا اس کے کہ عورتوں کو تہمت لگانا کثیر الوقوع ہے۔

مسئلہ: اور ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزایاب ہوں، اور ان پر حد جاری ہو چکی ہو، تو وہ مردود الشہادہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی ان کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان مکلف آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔

مسئلہ: زنا کی شہادت کا نصاب چار گواہ ہیں۔

مسئلہ: حدِ قذف مطالبہ مشروط ہے۔ جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

مسئلہ: مطالبہ کا حق اسی کو ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے۔ اگر وہ زندہ ہو، اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

مسئلہ: غلام اپنے مولیٰ پر اور بیٹا باپ پر قذف یعنی اپنی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: قذف کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ صراحۃً کسی کو زانی یا یہ کہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے۔ یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے اور ہو اس کی ماں پارسا تو ایسا شخص پارسا ہو جائے گا۔ اور اس پر تہمت کی حد آئے گی۔

مسئلہ: اگر غیر محصن کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو یا کافر کو یا ایسے شخص کو جس کا کبھی زنا کرنا ثابت ہوا اس پر حد قذف قائم نہ ہوگی۔ بلکہ اس پر تعزیر واجب ہوگی۔ اور یہ تعزیر تین سے انتالیس تک حسب تجویز حاکم کوڑے لگانا ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زنا کے سوا کسی فجور کی تہمت لگائی اور پارسا مسلمان کو اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مخنث، اے بددیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دیوث، اے شرابی، اے سود خوار، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرامزادے، اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

مسئلہ: امام یعنی حاکم شرع کو اور اس شخص کو جسے تہمت لگائی گئی ہو ثبوت سے پہلے ہی معاف کرنے کا حق ہے۔

مسئلہ: اگر تہمت لگانے والا آزاد نہ ہو بلکہ غلام ہو تو اس کے چالیس کوڑے لگائے جائینگے۔

مسئلہ: تہمت لگانے کے جرم میں جس کو حد لگائی گئی ہو اس کی گواہی کسی معاملہ میں معتبر نہیں چاہے وہ توبہ کرے لیکن رمضان کا چاند دیکھنے والے باب میں توبہ کرنے اور عادل ہونے کی صورت میں اس کا قول قبول کر لیا جائے گا کیوں یہ در حقیقت شہادت نہیں ہے اسی لئے اس میں لفظ شہادت بھی مشروط نہیں۔

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (پ۱۸، رکوع ۷، ۹، النور)

ترجمہ: اور پانچویں یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہو (کنزالایمان)

مسئلہ: جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں شہادت کے اہل ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لعان واجب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ لعان سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرنے یا اپنے جھوٹ کا مقر ہو۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حد قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔ اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کو چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ کی لعنت مجھ پر اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد مرد پر سے حد قذف ساقط ہو جائے گی۔ اور عورت پر لعان واجب ہوگا۔ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے۔ یا شوہر کے الزام

لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی۔ اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کو چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی، اور لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے فرقت واقع ہو گی بغیر اس کے نہیں۔ اور یہ تفریق طلاق بائنہ ہو گی۔ اور اگر مرد اہل شہادت میں سے نہ ہوں مثلاً غلام ہو یا کافر یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہو گا۔ اور تہمت لگانے سے مرد پر حد قذف لگائی جائے گی۔ اور اگر مرد اہل شہادت میں سے ہو۔ اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو، یا بچی ہو یا مجنونہ ہو اس صورت میں نہ مرد پر حد ہو گی، اور نہ لعان۔ (خزائن العرفان)

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝

(پ۱۸، رکوع ۸، ۱۲ النور)

ترجمہ: اور کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا یہ کہتے ہوئے یہ کھلا گمان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا جائز نہیں۔ جب کسی نیک شخص پر تہمت لگائی جائے تو بغیر ثبوت مسلمان کو اس کی موافقت اور تصدیق کرنا روا نہیں۔ (خزائن العرفان)

صدقات سے متعلق مسائل

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝

ترجمہ:۔ اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش [1]

(کنزالایمان۔ پ۲۷، رکوع ۷، ۳۹ النجم)

مسئلہ: بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ میت کو صدقات وطاعات سے جو ثواب پہونچایا جاتا ہے۔ وہ پہونچتا ہے۔ اور اس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔ اسی لئے مسلمانوں میں معمول ہے کہ وہ اپنے اموات کو فاتحہ سوئم چہلم برسی وعرس وغیرہ طاعات وصدقات سے ثواب پہونچاتے رہتے ہیں یہ عمل احادیث کے بالکل مطابق ہے۔ اسی آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں انسان سے کافر مراد ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی بجز اس کے جو اس نے کی ہو۔ دنیا ہی میں وسعت رزق تندرستی وغیرہ سے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ تاکہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہے اور ایک معنی یہ بھی مفسرین نے بیان کئے ہیں کہ آدمی بمقتضائے عدل وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمادے۔

---

[1] فائدہ: آیۂ کریمہ کی مکمل معرفت کے لئے تفسیر بھی دیکھیں۔

اور ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے کہ مومن کے لئے دوسرا مومن جو نیکی کرتا ہے وہ نیکی خود اس مومن کی شمار کی جاتی ہے جس کے لئے کی گئی۔ کیوں کہ اس کا کرنے والا مثل نائب وکیل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۟

ترجمہ: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے (کنزالایمان)

(پ۲۹، رکوع ۷، ۲۴۔ المعارج)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لئے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شرع میں جائز اور قابل مدح ہے۔ (خزائن العرفان)

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ
الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى
حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ
السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

(پ۲، رکوع۶، ۱۷۷ البقرہ)

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے۔ رشتہ داروں اور سائلوں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو، اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں، اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے

وقت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچی کی، اور یہی پرہیزگار ہیں۔

(کنزالایمان)

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینا بحالت تندرستی زیادہ اجر رکھتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ مرتے وقت زندگی سے مایوس ہو کر دے۔

مسئلہ : حدیث شریف میں ہے کہ رشتہ داروں کو صدقہ دینے میں دو ثواب ہے ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (خزائن العرفان)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ
فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ
السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ
عَلِيْمٌ ○

(پ۲، رکوع۱۰، ۲۱۵، البقرہ)

ترجمہ: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے۔ اور جو بھلائی کرو، بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

(کنزالایمان)

مسئلہ : آیت میں صدقہ نافلہ کا بیان ہے۔ ماں باپ کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں

(جمل وغیرہ خزائن العرفان)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (پ۲، رکوع ۱۱، ۲۱۸، البقرہ)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: یرجون سے ظاہر ہوا کہ عمل سے اجر واجب نہیں ہوتا بلکہ ثواب دینا محض فضل الٰہی ہے۔ (خزائن العرفان)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ
وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا
الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن
تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

(پ۳، رکوع ۵، ۲۶۷، البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو، اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا، اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے

مسئلہ: مصدق یعنی صدقہ وصول کرنے والا کو چاہیئے کہ وہ متوسط مال لے، نہ بالکل خراب اور نہ سب سے اعلیٰ۔ (خزائن العرفان)

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْ
تُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم
مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

(پ۳ رکوع ۵، ۲۷۱، البقرہ)

ترجمہ:۔ اگر خیرات علانیہ دو، تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے۔ اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: صدقہ فرض کا ظاہر کر کے دینا افضل ہے۔ اور نفل کا چھپا کر۔

مسئلہ: اگر نفل صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات دینے کی ترغیب دینے کیلئے ظاہر کر کے دے تو یہ اظہار بھی افضل ہے۔ (مدارک، خزائن العرفان)

وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ
فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ
وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا

اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (پ۵، ۱۰۰ النساء)

ترجمہ:۔ اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا، پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز الایمان)

مسئلہ: جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز رہ جائے تو وہ اس طاعت کا ثواب پائیگا۔

مسئلہ: طلب علم، جہاد، حج، زیارت، طاعت، زہد و قناعت اور رزق حلال کی طلب کے لئے ترک وطن کرنا خدا و رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرنے والا اجر پائے گا۔ (خزائن العرفان)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ

اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(پ۷، رکوع ۲، ۸۹، المائدہ)

ترجمہ:۔ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا، تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے۔ جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا۔ اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے۔ تو تین دن کے روزے رکھے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا، جب قسم کھاؤ۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسکین کو دس روز دے دے، یا کھلا دیا کرے۔

مسئلہ: کفارہ میں یہ بھی احتیاط ہے کہ خواہ کھانا دے خواہ کپڑا، خواہ غلام آزاد کرے، ہر ایک سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: یہ بھی ضروری ہے کہ یہ روزے متواتر رکھے جائیں۔

مسئلہ: قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا درست ہے۔ (خزائن العرفان)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا
وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○

(پ ۸، رکوع ۱۰، ۳۱، الاعراف)

ترجمہ:۔ اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ، اور کھاؤ اور پیو، اور حد سے نہ بڑھو، بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اور سنت یہ کہ آدمی بہتر زینت کے ساتھ نماز کے لئے حاضر ہو کیوں کہ نماز میں رب سے مناجات ہے۔ تو اس کے لئے زینت کرنا عطر لگانا مستحب جیسا کہ ستر و طہارت واجب ہے۔ (خزائن العرفان)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ
مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

(پ ۸، رکوع ۱۱، ۳۲، الاعراف)

ترجمہ:۔ تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی۔ اور پاک رزق، تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہیں کی ہے۔ ہم

یوں ہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے۔" کنزالایمان

مسئلہ: آیت اپنے عموم پر ہے۔ ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو (خازن) تو جو لوگ توشہ، گیارھویں، میلاد شریف، اور بزرگوں کی فاتحہ عرس مجالس شہادت وغیرہ کی سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں، وہ اس آیت کے خلاف کر کے گنہگار ہوتے ہیں۔ اور اس کو ممنوع کرنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے۔ اور یہی بدعت و ضلالت ہے۔ (خزائن العرفان)

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ
اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(پ ۱۱ رکوع ۱، ۹۹ التوبہ)

ترجمہ:۔ اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو خرچ کریں اسے اللہ کے نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں، ہاں ہاں وہ ان کے لئے باعث قرب ہے۔ اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (کنزالایمان)

مسئلہ: یہی فاتحہ کی اصل ہے کہ صدقہ کے ساتھ دعائے مغفرت کی جاتی ہے لہٰذا فاتحہ کو بدعت

وناروا کہنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (پ۱۱ رکوع ۲، ۱۰۳، التوبۃ)

ترجمہ: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔ ان کے حق میں دعائے خیر کرو، بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ صدقہ لینے والے جو صدقہ پاکر دعا کرتے ہیں یہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ (خزائن العرفان)

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ○ (پ۱۲، ۱۱۴، ہود)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں، اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: آیت سے معلوم ہوا کہ نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں۔ خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ وذکر واستغفار یا اور کچھ۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک روایت میں ہے رمضان دوسرے رمضان تک یہ سب کفارہ ہیں ان گناہوں کے لئے جو ان کے درمیان واقع ہوں، جبکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔ (خزائن العرفان)

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ○ (پ۱۵، رکوع ۳، ۲۴، بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا، نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ (کنز الایمان) [1]

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان کیلئے رحمت ومغفرت کی دعا جائز اور اسے فائدہ پہونچانے والی ہے۔ مُردوں کے ایصال ثواب میں بھی ان کے لئے دعائے رحمت ہوتی ہے لہٰذا اس کے لئے یہ آیت اصل ہے۔ (خزائن العرفان)

---

[1] فائدہ: آیۃ والدین کے حق میں دعائے رحمت کیلئے ہے مگر اسی آیۃ کے تحت حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے متعدد مسائل اخذ فرمائے

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(پ۶، رکوع ۵، آیت ۴، المائدہ)

ترجمہ:۔ اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا تم فرماؤ کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں، اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لئے، انہیں شکار پر دوڑاتے ہو جو علم تمہیں خدا نے دیا ہے اس سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں جو وہ مار کر تمہارے لئے رہنے دیں۔ اور اس پر اللہ کا نام لو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حرمت کے لئے دلیل نہ ہونا بھی اس کی حلت کیلئے کافی ہے
(خزائن العرفان)

عشر کے متعلق مسائل

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(پ۸، رکوع ۴، آیت ۱۴۲، الانعام)

ترجمہ:۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کئے باغ، کچھ زمین پر چھئے ہوئے اور کچھ بے چھئے۔ اور کھجور اور کھیتی جس میں رنگ رنگ کے کھانے، اور زیتون، اور انار، کسی بات میں ملتے اور کسی میں الگ کھاؤ اسکا پھل جب پھل لائے، اور اس کا حق دو جس دن کٹے اور بے جا نہ خرچو۔ بیشک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں (کنز الایمان)

مسئلہ: لکڑی، بانس، گھاس کے سوا زمین کی باقی پیداوار مراد ہیں۔ اگر یہ پیداوار بارش سے ہوں تو اس میں عشر واجب ہوتا ہے۔ (یعنی دسواں حصّہ) اور اگر رہٹ وغیرہ سے ہو تو بیسواں حصہ۔

نیکی و بدی

مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○ (پ۵، رکوع ۸، ۷۹، النساء)

ترجمہ:۔ اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہونچے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو برائی پہونچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے، اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: یہاں برائی کی نسبت بندے کی طرف مجاز ہے اور اوپر جو مذکور ہوا وہ حقیقت تھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بدی کی نسبت بندے کی طرف برسبیل ادب ہے۔ خلاصہ یہ کہ بندہ جب فاعل حقیقی نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف جانے اور جب اسباب پر نظر کرے، تو برائیوں کو اپنی شامت کے سبب سے سمجھے۔ (خزائن العرفان)

چوری کی سزا

وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○

(پ۶، رکوع ۱۰، ۳۸، المائدہ)

ترجمہ:۔ اور جو مرد یا عورت چور ہو، تو ان کا ہاتھ کاٹو، ان کے کئے کا بدلہ، اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(کنز الایمان)

مسئلہ: پہلی مرتبہ کی چوری میں داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر دوبارہ اگر کرے تو بایاں، اس کے بعد بھی اگر چوری کرے تو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے۔

مسئلہ: چور کا ہاتھ کاٹنا تو واجب ہے اور مال مسروق موجود نہ ہو تو اس کا واپس کرنا بھی واجب، اور اگر وہ ضائع ہوگیا ہو تو ضمان واجب نہیں۔ (تفسیر احمدی۔ خزائن العرفان)

رشوت

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○

ترجمہ: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور، تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ. یا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو، بیشک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔ (کنزالایمان۔ پ۶، المائدہ۔ ۴۲)

مسئلہ: رشوت کا لینا دینا دونوں حرام ہے۔ حدیث شریف میں رشوت لینے دینے والے دونوں پر لعنت آئی ہے۔ (خزائن العرفان)

بے دینوں کی مجلس

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

(پ۷ رکوع ۱۴، ۹۔۶۸، الانعام)

ترجمہ: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے۔ جب تک اور بات میں پڑیں. اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے۔ تو یاد آئے، پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور پرہیزگاروں پر ان کے حساب سے کچھ نہیں، ہاں نصیحت دینا شاید وہ باز آئیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: بے دینوں کی مجلس میں وین اگر دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو تو مسلمانوں کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ کفار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریر کرتے ہیں ان میں جانا سننے کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں، اور دو جواب کے لئے جانا مجالست نہیں بلکہ اظہار حق ہے۔ وہ ممنوع نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندوں کو نصیحت اور اظہار حق کے لئے ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

مُبَاح

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ

فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ○ (پ۸، رکوع ۱، ۱۱۹، انعام)

ترجمہ:۔ اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا، وہ تم سے مفصل بیان کر چکا۔ جو کچھ تم پر حرام ہوا۔ مگر جب تمہیں اس پر مجبوری ہو۔ اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے، بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور ثبوت حرمت کیلئے حکم حرمت درکار ہے اور جس چیز پر شریعت میں حرمت کا حکم نہ ہو وہ مباح ہے۔ خزائن العرفان

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

ترجمہ:۔ تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی ہو کسی کھانے

والے پر کوئی کھانا حرام، مگر یہ کہ مردار ہو، یا رگوں کا بہتا خون یا بدجانور کا گوشت وہ نجاست ہے۔ یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے، تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: جس چیز کی حرمت شرع میں وارد نہ ہو اس کو ناجائز و حرام کہنا باطل ہے۔ ثبوت حرمت خواہ وحی قرآن سے ہو یا وحی حدیث سے۔ یہی معتبر ہے۔ (خزائن العرفان)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (پ۱۰، رکوع ۱۱، ۳۴، التوبہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں خوشخبری سنا دو دردناک عذاب کی۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: مال کا جمع کرنا مباح ہے۔ مذموم نہیں جب کہ اس کے حقوق ادا کیے جائیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ وغیرہ اصحاب الدار تھے اور جو اصحاب کہ جمع مال سے نفرت رکھتے تھے وہ ان پر اعتراض نہ کرتے تھے۔ (خزائن العرفان)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ○ (۴۲، التوبہ)

ترجمہ:۔ اگر کوئی قریب مال یا متوسط سفر ہوتا۔ تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے، مگر ان پر تو مشقت کا راستہ دور پڑ گیا۔ اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے، اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بیشک ضرور جھوٹے ہیں۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانا سبب ہلاکت ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

(پ۱۱ رکوع ۳ ۱۱۵ التوبہ)

ترجمہ اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے جب تک انہیں صاف نہ بتا دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: جس چیز کی جانب شرع میں ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔ (خزائن العرفان)

سچوں کی صحبت

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ○

(پ۱۱ رکوع ۴، ۱۱۹ التوبہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے۔ کیوں کہ صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا اور اس سے ان کے قول کا مقبول کرنا لازم آتا ہے۔ (خزائن العرفان)

فاسق کی نمازِ جنازہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ پ۱۰، رکوع ۱۷، ۸۴، التوبہ)

ترجمہ:۔ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ و رسول سے منکر ہوئے۔ اور فسق ہی میں مرگئے۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کی نماز جنازہ کسی حال میں جائز نہیں۔ اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔ اور یہ جو فرمایا (اور فسق ہی میں مرگئے) یہاں فسق بمراد کفر ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ بھی فسق بمعنی کفر وارد ہوا ہے۔ جیسے آیت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا۔ میں۔

مسئلہ: فاسق (منافق) کے جنازے کی نماز جائز نہیں۔ اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اس پر علمائے صالحین کا عمل اور یہی اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز بھی ثابت ہوا۔

مسئلہ: جس شخص کے مومن یا کافر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ: جب کوئی کافر مرجائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیئے کہ بطریق مسنون غسل نہ دے بلکہ نجاست کی طرح اس پر پانی بہادے اور نہ کفن مسنون دے۔ بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے۔ اور نہ سنت طریقہ پر دفن کرے۔ نہ بطریق سنت قبر بنائے۔ خزائن العرفان

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝

(پ۲۶، رکوع ۱۳، ۹، الحجرات)

ترجمہ:۔ اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں۔ تو ان میں صلح کراؤ۔ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر پلٹ آئے۔ تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردو۔ اور عدل کرو، بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

(کنزالایمان)

مسئلہ: باغی گروہ کا یہی حکم ہے کہ اس سے قتال کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ جنگ اور بغاوت سے باز آجائے۔ (خزائن العرفان)

اسراف یعنی بیجا خرچ سے متعلق مسائل

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (پ۱، رکوع ۱، ۳، البقرہ)

ترجمہ: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: انفاق میں اسراف (بیجا خرچ) ممنوع ہے یعنی انفاق خواہ اپنے نفس پر ہو یا اپنے اہل پر یا کسی اور پر ہو اعتدال کے ساتھ ہو اسراف نہ ہونے پائے۔ رزق کو اپنی طرف نسبت فرما کر ظاہر فرمایا کہ مال تمہارا پیدا کیا ہوا نہیں ہے بلکہ ہمارا عطا فرمایا ہوا ہے۔ اس کو اگر ہمارے حکم سے ہماری راہ میں خرچ نہ کرو تو تم نہایت ہی بخیل ہو اور یہ بخل نہایت قبیح ہے۔ (خزائن العرفان)

شکر نعمت کا وجوب

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝

(پ۱، رکوع ۵، ۴۰، البقرہ)

ترجمہ: اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو۔ میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: اس آیت سے شکر نعمت و وفا عہد کے واجب ہونے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ مومن کو چاہیے کہ اللہ کے سوا کسی سے ڈر نہ رکھے۔ (خزائن العرفان)

یوم عاشورہ کا روزہ

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (پ۱، رکوع ۶، ۵۰، البقرہ)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا۔ اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ (کنز الایمان)

فائدہ: یہ واقعہ روز عاشورہ کا ہے جس کے شکریہ میں قوم بنی اسرائیل روزہ رکھتی تھی۔

مسئلہ : عاشورہ کا روزہ سنت ہے۔

مسئلہ : انبیاء کرام علیہم السلام پر جو انعام الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجالانا مسنون ہے۔

مسئلہ : ایسے امور میں دن کا تعین سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

مسئلہ : یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یادگار کفار بھی اگر قائم کرتے ہوں تو جب بھی انہیں چھوڑا نہ جائے۔ (خزائن العرفان)

توبہ

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(پ۱، رکوع ۶، ۵۸، البقرۃ)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ، پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ۔ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

مسئلہ : زبان سے استغفار کرنا اور بدنی عبادت سجدہ وغیرہ بجالانا توبہ کا متمم ہے۔

مسئلہ : مشہور گناہوں کی توبہ بالاعلان ہونی چاہیئے۔

مسئلہ : مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد ہوں۔ وہاں پر توبہ کرنا اور اطاعت بجالانا ثمرات نیک اور سرعت قبول کا سبب ہوتا ہے۔ (خزائن العرفان)

"انشاء اللہ" کہنے کی برکت

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝

(پ۱، رکوع ۸، ۷۰، البقرہ)

ترجمہ: بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کر دے وہ گائے کیسی ہے۔ بیشک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا۔ اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : ہر نیک کام پر انشاء اللہ کہنا مستحب اور باعث برکت ہے۔

والدین کی اطاعت

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط
ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○
(پ۱، رکوع ۹، ۸۳، البقرۃ)

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور نماز قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے۔ مگر تم میں کے تھوڑے، اور تم روگرداں۔ (کنز الایمان)

مسئلہ: واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کئے جا سکتے۔ والدین کے ساتھ احسان

کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ تہہ دل سے والدین سے محبت رکھے رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں ادب لازم جانے، ان کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے ان کو راضی کرنے کی سعی کرتا رہے اپنے نفیس مال کو ان سے نہ بچائے ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری رکھے ان کے لئے فاتحہ صدقات تلاوت قرآن ایصال ثواب کرے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرے ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرے (فتح العزیز) والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بدمذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو بہ نرمی اصلاح و تقویٰ اور عقیدہ حقہ کی طرف لانے کی کوشش کرتا رہے۔ (خازن) (خزائن العرفان)

آداب والدین کے متعلق مسائل

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ط (پ۱۵، رکوع ۳، ۲۴ بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ اور ان کے (یعنی والدین کیلئے) عاجزی کا بازو بچھا۔ نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔ (کنز الایمان)

مسئلہ : اگر والدین کافر ہوں تو ان کے لئے ہدایت وایمان کی دعا کرے کہ یہی ان کے حق میں رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ والدین کی رضا میں اللہ کی رضا، اور ان کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ والدین کا فرمانبردار جہنمی نہ ہوگا۔ اور ان کا نافرمان کچھ بھی عمل کرے گرفتار عذاب ہوگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی سے بچو! اس لئے کہ جنت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا۔ نا قاطع رحم، اور نہ بوڑھا زناکار اور نہ تکبر سے اپنے ازار ٹخنے سے نیچے لٹکائے رہنے والا۔

(خزائن العرفان)

وراثت کے ثبوت میں

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ
اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ
فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ
تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی
الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

(پ۲۱، رکوع ۱۷، ۱۱، سـ، الاحزاب)

ترجمہ :۔ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے،

(کنز الایمان)

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ اولی الارحام ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، کوئی اجنبی دینی برادری کے ذریعہ سے وارث نہیں ہوتا ہے ۔ (خزائن العرفان)

حضور کی اطاعت کے وجوب میں

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

(پ۲۲، رکوع ۲، ۳۶، الاحزاب)

ترجمہ :۔ اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔ (کنزالایمان)

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے، اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے آپ کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ : اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ **فائدہ :** بعض تفاسیر میں حضرت زید کو غلام کہا گیا ہے مگر یہ خالی از تسامح نہیں کیوں کہ وہ حُر تھے گرفتاری سے بالخصوص قبل بعثت شرعاً کوئی شخص مرقوق یعنی مملوک نہیں ہو جاتا اور زمانہ فترت کا تھا۔ اور اہل فترت کو حربی نہیں کہا جاتا۔ کذا فی الجمل۔ (خزائن العرفان)

علم نجوم

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ

ترجمہ : پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔ (پ۲۳، رکوع ۶، ۸۹، الصفت)

(کنزالایمان)

(یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے)

مسئلہ : علم نجوم حق ہے۔ اور سیکھنے میں مشغول ہونا منسوخ ہو چکا ہے۔

مسئلہ : شرعاً کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ یعنی ایک شخص کا مرض بعینہٖ کسی دوسرے میں نہیں پہونچ جاتا۔ مادوں کے فساد اور ہوا وغیرہ کی سمّیتوں کے اثر سے ایک وقت میں بہت سے لوگوں کو ایک طرح کا مرض ہو سکتا ہے۔ لیکن حدوث مرض کا ہر ایک میں جداگانہ ہے کسی کا مرض دوسرے

میں نہیں پہونچتا۔ (خزائن العرفان)

توبہ کا وجوب

وَھُوَالَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○

(پ۲۵ رکوع ۴، ۲۵ الشوریٰ)

ترجمہ:۔ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے، اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: توبہ ہر ایک گناہ سے واجب ہوتی ہے۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی معصیت سے باز آئے اور جو گناہ اس سے صادر ہوا اس پر نادم ہو۔ اور ہمیشہ گناہ سے مجتنب رہنے کا پختہ ارادہ کرے۔ اور اگر گناہ میں کسی بندے کی حق تلفی بھی تھی تو اس حق سے بطریق شرعی عہدہ برآ ہو۔ (خزائن العرفان)

حالت نجاست میں گفتگو

مَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ○

ترجمہ: کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ کنزالایمان۔ (پ۲۶، رکوع ۱۶، ۱۸، ق)

مسئلہ: (نجاست وجنابت) ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تاکہ اس کے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں۔ بیماری کا کراہنا تک اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب اور گرفت و عذاب ہے۔ اور جب آدمی بدی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتہ سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کر (ٹھہر) شاید یہ شخص استغفار کرلے۔ خزائن العرفان۔

دیدار الٰہی

اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ○ ترجمہ:۔ اپنے رب کو دیکھتے

(پ۲۹ رکوع ۱، ۲۳، القیمہ)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی میسر آئے گا۔ یہی تو اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ قرآن وحدیث و اجماع کے دلائل کثیرہ اس پر قائم ہیں اور یہ دیدار بے کیف و بے جہت ہوگا۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ہاں ہاں بے شک وہ اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔
(کنزالایمان، پ۳۰ رکوع ۸ ۱۵ المطففین)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ مومنین کو آخرت میں دیدار الٰہی کی نعمت میسر آئے گی۔ کیونکہ محرومی دیدار سے کفار کی وعید میں ذکر کی گئی ہیں اور جو چیز کفار کے لئے وعید و تہدید ہو وہ مسلمان کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی۔ تو لازم آیا کہ مومنین کے حق میں یہ محرومی ثابت نہ ہو۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب اس نے اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم کیا تو دوستوں کو اپنی تجلی سے نوازے گا اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا۔

بیعتِ نسواں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ

مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۲۸ رکوع ۸، ۱۲، الممتحنہ)

ترجمہ:۔ اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں۔ اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ:۔ خلافت کے ساتھ ٹوپی دینا مشائخ کا معمول ہے اور کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول عورتوں کی بیعت میں اجنبیہ کا ہاتھ چھونا حرام ہے یعنی بیعت زبان سے یا کپڑے وغیرہ کے واسطہ سے۔

برتنے کی چیزیں

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○

ترجمہ: اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے (کنز الایمان) پ۳۰ ع ۳۲ ۷۔ الماعون

مسئلہ: علماء نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر ایسی چیزیں اپنی حاجت سے زیادہ رکھے جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے۔ اور عاریۃً دیا کرے۔ (خزائن العرفان)

دُعا و تعویذ اور گنڈے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے

(کنز الایمان۔ پ۳۰ ع ۳۸ ۱ الفلق)

مسئلہ: تعویذ اور عمل جس میں کوئی کلمہ کفر یا شرک نہ ہو جائز ہے خاص کر وہ عمل جو آیات قرآنی سے کئے جائیں یا احادیث میں وارد ہوں۔ حدیث شریف میں ہے اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ انہیں عمل کردوں۔ حضور نے اجازت دی۔ (ترمذی)

مسئلہ: گنڈے بنانا اور اس پر گرہ لگانا آیات قرآنی یا اسماء الٰہیہ دم کرنا جائز ہے جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اسی پر ہیں۔ اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ جب حضور سید عالم

صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضور معوذتین پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔ (خزائن العرفان)

صدق اللہ العظیم وصدق رسوله النبی
الامین الکریم وصل اللہ تعالیٰ علی
خیر خلقه محمد واله
وصحبه اجمعین ۝

تمت بالخیر

توجہ فرمائیے

ادارے کی ہدیۃ شائع شدہ کتب

کہی ان کہی — زکوٰۃ کی اہمیت

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان

عید الاضحیٰ کے فضائل اور مسائل — فتاویٰ حج وعمرہ

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

میلاد ابن کثیر، عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنّت کا کردار

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

رابطے کے لئے: 021-2439799

عصمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

تالیف

حافظ الحدیث امام محمد جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ

المتوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ

محمد عارف محمود خان قادری رضوی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : عصمت نبوی ﷺ کا بیان

تالیف : حافظ الحدیث امام محمد جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ

ترجمہ : محمد عارف محمود خان قادری رضوی

سن اشاعت : ربیع الاول ۱۴۲۹ھ۔اپریل ۲۰۰۸ء

تعدادِ اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیشِ لفظ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صرف نامور مصنف، بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر، مؤرّخ اور ماہرِ لغت ہی نہ تھے بلکہ اپنے زمانے کے مجدد بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ نہایت قوی تھا، آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا پھر دیگر علوم وفنون کے حصول میں مصروف ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ۸۷۱ھ کے جامعہ شیخونیہ میں شیخ الحدیث کا منصب ملا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ وتزکیہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اکثر اوقات یادِ الٰہی عزوجل میں مستغرق رہتے۔ نمازِ تہجد باقاعدگی سے ادا فرمایا کرتے تھے، اگر کبھی رہ جاتی تو اتنے پریشان ہوتے کہ بیمار پڑ جاتے۔

علومِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے مسلمانانِ عالم نے بڑا فیض حاصل کیا، علمِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ رسالت ﷺ سے شیخ الحدیث کا لقب عطا ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عاشقِ رسول ﷺ تھے اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو 75 مرتبہ حالتِ بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ذہانت کی بنا پر دو لاکھ احادیث یاد تھیں، علم حدیث میں دوسو زائد کتابیں تصنیف کیں، آپ تصنیف وتالیف کے میدان میں اپنی مثال آپ تھے، کثرتِ تالیفات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت بلند مقام حاصل ہے، آپ کی تصانیف و تالیف پانچ سو زائد ہیں، چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں: الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، الاتقان فی علوم القرآن، جمع الجوامع، الجامع الصغیر، تدریب الراوی فی تقریب النووی، تفسیر الجلالین، الحاوی للفتاویٰ وغیرہ۔

زیرِ نظر رسالہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تالیف کردہ ہے، جس میں حضور ﷺ کی عصمت کو قرآن واحادیث سے ثابت کیا گیا ہے اور حضور ﷺ کی طرف ''ذنب'' کی نسبت کرنے کے بارے میں مختلف اقوال اور ان کے ردّ میں جوابات تحریر کئے گئے ہیں۔

مولانا محمد عارف محمود خان قادری رضوی نے اس کا سلیس انداز میں ترجمہ کرکے اس رسالے سے مستفید ہونے میں مدد فراہم کی ہے، اللہ تعالیٰ فاضل مترجم کی اس کاوش کو قبولیت کے مرتبے سے مشرف فرمائے۔

اس رسالے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنی سلسلہ اشاعت کے 168 ویں نمبر پر شائع کررہی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف اور مترجم دونوں کی کاوش کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے نافع بنائے۔ آمین

سید محمد طاہر نعیمی

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

قوله تعالیٰ: ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ الآیة (۱)

هذه الآیة فیها أقوال للمفسرین بعضها مقبول و بعضها مردود، و بعضها ضعیف للدلیل القاطع علی عصة النبی ﷺ و سائر الأنبیاء من الذنوب قبل النبوة و بعدها

قال السبکی فی تفسیره: ”للناس أقوال منها ما یجب تأویله، و منها ما یجب ردّه“.

القول الأول: إن المراد ما کان فی الجاهلیة، (۲) قاله مقاتل.

قال السبکی و هذا مردو، بأنّ النبیّ ﷺ لیست له جاهلیة.

القول الثانی: إن المراد ما کان قبل النبوة

قال السبکی و هذا مردود أیضاً بأنه ﷺ معصوم قبل النبّوة و بعدها

القول الثالث: قول سفیان الثوری: ”ما عملت فی الجاهلیت و مالم تعمل“ (۳)

قال السبکی: و هو مردود بالذی قبله

القول الرابع: و یحکی عن مجاهد: ”مَا تَقَدَّمَ من حدیث ماریة وَ مَا تَأَخَّرَ من إمرأة زید“

ا۔ الفتح: ۴۸/۲

۲۔ أخرج ابن المنذر عن أبی عامر و أبی جعفر رضی الله عنه فی قوله ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ﴾ قال: فی الجاهلیة ﴿وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ قال: فی الإسلام (الدر المنثور: ۷/۴۵۱)

۳۔ و أخرج عبد بن حمید عن سفیان رضی الله عنه فی قول الله ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ﴾ قال: ما تقدّم: ما کان فی الجاهلیة، و ما تأخر: ما کان فی الإسلام ما لم یفعله بعد (الدر المنثور: ۷/۴۵۱)

قال السبکی: و هذا قول باطل، و لم یکن فی قصة ماریة و امرأة زید ذنب أصلاً، و من اعتقد ذالک فقد أخطا التحقیق

القول الخامس: قول الزمخشری، جمیع ما فرط منک

قال السبکی: و هذا مردود

أما أولاً. فالبیان عصمة الأنبیاء علیهم السلام، فقد اجتمعت الأمة علی عصمتهم فی ما یقع بالتبلیغ، و فی غیر ذالک من الکبائر و الصغائر الرذیلة التی تحط مرتبتهم، و من المداومة علی الصغائر. هذه الاربعة مجمعة علیها، و اختلفوا فی الصغائر التی لا تحط مرتبتهم. فذهبت المعتزلة و کثیر من غیرهم إلی جوازها، و المختار المنع. لأنا مأمورون بالإقتداء بهم فی کل ما یصدر عنهم من قول و فعل، فکیف یقع منهم ما لا ینبغی و نؤمر بالإقتداء فیه؟

و أما الحشویة، فنسب إلیهم تجویزها علیهم مطلقاً فإن صحّ ذالک عنهم، فهم محجوبون بما ذکرناه من الإجماع.

و الذین جوّزوا الصغائر، لم یجوّزوها بنصّ و لا دلیل، و إنما اخذوا ذالک من هذه الآیة و أمثالها، و قد ظهر جوابها. و الذین جوّزوا الصغائر التی برذائل، قال ابن عطیة: اختلفوا، هل وقع ذلک من نبینا ﷺ أو لم یقع؟

و قال السبکی: لم أشک و لم أرتاب أنه لم یقع، و کیف یتخیل خلاف ذالک؟

و أما الفعل: فإجماع الصحابة المعلوم منهم قطعاً علی اتباعه و التأسی به فی کل ما یفعله من قلیل أو کثیر، أو صغیرٍ أو کبیرٍ، لم یکن عندهم فی ذالک توقف و لا بحث، حتی أعماله ﷺ فی السرّ و الخلوة یحرصون علی العلم بها و علی اتباعها، علم بها أو لم یعلم. و من تأمل أحوال

الصحابة مع النبی ﷺ و ما عرفوه و شاهدوه منه فی جمیع احواله من اوله إلی آخره، استحیی من الله أن یتکلم بهذا الکلام، أو یخطر بباله.

و لـو لا أن هذا القول قد قیل، لما حکیناه، و نحن نبرأ إلی الله منه، و لو قال به من قال.

فهذا الکلام الأول علی الزمخشری فی تفسیره الآیة

و أمـا ثـانیاً: فلأنه لو سلّم ذالک. حاشا لله فتلک بقول الخصم، شیئ أو أشیاء نـادرة حـقیرة، فـلا تـنـاسب ما الآیة مشیرة إلیــه مـن التعظیم و الإمتنان، و جعله ذالک غایة الفتح المبین المقرون بالتعظیم، فحمله علی ذالک یخل بالبلاغة.

هذا کلام السبکی فی رد مقالة الزمخشری.

الـقـول الـسـادس: قیـل الـمراد بذالک: ما کان یقع فی صغره ﷺ مع الغلمان بلعب، و ذلک لا یلیق بمقامه،

فإن حسنات الأبرار سیئات المقرّبین.

و لهـذا قـال یـحییٰ بن زکریا علیه السلام و هو صغیر لما دعاه الصبیان للعبِ: ما لهذا خلقت.

و هذا القول مردود.

أمـا أولاً: فلأنه یشعر بتمییز السید یحییٰ علی نبینا ﷺ و لا یمتاز علیه، فکل خصیصة أوتیها نبی من الأنبیاء، أوتی نبینا ﷺ مثلها، أو اجلّ منها.

و قد روی أنه ﷺ کـان یعدل وهو رضیع، فکانت مرضعة حلیمة تعطیه ثـدیهـا فیشـرب مـنه، فإذا أعطته الثدی الآخر امتنع منه، لعلمه ﷺ بأن له شـریـکـاً فـی الرضاعة، فهذا أجل من ترک اللعب، وهو ﷺ فوق ذالک السـن، و لـم یثبـت أن لـعبه مـع الـغـلمان لهو، بل هذه اللفظة إن ثبت فی

حدیث وجب تأویلها علی ما یلیق بها.

ثم ماذا یصنع قائل هذا القول أن حمل قوله: ﴿مَا تَقَدَّمَ﴾ علی اللعب مع الغلمان وهو الصغیر؟ فماذا یصح فی قوله: ﴿وَ مَا تَأَخَّرَ﴾

الـقـول السابع: قول عطاء الخراسانی: ما تقدم من ذنب أبویک آدم و حواء، ما تأخّر من ذنوب أمتک.

و هذا ضعیف.

أما أولاً: فلأن آدم معصوم لا ینسب إلیه ذنب، وهو تأویل یحتا ج إلی تأویل.

و أمـا ثـانیاً: فـلأن ذنـب الـغیـر، لا یضاف إلی غیر من صدر منه بکاف الخطاب.

و أمـا ثـالثاً: فلأن ذنوب الأمة کلها لا تغفر، بل من یغفر له، و منهم من لا یغفر له.

القول الثامن: قول ابن عباس رضی الله عنهما: مما یکون.

قال السبکی: و هذا مؤول، أی مما یکون لو کان.

و الـمـعـنـی: إنک بحال لو کان ذلک ذنوب ماضیة و مستقبلة لغفرنا لک جمیعاً، لشرفک عندنا.

الـقـول التاسع: قال فی الشفاء: قیل: ما وقع لک من ذنب، و ما لم یقع إعلم أنه مغفور لک.

الـقـول الـعـاشـر: قال أیضا: قیل: المتقدم ما کان قبل النبوة، و المتأخر عصمتک بعدها، وحکاه أحمد بن نصر.

الـقـول الـحادی عشر: قیل: المراد ما کان من سهو و غفلة و تأویل، و حکاه الطبری و اختاره القشیری.

القول الثانی عشر: قال مکی: محاطبة النبی ﷺ ههنا مخاطبة لأمته.

فهذه اثنا عشر قولاً غير مقبولة، ما بين مردو و ضعيف و مؤول.

أما الأقوال المقبولة

ففي الشفاء: أن النبيّ ﷺ لما أمر أن يقول ﴿وَ مَآ أَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَ لَا بِكُمْ﴾ الآية (۴) سرّ بذلك الكفار، فأنزل الله ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ الآية (۵)، و أخبر بحال المؤمنين في الآية الأخرى بعدها.

فمقصد الآية: إنك مغفور لك غير مواخذ بذنب، أن لو كان.

قلت: هذا الأثر أخرجه ابن المنذر في تفسيره، عن ابن عباس رضي الله عنهما. قال في قوله ﷺ: "ما أدري ما يفعل بي و لا بكم" فأنزل الله بعد ذلك: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ الآية (۶)(۷)

و أخرج احمد (۸) و الترمذي (۹) و الحاكم (۱۰) عن أنس رضي الله عنه قال: أُنْزِلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا

۴ـ الأحقاف: ۴۶/۹

۵ـ الفتح: ۴۸/۲

۶ـ الفتح: ۴۸/۲

۷ـ و قال عطاء عن ابن عباس: إن اليهود شمتوا بالنبي ﷺ و المسلمين لما نزل قوله: ﴿وَ مَآ أَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَ لَا بِكُمْ﴾، و قالوا: كيف تتبع رجلاً لا يدري ما يفعل به، فاشتد على ذلك على النبي ﷺ، فأنزل الله تعالى: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا .... وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ (أسباب النزول للواحدي، سورة الفتح، ص ۲۱۲، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۱هـ ـ ۲۰۰۱م

۸ـ المسند للإمام أحمد، المجلد ۳/۲۵۲، برقم: ۱۳۶۳۹

۹ـ الجامع الصحيح و هو سنن الترمذي، المجلد (۴)، كتاب (۴۸) التفسير، باب (۴۸) من سورة الفتح، ص ۲۲۹، الحديث: ۳۲۶۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۱هـ ـ ۲۰۰۰م

۱۰ـ المستدرك للحاكم، المجلد (۲)، ص ۴۶۰، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۷هـ ـ ۱۹۸۷م

تَأَخَّرَ﴾ الآية (۱۱) مَرْجِعَهُ ﷺ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ.

فَقَالُوْا: هَنِيْئاً لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، لَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ، فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا؟ فَنَزَلَتْ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ حتى بلغ ﴿فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (۱۲)(۱۳)

قال القاضي عياض رحمه الله: قال بعضهم: المغفرة ههنا تبرئة من العيوب.

و قال الشيخ عز الدين عبدالسلام في كتابه "نهاية السوال فيها سنح من تفضيل الرسول ﷺ" فضل الله نبينا ﷺ على سائر الأنبياء بوجوه. إلى أن قال: و منها: أن الله تعالى أخبره أنه غفر له ما تقدّم من ذنبه و ما تأخر، و لم ينقل أنه تعالى أخبر أحداً من الأنبياء بمثل ذلك. بل الظاهر أنه سبحانه و تعالى لم يخبرهم، لأن كل واحد منهم إذا طلب من الشفاعة في الموقف، ذكر خطيئة التي أصاب، و قال: نفسي نفسي.

و لو علم كل واحد منهم بغفران خطيئة، لم يوجل منها في ذلك المقام، و إذا استشفعت الخلائق بالنبي ﷺ في ذلك المقام قال: "أَنَا لَهَا".

قال السبكي في تفسيره: قد تأملت هذا الكلام. يعني قوله ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ الآية (۱۴) بذهني مع ما قبله فوجدته لا يحتمل إلا وجهاً واحداً، و هو تشريف النبي ﷺ من غير أن يكون هناك ذنب، و لكنه أراد أن يستوعب في الآية جميع النعم من الله على عباده الأخروية.

۱۱ـ الفتح: ۴۸/۲

۱۲ـ الفتح: ۴۸/۵

۱۳ـ تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، المجلد (۱)، أنس بن مالك (۲۰) معمر بن لاشر عن قتادة عنه، ص ۳۴۶، برقم: ۱۳۴۲، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰هـ ـ ۱۹۹۹م

۱۴ـ الفتح: ۴۸/۲

و جميع النعم الأخروية شيئان: سلبية: و هو غفران الذنوب، و ثبوتية: و هي لا تتناهى.

أشار إليها بقوله: ﴿وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ﴾ الآية(۱۵)

و جميع النعم الدنوية شيئان: دينية، أشار إليها بقوله تعالىٰ: ﴿يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ (۱۶)

و دنوية و إن كانت هنا المقصود بها الدين، و هي قوله تعالىٰ: ﴿وَ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ (۱۷)

و قد الأخروية على الدنوية، و قدم في الدنوية الدينية على غيرها تقديماً للأهم فالأهم.

فانتظم بذلک قدر النبي ﷺ بإتمام أنواع نعم الله عليه المفرقة في غيره.

و لهذا جعل ذلک غاية الفتح المبين، الذی عظمه و فخمه بإسناده إليه بنون العظمة، و جعله خاصا بالنبي ﷺ بقوله تعالىٰ: ﴿لک﴾. قال: و بعد أن وقعت على هذا المعنى، و جدت ابن عطية قد وقع عليه.

فقال: "و إنما المعنى التشريف بهذا الحكم، و لم تكن ذنوب البتة". و قد وفق فيما قال، انتهى.

فقال بعض المحققين: المغفرة كناية عن العصمة، فمعنى ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ الآية (۱۸) فيعصمک فيما تقدّم من عمرک و فيما تأخّر منه.

و هذا القول في غاية الحسن، و قد عدّ البلغاء من أساليب البلاغة في

۱۵۔ الفتح: ۲/۳۸
۱۶۔ الفتح: ۲/۳۸
۱۷۔ الفتح: ۲/۳۸
۱۸۔ الفتح: ۲/۳۲۸

القرآن، أن يكنى عن الخفيفات بلفظ المغفرة و العفو و التوبة.

كقوله تعالىٰ عند نسخ قيام الليل: ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ﴾ (۱۹)

و عند نسخ تقديم الصدقة بين يدى النجوى: ﴿فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ (۲۰)

و عند نسخ تحريم الجماع ليلة الصيام: ﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ الآية(۲۱)

آخر التأليف الي هنا و الحمد لله وحده. صلى الله على سيدنا محمد و اله و صحبه و سلّم تسليماً كثيراً.

انتهى ذلک و تمّ بحمد الله و عونه و حسن توفيقه.

ترجمہ

الحمد لله ذى المجد و الجلالة و العزه و الصلوٰة و السلام على صاحب النبوة و الرسالة و العصمة.

أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ (۲۲)

ترجمہ: تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور پچھلوں کے۔ (کنز الایمان)

اس آیت طیبہ کی تفسیر میں مفسّرین کے اقوال مختلف ہیں، جن میں سے بعض

۱۹۔ المزمل: ۲۰/۷۳
۲۰۔ المجادلة: ۱۳/۵۸
۲۱۔ البقرة: ۲/۱۸۷
۲۲۔ الفتح: ۲/۳۸

مقبول ہیں اور بعض مردود اور بعض اقوال سید الانبیاء اور دیگر انبیاء کی عصمت قبل از نبوت اور بعد از نبوت پر قطعی دلیل کے ثابت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

امام سبکی علیہ الرحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ "علماء کے اس میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے بعض کی تاویل اور بعض کی تردید واجب ہے"۔

پہلا قول: اس آیت کریمہ میں "ذنب" سے مراد وہ ہے جو دَورِ جاہلیت میں واقع ہوا، یہ مقاتل کا قول ہے۔

امام سبکی فرماتے ہیں کہ "یہ قول مردود ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کے لئے جاہلیت نہیں ہے"۔

دوسرا قول: اس "ذنب" سے مراد وہ ہے جو (اعلانِ نبوت سے) پہلے ہوا۔

امام سبکی فرماتے ہیں یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ ﷺ (اعلانِ نبوت سے) پہلے بھی معصوم تھے اور بعد میں بھی معصوم رہے۔

تیسرا قول: سفیان ثوری نے کہا "یعنی جو عمل آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت میں کیا اور وہ جو نہیں کیا"۔

امام سبکی فرماتے ہیں: "یہ قول بھی بوجہ سابق قول کی طرح مردود ہے"۔ (۲۳)

چوتھا قول: امام مجاہد علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے "یعنی وہ جو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی بات سے پیش آیا اور جو حضرت زید کی اہلیہ محترمہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں پیش آیا۔ (۲۴)

امام سبکی فرماتے ہیں "یہ قول بھی باطل ہے اس لئے کہ سیدہ ماریہ قبطیہ اور سیدہ

۲۳۔ درج بالا اقوال پر امام سبکی علیہ الرحمہ کی جرح سے ثابت ہوا کہ سرکار ﷺ کے لئے نہ جاہلیت ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنا درست ہے، بلکہ آپ ﷺ قبل از اعلانِ نبوت اور بعد از اعلانِ نبوت ہمیشہ کے لئے معصوم رہے۔ قادری غفرلہ

۲۴۔ علامہ آلوسی علیہ الرحمہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں "اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے اس کا برعکس اولیٰ ہے یعنی حضرت زید کی اہلیہ کا معاملہ پہلے کا ہے" (روح المعانی، ج ۱۴)۔ قادری غفرلہ

زینب رضی اللہ عنہما کے معاملے میں گناہ تو سرے سے تھا ہی نہیں اور جس شخص نے (اس معاملہ میں) گناہ کا عقیدہ رکھا اس نے سخت غلطی کی ہے۔

پانچواں قول: علامہ زمخشری کا ہے، وہ کہتے ہیں "جو بھی کمی آپ ﷺ سے ہوئی"۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "یہ قول بھی مردود ہے"۔

اول بات تو (یہ کہ یہ بیان) انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے بیان میں ہے، بلاشبہ اُمت مرحومہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ دعوت و تبلیغ اور دیگر اُمور میں انبیاء کرام تمام کبیرہ گناہوں، اپنے مرتبہ سے گرے ہوئے صغیرہ گناہوں سے اور صغیرہ پر ہمیشگی سے معصوم ہیں۔ یہ چاروں اُمور تو بالکل اتفاقی ہیں، البتہ ان صغائر میں اختلاف ہے جو انبیاء کرام کی شان کے خلاف نہ ہوں، پس معتزلہ اور ان کے علاوہ دیگر علماء کی خاص تعداد اس کے جائز ہونے کی طرف گئی ہے، جب کہ مختار قول میں اس کی بھی ممانعت ہے کیونکہ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے اقوال و افعال کی پیروی پر مأمور ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان سے کوئی ناپسندیدہ فعل واقع ہو جب کہ ہم اس فعل کی پیروی پر مأمور ہیں؟

البتہ فرقہ حشویہ کی طرف مطلق یہ نسبت کی گئی ہے کہ انبیائے کرام سے صغائر کا صدور جائز ہے، اگر یہ ان کے حوالے سے صحیح بات ہے تو وہ اس سے بے خبر ہوں گے جو ہم نے اجماع کا ذکر کیا ہے۔

وہ لوگ جو صغیرہ گناہوں کو انبیاء کرام کے لئے جائز کہتے ہیں، وہ کسی نص قطعی یا دلیل قطعی سے نہیں بلکہ اسی آیت کریمہ یا اس جیسی دوسری آیات مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں جب کہ اس کا جواب تو واضح ہے اور وہ لوگ جو ایسے صغائر جو قبیح نہ ہوں ان کو جائز کہتے ہیں ان کے بارے میں ابن عطیہ کہتے ہیں "اس میں اختلاف ہے کہ ہمارے آقا ﷺ سے ایسے افعال صادر ہوئے یا نہیں"۔

امام سبکی فرماتے ہیں "مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایسا صادر نہیں ہوا" اور اس

کے برعکس کا گمان (آپ ﷺ کے لئے) کیسے کیا جاسکتا ہے؟(۲۵)

اور جہاں تک فعل کا معاملہ ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع (یعنی اتفاق) سے یہ بات معلوم ہے کہ وہ کم، زیادہ اور چھوٹے بڑے تمام معاملات میں قطعی طور پر بارگاہِ رسالت ﷺ میں رجوع کرتے تھے اور حضور کی پیروی بجالاتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں تھا حتی کہ وہ حضور جانِ عالم ﷺ کی تنہائی والے اعمال مبارکہ سے آگاہی اور ان پر عمل کرنے کے شدّت سے شائق تھے خواہ انہیں ان اعمال مبارکہ سے واقفیت نہ بھی ہوئی اب جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ معاملات اور سرکار کے اول و آخر جملہ احوال مبارکہ سے واقفیت اور صحابہ کرام کی حضوری پر غور و فکر کرنے والا ہے وہ تو رب کریم جل مجدہٗ سے حیاء کرے گا کہ وہ اس طرح کی (۲۶) بات کرے یا ایسا خیال تک لائے۔

اگر یہ قول (صغیرہ کی نسبت والا) ذکر نہ کیا گیا تو ہم اس کو کبھی بھی حکایت نہ کرتے اور کہنے والے نے جو کچھ بھی کہا ہے تو ہم بارگاہِ ربّ العزّت جل مجدہ میں اس قول سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ مذکورہ بالا کلام (تبصرہ) زمخشری کی اس آیت ﴿لیغفر لک اللہ﴾ الآیۃ کے تحت بیان کردہ تفسیر کے بارے میں ہے دوسری بات یہ ہے کہ اگر (معاذ اللہ) یہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو ایسا دشمنانہ قول اور حقیر چیزوں (صغائر وغیرہ) کا ذکر یہاں اچھا نہیں جب کہ یہ آیت کریمہ ﴿لیغفر لک اللہ﴾ الآیۃ تو سرورِ عالم ﷺ کی عظمت و شان کی طرف اشارہ کررہی ہے اور اس معاملے کو فتحِ مبین سے ظاہر کررہی ہے جو کہ تعظیم پر مشتمل ہے لہٰذا اس کا ''ذنب'' وغیرہ پر حمل کرنا بلاغت سے دُور ہے یہ سارا کلام امام

۲۵۔ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰیO﴾ (النجم: ۳/۵۳، ۴) ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

۲۶۔ یعنی صغیرہ کی نسبت بھی کرے۔

سکی علیہ الرحمہ کا زمخشری کے رد میں ہے۔(۲۷)

چھٹا قول: اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو بچپن میں نبی پاک ﷺ سے لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں واقع ہوئے (یاد رہے) یہ بات آپ ﷺ کے شایانِ شان نہیں ہے بلاشبہ ابرار کی نیکیاں مقرب لوگوں کے گناہوں کی طرح نہیں، اس لئے حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام جب کم سن بچے تھے تو بچوں کے کھیل کی طرف دعوت دینے پر آپ نے فرمایا تھا ''ما لھذا خُلِقْتُ'' یعنی میں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا لیکن یہ قول مردود ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس قول میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ہمارے نبی کریم ﷺ پر خصوصیت ظاہر ہوتی ہے جب وہ قطعی طور پر آپ پر فضیلت نہیں رکھتے کیونکہ ہر وہ خصوصیت جو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کو عطا کی گئی اس جیسی یا اس سے بہتر خصوصیت ہمارے آقا و مولیٰ کو عطا فرمائی گئی، جیسا کہ مروی ہے کہ آپ ﷺ شیر خوارگی میں بھی انصاف کرتے تھے، آپ ﷺ کی رضاعی ماں سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنا پستان پیش کرتی تھیں تو آپ ﷺ اس سے دودھ نوش فرماتے تھے اور جب دوسرا پستان پیش فرماتیں تو آپ ﷺ منہ پھیر لیتے کیونکہ (بعطاء الٰہی) آپ ﷺ کو علم تھا کہ آپ ﷺ کا ایک دودھ شریک بھائی اور بھی ہے۔(۲۸)

۲۷۔ ان پانچ اقوال اور ان کی تردید کی بحث سے یہ بات ہمارے سامنے واضح ہو چکی ہے کہ انبیاء کرام علی الخصوص سید الانبیاء ﷺ کی طرف ''ذنب'' کی نسبت بمعنی صغیرہ کی درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت ﴿لیغفر لک اللہ﴾ الآیۃ تو محبوبِ دو جہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم پر دلیل ہے اور اس میں ''ل'' سبب کا ہے ترجمہ وہی ہوگا'' جو شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ''کنز الایمان'' میں رقم فرمایا (تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور پچھلوں کے) نیز اس مسئلہ میں امام اہلسنّت غزالی زماں سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمہ نے بھی وہ خلاف اولیٰ مراد لے کر جو آپ ﷺ کے حق میں اسائت قرار پائیں، موقف اعلیٰ حضرت کو ترجیح دی ہے جب کہ بعض حضرات بھی اس مسئلہ میں لغزش کھا گئے۔ قادری

۲۸۔ قال سیدنا و امامنا رضی اللہ تعالی عنہ ۔

بھائیوں کے لئے ترک پستان کریں
بچپنے کی عدالت پہ لاکھوں سلام

یہ بات کھیل کود کو چھوڑنے سے بلند تر ہے اور جب کہ آپ ﷺ شیر خوارگی کی عمر سے گزر چکے ہوں یہ بھی (قطعی) ثابت نہیں کہ آپ ﷺ لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں شریک ہوئے ہوں جبکہ اگر یہ الفاظ احادیث کریمہ سے ثابت بھی ہوں تو ان کی مناسب تاویل لازم ہے پھر یہ (صغیرہ کی نسبت کردینے والا) جب اس کے قول کو ﴿ما تقدم﴾ کو عالم بچپن میں کھیل کود پر محمول کیا جائے تو ﴿وما تاخر﴾ کے بارے میں یہ کیا کہے گا؟ اور یہ کیسے درست ہوگا؟

ساتواں قول: امام عطا خراسانی علیہ الرحمہ کا ہے کہ "جو گناہ آپ ﷺ کے ماں باپ آدم و حوا علیہما السلام سے پہلے ہوئے اور بعد میں آپ ﷺ کی اُمت سے ہوں گے"۔

یہ قول بھی ضعیف ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آدم علیہ السلام بھی معصوم ہیں، ان کی طرف گناہ کی نسبت درست نہیں، یہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ ایک ایسے شخص کا "ذنب" جسے کاف خطاب سے مخاطب کیا گیا ہو، اسے دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ "اُمت کے سارے گناہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ کچھ عاصیوں کے گناہوں کو بخشا جائے گا اور کچھ کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے"۔

آٹھواں قول: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے فرماتے ہیں: "مما یکون" یعنی جو بھی واقع ہوگا۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اس (قول) کی تاویل کی جائے گی کیونکہ یہ لائق تاویل ہے، یعنی (جو بھی واقع ہوتا اگر ہوتا) آپ ﷺ جس مقام رفیع پر فائز ہیں اگر اس میں گزشتہ یا آئندہ زمانہ میں گناہوں کا امکان ہوتا تو بھی ہم آپ کے فضل و شرافت کے مدنظر ان گناہوں کو بخش دیتے"۔

نواں قول: "کتاب الشفاء" میں ہے، کہا گیا ہے کہ "آپ ﷺ سے کوئی گناہ ہوا ہے یا نہیں، آپ معلوم کرلیں کہ وہ آپ کی خاطر معاف شدہ ہے۔

دسواں قول: کہا گیا کہ "وہ جو (اعلانِ نبوت سے) پہلے ہوئے اور وہ جن کے بعد آپ ﷺ کو عصمت عطاء کردی گئی۔ اسے احمد بن نصر نے حکایت کیا۔

گیارہواں قول: کہا گیا ہے "اس سے مراد وہ امور ہیں جو سہو، غفلت یا تاویل سے واقع ہوئے"۔ اسے طبری نے حکایت کیا اور قشیری نے پسند کیا۔

بارہواں قول: مکی نے کہا "(اس آیت میں) نبی کریم ﷺ سے خطاب دراصل امت سے خطاب ہے"۔

یہ بارہ اقوال غیر منقول ہیں، ان میں مردود، ضعیف اور مؤوّل اقوال سب شامل ہیں۔ (۲۹)

اقوال مقبولہ

"شفاء شریف" میں نقل کیا گیا ہے "جب نبی پاک ﷺ کو یہ کہنے کا حکم ہوا:

﴿وَ مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِکُمْ﴾ (۳۰)

ترجمہ: اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (کنزالایمان)

۲۹۔ ان بارہ اقوال میں سے سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے علاوہ تمام اقوال مردود اور ضعیف ہیں جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی وہ تاویل جو امام سبکی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے اس میں شان محبوبیت کا بیان ہے جو کہ قابل توجہ ہے اور ایسی تاویل ہی عصمتِ نبوت کے شایانِ شان ہے۔ اللہ اکبر! یاد رہے یہ وہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے خود صاحبِ قرآن ﷺ سے قرآنی علوم سیکھے اور ان کے لئے معلّم کائنات ﷺ نے دعا فرمائی "اللھم علمه التأویل" یعنی اے اللہ! ان کو تفسیر کا علم عطا فرما اور ایک روایت کے مطابق ان کے لئے یوں دعا فرمائی "اللھم فقهه فی الدین" یعنی اے اللہ! ان کو دین کی فقاہت عطا فرما۔ شعر

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

(حدائق بخشش)

۳۰۔ الاحقاف: ۴۶/۹

تو کافر بہت خوش ہوئے، (اس وقت) اللہ کریم جل مجدہٗ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (۳۱)

ترجمہ: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنزالایمان)

اور بعد میں دوسری آیت کے اندر ایمان والوں کی حالت بھی بتادی۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو کہ اے محبوب ﷺ! اگر آپ سے کوئی ذنب صادر بھی ہوتا تو بلا پرسش اس کو بخش دیا جاتا۔

میں (سیوطی) کہتا ہوں اس اثر کو ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ﴾ الآیۃ (۳۲) کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ الآیۃ (۳۳)

امام احمد، امام ترمذی اور حاکم علیہم الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "نبی پاک ﷺ پر یہ آیت ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ مقام حدیبیہ سے واپس آتے ہوئے نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے کہا سرکار ﷺ! مبارک ہو، بے شک اللہ کریم نے واضح فرمادیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا اور ان کے ساتھ کیسے پیش آئے گا۔

اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

۳۱۔ الفتح: ۲/۴۸

۳۲۔ الاحقاف: ۹/۴۶

۳۳۔ الفتح: ۲/۴۸

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (۳۴)

ترجمہ: تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں (جاری ہیں) ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کی ہاں بڑی کامیابی ہے۔ (کنزالایمان) (۳۵)

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، بعض علماء کا قول ہے کہ یہاں مغفرت

۳۴۔ الفتح: ۵/۴۸

۳۵۔ بحوالہ اسباب النزول للواحدی، ص ۳۱۵۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ﴾ الآیۃ (الاحقاف: ۹/۴۶) نازل ہوئی تو کفار بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے کہنا شروع کردیا کہ ان کا اور ہمارا حال تو ایک جیسا ہے ان کو بھی ہماری طرح اپنے انجام کا حال معلوم نہیں اس وقت یہ آیت کریمہ ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا سرکار ﷺ! آپ کو مبارک ہو، اس آیت میں اللہ کریم نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے انجام کی خبر دی لیکن ہمارا کیا حال ہوگا اس کی ہمیں خبر نہیں تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح: ۵/۴۸) تو یہ خوشخبری سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان خوش ہوگئے اور مطمئن ہوگئے۔ (ملخصاً از تفسیر خزائن العرفان)

برادران اسلام! غور فرمائیں یہی حال آج کل کے ان نام نہاد توحید کے ٹھیکیداروں کا ہے جو اپنے آپ کو نا صرف مسلمان کہتے بلکہ دین کے مبلغ اور مسلمانوں کے رہبر ہونے کا دعوی کرتے اور گلی گلی توحید کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں لیکن ان کی رسول دشمنی کا یہ عالم ہے کہ قرآن کی آیات کے ذریعے حضور ﷺ کی عزت وعظمت پر حملہ کرتے اور آیات کا غلط مطلب لے کر عصمت نبوی ﷺ پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور اس پر کفار مکہ کی طرح خوش ہوتے ہیں، کہیں ان کا اور ان کا آپس میں دشمنیِ رسول کا کوئی رشتہ تو نہیں؟ (نعوذ باللہ من ذالک) جب کہ اس کے برعکس مسلمانانِ اہلسنت سید المعصومین ﷺ کی عزت وعظمت اور عصمت ورفعت کے ڈنکے بجاتے اور حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت سن کر صحابہ کرام کی پیروی میں خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ قادری غفرلہ

سے مراد جملہ خامیوں سے بری ہونا ہے۔

حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ اپنی کتاب ﴿نهاية الرسول فيما سنح من تفضيل الرسول﴾ میں رقمطراز ہیں کہ "اللہ عزوجل نے کئی وجوہات کی بناء پر ہمارے مکرم ﷺ کو دیگر تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے"۔

ان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ربّ کریم نے آگاہ فرمادیا ہے کہ آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے ذنب (اگر ہوتے بھی تو) بخش دیئے گئے ہیں، اور کسی بھی روایت میں نہیں ملتا کہ اللہ کریم نے دیگر انبیاء کو یہ نہیں بتایا، اس لئے جب میدانِ قیامت میں ان حضرات سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ان میں سے ہر ایک اپنی لغزش کا ذکر کرے گا جو ان کو پیش آئی اور کہیں گے "نَفْسِيْ نَفْسِيْ"، اگر ان میں سے ہر ایک اپنی لغزش کی بخشش کو معلوم کر چکا ہوتا تو اس مقام (شفاعت) پر اضطراب کا اظہار نہ کرتا اور جب لوگ سید الانبیاء ﷺ سے شفاعت طلب کریں گے تو سرکار اس مقام پر یوں فرمائیں گے "أَنَا لَهَا"۔(۳۶)

۳۶۔ اللہ اکبر! حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ نے جو یہ کہا کہ اللہ کریم نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی کیفیت سے آگاہ نہیں کیا، یہ بات ذوق لطیف پر گراں ہے جب کہ صحیح حدیث میں ہے کہ مسلمان ماں باپ کا کچا بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے وہ بھی اپنے والدین کی شفاعت کے لئے اپنے ربّ سے یوں جھگڑے گا جس طرح قرض خواہ قرض دار سے جھگڑتا ہے اسے حکم ہوگا ایھــــا السقط المراغم ربه ادخل ابويک الجنة، بقول برادر اعلیٰ حضرت ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
اُن کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

تو وہ کچا بچہ اپنے والدین کو ناف سے کھینچ کر داخل جنت کر دے گا۔ فقیر (راقم الحروف) کہتا ہے کہ بعطائے الٰہی تمام انبیاء کرام اپنی اپنی باری پر ضرور شفاعت فرمائیں گے البتہ ابتداء میں باب شفاعت کوئی نہیں کھولے گا اور سب "نَفْسِيْ نَفْسِيْ" پکاریں گے اور لوگ طلب شفاعت کے لئے تمام انبیاء کرام کی بارگاہوں میں درجہ بدرجہ حاضری دیں گے، لیکن وہ حضرات اس لئے شفاعت نہیں کریں گے کہ باب شفاعت کھولنے کا اِذن حضور ﷺ کو عطا کیا گیا ہے اور جب آپ ﷺ باذن الٰہی باب شفاعت کھول دیں گے تو آپ ﷺ کے بعد درجہ بدرجہ تمام انبیاء کرام، علماء حق، شہداء، باعمل

امام سُکی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں "میں نے اپنی فہم کے مطابق اس ارشاد ﴿لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ الآية (۳۷) پر اس کے پہلے الفاظ کو مدِنظر رکھ کر بہت غور کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کو صرف ایک وجہ پر حمل کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سید المعصومین ﷺ کی رفعت شان سے یہ بات دُور نہیں کہ یہاں اس سے مراد گناہ لیا جائے، البتہ اللہ کریم جلّ مجدہٗ نے اس آیت کریمہ میں اپنے بندوں کو اپنی طرف سے دی گئی تمام اخروی نعمتوں کا اکٹھا بیان فرما دیا ہے اور یہ نعمتیں دو قسموں کی ہیں:

(۱) سلبیہ اور وہ گناہوں کی بخشش (۲) ثبوتیہ اور وہ لامتناہی ہیں

اس کی طرف اس آیت میں ارشاد کیا ہے:

﴿وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْکَ﴾ (۳۸)

ترجمہ: اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔ (کنز الایمان)

اور تمام دنیوی نعمتیں بھی دو قسم کی ہیں۔

۱۔ دینی: ان کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

﴿وَيَهْدِيَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ (۳۹)

حفاظ، مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے بلکہ ہر ہر سُنّی عالم اپنے شاگردوں کی شفاعت کریں گے۔

سوال: جب ہر نبی نے امتیوں کی شفاعت کرنی ہے تو پھر ابتداء میں "نَفْسِيْ نَفْسِيْ" کیوں پکاریں گے اور باب شفاعت کیوں نہیں کھولیں گے؟

جواب: ابتداء میں انبیاء کرام کے "نَفْسِيْ نَفْسِيْ" پکارنے کی وجہ یہ ہوگی کہ سب کو معلوم ہو جائے آج واقعی گھبراہٹ کا دن ہے اور باب شفاعت اس لئے نہیں کھولیں گے کہ یہ اِذن جس کو ملا ہے وہی اس کو کھولیں تا کہ ان کی شان سب پر ظاہر ہو جائے۔ بقول برادر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

۳۷۔ الفتح: ۴۸/۲

۳۸۔ الفتح: ۴۸/۲

۳۹۔ الفتح: ۴۸/۲

ترجمہ: اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ (کنزالایمان)

۲۔دینویہ: اگر یہاں اس سے مقصود دین ہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ یَنْصُرَکَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا﴾ (۴۰)

ترجمہ: اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔ (کنزالایمان)

آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں پر مقدم کیا گیا ہے اور دینی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر مقدم کیا گیا، ایک کے دوسرے پر اہم ہونے کی وجہ سے، یوں نبی پاک ﷺ کی عظمت کو اپنی تمام قسم کی نعمتوں کو ان پر تمام کرکے ظاہر کیا اور جو ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں ہے۔ نیز اس لئے اس کو فتح مبین کی انتہاء پر رکھا جس کی عظمت اور شان والی نون کی نسبت مبارکہ آپ کی طرف کرکے آپ کی عظمت اور بلندی کا اظہار کیا اور لفظ ''لک'' کے ساتھ آپ کے لئے ان رفعتوں کو مخصوص فرمادیا، پھر امام سکی فرماتے ہیں ''جب یہ مطلب مجھ پر واضح ہوا تو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ابن عطیہ پر بھی یہ واضح ہوا ہے۔

اگرچہ انہوں نے یہ کہا کہ اس حکم کے ساتھ اگر شرافت کا اظہار مقصود ہے تو کسی بھی صورت میں اس سے مراد گناہ نہیں ہے، یوں (ابن عطیہ) بھی اپنے قول سے ہمارے (نظریہ کے) موافق ہوگئے۔

بعض محققین نے کہا کہ اس آیت میں ''مغفرت'' اصل میں ''عصمت'' سے کنایہ ہے، تو ﴿لیغفر لک اللہ﴾ کا معنی ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ کو عصمت عطاء کردے گا، ''آپ کی عمر (مبارک) کے گزرے ہوئے دور میں بھی اور باقی حصہ میں بھی اور یہ قول انتہائی بہتر ہے''۔ علماء بلاغت نے اس قول کو قرآنی بلاغت میں شمار کیا ہے کہ لفظ مغفرت، معافی اور توبہ کو ہلکے پن کے طور پر بطور اشارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً قیام اللیل کو منسوخ کرنے کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ﴾ (۴۱)

۴۰۔ الفتح: ۲/۴۸

۴۱۔ المزمل: ۲۰/۷۳

ترجمہ: اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنے مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ (کنزالایمان)

اور کچھ انفرادی کہنے سے پہلے صدقہ کا نسخ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ﴾ (۴۲)

ترجمہ: پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔ (کنزالایمان)

رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کی حرمت کو منسوخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَ عَفَا عَنْکُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ (۴۳)

ترجمہ: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا، تو اب ان سے صحبت کرو۔ (کنزالایمان)

و الحمد للّٰه وحده و صلی اللّٰه علٰی سیدنا محمد و آله و صحبه و سلم تسلیماً کثیراً۔

الحمد للہ! رسالہ ہذا مصنفہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (المتوفی ۹۱۱ھ) کا ترجمہ و تبصرہ بمع توضیح و تخریج آج ۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۱/اپریل بروز یک شنبہ کو ایک ہی نشست میں پایہ تکمیل کو پہنچا، سچ ہے اللہ کریم چاہے تو گناہوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے شخص سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

ہذا آخر ما رقمہ قلم الفقیر القادری

محمد عارف عطاری غفرلہ الباری

۴۲۔ المجادلہ: ۱۳/۵۸

۴۳۔ البقرہ: ۱۸۷/۲

معراج المؤمنین

تالیف

مولانا محمد عمران معراج نافع القادری

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی،فون:2439799

نام کتاب	:	معراج المؤمنین
تالیف	:	مولانا محمد عمران معراج نافع القادری
سن اشاعت	:	جمادی الاُولیٰ ۱۴۲۹ھ۔مئی ۲۰۰۸ء
تعدادِ اشاعت	:	۲۷۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیشِ لفظ

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

نماز کے موضوع پر ہر زبان میں بہت کچھ لکھا گیا ہے جن میں سے اکثر مسائلِ نماز اور اذکارِ نماز وغیرہما ظاہری اعمال واقوال پر مشتمل ہے۔لیکن نماز میں خشوع وخضوع وغیرہما کے باطنی اُمور کے ذکر پر مشتمل تالیفات کم یاب نہیں۔اس موضوع پر قلم اٹھانے اور اس عنوان پر مختلف کتب میں تحریر شدہ مواد کو یکجا کرنے اور اسے آسان وسہل الفاظ کا جامہ پہنانے اور اسے عوام الناس تک پہنچانے کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عمران معراج نافع القادری صاحب کو توفیق عطا فرمائی کہ ان کے دل میں اس موضوع پر آیات، احادیث، ارشاداتِ صحابہ وتابعین، اقوالِ ائمہ مجتہدین وعلماءِ دین جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس طرح یہ کام آسان ہوا۔

یہ رسالہ اگرچہ اس سے قبل طبع ہو چکا ہے مگر مؤلّف موصوف نے اس اشاعت میں اس میں کافی اضافہ کیا اور اسے نئے سرے سے ترتیب دیا اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کی کمیٹی شعبہ نشر و اشاعت نے اسے اپنے سلسلہ اشاعت میں شائع کرنے کی اجازت دی، اس کی چند وجوہات ہیں ایک تو یہ ضروری اور اہم موضوع تھا اور اس پر شائع شدہ کتب و رسائل بہت کم ہیں دوسری یہ کہ موصوف ہمارے شعبہ درسِ نظامی کے رات کے مدرسہ میں بحیثیت استاد کے فرائض انجام دیتے ہیں اور پھر دارالافتاء سے تخصص کے سلسلہ میں بھی وابستہ ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے موصوف کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس رسالہ کو عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔آمین

محمد عطاءاللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا نور الھدی

معراج المؤمنین

اللہ عزوجل نے قرآن مجید، فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ﴾ (1)

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز بے حیائی اور بُرائی سے رُکنے کا سبب حقیقی ہے لیکن! کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھنے کے باوجود، اللہ ﷻ و رسول ﷺ کے احکامات سے رُوگردانی کرنے سے باز نہیں آتے؟ حرام و گناہ اور ممنوعات شرعیہ سے نہیں بچ پاتے؟ ماں باپ کی بے ادبی و نافرمانی بھی کرتے ہیں؟ گالی گلوچ، غیبت، چغلی، فحش گوئی، دل آزاری، لوگوں کی حق تلفی، سود اور رشوت کے لین دین وغیرہ وغیرہ گناہوں میں بھی ملوث رہتے ہیں؟ نیز ٹی وی، وی سی آر، کیبل اور انٹرنیٹ وغیرہ کا غلط استعمال کرتے ہوئے شب و روز بے ہودہ فلموں، ڈراموں کے دیکھنے اور فحش ولچر گانوں کے سننے سے، اپنی آنکھوں اور کانوں کو حرام سے پُر کرکے عذابِ جہنم کے مستحق بنتے رہتے ہیں...؟۔ العیاذ باللہ تعالٰی۔

شرمِ نبی، خوفِ خدا یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں (2)

ہم نماز پڑھنے کے باوجود برائیوں سے باز کیوں نہیں آتے؟ معاذ اللہ کیا قرآنِ مجید کی ذکر کردہ آیتِ مبارکہ سچ نہیں ہے...؟؟ نہیں نہیں!! قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا آیت پاک بالکل حق اور سچ ہے کہ

1۔ عنکبوت: 45/29

2۔ حدائق بخشش

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً﴾ (3)

ترجمہ: اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہے؟۔

حقیقت تو یہ ہے کہ غلطیاں تو ہمارے اندر ہیں، کہ ہم نماز کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے، اور نہ ہی اس کی ظاہری و باطنی شرائط کا خیال رکھتے ہیں، ورنہ ظاہری و باطنی شرائط کے ساتھ ادا کی گئی نماز؛ اپنے پڑھنے والے کو گناہوں سے ضرور بچاتی ہے۔

جیسا کہ صدرُ الافاضل، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''خزائن العرفان'' میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے نقل ہیں کہ:

> ایک انصاری جوان، سید عالم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا، اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا کرتا تھا، حضور ﷺ سے اس کی شکایت کی گئی، فرمایا: ''اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی''۔ چنانچہ بہت ہی قریب زمانے میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہوگیا۔(4)

جس طرح دواؤں کی مختلف تاثیرات ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ فلاں دوا فلاں بیماری کو روکتی ہے، اور واقعتاً ایسا ہوتا بھی ہے، لیکن کب!؟ جب دو باتوں کا التزام کیا جائے:

ایک دوائی کا پابندی کے ساتھ اس طریقے اور شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے، جو اپنے فن میں ماہر حکیم یا ڈاکٹر بتائے۔

دوسرا پرہیز، یعنی ایسی چیزوں سے اجتناب کیا جائے، جو اس دوا کے اثرات کو زائل کرنے والی ہوں۔

اسی طرح نماز کے اندر بھی اللہ عزوجل نے یقیناً ایسی روحانی تاثیر رکھی ہے، کہ یہ

3۔ النساء: 122/4

4۔ تفسیر خزائن العرفان: ص 521، قدرت اللہ کمپنی، لاہور، N.103

انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے؛ لیکن اسی وقت، جب نماز کو سنّتِ نبوی ﷺ کے مطابق اُن آداب وشرائط کے ساتھ پڑھا جائے، جو اس کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں۔

جبکہ ہماری نمازیں ظاہری و باطنی شرائط سے خالی ہوتی ہیں، اسی لئے اس کے وہ اثرات بھی ہماری طرزِ زندگی میں رُونما نہیں ہو پا رہے، جو قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں۔

چنانچہ نماز کے فیوض و برکات کو کماحقّہٗ حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم نماز کی ظاہری و باطنی شرائط کا علم حاصل کریں، اور ان پر عمل کریں، تا کہ ہمارا طرزِ زندگی آیتِ قرآنی

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾ (5)

کی عملی تفسیر بن جائے۔

نماز کی ظاہری و باطنی شرائط

نماز کی ظاہری شرائط کا مطلب یہ ہے کہ ''نماز کی شرائط، فرائض، واجبات اور سُنن و مستحبات کی ادائیگی کا خیال کرتے ہوئے نماز میں ممنوعہ اور ناپسندیدہ اعمال وافعال یعنی حرام و مکروہِ تحریمی و تنزیہی وغیرہ سے بچا جائے۔ لیکن ان تمام امور سے متعلقہ احکام اور ان کی تفصیل کی یہ مختصر تحریر متحمل نہیں ہوسکتی، اس کیلئے صدرُ الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ کی مشہورِ زمانہ تصنیفِ لطیف ''بہارِ شریعت'' کی پہلی جلد میں سے حصہ دوم، سوم اور چہارم کا مطالعہ فرمائیں یا حضرت مولانا عبد الستار ہمدانی مدّ ظلہ العالی کی تالیف کردہ کتاب ''مومن کی نماز'' ملاحظہ فرمائیں۔ نیز اس سلسلے میں راقم الحروف کی جامع و منفرد اور مفید ترین تحریر ''اَلْمَسَائِلُ النَّافِعَةُ فِی الصَّلٰوةِ الْكَامِلَةِ'' المعروف ''نمازِ کامل'' کا مطالعہ بھی بہت نافع رہے گا، ان شاءاللہ عزوجل۔

نماز کی باطنی شرائط میں علمائے کرام نے اخلاص، طہارتِ قلب، رزقِ حلال اور خشوع وخضوع کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ہم اس تحریر میں ان میں سے فقط مؤخر الذکر پر قدرے

5۔ عنکبوت: 45/29

تفصیلی روشنی ڈالیں گے، کہ یہ تحریر بالخصوص اسی سے متعلق ہے۔ اوّل الذکر تینوں خصوصیات کا تفصیلی بیان ملاحظہ کرنے کیلئے حجۃ الاسلام، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی متوفی 505ھ کی تصانیف ''احیاء العلوم'' اور ''کیمیائے سعادت'' ملاحظہ فرمائیں۔

خشوع وخضوع کی تعریف

علمائے کرام فرماتے ہیں:

''خشوع'' بدن میں عاجزی اور ''خضوع'' دل میں گڑگڑانے کا نام ہے۔

جبکہ حضرت علامہ سید علی بن محمد بن علی شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 816ھ کا قول ہے:

اَلْخُشُوْعُ وَالْخُضُوْعُ وَالتَّوَاضُعُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ

یعنی خشوع وخضوع اور تواضع ایک ہی معنی میں ہیں۔

اور اہلِ حقیقت کی اصطلاح میں ''خشوع'' حق کیلئے جھک جانے کا نام ہے، نیز ''خاشع'' وہ شخص کہلائے گا جو اپنے دل اور جوارح (جسمانی اعضاء) کے ساتھ اللہ عزوجل کیلئے تواضع اختیار کرے۔ (6)

حضرت علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی الشہیر بمرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1205ھ فرماتے ہیں:

خشوع ایک ایسی معنوی کیفیت ہے جو نفس کے ساتھ قائم ہوتی ہے، اور یہ اس تصور کو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال پر مطلع ہے' ذہن میں حاضر رکھنے سے پیدا ہوتی ہے، پھر اس سے اطراف یعنی انسانی اعضاء میں ایک ایسا سکون پیدا ہوتا ہے، جو مقصودِ عبادت کے ملائم ہوتا ہے۔ (7)

6۔ التعریفات، ص 85، دارالکتاب العربی، بیروت 1423ھ۔ 2002م

7۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج 3، ص 269، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، 1422ھ۔ 2002م

حضرت علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی الشہیر بمرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

خشوع کیا ہے..؟اس میں ان کا اختلاف ہے، سلف میں سے ایک جماعت نے کہا کہ: نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس میں سکون اختیار کیا جائے۔

اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح السنۃ'' میں فرمایا ہے کہ:

خشوع، خضوع سے قریب ہے لیکن فرق یہ ہے کہ خضوع بدن میں اور خشوع اس کے منہ، آنکھ اور آواز میں ہوتا ہے۔

اور ایک صاحب نے کہا:

خشوع حق کے لیے جھک جانے کا نام ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ: وہ قلب میں دائمی خوف کا نام ہے۔

ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ کسرِ نفسی، خود کو حقیر جاننا اور قلب و اعضاء کے ساتھ اللہ عزوجل کے لیے تواضع کرنے کا نام ہے۔

پس اس معاملے میں ان کی عبارات مختلف ہیں۔ اور اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ اعمالِ قلب میں سے ہے یا اعمالِ جوارح میں سے...؟ اور ایک سے زیادہ ائمہ نے اس بات پر جزم کیا ہے کہ یہ اعمالِ قلب میں سے ہے۔ چنانچہ ''شرح مہذب'' میں ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں ''خشوع دل میں ہوتا ہے''۔ پس جب یہ قول اسی طرح ہو تو خشوع کا معنٰی اس شخص کا بارگاہِ الٰہی میں خشیت کے ساتھ حاضر ہونا ہے، چنانچہ یہ حضورِ قلب کے مترادف ہو جائے گا۔''(8)

8۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص 170۔171، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، 1422ھ۔2002م

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لفظ ''خشوع'' کی تفسیر و وضاحت میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔ چنانچہ بعض نے اسے قلبی احوال میں شمار کیا ہے، جیسے خوف اور گھبراہٹ۔ اور بعض نے اسے ظاہری اعضاء کے افعال میں سے مانا ہے، جیسے اعضاء کا پُرسکون ہونا اور دائیں بائیں توجہ کرنے کو ترک کرنا۔ جبکہ دیگر علماء نے اسے قلبی احوال و ظاہری اعضاء کے افعال، دونوں کا جامع قرار دیا ہے، اور یہی زیادہ اَولیٰ ہے۔(9)

خشوع وخضوع کی اہمیت

امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں:

''اگر کہا جائے کہ کیا آپ اس (خشوع وخضوع) کے، نماز میں واجب (10) ہونے

9۔ تفسیر کبیر، ج8، ص 259، داراحیاء التراث العربی، بیروت

10۔ اگرچہ امام فخر الدین رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں واجب کو مطلق طور پر ذکر کیا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد وہ شرعی واجب نہیں ہے جس کے رہ جانے سے نماز کا اعادہ یا سجدۂ سہو واجب ہو، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کی کماحقُّہٗ برکتیں حاصل کرنے کے لیے نماز میں خشوع وخضوع لازمی وضروری ہے۔

حضرت علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی الشہیر بمرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

خشوع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، اکثر علماء نے اسے نماز کی سُنن میں شمار کیا ہے اور اسی راستے پر امام رافعی، امام نووی اور اکثر اصحاب چلے ہیں۔ اور عارفین میں سے ابوطالب مکی علیہم الرحمہ وغیرہم نے اسے نماز میں شرط ٹھہرایا ہے اور مصنف (یعنی امام غزالی) نے اسی بیان لوگوں کی موافقت اختیار کی ہے، جیسا کہ اس کتاب (احیاء العلوم) کے سیاق میں اس کی صراحت کی ہے اور اس قدر انہوں نے کتاب وسنت سے سمجھا ہے، چنانچہ انہوں نے نماز میں اسے شرط ٹھہرائے جانے کو ترجیح دی ہے۔

لیکن فقہاء کا ذکر کردہ راجح قول یہی ہے کہ فقہی اعتبار سے خشوع وخضوع نماز میں سنّت ہے۔

کے قائل ہیں؟ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ بے شک ہمارے نزدیک یہ واجب ہے، اور ہمارے اس مؤقف پر مندرجہ ذیل چند اُمور دلالت کرتے ہیں:

۱۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (11)

ترجمہ: تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا بعضے دلوں پر ان کے تالے پڑے ہیں۔

اور تدبر یعنی غور وفکر معنی پر واقف ہوئے (جانے) بغیر متصور نہیں ہوسکتا۔

اور ایسے ہی اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

﴿وَ رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً﴾ (12)

ترجمہ: اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اس آیت کا معنی بھی یہ ہے کہ قرآن کے عجائب و معانی پر واقفیت حاصل کرو۔

۲۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں۔ خشوع اجزائے نماز کے لیے شرط نہیں ہے۔ ہاں! قبولِ صلاۃ کے لیے شرط ہے۔ (تفسیر روح المعاني، الجزء (18)، سورة المؤمنون، ص282، دار احیاء التراث العربي، بیروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ۔ ١٩٩٩م) ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: شوافع کے مذہب کے مطابق نماز میں خشوع وخضوع سنت ہے"۔ (الفقه الاسلامي وادلته، ج 2، ص 932، مکتبۂ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ) مزید اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: جمہور علماء کے نزدیک نماز میں خشوع وخضوع شرط نہیں بلکہ سنت ہے۔ (التفسیر المنیر، المجلد (18)، سورة المؤمنون، ص 320، دار الفکر، بیروت) اسی طرح احناف کے نزدیک بھی خشوع مندوباتِ صلوۃ یعنی مستحبات نماز میں سے ہے جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ (ج 1، ص 80، قدیمی کتب خانہ کراچی)

11۔ محمد: 24/47

12۔ المزمل: 4/73

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ﴾ (13)

ترجمہ: اور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ۔

آیت میں امر (حکم) کا ظاہر وجوب کے لئے ہے، اور غفلت یاد کی ضد ہے۔ پس جو شخص اپنی پوری نماز میں غفلت کا شکار رہا، وہ نماز کو اللہ عزوجل کی یاد کے لیے قائم کرنے والا کیسے ہوگا؟؟۔

۳۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ﴾ (14)

ترجمہ: اور غافلوں میں سے نہ ہوجانا۔

اور نہی کا ظاہر تحریم کے لیے ہے۔

۴۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (15)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔

اللہ عزوجل کا یہ فرمان ﴿حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کرنے کی وجہ بیان کرنے کے طور پر ہے؛ اور یہ اُمورِ دنیا کی سوچوں کے نشہ میں مستغرق غافل کو بھی شامل ہے۔

۵۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

13۔ طٰہٰ: 14/20

14۔ اعراف: 205/7

15۔ النساء: 43/4

"اِنَّمَا الْخُشُوْعُ لِمَنْ تَمَسْکَنَ وَتَوَاضَعَ" (16)

ترجمہ: خشوع وخضوع اسے ہی حاصل ہوگا، جوسکون واطمینان اورتواضع اختیار کرے۔

اور'' اِنَّمَا '' کالفظ حصر کے لئے ہے۔(یعنی اس بات کی تاکید کو واضح کرنے کے لیے ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جونماز میں اطمینان وسکون اختیار کرتا ہے)

ایک مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ لَمْ تَنْھَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ،لَمْ یَزْدَدْ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْدًا" (17)

ترجمہ: جس شخص کواس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے، اسے اللہ تعالی سے دُوری کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اور(خشوع وخضوع سے) غافل شخص کی نماز، اسے بے حیائی سے منع نہیں کرپاتی۔

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کَمْ مِنْ قَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صَلَاتِهِ التَّعَبُ وَالنَّصَبُ" (18)

ترجمہ: کتنے ہی (نماز میں) قیام کرنے والے ایسے ہیں، کہ جنہیں ان کی نماز سے تھکاوٹ اور مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اوراس سے آپ ﷺ کی مراد 'غافل' ہی ہے۔نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

16۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومھماتھا،الباب الثالث،بیان اشتراط الخشوع و حضور القلب، ص 212، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر،بیروت

17۔ مجمع الزوائد، ج2، ص 258، دارالکتاب العربی ،بیروت 1402ھ

18۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومھماتھا، الباب الثالث، بیان اشتراط الخشوع و حضور القلب، ص 212، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر،بیروت

"لَیْسَ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِهٖ اِلَّا مَاعَقَلَ مِنْھَا" (19)

ترجمہ: بندے کے لئے نماز سے وہی کچھ ہے، جسے وہ سمجھ کرادا کرتا ہے۔

٦۔ حجۃ الاسلام، امام غزالی فرماتے ہیں:

نماز پڑھنے والا اپنے رب عزوجل سے مناجات کررہاہوتا ہے، جیسا کہ اس کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے: اَلْمُصَلِّی یُنَاجِیْ رَبَّهٗ ،(20)

اورغفلت کے ساتھ کلام کرنا، یقیناً مناجات نہیں کہلاسکتا۔

٧۔ فقہاء کرام کے مابین 'اکیلے.. یا.. جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے 'سلام پھیرتے وقت کی نیت کے سلسلے میں اختلاف ہے، کہ '' آیاوہ فقط حاضرین کی نیت کرے گایاغائبین یعنی غیر موجودلوگوں اورموجودین، دونوں کی''؟!۔

پس جب ''سلام'' جوکہ نماز کے آخر میں ہے، اس کے معنی میں تدبّر کرنے کی طرف محتاجگی ہوئی، تو تکبیر وتسبیح 'جوکہ نماز کی اشیاءِ مقصودہ ہیں' کے معنی میں غوروفکر کرنے کی طرف محتاجگی بطریق اولی ہوگی''۔(21)

امام فخرالدین رازی شافعی کی اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ نماز کوخشوع وخضوع اورحضورِ قلب کے ساتھ ادا کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہی چیز نماز کی قبولیت کاسببِ اصلی ہے۔

جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں:

پچھلی کتابوں میں اللہ تعالی سے روایت کیا گیا کہ:

''میں ہرنمازی کی نماز قبول نہیں فرماتا، بلکہ اسی کی نماز قبول کرتا ہوں،

19۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومھماتھا،الباب الثالث،بیان اشتراط الخشوع وحضور القلب، ص 212

20۔ صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ،باب المصلی یناجی ربه ،ص 180،المکتبۃ العصریۃ،بیروت ،الطبعۃ الثانیۃ 1418ھ 1997م

21۔ تفسیر کبیر، ج8،ص 259، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت

جو میری بڑائی کے سامنے تواضع اختیار کرتا ہے، میرے بندوں پر تکبر نہیں کرتا، اور میری رضا کی خاطر بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے“۔(22)

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ،مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَلَهٗ،وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ،اِنْ شَاءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ“ (23)

ترجمہ: پانچ نمازیں ہیں جنہیں اللہ تعالی نے فرض قرار دیا ہے، جس نے ان کا وضو احسن طریقے سے کیا، اور انہیں ان کے وقت میں ادا کیا، اور ان کے رکوع خشوع کو مکمل کیا، اس کے لیے اللہ تعالی پر عھد ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرمادے، اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کا اللہ تعالی پر کوئی عہد نہیں، چاہے تو اس کی مغفرت فرمادے چاہے تو اس کو عذاب دے

نبیٔ اکرم ﷺ ایسے دل سے پناہ مانگا کرتے تھے جو خشوع وخضوع سے آراستہ نہ ہو، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ:

”اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ :”اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّايَنْفَعُ ،وَمِنْ قَلْبٍ لَّايَخْشَعُ،وَمِنْ نَفْسٍ لَّاتَشْبَعُ ،وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّايُسْتَجَابُ لَهَا،وَيَقُوْلُ فِيْ آخِرِذٰلِكَ ”اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ

22۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول ،فضیلة الخشوع، ص 200،المكتبة التجارية دارالخير،بيروت

23۔ مشكوة المصابيح مع شرحه مرقاة المفاتيح ،رقم الحديث 570، ج2، ص 254، دارالكتب العلميه بيروت، الطبعة الاولىٰ 1422ھ۔ 2001م

اَعُوْذُبِكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ“ (24)

ترجمہ: بے شک نبیٔ کریم ﷺ اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہِ عالی میں عرض کیا کرتے، اے اللہ عزّ وجلّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جو خشوع اختیار نہ کرے، ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور ایسی دعاء سے جو مستجاب نہ ہو، اور اس کے آخر میں عرض کرتے، اے اللہ! میں ان چاروں سے تیری پناہ چاہتا ہوں“۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اِنَّ الرَّجُلَيْنِ مِنْ اُمَّتِيْ لَيَقُوْمَانِ اِلَى الصَّلَاةِ وَرُكُوْعُهُمَا وَسُجُوْدُهُمَا وَاحِدٌ وَاِنَّ مَابَيْنَ صَلَاتَيْهِمَامَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ“

ترجمہ: ”میری اُمّت سے دو آدمی نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، ان کے رکوع وسجود ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن ان کی نمازوں کے درمیان آسمان وزمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہوتا ہے“۔

اس کے تحت امام غزالی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں آپ نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا ہے (یعنی خشوع کی وجہ سے ایک کی نماز دوسرے کی نماز سے افضل ہے“۔(25)

حضرت نعمان بن مُرّہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :مَاتَرَوْنَ فِي الشَّارِبِ وَالسَّارِقِ

24۔ الجامع لشعب الايمان ،رقم الحديث 1643، ج3، ص 275، مكتبة الرشد،رياض سعودی عرب ،الطبعة الاولىٰ 1423ھ۔2003م

25۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرارالصلاۃ ومهماتها،الباب الاول ،فضیلة اتمام الاركان، ص 197، المكتبة التجارية دارالخير،بيروت

وَالـزَّانِـي...؟(قَـالَ: وَذٰلِکَ قَبْـلَ اَنْ يُّـنْـزِلَ فِيْهِمْ)قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَـالَ: هُـنَّ فَوَاحِـشُ وَفِيْهِنَّ عُقُوْبَةٌ وَاَسْوَءُ السَّرِقَةِالَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ،قَالُوْا: كَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ؟قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَاسُجُوْدَهَاوَلَاخُشُوْعَهَا“ (26)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے) ارشادفرمایا:شرابی،چوراورزانی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے....؟(راوی کہتے ہیں کہ یہ ان افعال کے بارے میں (احکام) نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے)صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیااللہ اوراس کارسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے ارشادفرمایا: یہ سب فواحش ہیں اوران میں عقوبت (برا انجام) ہے۔اورسب سے بُراچوروہ ہے جواپنی نماز میں چوری کرے۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:وہ اپنی نماز میں کس طرح چوری کرتا ہے..؟آپ نے ارشادفرمایا:وہ اس (نماز) کے رکوع،سجوداورخشوع کومکمل نہیں کرتا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اَسْوَءُ النَّاسِ سَرْقَةً الَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ، قَالُوْا:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ، قَالَ: لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَاوَلَاسُجُوْدَهَا“ (27)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:لوگوں میں بدترین چوروہ ہے،جواپنی

26۔ مشکوۃ، کتاب الصلوۃ، باب الرکوع، الفصل الثالث،رقم الحدیث 886، ج4، ص 559، دارالکتب العلمیہ،بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ۔ 2001م

27۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ،باب الرکوع،رقم الحدیث 885، ج4،ص 558، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ۔ 2001م

نماز میں چوری کرے‘ عرض کیا گیا،یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!نماز کاچورکون ہے؟فرمایا:(وہ جونماز کے) رکوع اور سجدے پورے نہ کرے۔

مُفَسِّر شہیر،حکیم الامت مفتی احمدیارخان نعیمی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

معلوم ہوا،مال کے چور سے نماز کاچور بدتر ہے،کیونکہ مال کاچوراگر سزا پوری پاتا بھی ہے،تو کچھ نہ کچھ نفع بھی تو اٹھا ہی لیتا ہے۔مگرنماز کاچور سزا پوری پائے گا(اور) اس کیلئے نفع کی کوئی صورت نہیں،مال کا چوربندے کا حق مارتا ہے،جبکہ نماز کاچوراللہ عزوجل کاحق۔نیز مال کاچوریہاں سزاپاکرآخرت سے بچ جاتا ہے،مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں ہے،نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کر سکتا ہے،لیکن نماز کے چورکی معافی کی کوئی صورت نہیں،خیال کرو کہ جب ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے،توجوسرے سے پڑھتے ہی نہیں ان کا کیا حال ہے...!۔پھرجوکُل یا بعض نمازوں کے مُنکر ہوچکے جیسے بھنگی پوستی فقیراورچکڑالوی وغیرہم ان کاکیاپوچھنا!!۔(28)

حضرت علامہ سیدمحمدبن محمدحسینی مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

علامہ مناوی نے علامہ طیبی کے حوالے سے نقل کیاہے کہ انہوں نے چوری کرنے والوں کی دوقسمیں بیان کیں،متعارف اورغیرمتعارف۔اورغیرمتعارف ان چیزوں میں سے ہے جوطمانیت اورخشوع میں کمی کردیتے ہیں۔پھرآپ نے غیرمتعارف کومتعارف سے بُراقراردیا، اوراس کے زیادہ بُرے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چوراگرغیر کے مال کو

28۔ مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج2ص 78،مطبوعہ: ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،اردوبازار،لاہور

اٹھاتا ہے تو دنیا میں نفع بھی پالیتا ہے، یا صاحبِ مال سے اپنے لیے مال کی حِلّت مانگ لیتا ہے، یا اسے حد لگائی جاتی ہے تو وہ عذابِ آخرت سے نجات پالیتا ہے ۔ برخلاف اس غیر متعارف چوری کرنے والے شخص کے، کہ یہ اپنے نفس کے حق یعنی ثواب کی چوری کرتا ہے اور اسے عقبیٰ یعنی آخرت میں ثواب سے عذاب میں بدل ڈالتا ہے ۔(29)

نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَایَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰی صَلَاةٍ لَایَحْضُرُ الرَّجُلُ فِیْهَا قَلْبَهُ مَعَ بَدَنِه"

یعنی، "اللہ تعالیٰ اس نماز کی جانب نظر نہیں فرماتا، جس میں بدن کے ساتھ بندے کا دل بھی حاضر نہ ہو"۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَمَثَلِ الْمِیْزَانِ مَنْ اَوْفٰی اسْتَوْفٰی" (30)

یعنی، فرض نماز کی مثال میزان کی سی ہے، جو پورا کرے گا اسے پورا ملے گا"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نماز، ناپنے کا ایک پیمانہ ہے، تو جس نے اس میں کمی کی تو وہ جان لے اس بات کو جو اللہ عزوجل نے کمی کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے ۔(31)

29۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص 21، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ ۔ 2002م

30۔ الترغیب والترھیب ج1 ص 351، فصل فیمایفسد الصوم

31۔ احیاء ص 197۔ (وہ آیت مبارکہ یہ ہے ﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ﴾ ترجمہ: خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول میں کمی کرنے والے ہیں۔ سورہ مطففین، آیت 1)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا:

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی جَنَّةَ عَدْنٍ وَّخَلَقَ فِیْهَا مَالَا عَیْنٌ رَّاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِیْ، فَقَالَتْ: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ (32)

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے جنتِ عدن کو پیدا فرمایا، اور اس میں ایسی چیزیں پیدا فرمائیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا، تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا: اے جنتِ عدن! کلام کر" تو اس نے تین بار کہا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾

ترجمہ: تحقیق اُن ایمان والوں نے فلاح پائی، جو اپنی نمازوں میں خشوع (وخضوع) اختیار کرتے ہیں"۔(33)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اسلام کی حالت میں انسان کے رُخساروں پر سفیدی آجاتی ہے (یعنی اس کی داڑھی سفید ہو جاتی ہے) لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نماز کو مکمل نہیں کرتا، پوچھا گیا، وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا: "وہ اس کے خشوع اور تواضع کو پورا نہیں کرتا اور نہ ہی نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے"۔(34)

32۔ مؤمنون: 1,2/23

33۔ عوارف المعارف، الباب السادس والثلاثون، ص 178، دارالکتب العلمیہ، بیروت

34۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومھماتھا، الباب الثالث، حکایات واخبار فی صلاۃ الخاشعین، ص 227، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر، بیروت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"غور وفکر کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرنا، رات بھر کی ایسی عبادت سے بہتر ہیں، جس میں دل غافل ہو"۔(35)

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ:

"اے میرے پیغمبر! جب تم نماز پڑھو تو مجھے اپنے قلب کا خشوع و خضوع، اپنے جسم کی نیازمندی اور اپنی آنکھوں کے آنسو نذر میں پیش کرو، اس وقت مجھے تم اپنے قریب پاؤ گے"۔(36)

اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے فرمادیں:

"تم اپنے بدنوں کے ساتھ (میری بارگاہ میں) حاضر ہوتے ہو، اور اپنی زبانیں مجھے دیتے ہو، لیکن دلوں کے ساتھ مجھ سے غائب ہوتے ہو، تم جس طرح (میری طرف) متوجہ ہوتے ہو، وہ باطل ہے"۔(37)

نماز کے چار شعبے بتائے گئے ہیں:

اول: محراب میں جسم کی موجودگی

دوم: اللہ تعالیٰ کے حضور میں عقل وشعور کے ساتھ حاضر ہونا

سوم: دل کا خشوع وخضوع کے ساتھ ہونا ۔۔اور

چہارم: ارکان نماز میں خشوع کا ہونا۔

35۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول، فضیلة الخشوع، ص 201

36۔ عوارف المعارف، الباب السادس والثلاثون، ص 179

37۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثالث حکایات واخبار فی صلاۃ الخاشعین ص 229

حضورِ قلب سے حجابات اٹھ جاتے ہیں، شہودِ عقل سے عتاب رفع ہوجاتا ہے، حضورِ نفس سے (رحمت وکرم کے) دروازے کھل جاتے ہیں، اور ارکانِ نماز میں خشوع وخضوع سے ثواب کا حصول ہوتا ہے۔

لیکن! جو نمازی بغیر حضورِ قلب نماز ادا کرتا ہے، وہ ایک غافل نمازی ہے، جو شخص شہودِ عقل کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ بے پرواہ نمازی ہے، جس نمازی میں خضوع نفس نہیں ہوتا، وہ خطا کار نمازی ہے، اور جو خضوع ارکان کے بغیر نماز پڑھتا ہے، وہ غلط کار نمازی ہے۔ اور جو نمازی اُوپر ذکر کردہ ان تمام اچھی خوبیوں اور اَوصاف کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، وہ ایک کامل نمازی ہے"۔(38)

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نماز کے تین اوصاف ہیں اور جس نماز میں ان تین اوصاف میں سے کوئی وصف نہ ہو، وہ نماز نہیں ہے (۱) اخلاص (۲) خشوع، (۳) اللہ کا ذکر، پس اخلاص اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خشوع وخشیت اس کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر یعنی قرآن کا پڑھنا اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے۔(39)

حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص نماز میں خشوع نہیں کرتا، اس کی نماز فاسد (بے فائدہ) ہے"۔(40)

38۔ عوارف المعارف، الباب الثامن والثلاثون، ص 190

39۔ تفسیر درمنثور، سورہ مؤمنون آیت 1، ج6، ص 410، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الاولیٰ، 1412ھ۔ 2001م

40۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول، فضیلة الخشوع، ص 213، المکتبة التجاریة دار الخیر بیروت

ماقبل ذکر کردہ آیات واحادیث اور آثار واقوال کی روشنی میں معلوم ہوا کہ نماز میں قلب و جوارح کی یکسوئی اور انہماک بہت ضروری ہے، تاکہ ہماری نمازیں مقبول بارگاہ ہوکر ہمارے لئے بلندی درجات کا سبب ہیں؛ وگرنہ وہ نمازیں جو ظاہری وباطنی شرائط سے عاری وخالی ہوں ،وہ درجہ مقبولیت تک نہیں پہنچ پاتیں بلکہ اس طرح نمازیں پڑھنے سے اللہ عزوجل ناراض ہوتا ہے۔جیسا کہ ایسے لوگوں کے بارے قرآن مجید فرقان حمید میں فرمان خداوندی ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلوتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (41)

ترجمہ: پس بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں"۔

تفاسیر میں مذکور ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز یا تو پڑھتے ہی نہیں، یا پہلے پڑھتے رہے پھر سُست ہوگئے، یا نماز کو اس کے اپنے مسنون وقت میں نہیں پڑھتے، یا بلاوجہ شرعی تاخیر سے پڑھنے کو اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں۔

اور اسی طرح سُستی وغفلت برتتے ہوئے، قصداً خشوع وخضوع کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں کو بھی بعض مفسرین نے اس آیت کی وعید شدید میں داخل کیا ہے۔(42)

اے اللہ عزوجل! ان آیات واحادیث اور آثار واقوال سے سبق وعبرت حاصل کرتے ہوئے ہمیں اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرما۔آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

خشوع وخضوع کی فضیلت

جو نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی جائے، وہ اللہ عزّ وجلّ کو بہت محبوب ہے، اور ایسے لوگوں کو قرآن مجید میں فلاح وکامرانی کی نوید سنائی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

41۔ الماعون: 5,4/107

42۔ تفسیر سراج منیر، سورۃ الماعون، ج4، ص 693 ، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1425ھ۔2004م

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ O الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ (43)

ترجمہ: تحقیق فلاح پائی ان ایمان والوں نے، جو اپنی نمازوں میں خشوع (وخضوع) اختیار کرنے والے ہیں۔

ایسے ہی دیگر کامیاب لوگوں کی صفات ذکر کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ان سب کیلئے یہ مژدۂ جانفزا بیان فرمایا کہ:

﴿اُولٰئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ (44)

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جو کہ فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ دنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی اور کامیابی کے حصول، نیز جنت کی سرمدی وابدی نعمتوں کا حق دار بننے کیلئے دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کو بھی لازم اختیار کرنا چاہئے۔

احادیث میں بھی نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنے کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

"مَامِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنَ وُضُوْئَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ، مَالَمْ تُؤْتَ كَبِيْرَةٌ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ" (45)

43۔ المؤمنون: 2,1 /23

44۔ المؤمنون: 10-11/23

45۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث 228۔ ج3، ص.... دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1421ھ۔ 2001م

یعنی، جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے وہ اس نماز کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع و رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر (زمانے) تک رہتا ہے''۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فَإِنْ قَامَ وَصَلّٰى فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِىْ هُوَاَهْلُهُ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ" (46)

یعنی، پس اگر اس نے قیام کیا اور نماز ادا کی، اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی اور ان الفاظ میں اس کی بزرگی بیان کی جن کا وہ اہل ہے، نیز اس نے اپنے دل کو (تصورِ غیر سے) خالی کرلیا، تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسا کہ اس دن وہ تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا''۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

".....مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَوُضُوْئِيْ هٰذَاثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَايُحَدِّثُ فِيْهِمَانَفْسَهُ بِشَيْئٍ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (47)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یعنی، ''جس نے میرے اس وضو جیسا وضو کیا، پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان میں اپنے نفس سے کوئی دنیوی بات نہیں کی، تو اسکے گزشتہ

46۔ صحیح مسلم رقم الحدیث 832۔ ج6، ص.... دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1421ھ۔ 2001م

47۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، رقم 18945، ج7، ص119، دار الکتب العلمیہ الطبعۃ الثانیۃ 1424ھ۔ 2004م

گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

نوٹ: نماز میں غیر اختیاری طور پر آنے والے خیالات، اور بے خیالی میں ان کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بھول جانے پر کوئی پکڑ نہیں، جبکہ اختیاری طور پر لائے جانے والے دنیاوی خیالات؛ شرعاً قابلِ مؤاخذہ ہیں۔

نماز میں خشوع و خضوع کی مذکورہ بالا اہمیت و فضیلت کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی نمازوں کو ظاہری شرائط و آداب اور دیگر باطنی شرائط کے ساتھ ساتھ خشوع سے بھی آراستہ کرے، کیونکہ انہی اُمورِ حسنہ پر نماز کی قبولیت کا مدار ہے، اور جس نماز میں ان کا خیال رکھا نہ جائے، وہ نماز درجہ قبولیت پر فائز ہونے سے محروم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لِوَقْتِهَا وَأَسْبَغَ وُضُوْئَهَا وَ اَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَاوَخُشُوْعَهَا، عَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَآءُ مُسْفِرَةٌ، تَقُوْلُ: حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَاحَفِظْتَنِيْ، وَمَنْ صَلّٰى بِغَيْرِوَقْتِهَاوَلَمْ يُسْبِغْ وُضُوْئَهَا وَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهَاوَلَاسُجُوْدَهَاوَلَاخُشُوْعَهَا، عَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَةٌ، تَقُوْلُ: ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَاضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَايُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُهُ" (48)

یعنی، ''جس شخص نے نماز کو اس کے وقت میں ادا کیا، اچھی طرح وضو کیا، پھر نماز کیلئے کھڑا ہو، اس کے رکوع، سجود اور خشوع کو مکمل کرے، تو نماز کہتی ہے: ''اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی'' پھر اس نماز کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، اور اس کیلئے چمک اور نور ہوتا ہے، پس اس کیلئے آسمان کے دروازے کھولے

48۔ الترغیب والترھیب ج1ص258، فصل الترغیب فی الصلاۃ فی اول الوقت

جاتے ہیں، حتی کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے، اور وہ نماز اس نمازی کی شفاعت کرتی ہے''۔ اور اگر وہ اس کے رکوع، سجود اور قراءت مکمل نہ کرے تو نماز کہتی ہے: ''اللہ تعالیٰ تجھے چھوڑ دے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔'' پھر اس نماز کو اس طرح آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے کہ اس پر تاریکی چھائی ہوتی ہے، اور اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر اس کو پرانے کپڑے میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مار دیا جاتا ہے''۔

نماز میں شیاطین کے مکروفریب اور وسوسوں سے بچنے کیلئے ہمیں اس کی طرف سے کھڑی کی جانے ممکنہ رکاوٹوں، اور احسن انداز میں ان کو دُور کرنے کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہے، 'جن کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا' تا کہ خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی گئی نماز کی بدولت، اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ اس سلسلے میں اسلاف کی نمازوں میں خشوع خضوع کی کیفیت کو جان کر، اسے اپنے لئے مشعلِ راہ بنانا بھی بہت نافع رہے گا، ان شاء اللہ عزّ وجل۔ چنانچہ اس ضمن میں چند واقعات پیشِ خدمت ہیں:

ہمارے اسلاف کی کیفیاتِ خشوع وخضوع

۱۔ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرماتی ہیں:

''رسول اکرم ﷺ ہم سے اور ہم آپ ﷺ سے گفتگو کر رہے ہوتے، جب نماز کا وقت ہو جاتا، تو گویا نہ آپ ہمیں پہچانتے اور نہ ہم آپ کو پہچانتے''۔(49)

49۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومہماتھا، الباب الاول، فضیلۃ الخشوع، ص 200، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر، بیروت

یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کی تیاری اور اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اس قدر مشغول ہو جاتے، کہ دنیا کی ہر چیز کی طرف سے توجہ موقوف فرما لیتے۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایڑی مبارک میں تیر کا پھل (تیر کا اگلا نوکیلا سرا) گڑ گیا، اور اس کے نکالنے میں بے حد تکلیف ہوتی تھی، جب آپ نے نماز پڑھنا شروع کی تو وہ تیر کا پھل، بحالت سجدہ نکال لیا گیا، اور آپ کو نماز میں کمالِ استغراق ومحویّت کی وجہ سے، دوران نماز تکلیف کا احساس تک نہ ہوا''۔(50)

۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسا لگتا تھا کہ کوئی لکڑی کا ستون کھڑا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز ادا کیا کرتے تھے، مجاہد نے کہا کہ ان کا نماز میں خشوع تھا''۔(51)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے نماز ادا کی اور اسے مختصر طور پر ادا کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا اے ابو یقظان! آپ نے اتنی جلدی نماز کیوں ادا کی...؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے شیطان کی طرف سے بھلا دینے کا خیال پیدا ہو گیا تھا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الْعَبْدَ لَیُصَلِّی الصَّلَاۃَ لَایُکْتَبُ لَہٗ نِصْفُھَا وَلَا ثُلُثُھَا وَلَا رُبُعُھَا وَلَا خُمُسُھَا وَلَا سُدُسُھَا وَلَا عُشْرُھَا، وَکَانَ یَقُوْلُ: اِنَّمَا یُکْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِہٖ مَاعَقَلَ'' (52)

یعنی، بے شک بندہ جب نماز ادا کرتا ہے، تو اس کے لیے نہ تو اس کا نصف لکھا جاتا ہے نہ تہائی نہ چوتھائی نہ پانچواں نہ چھٹا اور نہ ہی

50۔ انیس الواعظین (مترجم) ص 35، شیخ غلام حسین اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور

51۔ الدر المنثور۔ ج 6، ص 79، داراحیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولیٰ 1421ھ۔ 2001م

52۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج 3، ص 181، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1422ھ۔ 2002م

دسواں حصہ۔اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بندے کے لیے نماز میں سے اتنا ہی لکھا جاتا جتنا وہ سمجھ کر ادا کرے"۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب سے میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ سُنا ہے کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نہ تو اپنی دائیں جانب والے کو پہچانے اور نہ ہی بائیں جانب والے کو پہچانے، تب سے چالیس سال ہونے کو ہیں کبھی نماز کی حالت میں نہ تو میں نے اپنی دائیں جانب والے کو پہچانا اور نہ ہی اپنی بائیں جانب والے کو پہچانا"۔(53)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے وہ عورت خوب یاد ہے جسے میں نے بچپن میں دیکھا تھا، جو بہت عبادت گزار تھی، بحالتِ نماز بچھو نے اس عورت کے چالیس مرتبہ ڈنک مارا، مگر اس کی حالت میں ذرہ برابر تغیر نہ ہوا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئی، تو میں نے کہا: اے اماں! اس بچھو کو آپ نے ہٹایا کیوں نہیں؟ اس نے کہا: اے فرزند! تو ابھی بچہ ہے، یہ کیسے جائز تھا میں اپنے رب کے کام میں مشغول تھی، اپنا کام کیسے کرتی...؟۔(54)

۴۔حضرت حاتم اَصَم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نماز کا حال دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

"جب نماز کا وقت ہوتا ہے، تو میں اچھی طرح (کامل طریقے) سے وضو کرتا ہوں، پھر اس مقام پر آتا ہوں جہاں نماز ادا کرنی ہے، وہاں بیٹھ

53۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج 3، ص 180، دارالکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔2002م

54۔ کشف المحجوب، مطبوعہ: اکبربک سیلرز، اردو بازار، لاہور

کر تمام اعضاء کو حالتِ اطمینان میں لاتا ہوں، پھر میں نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں۔ پلِ صراط کو قدموں تلے، جنت کو سیدھی جانب جہنّم کو الٹی طرف اور مَلک الموت علیہ السلام کو اپنے پیچھے خیال کرتا ہوں۔

پھر اس نماز کو اپنی زندگی کی آخری نماز سمجھ کر، (اللہ عزّ وجلّ کے) خوف اور (اس کی رحمت کی) امید کے ساتھ بلند آواز سے تکبیر کہہ کر، ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) قراءت کرتا ہوں، پھر عاجزی کے ساتھ رُکوع اور خشوع کے ساتھ سجدہ ادا کرتا ہوں، پھر تَشَہُّد (یعنی التحیات میں) اپنی الٹی سرین پر بیٹھ کر سیدھا پیر کھڑا کر لیتا ہوں، اور ساری نماز میں اخلاص کا خوب خیال رکھتا ہوں"۔پھر بھی میں نہیں جانتا، کہ یہ نماز بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی یا نہیں"؟!(55)

حضرت علامہ مرتضٰی زبیدی فرماتے ہیں:

مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ جب گھر میں داخل ہوتے تو گھر والے خاموش ہو جاتے، اور جب مسلم بن یسار نماز پڑھتے تو گھر والے کلام کرتے اور ہنستے"۔(لیکن نماز میں محویت کی وجہ سے انہیں خبر بھی نہیں ہوتی تھی)۔(56)

حضرت مسلم بن یَسار اتنے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے کہ آپ کو اپنے گرد وپیش کی خبر تک نہ ہوتی، چنانچہ آپ کے بارے میں منقول ہے کہ "ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد کا ایک کونہ گر گیا، اور لوگ وہاں جمع ہوگئے، لیکن آپ کو نماز سے فارغ ہونے تک

55۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومہماتہا، الباب الاول، فضیلۃ الخشوع، ص 197، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر بیروت

56۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج 3، ص 170-171، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، 1422ھ۔2002م

(اس واقعے کا) پتہ نہ چل سکا''۔(57)

حضرت شیخ عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ نماز میں آپ کو دنیا کے کسی کام کا خیال آتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: نیزوں کی نوک سے مجھے چھیدا جانا زیادہ گوارا ہے بمقابلہ اس کے کہ مجھے نماز میں ان چیزوں کا دھیان آئے جن کا تم کو نماز میں دھیان آتا ہے''۔(58)

حضرت شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ نماز کس طرح ادا کرے...؟ تو انہوں نے فرمایا کہ:

''اللہ کے حضور میں اس طرح سے کھڑے ہو جس طرح قیامت کے روز اس کے حضور کھڑے ہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے روبرو اس طرح کھڑے ہو کہ تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو، ربِّ ذُوالجلال تمہارے سامنے ہو اور تم اس سے مناجات کر رہے ہو، اس وقت تم کو یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ تم ایک عظیم الشان بادشاہ کے روبرو کھڑے ہو''۔(59)

۵۔ حضرت قاری یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک جیب تراش آیا اور آپ کی چادر اُٹھا کر لے گیا۔ جب وہ اپنے رفقاء کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس چادر کی شناخت کر لی، اور اس سے کہا کہ یہ چادر واپس کر آؤ، اس لیے کہ وہ 'حضرت قاری یعقوب صالح آدمی ہے ہم اس کی دعاء سے خائف ہیں۔ چنانچہ اُس نے واپس جا کر وہ چادر چپکے سے حضرت قاری یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے پر رکھ دی۔ اور ان سے معافی چاہی، آپ جب

57۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ و مهماتها، الباب الاول فضیلة الخشوع، ص 201، المکتبة التجاریة دار الخیر، بیروت

58۔ عوارف المعارف، الباب السابع والثلاثون، ص 184

59۔ عوارف المعارف، الباب السابع والثلاثون، ص ۱۸۲

نماز سے فارغ ہوئے اور اس واقعہ سے آگاہ کیے گئے، تو فرمایا: ''نہ ہی مجھے چادر اُٹھانے کا پتہ ہے، اور نہ ہی واپس کیے جانے کا علم ہے''۔(60)

۶۔ کسی بزرگ کے جسم کا ایک حصہ (بیماری وغیرہ کی وجہ سے) گل سڑ گیا، اور اسے کاٹنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور ایسا (شدّتِ تکلیف کی وجہ سے) ممکن نہ تھا، تو کہا گیا کہ ''انہیں نماز میں کسی بات کا احساس نہیں ہوتا''۔ چنانچہ جب وہ نماز میں تھے تو ان کے جسم کا (گلا ہوا) حصہ کاٹ لیا گیا، اور انہیں تکلیف کا احساس تک نہ ہوا''۔(61)

حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

میں بعض صالحین کے ساتھ ایک اللہ والے کی زیارت کے لیے روانہ ہوا، واپسی میں ہمارا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں سبزہ، نہر رواں، اور پھولوں اور کلیوں سے بھرے باغات تھے، حالانکہ یہ جگہ سمندر کی ایک ایسی خلیج میں واقع تھی جہاں پر پانی نہ تھا۔ اور یہ جگہ ایسی چیونٹیوں کے کثرت سے پائے جانے کے سلسلے میں مشہور تھی جنہیں عرف میں ''ناموس'' کہتے ہیں، اور یہ ایسی ڈسنے والی چیونٹی ہے کہ انسان کے لیے صبر کرنا ممکن نہیں رہتا، سوائے اس کے کہ وہ کپڑوں میں لپٹا ہوا ہو اور اس کے ہاتھوں پر پٹیاں لپٹی ہوئی ہوں۔ وہاں ایک نیک صالح مرد تھا، ہم نے اس کی زیارت کا قصد کیا؛ میں نے اپنے ساتھی سے اس صالح مرد کے حال کے بارے میں پوچھا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور اس میں قیام کو لمبا کرتے ہیں تو اُن موذی چیونٹیوں سے بچنے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب

60۔ تنبیہ الغافلین، ص 291، دار الکتب العربی، الطبعة الاولیٰ 1420ھ 1999م

61۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثالث، حکایات واخبار فی صلاۃ الخاشعین، ص 226، المکتبة التجاریة دار الخیر، بیروت

دیا:اس سے پہلے میں ان سے یہ سوال کر چکا ہوں، تو اس نے مجھے جواب دیا، اے بھائی! جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو میں اپنے نفس کو یہ تصوّر دلاتا ہوں گویا کہ میں پُل صراط پر کھڑا ہوں اور گویا کہ جہنم میرے سامنے ہے، چنانچہ مجھے ان چیونٹیوں وغیرہ کا خطرہ دل میں نہیں گزرتا۔اور یہ حالت خشوع اور خوف خداوندی سے حاصل ہوتی ہے۔(62)

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں مشغول ہونا جہانِ غُرور سے جہانِ سُرور کی طرف منتقل ہونا ہے، اور مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے دربار میں پہنچنا ہے اور اس سے لذت اور خوشی کا کمال پیدا ہوتا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے ایک سانپ چھت سے گرا، لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور امام اعظم ابو حنیفہ نماز میں مشغول رہے' اور انہیں کچھ پتہ نہ چلا۔اور حضرت عُروہ بن زُبیر ؓ کے کسی عضو میں زخم ہو گیا، اس زخم کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لیے اس عضو کو کاٹنا ضروری تھا، جب حضرت عروہ بن زبیر ؓ نے نماز پڑھنی شروع کی تو لوگوں نے اس عضو کو کاٹ دیا، اور حضرت عروہ بن زبیر ؓ کو اس عضو کے کٹنے کا مطلقاً احساس نہ ہوا۔اور رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا فرماتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارکہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے، اور جو شخص ان واقعات کو مستبعد یعنی دور از حقیقت گمان کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ اس آیت کی تلاوت کرے:

﴿فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴾ (63)

ترجمہ: جب (مصر کی) عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کو بہت بڑا جانا

62۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج 3، ص 40، دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، 1422ھ۔ 2002م

63۔ یوسف:31/12

اور (پھل کی بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے"۔

جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن و جمال کا غلبہ ہوا اور یہ غلبہ اس حد کو پہنچا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو پتہ بھی نہ چلا، تو جب بشر کے حق میں یہ بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حُسن و جمال اور اس کی عظمتوں کا غلبہ ہو، تو اس کا اس طرح بے خود، سرشار اور مستغرق ہونا تو بدرجہ اولیٰ ممکن ہے"۔(64)

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

اللہ عزّ وجلّ ان مقدس ہستیوں کے صدقے اور اپنے محبوب بندوں کے خشوع و خضوع سے معمور نمازوں کی برکت سے ہمیں بھی نمازوں میں خشوع و خضوع کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

خشوع و خضوع کی اقسام

لوگوں پر خشوع خضوع کی کیفیات مختلف ہونے کے اعتبار سے اس کی چار اقسام ہیں:

۱۔ عوام کا خشوع و خضوع
۲۔ خواص کا خشوع و خضوع
۳۔ اخص الخواص کا خشوع و خضوع ۔۔اور
۴۔ مقربین کا خشوع و خضوع۔(65)

ہم یہاں اس تحریر میں ان میں سے فقط عوام کے خشوع و خضوع پر روشنی ڈالیں گے، کہ بقیہ اقسام کے ذکر کو بھی بالتفصیل شامل کرنے کیلئے اس تحریر کے مختصر صفحات ہمیں اجازت نہیں دے رہے۔اور ویسے بھی

64۔ تفسیر کبیر، ج1 ص 3-214

65۔ رکن دین، ص ۹۴، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور

خاصاں دی گل عاماں اَگے کرنی نئیں مناسب

لہٰذا جو اہلِ دل حضرات بقیہ اقسام کے انداز خشوع وخضوع سے بھی واقف ہونا چاہیں، وہ ''عوارف المعارف''، ''احیاء العلوم'' اور ''رُکن دین'' کتاب الصلاۃ کا مطالعہ فرمائیں۔

عوام کا خشوع وخضوع

یہ نمازی جب خالصۃً اللہ عزّ وجلّ کی رضا کیلئے نماز پڑھنے کی نیت کر کے کانوں کی لوتک ہاتھ اٹھائے تو اس وقت اپنے دل میں یہ تصور پیدا کرے کہ شیطان لعین اور نفس شریر کے بہکانے کی وجہ سے مجھ سے اب تک جتنے بھی گناہ ہوئے، آئندہ ان سے بچنے کی پختہ نیت و ارادے کے ساتھ میں ان سب سے پکی سچی توبہ کرتا ہوں (گویا توبہ کی صورت تاکیدی، کانوں پر ہاتھ رکھنے سے ظاہر کر رہا ہے) اور حدیث پاک میں ہے:

''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ'' (66)

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں''۔

تو توبہ کے پختہ ارادے وخیال کی برکت سے شروع نماز میں، گناہوں کی گندگی سے طہارت حاصل کر کے، اللہ عزّ وجلّ کی کبریائی بیان کرتا ہوا یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو، اور اس خیال میں مصروف رہے کہ

''میرا مالک میرا آقا عزّ وجلّ اس وقت اپنی خاص نظر کرم سے مجھے ملاحظہ فرما رہا ہے''۔

پس جب تمہیں معلوم ہے کہ اللہ عزّ وجلّ تمہیں دیکھ رہا ہے، تو تمہیں چاہیے کہ تم اس کی عبادت میں غفلت سے پرہیز کرو، اور جو اپنے ربّ عزوجل سے حیاء نہیں کرتا اس کے لیے ربِّ کریم عزوجل کی معرفت میں کوئی حصہ نہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل سے حیاء ہی تو اصل اور اساس ہے۔ (67)

66_ سنن ابن ماجه، رقم الحديث 4250، ج4، ص 491، دار المعرفة، بيروت

67_ اتحاف: 223

اور یہ تعلیم اس فرمانِ نبوی ﷺ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ (تحقیق اللہ عزّ وجلّ تجھے دیکھ رہا ہے) (68) کے مطابق ہے۔ اگر کوئی خطرۂ قلبی اس خیال مبارک میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہو تو فوراً اس کو دُور کر کے پھر اسی خیالِ نیک میں محو ہو جائے۔

قیام کے وقت اپنے گناہوں سے توبہ پر طلب استقامت کا خیال رکھے، کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ کَمَاۤ اُمِرْتَ﴾ (69)

ترجمہ: پس قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے۔

اور اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین فرماتے ہیں ''اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْکَرَامَةِ'' استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے۔

قراءت کے وقت یہ خیال رکھے کہ میرے قرآن شریف پڑھنے کو اللہ عزّ وجلّ سن رہا ہے، جب اللہ عزّ وجلّ سننے والا ہے، تو ضروری ہے کہ صحت قراءت قرآن کیلئے اپنی طرف سے خوب کوشش کرے، اور کچھ معانی بھی چھوٹی چھوٹی سورتوں کے جو وہ اکثر نماز میں پڑھتا ہے، یاد کرے، ورنہ اس کی مثال بعینہٖ اس شخص کی طرح ہے، کہ جو بادشاہ کے روبرو عرضی پیش کرتا ہے، اور اس کو خود اس بات کی خبر نہیں کہ اس کے اندر مضمون کیا ہے؟؟

جب معنی معلوم ہو جائیں تو آیاتِ ترہیب (ڈر) پر اپنے اوپر خوف کی کیفیات طاری کرے، اور آیاتِ ترغیب (خوشخبری) پر خوش ہو، نیز اپنے آپ کو انعامات الٰہیہ کا امیدوار تصوّر کرے، اور آیاتِ احکامات پر سرِ تسلیم کرے، جس کا پورا پورا ثبوت، صورتِ رکوع میں دیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر آیت کے معنی ومفہوم سے لطف وذوق حاصل کرے، کہ میں کس کے

68_ یہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں، صحیح البخاری، کتاب الایمان، رقم الحدیث 51، ج1، ص ...... المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الثانيه ١٤١٨ هـ-١٩٩٧م

69_ هود: 38/11

سامنے کھڑا مناجات کررہا ہوں، (70) یہی خیال اس کو کسی دوسری جانب التفات نہ کرنے دے گا، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: ''اگر نماز پڑھنے والا جان لے کہ وہ کس سے مناجات کررہا ہے تو (کسی دوسری جانب) التفات نہ کرے''۔(71)

رکوع کے وقت اس کی عظمت و بڑائی کا خیال کرے، جس کی وجہ سے اسکی کمر خمیدہ ہوگئی ہے۔سجدے کے وقت اپنی ذلت وخواری، اور اللہ عزوجل کی کمالِ عزت وجلالت کا خیال رکھے۔

قعدہ میں یہ تصوّر ذہن میں رکھے کہ میں نافرمان غلام، تمام نماز کی بدولت عموماً اور سجدے کی بدولت خصوصاً، اعزاز واکرام کے ساتھ معزز ومکرم کرکے دربارِ اقدس میں بٹھادیا گیا ہوں، اور پھر آخر میں اللہ عزوجل کی کرم نوازیوں کی خیرات سمیٹتا ہوا، نماز سے باہر نکلنے کی نیت سے پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف سلام پھیرے دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے، فرشتوں، مسلمان نمازی انسانوں اور جنوں کی نیت کرے۔

نیز امام جس طرف ہو ادھر سلام پھیرتے ہوئے امام کی بھی نیت کرے؛ اور اگر امام کے بالکل پیچھے ہے، تو دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے امام کی بھی نیت کرے۔(72)

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے ذرائع، اس کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بننے والے عوامل، اور ان کے سدِّ باب کیلئے مفید تجاویز بھی بیان کر دی جائیں؛ تاکہ ہماری تحریر نماز میں خشوع وخضوع کے موضوع پر ہر لحاظ سے کامل واکمل قرار پائے۔ فَنَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

70۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِیُّ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی یُنَاجِیْ رَبَّکُمْ'' ترجمہ: حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ نبی کریم انے ارشاد فرمایا: بے شک تم میں جب کوئی نماز ادا کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کررہا ہوتا ہے۔صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب المصلی یناجی ربہ، ص 180، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ 1418ھ۔ 1997م

71۔ احیاء العلوم

72۔ رکن دین، کچھ تبدیلی کے ساتھ، ص 96

نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے ذرائع

پہلا ذریعہ:

نماز میں خشوع خضوع کی اہمیت وافادیت کے تصوّر کو اپنے دل میں مضبوط کریں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تک کسی کام کی اہمیت وافادیت، اور ترک کرنے کی صورت میں نقصانات کا درست اندازہ نہ ہو؛ طبیعت اس کام کی طرف مائل نہیں ہوتی۔

نیز اس سلسلے میں بزرگانِ دین کے واقعات کا مطالعہ کرتے رہیں، اور ان کے طرزِ عمل پر غور وفکر کے بعد اسے اپنانے کی کوشش بھی کرتے رہیں، جیسے گزشتہ صفحات میں حضرت حاتم اَصم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ۔اس طرح آہستہ آہستہ آپ بھی اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کی کیفیت کو محسوس کرنا شروع کردیں گے، ان شاءاللہ عزوجل۔

لیکن اس عظیم ترین مقصد کیلئے جُہدِ مسلسل اور کوششِ پیہم بہت ضروری ہے، تبھی حصولِ مقصد میں کامیابی ہوسکتی ہے۔جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا﴾ (73)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ہم انہیں ضرور ضرور اپنے راستے دکھادیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالٰی کی معرفت ومحبت اور اس کی بارگاہِ عظیم میں کھڑے ہونے کا خیال بھی نماز میں خشوع خضوع کا سببِ عظیم ہے، چنانچہ خشوع اسی شخص کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے، جسے اللہ تعالٰی کی ذات اور اس کی عظمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا جو اللہ عزّ وجل کی معرفت میں جتنا آگے ہوگا، وہ اس کے لیے اتنا ہی زیادہ خشوع کرنے والا ہوگا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما (زین العابدین) جب وضو کرتے تو ان کا چہرہ زرد پڑجاتا اور متغیر ہوجاتا' ان سے پوچھا جاتا آپ کو کیا ہوا؟ وہ ارشاد فرماتے: کیا تمہیں معلوم ہے

73۔ عنکبوت: 29/29

کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں...؟"۔(74)

دوسرا ذریعہ:

شیطان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ہمیں نماز میں خشوع خضوع اختیار کرنے سے روکنے کیلئے اپنا ہر حربہ استعمال کرتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ:

"جب نماز فرض ہوئی تو شیطان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، اس کے سارے چیلے جمع ہو گئے، اور سبب گریہ دریافت کیا"۔ اس نے بتایا کہ: ہم تو مارے گئے، اللہ عزّ وجلّ نے مسلمانوں پر نماز فرض فرما دی ہے!! چیلوں نے کہا: نماز فرض ہو گئی تو کیا ہوا؟ کون سی قیامت قائم ہو گئی جو تم نے اس قدر چلا چلا کر آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے؟!۔ شیطان نے جواب دیا: میرے بدھو چیلو! تم نہیں سمجھے، ہائے! سمجھدار مسلمان تو نمازیں پڑھیں گے، اور (نماز کی برکت سے گناہوں سے بچ کر، اللہ عزّ وجلّ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اور اس طرح وہ) میرے ہاتھ سے نکل جائیں گے"!! چیلوں نے متفکر ہو کر کہا: "اب اللہ تعالیٰ کو تو ہم منانے سے رہے کہ وہ نماز کا حکم واپس لے لے، تم ہی بتاؤ ہمارے لئے کیا حکم ہے"؟ شیطان نے کہا کہ: "نہیں نماز مت پڑھنے دو، اور اگر کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو جائے تو اس کو گھیر لو، ایک کہے 'دائیں دیکھ' دوسرا کہے 'بائیں طرف دیکھ' اس طرح اس کو الجھا ڈالو"۔(75)

شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے، یقیناً وہ کبھی بھی نہیں چاہے گا، کہ ہم خشوع خضوع کے

74۔ مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ، ص 273، دار التراث العربی بیروت، 1982م

75۔ نزھۃ المجالس، ج 1، ص 154، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولیٰ 1419ھ۔1998م

ساتھ نماز ادا کرنے میں کامیاب ہوں، اور اللہ عزّ وجلّ کی رضا حاصل کر کے اس کی ابدی نعمت جنت کو پائیں، اور اس کے غضب کی جگہ جہنم سے بچ جائیں۔ لہٰذا نماز پڑھنے سے پہلے یکسوئی کے ساتھ اس کے مکر و فریب سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ کیونکہ اس سے بچاؤ کا سب سے مؤثر ذریعہ یہی ہے کہ جس خالق و مالک عزّ وجلّ نے اس میں راہِ حق سے گمراہ کرنے کی صلاحیت تخلیق فرمائی ہے، انسان اسی کی پناہ میں آجائے۔ چنانچہ نماز پڑھنے سے پہلے تعوذ و لاحول شریف ضرور پڑھ لیا کریں۔

تیسرا ذریعہ:

منقول ہے کہ نماز میں بارہ ہزار خصائص ہیں، پھر ان بارہ ہزار خصائص کو بارہ خصائص میں جمع کر دیا گیا ہے۔ پس جو شخص بھی نماز پڑھنا چاہے اسے ان بارہ خصائص کا خیال رکھنا ہوگا۔

چھ خصائص تو نماز کو شروع کرنے سے پہلے ہیں اور چھ خصائص اس کے بعد ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ پہلی خصوصیت علم ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کے ساتھ معمولی سا عمل بھی جہالت کے عظیم عمل سے بہتر ہے۔

۲۔ دوسری خصوصیت وضو ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۳۔ تیسری خصوصیت لباس ہے۔

چوتھا ذریعہ:

میلے کچیلے اور بدبو دار لباس میں نماز کی ادائیگی جہاں آدابِ نماز کے منافی ہے، وہیں پر نماز میں خشوع خضوع کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بھی ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو اچھا اور صاف ستھرا لباس پہن کر نماز ادا فرمائیں؛ کہ جب ہم دنیا والوں کے پاس ملنے جاتے ہیں تو اپنی آرائش و زیبائش کا خوب خیال رکھتے ہیں، تو پھر اللہ عزّ وجلّ جو سب سے بڑھ کر مرتبے والا ہے، اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری سے قبل ہر جائز و مناسب آرائش و زیبائش کا اہتمام کیا جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

"إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبَيْهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَحَقُّ أَنْ تُزَيَّنَ لَهُ" (76)

یعنی، جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے (اچھے والے) کپڑے پہن لے، کیونکہ اللہ عزّ وجلّ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔

صدرُالشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۶ھ فرماتے ہیں:

کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے، جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ کراہت نہیں۔ (77)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ، فَأَوْسِعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ" (78)

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہو، تو تم بھی اپنی جانوں پر وسعت کے ساتھ خرچ کرو"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے غلام) نافع کو دو کپڑے پہننے کے لیے دیے، اور یہ اس وقت لڑکے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں گئے اور حضرت ابن عمر نے ان کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں

76۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، الباب الثانی، الفصل الاول، آداب، رقم 19116، ج 7، ص 135

77۔ بہارِ شریعت، ج 1، حصہ 3، مکروہات کا بیان، ص 86، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

78۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، الباب الثانی، الفصل الاول، آداب، رقم 19117، ج 7، ص 135

کہ انہیں پہنتے؟ عرض کی ہاں ہیں۔ فرمایا: بتاؤ، اگر مکان سے باہر تمہیں بھیجوں تو دونوں پہنو گے؟ عرض کی ہاں، فرمایا: تو کیا اللہ کے دربار کے لیے زینت زیادہ مناسب ہے یا لوگوں کے لیے؟ عرض کی اللہ کے لیے۔ (79)

افضل یہ ہے کہ عمامہ شریف پہن کر نماز پڑھے، وگرنہ کم از کم ٹوپی وغیرہ ضرور پہنے کہ یہ بھی زینتِ نماز سے ہے۔ لیکن اگر خشوع و خضوع اور اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں تذلّل اور عاجزی و انکساری کا اظہار مقصود ہو تو ننگے سر نماز میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

صدرُالشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۶ھ فرماتے ہیں:

سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو، مکروہِ تنزیہی ہے..... اور اگر خشوع و خضوع کے لیے سر برہنہ پڑھی تو مستحب ہے۔ (80)

پانچواں ذریعہ:

نماز شروع کرنے سے پہلے ہر اس چیز کو اپنے ظاہر و باطن سے دور کر دیں، جو خشوع و خضوع کے حصول میں رکاوٹ کا سبب بن سکتی ہو۔ مثلاً اگر گرمی ہے تو پنکھا چلا لیں، استنجاء کی حاجت ہے تو اس سے بھی فراغت حاصل کر لیں، بھوک لگ رہی ہے تو پہلے کھانا کھا لیں، پیاس کی طلب ہے تو پانی پی لیں۔ نیز جس مقام پر نماز ادا کرنا مقصود ہے وہاں کوئی ایسی چیز نہ رکھیں جو دورانِ نماز آپ کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا سکتی ہو، اللہ عزّ وجلّ کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (81)

79۔ مصنف عبدالرزاق، باب ما یکفی الرجل من الثیاب، ج ۱، دار الفکر، بیروت

80۔ بہارِ شریعت، ج 1، حصہ 3، مکروہات کا بیان، ص 87، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور۔
اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم لوگوں کے سامنے ننگے سر نماز پڑھنا شروع کر دیں اور کہیں کہ ہم بطور تذلّل ایسا کرتے ہیں بلکہ لوگوں کے سامنے ظاہر سنّت پر عمل پیرا رہے۔

81۔ النساء: 103/4

ترجمہ: ''پس جب تم اطمینان کی حالت میں آ جاؤ، تو پھر نماز کو قائم کرو''۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَا یَدْخُلَنَّ أَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ وَهُوَ مُقَطِّبٌ وَّلَا یُصَلِّیَنَّ أَحَدُكُمْ وَهُوَ غَضْبَانٌ'' (82)

یعنی، ''جب تم میں سے کوئی حالتِ اضطراب میں ہو تو (ابھی) نماز شروع نہ کرے، اور غصے کی حالت میں بھی نماز نہ پڑھے''۔

ایک مقام پر عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ارشاد فرمایا:

''إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ أَنْ یَذْهَبَ إِلَى الْخَلَاءِ وَ أُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ، فَلْیَذْهَبْ إِلَى الْخَلَاءِ'' (83)

یعنی، جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جانے کا ارادہ کر رہا ہو، اور نماز کے لیے اقامت بھی کہہ دی جائے تو اسے چاہیئے کہ پہلے بیت الخلاء جائے۔

یاد رکھیئے! صدرُ الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شدّت کا پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے ہوئے بھی نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں: نماز شروع کرنے سے پیشتر اگر ان چیزوں کا غلبہ ہو تو وقت میں وسعت ہوتے ہوئے شروع ہی ممنوع و گناہ ہے، قضائے حاجت مقدم ہے اگرچہ جماعت جاتی رہنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر دیکھتا ہے کہ قضائے حاجت اور وضو کے بعد وقت جاتا رہے گا تو وقت کی رعایت مقدم ہے، نماز پڑھ لے۔ اور اگر اثنائے نماز میں یہ حالت پیدا ہو جائے اور وقت میں گنجائش ہو تو توڑ دینا واجب ہے، اور

82۔ قوت القلوب ج2 ص97 کتاب الصلوۃ۔ احیاء ص 208

83۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثالث، الفرع الثالث فی آداب الصلاۃ، رقم20062، ج7، ص 211

اگر اسی طرح پڑھ لی تو گنہگار رہا۔ (84)

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' إِذَا وُضِعَ الْعَشَآءُ وَ أُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ'' (85)

یعنی، ''جب کھانا لگا دیا جائے (اور کھانے کی طلبِ صادق ہو) نیز نماز کیلئے اقامت کہی جائے، تو پہلے کھانا کھاؤ''۔

حجۃ الاسلام، امام غزالی فرماتے ہیں:

اگر وقت تنگ ہو یا کھانا لگ جانے کے باوجود دل سکون میں ہو، تو اب پہلے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (86)

حضرت علامہ سید مرتضٰی زُبیدی الشہیر فرماتے ہیں:

پس ان دونوں صورتوں میں نماز کو کھانے پر مقدم کرنا جائز ہے، (87) اور مقصود دل کو مصروفیات سے فارغ کرنا ہے تاکہ وہ اپنے ربّ کے سامنے مقامِ عبودیت میں خشوع و خضوع کے ساتھ سب سے زیادہ کامل حالت پر مناجات کرے..... اسی حدیث کی تشریح میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: اور حدیث میں نماز میں خشوع و خضوع کی فضیلت کو اول وقت میں نماز کی ادائیگی کی فضیلت پر مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ

84۔ بہارِ شریعت، ج1، حصہ 3، مکروہات کا بیان، ص 84، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

85۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ قسم الافعال، الباب الاول، فصل فی مفسدات الصلاۃ ومکروهاتها ومندوباتها، مندوبات الصلاۃ، الحضور، رقم 22531، ج8، ص 94، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ 1424ھ۔ 2004م

86۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثانی، المنهیات، ص 208، المکتبة التجاریة دار الخیر، بیروت

87۔ نوٹ: وقت کی تنگی کی صورت میں نماز کو مقدم کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے

جب یہ دونوں (یعنی اول وقت میں نماز کی ادائیگی کی فضیلت اور خشوع وخضوع اور فارغ القلبی کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی فضیلت) باہم مزاحم ہوں تو اول وقت میں نماز کی ادائیگی پر ایسے راستے (یعنی خشوع وخضوع اور فارغ القلبی کے ساتھ نماز کی ادائیگی) کو مقدم کیا جائے گا جو حضورِ قلب کے لیے وسیلہ بن سکے۔(88)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''انسان کی سمجھداری یہ ہے کہ وہ نماز شروع کرنے سے پہلے اپنی حاجت کو پورا کرے، تا کہ فارغ دل کے ساتھ نماز شروع کر سکے''۔(89)

چھٹا ذریعہ:

اگر نیند کا بہت زیادہ غلبہ ہو، کہ باوجود کوشش کے آنکھوں میں کھولنے کی سکت نہ ہو اور وقت میں وسعت بھی ہو' تو اولاً کچھ دیر کے لئے سو جائیں، اور نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے اٹھ کر نماز ادا کر لیجیے، حدیث میں ہے:

''جب تم پر نیند غالب ہو تو (کچھ دیر کے لیے) سو جاؤ، کیونکہ اگر اس حال میں نماز پڑھو گے، تو ہو سکتا ہے کہ تم (اللہ عزوجل سے کچھ) مانگنے کے بجائے اپنے آپ کو بُرا بھلا کہنے لگو'!۔(90)

صدرُ الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۶ھ فرماتے ہیں:

88۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص148، دارالکتب العلمیہ بیروت الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔2002م

89۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص143، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔2002م

90۔ سنن ترمذی، ج1، ص264، رقم الحدیث 355، دارالکتب العلمیہ الطبعۃ الاولیٰ 1421ھ۔2001م

نماز میں بالقصد جماہی لینا مکروہِ تحریمی ہے اور خود آئے تو حرج نہیں۔ اگر دورانِ نماز جماہی وسستی اور اُونگھ وغیرہ آنے لگے تو اسے روکنے کی حتی الامکان کوشش کریں، اولاً دل میں یہ خیال لائیں کہ چونکہ جماہی شیطان کی طرف ہوتی ہے، اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام جماہی سے محفوظ و مامون ہیں، ان شاء اللہ اس خیال سے جماہی دُور ہو جائے گی۔ اگر اس خیال کے دل میں جمانے میں کمی کی وجہ سے جماہی نہ روک پائیں تو اوپر کے دانتوں سے نچلے ہونٹ کو دبائیں۔ اور اگر اسکے باوجود جماہی نہ رکے تو قیام کی صورت میں دائیں ہاتھ کی پشت اور غیر قیام میں بائیں ہاتھ کی پشت سے جماہی کو روکیں۔(91)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

إِذَا تَثَاءَ بَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ'' (92)

یعنی، جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکنے کی کوشش کرے۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص جماہی کو روکنے پر قادر نہ ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ کر یا آستین کے ذریعے منہ کو ڈھانپنا مکروہ نہیں ہے۔ یہ صورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

91۔ بہارِ شریعت، ج1، حصہ3، مکروہات کا بیان، ص85، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

92۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثالث، الفرع الثانی، سرقۃ الصلاۃ، رقم 20015، ج7، ص208، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ 1424ھ۔2004م

اس حدیث سے مستثنیٰ ہے جو اسی باب میں پہلے گزر چکی ہے۔(93)

اور تحقیق امام ترمذی نے ایک حدیث مرفوع ذکر کی ہے:

"اِنَّ التَّثَاؤُبَ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطَانِ"

یعنی، بے شک نماز میں جماہی، شیطان کی طرف سے ہے۔

اور اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلٰى فِيْهِ"

یعنی، "پس اسے چاہیے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے"۔(94)

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک جماہی مطلقاً مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور نماز میں زیادہ شدید مکروہ ہے کیونکہ یہ سستی اور کاہلی لاتی ہے اور یہ خشوع کے مانع ہے۔ اور اس کی مثل امام نووی کی کتاب "المجموع" میں ہے۔ اور یونہی انگڑائی لینا بھی مطلقاً مکروہ ہے اور نماز میں شدید مکروہ ہے کیونکہ یہ غفلت و سستی کی علامت ہے۔(95)

93۔ وہ حدیث یہ ہے: سَبْعَةُ أَشْيَاءَ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطَانِ، الرُّعَافُ وَالنُّعَاسُ وَالْوَسْوَسَةُ وَالتَّثَاؤُبُ وَالْحِكَاكُ وَالْاِلْتِفَاتُ وَالْعَبَثُ بِالشَّيْئِ وَ زَادَ بَعْضُهُمْ "اَلسَّهْوُ وَالشَّكُّ" یعنی، سات چیزیں نماز میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں، نکسیر پھوٹنا، اونگھ، وسوسہ، جماہی، کھجلی، ادھر ادھر دیکھنا، اور کسی شے کے ساتھ فعلِ عبث و بے کار"۔ اور بعض لوگوں نے "سہو۔ اور۔ شک" کو زیادہ کیا ہے)۔ (احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثانی، المنهيات، ص 209، المكتبة التجارية دار الخير، بيروت

94۔ نوٹ: یہ حدیث ترمذی میں ان الفاظ کے ساتھ ہے "اَلتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ"۔ والله تعالیٰ اعلم۔ سنن ترمذی، ج1، ص 275، رقم الحدیث 370، دار الکتب العلمیه، الطبعة الاولیٰ 1421ھ۔ 2001م

95۔ اتحاف السادة المتقین، ج3، ص 148، دار الکتب العلمیه، بیروت، الطبعة الثالثه 1422ھ۔ 2002م

ساتواں ذریعہ:

اسی طرح ایسی جگہ نماز پڑھنے سے گریز کریں جہاں ہر طرف نقش و نگار وغیرہ ہوں، کہ ایسے مقام میں نماز پڑھنے سے بھی دورانِ نماز خشوع و خضوع میں فرق پڑتا ہے۔

حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

نمازی کے لیے مکروہ ہے کہ اس کے سر کے اوپر چھت کی اندر کی جانب یا اس کے اطراف میں یا اس کے سامنے ایسے نقش و نگار ہوں جو اس کو نماز سے غافل کر دیں۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر کو اُٹھانا مکروہ ہے۔ کیونکہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَابَالُ اَقْوَامٍ يَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ"

ترجمہ: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نگاہوں کو اٹھاتے ہیں"...؟۔

پھر اس معاملے میں آپ نے اپنے قول کو شدت کے ساتھ بیان کیا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ" (96)

یعنی، "انہیں ضرور اس سے روک دیا جائے یا پھر ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی"۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں:

نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔(97)

96۔ صحیح البخاری، الباب 92، رقم الحدیث 750، المكتبة العصرية بيروت، الطبعة الثانية 1418ھ۔ 1997م۔ اتحاف السادة المتقين، ج 3، ص 150، دار الكتب العلميه، بيروت، الطبعة الثالثه 1422ھ۔ 2002م

97۔ بہارِ شریعت، ج 1، حصہ 3، مکروہات کا بیان، ص 85، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ خَمِيْصَةٍ ذَاتَ اَعْلَامٍ، فَنَظَرَ إِلٰى عَلَمِهَا، فَلَمَّاقَضٰى صَلٰوتَهٗ، قَالَ اذْهَبُوْابِهٰذِهِ الْخَمِيْصَةِ إِلٰى أَبِيْ جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ وَاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ، فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ اٰنِفًافِيْ صَلٰوتِيْ" (98)

یعنی، "رسول اللہ ﷺ ایک نقشین چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے لگے، نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: یہ چادر ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور اس کی چادر مجھے لاکر دو، کیونکہ اس چادر نے میری توجہ میں خلل ڈال دیا"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کی جگہ میں مصحف (قرآن مجید) اور تلوار وغیرہ کو نہ رہنے دیتے تھے، کوئی کتاب رکھی ہوتی تو اسے بھی ہٹادیتے اور اگر کچھ لکھا ہوتا تو مٹا دیتے"۔ (تاکہ دوران نماز خشوع وخضوع میں فرق نہ پڑے)۔(99)

آٹھواں ذریعہ:

ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بھی حتی الامکان احتیاط کریں کہ جہاں لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہو، کہ ان کے آگے سے گزرتے رہنے سے بھی نماز کے خشوع وخضوع میں فرق پڑتا ہے۔ چنانچہ جب نماز پڑھنے لگیں تو کسی چیز کو سترہ بنانے کے بعد پڑھیں، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ لَّايَحُوْلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قِبْلَتِهٖ

98۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب کراهة الصلوة فی ثوب له اعلام، رقم الحدیث 1141، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعة الاولیٰ 1421ھ 2001م

99۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاة ومهماتها، الباب الثالث، بیان الدواء النافع فی حضور القلب، ص 217، المکتبة التجاریة دارالخیر بیروت

اَحَدٌفَلْيَفْعَلْ" (100)

یعنی، "تم میں سے جو اس بات کی استطاعت رکھتا ہے ہو کہ اس کے اور قبلے کے مابین کوئی حائل نہ ہو سکے، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسا کرے"۔

اور اگر کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جسے آپ سترہ بنا سکیں، تو ممکن ہونے کی صورت میں کم از کم اپنے سامنے ایک خط ہی کھینچ لیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"إِذَاصَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا، فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ عَصًا، فَلْيَخْطُطْ بَيْنَ يَدَيْهِ خَطًّا، ثُمَّ لَايَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ" (101)

یعنی، "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے لگے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کی سیدھ میں کوئی شے رکھ لے، چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ عصا کھڑا کر کے رکھ لے، پس اگر اس کے پاس عصا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے آگے ایک خط کھینچ لے؛ پھر جو بھی اس کے سامنے سے گزرے گا تو اسے نقصان دہ نہیں ہے"۔

صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۶ھ فرماتے ہیں:

اگر سترہ کے لیے بھی کوئی چیز نہیں ہے، اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے تو اسی کو سامنے رکھ لے۔(102)

100۔ کنز العمال قسم الاقوال، کتاب الصلوة، الباب الثانی، الفصل الاول، الفرع الثالث، السترة، رقم 19197، ج7، ص 141

101۔ کنز العمال قسم الاقوال، کتاب الصلوة، الباب الثانی، الفصل الاول، الفرع الثالث، السترة، رقم 19209، ج7، ص 142

102۔ بہار شریعت، ج1، حصہ 3، نماز فاسد کرنے والی چیزوں کا بیان، ص 81، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

بعض اسلاف نے فرمایا ہے کہ نماز میں چار چیزیں جفا یعنی بُری و ناپسندیدہ ہیں:

(۱) (بلاضرورت) دائیں بائیں توجہ کرنا (۲) چہرے کو پونچھنا (جبکہ گرد وغیرہ لگ جائے)، (۳) کنکریوں کو برابر کرنا...اور (۴) یہ کہ تو ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں لوگ تیرے سامنے سے گزر رہے ہوں۔(103)

صدرُالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں:

دورانِ نماز کنکریاں ہٹانا مکروہِ تحریمی ہے، مگر جس وقت کہ پورے طور پر بروجہِ سنّت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے اور بچنا بہتر۔ اور اگر بغیر ہٹائے واجب ادا نہ ہوتا ہو تو ہٹانا واجب ہے اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔(104)

نواں ذریعہ:

اگر نماز میں آنکھیں بند کرنے سے خشوع وخضوع کی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہو، تو بند کرکے ورنہ کھول کر پڑھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يُغَمِّضْ عَيْنَيْهِ" (105)

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنی آنکھوں کو بند نہ کرے۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں کہ:

صاحبِ قوت القلوب اور صاحبِ عوارف المعارف نے ذکر کیا ہے کہ

103۔ قوت القلوب، کتاب الصلوۃ، ذکر هیئات الصلاۃ وآدابها، ج2، ص188، مرکز اهلسنت برکات رضا، پور بندر گجرات، هند، الطبعة الاولیٰ 1423ھ۔ 2002م

104۔ بہارِ شریعت، ج1، حصہ3، مکروہات کا بیان، ص84، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

105۔ کنزالعمال، قسم الاقوال، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی، الفصل الثالث، الفرع الثالث، محظورات متفرقة، رقم 20023، ج7، ص208، دارالکتب العلمیه، بیروت، الطبعة الثانیة 1424ھ۔ 2004م

بے شک دونوں آنکھیں بھی سجدہ کرتی ہیں، چنانچہ انہیں کھولے رکھنا چاہیے۔(106)

ہاں! اگر کسی شخص کو نماز میں آنکھیں کُھلی رکھنے سے توجہ بٹ جانے کی عادت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نماز میں اپنی آنکھوں کو بند رکھے، چنانچہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"جب کوئی شخص ادھر ادھر دیکھنے سے صبر نہ کر پائے تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھے"۔(107)

صدرُالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں:

نماز میں آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے، مگر جب کھلی رکھنے میں خشوع نہ ہوتا ہو تو بند کرنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔(108)

لیکن حالتِ سجدہ میں اپنی آنکھوں کو بند نہ رکھے کہ حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"لَا تُغَمِّضُوا أَعْيُنَكُمْ فِي السُّجُودِ، فَإِنَّهُ مِنْ فِعْلِ الْيَهُودِ" (109)

106۔ اتحاف السادة المتقين، ج3، ص135، دار الکتب العلمیه، بیروت، الطبعة الثالثة 1422ھ۔ 2002م

107۔ کنزالعمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ، قسم الافعال، الباب الاول، فصل فی مفسدات الصلاۃ ومکروهاتها ومندوباتها، مندوبات الصلاۃ، الحضور، رقم 22543، ج8، ص95، دار الکتب العلمیه، بیروت، الطبعة الثانية 1424ھ۔ 2004م

108۔ بہارِ شریعت، ج1، حصہ3، مکروہات کا بیان، ص88

109۔ کنزالعمال، قسم الاقوال، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی، الفصل الثانی، الفرع الثانی، رقم 19803، ج7، ص189، دارالکتب العلمیه بیروت، الطبعة الثانیة 1424ھ۔ 2004م

یعنی، ''حالت سجدہ میں اپنی آنکھوں کو بند نہ رکھو کہ یہ یہودیوں کا فعل ہے''۔

دسواں ذریعہ:

ہلکے ہلکے اندھیرے اور تنہائی میں نماز پڑھنے سے بھی خشوع وخضوع میں اضافہ ہوتا ہے۔ بلکہ خاص طور پر تنہائی میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے سلسلے میں فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ:

''مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ خَلَاً لَا یَرَاہُ اِلَّا اللّٰہُ وَالْمَلَائِکَۃُ، کُتِبَ لَہٗ بَرَاءَ ۃٌ مِّنَ النَّارِ'' (110)

یعنی، ''جو تنہائی میں دو رکعت اس طرح پڑھے، کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے، اس کے لیے جہنم سے برأت (آزادی) لکھ دی جاتی ہے''۔

صدرُ الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں:

مسئلہ: اگر اندھیرے میں نماز پڑھیں، تو اس بات کا خیال رہے کہ اندھیرا بہت زیادہ نہ ہو، کیونکہ اتنے سخت اندھیرے میں نماز پڑھنا، کہ جس سے وحشت آتی ہو؛ مکروہ تحریمی ہے۔ (111)

گیارہواں ذریعہ:

سورۂ فاتحہ اور جو سورتیں یا آیتیں بار بار یا اکثر اوقات پڑھتے ہوں، ان کے معانی یاد کرلیں۔ پھر تنہا یا با جماعت نماز پڑھتے ہوئے عربی عبارات کے معانی پر بھی غور کرتے چلے جائیں۔

حصولِ خشوع وخضوع کے اسباب میں سب سے بڑا سبب کلام باری تعالیٰ میں غور وفکر

110۔ کنز العمال، قسم الاقوال، کتاب الصلوۃ، الباب الاول، الفصل الثانی، فضائل الصلاۃ من الاکمال 19015، ج7، ص 125

111۔ بہارِ شریعت، ج1، حصہ3

کرتا ہے، چنانچہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ﴾ (112)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو ضرور تو اسے دیکھتا حالتِ خشوع میں یعنی جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء میں سے ان ایمان لانے والوں کی تعریف وتوصیف اس وصف سے فرمائی ہے کہ وہ اس قرآن کو سنتے وقت خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْہِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَّیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا﴾ (113)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہیں اس (قرآن) کے پہلے سے علم ملا، جب ان پر یہ پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے ربّ کو۔ بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے، اور یہ قرآن ان کے خشوع میں اضافہ کرتا ہے۔

اور وہ لوگ جو کلام باری تعالیٰ کی سماعت وتلاوت کے وقت خشوع وخضوع اختیار نہیں کرتے، اللہ عزّ وجلّ نے ان کی مذمت میں ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ

112۔ الحشر: 21/59

113۔ الاسراء: 109-107/17

عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (114)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خشوع اختیار کریں، اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اُترا، اور ان جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے، اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

بلکہ اللہ عزوجل نے اپنی یاد سے غافل سخت دل لوگوں کے لیے وعید کے طور پر ارشاد فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (115)

ترجمہ: پس خرابی ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہوگئے، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ لَا يُكْتَبُ لَهُ سُدُسُهَا وَ لَا عُشْرُهَا وَ إِنَّمَا يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِهِ مَا عَقَلَ مِنْهَا" (116)

''بے شک بندہ نماز پڑھتا ہے، لیکن اس کے لیے اس کا چھٹا حصہ بلکہ دسواں حصہ (ثواب) بھی نہیں لکھا جاتا، بندے کے لئے نماز سے وہی کچھ ہوتا ہے، جسے وہ سمجھ کر ادا کرتا ہے''۔

حضرت علی المرتضیٰ ؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

ایسی عبادت کا کچھ فائدہ نہیں کہ جسے سمجھا نہ جائے، اور ایسی قراءت

114۔ الحدید: 16/57

115۔ الزمر: 22/39

116۔ مسند امام احمد ج4، ص 321، مرویات عمار بن یاسر

کا بھی کوئی فائدہ نہیں، کہ جس میں غور و فکر اور تدبر نہ ہو۔ (117)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرمایا کرتے تھے:

زاہد کی دو رکعتیں، دنیا میں ڈوبے ہوئے شخص کی ہزار رکعتوں سے بھی افضل ہیں۔ (118)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا:

''اے موسیٰ! جب تمہیں میری یاد آئے، تو مجھے یوں یاد کرو کہ اپنے اعضا کو (خیالِ غیر سے) جھاڑ دو، اور میرے ذکر کے وقت خشوع کرنے والے اور مطمئن ہو جاؤ، جب میرا ذکر کرو تو اپنی زبان کو دل کے پیچھے کرلو''۔ یعنی جو بات کہنا چاہو اس کا مطلب سمجھ کر بولو۔ (119)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

بندۂ مؤمن کو یہ جاننا چاہیے کہ اس کی تلاوت اس کی زبان کی گویائی ہے اور اس کے معنی اس کے دل کی گویائی ہے۔ جیسے ایک شخص کسی دوسرے شخص سے مخاطب ہوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنی زبان میں گفتگو کرتا ہے اور اپنے دلی خیالات کا اظہار کرتا ہے اور جہاں زبان سے بولے بغیر ہی کسی کو مطلب سمجھایا جا سکتا ہو تو وہاں ایسا بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں گفتگو کے بغیر کچھ سمجھانا ناممکن ہوتا ہے تو اس وقت پھر زبان ہی

117۔ احیاء علوم الدین، کتاب آداب تلاوہ القرآن الباب الثالث، ص 374، المکتبة التجاریة دار الخیر، بیروت

118۔ اتحاف السادة المتقین، ج3، ص 181، دار الکتب العلمیه، بیروت، الطبعة الثالثه 1422ھ۔2002م

119۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ و مهماتها، الباب الثالث بیان المعانی الباطنة التی تتم بها حیاۃ الصلاۃ ص 216، المکتبة التجاریة دار الخیر، بیروت

اس کی ترجمانی کا حق ادا کرتی ہے۔لیکن اگر دل کی موافقت کے بغیر زبان سے کچھ کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت زبان اس کی ترجمان نہیں ہے اور قراءت کرنے والا متکلم نہیں ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ باری تعالیٰ کے حضور اپنی عرض پیش کرے اور نہ ہی اس صورت میں وہ ربّ کریم کی طرف متوجہ ہوکر اس کی باتیں سمجھتا ہے۔بلکہ اس سے ناواقف ہے جو کچھ زبان سے وہ ادا کررہا ہے بلکہ وہ تو صرف زبان کو حرکت دے رہا ہے حالانکہ تقاضائے حال یہ تھا کہ اس کا کلام اس کے دل سے نکلے یا وہ توجہ سے سنے۔اہل اللہ اور خاصانِ بارگاہِ الٰہی کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ تلاوت کے وقت ان کا دل ان کی زبان کا ساتھ دے یعنی دل اور زبان دونوں جمع ہوں۔(120)

حضرت علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

تلاوت کے معانی کے فہم کے معاملے میں لوگ تین مختلف درجات پر ہیں:

(۱)ان میں سب سے اعلیٰ طبقے والے لوگ وہ ہیں جو متکلم (ذاتِ باری تعالیٰ) کے کلام اور اس کے کلام میں اس کے اوصاف اور اس کے خطاب کے معانی سے اس کے اخلاق کی پہچان اور مشاہدہ کرتے ہیں یہ مقربین میں سے عارفین کا مقام ہے۔

(۲)اور ان لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ مشاہدہ فرماتا ہے اور اپنے لطف وکرم سے ان سے سرگوشی فرماتا ہے،اور اپنے انعام احسان کے ساتھ ان سے خطاب فرماتا ہے پس یہ مقام حیاء و تعظیم ہے اور ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ توجہ سے سننے والے اور سمجھنے والے ہیں،یہ مقام اصحابِ یمین میں سے ابرار کے لیے ہے۔

(۳)اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جنہیں دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے ربّ عزّ وجلّ سے مناجات کررہے ہیں،ایسے لوگوں کا مقام سوال و تملّق ہے اور ان کی حالت طلب و تعلّق

120۔ عوارف المعارف، الباب السابع والثلاثون، ص 184

والی ہے اور یہ معرفت چاہنے والوں اور مریدین کے لیے ہے۔(121)

حجۃ الاسلام امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

”نماز پڑھنے والا شخص اپنے نفس کو زبردستی اپنی قراءت کے سمجھنے کی طرف متوجہ کرے اور اس کے غیر سے پھیر دے۔اور اگر وہ نیت کرنے سے پہلے تہیہ کرلے اور وہ نفس کو آخرت کی یاد دلانے کی تجدید کرے گا، اسے مناجات کے لیے کھڑے ہونے لے مقام اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کے خطرات اور موت کے بعد والے حالات سے اسے (نفس کو) آگاہ کرے گا تو اس سوچ سے بھی اسے حضورِ قلب پر مدد ملے گی“۔(122)

بارھواں ذریعہ:

نماز میں قرآن مجید کی قراءت اور دیگر اذکار نماز پڑھتے ہوئے،قواعدِ تجوید کی رعایت کریں اور حتی الامکان ٹھہر ٹھہر کر خوش آوازی کے ساتھ قراءت کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ﴾ (123)

ترجمہ:اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

حضرت علامہ سید مرتضٰی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

”قوت القلوب“ میں قرآن کے احزاب کے ذکر میں ہے کہ سب سے

121۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص 243، دار الکتب العلمیہ بیروت،الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔2002م

122۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ و مہماتھا، الباب الثالث، بیان الدواء النافع فی حضور القلب، ص 217، المکتبۃ التجاریۃ، دار الخیر، بیروت

123۔ المزمل:4/73

افضل قراءت ترتیل ہے، اس لیے کہ یہ اَمر اور نُدُب (مستحب) کو جامع ہے۔ اور اس ترتیل تدبر و تفکر ہوسکتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ و آلِ عمران کو ترتیل سے پڑھنا اور ان میں غور و فکر کرنا، مجھے پورا قرآن جلدی جلدی پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔(124)

تیرھواں ذریعہ:

ارکانِ نماز یعنی رکوع و سجود وغیرہ کو سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّما الصَّلٰوةُ تَمَسْکُنٌ وَّتَوَاضُعٌ" (125)

یعنی، "بے شک نماز، سکون اور تواضع کا نام ہے"۔

حضرتِ اُمّ رومان جو حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں، فرماتی ہیں: حضرتِ ابوبکر صدیق ﷺ نے مجھے نماز میں آگے پیچھے جُھولتے دیکھا، تو انہوں نے مجھے اس قدر سختی کے ساتھ ڈانٹا کہ قریب تھا کہ میری نماز ٹوٹ جاتی۔ پھر حضرتِ ابوبکر صدیق ﷺ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے تمام اَعضاء کو ساکن رکھے اور نماز میں یہود یوں کی طرح آگے پیچھے ہلے نہیں، کیونکہ تمام اعضاء کو ساکن رکھنا نماز کی

124۔ اتحاف السادة المتقین، ج3، ص246، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعة الثالثه 1422ھ۔ 2002م

125۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول، فضیلة الخشوع ص200، المکتبة التجاریة دارالخیر بیروت

تکمیل سے ہے"۔(126)

صدرُالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۷٦ھ فرماتے ہیں:

دہنے، بائیں جھومنا مکروہ ہے، اور تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر یہ سنت ہے۔(127)

وہ لوگ جو رکوع و سجود میں سکون اور اطمینان اختیار نہیں کرتے، اور مرغ کے ٹھونگے مارنے کی طرح جلدی جلدی ناقص طور پر رکوع و سجود ادا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا فرمانِ تشویش نشان ہے:......؟

"انسان، ساٹھ برس تک نماز پڑھتا رہتا ہے لیکن اس کی کوئی نماز بارگاہ الٰہی عزوجل میں مقبول نہیں ہوتی، کیونکہ وہ رکوع اور سجود کو پورے طور سے ادا نہیں کرتا ہے"۔(128)

اور گزشتہ صفحات میں ذکر کردہ ایک حدیث پاک میں ایسے لوگوں کو نماز کا چور قرار دیا گیا ہے، نیز ایسے لوگ مِن جُملہ اُن لوگوں میں سے ہیں، جن کے بارے میں ایک مقام پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کَمْ مِنْ قَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صَلَاتِهِ التَّعْبُ وَالنَّصَبُ" (129)

یعنی، "کتنے ہی (نماز میں) قیام کرنے والے ایسے ہیں، کہ جنھیں ان کی نماز سے تھکاوٹ اور مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔

126۔ نوادر الاصول، ج2، ص171، دار الریان التراث القاهره، 1408ھ

127۔ بہارِ شریعت، ج1، حصہ3، مکروہات کا بیان، ص88، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

128۔ الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرة التاسعة والسبعون، ج1، ص262، دارالحدیث، قاهره 1423ھ۔ 2002م

129۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثالث، بیان اشتراط الخشوع و حضور القلب، ص ۲۱۲، المکتبة التجاریة دار الخیر، بیروت

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”لَایَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَی الرَّجُلِ لَایُقِیْمُ صُلْبَہٗ بَیْنَ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ“ (130)

یعنی، ”اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس شخص کی نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو رکوع سجود کے درمیان اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا“۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا، جو نماز پڑھتے ہوئے رکوع وسجود پورے ادا نہیں کررہا تھا، تو آپ نے اس سے فرمایا:

”تم نے جس طرح (ناقص طور پر) نماز پڑھی ہے، اگر اسی نماز کی حالت میں انتقال کرجاؤ تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طریقہ پر تمہاری موت واقع نہ ہوگی“!!۔(131)

ایک شخص نے نماز پڑھی اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دے کر ارشاد فرمایا: واپس جا! نماز کو دوبارہ پڑھ، کیوں کہ جو نماز تو نے پڑھی وہ نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ اس شخص نے دوبارہ نماز پڑھ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر دوبارہ ارشاد فرمایا: واپس جا! نماز کو دوبارہ پڑھ کیوں کہ جو نماز تو نے پڑھی وہ نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا، جب آپ نے تیسری مرتبہ نماز لوٹانے کا کہا، تو اس نے عرض کیا یارسول

130۔ کنز العمال، قسم الاقوال، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی، الفصل الثانی، الفرع الاول، رقم 19754، ج7، ص 186، دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ 1424ھ۔ 2004م

131۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ، قسم الافعال، الباب الاول، فصل فی مفسدات الصلاۃ ومکروھاتھا ومندوباتھا، مندوبات الصلاۃ، الحضور، رقم 22537، ج8، ص 95، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ 1424ھ۔ 2004م

اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری نماز میں کونسا عیب ہے؟ فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ کامل وضو کرے، جیسے اللہ نے حکم دیا ہے، وہ اپنا چہرہ اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک پاؤں دھوئے، پھر اللہ اکبر کہے اور اللہ کی حمد وبزرگی بیان کرے، اور جو اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے' وہ نماز میں اتنا پڑھے جتنا اسے آسانی ہو۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے' یہاں تک کہ اس کے اپنے عضو کے تمام جوڑ اپنی جگہ پر آجائیں اور ڈھیلے ہوجائیں۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑا ہوجائے یہاں تک کہ اس کے جسم کی ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجائے، اور اپنی پشت سیدھی رکھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور زمین پر ماتھے کو خوب ٹکائے، یہاں تک کہ اس کے اپنے عضو کے تمام جوڑ اپنی جگہ پر آجائیں اور ڈھیلے ہوجائیں، پھر تکبیر کہہ کر سر کو اٹھائے اور اپنی مقعد پر بیٹھے لیکن پشت سیدھی رکھے اسی طرح نماز ادا کرے، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوجائے، پھر فرمایا: تم میں سے کسی نماز اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ اس طرح نہ پڑھے۔ (132)

بلکہ نماز کے لئے آتے ہوئے بھی سکون واطمینان کے ساتھ آئیں، چنانچہ یحیٰی بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں مجھے عبداللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

”بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَسَمِعَ جَلَبَۃً، فَقَالَ: مَا شَأْنُکُمْ، قَالُوْا: اِسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوْا، اِذَا اَتَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃَ، فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا سَبَقَکُمْ فَاَتِمُّوْا“ (133)

132۔ الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ التاسعۃ والسبعون، ج۱، ص ۲۶۴، دار الحدیث، قاھرہ ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

133۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم الباب 213، رقم الحدیث 1264، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1421ھ۔ 2001م

یعنی، ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نے دوڑنے کی آواز سُنی، نماز کے بعد آپ نے پوچھا کیا بات ہے ہوئی؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے نماز کے لیے جلدی کی تھی، آپ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو، جب تم نماز پڑھنے آؤ تو سکون اور وقار کے ساتھ آؤ، جو (رکعات) تمھیں مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں بعد میں پورا کرلو۔

چودھواں ذریعہ:

نماز کی سُنن اور اس کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے، ارکان نماز کی ادائیگی کی کوشش کریں۔

نماز کے سُنن و آداب اور خشوع وخضوع کی اہمیت واضح کرتے ہوئے حجۃ الاسلام، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

''انسان باطنی معنی اور ظاہری اعضاء کے بغیر، کامل وجودِ انسانی نہیں ہوتا۔ باطنی معنی، حیات اور رُوح ہے، اور ظاہر میں اعضاء کے جسم ہیں۔ پھر ان میں سے بعض اعضاء کے باقی نہ رہنے سے انسان بھی ختم ہو جاتا ہے جیسے دل، جگر، دماغ اور ہر وہ عضو جس کے فوت ہونے سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور بعض اعضاء کے باقی نہ رہنے سے زندگی ختم نہیں ہوتی، لیکن زندگی کے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں مثلاً آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان۔

اور بعض اعضاء کے ختم ہو جانے سے نہ زندگی ختم ہوتی ہے اور نہ مقاصدِ حیات بلکہ اس سے حُسن میں فرق پڑتا ہے؛ جیسے ابرو، داڑھی، پلکیں اور اچھا رنگ وغیرہ۔ اور بعض سے حُسن و جمال ختم تو نہیں ہوتا لیکن حُسن کامل نہیں رہتا؛ جیسے ابروؤں کا ٹیڑھا ہونا، داڑھی اور پلکوں کے بالوں کی سیاہی، اعضاء کی خلقت میں تناسب اور رنگ میں سرخی اور سفیدی کا امتزاج۔

تو یہ مختلف درجات ہیں، اسی طرح عبادت بھی ایک صورت وشکل ہے جو شریعت نے

متعین کی ہے اور ہم اس کے ذریعے تعمیلِ حکمِ خداوندی کرتے ہیں۔ اس (نماز) کی روح اور باطنی زندگی خشوع، نیت، دل کی حاضری اور اخلاص ہے..... تو رکوع، سجدہ، قیام اور تمام اَرکانِ نماز، دل، سر اور جگر کی طرح ہیں؛ کیونکہ ان کے فوت ہو جانے سے نماز کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔

اور جن سُنّتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی ہاتھوں کو اُٹھانا، ثناء پڑھنا، قعدہ اُولیٰ (یہ ہم اَحناف کے نزدیک واجب ہے) یہ ہاتھوں، آنکھوں اور پاؤں کی طرح ہیں؛ ان کے فوت ہونے سے نماز کی صحت اگرچہ ختم نہیں ہوتی 'جیسے ان اعضاء کے نہ ہونے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی لیکن ان اعضاء کے نہ ہونے کی وجہ سے، انسان بدنما ہو جاتا ہے، اور اس میں (کسی کے لیے) دلچسپی نہیں رہ جاتی۔

اسی طرح جو آدمی نماز میں کم درجے والی بات پر ہی اکتفاء کرے گا، وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کسی بادشاہ کی خدمت میں ایک زندہ غلام تحفے کے طور پر پیش کرے، لیکن اس (غلام) کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں۔

جہاں تک مستحبات کا تعلق ہے تو وہ سنّتوں کے علاوہ ہیں، اور اسباب حُسن مثلاً ابروؤں، ڈاڑھی، پلکوں اور اچھے رنگ، کی طرح ہیں۔ نماز کی سنّتوں میں جواز کار ہیں، وہ حسنِ صلوۃ کی تکمیل کا باعث ہیں؛ جیسے پلکوں کا گول ہونا اور ڈاڑھی کی گولائی وغیرہ۔

پس نماز تیرے پاس اللہ تعالیٰ کے قُرب کا ذریعہ ہے، اور ایسا تحفہ ہے جس کے سبب تو تمام بادشاہوں کے بادشاہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں قُرب حاصل کرتا ہے۔ جیسے کوئی شخص جو بادشاہوں کا قُرب حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے، وہ ان کی بارگاہ میں کوئی غلام (یا کوئی اور بیش قیمت تحفہ) پیش کرتا ہے۔ اور یہ تحفہ (نماز) تُو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ (اور کرم بالائے کرم یہ ہے کہ) پھر بہت بڑی پیشی کے دن (یعنی بروزِ قیامت) تیری طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اب تجھے اختیار حاصل ہے کہ اس (نماز) کو اچھی صورت میں پیش کرے یا اچھی

صورت میں پیش نہ کرے۔ اگر تُو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نماز کو) اچھی صورت میں پیش کرے گا، تو اس میں تیرا ہی فائدہ ہوگا، اور اور دوسری صورت میں تو اس میں تیرا ہی نقصان ہے۔

تیرے لیے مناسب نہیں کہ تُو فقہ سے فقط اتنا ہی حاصل کرے کہ تیرے لیے سنّت اور فرض کے درمیان امتیاز قائم ہو جائے، اور سنّت کے اوصاف میں سے تُو صرف اتنی بات سمجھے کہ اس کا چھوڑنا جائز ہے، چنانچہ تُو اسے چھوڑ دے۔ یہ تو طبیب کے اس قول کے مشابہ ہوگا کہ آنکھ پھوڑ دینے سے آدمی کا وجود باطل نہیں ہوتا، لیکن وہ اس بات سے خارج ہو جاتا ہے کہ اگر اُسے بادشاہ کی خدمت میں بطورِ تحفہ پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے گا۔

اسی طرح سُنن و مستحبات کے مراتب کو بھی سمجھنا چاہیے۔ انسان جس نماز کا رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کرتا وہی نماز (بروزِ قیامت) اس سے جھگڑا کرے گی اور کہے گی ''اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کر کے رکھ دیا''۔(134)

پندرھواں ذریعہ:

نماز میں خشوع وخضوع کے حصول کا ایک مؤثر ذریعہ یہ بھی ہے کہ حالتِ قیام میں نظر سجدے کی جگہ پر، رکوع میں پاؤں کی انگلیوں پر، تسمیع (سمع الله لمن حمده) کہتے وقت سینے کی طرف، سجدے میں ناک کی طرف، قعدہ کی حالت میں گود کی طرف، اور سلام پھیرتے ہوئے اعمال لکھنے والے فرشتوں کراماً کاتبین کی بھی نیت کرتے ہوئے اپنے کندھوں پر نظر رکھیں۔(135)

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

ہمارے اصحاب (احناف) نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ رکوع میں اس کا منتہائے نظر اس کے قدموں کی پشت ہو اور سجدہ میں اس کی ناک کا سرا،

134۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثانی، تمییز الفرائض والسنن، ص 1210، لمکتبة التجارية، دار الخير، بيروت

135۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج 1، ص 280، مطبوعہ کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

اور قعدے میں اپنی گود میں رکھے۔ پھر میں نے یہ بات امام بغوی اور متولی علیہما الرحمۃ کے کلام میں بھی دیکھی؛ اور یہ سب باتیں خشوع کا مقتضیٰ ہیں۔(136)

نماز میں نظر کہاں ہونی چاہیے؟ اس حوالے سے یہاں پر ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، حضرت علامہ ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان ایک مرتبہ کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے، کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوارِ مسجد کو تاکتے رہے، جب رکوع میں گئے تو ٹھوڑی اوپر اٹھا کر دیوارِ مسجد کو دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، اس وقت اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیئے، اور فرمایا بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیئے۔ یہ سن کر وہ قابو سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے، واہ صاحب! بڑے مولانا بنتے ہیں میرا منہ قبلہ سے پھیرے دیتے ہیں؟ نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کی سمجھ کے مطابق کلام فرمایا، اور دریافت کیا، تو سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پیشانی زمین پر لگانے کے بعد ٹھوڑی زمین پر لگایئے گا؟ یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہو گئے، اور ان کی سمجھ میں بات آ گئی کہ قبلہ رُو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کہ از اول تا آخر قبلہ کی طرف منہ کر کے دیوارِ مسجد کو تاکا کرے۔(137)

سولھواں ذریعہ:

نماز میں بلاضرورت اِدھر اُدھر التفات کرنے سے بچے کہ یہ چیز بھی نماز خشوع وخضوع

136۔ اتحاف السادة المتقين، ج3، ص 135، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثالثة 1422ھ۔2002م

137۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج 1، ص 280، مطبوعہ کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

کے رکاوٹ منتج ہے، اور اللہ عزّ وجلّ نماز میں اِدھر اُدھر التفات کو ناپسند فرماتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ:

"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ "إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ يَعْمَلَ بِهِنَّ وَيَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِنَّ، فَذَكَرَ مِنْهَا: وَأَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا" (138)

ترجمہ: نبیٔ کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم ارشاد فرمایا کہ وہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ وہ ان پر عمل کریں۔ ان باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ انہیں نماز کا حکم دیں۔ پس اللہ بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے، لہٰذا جب تم نماز ادا کرو تو اِدھر اُدھر التفات نہ کیا کرو"۔

نیز اس کے سبب نماز کے ثواب میں بھی کمی ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ" (139)

یعنی، "یہ شیطان کا چکنا ہے اور چھیننا ہے، بندہ کی نماز میں سے اتنا حصہ

138۔ سنن ترمذی، رقم الحدیث 2863، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ۔ 2000م

139۔ الترغیب والترہیب، کتاب الصلوۃ، رقم 710، ج1، ص 251، دار الفکر بیروت 1418ھ۔ 1998م

شیطان اچک لیتا ہے"۔

یعنی حتی الامکان یہ کوشش کرے کہ بلاوجہ اِدھر اُدھر التفات کرنے سے خود کو بچائیں اور اگر کوئی شیطان کے بہلاوے میں آ کر کوئی شخص نماز میں بھول جائے، تو اتنا حصہ ثواب کم کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ، فَإِذَا الْتَفَتَ، قَالَ لَهُ الرَّبُّ: إِلَى مَنْ تَلْتَفِتُ؟ إِلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنِّي ابْنَ آدَمَ؟ أَقْبِلْ إِلَيَّ، فَأَنَا خَيْرٌ لَكَ مِمَّنْ تَلْتَفِتُ إِلَيْهِ" (140)

یعنی، "جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اے ابن آدم! کیا وہ تیرے لئے مجھ سے بہتر ہے؟ (جس کی طرف تو دیکھ رہا ہے) میری طرف منہ کر، میں تیرے حق میں بہتر ہوں اس شخص سے جس کی طرف تو نے توجہ کی"۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ: لَا يَزَالُ اللّٰهُ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ" (141)

یعنی، "نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک بندہ اپنی نماز میں اِدھر اُدھر التفات نہ کرے۔ پس جب وہ اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے تو اللہ اپنی توجہ اس سے پھیر لیتا ہے"۔

140۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 4538، دار الکتب العلمیہ بیروت 1421ھ

141۔ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الالتفات فی الصلاۃ، رقم الباب 165، رقم الحدیث 909، ج1، ص 302، دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1418ھ۔ 1997م

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جب بندۂ خدا نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے،تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ''میرے اور میرے بندے کے درمیان جو حجاب ہے اس کو اٹھا دو،اور جب وہ نماز میں ادھر اُدھر دیکھتا ہے،تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ''اس پردے کو میرے اور اس کے درمیان پھر گرا دو،اور اس کو اس کی پسندیدہ چیز کے لیے(جس کے باعث وہ ادھر اُدھر دیکھ رہا ہے) آزاد چھوڑ دو''۔(142)

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

ہمارے اصحاب کے نزدیک التفات کی تین قسمیں ہیں(۱)التفاتِ مُفسِد۔اور وہ سینے کو قبلہ سے پھیرنے سے ہوتا ہے(۲)التفاتِ مکروہ۔اور یہ چہرے کو(قبلہ سے پھیرنے)سے ہوتا ہے.....اور(۳)التفاتِ غیر مکروہ،اور یہ آنکھ(کے گوشوں سے)بغیر چہرہ پھیرے ملاحظہ کرنا ہے۔(143)

سترھواں ذریعہ:

ذہن کو دنیاوی تفکرات سے آزاد کر کے نماز پڑھیں۔

حجۃ الاسلام محمد غزالی فرماتے ہیں،بعض صالحین کا کہنا ہے کہ:

142۔ عوارف المعارف ،الباب الثامن والثلاثون، ص 190

143۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج 3، ص 148، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔ 2002م۔ یہ اگر ضرورۃً ہو تو جائز و غیر مکروہ ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔ چنانچہ صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر منہ نہ پھیرے، صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں ہے۔ج 1،حصہ 3،مکروہات کا بیان،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،اردو بازار،لاہور

''نماز آخرت سے ہے،پس جب تم نماز میں داخل ہو تو دنیا سے نکل جاؤ''۔(144)

اللہ عزّ وجلّ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (145)

ترجمہ:اے ایمان والو!نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ،جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں:

''کہا گیا ہے کہ(اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ)جب زیادہ دنیاوی فکر کی وجہ سے نشہ کی سی حالت ہو(تب نماز کے قریب نہ جاؤ،جب تک کہ یہ کیفیت دور نہ ہو جائے)۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں ظاہری معنی مراد ہے،اس میں دنیا کے نشے پر تنبیہ کی گئی ہے،کیونکہ اس کی وجہ یوں بیان کی''حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ''اور کتنے ہی نمازی ایسے ہیں جو اگرچہ شراب نہیں پیتے،لیکن دنیاوی تفکرات کی وجہ سے انہیں یہی معلوم نہیں ہوتا؛کہ وہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں''؟!۔(146)

144۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الثالث ،حکایات واخبار فی صلاۃ الخاشعین ص 228، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر، بیروت

145۔ النساء: 43/4

146۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول، فضیلۃ الخشوع ص 200، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر، بیروت

ایک جگہ قرآن مجید ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ (147)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام یاد کرو، اور سب سے جدا ہو کر اسی کے ہو رہو۔

اٹھارہواں ذریعہ:

چونکہ خشوع وخضوع کا اصل مقام دل ہے، اس لیے حتی الامکان ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنے قلب وباطن میں بھی خشوع وخضوع کو لازم کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اعضاء میں ظاہری طور پر تو خشوع وخضوع ہو لیکن باطن میں اس کا نام ونشان نہ ہو؛ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَامِكُمْ، وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ" (148)

یعنی: "بے شک اللہ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف نظر فرماتا ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ خُشُوعِ النِّفَاقِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! وَ مَا خُشُوعُ النِّفَاقِ؟ قَالَ: خُشُوعُ الْبَدَنِ وَنِفَاقُ الْقَلْبِ" (149)

147۔ المزمل: 8/73

148۔ ریاض الصالحین، باب الاخلاص، رقم الحدیث 7، ص 22، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی

149۔ کنز العمال فی سنن الاقوال، کتاب الصلاۃ قسم الافعال، الباب الاول، فصل فی مفسدات الصلاۃ و مکروھاتھا و مندوباتھا، مندوبات الصلاۃ، مکروھات متفرقۃ، رقم 22520، ج8، ص 93، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1424ھ۔ 2004م

یعنی: "نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابۂ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نفاق کا خشوع کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: بدن میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے"۔

اسی مفہوم کا ایک قول حضرت عمر فاروق اعظم ؓ سے بھی مروی ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص گردن جھکا کر نماز پڑھ رہا ہے، حضرت عمر فاروق اعظم ؓ نے ارشاد فرمایا:

اے گردن والے اپنی گردن اوپر اٹھا؛ خشوع گردنوں میں نہیں ہوتا، خشوع دل میں ہوتا ہے"۔ (150)

حضرت ابو درداء ؓ نے ارشاد فرمایا:

"نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو، ان سے پوچھا گیا نفاق کا خشوع کس طرح ہوتا ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: جسم (بظاہر) خوف خدا عزوجل میں کانپ رہا ہو اور دل میں خوف خدا نہ ہو"۔ (151)

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں:

"تم اپنے دل پر خشوع وخضوع کو لازم کرلو، کیونکہ خشوع وخضوع کے نتیجے میں ہی آدمی ظاہری اور باطنی (دنیاوی) توجہ سے بچ سکتا ہے، اور جب باطن میں خشوع پیدا ہوگا، تو ظاہری طور پر بھی خشوع وخضوع آئے گا"۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک نمازی کو دوران نماز، اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا، تو فرمایا:

"لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ" (152)

150۔ مدارج السالکین ج1، ص559، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1405ھ

151۔ کتاب الزھد لہ امام احمد، ص ۱۸۲، مکتبہ دار الباز، سعودی عرب 1414ھ

152۔ الرسالۃ القشیریۃ باب الخشوع والتواضع، ص 182، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ۔ 1998م

یعنی، ''اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا''۔

کیونکہ رعایا تو حکمران کے حکم پر چلتی ہے، اسی لئے حدیث پاک میں دعا آئی ہے:

''اے اللہ عزوجل! حاکم اور اس کی رعایا، دونوں کو درست فرمادے''

حاکم سے مراد دل اور رعایا سے جسمانی اعضاء ہیں''۔(153)

حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

دل راعی ونگہبان ہے اور اعضاء اس کی رعیت ہیں پس جب راعی صالح ہوجائے تو رعیت بھی صالح ہوجاتی ہے اور یہ معنی اگرچہ عجیب وغیر مانوس ہے لیکن اس کے موافق یہ حدیث ہے:

''اَلاَ! إِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً،إِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهُ، إِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهُ، اَلاَ! وَ هِيَ الْقَلْبُ '' (154)

یعنی، ''بے شک جسم میں گوشت کا ایک ایسا لوتھڑا ہے کہ اگر وہ سدھر گیا تو پورا بدن سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے''۔

اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اجساد وارواح کے مابین رابطۂ ربانیہ اور روحانی علاقہ رکھا ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب سے اور اس کا اثر قبول کرتا ہے، چنانچہ جب دل خشوع پذیر ہوتا ہے تو اس کا اثر اعضاء میں بھی ہوتا ہے اور اعضاء بھی خشوع پذیر ہوجاتے ہیں، روح صفاء ہوجاتی ہے اور نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے اور جب دل طاعت میں مخلص ہوجاتا

153۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها،الباب الثالث ،بیان تفضیل ماینبغی ان یحضرفی القلب ص 224، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر،بیروت

154۔ بخاری، رقم 52،مسلم، رقم 4070

ہے تو اعضاء کو اپنے مصالح میں استعمال کرتا ہے۔(155)

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں:

(نماز میں) دل کی حاضری سے مراد یہ کہ نمازی نے جس سے تعلق قائم کر رکھا ہے اور اس سے ہم کلام ہے، اس کے غیر سے دل کو فارغ کر دے۔ یعنی دل کو قول وفعل دونوں کا علم ہو، اور ان دو باتوں کے علاوہ کی طرف اس کی فکر نہ دوڑے۔ اور جب اس عمل کے غیر سے فکر ہٹ جائے گی اور اس عمل کی یاد ہی باقی ہوگی اور اس عمل کی کسی بات سے غفلت نہ ہوگی، تو دل کی حاضری حاصل ہوجائے گی''۔(156)

انیسواں ذریعہ:

ظاہری طہارت کے ساتھ ساتھ دل کی طہارت وپاکیزگی بھی خشوع وخضوع کے لیے لازمی ہے، چنانچہ حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

طہارت دو قسموں پر ہے صغریٰ، کبریٰ۔ پس طہارتِ صغریٰ کے متعلق تین چیزیں ہیں جگہ، کپڑے اور بدن۔ اور ان سے حدث اور ناپاکی دُور کی جائے گی۔ اور کبریٰ کے متعلق دل ہے، اور اس سے بُری صفات دُور کی جائیں گی۔ پہلی قسم میں ناپاکی کو زائل کرنے والی چیز پانی ہے اور دوسری قسم میں توبہ۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ پہلی قسم فقہاء کا حصہ ہے چنانچہ وہ اس سے اپنی نظروں کو متجاوز نہیں کرسکتے، کیونکہ وہ دلوں کو چیر نہیں سکتے اور دوسری قسم خاشعین یعنی خشوع وخضوع کرنے

155۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3،ص 147، دارالکتب العلمیہ،بیروت،الطبعۃ الثالثہ 1422ھ ۔2002م

156۔ احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها،الباب الثالث ،بیان المعانی الباطنۃ التی تتم بها حیاۃ الصلاۃ ص 214، المکتبۃ التجاریۃ دارالخیر،بیروت

والوں کا حصہ ہے"۔(157)

بیسواں ذریعہ:

دل پر وارد ہونے والے خیالات کی پہچان کے بعد دورانِ نماز نامناسب خیالات سے اپنے آپ کو بچائیں۔

حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

جان لو کہ بے شک جو دلی خطرات نماز پڑھتے ہوئے نمازی کے دل پر وارد ہوتے ہیں، ان کی چند اقسام ہیں:

(۱) بعض اوقات کسی اچھی بات کا خیال دل میں گزرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے جلدی بجالائے، یہ خیال اللہ کے نزدیک تمام اشیاء میں سے محبوب ترین ہے۔

(۲) کبھی مکروہ ومبغوض امر کا خیال دل میں آتا ہے، اسے چاہیے کہ اس سے اجتناب کرے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو اسے اللہ کے قُرب سے دُور کردے گی۔

(۳) بعض دفعہ خوش کن یا غم میں ڈالنے والی (دنیاوی) چیزیں جو ماضی میں ہوئیں یا ابھی مستقبل میں آئیں گی، کا خیال دل میں گزرتا رہتا ہے۔یہ دشمن شیطان کی طرف سے وسوسہ ہے، چنانچہ اس سے بھی احتراز کرے۔

(۴) یونہی امرِ معاش، حالات کا اُتار چڑھاؤ اور مباح اُمور کی تدبیریں دل میں آتی رہتی ہیں، تو یہ نفس کی طرف سے ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، اور یہ اللہ کی بارگاہ سے حجاب اور اعراض کی علامت ہے، پس جب نمازی اپنی نماز میں ان احوال میں مبتلاء ہوجائے تو وہ چاکنا وخبردار ہوجائے۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ انہیں دُور کرنے کی کوشش کرے، اور اپنی عقل کو اس کی طرف متوجہ نہ کرے کہ وہ خیال دل میں غلبہ پاسکتا ہے (اور یوں نمازی کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ سکتی ہے، اگر کوشش کے باوجود کسی

157۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص 219، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔ 2002م

چیز کا خیال دل میں آجائے تو) اس خیال کو طویل نہ ہونے دے کہ یہ طوالتِ خیال اسے ذکر وبیداری سے جہالت وغفلت کی وادی میں پھینک سکتی ہے۔اور ہر وہ عمل جو ممنوع ہو اس میں ہمت لگادینا بھی ممنوع ہوتا ہے اور اس سے دُور رہنا فرض ہے، ہر عملِ مباح میں ہمت لگادینا مباح ہے اور اس سے دُوری افضل ہے۔

ایسے اچھے کام جنہیں آئندہ کرنے کا خیال اس کے دل میں پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ فی الوقت ان کی نیت کرلے اور نماز میں مشغول رہے۔اور ان کاموں کی تدبیر میں مشغول نہ ہو کہ وہ کیسے ہوں گے؟ یا کب ہوں گے؟ اور وہ انہیں کہاں کرے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔کیونکہ اگر انہیں خیالوں میں رہے گا تو آئندہ کیے جانے والے کاموں کے چکر میں موجودہ خوش بختی کو فوت کر بیٹھے گا۔اور یہ اس کے دشمن یعنی شیطان کی طرف سے چوری اور اس سے شیطان کی دھوکہ بازی ہے۔پس اگر یہ نمازی فکر کے پیچ وخم سے بچنے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اور اپنے دشمن شیطان کی طرف سے، اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کے قطع کرنے میں مقاتلہ کرتا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی راہ کا مجاہد اور اس کے دشمنوں سے مقاتلہ کرنے والا ہے اور اس کے لیے دو اجر ہیں۔ایک تو اللہ کی ذاتِ کریم کا تقرب حاصل کرنے لیے نماز ادا کرنے کا ثواب اور دوسرا اس ذات کریم کے دشمن سے جنگ کرنے کا اجر۔پس یہ دِلی خطرات کا حکم تھا (جو بیان ہوچکا)۔(158)

اکیسواں ذریعہ:

ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز تصوّر کرکے پڑھیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اس شخص سے جس نے آپ سے وصیت طلب کی تھی، ارشاد فرمایا:

"وَإِذَا صَلَّيْتَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ" (159)

158۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص 236-237، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔ 2002م

159۔ مسند امام احمد، رقم الحدیث 23498، مرویات أبی أیوب انصاری، دار الفکر، بیروت

یعنی ”جب تم نماز پڑھو تو الوداع کہنے والے کی طرح نماز پڑھو“۔

یعنی اس طرح نماز ادا کرو جیسے کوئی شخص اپنی زندگی، اہل وعیال اور مال ومنال کو چھوڑ کر اپنے مالک ومولیٰ عزّ وجلّ کی جانب سفر اختیار کرنے والا ہو۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ فرماتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! جب تم نماز ادا کرو تو الوداع کہنے والے کی طرح نماز ادا کرو، تمہیں یہ گمان نہ ہو تم پھر کبھی نماز کی طرف لوٹ سکو گے، اور اے میرے پیارے بیٹے! یاد رکھو کہ بے شک بندۂ مؤمن دو اچھائیوں کے درمیان ہو کر دنیا سے جاتا ہے ایک اچھائی کو وہ مقدم کر چکا ہے اور ایک اچھائی کو اس نے مؤخر کر رکھا ہے۔(160)

بائیسواں ذریعہ:

اپنی زندگی کو گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھنے کی کوشش کریں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ (161)

ترجمہ: پس جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے، اسے چاہیے کہ نیک کام کرے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

”جو مومن تجلّیاتِ جمال سے اللہ عزّ وجلّ کا ایسا قُربِ نورانی اور وَصلِ روحانی چاہتا ہے، کہ مثل ”قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى“ ہو جائے، تو فناءِ

160۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج3، ص259، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الثالثہ 1422ھ۔ 2002م

161۔ الکہف: 61/18

نفسِ امارہ اور خصائلِ رذیلہ (برے اقوال وافعال) کو ختم کر کے اعمالِ صالحہ شروع کرے، کیونکہ رذائلِ نفس، اعمالِ صالحہ کو بگاڑ دیتے ہیں۔ ہر عمل فناءِ نفسِ امارہ کے بعد ہی اچھا، صالح اور قابل قبول بنتا ہے۔ (162)

مذکورہ بالا آیت کی دوسری طرح سے ذکر کردہ تفسیر میں ہے:

”جو بندۂ مومن اپنے رب عزّ وجلّ سے ملنے، قریب ہونے، مقربِ بارگاہ ہونے کی تمنا کرتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ عالَمِ ذوق وشوق میں، گوشۂ خلوت وجلوت میں، حالتِ عُسرت ویسرت (تنگی و آسانی) میں، طریقتِ احمدی وشریعتِ محمدی ﷺ کے مطابق اچھے اعمال کرے“۔ (163)

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

نماز پڑھنے والا چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے (۱) نفس کی فناء (۲) طبع کا خاتمہ (۳) باطن کی صفائی، اور (۴) مشاہدہ کمال۔ (164)

اس پُر فتن دور میں باعمل وباکردار مسلمان بننے کے لئے اچھی صحبت بہت ضروری ہے۔ اور اچھے دوستوں کی نیک صحبت کا میسر ہو جانا، اللہ عزّ وجلّ کا فضل عظیم ہے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا رَزَقَهُ اللّٰهُ خَلِيْلًا صَالِحًا إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ“ (165)

162۔ تفسیر نعیمی، ج16، ص108، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور

163۔ ایضاً: ج16، ص112

164۔ کشف المحجوب (مترجم) ص439، اکبر بک سیلرز، اردو بازار، لاہور

165۔ سنن ابی داؤد، ج2، ص51، کتاب الخراج، دار ابن حزم، بیروت

یعنی، ''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے اچھے دوست عطا کر دیتا ہے، اگر یہ بھول جائے تو وہ یاد دلا دیتا ہے، اور اگر اِسے یاد ہو تو اُس کی مدد کرتا ہے''۔

لیکن کسی کو اپنا دینی دوست بنانے سے قبل اس کے دینی اخلاق و آداب کے بارے میں حتّی الامکان درست معلومات ضرور حاصل کرلیں، کیونکہ جس طرح اچھا دینی دوست دنیا و آخرت کے معاملات میں فلاح و کامیابی کے حصول کے سلسلے میں معاون ثابت ہوتا ہے، اسی طرح غلط انتخاب اور ناقص معلومات کی بناء پر بُرے دوست کی ہمنشینی آپ کو دنیا و آخرت کے خسارے میں گرفتار کروا سکتی ہے۔

اسی بناء پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ اَخِیْهِ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَّنْ یُّخَالِلُ'' (166)

ترجمہ: ''انسان اپنے بھائی (دوست) کے طریقے پر ہوتا ہے، تو اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے''۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیاروں کے نمازوں میں خشوع و خضوع کے صدقے ہماری نمازوں میں خشوع و خضوع عطا فرمائے۔ آمین

166۔ المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرہ، رقم الحدیث 8024، ج۳، ص 168، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1412ھ۔ 1992م

ترجمہ

نِهَايَةُ الآمَالِ

فِيْ

صِحَّةِ وَ شَرْحِ حَدِيْثِ عَرْضِ الْاَعْمَالِ

بنام

نگاہِ نبوت

اور

مشاہدۂ اعمالِ امّت

مؤلف

حافظ ابوالفضل عبداللہ الغماری الحسنی الادریسی

مترجم

علامہ رسول بخش سعیدی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی فون:2439799

نام کتاب : نگاہِ نبوت اور مشاہدۂ اعمال امّت

مؤلف : حافظ ابوالفضل عبداللہ الغماری الحسنی الادریسی

مترجم : علامہ رسول بخش سعیدی

سن اشاعت : جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ۔جون ۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت : ۲۸۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جن فضائل وکمالات سے نوازا ہے، منجملہ اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پر آپ کی اُمّت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، آپ اپنی اُمّت کے اعمال ملاحظہ فرمانے کے بعد ان کی نیکیوں پر خوش جب کہ گناہوں پر نظر پڑنے کے بعد ان کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا فرماتے ہیں۔

ابن تیمیہ سے لے کر محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی سے لے کر احسان الٰہی ظہیر تک تمام غالی منافقین کا شروع سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہر اُس حدیث اور حکایت وواقعہ کا انکار کردیتے ہیں جس سے حضور ﷺ کا شان وعظمت کا اظہار ہوتا ہے اور اگر دلائل قاہرہ وباہرہ کے اس راہ میں حائل ہونے کی بنا پر وہ انکار نہ کرسکتے ہوں تو بے جا تاویلات کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ سب کچھ وہ اپنی نام نہاد توحید کے نام پر کرتے ہیں، حالانکہ گنبد خضریٰ پر سنگ باری کرنے والے یہ بے توفیق لوگ اگر چشمِ حقیقت سے دیکھتے تو یہ راز ان پر روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا کہ ان کے اس طرز عمل کی بناء پر درحقیقت کعبے کی دیواروں میں بھی شگاف پڑ رہے ہیں۔

اپنی نازیبا عادتوں سے مجبور کم عقل وکم فہم وہابیہ نے انتہائی گھٹیا اور معاندانہ اندازِ تحریر میں اس حدیث مبارکہ پر بھی بے جا اعتراضات کی حماقت کی، جس میں آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جانے کا تذکرہ ہے۔

زیر دست تحریر انہیں منافقین کی بے پَر کی اڑائی ہوئی باتوں نا قابلِ تردید ردو ابطال پر مشتمل ہے جسے ماضی قریب کے ایک جلیل القدر محدث حافظ ابو الفضل عبداللہ الغماری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے تحریر فرمایا ہے، جب کہ ترجمہ کی سعادت فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا رسول بخش سعیدی مدظلہ نے حاصل کی ہے اور جگہ جگہ تحریر کردہ حواشی

استاذ گرامی قبلہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کے رشحاتِ قلم کا......نتیجہ ہیں۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت نے اپنے سلسلۂ اشاعت کی لڑی میں اس جگمگاتے موتی کو ۱۰۷ ویں نمبر پر پرو کر جہاں اس لڑی کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرلیا ہے وہیں یہ اہلسنّت کے اردو داں طبقے کے لئے ایک بیش بہا نعمت بھی ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس تحریر کو اہل عشق ومحبت کے لئے فرحت وسرور کا موجب اور اہل بدعت وشقاوت کے لئے ہدایت کا سبب بنائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد عمران معراج نافع القادری
مدرس جامعۃ النور، نور مسجد، میٹھادر، کراچی
فاضل جامعہ نضرۃ العلوم، گارڈن، کراچی

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف اور نبی اکرم ﷺ کی نظر عنایت سے جنوری ۱۹۹۶ء میں حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی، اس دفعہ جن کُتب کی تلاش تھی ان میں امام ابن حجر مکی کی کتاب ''الجوهر المنظم'' بھی تھی، مدینہ طیبہ کے ایک مکتبہ پر اسی کتاب کی تلاش میں گئے تو وہاں سے شیخ عبداللہ بن حافظ ابوالفضل عبداللہ الغماری الحسنی الادریسی کی متعدد کُتب حاصل ہوگئیں جو ہمارے لئے نہایت ہی عظیم تحفہ تھیں، ان کُتب کا مطالعہ کیا تو ان میں جا بجا شیخ نے اپنی دو اہم کُتب کا تذکرہ کیا تھا (۱) الرد المحکم المتین (۲) نہایۃ الآمال، حاصل شدہ کتب میں یہ دونوں موجود نہ تھیں، دل میں بار بار آرزو پیدا ہوئی کہ ان کُتب کو کیسے اور کہاں سے حاصل کیا جائے، ایک دن بندہ جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا نگر لاہور میں علامہ خان محمد قادری پرنسپل جامعہ ہذا سے ملنے گیا تو وہاں مولانا محمد اکرم الازہری استاذ جامعہ ہذا بھی ملاقات ہوگئی، اپنے شوق کے مطابق ان کی کُتب دیکھنا شروع کیں تو وہاں سے یہ مذکورہ دونوں کُتب حاصل ہوگئیں، اب خیال یہ تھا کہ ان کا ترجمہ جلدی شائع ہونا چاہئے، انہی دنوں ہمارے ساتھی علامہ رسول بخش سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ بہ منگھم پاکستان آئے ہوئے تھے، نہایۃ الآمال کے ترجمہ کے بارے میں انہوں نے حامی بھر لی، بحمد اللہ انہوں نے نہایت ہی جلد اور بہت ہی خوبصورت ترجمہ کر کے بھیج دیا۔

زیر نظر کتاب کی اہمیت

اُمتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وصال کے بعد حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے برزخ میں دنیوی زندگی سے بڑھ کر سب سے اعلیٰ جسمانی زندگی سے نوازا ہے، آپ کا اُمت سے

تعلق قائم و دائم ہے، جس طرح ظاہری حیات میں آپ ﷺ سے بارگاہِ خداوندی میں سفارش و شفاعت کے لئے عرض کیا جاتا ہے، اسی طرح آج بھی آپ سے عرض کیا جا سکتا ہے، آپ اپنے امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں، جہاں تشریف لے جانا چاہیں وہاں جلوہ افروز ہوتے ہیں، غلاموں پر آپ کی شفقتیں جاری و ساری ہیں، الغرض دیکھنے والی آنکھ آج بھی ان کی زیارت کا شرف پاتی ہے۔

دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

کتاب و سنت میں اس عقیدہ پر جو دلائل ہیں ان میں سے ایک اہم دلیل آپ ﷺ کا یہ مقدس فرمان بھی ہے: ''حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَ وَفَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ'' جو واضح کر رہا ہے کہ آپ کا تعلق اُمّت سے ٹوٹا نہیں بلکہ بحال ہے اور آپ کی نگاہِ مقدسہ احوالِ اُمّت کا مشاہدہ فرماتی ہے۔

کچھ لوگ اسے تسلیم نہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اب آپ سے امّت کا تعلق ختم ہو چکا ہے اب آپ سے شفاعت وغیرہ کی درخواست کرنا اسلام کی سراسر مخالفت ہے، مثلاً شیخ صالح بن عبدالعزیز لکھتے ہیں:

> أما بعد انتقاله إلى الرفيق الأعلى و الحياة البرزخة فقد انقطع ما كان يعمله في حياته من الدعاء لمن طلب منه و الشفاعة لمن استشفعه و ما خرج مردود الأبيض و لا نص منقول يدلّ عليه لا صحيح و لا حسن ولا ضعيف

> رفیق اعلیٰ اور برزخی زندگی کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد ظاہری حیات والا معاملہ نہیں رہا، اب نہ تو آپ دعا کروانے والے کے لئے دعا کر سکتے ہیں اور نہ ہی شفاعت طلب کرنے پر شفاعت کرتے ہیں اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا اس کا عقیدہ مردود ہے، ہاں اس عقیدہ میں کوئی نص لاؤ اور یہاں تو کوئی نص

ہے ہی نہیں، نہ صحیح، نہ حسن، اور نہ ضعیف۔(ہذہ مفاہیمنا:۸۳)

یہاں یہ بات سامنے رہنی چاہئے کہ صحابہ سے لے کر آج تک لاکھوں اولیاء صلحا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرتے ہیں، اگر چہ یہ عقیدہ باطل ہے تو ان تمام کا عمل اس کے خلاف کیوں ہے؟

مذکورہ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہ یہ حدیث مُرسَل ہے اور وہ محدّثین کے ہاں مقبول نہیں اور اگر اس کے راوی ثقہ ہیں تو اس سے اس کا متصل ہونا ثابت نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔(ہذہ مفاہیمنا:۸۶)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، شیخ عبداللہ الغماری کو جنہوں نے اس کتاب میں مخالفین کی ایک ایک بات کا علمی تجزیہ کرکے واضح کر دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مخالفین کے تمام اعتراضات ان کی کم علمی اور ہٹ دھرمی کی بناء پر ہیں، مصنف نے اصول وقواعد کے مطابق گفتگو کرکے کہا اب اس کے بعد کوئی میدان میں آکر اس حدیث کی صحت وثبوت کے خلاف دلائل لاکر دکھائے۔

امیدوارِ شفاعت

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ، لاہور

۱۴/اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز پیر

تقریظ

(از مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ)

مصنف: اسم گرامی امام عبداللہ الغماری الحسنی الادریسی ہے، آپ چودھویں صدی ہجری کے علماء ربانیین میں سے ہیں ان کا اصل وطن مراکش ہے لیکن مصر کو اپنا مسکن قرار دیا اور تمام زندگی یہاں علمی، دینی خدمات سرانجام دیتے رہے کیونکہ مراکش کی نسبت تحقیق واشاعت کے مواقع اور سہولیات مصر میں زیادہ ہیں، چنانچہ آپ نے یہاں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ بیسیوں کُتُب تصنیف فرمائیں جو زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر مقبول عام ہوئیں۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں مشہور محقق وعلماء شامل ہیں، عرب ممالک میں سوادِ اعظم اہل سنّت و جماعت کے ترجمان علماء کی اکثریت بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ کے شاگرد ہیں، چند معروف جید علماء جن کو آپ سے شرفِ تلمذ ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: شیخ محمود سعید ممدوح دبئی، شیخ حسن علی السقاف مراکش۔

تصانیف: آپ کی کل تصانیف کی صحیح تعداد کو معلوم نہ ہو سکی مگر جو ہمیں دستیاب ہو سکیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اتقان الصنعة في تحقيق معني البدعة (بدعت کے بارے میں تحقیق)

۲۔ الرد المحكم المتين علي كتاب القول المبين (عقائد صحیحہ کا اثبات)

۳۔ جواهر البيان في تناسب سُوَرِ القرآن (قرآنی سورتوں کی درمیانی ربط)

۴۔ نفخة الإلٰهية في الصلوٰة علي خير البرية (درود وسلام)

۵۔ الأحاديث المنتقاة في فضائل رسول الله ﷺ (فضائل وشمائل حضور اکرم ﷺ)

۶۔ توضيح البيان لوصول ثواب القران (ایصال ثواب)

۷۔ حسن التفهم و الدرك لمسألة الترك (مسئلہ ترک)

۸۔ نهاية الآمال في صحة و شرح حديث عرض الأعمال

۹۔ غاية التحرير في الكلام على حديث توسّل الضرير (مسئلہ توسل)

۱۰۔ النفخة المذكية في بيان أن الهجر بدعة شركية (مسلمانوں سے تعلق ختم کرنا بدعت ہے)

۱۱۔ القول المنقنع

آپ کی اکثر تصانیف کا تعلق احقاقِ حق و ابطالِ باطل سے ہے کیونکہ اس پُرفتن دور میں جمہور اہلِ اسلام کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مخالفین نے جمہور مسلمانوں اور سوادِ اعظم کے مُسلّمات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی تا کہ نظریات میں افتراق پیدا کیا جائے اور وحدت کی بنیادوں کو کمزور کیا جا سکے، تو ایسے میں علماءِ حق کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اُمّت کی وحدت کے لئے متفقہ اور مُسلّمہ مسائل و نظریات کا تحفظ کریں، چنانچہ مصنف علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے منصبی فریضہ کی ادائیگی میں اُمّت کی اجماعی بنیادوں کا تحفظ فرمایا اور ابتداءِ اسلام سے آج تک کی مُسلّمات کی پاسداری میں ہر فتنہ اور فتنہ انگیز کا ابطال کیا، اسلام میں مجدّد کا منصب یہی ہوتا ہے کہ جمہور مسلمانوں کے اجتماعی اور مُسلّمہ نظریات میں پیدا شدہ کمزوری کا ازالہ کر کے ان مُسلّمات کو بحال کرے تا کہ ملّتِ اسلامیہ کی اجتماعیت بحال رہ سکے۔

زیرِ نظر کتاب ''نهاية الآمال'' کے پس منظر میں ایسی ہی ایک سازش ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کے مُسلّمہ نظریہ کہ ''رسول اللہ ﷺ کے حضور اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں'' میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حدیث پاک جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ (الحديث)

ترجمہ: تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

کا انکار کرتے ہوئے اس کو کِذب اور جھوٹ سے تعبیر کیا گیا حتی کہ اس حدیث کے بیان کرنے والوں پر ناروا جملے استعمال کئے گئے تو مصنّف علیہ الرحمہ نے اس حدیث شریف کی صحت و مقبولیت کو واضح فرما کر سوادِ اعظم جمہور مسلمانوں کے اس نظریہ کا تحفظ اور پاسداری فرمائی۔

مصنّف علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں دلائل و براہین سے ثابت کیا یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور محدّثین نے ثقہ راویوں کے ذریعے سندات کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی تائید میں کثیر تعداد میں شواہد پیش کئے اور پھر فنِ حدیث کے اصول و قواعد کی روشنی میں اِثبات فرما کر حدیث کا قابلِ حُجت اور مقبول ہونا ثابت کیا۔ اور آخر میں اس حدیث پر اعتراض کرنے والوں کو چیلنج کیا کہ اگر ہمت ہے تو اصول و قواعد کی روشنی میں دلائل سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کریں جو کبھی ثابت نہ ہو سکے گا۔

اور آپ نے حدیث کا مذاق اڑانے والوں اور اس کو بیان کرنے والوں پر سَبّ و شتم کرنے والوں کے جواب میں فرمایا:

> البتہ عبارات میں کِذب بیانی، نقل میں تحریف، مخالف پر طعن و تشنیع کرنے میں کوئی عاجز نہیں ہے مگر اس کا ماہر وہی ہوتا ہے جو انتہائی جاہل اور اخلاقِ حمیدہ سے عاری ہوتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

> البتہ ہم اپنے مطالبہ سے دستبردار نہیں ہو سکتے، ہمارا مطالبہ ایک ہی ہے کہ یہ لوگ صحیح علمی انداز میں قواعد کی روشنی میں اپنے مدعا کو ثابت کر دکھائیں۔

زیرِ بحث حدیث اور اس کی فنی حیثیت

● اس حدیث کی اجلہ محدّثین نے تخریج اور تصحیح فرمائی مثلاً ابو بکر احمد بن عمرو بن

عبدالخالق المعروف امام بزار (م ۲۹۲ھ) نے اپنی مسند میں ذکر فرمایا اور کہا کہ اس کے رجال راوی صحیح ہے۔

امام ابو احمد عبداللہ بن عدی (م ۳۶۵ھ) نے ''کامل ابن عدی'' میں، حافظ امام ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے ''المطالب العالیہ'' میں، امام نورالدین امام علی بن ابی بکر (م ۸۰۷ھ) نے ''مجمع الزوائد'' میں، امام حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ)، صاحب الفیہ نے، اور امام ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اس کو روایت فرما کر اس کو صحیح قرار دیا ہے، ان کے علاوہ امام علامہ جلال الدین سیوطی، ملا علی قاری، مرتضٰی زبیدی، شہاب الدین خفاجی، علامہ زرقانی، علامہ قسطلانی وغیرہم کثیر محدثین نے بھی اس کو روایت فرمایا ہے۔

- اس حدیث کو قرآن و احادیث مشہورہ سے تائید حاصل ہے جن کو مصنف نے ذکر فرمایا۔
- اس حدیث کا قواعدِ شرعیہ کے مخالف ہونا بلکہ مطابق ہونا۔
- اس حدیث کا ملتِ اسلامیہ کے اجماعی اور مسلّمہ اصول کے مطابق ہونا کہ بدن کی موت کے بعد بھی روح زندہ و جاوید رہتی ہے اور سننا، دیکھنا، آنا جانا، ادراک و تصرف چونکہ روح کی صفات ہیں لہٰذا بدن کی موت کے بعد بھی یہ صفات مومن کو حاصل رہتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔
- اس حدیث کا، عقائد و اعمال کے ثبوت کے متعلق نہ ہونا بلکہ صرف فضیلت سے متعلق ہونا جس کے لئے اس کا صحیح ہونا ضروری بھی نہیں ہے کیونکہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی بالاتفاق کافی ہے۔

دراصل حدیث کی صحت یا عدم صحت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ

ابتداء اسلام سے آج تک منافقین کی ایک ہی عادت ہے اور وہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی فضیلت پر تنقید کرنا ہے، خواہ وہ قرآن سے ثابت ہو یا صحیح حدیث سے ثابت ہو، ان لوگوں کو قبول نہیں اور کچھ نہ کر پائیں تو حیلے بہانے بنائیں گے، ورنہ یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں امت کے اعمال کی پیشی سے انکار کی وجہ بتائیں، کیا حضور علیہ الصلوٰۃ جسمانی و روحانی طور پر معاذ اللہ فنا ہو چکے، تو یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور قُرب و بُعد کو بنیا د بنائیں تو یہ غلط ہے کیونکہ اولاً قُرب و بُعد دنیا کا نظام ہے عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت میں یہ نظام نہیں اور اگر ہو بھی تو کیا اللہ تعالیٰ قُرب و بُعد کا فرق برابر کرنے پر قادر نہیں ہے جب کہ حدیث بخاری کی صحیح حدیث ہے کہ:

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، إلى آخر الحديث

یعنی، جب بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے۔

تو اس کا کیا مطلب ہے اس کا مطلب! بالاتفاق ائمہ نے یہ بیان فرمایا اللہ تعالیٰ محبوب بندے کو اپنی خاص قدرت سے نوازتا ہے جس کے ذریعہ وہ قُرب و بُعد میں برابر ادراک رکھتا ہے، قریب و بعید سب کو سنتا، دیکھتا ہے، تو ظاہر بات ہے کہ جب عام محبوب بندوں کو قریب و بعید کا ہر جگہ سے علم ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہوگا؟ یا رسول اللہ ﷺ کو یہ مقام حاصل نہیں تو کیوں؟ کیا آپ اللہ کے محبوب نہیں ہیں، یا اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام سے اس انعام کی نفی فرما دی ہے، اگر نفی ہے تو کہاں ہے؟؟۔

نیز بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ جب نمازی تشہد میں **السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین** کہتا ہے تو اس کا یہ سلام زمین و آسمان میں تمام صالح بندوں کو پہنچتا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِذَا قَالَ ذَالِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْأَرْضِ

تو کیا امتی کا سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں پہنچنا اللہ تعالیٰ نے منع

کر رکھا ہے تو منع کہاں ہے؟ یا کیا رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ عبد صالح نہیں ہیں، یا آپ زمین و آسمان میں نہیں ہیں۔

نیز بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ نمازِ کسوف میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کچھ آگے بڑھے اور پھر پیچھے ہٹ گئے، نماز کے بعد صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ!

رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ

فَقَالَ: اِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عَنْهَا عُنْقُوْدًا (الحديث)

یعنی، حضور نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور اس سے میں نے ایک انگور کا گچھا پکڑا۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ دنیا کے مکان و زمان اور جسمانی پابندیوں میں رہتے ہوئے بھی آخرت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، تو کیا وصال شریف کے بعد آخرت میں رہتے ہوئے جہاں زمان و مکان اور جسمانی پابندی ہی نہیں اور نہ ہی وہاں قرب و بُعد ہے تو دنیا اور دنیاوی امور کو ملاحظہ کرنے میں کیا مانع ہے؟ یعنی ادنیٰ حال میں اعلیٰ و ابعد کا ملاحظہ ہو سکتا ہے تو اعلیٰ حال میں ادنیٰ و اقرب کا ملاحظہ کیوں نہیں؟

نیز صحاح ستہ کی حدیث ہے:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ كُلَّهَا فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا

یعنی، اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے، تو میں نے تمام روئے زمین کو ملاحظہ کرلیا ہے۔

جب زندگی میں پورے رُوئے زمین آپ کے پیشِ نظر ہو سکتی ہے تو آخرت میں منتقل ہونے پر کیا قرب و بُعد وہاں بھی ہے۔

غرضیکہ یہ سب احادیث بخاری و مسلم و صحاح ستہ بلکہ متفق علیہ احادیث ہیں، مگر وہ لوگ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے، اگر ان احادیث کو مانتے ہیں تو اُمّت کے اعمال کا

ملاحظہ یا اعمال کا آپ کے حضور پیشی سے کیوں انکار ہے۔

اس اہم کتاب کا ترجمہ فاضل عزیز مولانا رسول بخش سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بڑی محنت سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنّف علیہ الرحمہ اور مترجم کو تمام مسلمانوں کی جانب سے اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرائے، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی پاسداری کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دربار میں مسلمانوں اور ان کے اعمال کی پیشی کو ثابت رکھنے میں سعی مشکور کی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس سعی جمیلہ کو مشکور و مقبول فرمائے گا، و صلّی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ و الہٖ و بارک و سلّم

محمد عبد القیوم ہزاروی

حالاتِ مترجم

ازمولانا فضل حنان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس کتاب کے مترجم علامہ رسول بخش سعیدی ہیں آپ موضع باقر شاہ شمالی تحصیل علی پور مظفر گڑھ میں ایک زمیندار گھرانہ کے چشم و چراغ ہیں، انہوں نے قریبی شہر علی پور میں سکول کی مروجہ تعلیم کے بعد دینی ادارے مدرسہ فاروقیہ فریدیہ میں قرآن کریم حفظ کیا اور درس نظامی کے وسطانی نصاب کو مولانا نیاز احمد اور مولانا خادم حسین سے وہیں مکمل کیا، اس کے بعد ۱۹۷۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے درجہ عالیہ میں داخل ہوئے اور اس نصاب کی تکمیل پر ۱۹۸۲ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے ، اور ساتھ ہی انہوں نے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے فوقانی امتحان میں قابلِ فخر پوزیشن حاصل کر کے الشہادۃ العالیہ فی العلوم العربیہ و الاسلامیہ کی ڈگری حاصل کی جس کو حکومت پاکستان نے ایم اے عربی و اسلامیات قرار دیا ہے اور پاکستان بھر کی یونیورسٹیز نے اس سند کی مذکورہ حیثیت (ڈبل ایم اے) کو تسلیم کر رکھا ہے، مولانا رسول بخش سعیدی نے جامعۃ الازہر مصر کے شیوخ سے الادب العربی میں تخصص کے شوق میں اسلامی یونیورسٹی فیصل مسجد اسلام آباد میں داخلہ لیا، وہاں چار سال میں یہ تخصص کیا، اس دوران مصری شیوخ سے مولانا نے درسِ نظامی کی جامعیت اور اس سے حاصل شدہ استعداد کا لوہا منوایا، جس کی وجہ سے مولانا کو ان شیوخ کے ہاں خاص تقرب رہا۔

علمی خدمات: حصول علم کے بعد مولانا سعیدی صاحب جامعہ غوثیہ گلبرگ اور جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں تین سال صدرالمدرسین کے عہدہ پر فائز رہے، اس کے بعد حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے چیئرمین حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری کی دعوت پر مرکزی ادارہ جامعہ اسلامیہ بر منگھم (انگلینڈ) میں تدریسی فرائض

سرانجام دے رہے ہیں، چنانچہ وہاں پورے انگلینڈ میں مولانا ایک محنتی، جامع، اور قابل ترین استاذ کی حیثیت سے متعارف ہیں، ان کی وجہ سے علماء و طلباء کا ادارہ ہجوم ہے، یونیورسٹی اور کالجز کے طلباء و سکالر حضرات بھی ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔

ان کی وہاں کارکردگی کے بارے میں اتنی سند ہی کافی ہے کہ پچھلے دنوں مخدوم من قبلہ استاذی المکرم حضرت العلامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ (اب ☆ رحمۃ اللہ علیہ) انگلینڈ کے دورے سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے جامعہ اسلامیہ بر منگھم کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سلطان نیاز الحسن قادری اور مولانا رسول بخش سعیدی کی خدمات کو بہت سراہا۔

غیر ملکی مطالعتی دورہ: مولانا کی انگلینڈ میں شہرت کی بنا پر قریبی یورپی ممالک فرانس، جرمنی، ڈنمارک وغیرہ سے آئے ہوئے مسلمان طلباء کی دعوت پر ۱۹۹۴ء میں ان ممالک کا دورہ کیا اور اس کے بعد جامعہ ازہر مصر میں اپنے اساتذہ شیوخ، ڈاکٹر جناب علی عشری وغیرہ سے ملنے اور جامعہ ازہر کی زیارت کے لئے گئے تو وہاں نے پرتپاک خیر مقدم کیا اور اعزازیہ دیا۔

اللہ تعالیٰ مترجم کو بھی دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا کریں جنہوں نے بڑی محنت سے بہت ہی خوبصورت ترجمہ کیا ہے، اس ترجمہ کا یہ امتیاز ہے کہ اس پر عالمِ اسلامی کی عظیم علمی شخصیت استاذ العلماء حضرت العلامہ مفتی محمد عبدالقیوم مدظلہ (رحمہ اللہ) کی تقریظ ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے توسل سے اسے ہم سب کے لئے نافع بنائے۔

☆ محسنِ اہلسنت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ دو سال قبل وصال فرما گئے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون

حدیث شریف

عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلِیہِ وَ سَلَّمَ قَالَ:

”حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحْدِثُوْنَ وَ یُحْدَثُ لَکُمْ وَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰہَ وَ مَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ“

ترجمہ: میری ظاہری حیات تمہارے لئے سراپا خیر ہے، تمہیں کوئی معاملہ پیش آجاتا ہے تو اس کے لئے حکم آجاتا ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لے سراپا خیر ہے (کیونکہ) تمہارے اعمال میری بارگاہ میں پیش کئے جاتے رہیں گے، جب اچھے کام دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا اور جب بُرے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ ربّ العزت سے مغفرت وبخشش مانگوں گا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، و الصّلٰوۃ و السّلام علٰی اشرف المرسلین

سیّدنا محمّد و علٰی آلہٖ الأکرمین و رضی عن صحابتہ الطاھرین

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ رسالہ میں نے حدیث (حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ) کی صحت کے بیان میں تحریر کیا ہے، دراصل میں نے کئی لوگوں کے درمیان اختلاف ونزاع کی صورت دیکھی کہ وہ علم وفہم اور کسی بنیادی اصول کے بغیر اس حدیث کے بارے میں بحث وتمحیص میں لگے ہوئے ہیں، بعض جاہل اور بے خبر لوگوں نے یہاں تک کہنا شروع کردیا کہ یہ مَن گھڑت حدیث ہے جس کا کُتُبِ حدیث میں سرے سے وجود ہی نہیں، اور یہ صحیح، قوی احادیث کے خلاف ہے، اور وہ یہاں تک گر گئے کہ جو شخص بھی اس حدیث کا اپنے کسی رسالہ یا کتاب میں ذکر کرتا ہے تو وہ اسے شدّت کے ساتھ طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہے، لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ اس رسالہ میں ان کے ان دعوؤں اور قیل وقال کی غلطی کو واضح کروں اور ان خطرات کو مُنکشِف کروں جو ان سے پیدا ہوتے ہیں، میری اس گفتگو کی بنیاد محدّثین کرام کے قاعدے وضابطے و متفقہ اُصول اور جمہور اہلِ نقل وعقل کے راجح اقوال ہیں، اور اس کا نام ”نھایۃ الآمال فی صحۃ حدیث عرض الأعمال“ رکھا اور اسے رسالتمآب ﷺ کی بارگاہ میں تحفہ کے طور پر پیش کرتا ہوں، امید ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنی شفاعت میں مجھے شامل فرمائیں گے، جہاں شفاعت کے لئے آپ ﷺ کے سوا کوئی بھی نہ بڑھ سکے گا، حتی کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام بھی پیچھے رہ جائیں گے، اللہ ربّ العزت ہی سے سوال ہے کہ میری اس آرزو کو بر لائے اور میری دعا قبول فرمائے، وہی قریب ہے، وہی دعا قبول فرمانے والا ہے، اس کے سوا کوئی ربّ نہیں، اس کے سوا کسی سے بھلائی نہیں۔

﴿باب اول﴾

حدیث مذکور کے واسطوں اور اس کی صحت کا بیان

حافظ کبیر ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بصری المعروف محدّث بزار متوفی بالرملۃ ۲۹۲ھ نے اپنی مشہور مسند میں لکھا ہے کہ ہمیں حدیث سنائی یوسف بن موسیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالمجید بن عبدالعزیز ابی رواد نے سفیان کے واسطہ سے بیان کی، انہیں عبداللہ بن سائب نے زاذان کے واسطہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ ربّ العزت کے سیاح فرشتے ہیں جو میری اُمّت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میری ظاہری حیات تمہارے لئے خیر ہے تم کوئی کام کرتے ہو تو تمہارے لئے کوئی حکم آجاتا ہے اور میرا اس دنیا سے چلا جانا بھی تمہارے لئے خیر ہے کہ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جو اچھے کام دیکھتا ہوں ان پر ربّ العزت کی حمد وثنا کرتا ہوں اور جو بُرے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔

بزار نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس سند کے علاوہ کسی اور واسطہ سے بھی یہ روایت مروی ہو اور حافظ زین الدین عراقی نے اپنی

تصنیف ''طرح التقریب فی شرح التقریب''(۱) کے ''کتاب الجنائز'' میں فرمایا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

اور حافظ نور الدین نے ''مجمع الزوائد'' میں فرمایا کہ اس حدیث کے راوی ''صحیح'' والے راوی ہیں، اور اسی طرح علامہ قسطلانی نے ''شرح بخاری'' اور حافظ علامہ جلال الدین السیوطی نے ''خصائص کبریٰ'' میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہی کلمات ملا علی قاری اور امام شہاب خفاجی نے قاضی عیاض کی ''شفا شریف'' کی شروحات میں کہے ہیں، جو کچھ ان تمام حضرات نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا بالکل صحیح ہے، اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیونکہ اس کے تمام راوی صحیح کی شرط پر ثقہ ہیں۔

باقی ابن ابی رواد کی طرف مرجہ وغیرہ ہونے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ اس کے بعد مضر نہیں کہ اُن سے بڑے بڑے ائمہ حضرات مثلِ امام شافعی، امام احمد، امام ابن معین نے روایت کیا ہے اور امام احمد، امام ابن معین، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ان کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے، امام مسلم اور ائمہ اربعہ نے اس شخص کے ساتھ احتجاج کیا ہے، (یعنی دلیل پکڑی ہے) اس کے بعد اسے کمزور قرار دینے والوں کی بات قابلِ اعتبار نہیں، خصوصاً ابن حبان جو جرح میں بہت ہی مبالغہ سے کام لیتے ہیں، امام ذھبی نے

۱۔ یہ کتاب شیخ عراقی کی آخری کُتب میں سے ہے بلکہ اس کی تکمیل سے قبل ہی ان کی وفات ہوگئی تو ان کے فرزند ارجمند حافظ ولی الدین ابو زرعہ العراقی نے اس کی تکمیل کی، ان کی یہ بات ''احادیث الاحیاء'' والی بات کے خلاف جاتی ہے جو انہوں نے اوائل عمر میں تصنیف کی تھی جب کہ آپ کی عمر شریف صرف بیس سال تھی، اس وقت نہ تو آپ میں ذہنی پختگی تھی نہ یادداشت کی وسعت اور نہ قواعد حدیث کا اتنا تجربہ جو بعد کی کتابوں سے موازنے کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ یہاں وسعتِ علمی، کمال کا حافظہ، فن کے اصول وقواعد کا کامل تجربہ جو آپ کو علم حدیث میں رُتبہ اجتہاد کو پہنچا دیتا ہے، مثال کے طور پر انہوں نے ''احادیث الاحیاء'' کی تخریج میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث ''أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَ دَمَانِ'' کو صحیحین کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ ایسی ضعیف حدیث کو صحاح ستہ میں سے ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔

"میزان" میں افلح بن سعید المدنی کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں لکھا ہے کہ ابن حبان ثقہ حضرات کی جرح میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ بسا اوقات انہیں یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور ایوب بن عبد السلام کے ترجمہ کے ضمن میں کہا کہ ابن حبان سخت گو اور مجادل ہے، چنانچہ حدیث مذکور اس سند کے اعتبار سے امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے اور اس روایت کی اور بھی سندیں ہیں جس کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

حدیث مذکور کی دیگر اسناد

(۱)......حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند اور ابن عدی نے "کامل" میں خراش (راوی) کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

میری ظاہری حیات تمہارے لئے خیر ہے تم جو کچھ کہتے ہو، کوئی کام کرتے ہو، تو اس کا حکم تمہیں بتادیا جاتا ہے، جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا تو میرا وصال بھی تمہارے لئے خیر ہوگا، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر میں بہتر عمل دیکھوں گا تو اس پر اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا بیان کروں گا، اور اگر اچھا عمل نہ دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ ربّ العزت سے مغفرت طلب کروں گا۔

حافظ عراقی نے "المغنی" میں کہا ہے کہ اس کی سند (کے راوی) خراش کے ضعیف ہونے کی وجہ سے کمزور ہے۔

(۲)......حافظ ابو نصر حسن بن محمد بن ابراہیم یونارتی متوفی ۵۲۸ھ نے اپنی "معجم" (جو کئی اجزاء پر مشتمل ہے) میں کہا ہے کہ میں نے الشریف واضح بن ابی تمام الزینبی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوعلی بن تومہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیخ ابوحفص

بن شاہین کے ہاں مسافروں کی ایک جماعت جمع ہوئی اور درخواست کی کہ آپ کے پاس جو اعلیٰ درجہ کی (TOP CLASS) حدیث ہے ہمیں سنائیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس جو اعلیٰ قسم کی احادیث ہیں ان میں سے تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں، چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بغوی نے حدیث بیان کی اور انہیں شیبان بن فروخ اُبلی نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نافع ابو ہرمز سجستانی نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ

ابن نجار نے "تاریخ بغداد" میں معمر بن محمد اصفہانی سے اسے روایت کیا ہے جنہوں نے ابونصر یونارتی سے اسے روایت کیا، اور یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ تمام کا اتفاق ہے کہ ابوہرمز ضعیف ہے۔

(۳)......حارث بن اسامہ تمیمی متوفی ۲۸۲ھ نے اپنی مشہور "مسند" میں اسے روایت کیا کہ ہمیں حسن بن قتیبہ نے کہا کہ جسر بن فرقد نے بکر بن عبداللہ مزنی کے واسطہ سے ہمیں حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدَّثُ لَکُمْ وَ وَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا کَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ وَ مَا کَانَ مِنْ سَیِّئٍ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ

اس کی سند ضعیف ہے، اسی حدیث کو ایک اور واسطہ سے بھی روایت کیا گیا ہے، امام اسماعیل بن اسحاق قاضی مالکی متوفی ۲۸۲ھ نے اپنی کتاب "فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ" میں کہا کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان فرمائی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حماد بن زید جو اسماعیل قاضی کے دادا ہیں نے غالب قطان کے واسطہ سے حدیث بیان کی اور انہوں نے بکر بن عبداللہ مزنی سے مرفوعاً اس حدیث کو روایت کیا اور حدیث

کے الفاظ یہ ہیں:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدَّثُ لَکُمْ فَإِذَا أَنَامِتُّ
كَانَتْ وَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَإِنْ رَأَیْتُ
خَیْراً حَمِدْتُّ اللّٰهَ وَ إِنْ رَأَیْتُ غَیْرَ ذَالِکَ اسْتَغْفَرْتُ
اللّٰهَ لَکُمْ

اور حافظ محمد بن عبدالہادی المقدسی نے اپنی کتاب ''الصارم المنکی'' میں کہا کہ حضرت امام بکر مزنی تک یہ اسناد صحیح ہے اور بکر تابعین میں ثقہ اور ان کے امام ہیں، میں کہتا ہوں کہ ائمہ ستہ نے ان کو حجت مانا ہے اور وہ ان کی بزرگی اور امامت پر متفق ہیں، ایک اور واسطہ سے اسماعیل قاضی نے اپنی مذکورہ کتاب میں فرمایا کہ ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، اور انہیں حماد بن سلمہ نے کثیر ابی الفضل کے واسطہ سے حدیث بیان کی اور وہ بکر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ فَیُحَدَّثُ لَکُمْ فَإِذَا أَنَامِتُّ
كَانَتْ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَإِنْ رَأَیْتُ خَیْراً حَمِدْتُّ
اللّٰهَ وَ إِنْ رَأَیْتُ شَرًّا اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَکُمْ

اور یہ اسناد بھی صحیح ہے، اس کے راوی کثیر ابو الفضل کے علاوہ تمام صحیح کے شرائط پر پورے اترے ہیں، کثیر ابو الفضل کے بارے میں ابن قطان سلجلماسی نے کہا کہ اس کا حال معروف نہیں ہے، لیکن حافظ (ابن حجر) نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا یہ معروف ہیں، ان کا ذکر امام بخاری نے ''التاریخ'' میں کیا ہے اور کہا کہ سعید بن عامر نے ان کی اچھے الفاظ میں تعریف فرمائی ہے، اور ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، حافظ کہتے ہیں کہ ابن قطان امام بخاری کی اس گفتگو سے بے خبر رہے۔ ان کا پورا نام کثیر بن یسار بصری طفاوی ہے اور ''الصارم المنکی'' کے (ص ۱۷۸) پر کثیر بن الفضل تحریر ہے جو تحریف ہے، بہر حال جیسا کہ ہم نے کہا یہ سند صحیح ہے، امام سیوطی نے ''جامع صغیر'' میں

بھی ابن سعد کی ''الطبقات'' سے بکر مزنی کے واسطہ سے روایت کرتے ہوئے اس کی تخریج فرمائی ہے اور اس کے شارح امام مناوی کہتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس ہماری تمام گفتگو اور تحقیق کا دارومدار الفاظِ حدیث اور سندِ حدیث پر ہے، ہماری اس تفصیل تحقیق سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اس کے باوجود اسے کمزور اور جھوٹی حدیث قرار دینا پر لے درجے کی قبیح جرأت ہے کسی مسلمان سے اس کے صادر ہونے کی توقع نہیں، خاص طور پر جب وہ اس آیت کریمہ کے معنی سے آگاہی بھی رکھتا ہو:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (۲)

ترجمہ: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

﴿فصل﴾

مذکورہ حدیث کے تائیدی شواہد

اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں جو اس کے معنی کی تائید اور اس کی بنیاد کو قوت دیتے ہیں جس سے یہ حدیث صحت وقبول کے اعلیٰ درجہ کو پہنچ جاتی ہے، میں اللہ ربّ العزت کی مدد ونصرت سے چند ایک کا ذکر کر رہا ہوں لیکن سب سے پہلے وہ حدیث جو الفاظ ومعنی میں اس کے قریب تر ہے۔

امام ابو نعیم نے ''حلیہ'' میں کہا کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بن جعفر'' جو حافظ ابو الشیخ ابن حیان کے نام سے مشہور ہیں'' نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ان کو احمد بن عیسیٰ بن ہامان الرازی نے ان کو محمد بن مصفی نے ان کو بقیہ نے اور ان کو عباد بن کثیر نے عمران کے

۲۔ ق:۱۸

واسطہ سے حدیث بیان کی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَعْمَالَ أُمَّتِيْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى الزُّنَاةِ

میری امّت کے اعمال ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور زانیوں پر اللہ کا غضب شدید تر ہوتا ہے۔

اور حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں عبدالغفور بن عبدالعزیز بن سعید الشامی کے واسطہ سے روایت کیا اور وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا جو صحابیِ رسول تھے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ عَلَى اللّٰهِ وَ تُعْرَضُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَ عَلَى الْآبَاءِ وَ الْأُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَ تَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَيَاضاً وَ إِشْرَاقاً فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُؤْذُوْا مَوْتَاكُمْ

ہر پیر اور جمعرات کے دن تمہارے اعمال اللہ ربّ العزت کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور انبیاء اور والدین کے حضور ہر جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں، وہ نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، ان کے چہروں کی بشاشت اور رونق مزید بڑھ جاتی ہے، تم اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو ایذا نہ دو۔

یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں لیکن شواہد کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ''الترغیب والترہیب'' کے متعدد مقامات پر اور حافظ ابن القیم الجوزی نے ''جلاء الافہام'' میں اس کی نشاندہی کی ہے، بلکہ اصولِ حدیث کا یہ مُسلّمہ ضابطہ ہے۔

قرآن بھی یہی کہتا ہے

قرآن کریم بھی حدیث مذکور کے موافق ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا (۳)

ترجمہ: وہ کیسا وقت ہوگا جب ہم ہر امّت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں اُن سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے خبر دی ہے کہ رسول اکرم ﷺ قیامت کے دن اپنی اُمّت پر گواہ بن کر تشریف لائیں گے، یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ اُمّت کے اعمال آپ ﷺ پر پیش کئے جائیں تاکہ جو آپ نے دیکھا اور جانا اس پر گواہی دیں۔

حضرت ابن المبارک نے فرمایا کہ منہال بن عمرو کے واسطہ سے انصار میں سے ایک آدمی نے ہمیں بتایا کہ اس نے سعید بن المسیّب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: صبح و شام رسالتمآب ﷺ کے حضور آپ کی اُمّت پیش کی جاتی ہے، آپ اُن کو ان کے نام اور اعمال کے ساتھ جانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں گواہی دیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا

علامہ قرطبی نے ''التذکرہ'' میں (باب ما جاء في شهادة النبي ﷺ على أمته) حضور کی اُمّت پر گواہی کے بیان پر باب قائم کیا، پھر انہوں نے حضرت سعید بن المسیب کے مذکورہ قول کا ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد لکھا یہ بات گزر چکی ہے کہ اعمالِ انسانی ہر پیر اور جمعرات کو اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور انبیاء و والدین کے حضور ہر جمعہ کے دن پیش کئے جاتے ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی

۳۔ النساء: ۴/۴۱

تعارض نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی خصوصیت کے پیشِ نظر ہر روز آپ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں بھی پیش کئے جاتے ہیں، اور ''طبرانی'' نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (۴)

تو آپ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ یمن جائیں اور نصیحت فرمائی: تم جاؤ اور لوگوں کو خوشخبری سناؤ، انہیں متنفر نہ کرو، ان کے آسانیاں پیدا کرو، تنگی نہ کرو کیونکہ مجھ پر نازل ہو چکا ہے:

يايها النبيّ إنا أرسلناك للناس شاهدًا وّ مبشرًا (بالجنّة) و نذيراً من النار و داعياً الى شهادة أن لآ إله الاّ الله باذنه و سراجاً منيراً

یعنی، اے نبی ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے گواہ و نگہبان، جنّت کی خوشخبری دینے والا، جہنّم کی آگ سے ڈرانے والا، لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی طرف بلانے والا اور روشنی کرنے والا سورج بنا کر بھیجا۔

ابن کثیر نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ''شَاهِدًا'' یعنی، اللہ ربّ العزت کی وحدانیت کی گواہی دینی کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور قیامت کے دن لوگوں پر ان کے اعمال کی گواہی دینا ''وَ جِئْنَا بِكَ هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا'' اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنایا جائے گا جیسا کہ اور مقام پر فرمایا ''لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا'' تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

سوال: پس اگر یہ کہا جائے کہ اللہ ربّ العزت نے اس اُمّت کے بارے میں

۴۔ الاحزاب: ۳۳/۴۵

خبر دی ہے کہ دوسری اُمّتوں پر گواہی دے گی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۵)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

اور جب کہ یہ کسی نے نہیں کہا کہ دوسری اُمّتوں کے اعمال اس اُمّت پر بھی پیش کئے جاتے ہیں، تو جواب کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......عرضِ اعمال کے بارے میں رسالتمآب ﷺ کو اسی طرح تخصیص حاصل ہے جیسے آپ کی تخصیص قبر میں حیات کے بارے میں ہے کہ آپ کی حیات، قبر میں شہدا کی حیات سے بھی اکمل ہے اور جیسا کہ شفاعت کے سلسلہ میں جس طرح آپ کو شفاعت کی اجازت ہوگی کسی اور کو نہ ہوگی۔

(۲)......حدیث صحیح میں ہے کہ یہ اُمّت قرآن کریم کے علم اور رسول اکرم ﷺ کی خبر کی بنیاد پر گواہی دے گی کیونکہ جب یہ اُمّت گواہی دے گی کہ سابقہ رسولوں نے اپنی اُمّتوں کو تبلیغ کی تھی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس نے بتایا؟ تو وہ کہیں گے کہ ہماری نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا تو ہم اس پر ایمان لائے اور تصدیق کی تو رسول اکرم ﷺ ان کا تزکیہ اور ان کی بات کی تصدیق فرمائیں گے، یہ بالکل واضح ہے، جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔

سوال: اور اگر یہ کہا جائے کہ طبرانی نے محمد بن فضالہ سے روایت کیا ہے کہ رسالتمآب ﷺ نے ایک قاری کو پڑھنے کا حکم دیا جب وہ یہاں پہنچا ''فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ'' الآیہ، تو آپ رو پڑے اور کہا ''اے میرے ربّ جو میرے سامنے ہیں ان کے بارے میں تو میں نے گواہی دی لیکن جن کو میں دیکھا تک نہیں ان

۵۔ البقرۃ: ۲/۱۴۳

کے بارے میں کیسی گواہی'' اس سے بعض ناسمجھوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ ﷺ نے عرضِ اعمال کی نفی فرمائی ہے۔

یہ حدیث عرضِ اعمال کے منافی نہیں

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث عرضِ اعمال والی حدیث کے منافی نہیں بلکہ اس کی تائید کرتی ہیں، یہ ان کے اسباب میں سے ایک ہے جن کے واسطے سے اللہ ربّ العزت نے اپنی نبی کریم ﷺ کو اس خصوصیت کا اعزاز بخشا کہ آپ ﷺ کی اپنی اُمّت پر گواہی مشاہدہ سے ہو جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے نبی کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ کی اُمّت کو دوسری اُمتوں کے ساتھ آپ پر پیش کیا جائے جب کہ آپ مدینہ منورہ میں تھے، یہ بات صحیحین میں ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (ج ۹ ص ۷۸، ۷۹، طبعۃ الخشاب) میں لکھا ان کے الفاظ یہ ہیں:

اور محمد بن فضالۃ الظفری کی روایت میں ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ بنی ظفر میں تھے، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے یونس بن محمد بن فضالۃ کے واسطہ سے ذکر کیا اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبیلہ بنی ظفر میں تشریف لائے، آپ کے ساتھ ابن مسعود اور کچھ دیگر صحابہ بھی تھے، آپ ﷺ نے کسی قاری کو پڑھنے کا حکم دیا جب وہ اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا (۶)

تو آپ رو دیئے اور رونے کے آثار آپ کی داڑھی مبارک اور چہرہ انور پر نمایاں تھے اور فرمایا:

اے میرے ربّ! یہ ان کے بارے تو ممکن ہے جن میں مَیں موجود

۶۔ النساء، ۴/۴۱

ہوں لیکن جن کو میں نے نہیں دیکھا ان کے بارے میں کیسے گواہی دوں گا؟۔

ابن مبارک نے ''الزھد'' میں سعید بن المسیّب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر روز صبح و شام آپ پر ﷺ پر آپ کی اُمّت پیش کی جاتی ہے آپ انہیں چہروں اور اعمال کے ساتھ پہچانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ان پر گواہی دیں گے۔ بہر حال ابن فضالہ کی حدیث سے جو اشکال پیدا ہوا تھا، اس مُرسَل حدیث نے اسے دور کر دیا، واللہ اعلم

خلاصۂ اشکال یہ تھا کہ آپ ﷺ آئندہ آنے والوں کے بارے میں کیسے گواہی دیں گے تو جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام کے اعمال آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں، تو ان کے بارے میں آپ کی شہادت عینی شہادت ہوگی، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے سعید بن المسیب کے اثر کو مُرسَل قرار دیا ہے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس میں کسی رائے اور اجتہاد کو دخل نہیں، جب معاملہ یہ ہو تو ایسی بات مرفوع (قولِ نبی) کے حکم میں ہوتی ہے، اسی وجہ سے ابن حجر نے اسے مرسل کہا ہے۔ اور سعید بن المسیّب کی مرسل احادیث اتنی اصح اور اقوی ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی انہیں قبول کرتے ہیں حالانکہ وہ تابعین کے مراسیل کو قبول نہیں کیا کرتے۔

حدیثِ حوض، حدیثِ عرضِ اعمال کی مؤید ہے

حدیثِ حوض، عرضِ اعمال والی حدیث کی تائید کرتی ہے۔ محدّث ابو یعلی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا تعلق آپ کی قوم کو فائدہ نہ دے گا؟ ہاں ربّ ذوالجلال کی قسم میرا تعلق دنیا و

> آخرت میں قائم ہے، اے لوگو! حوضِ کوثر پر میں تمہارا استقبال کروں گا، جب تم آؤ گے تو ایک آدمی کہے گا اے اللہ کے رسول! میں فلاں بن فلاں ہوں اور دوسرا کہے گا میں فلاں بن فلاں ہوں، تو میں کہوں گا نسب تو میں پہچانتا ہوں لیکن تم نے میرے بعد یہ بدعات گھڑ لیں اور راہِ راست سے ہٹ گئے۔

حافظ حدیث ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل کے علاوہ سب صحیح کے ہیں اور انہیں بھی ثقہ قرار دیا گیا، میں کہتا ہوں یہ حدیث حسن ہے، جیسا کہ حافظ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' کے کئی مقامات پر اس کی تصریح کی ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان ''وَلٰكِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ بَعْدِي'' دلیل ہے اس بات کی کہ امت کے اعمال آپ ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں ورنہ آپ ان سے یہ نہ فرماتے۔

رشتہ داروں پر اعمال کی پیشگی اور مذکورہ حدیث

رشتہ داروں پر اعمال پیش ہونے والی حدیث بھی حدیثِ عرضِ اعمال کی تائید کرتی ہے ''کتاب المنامات'' کے شروع میں محدث ابن ابی الدنیا نے کہا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن شبیب نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو بکر بن شیبۃ الحزامی نے انہیں فلیح بن اسماعیل نے انہیں محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے زید بن اسلم کے واسطہ سے مجھے حدیث بیان کی اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے اپنے مُردوں کو شرمندہ مت کرو کیونکہ قبروں میں مدفون تمہارے اعمال تمہارے عزیز و اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر اچھے اعمال ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر ایسے نہ ہوں تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ! انہیں موت نہ دے جب تک کہ وہ ہدایت پر نہ آ جائیں جیسا کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

ابو داؤد الطیالسی نے فرمایا ہے کہ ہمیں حضرت حسن کے واسطہ سے صلت بن دینار

نے حدیث بیان کی جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

> تمہارے اعمال تمہارے عزیز و اقارب کے ہاں قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں، اگر عمل اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں ورنہ وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! انہیں توفیق دے کہ وہ تیری اطاعت و فرمانبرداری میں عمل کریں۔

یحییٰ بن صالح ابو حاظی کہتے ہیں کہ ہمیں ابو اسماعیل السکونی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن اُدی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

> دنیا جا چکی صرف مکھیوں کی طرح باقی ہے جو اپنی فضا میں گھوم رہی ہو (شہد کی مکھیوں کی طرح باقی ہے جو اپنے چھتے میں جوش مار رہی ہوں) اللہ سے ڈرو اپنے بھائیوں کے بارے میں جو قبروں میں ہیں، کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ تمام احادیث مبارکہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن صحابہ و تابعین کرام کے آثار انہیں مضبوط کر دیتے ہیں اور تقاضا کرتے ہیں کہ ان کی بنیاد ہے، عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ابو رہم کے واسطہ سے مجھے ثور بن یزید نے حدیث بیان کی اور وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

> تمہارے اعمال (تمہارے) مُردوں پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر عمل اچھے ہوں تو انہیں فرحت و بشاشت نصیب ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں اے اللہ! یہ تیرے بندے پر تیری نعمت ہے تو ہی اس کو پورا کر دے اور اگر عمل اچھے نہ ہوں تو دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ!

اسے اس سے رجوع کی توفیق عطا فرما۔

حضرت ابن مبارک نے بھی یہی کہا کہ عبدالرحمٰن بن جبیر بن نصیر کے واسطہ سے صفوان بن عمرو بن مجھے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: تمہارے اعمال تمہارے مُردوں پر پیش کئے جاتے ہیں، وہ خوش ہوتے ہیں اور رنجیدہ بھی ہوتے ہیں، اور حضرت ابو الدرداء یہ بیان کرنے کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! ایسے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو مجھے عبداللہ بن رواحہ کے ہاں شرمندہ ورسوا کرے۔

اور محدّث ابن ابی الدنیا نے بلال بن ابی الدرداء سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں مَیں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ سجدہ کی حالت میں کہہ رہے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرے ماموں ابن رواحہ ملاقات کے وقت مجھے ناپسند کریں۔

احمد بن ابی حواری نے کہا ہے کہ مجھے میرے بھائی ''محمد'' نے بتایا کہ عباد بن عباد، ابراہیم بن صالح کے پاس آئے جب وہ فلسطین کے گورنر تھے، حضرت ابراہیم نے درخواست کی مجھے آپ نصیحت فرمائیں، تو انہوں نے کہا اللہ ربّ العزت آپ کی اصلاح کرے آپ کو کیا نصیحت کروں؟ میرے پاس یہ بات پہنچی ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے مُردہ رشتہ داروں پر پیش کئے جاتے ہیں، تم فکر کرو، اللہ کے رسول ﷺ کے حضور تمہارے کون سے عمل پیش ہوں گے تو ابراہیم رو پڑے، یہاں تک کہ ان کے آنسوان کی داڑھی پر بہنے لگے۔ (اسے ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں روایت کیا ہے)

اور ابن مبارک نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا مردوں کے پاس زندوں کی خبریں بھی آتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، جو بھی کسی کا قریب رشتہ دار ہے، اس کے پاس اس کے عزیزوں کی خبریں آتی ہیں،

اگر اچھی خبر ہو تو اس سے خوش ہوتا ہے اور اگر بُری خبر ہو تو اس پر مایوس و غمگین ہوتا ہے۔

ابن قیم جوزی نے ''کتاب الروح'' میں کہا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار سے صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جو بھی مر جائے اپنے پسماندگان کو وہ ضرور جانتا ہے، وہ اسے غسل و کفن دے رہے ہوتے ہیں، اور وہ انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اور حضرت مجاہد سے صحیح روایت ہے کہ آدمی اپنی اولاد کے اچھے اعمال کی وجہ سے قبر میں خوش ہوتا ہے اور یہ بھی کہا کہ اس باب میں صحابہ کرام سے بہت سارے آثار منقول ہیں۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے عزیز و اقارب میں سے ایک انصاری کہا کرتا تھا: اے اللہ! ایسے عمل سے جس کی وجہ سے میں عبداللہ بن رواحہ کے ہاں رُسوا ہوں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اور آثار اس باب میں بہت ہیں، اس مقام پر ان تمام کا ذکر کرنا مقصود نہیں اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ تمام آثار حدیثِ مذکورہ کے لئے باعثِ تقویت بنتے ہیں کیونکہ عزیز و اقارب پر عرضِ اعمال ان مغیبات میں سے ہے جن کا ادراک عقل و اجتہاد سے ناممکن ہے، اگر ان کے پاس اس بارے میں حدیثِ رسول ﷺ نہ پہنچتی تو وہ کبھی اس کا ذکر نہ کرتے، اور نہ محافلِ وعظ و نصیحت میں اس کا بیان کرتے۔ اور جب زندوں کے اعمال مُردہ رشتہ داروں پر اس لئے پیش کئے جاتے ہیں کہ ان کے درمیان قرابت ہے جو شفقت و محبت اور بھلائی کا تقاضا کرتی ہے تو رسالتمآب ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر اعمالِ اُمت پیش کئے جائیں کیونکہ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت اُمت پر اکمل و اتم ہے اور اُمت مسلمہ کو بھلائی پہنچانے میں آپ ﷺ زیادہ حریص ہیں، اور اس بات کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۷)

۷۔ التوبہ:۹/۱۲۸

اور شیخ ابن رجب نے عرضِ اعمال الأحیاء علی الأموات (مُردوں پر زندہ کے اعمال کا پیش ہونا) کے سلسلہ میں چند احادیث و آثار کا ذکر کرنے کے بعد کہا: یہ بات ثابت ہے کہ تمام اُمّت کے اعمال کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہونا بمنزلۂ والد کے ہے، پھر باب کے شروع میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مذکور کو ذکر کیا اور کچھ اس کے شواہد بھی ذکر کئے۔

نوٹ: اور یہ کتاب ''احوال القبور'' میں جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی ہے موجود نہیں ہے، میں نہیں جانتا کہ یہ سہواً چھوٹ گئی ہے یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا؟

درود وسلام آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ بھی ایک عمل ہے

صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور یہ بھی مجملہ اعمال سے ہیں۔ امام احمد، امام ابو داؤد، امام نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم ان تمام حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں اور امام بیہقی نے ''حیاۃ الانبیاء'' و ''شعب الایمان'' میں، ان کے علاوہ بھی متعدد حضرات نے حسین بن علی جعفی کے واسطہ سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر نے ابوالأشعث صنعانی کے واسطہ سے حدیث بیان کی اور وہ اوس بن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

> تمہارے دنوں میں جمعہ افضل ہے اس دن آدم (علیہ السلام) کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کی روح قبض ہوئی، اور اس میں نفخہ اور صعقہ ہوں گے، تو مجھ پر کثرت سے اس دن دُرود پڑھو، کیونکہ تمہارے دُرود میری بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: آپ کی بارگاہ میں ہمارے درود

کیسے پیش ہوں گے حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> اللہ ربّ العزت نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

حاکم نے کہا کہ امام بخاری کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذھبی نے اسے تسلیم کیا ہے اور ابن خزیمہ، ابن حبان، حافظ عبد الغنی بن سعید اور امام نووی نے ''اذکار'' میں اور امام قرطبی نے ''التذکرہ'' میں اور حافظ ابو الخطاب بن دحیہ وغیرہم نے بھی اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے اسے اس بنیاد پر ضعیف قرار دیا ہے کہ یہ عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف سے مروی ہے، لیکن حسین جعفی کو اشتباہ ہو گیا اور اس نے اسے عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر جو ''ثقہ'' ہیں سے روایت کر دیا لیکن یہ علّت ضعف باطل ہے۔ حافظ امام دارقطنی نے اس بُطلان کو بالکل واضح طور پر بیان کرتے ہوئے کہا: حسین جعفی نے بالیقین عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے ہی حدیثِ مذکور کو روایت کیا ہے وہ ہی صواب وصحت کے قریب تر ہے کہ جعفی نے ابن جابر سے روایت کیا ہے نہ کہ ابن تمیم سے، اور جو کچھ ابن تمیم سے روایت کیا جاتا ہے اور اس کے دادا کے نام میں خطا کی جاتی ہے حالانکہ وہ ابو اسامہ ہے، جیسا کہ اکثر حضرات نے کہا ہے تو اس کی بنیاد پر جس حدیث کو حسین جعفی نے ابن جابر بن ابی الأشعث اور وہ اوس سے روایت کرتے ہیں وہ صحیح حدیث ہے کیونکہ اس کے تمام راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ابو حاتم بن حبان، حافظ عبد الغنی المقدسی اور ابن دحیہ وغیرہم حفاظ کی کثیر جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور کسی نے بھی اس میں کوئی کلام نہیں کیا اور نہ واضح دلیل کے ساتھ اس کا اعلان بیان کیا۔ اس کے بعد جس نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا، اس کا تسلی بخش ردّ کیا اس کے اس مقام کا مطالعہ ضروری ہے۔

اور ابن ماجہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسالتمآب

ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ یہ دن مشہور ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جب بھی کوئی مجھ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے لازماً وہ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان سے فارغ نہ ہو جائے۔

اسی طرح ابن وہب نے اپنی ''جامع'' میں روایت کیا ہے، حافظ منذری نے ''الترغیب والترہیب'' میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے اور اسی طرح علامہ سید سمہودی نے ''وفاء الوفاء'' میں کہا ہے، حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن سند کے انقطاع کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی طرح آپ کے شاگرد رشید علامہ سخاوی نے ''القول البدیع'' میں کیا، اور حافظ بوصیری نے بھی اس کی سند کے انقطاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن عبدالہادی المقدسی نے ''الصارم المنکی'' میں کہا ہے کہ اس حدیث میں اگرچہ کچھ سقم ہے لیکن یہ دوسری حدیث کے لئے شاہد اور اسے قوت دیتی ہے۔

میں کہتا ہوں انقطاع کے علاوہ اس میں کوئی اور کمزوری نہیں ہے اور اس کا معاملہ بھی قریب ہے البتہ زید بن الحسین کے مجہول ہونے کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دینے کی کوشش کرنا ناپسندیدہ ہے، کیونکہ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

مذکورہ تمام حفاظِ حدیث خصوصاً علامہ منذری اور علامہ عسقلانی کا اسے صحیح قرار دینا اور مضبوط کر دیتا ہے۔

اور امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام بیہقی نے ''حیاتِ انبیاء'' میں اور ابن نفیل نے ''معروف جز'' میں عبداللہ بن نافع سے روایت کیا ہے اور وہ ابن ابی ذئب سے روایت کرتے ہیں اور وہ سعید بن ابی سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنی گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارے پڑھے ہوئے درود تم جہاں بھی ہو مجھ تک پہنچتے ہیں۔

اس کے تمام راوی ثقہ ہے، اور ابن عبدالہادی نے ''الصارم المنکی'' میں ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور امام نووی نے اسے ''الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

اور ابن ابی شیبہ وابن مردویہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ وہ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اور ابوالشیخ نے ''کتاب الثواب'' میں ابو معاویہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور وہ امام اعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا، وہ میں خود سنتا ہوں اور جس نے درود پڑھا مجھے بتایا جاتا ہے۔

ابن قیم نے کہا یہ روایت غریب ہے لیکن امام سخاوی نے اپنے شیخ ابن حجر سے روایت کیا ہے کہ اس کی سند جید ہے اور طبرانی نے بھی ''اوسط'' میں انہیں سے روایت کیا ہے کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

اَللَّيْلَةُ الزَّهْرَاء (جمعہ کی رات) اور اَلْيَوْمُ الْأَنْعَر (جمعہ کے دن) مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اس کی سند ضعیف ہے، لیکن امام سخاوی نے فرمایا ہے کہ شواہد کے ساتھ یہ مضبوط ہو جاتی ہے۔

اور عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا آپ ﷺ بہت ہی خوش ہیں، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نہیں جانتا آج سے پہلے کبھی میں نے آپ ﷺ کو خوش دیکھا ہو؟ تو آپ ﷺ فرمایا:

> مجھے کیا چیز مانع ہے حالانکہ جبریل امین ابھی ابھی میرے پاس سے گئے ہیں، انہوں نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ جس انسان نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اس کے عوض اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور دس درجے اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور مجھ پر ویسے ہی درود پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ اس نے پڑھے تھے اور جتنی مرتبہ اس نے پکارا اتنی مرتبہ اس کو جواب دیا جاتا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ''الشعب'' اور ''حیاۃ الانبیاء'' میں ابو رافع کے واسطہ سے ذکر کیے ہے اور وہ سعید مقبری سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

> جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جو بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ ضرور مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اور ابو رافع اسماعیل بن رافع مدنی، جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن امام بخاری نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے کہا ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث شواہد اور متابعات کی صلاحیت رکھتی ہے، اور ابن مبارک نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج

نہیں ہے اور ممکن ہے کہ حاکم نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے حدیث کو صحیح قرار دیا ہو۔ (اللہ ہی بہتر جانتا ہے)

اور بیہقی نے حماد بن سلمہ کے واسطہ سے برد بن سنان سے روایت کیا ہے اور وہ مکحول شامی سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

> مجھ پر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ میری امّت کے درود ہر جمعہ مجھے بھیجے جاتے ہیں، جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ سب سے زیادہ میرے قریب تر ہوگا۔

علامہ حافظ منذری نے کہا ہے کہ اس کا اسناد حسن ہے مگر مکحول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ابو امامہ سے نہیں سنا اور ''الصارم المنکی'' میں صفحہ ۱۸۹ پر ہے کہ اس کا اسناد جید ہے، ہاں البتہ اس میں ارسال ہے کیونکہ مکحول نے ابواُمامہ سے نہیں سنا اور امام سخاوی نے ''القول البدیع'' میں فرمایا ہے کہ امام بیہقی نے حدیثِ مذکور کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس کی قبولیت میں کوئی مضائقہ نہیں مگر جمہور کے قول میں کہا گیا ہے کہ مکحول نے ابو امامہ سے نہیں سنا، ہاں مسند شامیین میں ان کی ابو امامہ سے سننے کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ مزی نے بھی ''التہذیب'' میں مکحول کی ابو امامہ سے سماعت کو ترجیح دی ہے تو اس بنیاد پر یہ سند متصل حسن ہے، اور طبرانی نے بھی ضعیف اسناد کے ساتھ مکحول سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

> جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ ربّ العزت اس پر دس مرتبہ رحمتیں بھیجتا ہے، اور ایک مؤکل فرشتہ ہے جو انہیں مجھ تک پہنچاتا ہے۔

اور محمد بن اسماعیل وراق نے فرمایا کہ ہمیں جبارہ بن مغلس نے حدیث بیان کی کہ ہمیں ابو اسحاق حازم نے یزید رقاشی سے حدیث بیان کی اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارے یہ درود مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔

اور علامہ ابن قیم نے فرمایا ہے کہ یہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن استشہاد کی صلاحیت رکھتی ہے اور طبرانی نے ''اوسط'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچتا ہے، اس شخص کے لئے دعا کرتا ہوں اور اس کے علاوہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حافظ منذری نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کوئی خدشہ نہیں۔

اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں عبداللہ بن نافع کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں علاء بن عبدالرحمٰن بن خبر دی ہے کہ میں نے حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھروں میں نماز پڑھو، انہیں قبرستان نہ بناؤ اور میرے گھر کو عید نہ بناؤ مجھ پر درود و سلام پڑھو کیونکہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود و سلام مجھے پہنچتے ہیں۔

اور طبرانی نے ''الکبیر'' اور ''اوسط'' میں حمید بن ابی زینب کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور وہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد گرامی سے کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

تم جہاں بھی ہو مجھ پر صلوٰۃ پڑھو، کیونکہ تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں۔

حافظ منذری نے فرمایا کہ اس کی سند حسن اور قاضی ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

اور قاضی ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل محاملی نے کہا ہمیں ابو حاتم رازی نے حدیث بیان کی کہ ہمیں ابن ابی مریم نے بتایا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی کہ مجھے حمید بن ابی جعفر حسن بن علی علیہما السلام نے روایت کی اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھے پہنچتے ہو۔

اور ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں نقل کیا کہ ہمیں ابو خالد احمر نے ابن عجلان سے حدیث بیان کی اور وہ سہل سے اور سہل، حسن بن حسن سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میری قبر کو عید نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارے پڑھے ہوئے درود مجھے پہنچتے ہیں۔

اس کی سند صحیح ہے اور یہ مُرسَل ہے مگر حکمِ موصول میں ہے جیسا کہ واضح ہے کیونکہ یہی حدیث حضرت حسن اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے، اور ابو یعلی نے کہا ہے کہ ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ نے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں زید بن حباب نے اور وہ کہتے ہیں ہمیں جعفر بن ابراہیم ''جو ذوالجناحین کی اولاد سے ہیں'' نے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن حسن نے بتایا کہ انہوں نے ایک آدمی کو حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس آتے دیکھا اس نے اندر داخل ہو کر دعا کی تو اسے حضرت علی بن حسن نے کہا کہ میں تجھے اپنے والد گرامی سے روایت کردہ حدیث نہ سناؤں؟ جو انہوں نے میرے جد امجد

سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میری قبر کو عید نہ بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبرستان، مجھ پر سلام پڑھو تم
جہاں بھی ہو تمہارے سلام مجھے پہنچتے ہیں۔

علامہ سخاوی نے ''القول البدیع'' میں فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

میں کہتا ہوں بلکہ اس کی تخریج ''الحافظ ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی نے ان احادیث صحیحہ میں کی ہے جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں'' حافظ ابن عبدالہادی نے ''الصارم المنکی'' میں فرمایا: مقدسی کے شرائط حاکم کی شرائط سے احسن ہیں۔

اور ابوالشیخ، بزار، طبرانی، حارث بن ابی اسامہ وغیرہم نے نعیم بن ضمضم کے واسطہ سے ذکر کیا اور وہ ابن حمیری سے اور وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اللہ ربّ العزت کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ ربّ العزت نے پوری
مخلوق کے نام عطا فرمائے ہیں جب میں اس دنیا سے جاؤں گا وہ
میری قبر پر قائم رہے گا جو بھی مجھ پر درود بھیجتے ہیں تو وہ کہتا ہے یا محمد
ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے تو ہر صلوٰۃ کے بدلہ
میں اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

نعیم بن ضمضم نے کہا ہے کہ منذری نے کے خیال کے مطابق اس میں اختلاف ہے اور امام ذہبی نے فرمایا کہ کچھ لوگوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے ''اللسان'' میں فرمایا ہے کہ اس وقت تک میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اسے ضعیف قرار دیا ہو اور ابن حمیری جن کا نام عمران ہے، اسے امام بخاری نے کمزور قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کی حدیث میں پیروی نہیں کی جاتی، لیکن ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے اور باقی حدیث مذکور کے راوی صحیح کے راوی ہیں، جیسا کہ حافظ ہیثمی

نے فرمایا ہے اور امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، ابونعیم، بیہقی اور خلعی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کچھ اللہ ربّ العزت کے سیاح فرشتے ہیں جو میری اُمّت کا مجھے
سلام پہنچاتے ہیں۔

ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن عدی نے بھی ابن عباس سے ایسے ہی روایت کیا ہے اور علامہ دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں کہا ہے کہ ہمیں میرے والد گرامی نے بتایا کہ ہمیں ابوالفضل کرابیسی نے بتایا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالعباس ابن ترکان نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن سعید نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ میں احمد بن حماد بن سفیان نے حدیث بیان کی، اور وہ کہتے ہیں ہمیں بکر بن خراش نے فطر بن خلیفہ سے روایت کی اور وہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

مجھ پر کثرت سے درود پڑھو، کیونکہ اللہ ربّ العزت نے میری قبر
کے ہاں ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جب بھی میری اُمّت کا کوئی فرد
مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ پکار کر کہتا ہے یا محمد ﷺ فلاں بن
فلاں نے آپ پر ابھی درود پڑھا ہے۔

علامہ حافظ سخاوی کی رائے کے مطابق اس کی سند میں ضُعف ہے، الحافظ ابن بشکوال نے حافظ سخاوی کی طرح ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

اللیلة الزھراء (جمعہ کی رات) اور **الیوم الاغر** (جمعہ کے دن)
تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش
کئے جاتے ہیں تو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں اور بخشش طلب

کرتا ہوں۔

اور ابن راھویہ، حرقی، ابن بشران اور علامہ بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''اُمت محمدیہ کا کوئی بھی فرد جب آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو آپ ﷺ کو وہ درود پہنچتے ہیں، فلاں عرض کرتا ہے فلاں، فلاں شخص آپ کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام پیش کرتا ہے''۔ اس کی سند صحیح ہے، یہ حدیث ہے تو موقوف لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ حدیث میں جس چیز کا بیان ہے اس میں عقل اور اجتہاد کوئی دخل نہیں۔ (تو لامحالہ صحابی نے حضور ﷺ سے سن کر ہی کہا)

اور حافظ ابوعبداللہ المقدسی نے ''المختارۃ'' میں کہا ہے کہ ابوعبداللہ محمد بن معمر نے اصفہان میں ہمیں خبر دی ہے کہ جعفر بن عبدالواحد نے ان کو اجازت دے کر بتایا کہ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی نے ہمیں خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن حیان (المعروف ابوالشیخ) نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں آدم بن ابی اَیاس نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عامر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوقر صافہ، جندرہ جو صحابی رسول ﷺ تھے اور انہیں رسالتمآب نے ٹوپی بھی پہنائی تھی، لوگ ان کے پاس آتے جاتے تھے تو وہ ان کے لئے دعا کرتے، انہیں برکت حاصل ہو جاتی۔

ربّ کعبہ کی قسم! میرے والد نماز کے لئے بیدار کرتے ہیں

ابوقر صافہ کے صاحبزادے بلادِ روم میں جہاد کے لئے گئے تھے، ابوقر صافہ صبح صادق کے وقت عسقلان میں بلند آواز کے ساتھ پکارتے یَا قُرْصَافَۃُ الصَّلوٰۃُ تو بلادِ روم میں قر صافہ کہتے لبیک اے ابا جان تو ان کے دوست کہتے، تمہیں کیا ہوگیا آوازیں کستے رہتے ہو، تو وہ کہتے ربّ کعبہ کی قسم! میرے والد گرامی مجھے صبح کی نماز کے لئے

بیدار کرتے ہیں۔

یہی ابوقر صافہ کہتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رات کو سونے کے وقت بستر میں داخل ہو کر جس نے ''سورۃ تبارک'' کے بعد

اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَ الْحَرَامِ وَ رَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَ رَبَّ الرُّکْنِ وَ الْمَقَامِ وَ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَ بِحَقِّ کُلِّ آیَۃٍ اَنْزَلْتَھَا فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِنْ تَحِیَّۃً وَ سَلَاماً

یعنی، اے اللہ! حل وحرام کے ربّ، بلد حرام کے ربّ، حجرِ اسود کے ربّ، مقامِ ابراہیم کے ربّ اور مشعرِ حرام کے ربّ، وبحق ہر آیت کریمہ جو تو نے رمضان شریف میں نازل فرمائی، روحِ محمد ﷺ کو میری طرف سے سلام کے تحفے پہنچا دے۔

چار مرتبہ پڑھا تو اللہ ربّ العزت دو فرشتے مقرر فرماتا ہے وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر یہی عرض کرتے ہیں تو حضور ﷺ فرماتے ہیں:

فلاں بن فلاں کو میری طرف سے سلام، اللہ ربّ العزت کی رحمت اور برکت ہو۔

حافظ مقدسی کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو اسی واسطہ ہی سے جانتا ہوں اور یہ نہایت غریب ہے، اس کے راویوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں قیل وقال کیا گیا ہے، ابن قیم جوزی کہتے ہیں کہ یہ معروف یہ ہے کہ یہ امام ابوجعفر باقر کا قول ہے نہ کہ فرمانِ نبوی اور یہی بات مختار ہے۔ ایسی حدیث کا ادراک عقل واجتہاد سے ناممکن ہے تو اس کے لئے بھی مرفوع کا حکم ہے۔

سعید بن منصور نے اپنی ''سنن'' میں کہا ہے کہ ہمیں حبان بن علی نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں مجھے محمد بن عجلان نے ابوسعید جوہری کے غلام ہیں کے واسطہ سے

حدیث بیان کی کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

میرے گھر کو عید بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبرستان تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تمہارے درود مجھے پہنچتے ہیں۔

اور قاضی اسماعیل نے کہا کہ ہمیں سالم بن سلیمان ضبی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوحرۃ نے حسن کے واسطے سے حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ وہ مجھے پیش کئے جاتے ہیں۔

اور ابراہیم بن حجاج سے بھی یہی روایت کیا گیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وھیب نے ایوب کے واسطہ سے حدیث سنائی کہ میرے پاس یہ بات پہنچی ہے کہ ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جو شخص رسالتمآب ﷺ پر درود پڑھے وہ وہ پہنچاتا ہے۔

اور قاضی اسماعیل نے بھی فرمایا ہے کہ ہمیں عبدالرحمٰن، یزید رقاشی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ

جمعہ کے دن ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے حضور ﷺ پر جو شخص درود پڑھے وہ ان تک پہنچاتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ آپ کی اُمت کا فلاں آدمی آپ کی خدمت اقدس میں درود پڑھ رہا ہے۔

اور سعید بن منصور نے اسے اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے اور بقی بن مخلد اور ابن بشکوال نے اسے روایت کیا لیکن انہوں نے یوم الجمعہ کا ذکر نہیں کیا اور سعید بن منصور نے اپنی ''سنن'' میں خالد بن معدان سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ہر جمعہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ میری اُمت کے پڑھے ہوئے درود ہر جمعہ کو میری بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

اور نمیری نے حماد الکوفی سے روایت کیا ہے کہ بندہ جب اپنے نبی ﷺ پر درود

سلام پڑھتا ہے تو اس آدمی کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔

تو ان احادیث اور آثار جن کی تعداد پندرہ سے زیادہ ہے واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارے صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی منجملہ اعمالِ اُمت سے ہیں جو نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں، تو ان تمام دلائل وشواہد کے ہوتے ہوئے ''حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُم'' والی حدیث سے انکار کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے؟ اگر وہ ضعیف بھی ہو تو ان شواہد کے ذریعہ سے وہ قبولیت کے معیار کو پہنچ جاتی ہے حالانکہ ان شواہد وآثار سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اسی حدیث ہی کو دیکھا جائے تو یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور علماء اصول وحدیث ہی کو دیکھا جائے تو یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور علماءِ اصول وحدیث نے یہ قاعدہ بھی مقرر کیا ہے کہ حدیثِ مُرسَل کی دوسری ایسی سند سے مروی ہو جو متصل ہو خواہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو تو ان دونوں (متصل ومُرسَل) کا مجموعہ صحیح کہلائے گا یہ دلیل بن سکیں گی اور ان پر عمل کرنا ضروری ہو گا، اگر ہم ابن مسعود کی صحیح روایت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بکر مزنی کی مُرسَل کو حضرت انس سے مروی دونوں ضعیف حدیثوں کے ساتھ ملائیں تو حدیث مذکور پھر بھی صحیح ہے، یہ اس وقت ہے جب ہم جمہور کے قول پر عمل کرتے ہوئے کہیں کہ حدیث مُرسَل ضعیف ہوتی ہے جب تک شواہد نہ ہوں، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

جب ہم مالکیہ وحنفیہ کا قول لیں

لیکن جب ہم مالکیہ اور حنفیہ کے قول پر عمل کریں تو تنہا مُرسَل کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اس پر بلاچون وچرا عمل کیا جائے گا چنانچہ علامہ عراقی نے ''الفیہ'' میں حنفیہ اور مالکیہ کا حدیثِ مُرسَل کے بارے میں یہ مذہب بیان کیا ہے:

و احتج مالک کذا النعمان — بہ و تابعوھما و دانوا

امام مالک اور امام اعظم، نعمان بن ثابت نے اسے حجت قرار دیا

اور مالکیوں اور حنفیوں نے اپنے اپنے امام کی پیروی کی۔

اب تو تنہا امام بکر مزنی کی مُرسَل صحیح ٹھہری اس پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کی دو سندیں ہیں، ایک کو حافظ ابن عبدالہادی نے صحیح قرار دیا ہے حالانکہ وہ اس معاملہ میں بہت سخت ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب میں انہوں اس سند کو صحیح قرار دیا ہے جو انہوں نے ابن تیمیہ کی مدد کرتے ہوئے امام سبکی کے ردّ میں لکھی اور ہم ان کی تصحیح نقل کر چکے ہیں، مقصود اس سے یہ ہے کہ حدیث کے مقررہ تمام قواعد کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

میں مخالفین کو چیلنج کرتا ہوں

جو اس کا منکر ہے میں اسے چیلنج کرتا ہوں کہ قواعدِ حدیث اور قواعدِ اصول کے مطابق اسے موضوع قرار دے کر دکھائے بشرطیکہ وہ علمی بحث اور حق و انصاف کے مطابق چلے تو اسے موضوع قرار دینے کی راہ بھی نہ پا سکے گا، البتہ عبارات میں کذب بیانی نص کا نقل کرنے میں تحریف کرنا فریقِ مخالف کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا اس سے کوئی بھی عاجز و کمزور نہیں اور اس میدانِ کمینگی و سبّ و شتم (گالی گلوچ) میں سب سے بڑا ماہر وہی ہے جو بہت بڑا جاہل اور اخلاقِ حمیدہ سے عاری ہو، ہمارے مخالف جو کہنا چاہیں کہیں، جیسا چاہیں اپنے اعمال نامہ کو سیاہ کرتے پھریں، ہم اس میدانِ کمینگی و سفاہت میں جس کے وہ ماہر ہیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور ہم اپنے مطالبے سے ہٹ نہیں سکتے، ہمارا تو ایک ہی مطالبہ ہے کہ وہ صحیح علمی انداز سے حدیث مذکور کا موضوع ہونا ثابت کر دکھائیں، انشاء اللہ اس پر انہیں قدرت نہیں ہوگی اور بحمد للہ نہ اس تک پہنچ پائیں گے۔

واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

﴿باب دوم﴾

واردکردہ اعتراضات کے جوابات

مخالفین نے حدیث مذکور پر چند اعتراضات کئے ہیں، بعض حضرات سے تو متعدد محافل میں ہم نے بلا واسطہ سنا، اور کچھ حضرات نے انہیں اپنے رسائل کی زینت بنایا، ہم ان دونوں کی حالت کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیئے اور ان کے لئے دعائے خیر کی، اس لئے کہ ہم نے ان کے اعتراضات کو ایسے پایا جیسے بخار زدہ آدمی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن اس کے باوجود ہم قول کو ان کے حق سے محروم نہیں کرتے، ہم نے ان کے ایک ہی اعتراض کو ایسا پایا ہے جسے علمی بحث کے مُسلّمہ اصولوں کے مطابق کہا جا سکتا ہے، اور تعارض کے باب میں داخل کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اس پر بات کرنے کے لئے ہم نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے تا کہ اس چیز کو واضح کیا جا سکے جو اکثر حضرات سے مخفی رہی، اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ انہوں نے جو حدیثِ حوض کے ضمن میں فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

> قیامت کے دن میرے صحابہ کی ایک جماعت (حوضِ کوثر) پر میرے پاس آئے گی تو انہیں حوضِ کوثر سے دور کر دیا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے ربّ میرے صحابہ! تو اللہ ربّ العزت فرمائے گا آپ نہیں جانتے آپ کے بعد انہوں نے (دین میں) کیا کیا چیزیں پیدا کیں؟ وہ پچھلے پاؤں مرتد ہو گئے تھے۔

دوسری روایت میں کچھ اضافہ کے ساتھ ہے کہ میں کہوں گا:

> ہلاکت ہے اس کے لئے جس نے میرے بعد تبدیلی کی، تباہی ہے اس کے لئے جس نے میری بعد تبدیلی کی۔

یہی حدیثِ حوض کا خلاصہ ہے، صحیحین میں اس کے الفاظ اور سندیں مختلف ہیں۔

سب سے مضبوط اعتراض

اور قسم بخدا، ان کا یہی مضبوط اعتراض ہے بلکہ حقیقت میں اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اعتراض ہے ہی نہیں اور اس کو بھی انہوں نے اس تعبیر سے مضبوط کیا ہے:

إذا (جهل) حال أصحابه الذين عرفوه و عرفهم فغيرهم من باب أولى

یعنی، جب وہ اپنے ان صحابہ کے حال سے (جاہل) ہیں جو انہیں جانتے ہیں اور وہ ان کو جانتے ہیں تو دوسروں سے بطریق اَولیٰ (بے خبر ہوں گے)۔

تو تمہارا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اُمّت کے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں؟
میں نے ان میں سے ایک کے کلام کو اسی کے الفاظ میں نقل کرنے کو اس لئے ترجیح دی تا کہ قارئین غور و فکر کریں اور دیکھیں کہ وہ کیسے نبی کریم ﷺ کی طرف نہایت ہی سوقیانہ اور گستاخانہ الفاظ منسوب کرتے ہیں، اس واعظ کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ اپنے مقصد کو ان کلمات سے تعبیر کرتا:

إذا كان لا يعلم حال أصحابه الخ

یعنی، جب وہ اپنے صحابہ کے حالات کو نہیں جانتے۔

تو نبی کریم ﷺ کی ذات کے ساتھ ادب کا انداز تھا اور اس حدیث کی عبارت کے بھی موافق تھا جس سے اس نے استدلال کیا لیکن اس نے لفظ (جهل) کو ہی ترجیح دی، تو اس سے قاری کیا سمجھے گا؟ بالکل اسی طرح ان کے ایک اور کی بات:

إن حديث الحوض يضربُ حديث (حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ) بالحذاء

حدیثِ حوض حدیث حیاتی خیر لکم کو جوتے مارتی ہے۔

ان کا علمی مناقشہ دیکھئے اس کے بعد جو چاہیں ان پر حکم لگائیں، ہماری سابقہ گفتگو کے مطابق حدیثِ حوض بھی صحیح ہے، اگر ہم ان کی طرح جھگڑالو، فتنہ باز اور لڑاکے ہو جائیں تو حدیثِ حوض کے صحیح ہوتے ہوئے بھی ہم اسے رد کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں ہمارے پاس بہت مضبوط توجیہ موجود ہے، لیکن اللہ کی پناہ کہ ہم جھگڑالو بن جائیں یا کسی کو مغالطہ دیں بلکہ مُسلّمہ اصولوں کے مطابق ہم اس کا جواب دیتے ہیں۔

ایک تمہیدی مقدمہ

جس کے تمہیدی طور پر ہم ایک مختصر سا مقدمہ ذکر کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ علومِ حدیث اور اصولِ حدیث میں معمولی سا درک رکھنے والا شخص بھی بخوبی جانتا ہے کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض آ جائیں تو محقق کو چاہئے دیکھے کہ دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے؟ اگر دونوں کا جمع ہونا ممکن ہو تو اسی پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ اس صورت میں دونوں دلیلوں پر عمل ہوتا ہے اور دونوں دلیلوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا بھی ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں کسی ایک کو چھوڑنا اور لغو قرار دینا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، ہاں البتہ جب دونوں دلیلوں کا جمع ہونا مشکل ہو، بلکہ ان کے جمع ہونے کی صورت بھی ممکن نہ ہو تو ترجیح کی طرف رجوع کریں گے اور قوی تر کو دوسری پر مقدم کیا جائے گا، اگر وہ دونوں دلیلیں قوت میں برابر ہیں اور وہ ایک دوسرے کے لئے ناسخ بھی نہ بن سکیں تو دونوں کو چھوڑ کر تیسری کسی اور دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا، یہ بات ہر محقق، اسکالر اور صاحبِ فن جانتا ہے اور اسی پر صحابہ و تابعین سے لے کر تمام علماء کا عمل رہا ہے۔

صدیق اکبر اور دلائل میں تطبیق

کیا آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو نہیں دیکھا کہ کیسے

انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کے رسول ﷺ کے ترکہ سے وراثت دینے سے معذرت کر لی تھی حالانکہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ "یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ" سے استدلال بھی کیا تھا تو صحیحین کے مطابق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسالتمآب ﷺ کے:

لَا نُوۡرِثُ مَا تَرَکۡنَاہُ صَدَقَۃٌ

یعنی، ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

والے فرمان مبارک سے اسے خاص کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں دلیلوں کو جمع کرنے پر ہمیں انتہائی راغب نظر آتے ہیں، آپ غور فرمائیں، انہوں نے کیسے قرآن کریم کو حدیثِ رسول ﷺ کے ساتھ خاص کیا، ان کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ صرف قرآن کریم کو لے لیتے باقی سب کو چھوڑ دیتے، جیسا کہ آج کل بدعتی ایسا کرتے ہیں، لیکن بغیر کسی شرعی گنجائش کے دلیلِ صحیح کو چھوڑنا حرام ہے۔

اس قسم کی مثالیں بہت ہیں، کُتُبِ حدیث اور اُصولِ حدیث کی کتابوں کے صفحات ان سے معمور ہیں، ہم نے محض اپنے مقصود کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال کا ذکر کیا ہے۔

حدیثِ حوض اور حدیثِ عرض الاعمال میں عدمِ تعارض کی وجوہ

آپ نے تمہید سمجھ لی تو ہم کہتے ہیں کہ حدیثِ حوض اور عرضِ الاعمال والی حدیث میں تعارض ہے نہ تناقض، اس کی وضاحت مختلف وجوہ سے کی جا سکتی ہے۔

۱۔ حدیثِ حوض مُرتدین کے بارے میں ہے

حدیثِ حوض مُرتدین کے بارے میں ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبیصہ سے روایت کیا ہے کہ وہ لوگ جو حوض سے دور کر دیئے جائیں گے وہی لوگ ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تو انہوں نے ان کے خلاف

جہاد کیا، حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں "انهم ارتدوا علی اعقابهم" کے تحت یہ تحریر کیا ہے یہ "باب کیف الحشر" میں حضرت سے منقول تفسیر کے عین مطابق ہے، الخ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرتدین کے اعمال آپ ﷺ پر پیش نہیں کئے جائیں گے کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے اور آپ ﷺ کے درمیان تعلق منقطع ہو گیا۔ العیاذ باللہ تو جب آپ ﷺ ان کو بلائیں گے اور فرمائیں گے: "اے میرے رب! میرے صحابہ تو آپ ﷺ کا یہ خیال ہوگا کہ جیسا کہ آپ ﷺ نے ان کو چھوڑا تھا وہ اسی حالت پر رہے" تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "آپ کے بعد وہ مرتد ہو گئے تھے، آپ کے اور ان کے تعلق نہ رہا"۔

لیکن عرضِ الاعمال والی حدیث آپ ﷺ کی اُمّت کے مسلمانوں کے لئے وارد ہوئی ہے کیونکہ قرآن کریم کے مطابق کافروں کے لئے تو استغفار جائز ہی نہیں۔

۲۔ حدیثِ حوض دوسری حدیث کے لئے مخصّص ہے

حدیثِ حوض خاص اور حدیثِ عرضِ الاعمال عام ہے تو پہلی حدیث دوسری کے لئے مخصّص ہو گی۔ اس کی وضاحت یوں ہے پہلی حدیث بتاتی ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ کا ایک گروہ حوض سے دور کر دیا جائے گا، اور دوسری حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی اُمّت کے اعمال آپ ﷺ کے حضور روضۂ انور میں پیش کئے جاتے ہیں، تو پہلی حدیث سے یہ خاص ہو جائے گی اس کا مفہوم کچھ یوں ہو جائے گا کہ پوری اُمّت کے اعمال آپ ﷺ کے حضور پیش کئے جائیں گے مگر ان میں سے ایک گروہ کے اعمال آپ ﷺ کے حضور پیش نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ ربُّ العزت چاہتا ہے کہ ان میں حکمِ سزا نافذ رہے تو جب رسالتمآب ﷺ ان کو حوض کی طرف بلائیں گے تو آپ ﷺ کو کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے آپ کے بعد انہوں نے کیا گل کھلائے؟ اسی لئے اس گروہ کے اعمال آپ ﷺ کے حضور پیش نہیں کئے گئے اور ہر خاص اور عام کا یہی معاملہ ہے کہ جب

دونوں جمع ہو جائیں تو عام کو خاص کے ذریعہ خاص کیا جاتا ہے اور دونوں دلیلیں باہم متفق ہو جاتی ہیں۔

حدیثِ حوض کے خاص ہونے پر دلائل

باقی حدیثِ حوض دو وجوہ کی بنا پر خاص ہے۔

(۱) ...... ایک وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے مثلاً بعض روایات میں لیذادن رجال بعض میں اناس، اقوام، رھط کے الفاظ آئے ہیں، یہ سارے جمع اور نکرہ کے صیغے ہیں جو تحت الاثبات واقع ہوئے ہیں، اور اصولی قاعدہ ہے کہ جمع منکر تحت الاثبات عموم کا فائدہ نہیں دیا کرتی۔(۸)

(۲) ...... دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ ساری اُمت حوض سے دور نہیں کی جائے گی بلکہ فقط ان میں سے ایک گروہ دور کیا جائے گا اور یہی خصوص ہے، باقی عرضِ اعمال والی حدیث اس لئے عام ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاد "تُعرِضُ عَلَیَّ أَعْمَالُکُم" میں لفظ اعمال جمع مضاف ہے اور اصولی قاعدہ ہے کہ جمع مضاف ان صیغوں میں سے ہے جن کی حقیقی طور پر وضع ہی عموم کے لئے ہے۔

۳۔ اعمال کی پیشگی اجمالاً ہوتی ہے

عرضِ اعمال اور استغفار دونوں اجمالی طور پر ہوں گے مثلاً کہا جائے گا آپ کی اُمت نے یہ یہ نیکیاں کی ہیں، اسی طرح فلاں، فلاں گناہ کئے ہیں تو آپ ﷺ ان کی

۸۔ چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ "المنار" عام کی بحث میں لکھتے ہیں: "نکرہ موضع اثبات میں خاص ہوتا ہے" اسی طرح اصول فقہ کی دیگر کتب میں بھی مذکور ہے اور منار کے شُرّاح نے عموم کا فائدہ نہ دینے کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ (نکرہ) ایک فرد کے لئے ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایسی چیز مقترن نہیں ہو جو عموم کو واجب کرے جیسا کہ صاحب دُرّ علامہ علاؤ الدین حصکفی نے "افاضۃ الانوار" میں ابن ملک نے "شرح منار الانوار" میں اور ابن العینی نے اپنی شرح میں اور ملا احمد جیون نے "نور الانوار" میں لکھا ہے۔ ۱۲، محمد عطاء اللہ نعیمی

نیکیوں پر اللہ ربّ العزت کی حمد بیان کریں گے جب کہ نافرمانیوں کی صورت میں ان کے گناہوں کی اللہ ربّ العزت سے مغفرت طلب کریں گے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ (۹)

ترجمہ: اپنے معاملات پر اور اہل ایمان مرد اور خواتین سے مغفرت بھیجئے۔

لیکن حدیثِ حوض "لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَکَ" کا مفہوم یہ ہے کہ آپ تفصیلاً ہر ہر فرد کے بارے میں نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا گیا؟ البتہ آپ اجمالی طور پر جانتے ہیں، (۱۰) اس کی مزید وضاحت کے لئے محسوس مثال یوں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص سارے جہان کے حالات اجمالی طور پر جانتا ہے کیونکہ اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ اطرافِ عالم کے حالات کسی سے مخفی رہے، لیکن تفصیلی طور پر ہر شخص اور ہر ملک کی ہر جگہ کے حالات نہیں جانتا، اسی طرح ہم میں سے کوئی کہتا ہے "اے اللہ اُمت محمد ﷺ کو بخش دے" اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مغفرت کی دعا ہر فرد کے لئے علیحدہ علیحدہ پہنچے گی، یہ مثال انتہائی واضح ہے۔

انہیں تین وجوہ بلکہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اشکال ختم ہو گیا اور دونوں حدیثوں کے درمیان تعارض بالکل جاتا رہا اس کے باوجود بھی جو شخص وجوہِ تعارض پر مُصر ہو یا وہ حدیثِ حوض کو ترجیح دیتا ہو وہ مُعاند اور مُکابر ہے جس پر رسالتمآب ﷺ کا یہ فرمان:

الکبر بطر الحق و غمط الناس

یعنی، تکبر، حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

صادق آتا ہے جو شخص اس حد تک پہنچ جائے اس کے ساتھ بات چیت ختم ہو جاتی

۹۔ محمد: ۱۹/۴۷

۱۰۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں تفصیلی طور پر بتانا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے جیسے درود شریف پڑھنے والے کے متعلق۔ ۱۲، محمد عطاء اللہ نعیمی

ہےاوراس پر ملامت کے تیر برستے ہیں۔

اعمالِ اُمّت اجابت کے پیش کئے جاتے ہیں نہ کہ اُمّت دعوت کے

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' میں حدیثِ حوض پر جو گفتگو فرمائی تو اس میں ایسے اُمور بھی ہیں جن سے یہ واضح ہے کہ حدیثِ عرضِ الاعمال صحیح ہے اور اس میں بیان شدہ معاملہ ثابت ومسلّم ہے ان کی عبارت یہ ہے: دیگر علماء نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے حوض سے واپس کر دیا جانا کفر کی وجہ سے ہی ہے اور اُمّتی سے مراد اُمتِ دعوت (جنہوں نے آپ کی دعوت کو رَدّ کیا) نہ کہ اُمتِ اجابہ (جنہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کیا) ان اہل علم نے اپنی اس بات کو حدیثِ ابی ہریرہ سے ترجیح دی ہے کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا:

میں کہوں گا رحمت سے دُوری ہوان کے لئے ہلاکت۔

(ایسے کلمات کافر کے لئے ہی ہو سکتے ہیں)اوران کے حال کا آپ ﷺ پر مخفی ہونا بھی اس کی تائید کرتا ہے اگر ان کا تعلق اُمتِ اجابت سے ہوتا تو آپ ﷺ ان کے احوال کو جانتے، کیونکہ اُمتِ اجابت کے احوال آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاسکتے ہیں، ہمارے مقصود کی طرف اس میں بالکل واضح اشارہ ہے۔واللہ ولی التوفیق

حدیثِ حوض پر وارد شدہ اشکال

وجوہِ سابقہ مُسلّمہ قوت میں اگرچہ ان میں سے بعض بعض سے قوی ہیں کہ ساتھ دونوں حدیثوں کو جمع کرنے کے بعد اب میں اس اشکال کو واضح کرنا چاہتا ہوں جو حدیثِ حوض پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ سمجھا جارہا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو حوض سے دُور کر دیا جائے، حالانکہ اللہ ربّ العزت نے تمام صحابہ کو عادل قرار دیا ہے اور قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں ان کی تعریف کی ہے اور جمہور علماء و

ملّت اسلامیہ کا تمام صحابہ کرام یہاں تک کہ ان میں سے غیر معروف الحال کیوں نہ ہوں کی عدالت پر اجماع ہے تو یہ تمام کیسے صحیح ہوگا جب کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو حوض سے دُور کر دیا جائے گا؟

اگر ہم حدیث کو مرتدین پر محمول کریں جیسا کہ علامہ باجی، قاضی عیاض وغیرہ کی رائے ہے تو علامہ خطابی کا تو یقین ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ایک بھی صحابی مرتد نہیں ہوا، مرتد تو کچھ اعرابی لوگ ہوتے تھے، جن کا اسلام کے بارے میں کوئی کردار ہی نہیں، اور اگر ہم حدیث کو منافقین پر محمول کریں تو (اعتقادی) نفاق تو آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تھا اور حدیث کہتی ہے ''لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَکَ'' اور اگر ہم حدیث کو مبتلا عین پر محمول کریں تو وہ آپ ﷺ کے صحابہ ہی نہیں وہ تو بعد کی پیداوار ہے، اگر ہم حدیث کو ان حضرات پر محمول کریں جنہوں نے مقام صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنگ کی تو جمہور اُشاعرہ ماتریدیہ اسے پسند نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے خطی مجتہد تھے، اور اگر ہم حدیث کو اُمتِ دعوت یا اُمتِ اجابت کے نافرمانوں پر محمول کریں تو حدیث مذکور کے الفاظ اس کی نفی کرتے ہیں کیونکہ ان میں تصریح ہے کہ وہ آپ ﷺ کے صحابہ ہیں، آپ انہیں، وہ آپ کو پہچانتے ہیں اور آپ ﷺ ان کے نام لے کر ان کو پکاریں گے، پھر آپ کیسے اپنے صحابہ سے بری الذمہ ہو جائیں گے اور ان کیں حق میں کہیں گے ''ہلاکت ہلاکت'' ہو ان کے لئے۔(۱۱)

۱۱۔ اس حدیث پر یہ اشکال بھی ہوتا ہے کہ یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ نہ کہیں بلکہ ان حضرات کے لئے کہیں جن کے بارے میں یقین ہو کہ انہیں حوض سے دور نہیں کیا جائے گا اور ان کی تعیین نظریات واغراض کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے، غالی شیعہ واقعۂ جمل کے اصحاب کو رضی اللہ عنہ نہیں کہیں گے اور ناصبی اور خارجی حضرت علی وحضرت عثمان اور ان کے ساتھیوں کو، جب کہ کچھ حضرات حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو پسند نہیں کرتے اور آپ کے لئے ہر فقہ کو حق پر سمجھنا ضروری ہوگا اور حدیث حوض اس کی تائید کرے گی اگر ہم==

آپ ﷺ تو وہ کریم آقا ہیں

آپ تو وہ آقا کریم ہیں جو عام گنہگار مسلمانوں سے بری الذمہ نہیں ہوں گے بلکہ ان کے حق میں شفاعت فرمائیں گے اور نافرمانوں کے جہنم میں داخل ہونے کے بعد بھی ان کی خلاصی کی کوشش کریں گے، تو جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، حدیثِ حوض یقیناً محل اشکال ہے۔ (۱۲)

جن حضرات نے اس حدیث کے ساتھ حدیث عرضِ اعمال کا معارضہ قائم کیا بلکہ اس حدیث کو حدیثِ عرضِ اعمال پر ترجیح دی، ان کے لئے ضروری تھا کہ پہلے وہ اس حدیث کا مفہوم سمجھتے پھر وہ اس کو اور جس پر قرآن کریم دلالت کرتا ہے اور جمہور کا اجماع ہے کہ ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، اللہ ربّ العزت کے ہاں ان کا بہت بڑا مرتبہ و مقام ہے'' جمع کرتے، جب یہ ان کے لئے صحیح ہو جائے اور اس کی توفیق بھی دیئے جائیں تب وہ جن احادیث کے ساتھ چاہیں اس کا معارضہ قائم کرتے پھریں،

== حدیث کو ان تمام پر منطبق کریں تو یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ ہم صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے لئے رضی اللہ عنہ استعمال نہ کریں کیونکہ وہ اس کے اہل ہی نہیں اور اگر ہم اسے کسی ایک جماعت کے ساتھ خاص کریں تو یہ سراسر زیادتی ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں، اب ان مخالفین کو چاہئے کہ ہمارے لئے متعین کریں کہ وہ کون سے صحابہ کرام ہیں جن کے لئے ہم رضی اللہ عنہ کہیں اگر وہ ایسا نہ کریں، وہ ہرگز ایسا کر بھی نہ سکیں گے، تو ہمارے ساتھ یقین کامل رکھیں کہ حدیثِ حوض مشکل المعنٰی اور متروک الظاہر ہے جس طرح ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

۱۲۔ یہی وجہ کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج کرام کے لئے ''جو مدینہ منورہ حاضری کے لئے آتے تھے'' اس حدیث کی روایت سے منع کرتے تھے اس کے باوجود وہابیوں کو کہا جائے گا جب حدیثِ عرضِ اعمال تمہارے نزدیک حدیثِ حوض جس کی صحت پر اتفاق ہے، سے معارض ہے، تو حدیثِ حوض کے تو قرآن اور اجماع معارض ہے کیونکہ قرآن کریم حدیث عرض اعمال کی تائید کرتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے تو اب بتایئے دونوں حدیثوں میں سے کون سی حدیث اشکال سے دور ہے؟ اور کون سی قبولیت کے اولیٰ ہے؟

لیکن وہ سمجھتے نہیں۔

خاتمہ

الفاظ حدیث کی تشریح

رسالتمآب ﷺ کا فرمان ''حَیَاتِیْ'' یعنی تمہارے درمیان میری موجودگی، ''خَیْرٌ لَّکُمْ'' اس میں تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ اس میں تمہاری خرافات فتنوں اور اختلافات سے حفاظت ہے جن کا یقینِ کامل اور نورِ عرفان سے نگاہِ نبوت مشاہدہ کر رہی تھی، پھر بعض ان بھلائیوں کی وضاحت فرمائی کہ رسالتمآب ﷺ کی موجودگی میں بھی ضرورت پڑتی رہتی ہے تو فرمایا: ''تُحْدِثُوْنَ'' تا پر پیش، حاء ساکن اور دال پر زیر، دونوں کا مصدر ''احداث'' تو معنی بنے گا تم ایجاد کرتے ہو چند امور اور افعال، جو تم اپنی عام و خاص زندگی میں کرتے رہتے ہو، ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکامِ شرعیہ نازل فرما دیتا ہے کہ یہ کام جائز ہیں یا ناجائز۔ یہ چیزیں حلال ہیں یا حرام، یعنی مقتضی اسباب کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کے احکام کو نازل فرماتا رہتا ہے مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک جماعت نے شراب پی، پھر نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے اپنے میں سے ایک کو امام بنا کر نماز کی ادائیگی شروع کر دی تو امام نے قرأت میں پڑھا:

قل یا ایھا الکافرون اعبد ما تعبدون

تو اللہ ربّ العزت نے حکم نازل فرمایا کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (۱۳)

یہ نہایت ہی وسیع باب بلکہ یہ علوم قرآن و حدیث کا حصہ ہے جسے ''علم اُسباب

۱۳۔ النساء: ۴/۴۳

النزول'' کہا جاتا ہے، مستقل اس موضوع پر بہت ساری کتابیں تالیف ہو چکی ہیں کچھ تو مطبوعہ ہیں جب کہ کچھ غیر مطبوعہ، پھر فرمایا:

وَ وَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ

یعنی، میرا اس دنیا سے وصال کر جانا ہی تمہارے لئے خیر ہے۔

''صحیح مسلم'' میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ ربّ العزت جب اپنے بندوں میں سے کسی اُمّت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس اُمّت کے نبی کو پہلے بلا لیتا ہے اور اس نبی کو اُمّت سے پہلے اصلاح کرنے والا، انتظام کرنے والا بنا دیتا ہے، اور جب اللہ ربّ العزت کسی قوم کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس قوم کو ان کے نبی کی موجودگی میں عذاب دیتا ہے، نبی دیکھ رہا ہوتا ہے اور اللہ ربّ العزت اس کو ہلاک کر کے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرتا ہے کہ کیسے انہوں نے نبی کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی۔

الفَرَط : فاء اور راء پر زبر، وہ جو قوم سے آگے جائے تا کہ رہائش اور ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرے، حدیث مسلم میں لفظ ''الفرط'' کے ساتھ جس ضمیر کی طرف اشارہ فرمایا اس کی تشریح حدیث عرض اعمال میں یوں فرمائی۔

تُعْرَضُ عَلَیَّ أَعْمَالُکُمْ ''تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں''(۱۴)

۱۴۔ وہابیوں نے اس جملہ پر بھی اعتراض کیا ہے کہ قرآن اس جملہ کے معارض ہے، اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایۃً فرمایا ہے:

وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (المائدہ:۵/۱۱۷) =

....

= یعنی، اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا۔

تو شہادت ''جو کچھ انہوں نے زندگی میں دیکھا'' اس کے ساتھ خاص ہے وہاں تو عرض وغیرہ ہے ہی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ کئی وجوہ کی بناء پر حدیث مذکور کے معارض نہیں ہے:

ا۔ آیت کریمہ نصاریٰ کے دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ خود اللہ یا اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کے ساتھ خاص ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا ہے:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (المائدہ:۵/۱۱۶)

یعنی، کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نفی کی کہ انہوں نے ایسا کہا ہو اور انہوں نے اس سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی ہے پھر کہا:

وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ (المائدہ:۵/۱۱۷)

میں جب تک ان میں رہا میں ان کو اس قول سے روکتا تھا۔

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ

آسمان کی طرف اٹھانے سے۔

کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (المائدہ:۵/۱۱۷)

ان میں سے تو جس کی ہدایت چاہتا ہے انہیں روک دے اور اس کی حفاظت فرما۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو تب روک سکتے ہیں جب ان میں موجود ہوں جب انہوں نے ان کو چھوڑ دیا تو اب انہیں روک نہیں سکتے، اگرچہ ان کے اعمال ان پر پیش ہی کیوں نہ کئے جائیں تو آیۂ کریمہ کا عرض اعمال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، نفی میں نہ اثبات میں۔

عرض اعمال آپ کے ساتھ مخصوص ہے

۲۔ عرض اعمال کی تخصیص ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے جیسا کہ دوسرے بہت سارے فضائل کی تخصیص فقط آپ ﷺ کے ساتھ ہے کوئی اور نبی ان میں آپ ﷺ کا شریک نہیں، اور رب اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کی وجہ سے آپ کی امت کی تکریم کی ہے کہ اُسے دوسرے تمام اُمتوں کے لئے انہیں گواہ بنا =

یاد رہے کہ یہ عرض اجمالی ہوگا جیسا کہ وجوہ تطبیق احادیث کی تیسری وجہ میں یہ بات گزر چکی ہے یا مجھ پر تمہارے محض عمل پیش کئے جاتے ہیں، وہاں صاحبِ عمل کا ذکر نہیں ہوتا، جیسا کہ چوتھی وجہ میں بیان ہو چکا ہے کیونکہ نفسِ عمل کی معرفت مقصود ہے کہ آیا ان کا تعلق خیر سے ہے یا شر سے، اس سے کفار اور منافقین کے اعمال نکل گئے کیونکہ وہ پیش ہی نہیں کئے جاتے، پھر فرمایا: فَمَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ ''یعنی جب تمہارے اعمال خیر دیکھتا ہوں حَمِدْتُ اللّٰہ ''تو تمہیں توفیق اور ہدایت دینے پر اللہ کی حمد کرتا ہوں، وَ مَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ ''جب اعمال شر دیکھتا ہوں'' اَسْتَغْفَرْتُ اللّٰہُ لَکُمْ ''تو تمہارے لئے اجمالی طور پر مغفرت طلب کرتا ہوں یا میں اللہ ربّ العزت سے مزید اعمال صالحہ کی تمہارے لئے ہدایت و راہنمائی طلب کرتا ہوں جن سے تمہارے گناہ معاف کئے جائیں۔

حدیثِ مذکور سے چند اُمور کا ثبوت

(۱)......قبر شریف میں آپ ﷺ کی حیات اپنی برزخی حیات ہے، جو حیاتِ شہداء سے بھی اکمل ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۱۵)

= دیا تو ایسا کیوں نہیں ہے کہ عرض اعمال کا سلسلہ فقط اُمتِ مُسلمہ کے ساتھ خاص ہو۔

دوسرے انبیاء کو یہ درجہ دینے کی ضرورت نہ تھی

۳۔ دوسرے تمام انبیاء کرام کی دعوت فقط ان کی اقوام کے ساتھ خاص ہے، ان کی شریعت بھی فقط ان کے زمانے تک محدود رہی، جب ان میں سے کوئی نبی اس دنیا سے چلا گیا، کسی اور کے لئے اس نبی کی پیروی ضروری نہ تھی تو ان انبیاء کی شہادت اپنی اقوام کے لئے قاصر تھی، چنانچہ ان پر عرضِ اعمال کا کوئی معنی ومطلوب نہ تھا، لیکن آپ ﷺ کی شریعت بھی باقی ہے اور آپ ﷺ کی اُمت بھی قیامت تک کے لئے قائم و دائم ہے، تو یہاں عرض اعمال ضروری تھا تا کہ آپ ان کے لئے عینی شہادت دے سکیں۔ واللہ المستعان

۱۵۔ البقرہ:۲/۱۵۴

اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (۱۶)

اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والوں کو مردہ گمان ہی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے ربّ کے ہاں رزق پاتے ہیں اور انہیں جو اللہ کا فضل ملا ہے اس پر خوش ہوتے ہیں۔

امام ابن حزم نے ''المحلی'' میں فرمایا ہے: مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ انبیاء کو تمام سے افضل نہ ماننے والا کافر ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ و منزلت تمام مخلوق سے ارفع ہے، اللہ ربّ العزت کے ہاں ان کی بزرگی تمام سے اتم ہے اور ربّ العزت کے ہاں دوسروں کی بنسبت ان کی تکریم زیادہ ہے، جو شخص اس میں اختلاف کرتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں، اور علامہ حافظ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے ''القول البدیع (ص۱۲۵)، المحلی (ص۲۵)'' میں فرمایا ہے: ان احادیث کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ ہیں اور یہ عادۃً محال ہے کہ دن رات میں کوئی ایسا وقت و لمحہ ہو جس میں کوئی نہ کوئی آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام نہ کرتا ہو اور ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی، اور اس پر اجماع ہے، بعض علماء نے شہداء اور مؤذنین کو بھی اس حکم میں شامل فرمایا ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بعض علماء و شہداء کی قبریں کھودی گئیں تو ان کے اجسام میں تغیر تک نہیں تھا، حتیٰ کہ بعض کی مہندی کا رنگ بھی تبدیل نہیں ہوا تھا (ف) اور انبیاء کرام تو یقیناً شہداء سے

۱۶۔ آل عمران:۳/۱۶۹، ۱۷۰

افضل ہیں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَرَرْتُ بِمُوْسٰی لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَ ھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ

معراج کی رات کثیبِ احمر سے میرا گزر ہوا تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَ قُرَیْشٌ تَسْأَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ

میں حطیم کعبہ میں تھا کہ قریش مجھ سے رات کے سفر کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔

اور اسی حدیث میں ہے:

وَ قَدْ رَأَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ فَإِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ کَأَنَّهٗ رَجُلٌ مِنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ وَ إِذَا عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهاً عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَ إِذَا إِبْرَاهِیْمُ قَائِمٌ یُصَلِّیْ أَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُکُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَأَمَمْتُهُمْ. الحدیث

یعنی، میں نے اپنے آپ کو گروہ انبیاء میں پایا، میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلہ شنوہ کے لوگوں کی طرح گھنگھریالے بالوں والے تھے، اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ عروہ بن مسعود سے بہت مشابہ ہیں، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے

ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ تمہارے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا اور میں ان سب کا امام ہوا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث صحیح میں ہے کہ

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ بیہقی وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس تمام بحث سے مقصود یہ ہے کہ قرآن کریم، سنّت اور اجماع، تمام قبور میں حیاتِ انبیاء پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کہ ان کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے۔

(۲)......آپ رؤف رحیم کے درجہ پر فائز ہیں: نبی کریم ﷺ اپنی اُمّت کی ہمیشہ خیر خواہی کرتے تھے، اور ہر موقعہ پر ان کے لئے خیر و بھلائی اور دعا مانگی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ مؤمنین کے ساتھ رؤف الرحیم ہوں جیسا کہ خود آپ کے خالق اللہ ربّ العزت نے آپ کا خاص وصف بیان فرمایا ہے اور قیامت کے دن آپ کی رحمت مزید واضح اور جوش میں ہوگی جب آپ شفاعت کے لئے آگے بڑھیں گے اور بار بار یکے بعد دیگرے اپنی اُمّت کے لئے اللہ ربّ العزت سے درخواست کریں گے اور آپ کا ربّ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا، آپ کو عطا فرمائے گا اور آپ کو اپنے قریب کرے گا، یہاں تک کہ جہنم کا داروغہ کہے گا: آپ نے اپنی اُمّت میں اپنے ربّ کے غصہ کے لئے کچھ نہیں چھوڑا، اللہ ربّ العزت ہماری طرف سے اب کو وہ اکمل و افضل بدلہ دے کہ کسی نبی کو اس کی اُمّت سے ایسا بدلہ نہ ملا ہو۔

(۳)......اعمال کی پیشگی گناہوں کے ترک کا اہم سبب ہے: اس سے گناہوں کے چھوڑنے اور نیکیاں کرنے پر اُبھارنا لازم آتا ہے کیونکہ جب مسلمان کو یقین ہو جائے

کہ اس کے اعمال نبی ﷺ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور وہ ان کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، تو جتنا بھی ممکن ہو سکے گا وہ شخص نیکیاں زیادہ کرے گا اور گناہوں سے دور رہو گا کہ اس کے نبی خوش ہوں، انہیں فرحت حاصل ہو اور جب حضرت ابو الدرداء ایسے عمل سے اللہ ربّ العزت کی پناہ مانگیں جس سے وہ اقرباء کے حضور رسوا ہوں تو ایک مسلمان سے کیسے اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ ایسا عمل کرے جس سے وہ اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں رسوا ہو۔

جزء اختتام کو پہنچا، ۱۰ شوال المبارک ۱۳۶۸ھ بدھ کے دن صبح کے وقت اس سے فراغت حاصل ہوئی، حسن و سعادت کے ساتھ اللہ ربّ العزت ہمارا خاتمہ فرمائے، اسی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں، ہمارے والدین، ہمارے مشائخ و اساتذہ اور ہمارے دوستوں کی مغفرت فرمائے، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

و لا حول و لا قوّة الاّ باللّٰه العليّ العظيم

بعد نمازِ صبح بروز منگل ۱۹ ذوالحج ۱۴۱۶ھ بمطابق ۷ مئی ۱۹۹۶ء اس کتاب کے ترجمہ سے فراغت حاصل ہوئی۔

فقط

مترجم خادم العلماء رسول بخش سعیدی

حضرت سلطان باہو ٹرسٹ برمنگھم، یو۔کے

فائدہ

کیا صحت حدیث کے لئے اس کا صحاح ستہ میں پایا جانا ضروری ہے؟

جب وہابیوں کے سامنے حدیث عرضِ اعمال کی طرح ایسی حدیث آجائے جو ان کی خواہشات کے مطابق نہ ہو اور اس کی تاویل بھی نہ ہو سکتی ہو تو اسے یہ کہتے ہوئے ردّ کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے یا صحاح ستہ ''بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ'' کے مؤلفین میں سے کسی نے بھی اسے روایت نہیں کیا، دراصل وہ اس سے کم علم شخص کو وہم میں مبتلا کرتے ہیں کہ ہر وہ حدیث جو صحیحین میں یا صحاح ستہ میں نہ پائی جائے وہ ضعیف ہے یا موضوع۔ یاد رہے کہ یہ ابہام باطل کسی صحیح علمی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ یہ من جُملہ ان بدعات سے ہے جن کا اظہار انہوں نے آج کل کر رکھا ہے، دنیا کے کسی عالمِ دین، فقہاء مجتہدین بلکہ حفّاظ حدیث اور محدثین نے، کسی نے بھی آج تک صحتِ حدیث کے لئے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ صحاح ستہ میں موجود ہے، بلکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب حدیث میں صحت کی شرائط پائی جائیں تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے خواہ وہ صحاح ستہ میں ہو یا نہ۔ شیخ ابن تیمیہ کو دیکھئے اپنی کتابوں میں ایسی احادیث لاتے ہیں جو خلال، ابن بطہ وغیرہ کی طرف منسوب ہوتی ہیں، حافظ ابن قطان کو دیکھئے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو صحیح قرار دیا ہے کہ وہ جوتوں کی حالت میں وضو کرتے تھے، پاؤں کے دھونے کی جائے بس جوتوں پر مسح کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسالتمآب ﷺ ایسا کرتے تھے، اس کو بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور حافظ ضیاء مقدسی نے ''المختارة'' میں بہت سی ایسی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، جو

صحاح ستہ میں نہیں پائی جاتیں، اور دمیاطی، منذری، عراقی، عسقلانی وغیرہ حفاظِ حدیث نے بھی ایسا کیا ہے، اور علامہ حافظ ابن حزم نے ''مراتب الریاتہ'' میں اپنی صحیح کُتُب حدیث کی فہرست ترتیب دی ہے، جس پر اعتماد کیا جاتا ہے تو فرمایا: پہلے نمبر پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں۔

پھر صحیح ابن السکنی، ابن جارود کی منتقی، قاسم بن اصبغ کی منتقی، ان کتابوں کے بعد سنن اَبِی داؤد، سنن نسائی، قاسم بن اصبغ کی مصنف، امام طحاوی کی تصانیف، مسند احمد، مسند بزار، مسند ابن ابی شیبہ، مسند عثمان، مسند ابن راھویہ، مسند طیالسی، مسند حسن بن سفیان ہیں الخ۔ مزید تفصیل کے لئے ''تدریب الراوی شرح تقریب النواوی'' کی طرف رجوع کریں، مقصود یہ ہے کہ وہ احادیث کریمہ جو صحاح ستہ میں مروی نہیں ہیں، ان کے بارے میں وہابیہ کا خیال صحیح نہیں ہے، نقل اس کی تائید کرتی ہے نہ عقل، وہ تو ایسی بدعت ہے جو ان کی خواہشات کی مطابق نہ ہوان سے جان چھڑانے کے لئے اسے گھڑا ہے کیونکہ وہ لوگ انصاف نام کی کوئی چیز پہنچانتے ہیں، نہ انہوں نے کبھی اس کا ذائقہ چکھا ہے، شاید انہوں نے پوری زندگی میں اسے سُنا بھی نہ ہو، ہاں فریقِ مخالف اور مناظر سے ضرور سنتے ہوں گے۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اور انہیں صحیح راستے کی ہدایت فرمائے، آمین

و ما علینا الأ البلاغ المبین

اولیاءاللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے مقرر کردہ

ذبیحہ حلال ہے

تالیف

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ

تقدیم

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرّہٗ

محشی

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرّہٗ

حضرت علامہ مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	ذبیحہ حلال ہے
مؤلف	:	علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ
محشی	:	حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ
		حضرت علامہ مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی مدظلہ
تقدیم	:	حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرہ
سن اشاعت	:	رجب ۱۴۲۹ھ۔ جولائی ۲۰۰۸ء
تعداد اشاعت	:	۲۸۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیشِ لفظ

نحمدہ و نصلّی و نسلّم علی رسولہ الکریم و علٰی الہ و اصحابہ اجمعین

اسلام کے نام پر مسلمانوں میں غلط عقائد کا رواج، فاسد نظریات کا پرچار تو قدیم سے جاری ہے مگر سرزمینِ ہندوپاک میں ایک مخصوص گروہ ایک لمبے عرصے سے اہلِ حق کے بعض معمولات کو شرک بتاتے اور بعض کو بدعت قرار دینے میں مصروف عمل ہے، اور حلال کو حرام قرار دینا اُن کا شوق ہے۔ اُن میں سے ایک مسئلہ اس جانور کا بھی ہے کہ جسے لوگ کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے خریدتے یا پالتے ہیں اور وہ گروہ اس جانور کو حرام قرار دیتا ہے اور قرآن کریم کی آیت ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کی غلط تفسیر و تشریح کر کے اسے تحریم کی دلیل کے طور پیش کرتا ہے اس کے جواب میں علماء حقہ کے متعدد تصانیف موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے تقدیم میں اور مَیں نے حواشی میں کیا ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ ''ذبیحہ حلال ہے'' کے نام سے ایک عرصہ قبل لاہور سے شائع ہوا جس میں ایک تقدیم اور دو فتاوٰی اور علامہ محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ حواشی تھے، جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت میں ان میں صرف ایک فتوٰی بمعہ تقدیم وحواشی اور مزید چند حواشی کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لئے ذریعۂ نجات بنادے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

عامۃ المسلمین میں سے بعض لوگ بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تا کہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے، پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے، غیر مقلدین اور دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہو گیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالٰی کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ علماءِ اہلسنّت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالٰی کے لئے اللہ تعالٰی کا نام لے کر ذبح کرتا ہے اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے حرام قرار دیا جائے۔

اس مسئلے پر اس وقت چند رسائل راقم کے پیشِ نظر ہیں جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے:

۱۔ سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِیْ حُکْمِ الذَّبِیْحِ لِلْاَوْلِیَاءِ (۱۳۱۲ھ) تصنیف امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ نورانی بکڈپو، جمشید پور، انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

۲۔ قلمی فتوٰی: از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری
اس کا مختصر سا تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اِعْلَاءُ کَلِمَۃِ اللّٰهِ فِیْ بَیَانِ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ از حضرت مہر ولایت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، شائع کردہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

۴۔ تَصْرِیْحُ الْمَقَالِ فِیْ حَلِّ اَمْرِ الْاِھْلَالِ از غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، اجمیری کتب خانہ، ملتان (۱۹۵۸ء)(۱)

مخالفین اپنی تائید میں "تفسیرِ عزیزی" کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ ﴿وَ مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند اُمور قابلِ توجہ ہیں:

(۱) تمام مستند مفسّرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ (۲)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے اس طرح کیا ہے:

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح دے بغیر خدا (۳)

اور وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔

اسی طرح سورۂ مائدہ آیت ۳ اور سورۂ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہوسکتا کہ جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کردی گئی ہو تو وہ حرام ہے اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی

۱۔ ان چار رسائل کے علاوہ احقر کے دادا استاد مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی علیہ الرحمہ کا اسی موضوع پر چالیس صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی رسالہ "زَوَالُ الْاِشْتِبَاہ فِیْ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ" المعروف "تفسیر مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ" کے نام سے ہے جو حضرت علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا غلام محمد نعیمی علیہ الرحمہ نے ۱۹۸۷ء میں مکتبہ مجددیہ نعیمیہ، ملیر، کراچی سے شائع کیا۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۔ البقرہ: ۲/۱۷۳

۳۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن

نام لیا جائے۔

(۲) شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی، صاحب تفسیر مُجدّدی معروف بہ تفسیر رؤفی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔(۴)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے تفسیر عزیزی کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق و صداقت کو چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:

شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتداء ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کردی گئیں۔ (۱) قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسنین، (۲) جنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ، (۳) البلاغ المبین، (۴) تحفۃ الموحدین، (۵) اشارۂ مستمرہ، (۶) قول سدید۔ شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے برأت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔(۵)

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی مستند اور مصدّقہ سوانح حیات ہے عرصہ دراز تک اسے پردۂ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا، کیونکہ پروپیگنڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمائندہ بنا کر پیش

۴۔ انہوں نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے: رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی۔ تفسیر رؤفی، ج ا ص ۴

۵۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۵، ۳۶

کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے، یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔ (۶)

اب اصل مطلب کی طرف آیئے، شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾

اور جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا۔

معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کے معنی میں مُفسِدوں کے بہکانے میں شک پڑتا ہے، سو ہم یہاں اس کی تفصیل احقاق الحق (کتاب کا نام ۱۲ ق ن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے ''جلالین''، ''تفسیر حسینی''، ''تفسیر بیضاوی''، ''کشاف''، ''مدارک''، ''تفسیر جامع البیان''، ''تفسیر دُرِّ منثور''، ''معالم التنزیل'' اور ''تفسیر احمدی'' کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی ہیں، ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے بیان کیا ہے اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ ''تفسیر فتح العزیز'' میں کسی عدو (دشمن) نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہو گئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے

۶۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴

کے واسطے بالکل نہیں ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے''۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے، اور ان کے مُرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ''فوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں ﴿مَا اُهِلَّ﴾ کا معنی مَا ذُبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لیوے سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔ بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیران پیر کی نیاز اور ہر ایک شہداء اولیا، کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے، واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ (۷)

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۳) غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ''تفسیر عزیزی'' اور ''فتاویٰ عزیزی'' کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالہ مبارکہ ''تَصْرِيحُ الْمَقَالِ فِي حَلِّ أَمْرِ الْإِهْلَالِ'' سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''تفسیر عزیزی'' میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے

۷۔ رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ، تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵/ ۱۸۸۷ء) ج ۱ ص ۱۳۹،
نوٹ: تفسیر رؤفی دو جلدوں میں ہے اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں موجود ہے ۱۲ اشرف

نوٹ دیگر: اور تفسیر رؤفی کی نقل جمعیت اشاعت اہلسنت کی لائبریری میں موجود ہے ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

متعلق محدّث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے، جب کوئی بزرگ کمالِ ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت کرنے والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص اس کے تصوّر کو واسطۂ فیض بنالے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلّل تام کرے۔ (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یا در مکانِ نشست و برخاست او، یا بر گورِ او سجود و تذلیل تام نماید

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب (خود بخود) اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔(۸)

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلّل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا، علامہ شامی فرماتے ہیں:

اَلْعِبَادَۃُ عِبَارَۃٌ عَنِ الْخُضُوعِ و التَّذَلُّلِ (۹)

خضوع اور تذلّل (تام) کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدت مند اہل سنّت و جماعت کو پیر پرست قرار دے کر مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا روئے سخن اُس گروہِ مشرکین کی طرف ہے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سدّو وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے، پھر اسی نیت کے تحت شیخ سدّو وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتا، کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو

۸۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ (لال کنواں دہلی)، ص ۱۲۷

۹۔ ابن عابدین شامی، علامہ، ردّ المحتار (مصطفی البابی، مصر) جلد ۲، ص ۲۵

حرام قرار دیا ہے حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔

شاہ صاحب نے ''تفسیر عزیزی'' میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں:

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے: مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، معلون ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل: دوسری دلیل عقلی ہے، اس میں یہ تصریح ہے ''وجانِ ایں جانور از اں غیر قرار دادہ کشتہ اند'' اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے، اس عبارت میں دو باتیں ہے: (۱) جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی، (۲) اس کو ذبح کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے خبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: ''تفسیر نیشاپوری'' کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کے نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہوتا ہے اور یہی تمام اُمّتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے ﴿اُھِلَّ﴾ کا ترجمہ اگرچہ اصل لغت کے اعتبار سے یہ کیا کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو، لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں ﴿وَ مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ میں ﴿بِہٖ﴾، ﴿لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ سے پہلے ہے جب کہ سورۂ مائدہ،

انعام اور نحل میں ﴿لِغَيْرِ اللهِ﴾ پہلے ہے اور ﴿بِهٖ﴾ مؤخر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ باءِ فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باءِ فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو، اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے، دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ۔ (۱۰)

لہٰذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

اب اگر ﴿اُهِلَّ﴾ سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے، حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے بلکہ ﴿اُهِلَّ﴾ ہی کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک ﴿لِغَيْرِ اللهِ﴾ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو، سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> ذبیحہ کی حلّت اور حُرمت کا دار و مدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے، اگر تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ (۱۱)

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام نہیں کہا اگر محض تشہیر اور نذر لغیر اللہ موجبِ حُرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دار و مدار ہے۔

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا، یاد رہے کہ یہ

۱۰۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیر عزیزی، البقرہ، ص ۶۱۱

۱۱۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ۱ ص ۴۱

گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہیں، اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مُجدّدی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ کی روشنی میں ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دے گا، شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> حاجت برآری کے لئے جو اولیاء کرام کی نذر معمول اور مروّج ہے، اکثر فقہاء اس حقیقت تک نہیں پہنچتے، اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کرکے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مَصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے، لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے، خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے، اور یہ اَمر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت اُمّ سعد وغیرہ کا حال ''صحیحین'' میں وارد ہے، پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے، اور ولی کا ذکر عملِ منذور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے ۱۲ ق ن) نہ کہ مَصرف بیان کرنے کے لئے، نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مَصرف اس ولی کے مُتوسّلین ہوتے ہیں مثلاً رشتے دار، خدام اور پیر بھائی وغیرہ، بلاشبہ نذر ماننے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اسے پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد

تک پہنچادے گا، لیکن یہ عقیدہ الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔ (۱۲)

چشمِ انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روح پُرفتوح کو پہنچایا جائے گا، اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہوجائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہوجائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب ''نورالانوار'' کے مصنف حضرت ملا جیون آیت مبارکہ ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

وَ مِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ (۱۳)

یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

(۴) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کردیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے تھے تاکہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے، ہمارے مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہوں گے اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے والوں کو زجر فرمائی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

۱۲۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی)، جلد ۱ ص ۱۲۱، ۱۲۲

۱۳۔ ملا جیون، علامہ، تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیوبند)، ص ۴۲

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (۱۴)

تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

علامہ ابوالسعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو۔ (۱۵)

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے مختص کردیا ہو انہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال اور عامۃ المسلمین اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب، فاتحہ اور نذرِ عرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے؟

علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ

۱۳ جون ۱۹۹۰ء کو برادر محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی گیا، ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹/اگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا، دونوں دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریزرو کرایا، شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی اور دارالعلوم نعیمیہ، کراچی کے علماء نے پُرتپاک استقبال کیا، مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق

۱۴۔ ۱۱۹/۶

۱۵۔ ابوالسعود، امام، تفسیر ابوسعود (احیاء التراث العربی، بیروت)، ج ۳، ص ۱۷۹

سیالوی، کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتنا پُر خلوص تعاون کیا کہ اسے بھلایا نہیں جا سکتا، دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزاءِ خیر عطا فرمائے۔

اسی سفر میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ، شاہراہ قائدین، کراچی سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو علامۃ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آ گیا، حکیم صاحب نے بتایا کہ دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرض تصدیق علامۃ الہند کے پاس آیا، فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ اولیاءِ کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے، علامۃ الہند نے فرمایا: مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے اس لئے تصدیق نہیں کر سکتا، حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا مؤقف تحریر فرما دیں، اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرض وجود میں آیا۔

عبد الشاہد خان شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے حُرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا جو کسی بزرگ کے فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین ہو جائیں، مولانا (معین الدین اجمیری) کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا، اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون بھی لکھا تھا جو ضائع ہو گیا، اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقعہ نہ دیا۔ (۱۶)

لازمی بات ہے اس متاعِ گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے خوشی ہوئی، حکیم صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمان ایڈیٹر ماہنامہ تجلی، دیوبند بغرض اشاعت لے گئے لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا، البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید محمود احمد برکاتی

۱۶۔ عبد الشاہد شروانی، باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۸ء)، ص ۲۱۹، ۲۲۰

(کراچی) کے پاس موجود ہے، راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کر دی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا گیا تھا فوٹو کاپی بھی صاف نہ تھی اس لئے اس کا پڑھنا بڑا دشوار تھا، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا، مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی، اس طرح یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے ''سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیا''، موضوع کی مناسبت کے پیش نظر دونوں فتوے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں (۱۷)، رضا اکیڈمی کے اراکین اور معاونین اس علمی پیش کش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہے، مقام صد شکر ہے کہ رضا اکیڈمی، لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

محمد عبد الحکیم شرف ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

قادری نقشبندی (۱۸) ۱۲ر نومبر ۱۹۹۱ء

۱۷۔ لیکن جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اس کو اپنے مفت سلسلۂ اشاعت کے 171 نمبر پر شائع کر رہی ہے اور اس دونوں فتاویٰ میں سے صرف ایک فتویٰ، جسے مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ نے تحریر کیا، نئے سرے سے کتابت کرا کر شائع کر رہی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا فتویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' میں موجود ہے اس لئے اس سے استفادہ آسان ہے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۱۸۔ یاد رہے کہ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی اہلسنت کے بہت بڑے حنفی عالم تھے، آپ نے اپنی زندگی علم دین کی خدمت میں گزار دی، ساری زندگی پڑھاتے اور لکھتے لکھاتے صرف کی، بعد میں آنے والوں کے لئے شاگردوں اور گرانقدر تصنیفات، تالیفات اور حواشی و تعلیقات وغیرہا کی صورت میں عظیم سرمایہ چھوڑ گئے، حضرت ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ کو اس فانی جہان سے کوچ فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

فتویٰ

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّمُ علٰی رسولہ الکریم و علٰی اٰلہٖ
و اصحابہ اجمعین

الجواب ھو الموفق للصواب

جب کہ ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا تو ذبیحہ حلال ہے خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو ذبیحہ کی حلّت و حرمت کا مدار نیت اور نذر پر نہیں بلکہ ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِکْرِ اللّٰہِ'' (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر ہے) باستثناء ایک خاص صورت کے جس کا ذکر آئے گا اگر ذبح کے وقت یہ ہو گیا تو حلال ورنہ حرام۔

اِہلال کے معنی تمام تفاسیر میں یہی لکھے ہیں ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِکْرِ اللّٰہِ'' (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا) لغت کی تمام کتابیں اس کی تائید میں ہیں۔ خود مُحرِّمین ذبیحہ حلال کو بھی اس کا اعتراف ہے، (۱) پھر خواہ مخواہ نیت و نذر کی بحث کو دخل دے کر محض اپنے قیاس ورائے سے اس ذبیحہ کو حرام قرار دینا جس پر ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا گیا، سراسر ناانصافی و کج بحثی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ذبح کے وقت ''قول'' کا اعتبار کیا ہے یا ایسے ''فعل'' کا جو عام طور پر مشرکین کرتے تھے، نیت و نذر ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت و حرمت کے بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی، ''شامی'' و ''عالمگیری'' میں ہے:

۱۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے بھی اس کے معترف ہیں۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

وَ لَوْ سُمِعَ مِنْہُ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی لٰکِنَّہٗ عَنٰی بِاللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ الْمَسِیْحَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا تُؤْکَلُ اِلَّا اِذَا نَصَّ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ ثَالِثُ ثَلَاثَۃٍ (۲)

(ترجمہ) اگر نصرانی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سُنا گیا لیکن اُس نے لفظ ''اللہ'' سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا تو مشائخ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے، مگر جب کہ وہ یہ تصریح کر دے کہ بنام اس خدا کے جو تین خداؤں میں سے ایک ہے تو اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

دیکھئے! نیت کس قدر مشرکانہ ہے؟ کہ لفظ اللہ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا گیا، باوصف اس کے عام طور پر فقہاء کرام ایسے ذبیحہ کی حلّت کا فتویٰ دے رہے ہیں، شیخ سدّو کے بکرے اور کبیر اولیاء کی گائے کی صورت میں صرف نامزدگی ہے لیکن ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا اور وہی اس سے مراد بھی ہے، پس یہ صورت جو ''شامی'' و ''عالمگیری'' میں ذکر کی گئی ہے اس سے زیادہ تیز ہے کہ یہاں عین ذبح کے وقت لفظ (اللہ) سے غیر اللہ مراد لیا جا رہا ہے، جب یہ ذبیحہ تک فقہاء کے نزدیک حلال ہے تو وہ ذبیحہ کیونکر حلال نہ ہوگا؟ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔

اب اس سے بڑھ کر تصریح سنئے، ''فتاویٰ عالمگیری'' جلد نمبر ۵ مطبوعہ مصر میں ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاۃَ الْمَجُوْسِیِّ لِبَیْتِ نَارِھِمْ اَوِ الْکَافِرِ لِاٰلِھَتِھِمْ تُؤْکَلُ لِاَنَّہٗ سَمَّی اللّٰہَ تَعَالٰی، کَذَا فِی ''التَّتَارْخَانِیَۃِ'' نَاقِلاً عَنْ ''جَامِعِ الْفَتَاوٰی'' (۳)

(ترجمہ) مسلمان نے آتش پرست کی بکری ان کے آتشکدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے ذبح کی تو وہ حلال ہے، کھائی

۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور) جلد ۵ ص ۲۸۵

۳۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور)، جلد ۵ ص ۲۸۶

جائے گی کیونکہ مسلمان نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہے، ایسا ہی ''تاتارخانیہ'' میں ''جامع الفتاویٰ'' سے منقول ہے۔

دیکھئے! آتش پرست اور کافر کی بکری خاص آتشکدہ اور بتوں کے ذبح کی جا رہی ہے، باوصف اس کے فقہاء کرام اس کی حلّت کا فتویٰ محض اس بنا پر صادر فرما رہے ہیں کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر دیا گیا، یہاں مسلمان محض آلۂ کار ہے، اصل نیت ونذر کافروں کی ہے جن کو وہ اپنی جانب سے تبدیل بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ بکری کسی کی اور نیت ونذر دوسرے کی، جب ایسا ذبیحہ جس میں نیت محض مشرکانہ اور غیر اللہ کی نذر کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی ہے، محض اللہ کا نام عند الذبح لینے سے فقہاء کرام کے نزدیک حلال ہے تو اس سے بداہۃً معلوم ہوا کہ وہ حلّت ذبیحہ کے بارے عند الذبح ذکر اللہ کو کافی سمجھتے ہیں اور نیت ونذر کو اس باب میں کوئی دخل نہیں دیتے وہ صرف منطوقِ قرآن کریم کے پابند ہیں اور اس سے محض وہی ذبیحہ حرام ہے جس میں غیر اللہ کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ لیا گیا ہو، نیت ونذر کو جب قرآن نے دخل نہیں دیا تو فقہاء کرام اپنی جانب سے محض قیاس اور رائے کی بنا پر نیت ونذر کا اضافہ کر کے ایک حلال ذبیحہ کو کیونکر حرام کر سکتے ہیں؟ وہ منطوق قرآن سے سرِ مُو تجاوز نہیں کرنا چاہتے۔

اسی وجہ سے نیت ونذر اور تقرب غیر اللہ کی صورتوں کو لکھ کر جن میں عند الذبح اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم کے اطلاق کو انہوں نے ذہن نشین کیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ نیت وارادہ کو حلّت وحُرمتِ ذبیحہ میں دخل نہیں عام علماء کرام کے نزدیک اس قدر طے شدہ ہے کہ اس پر امام رازی، ''تفسیر کبیر'' میں ایک اعتراض وارد کر کے اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

اَلثَّالِثُ (اَیِ الْاِعْتِرَاضُ الثَّالِثُ) اَنَّ النَّصْرَانِیَّ اِذَا سَمَّی اللّٰهَ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ بِهِ الْمَسِیْحَ فَاِذَا کَانَتْ اِرَادَتُهٗ لِذٰلِکَ لَمْ

تُمْنَعُ حِلُّ ذَبِیْحَتِهٖ مَعَ اَنَّهٗ یُهِلُّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَکَذٰلِکَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ حُکْمُهٗ اِذَا اَظْهَرَ مَا یُضْمِرُهٗ عِنْدَ ذِکْرِ اللّٰهِ وَ اِرَادَتِهِ الْمَسِیْحَ وَ الْجَوَابُ عَنْهُ اَنَّا اِنَّمَا کُلِّفْنَا بِالظَّاهِرِ لَا بِالْبَاطِنِ فَاِذَا ذَبَحَهٗ عَلٰی اِسْمِ اللّٰهِ وَجَبَ اَنْ یَّحِلَّ وَ لَا سَبِیْلَ لَنَا اِلَی الْبَاطِنِ (۴)

(ترجمہ) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نصرانی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مسیح علیہ السلام کا ارادہ کرے اور نیت وارادہ ذبیحہ کے حلال ہونے میں مُخِل نہیں باوصف اس کے کہ وہ غیر اللہ کا ارادہ کر رہا ہے تو چاہئے کہ اس کا حکم بھی یہی ہو جب کہ دل کی بات ظاہر کر دے (اور صراحۃً مسیح علیہ السلام کا نام لے لے) اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے ساتھ مکلف ہیں نہ کہ باطن کے ساتھ، پس جب کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے تو واجب ہے کہ ذبیحہ حلال ہو اور باطن پر اطلاع ہمارا کام نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کی حلّت وحُرمت کا مدار ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر، بعض اکابر تابعین (۱) عطاء ابن ابی رباح، (۲) مکحول شامی، (۳) حسن بصری، (۴) عامر شعبی، (۵) افضل التابعین سعید ابن المسیّب، تو ظاہر کو بھی باطن کی طرح نظر انداز کرتے ہیں، ان کے نزدیک صرف وہ ذبائح حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے جائیں اور ان کے سامنے ذبح کئے جائیں وہ کہتے ہیں ﴿مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے ﴿ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ بتوں کے سامنے ذبح کرنا مراد ہے۔ پس جو ذبائح بتوں کے سامنے ذبح کئے جائیں گے صرف وہی حرام ہوں گے، باقی ہر ایک قسم کے ذبائح ان کے نزدیک حلال ہیں، یہاں تک کہ اگر ذبح کے وقت کوئی نصرانی مسیح علیہ السلام کا نام بھی ذکر کر دے (حضرت مسیح کی نیت تو بجائے خود رہی) تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

۴۔ تفسیر کبیر، جلد۲

مِنَ النَّاسِ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ ذَبَائِحُ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَذْبَحُوْنَ لِاَوْثَانِهِمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ وَ اَجَازُوْا ذَبِیْحَةَ النَّصْرَانِیِّ اِذَا سَمّٰی عَلَیْهَا بِاسْمِ الْمَسِیْحِ وَ هُوَ مَذْهَبُ عَطَاءٍ وَ مَکْحُوْلٍ وَ الْحَسَنِ وَ الشَّعْبِیِّ وَ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ (۵)

(ترجمہ) بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے وہ ذبائح مراد ہیں جو مشرکین بتوں پر چڑھاتے تھے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ یعنی وہ جانور حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے گئے ہوں۔ (ان حضرات نے اپنے اسی خیال کی بناء پر) نصرانی کے اس ذبیحہ تک کو حلال قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام ذکر کیا جائے، یہ مذہب عطاء بن ابی رباح، مکحول، حسن بصری، شعبی، سعید بن المسیب کا ہے۔

یہ حضرات ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کو بھی حلال کہتے ہیں جس طرح اس کے برعکس عہدِ حاضر کے بعض عُلماء (جن میں یہ حضرات مقلّبین بھی شامل ہیں) ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے متجاوز ہیں اور منطوقِ قرآنی سے انحراف کرنے والے ہیں، ان کے مقابلہ میں مذہب اعتدال ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کرام، ائمہ عظام امام مالک، امام شافعی، امام اعظم اور ان کے اصحاب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب عند الذبح مسیح علیہ السلام کا نام ذکر کیا جائے تو ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق ہوگا لہٰذا وہ یقیناً حرام ہے اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حلال ہے کیونکہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے افراد میں سے نہیں ہے اور جب اس کے افراد میں سے نہ ہو تو اس کے حلال ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اب خواہ نیت کچھ ہی ہو۔

۵۔ التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ (المطبعۃ البھیۃ المصریۃ، مصر) جلد۵ ص۲۳

قرآن کریم سے جس قدر سمجھا جاتا ہے، اس پر سختی کے ساتھ یہ حضرات پابند ہیں نہ پہلے گروہ کی طرح حرام کو حلال کہتے ہیں نہ دوسرے طائفہ کی طرح حلال کو حرام قرار دیتے ہیں، قرآن کریم نے ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کو حرام قرار دیا ہے، یہ حضرات بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں، اس ارشاد کو حق تعالیٰ کے دوسرے ارشاد ﴿مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ پر حمل کر کے اس کی حلّت کا فتویٰ نہیں دیتے جیسا کہ پہلے گروہ نے کیا ہے، اور جب کہ قرآن سے (بتوں کے پاس ذبائح کے سوا) صرف ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کی حُرمت ثابت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کو اندرونی نیت و نذر غیر اللہ و نامزدگی کے باعث حرام کی فہرست میں داخل نہیں کرتے، جیسا کہ دوسرے طائفہ نے کیا ہے۔ "تفسیر کبیر" میں تحت آیۃ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ ہے:

وَ قَالَ مَالِکٌ وَ الشَّافِعِیُّ وَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَ اَصْحَابُهٗ: لَا یَحِلُّ ذٰلِکَ وَ الْحُجَّةُ فِیْهِ اَنَّهُمْ اِذَا ذَبَحُوْا عَلٰی اسْمِ الْمَسِیْحِ فَقَدْ اَهَلُّوْا بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَنْ یَّحْرُمَ (۶)

(ترجمہ) ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ذبیحہ مفروضہ (یعنی نصرانی عند الذبح مسیح کا نام ذکر کرے) حلال نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انہوں نے ذبح کے وقت مسیح کا نام ذکر کر دیا تو انہوں نے غیر اللہ کا اہلال (یعنی بلند آہنگی کے ساتھ غیر اللہ کا ذکر) کر دیا، اس لئے ضروری ہے کہ یہ ذبیحہ حرام ہو جائے، ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کرام و فقہاء عظام کے نزدیک ذبیحہ کی حِلّت و حُرمت کا مدار ذکر و عدمِ ذکر پر ہے نہ کہ کسی دوسری شے پر خواہ وہ نذر ہو یا نامزدگی۔ (۷)

۶۔ التفسیر الکبیر، (المطبعۃ البھیۃ المصریۃ، مصر) جلد۵ ص۲۳

۷۔ اسی طرح مفتی اعظم سندھ مفتی محمد عبد اللہ نعیمی علیہ الرحمہ نے "زوال الاشتباہ فی ما أهل به لغير الله" (ص۳۵، مطبوعہ: مکتبہ مجددیہ نعیمیہ، ملیر، کراچی) میں ذکر کیا ہے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو منقول ہے اس نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کر دیا ہے۔ ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

رُوِیَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی یُھِلُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَلَا تَاْکُلُوْا وَ اِذَا لَمْ تَسْمَعُوْھُمْ فَکُلُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَحَلَّ ذَبَائِحَھُمْ وَ ھُوَ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُوْنَ (۸)

(ترجمہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ سے ذبح کرتے وقت یہ سن لو کہ وہ غیر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کو نہ کھاؤ اور جب کہ نہ سنو تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کو حق تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اہلال کے لغوی اور اصلی معنی ''رَفْعُ الصَّوْتِ'' کے ہیں اور اس کے جمیع استعمالات میں یہ ایک قدر مشترک ہے کسی امر باطن و مخفی پر اہلال کا اطلاق نہیں ہوتا حتی کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کی جلد اول کتاب الحج میں ارشاد فرمایا:

اَلْھِلَالُ کُلُّہٗ مِنَ الظُّھُوْرِ وَ اسْتَھَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَ مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ ھُوَ مِنِ اسْتِھْلَالِ الصَّبِیِّ (۹)

قاموس جلد ۴ میں ہے:

اِسْتَھَلَّ الصَّبِیُّ رَفَعَ صَوْتَہٗ بِالْبُکَاءِ کَاَھَلَّ (۱۰)

۸۔ فتاویٰ عزیزی، بیان گاؤ سید احمد کبیر (مطبع مجتبائی، دہلی) جلد ا ص ۴۳

۹۔ بخاری شریف عربی (مجتبائی دہلی)، جلد اول، ص ۳۱۱

۱۰۔ القاموس المحیط، باب اللام، فصل الہاء (مطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر)، جلد ۴ ص ۷۱

''منتہی الادب'' میں ہے:

اہلال برآمدن ماہِ نو و بآواز گریستن کودک و برداشتن تلبیہ جز آں آواز را۔ وَ مِنْہُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾، اَیْ نُوْدِیَ عَلَیْہِ لِغَیْرِ اسْمِ اللّٰہِ (۱۱)

ان تصریحات میں اندرونی نیت و نامزدگی کی کہاں گنجائش ہے؟ اسی وجہ سے تمام تفاسیر قدیمہ میں جن پر اعتماد ہے لفظ ''اِھلال'' کی تشریح بالاتفاق ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِکْرِ اللّٰہِ'' کے ساتھ کی گئی ہے جس کا اعتراف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک کو ہے لیکن باوصف اس کے وہ ''اِھلال'' کی بجائے نیت و نامزدگی کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم میں بجائے نیت، لفظ ''اِھلال'' وارد ہونے کے متعلق اپنے ''فتاویٰ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا مَا وَقَعَ فِی الْبَیْضَاوِیِّ وَ غَیْرِہٖ مِنَ التَّفَاسِیْرِ اَنَّھُمْ قَالُوْا ﴿وَ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ اَیْ مَا رُفِعَ الصَّوْتُ بِہٖ عِنْدَ ذَبْحِہٖ لِلصَّنَمِ فَمَبْنِیٌّ عَلٰی مَا جَرَتْ عَادَۃُ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ کَانُوْا مُخْلِصِیْنَ فِی الْکُفْرِ وَ کَانُوْا اِذَا قَصَدُوا التَّقَرُّبَ بِذَبْحِ بِھِیْمَۃٍ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ ذَکَرُوْا عَلَیْھَا عِنْدَ الذَّبْحِ اِسْمَ ذٰلِکَ الْغَیْرِ بِخِلَافِ مُشْرِکِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّھُمْ یَخْلِطُوْنَ بَیْنَ الْکُفْرِ وَ الْاِسْلَامِ فَیَقْصُدُوْنَ التَّقَرُّبَ بِالذَّبْحِ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ وَ یَذْکُرُوْنَ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا وَقْتَ الذَّبْحِ فَالْاَوَّلُ کُفْرٌ صُوْرَتُہٗ صُوْرَۃُ الْاِسْلَامِ وَ مَا کَانُوْا یَعْتَقِدُوْنَ اَنْ لَّا طَرِیْقَ لِلذَّبْحِ اِلَّا ھٰذَا سَوَاءٌ کَانَ لِلّٰہِ اَوْ لِغَیْرِ اللّٰہِ (۱۲)

۱۱۔ منتہی الادب، باب الہا، فصل اللام (مطبعۃ اسلامیہ، لاہور) جلد ۴ ص ۳۸۱

۱۲۔ فتاویٰ عزیزی، (مجتبائی دہلی)، ج ا ص ۳

مطلب یہ کہ کلامِ حق تعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ ذبیحہ بھی حرام ہے کہ جس میں غیر اللہ کی نیت یا نذر ہو لیکن ایسا عام لفظ کہ جو اس کو بھی شامل ہوتا اس وجہ سے نہ لایا گیا کہ قدیم مشرکین کا طریقِ ذبح مخصوص و مخلصانہ تھا، ایسی کوئی صورت ہویدا (ظاہر) نہیں ہوئی تھی کہ دل میں نیت غیر اللہ کی اور زبان پر ذکر اللہ کا۔ ورنہ پھر لفظ عام ارشاد فرمادیا جاتا، حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ خدائے علیم وبصیر کے نزدیک حاضر و غائب و ماضی و استقبال سب ایک ہے، وہ کسی زمانہ کے مخصوص طریق پر اپنے کلام کو تنگ نہیں کرسکتا، اس نے جب قمار (جوئے) کی صورتیں ہویدا (ظاہر) ہو رہی ہیں وہ بھی اس کے مفہوم عام میں شامل ہیں، اسی طرح قیامت تک جتنی صورتیں پیدا ہوں گی وہ بھی اس مفہوم عام کے دائرہ سے نہیں نکلیں گی، قمار کہ اگر کسی مخصوص صورت پر حکمِ حُرمت ثابت ہوتا تو وہی حرام ہوتی یا کم از کم دوسری جدید صورتوں میں شک واقع ہوجاتا۔ علاوہ ازیں ہم اس کے پابند ہیں کہ النصوص تحمل علی ظواھرھا، اتباع الفاظِ نص کی چاہئے، نہ یہ کہ کسی (مخترع) کے منشاء کے تابع نص کو کردیا جائے یوں ہوتو پھر مُلحِدین و زنادقہ کے تصرُّفات کا باب کُھل سکتا ہے کہ وہ ہر ایک نص میں ایک سبب یا منشاء قائم کر کے الفاظِ نص میں عموم یا خصوص پیدا کرنے لگیں، یہی وجہ ہے کہ فقہاءکرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لفظ ''اہلال'' کے لغوی معنیٰ (کہ اسی کا اعتبار ہے) سے سرمُو تجاوز نہیں کیا اور اس قسم کی رکیک (کمزور) تاویلات سے ان کا دامن پاک رہا اور اس لفظ کے ماتحت انہوں نے جزئیات قائم کئے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے اس کے متعلق نہایت عجیب تحقیق کی، چنانچہ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں لکھا:

> اکثر مفسرین نے ''اُھِلَّ'' کی تفسیر ذبح علیٰ اسم غیر اللہ کی ہے، معلوم ہوا کہ وہی جانور مُردار ہے جس کو بجائے بسم اللہ، غیر اللہ کا نام لے کر

> ذبح کیا ہو، جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ مطلق کہا جائے گا کہ حرام کا ایک فرد یہ بھی ہے، چونکہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کردی گئی، غایۃ ما فی الباب یہ تفسیر مذکور دوسرے فرد سے ساکت رہے گی، سواس میں کچھ ضرر نہیں جب کہ اور دلائل حُرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں۔(۱۳)

اُن کے ارشاد کا یہ جملہ ''ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں'' خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے، تصریحات بالا سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ اہلال کے معنی لغۃً ہرگز مطلق نامزد کردینے کے نہیں ہیں اور اگر یہ مسلّم بھی ہو تو پھر دوسرا فرد بھی لغۃً آیت کے تحت میں آگیا، اس سے سکوت کا کیا مطلب؟ جو حضرات کہ الفاظِ نص سے تجاوز کرجاتے ہیں اُن کی قیاس آرائیاں بھی عجیب ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اندرونی نیت کی بناء پر ذبیحہ کو حرام ارشاد فرما کر (جو ہنوز ذبح بھی نہیں ہوئے اور اس وجہ سے اس کو ذبیحہ کہنا بھی مجاز ہے) اپنے ''فتاویٰ'' اور ''تفسیر'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ہرگاہ این خُبث دروے سرایت کرد، دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود، مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا ذبوح شوند حلال نمی گردند

اس تصریح سے حضرت شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے ذبیحہ کی حُرمت پر (کہ جن میں نیت غیر اللہ کی ہو اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کردیا جائے) یہ شُبہ کرے کہ اللہ کے نام کے ذکر کردینے کا بھی تو اثر ہونا چاہئے گو کہ نیت فاسد ہی تو اس کو اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ وہ مثل سگ وخُوک (کتے وخنزیر) کے ہوگیا جس طرح

۱۳۔ تفسیر بیان القرآن، مجتبائی دہلی، جلد اول، ص ۸۷

انہیں نامِ خدا کا ذکر ان کی حلّت کا موجب نہیں اسی طرح یہ ذبیحہ، قبل ذبح حُرمت کے حیثیت سے کُوک وسگ (یعنی خنزیر اور کتے) کے افراد میں شامل ہو گیا، گو کہ اس کی صورت بکری یا گائے کی ہے اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کر دے گا۔ اب اس قسم کے حرام ذبیحوں اور اکلِ حرام سے بچنا قیامت ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۱۴)

اور اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوگا؟ اور اگر وارث کی لاعلمی پر یہ حلال ہو سکتا ہے تو پھر اندرونی نیت ونذر کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہونے چاہئیں جن کی حُرمت کا فتویٰ ان حضرات نے دیا ہے اور نیت ونذر کو کالعدم قرار دینا چاہئے جیسا کہ فقہاءِ کرام اور جمہور علماء نے کیا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے جب دیکھا کہ عام طور پر فقہاء نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الذَّبْحِ (۱۵)

جیسا کہ ''شامی'' و ''بحر الرائق'' وغیرہ میں مذکور ہے پہلی نیت (اگر اس کو داخل بھی ہے تو وہ) دوسری نیت سے منسوخ ہو سکتی ہے تو حضرت شاہ صاحب کی جس کی تجویز میں یہ ترمیم کرتے ہیں:

البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر توبہ کے بعد پھر اس سے منحرف ہو جائے تو وہ پھر حرام ہو جائے گا، اور ایک حلال بکرا نیتوں کی گوناگوں تبدیل (تبدیلیوں) سے صدہا بار سگ و خنزیر ہو کر بدستور پھر حلال بکرا بن سکتا ہے، دیکھئے! نص سے ادنیٰ تجاوز کرنے سے کیا کیا

۱۴۔ تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ۲۲/۷۸

۱۵۔ ردالمحتار، کتاب الذبائح (مطبع مصطفیٰ البابی، مصر) ۵/۲۱۷

بوالعجب صورتیں پیدا ہو رہی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ فقہاءِ کرام نص کی پابندی کرتے ہوئے اندرونی نیت کا اعتبار نہیں کرتے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نیت قابلِ اعتبار نہیں اس کا قبل الذبح اشتہار بھی سودمند نہیں۔

البتہ اگر عند الذبح اس کا اظہار ہو جائے تو اس کا فقہاءِ کرام اعتبار کرتے ہیں لیکن بغیر اعلان و اظہار وہ نیت کو کالعدم ٹھہراتے ہیں، اور قبلِ الذبح تو اعلان و اظہار کا بھی اعتبار نہیں کرتے، دیکھئے یہ حکم کس قدر معقول ومؤید بالدرایت ہے کہ ذبح کے پیشتر حلال جانور حلال ہی ہوتا ہے سگ وخنزیر نہیں بنتا، نہ خیالات کی تبدیلی سے جون بدلتا ہے، جو کچھ اس کا حلّت وحُرمت ہوگی وہ ذبح کے وقت ہوگی، پس وہ حلّت وحُرمت کا مدار عند الذبح پر رکھتے ہیں نہ کہ امر باطن پر اور اس میں جو غیر محدود مصالح ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا، اور اس کے خلاف میں جس قدر مفاسد ہیں وہ بھی حد وحصر وشمار سے خارج ہیں۔

فقہاءِ کرام کا یہ مسلک اس پر مبنی ہے کہ ''مَدَارُ الْاَحْكَامِ عَلَى الظَّاهِرِ'' (احکام کا دار و مدار ظاہر پر ہے) البتہ ظاہر میں وسعت دیتے ہیں خواہ قول ہو یا فعل، اُن کے نزدیک ذبیحۂ حرام کی کُل دو صورتیں ہیں اور جن کی تصریح نص قرآنی میں آ چکی ہے۔

اول: ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾

ثانی: ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾، یعنی جو جانور بتوں کے نزدیک ذبح کیا جاوے۔

پہلی صورت میں قول ہے اور دوسری میں فعل، یعنی ایسا فعل جو اپنی بناوٹ کذائیہ سے غیر اللہ کی تعظیم کا منظر پیش کر رہا ہو، اس صورت میں فقہاء نیت تو کیا قول تک کا اعتبار نہیں کرتے کہ فعل کا درجہ قول سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

بتوں کے سامنے جانور ذبح کرنا ایسا فعل ہے جس سے بتوں کی بغایت تعظیم سمجھی

جاتی ہے اور یہی غایت تعظیم شرع میں عبادت قرار دی گئی ہے، پس جب کہ صراحۃً بتوں کی عبادت کا منظر سامنے آ گیا تو اب دل میں اللہ کے لئے عبادت کی نیت کرنا یا اس کی نذر کرنا حتی کہ زبان تک سے اللہ کا نام لینا اس منظرِ شنیع کا کیا تدارک کرسکتا ہے؟ وحدہٗ لا شریک لہٗ کہ انہوں نے اپنے فعل وکردار سے توہین کردی، محض نیت وذکر سے اس نقصان کا کیا جبر ہوسکتا ہے بلکہ ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی نیت اور اس کا ذکر خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک مذاق ہے اور اس کا درجہ بُت سے بھی پست کرتا ہے کہ فعل کا (جو ظاہر ومحسوس ہے) تعلق بُت کے ساتھ اور اندرونی نیت ومحض زبانی جمع خرچ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، یہ بات کسی طرح شایانِ شان معبودِ حقیقی نہیں ہے۔

ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حرام قرار پائے گا، جس کے متعلق عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے اور نص بھی صراحۃً پورے اطلاق کے ساتھ وارد ہوگئی ہے، ایسا منظر جہاں متحقق ہوگا فقہاء کرام حُرمت ذبیحہ کا حکم صادر فرمادیں گے اور اُسی پورے اطلاق کے ساتھ کہ جس طرح نص میں ہے۔

﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ عام ہے اس سے کہ اس پر نامِ خدا ذکر کیا گیا ہو یا نہ ذکر کیا گیا ہو اس کا حکمِ نصِ قرآنی میں یہ ہے کہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی ایسی ذبیحہ حرام ہے۔

فقہاء کرام بھی نص کی اتباع کرتے ہوئے اسی کے قائل ہیں اور اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں نامِ خدا بھی اگر ذکر کردیا جائے تو ذبیحہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ فعل سے ایسا منظر پیشِ نظر ہوجاوے جو ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کا صحیح مِصداق ہو۔

فقہاء کرام کے نزدیک صنم (بُت) کا انحصار سنگ کی مخصوص صورتوں میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک غیر اللہ جس کی تعظیم وپرستش اللہ تعالیٰ کی طرح کی جائے وہ ان کے

نزدیک صنم ونُصب کا مِصداق ہے خواہ وہ کوئی ہو، کوئی بادشاہ (۱۶) وامیر ہو یا کوئی قبر ہو، وہ کسی کا استثناء نہیں کرتے، بناءً علیہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ ذبائح حرام ہیں جو قبور کے سامنے ذبح کئے جاویں (۱۷)، نہ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی اندورنی نیت فاسد ہے، یا فاسد نیت کا پہلے اشتہار ہوا بلکہ اس وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں کہ یہ فعل مشرکین کے افعال کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے اور اس فعل سے بداہۃً تعظیم قبر سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر ذابحین (ذبح کرنے والوں) کی نیت نیک بھی ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ذبح کریں اور ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذکر کردیں، تب بھی فقہاء کرام اس ذبیحہ کو حرام قرار دیں گے، ذبیحہ کی حلّت وحرمت میں اگر محض نیت کو دخل ہوتا تو وہ ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے، حالانکہ تمام فقہی کتابیں ایسے ذبیحہ کی حُرمت کا فیصلہ کررہی ہیں جیسا کہ ''درمختار'' وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ ایسا ذبیحہ عند الذابح خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے پر بھی حرام ہی ہوگا، اندرونی نیت تو بجائے خود رہی، خود محرّمینِ ذبیحۂ حلال (۱۸) بھی اس ذبیحہ کو حلال نہیں کہتے اگرچہ نیت، صالح اور نیک ہو اور خاص خدائے تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

پس جب کہ نیت کا یہ حضرات بھی اعتبار نہیں کرتے اور محض قبر پر ذبح ہونے کو علّتِ حُرمت قرار دیتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ محض اپنے عقلی قیاس کی بنا پر نیت و نامزدگی کو دخل دے کر ذبیحۂ حلال کو حرام گردانیں۔

۱۶۔ جہاں ان کی عبادت مروّج ہو یا جو قوم ان کی عبادت کرتی ہو اور اس میں معروف ہو۔۱۲

۱۷۔ بشرطیکہ وہاں علاقہ میں یا ذابحین میں قبروں کی عبادت مروّج ہو ان صورتوں کے بغیر یہ فعل ظاہر منظر پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بداہۃً متحقق ہوسکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ ذبح سے قبل تقرّب لغیر اللہ کے پائے جانے سے ارتداد متحقق ہو جاتا ہے۔۱۲ محمد عبد القیوم قادری ہزاروی

۱۸۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اصل یہ ہے کہ بعض افعال، بغیر لحاظِ نیت ایسے ہیں کہ ان کو شرعِ مطہر نے علامتِ تکذیب و انکار قرار دیا ہے جب ان افعال کا صدور ہو جائے گا حکم انکار و تکذیب صادر کر دیا جائے گا گو کہ دل میں حقیقۃً انکار و تکذیب بلکہ شرک سے آلودگی تک نہ ہو، ''شرح عقائد نسفی'' میں ہے:

فَلَوْ حَصَلَ هٰذَا الْمَعْنٰى (اَىِ التَّصْدِيْقُ الْقَلْبِىُّ) لِبَعْضِ الْكُفَّارِ كَانَ اِطْلَاقُ اِسْمِ الْكَافِرِ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اَمَارَاتِ التَّكْذِيْبِ وَ الْاِنْكَارِ كَمَا لَوْ فَرَضْنَا اَنَّ اَحَدًا صَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَقَرَّ بِهٖ وَ عَمِلَ بِهٖ وَ مَعَ ذٰلِكَ شَدَّ الزُّنَّارَ بِالْاِخْتِيَارِ اَوْ سَجَدَ لِلصَّنَمِ بِالْاِخْتِيَارِ نَجْعَلُهٗ كَافِرًا لِمَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَعَلَ ذٰلِكَ عَلَامَةَ التَّكْذِيْبِ وَ الْاِنْكَارِ (۱۹)

(ترجمہ) اگر یہ ''ایمان'' قلبی تصدیق بعض کافروں کو حاصل ہو جائے تو کافر کا اطلاق اس پر اس وجہ سے ہوگا کہ تکذیب و انکار کے علامات اس میں پائے جاتے ہیں، مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص نے اُن تمام اُمور کی تصدیق کی جو حضور اکرم ﷺ لائے ہیں اور اُن کی تصدیق و اقرار کیا اور ان پر عامل بھی ہو اور باوصف اس کے اپنے اختیار سے زُنّار باندھا اور بُت کو سجدہ کیا تو ہم اس کو کافر قرار دیں گے کیونکہ نبی ﷺ نے ان اُمور کو تکذیب و انکار کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھئے! تصدیق قلبی اور نیت خالصہ صالحہ و اقرار لسان کوئی چیز ان میں سے اس کے مومن بنانے میں کارآمد نہ ہوئی جب کہ ایسا فعل وہ اختیار کیے ہوئے ہے کہ جو انکار و تکذیب کی علامت ہے۔

۱۹۔ شرح العقائد النسفیۃ، بحث الایمان (مطبع شوکت الاسلام، قندھار، افغانستان)، ص ۹۰

اسی طرح عین قدومِ امیر کے وقت جانوروں کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جو بداہۃً اس کی غایتِ تعظیم کا منظر سامنے پیش کر دیتا ہے، یہ ایسا ہے جیسے کسی رئیس کی آمد پر سلامی کی توپ داغنا، کہ اس قسم کے افعال سے رئیس کی تعظیم ہی سمجھی جائے گی خواہ نیت کچھ ہی ہو اور تاویل کچھ ہی پیش کی جائے کہ توپ چلانے سے مقصد کھیت گیدڑوں کا دفع کرنا تھا، اس قسم کی تاویلات جس طرح یہاں مفید و کارآمد نہیں ہیں، اسی طرح قدومِ امیر کے وقت عند الذبح خدا کا نام لینا تک اُس ذبیحہ کو حلال نہیں کر سکتا جب کہ ایسا فعل نمودار ہو گیا جو غایتِ تعظیم امیر پر دلالت کر رہا ہے، اسی منظرِ تعلیم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فقہائے کرام عام طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَوْ ذَبَحَ عِنْدَ قُدُوْمِ الْاَمِيْرِ

یہ کسی نے تحریر نہیں کیا کہ

لَوْ ذَبَحَ لِلْاَمِيْرِ

کیونکہ محض امیر کی خاطر جانور ذبح کرنا اور شئے ہے اور اس کے عین استقبال کے وقت اس کے سامنے دھڑا دھڑ جانوروں کو ذبح ہونا وہ منظر پیش کر دیتا ہے جو مشرکین بتوں کے سامنے کیا کرتے تھے، اس وجہ سے فقہاء نے اس صورت کو ''مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ'' کے افراد میں شمار کر کے علی الاطلاق حکمِ حرمت صادر فرمایا، یہاں سوال نیت کا نہیں ہے بلکہ یہاں مدنظر فعل ہے۔

مُحرّمین ذبیحۂ حلال (۲۰) کو یہ محسوس فعل نظر نہ آیا اور اس لئے انہوں نے حلّت و حُرمت ذبیحہ کے بارے میں نیت و نامزدگی اختراع فرمالی اور اس بنا پر غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانور کو حرام ارشاد فرما گئے، جس پر عند الذبح اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور فرمانے لگے کہ یہاں ذکر اللہ بھی مفید نہیں ہے، ہم کہتے ہیں یہاں آپ کی نیت صالح بھی مفید نہیں۔

صورت مسئولہ میں آپ کے زعم کے مطابق حلّتِ ذبیحہ میں نیت مؤثر تھی لیکن

۲۰۔ یعنی، ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

یہاں نیت بھی مؤثر نہیں ہے ورنہ صاف ارشاد فرما دیجئے کہ **ذبح علی القبور و ذبح عند قدوم الأمیر** کے وقت اگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہے، اور اگر ایسا ارشاد فرمانے میں اس وجہ سے تامل کریں کہ یہاں فعل نے نیت و ذکر سب کو کالعدم کر دیا ہے تو اس صورت نے آپ کے اس کلیہ کو بھی درہم برہم کر دیا ہے کہ:

مدارِ حلّ و حُرمتِ ذبیحہ بر قصد و نیتِ ذابح است

(ترجمہ) ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے۔

باوصف اس کے یہ آپ حضرات کی معصومیت ہے کہ ''درمختار''، ملفوظات حضرت مُجدِّد الف ثانی وغیرہ سے ایسی تصریحات قلمبند فرما گئے جو بجائے آپ کے، اربابِ حق کو مفید ہو گئیں، جو کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مدار قول پر ہے اور بعض میں مدار فعل پر ہے اور اس وجہ سے ذبیحۂ مسئولہ حلال ہے۔

نہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس کے علاوہ اس صورت مفروضہ پر غور کیجئے کہ ایک شخص نے خالصاً اللہ تعالیٰ ایک جانور ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور عند الذبح سہواً غیر اللہ کا نام بلند آہنگی کے ساتھ نکل گیا، فرمائیے یہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو نیت کالعدم ہو گئی جو مُحرِّمین ذبیحۂ حلال (۲۱) کے نزدیک مدارِ حلّت و حُرمت تھی، دوسرے یہ کہ اہلال بمعنی نیت و نامزدگی نہ رہا بلکہ بمعنی رَفعُ الصَّوت رہ گیا جس کے فقہاءِ کرام اور اربابِ حق قائل تھے، اور اگر اس کو حلال ارشاد فرماتے ہو (دراں حالیکہ آپ حضرات کے سوا تمام اُمتِ محمدیہ کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق ہے) تو پھر جس طرح ذبیحۂ مسئولہ کو (جو حلال ہے) آپ نے حرام قرار دے دیا ہے اسی طرح ذبیحہ کو جو

۲۱۔ حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والوں۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

مصداق آیت کریمہ حرام ہے حلال قرار دے لیجئے تاکہ یہ حلّت آپ کی حُرمت کا کفارہ ہو جائے اور اگر آپ یہ ارشاد فرماویں کہ نیت صرف حرام کر سکتی ہے، حلّت میں اس کو دخل نہیں، تو پھر آپ کی یہ اصل غلط ہو جائے گی کہ ''مدارِ حلّ و حُرمتِ ذبیحہ قصد و نیت ذابح است'' اس قسم کی دشواریاں اُن کو پیش آتی ہیں جو جادۂ حق سے مُنحرف ہو جاتے ہیں۔

فقہاء کرام اور ان کے متبعین اربابِ حق کو کوئی مشکل درپیش نہیں، ان کے نزدیک ہر دو آیت کریمہ ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ دونوں عام و مطلق ہیں، ان ہر دو آیت کے ماتحت انہوں نے مدار قول و فعل پر رکھا ہے جب نیت کا آیت میں ذکر نہیں ہے تو وہ اس کا کیوں لحاظ کرتے؟ اور جب لحاظ نہیں ہے تو نیت کی مطابقت و عدمِ مطابقت کا سوال ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اب صرف واقعہ کی صورت حال باقی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں، اس قول و فعل کی تقسیم پر (کہ جو ہر دو آیت کی بناء پر ہے) تمام خلفشار دُور ہو جاتا ہے اور فقہاء کرام کی عبارات میں تناقض باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک دوسرا تناقض بھی اٹھ جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے نذر غیر اللہ کو حرام قرار دیا ہے ایسا کرنے والے کو ملعون تک لکھا ہے، ایسے فعل کو وہ شرک بھی لکھتے ہیں باوصف اس کے اس ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہوا اور لفظ ''اللہ'' سے مراد مسیح ہو، ان کے نزدیک وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جس میں مسلمان اللہ کا نام لینے والا محض آلۂ کار رہا ہو اور نیت و نذر کافر کی جس کی تصریحات گزر چکی ہیں، یہ کیا تناقض و خلط مبحث ہے؟ لیکن اس میں نہ درحقیقت خلط مبحث ہے نہ تناقض۔ البتہ مُحرِّمین ذبیحۂ حلال نے ضرور خلط مبحث کیا ہے اور تناقض ان کے فہم کی بناء پر ہے نہ کہ واقع میں۔

فقہاء کرام فقہاء ہیں وہ فعل اور عین میں فرق کرتے ہیں، ذبح اور ذبیحہ کو ایک نہیں سمجھتے، ذبح ذابح کا فعل ہے، ذبیحہ ذابح کا فعل نہیں ہے، بلکہ وہ ایک عین قائم

بالذّات ہے، ان کے نزدیک ذبیحہ کی حِلّت وحُرمت اور چیز ہے اور خود ذابح کا فعل غیر اللہ یا اللہ کے لئے ذبح یا نذر للہ یا لغیر اللہ دوسری شئے ہے۔

جب ذابح کے فعل سے بحث کریں گے تو اسی کے متعلق احکام ذکر کریں گے اور ذبیحہ کی حِلّت وحُرمت یا اس کے اَکل (کھانے) کی حِلّت وحُرمت کو نظر انداز کر دیں گے، اسی طرح جب حِلّت وحُرمتِ ذبیحہ پر قلم اٹھائیں گے تو ان کے پیشِ نظر صرف ذبیحہ ہوگا، فعل ذابح قلم انداز کر دیں گے، اس مقام پر عام طور پر الفاظ ''یؤکل'' اور ''لا یؤکل'' ذکر کرتے ہیں، تاکہ یہ ذہن نشین ہو جائے کہ یہاں مقصد اکلِ ذبیحہ اور عدم اکلِ ذبیحہ ہے، فعلِ ذابح سے بحث نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کریں گے، یا ایک کو قصدی طور پر اور دوسرے کو ضمنی طریق سے ادا کریں گے لیکن دونوں کے احکام میں خلطِ مبحث نہیں کریں گے اور نہ ایک کا حکم دوسرے کو دیں گے۔

ان کی یہ عادت تمام مسائل میں ہے، ایک مسئلہ فقہیہ سے یہ بات ذہن نشین ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے شخص کی کوئی قیمتی شئے غصب کر لی اور بجائے اس شئے کے واپس کرنے کے اس کی قیمت ادا کر دی تو فقہاءِ کرام یہ حکم صادر کرتے ہیں کہ غاصب قیمت ادا کرنے کے بعد شئے کا مالک ہو جائے گا ان کے اس فیصلہ میں نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص دونوں چیزوں (۱) شئے، (۲) قیمتِ شئے، کا مالک نہیں ہو سکتا جب مَغْصُوْب مِنْہُ سے شئے کی قیمت لے لی تو بالضرورۃ شئے اس کی ملک سے نکل کر غاصب کی مِلک میں آ جانا چاہئے، ورنہ پھر مَغْصُوْب مِنْہ عوض ومعوض عنہ دونوں کا مالک ہو جائے گا، اس صورت میں عوض، عوض رہے گا نہ قیمت، قیمت قرار پائے گی۔

ان کے اس فیصلہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ غصب کو جائز مانتے ہیں، اُن کے نزدیک غصب بالکل ناجائز وحرام ہے لیکن جب کسی نے یہ ناجائز فعل اختیار کر لیا اور قیمت دے دی اور مَغْصُوْب مِنْہُ نے قیمت وصول کر لی تو اس کا حکم بیان کرنا ضروری

ہے، غصب کے ناجائز ہونے سے غاصب کا تملک ناجائز نہیں ہو سکتا، غصب کی سزا کا وہ ضرور مستحق ہے لیکن شئے کا وہ مالک ہو گیا جب کہ سابق مالک نے اس کی قیمت لے لی، نکاحِ فاسد، فاسد وحرام ہے لیکن......اولاد کا نسب صحیح وثابت مانا جائے گا۔

نماز، دارِ مغضوبہ میں اگر پورے ارکان کا لحاظ کر کے ادا کی گئی ہے تو وہ صحیح و درست ہے، اس کی قضا واجب نہیں لیکن ملکِ غیر کو اتنے وقت تک بغیر اس کی اجازت کے اپنے تصرّف میں رکھنا سراسر ناجائز ہے۔

پس اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ نذر غیر اللہ ناجائز حرام بلکہ شرک ہو لیکن ذبیحہ حلال ہو، اسی طرح ذابح کافر ومشرک ہو لیکن ذبیحہ حلال طیب۔ ذبیحۂ اہلِ کتاب کو عام فقہاء حلال کہتے ہیں اور اس سے شاید مُحرّمین ذبیحۂ حلال کو بھی انکار نہ ہوگا حالانکہ ذابح کافر ہے، پس ذابح کے کفر اور مشرکانہ نیت کا اثر خود اس کی ذات پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔

یہ حضرات یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فعل ذابح جب کہ ناجائز حرام ہے تو ذبیحہ کو بھی ناجائز وحرام ہونا چاہئے، اسی وجہ سے ذبیحہ کی حُرمت کے سلسلہ میں نذر غیر اللہ اور تقرّب لغیر اللہ کی حُرمت کی تصریحات بے دلیل بے تکان نقل کرتے گئے ہیں حالانکہ ان افعال کو اربابِ حق بھی ناجائز وحرام بلکہ شرک کہتے ہیں، یہ درحقیقت ان حضرات کی سادہ لوحی وفقدانِ تمیز ہے ورنہ ایسا کون ہے جو تقرّب لغیر اللہ کو جائز قرار دیتا ہو۔

لطف یہ کہ سوال ذبیحہ کی حِلّت وحُرمت کے متعلق تھا اور یہ ذابح کے افعال کے متعلق جواب دے رہے ہیں، رسمِ افتاء سے بھی یہ حضرات ناواقف ہیں، ان کے نزدیک صحتِ افعال اور ان کی مقبولیت میں بھی فرق نہیں، ریاکاری کی نماز مقبول نہیں اس کو فقہاء وصوفیہ نے شرکِ خفی سے تعبیر کیا ہے، باوصف اس کے اگر ارکان پورے طور پر ادا کئے گئے ہیں تو نماز صحیح ہے اس کا اعادہ واجب نہیں، فقہاء صحتِ نماز کا حکم دیں گے اور اس کو واجب الاعادہ نہ کہیں گے، رہی اُس کی نماز کی قبولیت وہ امر آخر ہے اس سے

جب سوال ہوگا تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ایسی نماز مقبول نہیں۔

پس فعل ذبح کے مقبول ہونا یا مردود ہونا اور چیز ہے اور ذبیحہ کا قابلِ اَکل (۴۲) ہونا یا نہ ہونا شئ دیگر ہے، اسی طرح نیت کا اثر فعل ذبح پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر، نیت اگر مؤثر بھی ہوتی ہے تو افعال میں نہ کہ اعیان میں کہ زندہ بکری کو سگ وخُوک بنادے، قبیح نیت سے افعال میں ضرور قبح پیدا ہوجائے گا نہ یہ کہ حیوانات کے ''جون'' بدلنے میں اس کو دخل ہوگا۔

نیت کی اس تاثیر کو اربابِ حق مانتے ہیں لیکن ذبح میں نہ کہ ذبیحہ میں کہ یہ خلاف نص قرآنی ہے، مُحرمین ذبیحۂ حلال کے طور پر تو صرف خالص مسلم کا ذبیحہ حلال ہے جو ظاہراً اور باطناً مسلم ہو اور ذبح کے وقت نہیں بلکہ خریداری کے وقت اس کی نیت خالص بوجہہ الکریم ہو اور ذبح بالکل جائز ہو گویا ذبح، ذابح اور ذبیحہ حُسن وقبح وحُرمت میں متلازم ہیں اس طور پر کہ ذبائح اہلِ کتاب ومنافقین سب ناجائز ہوں گے، حالانکہ منافقین کے ذبائح عہد اقدس میں عام طور پر کھائے جاتے تھے اور اہلِ کتاب کے ذبائح کی حلّت کا انکار مُحرمین ذبیحۂ حلال کو بھی نہ ہوگا۔

اور جب یہاں تک تنزل اختیار کیا جاسکتا ہے تو محض ان عبارات کے لانے سے کیا فائدہ؟ جس میں تقرب لغیر اللہ کو شرک اور ایسے تقرب کرنے والے کو مرتد اور کافر قرار دیا گیا ہے، ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک وہ کافر ہے مرتد ہے (۴۳)، لیکن اس سے ذبیحہ کے اکل وعدم کا کوئی علم نہ ہوا اور نہ ان میں اس کی کوئی صراحت ہے۔

صرف فعل ذابح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، اب رہا مسئلۂ اکل (۴۴)، اس کا جواب تشریح طلب ہوگا کہ غیر اللہ کا نام عند الذبح لیا گیا ہے تو حرام۔ اور

۴۲۔ یعنی کھانے کے قابل ہونا۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۴۳۔ اگر ذبح کرنے والا مرتد ہو تو اللہ کے نام سے ذبح کرے تب بھی ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں رہا۔۱۲، محمد عبد القیوم قادری ہزاروی

۴۴۔ یعنی، کھانے کا مسئلہ۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اگر اللہ کا نام لیا ہے تو حلال۔ رہا ذابح کا ارتداد وکفر اور اس کے ذبح کی مقبولیت و مردودیت یہ امر آخر ہے، اس سے سوال قیامت میں ہوجائے گا۔

محتسب را درونِ خانہ چہ کار

اس سے معلوم ہوا کہ منطق وفلسفہ سے جاہل ہونا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ شریعتِ حقّہ سے واقفیت کمال ہے، اگر یہ کمال حاصل ہے تو اس قسم کی بدتمیزیاں ظاہر نہ ہوں گی لیکن اگر علمِ دین کی واقفیت نہیں ہے تو محض منطق وفلسفہ سے جاہل ہونا کیا کام دے سکتا ہے؟

یہ واضح رہے کہ جس طرح حرام ذبیحہ کو حلال قرار دینا قبیح وبُرا ہے، اسی طرح ذبیحۂ حلال کو محض اپنی رائے سے حرام قرار دینا بھی قبیح ہے۔

اہل سنت کا نشان
بقیع
AUGUST-2018
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 172

تصوف کے حقائق و معارف

عرفانِ حق

تصنیف

حکیم سیّد امین الدین احمد قادری خوشحالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799 Website : www.ishaateislam.net

تصوف کے حقائق و معارف

عرفانِ حق

تصنیف

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی

ناشر

جمعیت اشاعت اھلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	عرفانِ حق
تصنیف	:	حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ۔ اگست ۲۰۰۸ء
تعداد اشاعت	:	۲۸۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

پیشِ لفظ

زنادقہ صدیوں سے تصوف کے خلاف تقریر وتحریر میں مصروف ہیں دوسری طرف اہلِ حق علماء، خطباء، مصنفین، مؤلفین اپنے اپنے طور پر قرآن وسنت کی روشنی میں حق کا دفاع اور باطل کا دفیعہ کرتے رہے ہیں اور اہلِ تصوف اپنے کام میں مشغول رہے اس طرح اہل اسلام کی اصلاح کا سلسلہ جاری رہا، اور معاندین کی زیر افشانی سے مسلمانوں کی اکثریت محفوظ رہی لیکن جب سے پرنٹ میڈیا عام ہو پھر الیکٹرانک میڈیا آیا تو مخالفین حق نے باطل کی اشاعت کے لئے انہیں ذریعہ بنایا اس میڈیا کو جیسے جیسے رواج ملتا گیا ان کی سرگرمیاں بھی بڑھتی گئیں اور بعض عناصر کو حکومتی سرپرستی حاصل ہے اور اُن میں سے کچھ تو ایسے ملیں گے کہ جن سے پوچھا جائے کہ حق کیا ہے تو وہ کہیں گے جو ہم کہیں، اور پوچھا جائے کہ قرآن کی تفسیر کونسی درست ہے وہ جو جواب دیں گے جو میں کروں، حدیث کی کونسی معتبر ہے تو جواب ہوگا کہ جسے میں کوڈ کروں، احادیث کی شرح کونسی دیکھنی چاہیے تو مشورہ ہوگا جو شرح میں کروں، مذہب کونسا درست ہے تو جواب ہوگا کہ میرا، اور ایسے لوگ حق اور اہلِ حق کے خلاف زہر اگلتے ہوئے ذرہ برابر جھجکتے تک نہیں اور میڈیا والے بھی شاید انہی کے گروہ کے ہیں اگر نہیں تو جاہل مطلق ہیں اگر یہ بھی نہیں تو انہیں اپنے اپنے چینلز چلانے سے غرض ہے، یہ نہیں دیکھتے کہ وہ قوم کو گمراہی کے منہ میں دھکیلنے کا التزام کر رہے ہیں اور کتنے لوگ اُن کے اس فعل سے کتنے لوگوں کی دنیا و آخرت برباد ہو رہی ہے۔ پوری قوم میں ایسا اعتقادی مرض پھیلانے کا کام کر رہے ہیں کہ جس کا کوئی علاج نہیں۔

بہر حال اس میڈیا سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا معلوم کرنا ہم جیسے لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے ایک عام رائے جسے لوگ خصوصاً اس کے مداح فخریہ طور پر بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ تعداد لاکھوں سے متجاوز اور کروڑوں میں داخل ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کے خلاف بولنے والا بیک وقت کروڑوں مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے اور اس چینل کے مالکان، عہدیداران اور معاونین اس کا التزام کر رہے ہیں۔

تو اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جو شخص جس سطح جس مقام، جس عہدے، جس مرتبے

پر ہے جتنی اس کی وسعت ہے وہ اہل باطل کے باطل نظریات کا ابطال کرے اور حق لوگوں کے سامنے پیش کرے، اگر ایسا نہ کیا تو پھر بہت دیر ہو جائے گی، اپنی اکثریت پر فخر کرنے والی قوم اپنی اقلیت پر روئے گی مگر حاصل کچھ نہیں ہوگا اور لوگوں کو چاہئے اہل حق جن کے بارے میں کہہ دیں کہ یہ شخص گمراہ ہے تو اس کی تقریر سننا اور ان کی تحریر پڑھنا چھوڑ دیں، یہ نہ سوچیں ہم صرف سنتے ہیں یا ہر صرف پڑھتے ہیں، عمل تھوڑی کرتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ بڑے مکار، فریب کار، لفاظ اور دھوکہ باز ہوتے ہیں کہ ان کے فریب کا ادراک کرنا اچھے اچھوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اور یہ تو عوام ہیں اور گمراہ کرنے کے لئے وہ نام قرآن وسنت کا لیتے ہیں، بات اپنی کرتے ہیں، آیتیں قرآن کریم کی پڑھتے ہیں ترجمہ وتشریح اپنی طرف سے کرتے ہیں، مطالیب ومفاہیم ان کے اپنے ہوتے ہیں، اب مفہوم غلط ہے یا صحیح، مطلب درست ہے یا نہیں اس کا فیصلہ عوام بیچارے کیا کریں گے، اور پھر جو بات کانوں پر پڑتی ہے وہ کبھی دل پر بھی اثر کر جاتی ہے اور جیسے کوئی شخص اپنا بچہ ایسے ادارے یا ایسے شخص کے پاس تعلیم وتربیت کے لئے بھیج دیتا ہے ہم کہتے ہیں کہ بھائی یہ شخص صحیح نہیں یا یہ لوگ درست عقائد کے حامل نہیں اپنے بچے کو ان سے دور کرو تو وہ کہتا ہے حضرت ہمارا بچہ تو صرف قرآن کریم ناظرہ یا حفظ کے لئے جاتا ہے وہ ایسے کیا گمراہ کرے گا اور اس کے عقائد کیا خراب کرے گا، ابھی کچھ عرصہ ہی گزرتا ہے وہ روتا ہوا آتا ہے کہ ہمارا بچہ کہتا ہے یا رسول اللہ کہنا غلط ہے، یہ کہتا ہے ایصال ثواب بدعت ہے یا اذان سے قبل درود وسلام پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے، الغرض وہ بچہ اپنے معلم کے نظریات کو قبول کر لیتا ہے، تو گمراہ کن بات سننا یا پڑھنا یقیناً مضر ہے اس سے بچنا اپنے ایمان کو بچانے کے لئے ضروری ہے۔

اور آج کل تصوف کے بارے میں عوام میں ایک فاسد خیال، غلط نظریہ جنم لے رہا ہے اس کا سبب چند لوگوں کا میڈیا پر تصوف کے خلاف بولنا، اس کی غلط تشریح کرنا، اسے بے فائدہ ثابت کرنا ہے، آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ علم دین سے بے بہرہ یا حق سے دور متاثرین مغربی نظریات نے چند روز تک میڈیا پر ”حدود شرعیہ“ میں کلام کرنا شروع کیا تو عوام میں کس قسم کی باتیں دیتی تھیں کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ، اور کوئی تو قرآن کریم میں صراحتاً کے بیان شدہ حدود کا برملا انکار کرتا سنائی دیتا۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ابتدائیہ

تصوف تلاشِ حقیقت کے عمل کا نام ہے،علم باطن تصوف کی بنیاد ہے اور عشق ومحبت اورحصولِ رضائے الٰہی اس کا اصل مدعا،علم وعمل،عرفانِ ذات اور خودآگہی کے ذریعے حقیقت کو پہنچنا تصوف کی معراج ہے،مولانا روم فرماتے ہیں:

شریعت ہمچوں شمع است کہ راہ مے نماید، چوں درراہ آمدی رفتنِ تو
طریقت است وچوں بہ مقصود سیدی آں حقیقت است

بعض حضرات کا خیال ہے کہ صرف اوامر ونواہی شریعت کا پابند ہونا تصفیۂ قلب اور تزکیہ نفس کے لئے کافی ہے اور کسی شیخ کامل کی صحبت کی ضرورت نہیں،صوفیہ کرام رحمہم اللہ کا بھی انکار کرنے والا ہر ایک زمانہ میں موجود رہے ہیں، چنانچہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ جیسے محدث نے بڑے زورشور سے بڑے بڑے اکابر اہل عرفان حق کہ جنید وشبلی رحمہا اللہ جیسے آئمہ طریقت کی ان الفاظ میں تردید کی کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان صوفیہ نے شریعت کی بساط کو لپیٹ دیا ہے،کاش یہ لوگ طریقہ صوفیہ کی پیروی نہ کرتے۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے دیباچہ لواقح الانوار میں لکھا ہے کہ گروہ صوفیہ کے خلاف ہر زمانہ میں برابر صف آرائی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام پر ان لوگوں کی ترقی اوررسائی ہوجاتی ہے، عامۂ عقول اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے مگر یہ لوگ اُن منکرین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے علوم ہرگز شریعت سے باہر نہیں ہیں۔اور یہ ہوبھی کیسے سکتا ہے چونکہ شریعت ہی تو اُن کے لئے وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی طریقِ شریعت سے علیحدہ نہیں ہوسکتے چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف کا علم کتاب وسنت کے ساتھ مضبوط کیا

گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا قاعدہ تھا کہ فقہ کے دقیق سے دقیق مسائل کو بغرض استفسار شیخ وقت ابوحمزہ بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا کرتے اور شیخ کے جوابات کے پورا پورا اطمینان حاصل کرتے تھے۔

امام ابوالعباس بن شریح جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد مصاحبت وگفتگو کے فرمانے لگے کہ اس شخص کا کلام نہایت دقیق ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں البتہ اس میں ایک غیرمعمولی حشمت وشوکت بھی مضمر ہے جو کسی جھوٹے مدعی کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔

محدث ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حیض کے متعلق چند ایک دقیق سوالات میں آپ کا امتحان لیا تو آپ نے ساٹھ ایسے مسائل کا اضافہ کیا جن کی نسبت ابوعمران کا بیان ہے کہ انہیں پہلے ہرگز علم نہ تھا۔

شیخ عزالدین محدث رحمۃ اللہ علیہ جو مشاہیر علماء میں سے ہیں قبل ازمصاحبت مشائخ کرام نہایت اصرار وتعصب سے کہا کرتے کہ یہ کیا بدعات ہیں جو اس فرقۂ صوفیا نے پھیلائی ہیں۔بھلا کتاب وسنت کی پیروی کے علاوہ کوئی اور بھی طریقہ ہوسکتا ہے مگر جب ایک موقعہ پر دمیاط (مصر) میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء مثلاً شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور شیخ مکین الدین محدث کی مجلس میں آپ کو حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تصوف کی بعض عبارات پر گفتگو ہونے لگی اتنے میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے چونکہ آپ مشائخ وقت میں سے تھے سب نے استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمایئے،آپ نے جواب دیا کہ اس قدر ماہرین کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے مگر بار بار کے اصرار پر آپ نے ان مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عزالدین بلااختیار پکار اٹھے:سنو!سنو!یہ کلام تو الہامی معلوم ہوتا ہے اوراس سے حقانیت کے انوار چمکتے نظر آتے ہیں۔

کتاب طبقات (شعرانی) میں ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخرالدین رازی،صاحبِ تفسیر کبیر کو ایک رسالہ ارسال کیا جس میں انہوں نے امام کے علم و

فضل کے مرتبہ کو تسلیم کر کے انہیں بعض علوم میں بے خبر ثابت کیا اور کہا " میرے بھائی خدا تمہیں توفیق دے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حقیقت کے نزدیک کامل العلم نہیں ہوتا جب تک وہ منقولات و معقولات کی اصطلاح پرستی سے آگے نہ نکل جائے چونکہ جو شخص محض تقلیدی طور پر اپنے اساتذہ کے علم تک محدود رہتا ہے اور جزئیات کی چھان بین میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر دیتا ہے وہ مقصودِ اصلی یعنی حصولِ رضا رضاء الٰہی سے ہٹ جاتا ہے۔

عزیز من اگر تو کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقتِ شریعت سے آگاہ ہو تو وہ تجھے بہت جلد شہودِ حق کے مرتبہ تک پہنچا دے گا جس سے تجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے علوم حقیقت عطا ہونے لگیں گے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ تو وہ علم حاصل کر جس سے تیری ذات کو کمالِ حقیقی حاصل ہو اور جو مرنے کے بعد تیرے ساتھ ہو اور یاد رکھو کہ اصلی علوم وہی ہیں جو وہبی طور پر اور بطور مشاہدہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف علم کے تمام رموز سے واقف ہوتا ہے، وہ اسرار الٰہی کے حقائق اور دقائق کو آشکارا کرتا ہے، عارفِ عشقِ الٰہی میں کھو جاتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے اور جاگتے اُسی کی قدرتِ کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے، عارف پر جب حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا عالمِ ملکوت میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ مقربین پر اس کی نظر پڑتی ہے۔

ہمارے سلسلۂ طریقت کے مورث اعلیٰ قطب العالم، بدر الملت والدین فخر العارفین حضرت مولانا عبدالحی چاٹگامی قدس سرہ العزیز کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب ایم اے اور ڈپٹی صالح احمد صاحب آپ کے یہ دونوں مرید دربارِ عالی کے لئے روانہ ہوئے، کشتی میں ڈپٹی مستفیض میاں نے فرمایا حضرت کا تبحرِ علمی بے پایاں ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے کونسا علم ہے جس پر گفتگو نہیں فرما سکتے، تمام علوم اور علوم کے دقائق ہمارے حضرت کے سامنے ایسے ہیں جیسے کوئی بہتا ہوا پانی۔ ڈپٹی صالح احمد صاحب نے کہا یہ درست ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ بے شک علومِ قدیمہ خصوصاً علومِ اسلامیہ ودینیہ میں

آپ کا تبحر اور تفوق ایک حقیقت مسلمہ ہے لیکن سائنس جو زمانۂ حال کے علوم جدیدہ سے ہے اس کے بارہ میں آج تک کچھ نہیں سنا گیا، ڈپٹی مستفیض خان صاحب خاموش ہو گئے۔

جب یہ دونوں انگریزی تعلیم یافتہ جوانانِ صالح حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے صرف ڈپٹی صالح احمد صاحب کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا میاں صالح احمد! آؤ آج کچھ سائنس کی بات چیت (راستہ کی یہ گفتگو صرف ان دونوں صاحبوں تک محدود تھی اور کسی کو اس گفتگو کا علم نہیں تھا) اس کے بعد آپ نے سائنس کے مسائل ہوا اور پانی سے ابتدا کر کے پھر جو سلسلۂ کلام شروع فرمایا تو یورپ کے جدید سائنس کے مہمات و معلومات اور انتہائی مشکل مسائل کو احاطۂ تقریر میں سمیٹ لیا اور سائنس کی معلومات و انکشافات جدیدہ پر ایک ایسی بسیط و جامع ومانع تقریر فرمائی کہ یہ معلوم ہوا کہ ایک بحرِ مواج ہے جس کی موجیں یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی آ رہی ہیں بہت دیر تک یہ سلسلۂ تقریر جاری رہا، یہاں تک کہ ظہر کے بعد سے اب نمازِ عصر کا وقت آ گیا، نمازِ عصر کے لئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مصلّے پر تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارے قلب میں خیالاتِ علمیہ موج در موج ایسے اٹھ رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے آؤ بس نمازِ عصر پڑھ لیں، اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عارف باللہ کو تمام علوم دینیہ و دنیویہ پر کامل قدرت اور دستگاہ حاصل ہوتی ہے۔

صاحبِ جامع الاصول لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک وصاف ہونے اور نماز جو حضورِ قلب اور خشوع وخضوع سے ادا کرنا جس کو حدیث جبرائیل میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس میں:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ

یعنی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا تو رب ذوالجلال کو دیکھ رہا ہے۔

کی طرف اشارہ ہے بغیر تربیت شیخِ کامل کے ممکن نہیں ہے چونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا واقف اور ان کا طریقۂ معالجہ کی مہارت رکھتا ہے یہ بات صرف امراض کا علم حاصل کر لینے اور کتابوں کے ذخائر پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اولیاءاللہ اپنے پیروکاروں کے قلب و دماغ اور رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں کہ ان کی نظروں سے ماسوئی اللہ معدوم ہو جاتا ہے اور وہ ہر لمحہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے اور مشاہدۂ حق میں مشغول رہتے ہیں۔

میری یہ تینوں تقاریر بعنوان (۱) تصوف چیست؟ (۲) شانِ اولیاء، اور (۳) جوازِ بیعت جن کے مجموعہ کا نام میں نے ''عرفانِ حق'' رکھا ہے ان کو پڑھنے، سمجھنے اور غور کرنے سے تصوف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اولیاء کی محبت، عظمت، علوِ مرتبت بالخصوص ضرورتِ بیعت کا احساس دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے۔ کھرے اور کھوٹے کا فرق، اصلی اور جعلی کا امتیاز، صحیح راہبر و مرشد کی پہچان اور شناخت کا طریقہ اور سلیقہ معلوم ہوتا ہے۔

نیز ان مضامین کا مطالعہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج گونا گوں مصائب و آلام اور پریشانیوں میں گھری ہوئی دنیا کے لے فلاح و نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی پابندی اور سنتِ رسول ﷺ کے اتباع کے ساتھ اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں جن کے بارے میں باری تعالیٰ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ

عارف رومی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

فیضِ حق اندر کمالِ اولیاء — نورِ حق اندر جمالِ اولیا
ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا — او نشیند در حضورِ اولیا
چوں شوی دوراز حضورِ اولیا — در حقیقت گشتۂ دو راز خدا

میری یہ تینوں تقاریر اپنے دادا پیر سلطان العارفین برہان الواصلین، سند الکاملین، شمع المقربین، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس مقدس کی محافل (منعقدہ بمقام چلہ گاہ شریف موضع بہار گڑھ، ضلع مظفر نگر یو۔پی، انڈیا) میں ہوئی تھیں۔

اُن محافل میں میرے پیر و مرشد بدر الاماثل، سید الافاضل بحر العلوم ظاہری و باطنی،

معدنِ کرم، فرید العصر، شمس العارفین، زینت السالکین مرشدی و مولائی حضرت قبلہ الحاج خواجہ صوفی محمد خوشحال شاہ صاحب مدظلہ العالی اور میرے سلسلہ طریقہ کے عم محترم پیشوائے واصلین، مقتدائے عاشقین واقفِ رازِ حقیقت، دانائے سرِ وحدت، آشنائے رموزِ معرفت حضرت قبلہ الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی بھی موجود تھے اور ان حضراتِ محترم نے ان تقاریر کو پسند فرمایا، اسی بناء پر ان تقاریر کو شائع کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

آخر میں بارگاہِ رب العزۃ میں دست بدعا ہوں کہ باری تعالیٰ مجھ عاصی، ہیچ مداں اور جملہ مسلمانوں کو بالعموم اور طالبانِ حق اور تشنگانِ معرفت کو بالخصوص ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

احقر العباد (حکیم) سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی عفی عنہ
خلف استاذ الاطباء مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور

تقریظ

حضرت بدر الاماثل، سید الافاضل، بحر العلوم ظاہری و باطنی، معدنِ کرم، فرید العصر، شمس العارفین، زینت السالکین، مرشدی، مولائی و آقائی مولانا الحاج صوفی محمد خوشحال میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ چلہ گاہ شریف، مورنا، بہار گڑھ ضلع مظفر نگر، یو۔ پی انڈیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰہ رب العلمین و العاقبة للمتقین و الصلوٰة و السلام علٰی سیدنا و نبینا و حبیبنا و شفیعنا و مولانا محمدٍ وّ علٰی آلہٖ و اصحابہ و ازواجہٖ و اھل بیتہٖ و اولیاءِ اُمتہٖ اجمعین۔ اما بعد فقد قال اللّٰہ تعالٰی فی القرآن المجید، اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ''و یُزَکِّیْھِمْ''

مندرجہ بالا آیت شریفہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہورہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت کا ایک اہم مجملہ اور امور کے تزکیۂ نفس بیان کیا گیا ہے۔ اسی کا نام تصوف ہے جس کو ولایت کہیں یا معرفت، یہی خصوصیت مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے جس کی اساس شریعت ہے اور جس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔

اسی نظامِ تزکیۂ نفس و اخلاق اور سلوک کے پروردہ وہ حضرات ہیں جن کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے اور جن کی ساری زندگی میں کتاب وسنت کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔

یہی وہ باکمال ہستیاں ہیں جن کی شان میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

بلاشبہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ غم۔

اور جن کے بارے میں سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے:

اِتَّقُوْا فراسۃ المؤمن انہٗ ینظر بنور اللّٰہ

یعنی، مردِ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے قلوب کو حق جل شانہٗ کا مقام کیا گیا ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد کی یہ نورانی وعرفانی تالیف ''عرفانِ حق'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں تصوف کے حقائق ومعارف......اولیاء اللہ کی شان وعظمت......اور جواز بیعت وضرورت مرشد کو نہایت خوب پیرایہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزۃ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے صدقہ میں مؤلف کی اس سعی وکوشش کو منظور ومقبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبولِ عوام وخواص فرمائے۔ آمین

محمد خوشحال

چلہ، بہار گڑھ، مظفر نگر (یو۔ پی)

تقریظ

حضرت پیشوائے واصلین، مقتدائے عاشقین، واقفِ رازِ حقیقت، دانائے سرِّ وحدت، آشناءِ رموزِ معرفت، عم محترم (فی الطریقت) قبلہ الحاج خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی قادری، سہروردی، چشتی، نقشبندی، ابوالعلائی آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف تحصیل قصور، لاہور، پاکستان

الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلوٰة و السلام علٰی رسولہٖ مُحَمَّدٍ وّ عَلٰی آلہٖ و صحبہٖ و اھلِ بیتہٖ اجمعین

امابعد! رسولِ مقبول ﷺ کا لایا ہوا اسلام ایک ایسا متحرک، فعال اور کشادہ نظر مذہب ہے جس کی بنیاد ارکانِ خمسہ پر قائم ہے اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَ اِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ ضرور سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث پاک ان ارکان میں روحانیت کا تصور پیدا کر کے مومن کو مرکزِ نظر کی

وحدت سے روشناس کراتی ہے، بزرگانِ دین نے اس تصور کی تحصیل کے لئے مختلف قسم کے اشغال متعین فرما کر اس راہ کو بہت آسان کر دیا ہے، لیکن یہ بات شیخ کامل سے وابستگی اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

جس طرح دیگر فنون کے حصول کے لئے لوگ کالجوں اور درسگاہوں میں داخلہ لے کر ان علوم وفنون کے اساتذہ سے باقاعدہ تحصیل علم کرتے اور جدوجہد کرتے ہیں اسی طرح تعلق باللہ قائم کرنے اور مشاہدۂ حق کے مرتبہ پر پہنچنا بغیر اہل اللہ کی صحبت و معیت، ان کی رشد و ہدایت اور ان کے فرمودہ طریقوں پر عمل کرنے کے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی نے اپنی تالیف ''عرفان حق'' میں تصوف، حقیقت اور معرفت کو قرآن وسنت کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان وعظمت کے حوالے سے بڑی تفصیل کے ساتھ نہایت خوبصورت اور مدلل پیرایہ میں پیش کیا ہے اور آخر میں جوازِ بیعت یعنی کسی ولی کامل کے ساتھ نسبت قائم کرنے اور اس کے دامن سے وابستہ ہونے کی ضرورت اور اہمیت کو کلامِ پاک، آیاتِ مقدسہ، احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ اولیاء کرام کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف کی اس سعی وکاوش کو اپنی بارگاہ میں منظور اور مقبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو

صوفی نقیب اللہ شاہ

پیش گفتار

از محقق عصر حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی،

حمدِ بے حد مر رسولِ پاک را — آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

مخدومی جناب حکیم سید امین الدین احمد شاہ مدظلہ العالی خلف الرشید استاذ الاطباء حضرت مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ الرشید مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق خدا کی اصلاح وفلاح کی خاطر بہت سی دینی اور روحانی کتب تالیف کی ہیں جو اہلِ علم ودانش میں بیحد مقبول ہیں، چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) اوامر ونواہی، (۲) آدابِ دین، (۳) تذکرۂ امام اولیاء حضرت علی ہجویری قدس سرہ، (۴) تذکرۂ صوفیہ نقشبندیہ، (۵) تذکرۂ حضرت منصور حلاج علیہ الرحمۃ وغیرہم

حضرت سید صاحب زید علمہٗ علمی دنیا کے علاوہ اہل صفا کے گروہ میں بھی جانی پہچانی شخصیت ہیں (ماشاء اللہ تعالیٰ) حضرت سید صاحب کے تین مقالات (۱) تصوف چیست؟، (۲) شانِ اولیاء، (۳) جوازِ بیعت، میرے پیشِ نظر ہیں۔

ادارہ معارفِ نعمانیہ شاد باغ لاہور جو ان روحانی ونورانی تحریروں کو یکجا طور پر چھاپنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، اس ادارہ کے ایک رکنِ رکین الحاج حافظ جناب محمد فیض صاحب قادری سلمہ نے فرمائش کی ہے کہ زیرِ نظر مجموعہ موسوم بہ ''عرفان حق'' کے آغاز میں کچھ لکھوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب قادری جہانگیری خوشحالی کا نام نامی واسم گرامی آجاتا ہے تو کسی تعارف وتبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، بہرحال ان مقالات کے موضوع کی مناسبت سے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان مقالات کی افادیت واہمیت گزشتہ ...... امن زمانوں سے آج کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔

صوفیہ کرام رحمہم اللہ انسان نما حیوانوں کی عاداتِ رذیلہ اور خصائلِ ناپسندیدہ کو زائل کر کے انہیں عظمت انسانیت اور احترامِ آدمیت کی تلقین فرماتے ہیں، بلکہ چرندوں اور پرندوں کے علاوہ درندوں پر بھی رحم کرنے کا درس دیتے ہیں اور ان کی تعلیماتِ مقدسہ سے

متاثر ہو کر انسان بندوں سے دست بردار ہو کر حق پرست ہو جاتا ہے، مختصر یہ کہ قوم کو درپیش شرمناک مسائل کا واحد حل تصوف اور تعلیماتِ صوفیہ ہی ہے، اس دور میں علماء حق کی طرح صوفیہ صافیہ بھی کمیاب ہو گئے ہیں، اس پُرفتن زمانے میں اولیاء اللہ کے مقامات وکمالات عالیہ ان کی تعلیمات سے آگاہی اور ان کے ذکر سعید سے بھی راہنمائی اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

ذکر حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیبِ لبیب، محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین ﷺ کے صدقہ میں فاضل مصنف کو اس روحانی تالیف پر وقت صَرف کرنے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ناشرین کو جزائے خیر سے نوازے، نیز قارئین کرام کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور وہ مجسمۂ اخلاق بن کر تاسم حسنات وخیرات نظر آئیں اور اس حقیر پُرتقصیر کے گناہ معاف ہوں اور اہل حق کے غلاموں کے ساتھ حشر ہو۔

آمین ثم آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خاکِ راہِ دردمنداں **محمد موسیٰ** عفی عنہ، لاہور
داتا کی نگری، ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد اللطیف صاحب مجددی خطیب جامع مسجد حنفیہ غوثیہ شادباغ لاہور

فقیر نے رسالہ ''تصوف چیست'' اول تا آخر دیکھا، اپنے موضوع پر مختصر ہونے کے باوجود نہایت نفیس، دلائل سنیہ سے مزین، اہل نظر کی آنکھوں کی ٹھنڈک، غافلین کے لئے تنبیہ، منکر اگر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کرے تو امید ہے کہ انکار چھوڑ دے۔

اللہ کریم مخدومِ اہلِ سنت حضرت حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب مدظلہ کی سعی قبول فرمائے۔

محمد عبد اللطیف مجددی

تصوّف چیست ؟

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''صوفی وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدائے تعالیٰ کا مقصد جانے، جو اپنی مراد کو مرادِ حق کے تابع کردے اور ترکِ دنیا کر کے مقدرات کی موافقت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ خادم بنے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں وہ فائز المرام ہو جائے تو ایسے شخص پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے گا اور اس پر سلامتی نازل ہونے لگتی ہے''۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کی یہ تعریف بیان کی ہے:

''اعتقاداتِ صحیحہ اور فرائض وسنن کی پابندی کے ساتھ تمام اخلاقِ رذیلہ سے علیحدگی اور جملہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہونے کو تصوف کہتے ہیں''۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہنے کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نفس کو لوازمِ عبودیت کی مشق کرانا ہی تصوف ہے۔

حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مختصر الفاظ میں تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ اخلاقِ حَسَنہ کا نام تصوف ہے۔

حضرت ابوحفص مدار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ظاہر وباطن میں آدابِ شرعیہ کے ساتھ ہونے کو تصوف کہتے ہیں اس طرح کہ ان کا اثر ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر پر پہنچ جائے۔

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق برتنے اور مخلوقات کے ساتھ خُلق برتنے کو تصوف کہتے ہیں۔

سید الاولیاء حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اخلاق ومعاملات کو مہذب بنانے اور اپنے باطن کو شرک وکفر کی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے کا نام

تصوف ہے۔

لفظ صوفی کے ماخذ کے متعلق بھی اولیاء کرام کے نظریات مختلف ہیں، چنانچہ بشر الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی خاطر پاک وصاف ہو''۔ بعض کا قول ہے کہ انہیں صوفی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدائے عز وجل کے حضور میں پہلی صف میں ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے اوصاف ان اہل صفہ کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں جو عہد رسالت میں تھے۔

کسی نے اس کو صفا سے مشتق کہا ہے تو کسی نے اس کا تعلق یونانی لفظ سوف سے جوڑا ہے جس کے معنی عرفان کے ہیں، ایک گروہ کہتا ہے اور اس رائے سے ابن خلدون بھی متفق ہیں کہ انہیں صوف پہننے کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے چونکہ حضور سید دوعالم ﷺ اون کی موٹی کھردری کملی اوڑھتے تھے اس لئے عاشقانِ رسول ﷺ نے بھی اسی لباس کو اختیار کیا۔

لفظ صوفی اور تصوف کی اصطلاح کی تاریخ کے متعلق بھی اقوال مختلف ہیں، اگرچہ بعض کا قول ہے کہ اسلام میں تصوف ایک زائد لفظ ہے اور صوفی کا لقب اہل بغداد کی ایجاد ہے مگر علامہ ابونصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ اس لقب کو اہل بغداد کی ایجاد نہیں سمجھتے بلکہ ان کو نہایت قدیم زمانہ میں اس کا سراغ ملتا ہے چنانچہ موصوف اپنی تصنیف منیف ''کتاب اللمع'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ نام مشہور تھا جنہوں نے اصحاب رسول ﷺ کی ایک جماعت کا زمانہ مبارک پایا تھا، موصوف یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ میں نے طواف کے دورانِ ایک صوفی کو دیکھا اور ان کو کچھ دینا چاہا تو انہوں نے نہیں لیا۔ نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک کتاب جس میں اخبارِ مکہ جمع کئے گئے ہیں محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے کسی وقت مکہ خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرتا تھا اس وقت کسی دور دراز سے صرف ایک صوفی آتا تھا اور طواف کر کے واپس چلا جاتا تھا، پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام یہ نام مشہور تھا اور اس کی طرف اہلِ اصلاح منسوب کئے جاتے تھے لیکن جہاں تک تاریخی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اسلا

میں سب سے پہلے ابو ہاشم صوفی کو یہ خطاب ملا جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کے علاوہ اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا، کیونکہ شرفِ صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہوسکتا تھا، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت کو وہ عظمت اور خصوصیت حاصل ہے کہ جس شخص کو یہ عزت حاصل ہو اس کو کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بڑھ کر ہو نہیں دیا جاسکتا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زُہاد، عباد، متوکلین، فقرا، صوفیا، اہلِ رضا، اہلِ صبر اور اہلِ تواضع کے امام ہیں اور ان کو یہ رتبہ رسول اللہ ﷺ کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوا، اس لے زمانہ با سعادت میں مومن کے لئے کوئی لفظ صحابی سے زیادہ افضل نہیں ہوسکتا، چنانچہ اس وقت کے افاضل اسی لقب سے موسوم ہوئے اس کے بعد ان صحابیوں سے صحبت یافتہ حضرات کے تابعین کی اصطلاح وضع ہوئی، اور ان کی صحبت پانے والے تبع تابعین کہلائے۔

اس کے بعد جب امت زیادہ پھیلی تو بزرگانِ دین زاہد اور عابد کے نام اور لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد وعبادت کا دعویٰ ہر فرقے کو تھا یہاں تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا، اس وقت اہل سنت کے طبقۂ خاص نے جو ذکرِ الٰہی میں مشغول اور غفلتوں سے دور رہتا تھا اپنے لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم کی اور صوفی کہلائے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا، لیکن بعض تنگ نظر حضرات زمانہ با سعادت کے بعد ہونے کی وجہ سے اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں، اس اعتراض کے جواب میں مولانا عبد الماجد دریا بادی فرماتے ہیں: ''اگر تصوف، صوفی اور دوسری اصطلاحات بدعت کے لغوی مفہوم کے لحاظ سے بدعت ہی میں داخل سمجھی جائیں تو پھر تفسیر، اصولِ تفسیر، فقہ، اصول فقہ وکلام کے آج جو ماشاء اللہ دفتر کے دفتر موجود ہیں عہد رسالت میں یہ کہاں تھے اور سب کو جانے دیجئے براہ راست سنت رسول ﷺ ہی کو لیجئے آج حدیث کے متون ہی کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، پھر ان کی شرحیں ہیں، ان کی تسہیل کے لئے مستقل لغات ہیں، رجال کا ایک مستقل فن ہے۔ احادیث کو جانچنے، پرکھنے، روائت ودرائت کے قانون اور ضابطے ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں مصطلحاتِ فن ہیں، ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں یہ نہ تھا، سرورِ عالم ﷺ کی سادہ اور روزمرہ کی گفتگو حدیث تھی اور آپ کا ہر چھوٹا بڑا عمل سنت تو کیا اب کوئی اس بنا پر

حضرات محدثین کی ساری کاوشوں اور کوششوں کو بدعت کہہ دینے کی جرأت کرے گا۔

اسی طرح حضرات فقہاء کی ساری موشگافیاں، قیاس واجماع کی بحثیں، استقراء اور استنباط کا طریقہ، اجتہاد کے مسائل، عبارت و اشارت اور دلالت النص کی قسمیں اور دلالت النص کی قسم کی سینکڑوں اصطلاحیں دورِ نبوی میں کہاں تھیں اور کیسے ہوسکتی تھیں تو کیا بخاری، مسلم، ترمذی، امام ابوداؤد کی طرح حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی، امام مالک وامام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، مکحول رحمۃ اللہ علیہ، ازواعی، شیبانی اور طحاوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی جانفشانیوں کو بھی ضائع قرار دینے اور بدعت کے حکم میں لانے کی جرأت کرکے شریعت ہی کے ایک بہت بڑے حصہ سے انکار کردیا جائے گا؟ اور تو اور خود قرآن مجید اس مکتوبی شکل میں اعراب وعلاماتِ وقف سے مزین پاروں، صورتوں، رکوعوں اور آیتوں کے ساتھ مدوّن عہد رسالت میں یکجا کہاں موجود تھا؟ آگے چل کر مولانا عبد الماجد دریابادی مزید فرماتے ہیں: غرض یہ کہ جو حال فقہ، حدیث، تفسیر اور جملہ علوم شرعی ظاہری کا ہے کچھ ایسا ہی حال علوم باطن یعنی سلوک وتصوف کا ہے۔ عہد نبوی میں بے شک نہ لفظِ تصوف رائج تھا نہ صوفی نہ ذکر وشغل، حال ومقام، مکاشفہ اور مراقبہ کی وہ سینکڑوں اصطلاحیں مروج تھیں جن سے کتبِ فن لبریز ہیں لیکن خود مرشد اور شیخ اور بیعت ومترشد بھی اس اصطلاحی معنی میں خود فن حدیث ہی کہاں موجود تھا نہ کوئی اسماء الرجال کے نام سے آشنا تھا، نہ جرح وتعدیل کے اصول وضوابط سے نہ ضعیف اور موضوع، متواتر اور مشہور، صحیح اور حسن کی اصطلاحیں مقرر ہوئی تھیں۔

لیکن اگر لفظ واصطلاح کی بحث سے گزر کر نفسِ حقیقت اور اصل مدعا پہنچنا مقصود ہے تو جس طرح صحابی رضی اللہ عنہ بزمِ رسول ﷺ کا صحبت یافتہ اور دربارِ رسول ﷺ کا حاضر باش اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے درجۂ ظرف وبساط اور استعداد کے موافق مفسر، محدث، فقیہ، اور متکلم تھا اسی طرح اور اسی نسبت سے صوفی اور سالک بھی تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مریدین ومسترشدین تھے اور ان سب کے شیخ اور مرشد وہی جو ساری دنیا کے لئے معلم ومزکی ومطہر ہو کر آئے تھے۔

بہرحال لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے لحاظ سے اس کا

رشتہ چاہے صفا سے ملتا ہو اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم جزو ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضاءِ الٰہی ہے۔

یہ تو اس دور کی سنت ہے جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ غارِ حرا میں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، اس غارِ حرا میں تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا تھا وہ حضور پاک ﷺ کی متبرک تعلیمات کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا اور ایک تناور درخت بن کر صبر و شکر، عزیمت واستقامت، اخلاصِ نیت، اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ سنت کی صورت میں برگ و بار لایا اور اس عظیم الشان درخت کی ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو سکونِ دل اور اطمینانِ قلبی میسر آیا۔

تصوف کے معنی تزکیہ نفس اور جلائے قلب کے ہیں اور اگر کلامِ پاک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی نفوسِ انسانی کا تزکیہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے لئے جو دعا فرمائی اسکا مقصد یہی بیان فرمایا: ''اے رب ہمارے! تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے، اور ان کا تزکیہ نفس کرے، بے شک تو غالب حکمت والا ہے''۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے تو اس کی غرض و غایت بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی:

اور جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تمہی میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتے ہیں اور تمہارا تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔

اسی طرح سورہ جمعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل پر ان الفاظ میں احسان کا اظہار فرمایا:

وہ خدا ہے جس نے امیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا اصل مدعا اس چیز کو قرار دیا گیا:

فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے۔

نیز قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ آخرت میں انسان کی نجات وفلاح کا انحصار تزکیہ نفس پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اس نے ہی فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو معصیت میں چھپایا۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمانِ خداوندی ہے:

اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔

اس تزکیۂ نفس کے متعلق حضور سید عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''خبردار! انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہو گئی تو تمام جسم کی اصلاح ہو گئی اگر وہ خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور خبردار! وہ لوتھڑا قلب (دل) ہے''۔

یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ انسان کی اصلاح دل کی پاکیزگی سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں پر اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عمل سے ہوتی ہے اور دل کی پاکی یہ ہے کہ مومن کی ہر حرکت وسکون اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔

عبادت کا یہی جامع مفہوم ہے کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بسر کی جائے اور اصل میں عبادت کا مقصد تزکیہ نفس اور تطہیر قلب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر رہے ہیں تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ اور احادیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تزکیۂ نفس جو تصوف کی اصل اور روح ہے یہی تمام دینِ شریعت کی غایت اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود ہے اور دین میں جو اہمیت اس چیز کو حاصل وہ کسی اور چیز کو میسر نہیں، دوسری چیزیں ذرائع اور وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں اور تزکیۂ نفس غایت ومقصد کی حیثیت کی حامل ہے۔

دوسرے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف کہیں یا تزکیہ نفس اس کا سرچشمہ اور منبع و مصدر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے، اس کی تعلیم سے تزکیہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اسی کے حقائق و دقائق اور اسرار و رموز ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ اور وسیلہ سے واضح ہو کر تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں۔

شیخ سراج رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کتاب اللمع'' میں ظاہری اور باطنی علوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: علم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی جب تک اس (علم) کا تعلق زبان اور اعضاء سے ہوتا ہے اسے علم ظاہر سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کا نام شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ یا احکام میں طلاق، فرائض اور قصاص وغیرہ۔

جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے تو اس کو علم باطن کہتے ہیں یا طریقت سے موسوم کرتے ہیں، یہاں عبادات و احکام کے بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحات رائج ہیں مثلاً تصدیق، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت اور عشق وغیرہ اور اس تفریق کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط (لقمان)

مندرجہ ذیل حدیث شریف سے طریقِ تصوف کی اصل ثابت ہے، حدیث جبرائیل علیہ السلام جو بخاری اور مسلم کی روایت سے مشکوٰۃ شریف کی شروع میں کتاب الایمان میں منقول ہے جس کے مبارک الفاظ یہ ہیں:

عن عمر الخطاب رضی الله عنه قال بینما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم اذا طلع علينا شديد البياض الثياب قال اخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، حدیث اول)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر تھے کہ ناگاہ ایک شخص مسافرانہ شکل میں بڑے سفید کپڑوں والا آیا اور اسلام کی بابت سوال کر کے یہ سوال کیا

یا حضرت! احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ عبادت اس طرح کیا کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو کم از کم یہ بات ذہن نشین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: شریعت اور طریقت بالکل ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں، فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہے اور استدلال اور کشف کا ہے یعنی جو بات ظاہری علوم شرعیہ میں بالاجمال اور بالاستدلال ملتی ہے وہی طریقت میں بالتفصیل اور مشاہدہ سے نظر آتی ہے۔ (جلد اول، مکتوب ۸۴)

ایک شخص نے خواجۂ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک یعنی تصوف سے کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا ''اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور جو امر عقلی یا نقلی دلیل سے سمجھا جائے وہ کشفی طور سے مشاہدہ میں آ جائے''۔ ایک دوسرے مقام پر موصوف نے فرمایا درمیان علماء اور صوفیہ کے اتنا ہی فرق ہے کہ علماء استدلالاً اور علماً جانتے ہیں اور صوفیہ کشفاً اور ذوقاً پا لیتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کا پابند ہے جو شخص کلام الٰہی کا حافظ اور احادیث رسول ﷺ کا عالم نہیں اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں چونکہ ہمارے اس سارے علم سلوک کا ماخذ قرآن وحدیث ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں فرماتے ہیں: ''تصوف نام ہے قولاً فعلاً ہر حیثیت سے اتباع رسول ﷺ کا اور اس پر مداومت سے جب اہل تصوف کی نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شے میں اتباع رسول ﷺ ہونے لگتا ہے تو حق تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے''۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق میں زندہ اور باقی ہو اور مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات پیدا نہیں

ہوتیں، آپ نے فرمایا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی کہ رات ہونے تک دن خیر سے گزر جائے، لوگوں نے کہا کہ دن تو خیریت سے گزرتے ہی رہتے ہیں ارشاد ہوا کہ ''میں خیریت اسے کہتا ہوں کہ اس روز معاصی کا ارتکاب نہ ہو''۔

شریعت کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس (سلوک و معرفت) کی تعلیم بھی نہایت ضروری اور لازمی ہے، اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تزکیۂ نفس کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام فرمایا چنانچہ مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع دالان اس کام کے لئے مخصوص فرمایا گیا اور چند وہ لوگ منتخب کئے گئے جن میں طلب صادق کے ساتھ ذوق بھی تھا اور یہ جماعت درسِ قرآن کے ساتھ اصلاحِ باطن میں مصروف رہی، جو لوگ قرآن مجید کے مفہوم ومعانی کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سمجھ لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب وحقائق سے آگاہ ہو جاتے اور مجاہدات وریاضت کے مراحل کو طے کر تعلیماتِ اسلامی کا کام نمونہ بن جاتے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

زمانۂ باسعادت میں چار سو اصحاب صفہ نے فراغت حاصل کی ان میں اکثر کی میزبانی خود حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے اور بعض اصحاب ثروت واستطاعت بھی ان کی ضیافت کیا کرتے تھے۔

انہیں اصحاب صفہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ کام تھا کہ جو امداد ان لوگوں کے لئے آتی اس کی حفاظت اور تقسیم کا انتظام فرماتے۔ اصحاب صفہ کی زندگی عبادت، تعلیم قرآن وحدیث، اور آنحضرت ﷺ سے تربیت حاصل کرنے کے لئے وقف تھی، اُن کا سرمایۂ حیات صبر وتحمل، عزت نفس، ریاضت ومجاہدہ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر فدا ہو جانا تھا، اس خوش قسمتی کا کیا کہنا کہ اپنا بہت زیادہ وقت اس نور مجسم ﷺ کے صحبت میں گزارتے تھے۔

امام ابوبکر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ انہیں اصحاب صفہ کے متعلق فرماتے ہیں ''یہ لوگ بظاہر اجسام ہیں مگر روحانی ہیں، زمین پر ہیں مگر آسمانی ہیں، یہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ربانی ہیں، خاموش ہیں مگر سب کچھ دیکھتے ہیں، غائب ہیں مگر بارگاہ رب العزۃ میں حاضر ہیں، ان کے باطن صاف ہیں، صاحب صفا ہیں، صوفی ہیں، نوری ہیں، برگزیدہ اور

مخلوق میں اللہ کی امانت ہیں، یہی لوگ نبی مکرم ﷺ کی زندگی میں ان کے اہلِ صفہ تھے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کے بہترین لوگ''۔

اکثر اہل صفہ اون کا لباس پہنتے تھے اس لئے بعض محققین کا خیال ہے کہ صوف کی طرف نسبت سے ان کو صوفیہ کہا گیا، پھر جس نے بھی اصحاب صفہ کی روش اختیار کی اس کو صوفی کہا جانے لگا، تصوف کے علم وعمل کو اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس سے نفس میں تزکیہ اور قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے اور اخلاقِ عالیہ حمیدہ مثلاً ارادہ ونیت، اخلاص، اُنس، تبلیغ، تفکر، تفویض، تقویٰ، تواضع، توحید، توکل، خشوع، خوف، دعا، رجا، رضا، زہد، شکر، شوق، صبر، صدق اور محبت کی حقیقتوں سے آگاہی اور اخلاقِ ذمیمہ رذیلہ مثلاً آفاتِ لسان، کذب، غیبت، اسراف، بخل، بغض، تکبر، حُبِ جاہ، حُبِ دنیا، حرص، حسد، ریا، شہوت، عُجب اور غضب سے نجات حاصل ہوتی ہے اور یہ مقاصد نہ تو صرف تفسیر وحدیث پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ رسمی طور پر اوامر ونواہی کی پابندی سے میسر آسکتے ہیں، یہ مقصد کسی شیخ کامل کی صحبت اور اس کی رشد وہدایت ہی سے حاصل ہوتا ہے جب ایک سالک تمام آداب سلوک کا عملی طور پر پابند ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صَرف کرتا ہے تو شیخ طریقت کے فیضان سے اس کا دل مزکّی ہو جاتا ہے اور اسرار غیب اُس پر منکشف ہوتے اور زبان حقائق عُلیہ کی ترجمانی کرتی ہے۔

صاحب کتاب اللمع لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ، مقربون، صادقین، متوکلین، مخلصین، سارعین الی الخیرات، اولیا، ابرار اور شاہدین سے صوفیہ ہی مراد ہیں اور اہل طریقت کی حقانیت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے یوں مستدعی ہونا:

هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (پارہ ۱۵، سورۃ الکہف)

ترجمہ: آیا میں آپ کی پیروی کروں اس شرط پر کہ آپ اپنے خدا داد علم سے مجھے اصلاح وتقویٰ کی تعلیم دیں۔

یہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہ تھا لہٰذا جس طرح علم شریعت کا حاصل کرنا فرض ہے اسی

طرح علم حقیقت ومعرفت کا حاصل کرنے بھی فرض ہے۔

صوفیا، اولیاء اللہ، ابدال واقطاب کا وجود موجبِ برکات اور وسیلۂ نجات از عذاب ہونا مندرجہ ذیل حدیث پاک سے ثابت ہے:

عن شريح بن عبيد رضى الله عنه قال ذكر اهل الشام عنه على رضى الله عنه و قيل العنهم ...... امير المؤمنين قال لا انى سمعت رسول الله ﷺ يقول الا بدال يكونون بالشام و هم اربعون رجلاً كلما مات رجل ابدال الله مكانه رجلاً يسقىٰ بهم الغيب و ينتصر بهم على الاعداء و يصرف من اهل الشام بهم العذاب (رواہ احمد ومشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۷۵)

یعنی، حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا، کسی نے کہا اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت فرمایئے، فرمایا: نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہیں جب کوئی شخص ان میں سے وفات پا جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیا جاتا ہے، فرمایا ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور اُن کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹ جاتا ہے۔

اس حدیث شریف کی تفصیل وتوضیح میں مطلع انوار، منبع اسرار، ترجمانِ حقیقت، جامع شریعت وطریقت، سرورِ جملہ اقطاب محرمِ جمیع ابواب حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہم المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک ہستیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لئے مخصوص کرلیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مِلک کے والی بنائے گئے ہیں اور اُن کو اپنے افعال وقوت کا مظاہر بنایا ہے اور انواع واقسام کی کرامتیں اُن کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور آفاتِ طبع وہوئی سے اُن کو پاک کر دیا ہے اور نفس کی پیروی سے انہیں

آزاد کر دیا ہے، ان کی ہمت اور ارادے سوائے معیتِ قوتِ الٰہی کے ظہور میں نہیں آتے، اور ان کے اُنس ومحبت کا رابطہ سوائے اس فعالِ مطلق کے کسی کے ساتھ نہیں۔

وہ فرامین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ ایسے مجرد ہیں کہ متابعت نفس کی راہ ان پر مسدود ہے حتیٰ یہ بارانِ رحمت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے وہ ان کے دم قدم کے صدقہ سے ہے اور زمین سے جو سبزہ اُگ رہا ہے وہ ان کی صفاء حال کی برکت سے اُگ رہا ہے اور کافر پر مومن کا غلبہ انہیں کی ہمت سے حاصل ہے۔

اور اس قسم کے اولیاء کرام چار ہزار کی تعداد میں لوگوں سے مختوم ومخفی ہیں اور ایسے مخفی ہیں کہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور خود وہ اپنے جمال وحال سے بےخبر ہیں اور اپنے تمام احوال میں اپنے سے اور مخلوق سے مستور ہیں اور اس دعوے کے ثبوت میں احادیث بھی وارد ہیں اور اب سے قیامت تک رہیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امتِ مرحومہ کو یہ شرف عطا فرمایا ہے اور اس امت کی شرافت کو تمام امتوں پر فائق کر کے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میں شریعتِ مطہرہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی رکھوں گا۔

تو جب براہین حدیث اور عقلی حجتیں آج تک موجود ہیں اور علماء میں وہ عام طور پر شائع ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ براہینِ عین بھی موجود ہوں تو اولیاء کرام ہیں اور خاصانِ بارگاہ میں مخصوص ہوتے ہیں۔

لیکن ان چار ہزار اولیاء کرام میں جو اربابِ حل وعقد ہیں وہ تین سو نفوسِ قدسی ہیں جنہیں اصطلاحِ تصوف میں اخیار کہتے ہیں اور چالیس ہستیاں ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں اور سات وہ ہیں جنہیں ابرار کہتے ہیں چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں، تین وہ ہیں جنہیں نقیب کہتے ہیں، ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے، اور اسے غوث بھی کہتے ہیں اور یہ تمام ایک دوسرے کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور نظامِ معاملات وامورِ تصرف میں ایک دوسرے کے اذن واجازت کے محتاج ہیں اور اس پر احادیث ناطق ہیں اور اربابِ حقیقت اس بات کی صحت پر متفق ہیں۔ (کشف المحجوب، چودھواں باب، اثباتِ ولایت، صفحہ ۳۹۲، مطبع اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹، این، سمن آباد، لاہور، مترجم: مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

قیومِ اول حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''اولیاء

اللہ کے منصب یہ ہیں: اول قطب الاقطاب، دوسرے درجے ہر فرد، تیسرے درجہ پر غوث اور پھر قطبِ مدار لیکن غوث اور قطبِ مدار کو ایک ہی جانتے ہیں، چار اوتاد ہیں، چالیس ابدال، ان کے بعد نجبا، نقبا، شرفا اور رجال الغیب کا درجہ ہے۔ (روضۃ القیومیہ مؤلفہ حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی، صفحہ ۶۱، مکتبہ نبویہ، لاہور)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں یعنی اولیاء اللہ کی شان وعظمت، ان کی رفعت وعلوم مرتبت بڑے واضح طور پر بیان فرمائی ہے ''فرمایا میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنے محبوب بندہ لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے چلتا ہے، اس طرح بندہ صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمع سے سنتا ہے، اس کے نورِ بصر سے دیکھتا ہے، اُسی کے نورِ قدرت سے تصرف کرتا ہے اور مظہر نورِ خدا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتِ نوری کا پرتو اور مظہر ہو کر کمالِ بندگی کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے، بندہ اپنی انانیت کو اپنے رب کی بارگاہ میں ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ فنا کر دیتا ہے اور صفاتِ الٰہیہ سے منور ہو کر مظہرِ صفات ہو جاتا ہے۔

باقی تصرفاتِ تکوینیہ اور کراماتِ اولیاء قرآن مجید میں مندرجہ ذیل واقعہ ''تختِ بلقیس'' میں مذکور ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ

(پ۱۹، سورۂ نمل)

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ملکہ بلقیس کا تخت سونے کا بنا ہوا تھا اس کے پائے جواہرات کے تھے اور تیس مربع گز لمبا اور چوڑا تھا اور اسی قدر اس کی اونچائی تھی اور یمن سے اس جگہ تک کی مسافت جہاں تخت رکھا ہوا تھا سولہ سو میل سے زیادہ تھی۔

سیدنا وس......حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف مبارک غنیۃ الطالبین میں اس واقعہ کی تشریح تفسیر اور تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ (غنیۃ الطالبین (عربی)، صفحہ ۱۹۴، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل ملک کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ تمہاری جماعت میں کون ایسا شخص ہے جو بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ مع اپنی جامع کے میرے پاس آ کر داخل اسلام ہو، یہاں لے آئے چونکہ صلح کے بعد مجھ کو اس کا تخت لینا حلال نہیں، ایک خبیث جن نے جس کا نام عمرو اور وہ دوسرے جنوں سے زیادہ سخت تھا، عرض کیا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام عدل وانصاف سے اٹھیں اور معمولاً یہ وقت دوپہر تک ہوتا تھا اور کہا کہ میں اس تخت کو لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں یعنی اس تخت کو معہ جواہرات کے جو اس میں جڑے ہوئے ہیں باحتیاط اور بغیر خیانت کے اسی طرح آپ کے پاس پہنچا دوں گا اور کہا کہ مجھ میں یہ طاقت ہے کہ جہاں تک میری نظر کام کر سکتی ہے وہاں تک میرا ایک قدم پہنچتا ہے پس میں تخت کو آپ کے پاس لے آتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ سے بھی تیز اور جلد باز شخص میں تخت کے لانے کے واسطے چاہتا ہوں پھر ایک دوسرے شخص نے جو اسمِ اعظم جانتا تھا (اور اسم اعظم خداوند تعالیٰ کے یہ دو نام ہیں ''یا حی یا قیوم'') عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں اور پھر قصد کرتا ہوں اور خدا کی کتاب میں دیکھتا ہوں پس میں اس تخت کو قبل اس کے آپ کے پاس لے آؤں گا کہ آپ کی نظر آپ کی طرف پھرے، اور اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شعبا تھا اور اس کی ماں کا نام باطورا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی قوم سے ہے اور وہ اسم اعظم جانتا تھا اور وہ جو اس نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے پاس لے آؤں گا، سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو کامیاب ہو جائے گا۔

آصف کھڑا ہوا، وضو کیا، سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کر دعا مانگتا تھا اور یا حی یا قیوم کہتا جاتا تھا، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نام جس کے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور جس کے وسیلے سے مراد حاصل ہوتی ہے ''یا ذا الجلال والاکرام'' ہے۔

راوی کہتا ہے کہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے پوشیدہ ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نزدیک ظاہر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے پاؤں بڑی کرسی پر بیٹھ کر رکھا کرتے تھے۔

نوٹ: مندرجہ بالا مضمون سے پیشتر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرا نامہ بلقیس کو لکھا اور ہُد ہُد کو دیا اور فرمایا کہ یہ نامہ بلقیس کو دو اور کہہ دو کہ ہم ایسے جرار لشکر سے ان پر چڑھائی کریں گے کہ وہ ہرگز ہم سے مقابلہ کی تاب و طاقت نہ رکھیں گے اور ان کو ان کے شہر سے نکال دیں گے اور ان کو ذلیل و خوار کریں گے اور وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے، جب ہُد ہُد نے دوسری مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا نامہ بلقیس کو پہنچایا اس نے پڑھا اور قاصد بھی واپس آئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا، بیان کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جواب دیا تھا وہ بھی عرض کیا، بلقیس نے اپنی قوم سے کہا کہ معاملہ آسمانی ہے اس کی مخالفت کرنا اچھا نہیں اور ہم اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے، اس کے بعد بلقیس اپنے تخت کی طرف آئی اور اپنے تخت کو سات گھروں کے پیچھے چھپوا دیا اور اس کی نگہبانی کے لئے پاسبان مقرر کئے۔ اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی۔

آگے چل کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (غنیۃ الطالبین، صفحہ ۱۹۷)

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے پوچھا کہ تمہارا تخت ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ رکھا ہے بلقیس نے اس کی طرف دیکھا کچھ پہچانتی کچھ نہ پہچانتی اور اپنے دل میں سوچتی کہ یہ وہ تخت یہاں کہاں سے آ گیا وہ تو سات گھروں کے عقب میں پوشیدہ ہے۔ اور نگہبان و پاسبان اس پر متعین ہیں، آخر کار اس نے پہچان لیا اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخت وہی ہے''۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کا اور وہ بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح و تفسیر

کی روشنی میں مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو اللہ نے یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ تخت جو اس قدر حفاظت اور پہروں میں رکھا گیا تھا آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی پلک جھپکنے سے پہلے لا کر پیش کر دیا۔

یہ تو واقعہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے اولیاء کرام کا اور سید الانبیاء حضور ﷺ جو سرتاج پیغمبراں ہیں، منبع ولایت اور سرچشمۂ معرفت ہیں، ان کی امت کے اولیاء کا کیا مرتبہ اور مقام ہوگا۔

تصوف اور معرفت ایسا بحرِ ذخار اور بے پایاں سمندر ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں ہے اگر دفتر کے دفتر اس موضوع پر لکھے جائیں تو بھی یہ مضمون تشنۂ تکمیل رہے گا، پس مختصر یہ ہے کہ اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے اور اوامر و نواہی کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کا نام طریقت ہے اور ما سویٰ اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو کر روح میں تجلی پیدا کرنا حقیقت ہے، اس طرح شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے ؎

از طاعتِ الٰہی دیدم جمال احمد ﷺ
وز حُبِّ مصطفائی دریا فتم خدارا

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا

مرتبہ

حکیم سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی

مؤلف

تذکرہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ   تذکرہ صوفیہ نقشبند رحمہما اللہ   تذکرہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

اولیاء اللہ کی شان وعظمت

اولیاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی عظمت ورفعت اور ان کی شان وشوکت خود خداوند قدوس جل وعلیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ؕ ذٰالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ کریم کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے نہ غم، یہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی ہیں، ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ تعالیٰ کے کلمات بدل نہیں ہو سکتے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

جس مضمون کے منکرین موجود ہوں اس کو قرآن مجید میں تاکیدی حروف سے شروع کیا جاتا ہے، مثلاً اَلَآ اور اِنَّ ہے، جس درجہ کا انکار ہو اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے یہ مضمون بھی اپنے مضمون کے اعتبار سے بہت اہم ہے، چونکہ کوئی فرقہ اولیاء اللہ کی ذات کا منکر ہے، کوئی اُن کی صفاتِ عالیہ کا، کوئی ان کی کرامات کا، اور کوئی اُن کے فیوض وبرکات کا، تو کوئی ان کے علوم کا انکاری ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اَلَآ اور اِنَّ دوہری تاکید سے شروع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس نورانی اور روحانی جماعت کو اولیاء اللہ کے پیارے لقب سے نوازتا ہے اور پھر اسی مقدس جماعت کو بھی صالحین کا خطاب دیتا ہے کبھی متقین کا، کہیں مخلصین کا اور کہیں عباد الرحمٰن کا اور کہیں حزب اللہ کا، لقب عطا فرماتا ہے جیسا کہ مختلف مقامات پر فرمایا ہے:

وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ...... وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ...... وَ ھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ

قرآن پاک میں جا بجا ان خطابات سے اولیاء اللہ کا یہی گروہ مراد ہے اور سورۃ انفال

آیت ۳۴ میں بالکل واضح طور پر فرما دیا ہے:

اِنْ اَوْلِیَآءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

ترجمہ: یہ متقین ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

اب اس گروہ کی شان وعظمت باری تعالیٰ پارہ ۲۵ سورۂ زخرف میں یوں بیان فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

یعنی، قیامت کے دن میدانِ حشر کی ہیبت وہولناکی سے گھبرا کر جب مخلوق خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی، جب کوئی کسی دوست کے کام نہیں آئے گا، باپ اپنے بیٹے سے، بیٹا اپنا باپ سے بھاگ جائے گا، بھائی کو بھائی جواب دے دے گا اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو یہی اولیاء اللہ اور متقین قیامت کے دن بے سہاروں کا سہارا بن کر، بے چاروں کا چارہ بن کر، دکھیوں کے دستگیر بن کر، گنہگاروں کی شفاعت، بے یاروں اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ فرما دے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشت پر مہریں لگا دی جائیں گی تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ چنانچہ جنتی انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی حسرت ویاس کے دریا اور شرمندگی اور رسوائی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے اور پھر جب اولیاء اللہ کی صف دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر دوزخیوں کی مہر لگی ہوگی دوڑ کر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑ لے گا اور عرض کرے گا اَمَا تَعْرِفُنِیْ کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے اور پھر خود ہی کہے گا اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ شَرْبَۃً میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ پانی پلایا تھا، وَ قَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَکَ وُضُوْءً ا اور کوئی کسی ولی سے کہے گا کہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا تھا، فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ یعنی وہ

اللہ کے ولی دوزخیوں کی شفاعت کریں گے اور وہ اولیاء کرام کی شفاعت اور مدد کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں گے، خداوند تعالیٰ کا غضب، رحمت میں تبدیل ہو جائے گا، ان کی مشکل آسان ہو جائے گی، ان کے دکھ دور ہو جائیں گے، ان کی بگڑی بن جائے گی، نیز اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اولیاء اللہ کے ساتھ کی گئی تھوڑی سے خدمت بھی ضائع نہیں جائے گی ایک نے پانی پلایا تھا اور دوسرے نے صرف وضو کرایا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۳۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کئے پھر وہ توبہ کرنے کے ارادہ سے گھر سے چلا، اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں اور اگر اب میں توبہ کروں، تو کیا خداوند تعالیٰ میری توبہ قبول کرلے گا؟ اس نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے جا کر کسی اور شخص سے پوچھا اور حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں:

ثُمَّ سَاَلَ اَعْلَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ

یعنی، اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم سے دریافت کیا۔

تو انہوں نے جواب دیا:

فَانْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ كَذَا وَ كَذَا فَاِنَّ بِهَا اُنَاسٌ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ

یعنی، فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی اولیاء اللہ رہتے ہیں۔

اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا:

فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلٰٓئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَ مَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ

یعنی، رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔

عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے اس لئے یہ جہنمی ہے اور رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ اب یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جا رہا تھا اس لئے جنتی ہے، تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے وہاں سے

لے کر جہاں اس نے جانا تھا وہاں تک کا فاصلہ ناپو اگر اگلا حصہ کم ہے تو یہ جنتی ہے اور اگر پچھلا حصہ کم ہے تو یہ دوزخی ہے جب فرشتے وہ فاصلہ ناپنے لگے:

فَاَوْحَى اللّٰهُ الْاَرْضَ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِىْ

یعنی، خداوند تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمٹ جا۔

پس وہ زمین آگے سے سمٹ گئی اور فاصلہ کم ہو گیا یا وہ بستی قریب ہو گئی، فَغَفَرَ لَهٗ پس خدا کی رحمت اور بخشش کا دریا جوش میں آ گیا اور سو انسانوں کے قاتل کو بخش دیا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک سو انسانوں کا قاتل ابھی اللہ کریم کے ولیوں کے پاس پہنچا بھی نہیں تھا بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل گنہگار کو بخش دیا، صرف اس لئے کہ توبہ کرنے میرے دوستوں کی طرف جا رہا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

یعنی، بے شک اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو محبوب رکھتا ہے ان سے محبت کرتا ہے (اِنْ اَوْلِيَآءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ، یعنی یہ اولیاء اللہ متقین ہی ہیں) اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے سے محبت کرتا ہے تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور وہ ساری مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَائِيْلَ فَقَالَ اِنِّىْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَائِيْلُ ثُمَّ يُنَادِىْ فِى السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِى الْاَرْضِ

یعنی، اللہ کریم جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس بندے سے محبت کرو، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا پھر جبرائیل علیہ

السلام بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں، بعد ازاں آسمانوں میں منادی کرا دی جاتی ہے کہ اے آسمان والو! خداوند تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمانوں کے تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے مقبول اور محبوب بندہ کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقبولانِ الٰہی کے آستانوں پر مخلوقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے، ان کے دروازوں پر حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان دلق پوشوں کی بارگاہوں پر بادشاہانِ وقت کاسۂ گدائی لئے پھرتے ہیں اور اُن کی چوکھٹوں پر تاجداروں کی جبینِ نیاز جھکتی ہے اور ان کے چشمہ روحانیت سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے تشنگانِ معرفت کا ہجوم رہتا ہے، اور ان کے میخانۂ عرفان سے شرابِ عشق و مستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان کے چراغ رشد و ہدایت سے حق و صداقت کی راہ کے متلاشی پروانوں کا اژدہام رہتا ہے اور ان اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت اور جلال و جمال روزِ محشر دیدنی ہوگا:

عن عمر ابن خطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَا ھُمْ بِاَنْبِیَآءَ وَ الشُّھَدَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ؟ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَ لَا اَمْوَالٍ وَ سَعَاطُوْنَھَا فَوَ اللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَ اِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَ قَرَاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ''

یعنی، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے **لوگ** بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء ہیں لیکن بارگاہِ خداوندی میں قیامت کے روز ان کے مقام و عظمت کو دیکھ کر **لوگ** ان پر شک کریں گے، دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو خبر دیجئے کہ وہ کون

لوگ ہیں؟ فرمایا وہ ایسے **لوگ** ہوں گے جو رشتوں اور مالی لین دین کی بجائے محض رضائے الٰہی کے لئے آپس میں محبت رکھیں گے، فرمایا خدا کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے، جب **لوگ** خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب **لوگ** غمگین ہوں گے تو وہ غمزدہ نہیں ہوں گے اس کے بعد آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی: ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ''

رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت و نورانیت کے تختوں پر جلوہ افروز ہونے کا نقشہ اس حدیث شریف میں بیان فرما دیا ہے۔

مزید برآں اولیاء اللہ کے اختیارات اور تصرفات اور اس کی وجہ احادیث پاک کی روشنی میں واضح دلیل کے ساتھ بیان کی جا رہی ہے، حدیث قدسی ہے ارشاد ہوتا ہے:

مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ﷺ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَ یَدَہُ الَّتِیْ یَبْطُشُ بِھَا وَ رِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا

یعنی، جب بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی قوتِ سامعہ بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اب اندازہ فرمائیے کہ جب بندہ خدائی صفات کا مظہر ہو جائے اور جس کے ہاتھ پاؤں، آنکھ اور کان کو خدائی قدرت مل جائے تو اس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، اس کی قوت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا، چونکہ خدائی قدرت و طاقت کی کوئی انتہا ہے ہی نہیں اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدائی آنکھ سے

دیکھتا ہے تو پھر اس کے دیکھنے کی بھی کوئی حد نہیں ہے وہ اپنے مصلّے پر بیٹھ کر ساری کائنات کو دیکھ سکتا ہے اسی لئے تو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء

یعنی ،لوح محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہوتی ہے ۔

اور مردِ کامل جب خدا کے کانوں سے سنتا ہے تو پھر اس کے سننے کی بھی کوئی حد نہیں ہو گی، وہ اپنے حجرے میں بیٹھ کر مشرق و مغرب کی آوازیں سن سکتا ہے اور اپنے مریدوں کی فریادیں سن سکتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اور جب اس کا ہاتھ خدائی صفات کا مظہر ہو گا تو پھر اس کی دستگیری بھی خدا کی دستگیری ہو گی چونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں، علامہ اقبال کہتے ہیں: ۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکشا و کارساز

اور مندرجہ بالا حدیث شریف کی روشنی میں اولیاء اللہ کا بولنا بھی خدائی بولنا ہو گا جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں: ۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:

العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله كنت سمعاً و بصراً فاذا صارنور جلال الله سمعاً له سمع قريباً و اذا صار ذالک النور بصراً له رئ القريب و البعيد و اذا صار ذالک النور يداً له قدر على التصرف فى الصعب و السهل و البعيد و القريب (تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، جز و ۲۱ صفحہ ۹۱)

یعنی ، جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میں اس کی سمع اور بصر بن جاتا ہوں تو جب اللہ تعالیٰ کے جمال کا نور اس کی سمع بن جاتا ہے تو وہ بندہ

قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے برابر دیکھتا ہے اور جب یہی اللہ تعالیٰ کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی اور تری میں قریب و بعید میں یکساں طور پر تصرف پر قادر ہو جاتا ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الكمال المطلق عبارة من مقام ولى فيه يعطى الكامل حقائق الاشياء حقها بالتمام و الكمال فيتصف بسائر صفات الربوبيت و بجميع صفات العبودية فى آنِ واحدِ (انفاس العارفین، فارسی، صفحہ ۱۵)

یعنی ،کمال مطلق کو ولی اللہ کے اس مقام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں ولی کامل کو تمام اشیاء کی حفاظت سے کامل طور پر آگہی دی جاتی ہے پس وہ ولی اللہ ایک ہی وقت میں ربوبیت و عبودیت کی تمام صفات سے متصف ہوتا ہے ۔

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۶ بعنوان منزل توکل صفحہ نمبر ۳۵ میں فرماتے ہیں اس مقام پر پہنچ کر تمہیں تکوینی نظام یعنی کائنات کا نظم و نسق سونپ دیا جائے گا اور تم خدا کے ایسے واضح اور صریح حکم اور روشن دلیلوں کے ذریعہ جیسے سورج روشن ہوتا ہے کائنات کا نظم و نسق چلا سکو گے اور لذیذ شئے سے زیادہ لذیذ کلام اور ایسے صادق الہام سے جس میں کسی قسم کا التباس نہ ہو اور جو مقتضائے قلبی اور وساوسِ شیطانی سے مبرا ہو تمہیں نواز دیا جائے گا جیسا کہ باری تعالیٰ نے اپنے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے اولادِ آدم میں ہی وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کے متعلق کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے، لہٰذا جب تم خدا کی اطاعت کرتے رہو گے تو تمہیں ایسا بنا دیا جائے گا کہ جب تم کسی شئے کے متعلق کہو کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی بلاشبہ بہت سے انبیاء اور اولیاء کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے ۔ (فتوح الغیب اردو معنف غوث

اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ، کراچی نمبر ۱)

اللہ تعالیٰ نے اولیاء الہ کے صرف فضائل اور ان کی شان وعظمت بیان فرمانے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اولیاء اللہ کا دامن تھامنے اور ان سے وابستہ ہو جانے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا:

وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَ لَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ (پارہ ۱۵، سورہ کہف)

ترجمہ: اپنی جان کو ان کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح وشام اس کی رضا کے لئے اپنے رب کو پکارتے اور اس کا ذکر کرتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ والوں کے ساتھ وابستہ اور پیوست رہنے کا حکم ہے یعنی ان کے ساتھ اپنی جانوں کو لگائے رکھو ان سے چمٹے رہو جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن ہیں، یہ قرآن کی نص ہے کہ اللہ والوں کے ہو جاؤ چونکہ جو اللہ والوں کا ہو جاتا ہے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے، آگے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ہمیشہ اپنی نگاہوں کو ان کی طرف جمائے رکھو، ان کی طرف سے اپنی نظروں کو نہ ہٹاؤ، ان کا دیدار کرتے رہو، گویا ان کو اپنے تن من میں بسالو اور ان کے تصور میں ڈوب جاؤ یعنی فنافی الشیخ ہو جاؤ۔

اب میں آخر میں شجرہ شریف عالیہ قادریہ جہانگیریہ ابو العلائیہ کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

عشق دے مرشد کا مجھ کو یاد الہ العالمین
انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

بیعت مرشد کا جواز

''بیعت مرشد کا جواز قرآن وحدیث اور ائمہ تصوف کے اقوال کی روشنی میں''

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ جَاہِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (پ۶ سورہ مائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''قول الجمیل'' میں لکھتے ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے، اسی طرح مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی تصنیف ''امامت'' میں لکھا ہے ''مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد'' وسیلہ سے وہ شخص مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی حاصل ہو، صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بزرگانِ دین بھی خدا کے قرب کا وسیلہ ہیں۔ اسی طرح صاحب تفسیر معالم لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت اور اعمالِ صالح اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (پارہ ۲۶، سورہ فتح)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، خداوند تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جو شخص اس اقرار اور قول کو توڑ دے گا تو اس کا وبال اس کی جان پر ہو گا اور

جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''اس آیت مقدسہ میں دلیل ہے کہ بیعت امر مشروع ہے اور یہ امر مشہور، متواتر اور باجماعِ امت ثابت ہے کہ بیعت امر شرعی ہے''۔ گویا یہ آیت بیعت کے بارے میں نص قطعی ہے۔

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (پارہ ۲۶، سورہ فتح)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا، جس وقت درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

بیعت اس قدر اہم اور ضروری موضوع ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہئے، شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے، تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو اگر کوئی صالح امام (رہبر و مرشد) نہ ہو گا تو اس کا امام شیطان ہو گا، اس آیت میں تقلید اور بیعت مریدی سب کا ثبوت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس کو کسی مرشدِ کامل سے بیعت کر کے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے زمرہ میں شامل ہو کر شرفِ نسبت نصیب ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت اور صحبت شرعاً محبوب اور مطلوب ہے اس لئے انبیا علیہم السلام نے بھی مولیٰ کریم سے معیت صالحین کی دعائیں مانگی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

عورتوں کی بیعت کا قرآن پاک سے ثبوت

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پارہ ۲۸)

ترجمہ: یا نبی کریم (ﷺ) جب آپ کے پاس ایمان دار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس غرض سے حاضر ہوں کہ وہ آپ سے ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں گی، چوری اور بدکاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی نہ کوئی بہتان باندھیں گی نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کی بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن اس آیت پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ صفا پر جلوہ افروز تھے اور جو عورتیں اسلام قبول کرنے اور بیعت کے لئے حاضر ہوتیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی نیابت میں کوہِ صفا کے نیچے آپ کے حکم کے مطابق بیعت فرماتے تھے یعنی اُن عورتوں سے بیعت لیتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ پیرانِ عظام کا بیعت لینے کے لئے خلیفے بنانا اور ان کی اپنی نیابت میں بیعت لینے کی اجازت دینا جائز ہے جیسا کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے اپنے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے بیعت لینے کے لئے خلیفہ بنایا۔

احادیث پاک سے بیعت کا ثبوت

بخاری شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ارشاد فرمایا:

بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ لَا تَسْرِقُوْا وَ لَا تَزْنُوْا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ وَ لَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَ اَرْجُلِکُمْ وَ لَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ

یعنی ،تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ، چوری اور زنا نہ کرنا اپنی اولاد کوقتل نہ کرنا اور اپنی طرف سے بنا کر کسی پر بہتان نہ باندھنا اور کسی اچھی بات میں اللہ تعالی اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرنا ۔

بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہو:

اَنْ بَایَعْنَا عَلَی السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ عُسْرِنَا وَ یُسْرِنَا

یعنی ،حضور نے ہم کو بلا کر بیعت فرمایا اور اقرار کرایا کہ کہو، بیعت کی ہم نے سننے اور فرمانبرداری کرنے پر اپنی خوشی میں رنج تنگی اور فراخی میں ۔

ابن ماجہ شریف میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فقرائے مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی:

عَلٰی اَنْ لَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا وَ کَانَ اَحَدُھُمْ یَسْقُطُ سَوْطُہٗ یَنْزِلُ مِنْ فَرَسِہٖ فَیَاْخُذُہٗ وَ لَا یَسْئَلُ اَحَدًا

یعنی ،لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا تو ان لوگوں نے اس اقرار کی اس حدتک پابندی کی کہ اگر ان کے ہاتھ سے کوڑا بھی گر جاتا تو گھوڑے سے اتر کرخود کوڑا اٹھاتے اور کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ غزوۂ خندق کے دن حضور علیہ السلام نے تمام مہاجرین و انصار کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائی تو ہم سب نے عرض کیا:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

یعنی ،ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دستِ حق پرست پر اس قول پر بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے اسلام پر قائم رہیں گے۔

اوراس وقت تمام مہاجرین وانصار حاضر تھے، ایک بھی خادم وجاں نثار غیر حاضر نہیں تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کَانُوْا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةَ الَّذِیْنَ بَایَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ

یعنی ،ہم پندرہ سوآدمیوں نے حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پر بیعت کی۔

بیعت الطریقہ

عن جریر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالی عنھما قال بایعتُ النبی ﷺ علی اقامۃ الصّلوۃِ و ایتاء الزّکوۃِ و النصح لِکُلِّ مُسْلِمٍ

(بخاری شریف، باب البیعۃ علی اقامۃ الصلوٰۃ، صفحہ ۵۷، مطبوعہ کراچی)

یعنی ،جریر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں ''میں نے بیعت کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ اقامۃ الصلوٰۃ ، ایتاء الزکوٰۃ اور ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی پر۔

عورتوں کی بیعت کا حدیث شریف سے ثبوت

بخاری شریف میں حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے بیعت کے وقت یہ عہد بھی لیا:

اَنْ لَا نَنُوْحَ

یعنی ،ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ۴۵۷ عورتوں نے آنحضرت ﷺ

کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

ابوداؤد شریف میں امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے ایک مکان میں انصار کی عورتوں کو جمع کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان سے بیعت لینے کے لئے بھیجا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان سے بیعت لی اور ان مستورات نے دور سے ہی اپنے ہاتھوں کے اشارہ سے قبولیت بیعت کا اظہار کیا۔

خلفاءِ راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بیعت کا ثبوت اور جواز

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں پر یکے بعد دیگرے بیعت کی، بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشاورت کے بعد جب امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تو ان کے ہاتھ پر بیعت کے وقت کہا:

اُبَایِعُکَ عَلٰی سُنَّۃِ اللّٰہِ وَ سُنَّتِ رَسُوْلِہٖ وَ الخلیفتینِ مِنْ بَعْدِہٖ

یعنی، میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور دونوں خلفاء کی سنت کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا احادیث متبرکہ سے ثابت ہوا یہ بیعت سنت مطہرہ ہے اور سنت کے مطابق عمل پیرا ہونے کے بارے میں آپ نے فرمایا:

مَنْ اَخَذَ بِسُنَّتِیْ فَھُوَ مِنِّی وَ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

یعنی، جو میری سنت پر عمل کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اقوالِ صالحین سے بیعت کا ثبوت

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

من لم یکن لہ استاذ فامامہ الشیطان

یعنی، جس شخص کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر اور امام شیطان ہے۔

حضرت شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قول الجمیل صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں:

ان البیعۃ سنۃ

یعنی، بیعت سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں ''جو مرید اپنی عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ہاتھ کے ساتھ منعقد کرتا ہے تو مرشد اور بیعت کے واسطے سے اس کا انعقاد سرچشمۂ نبوت و رسالت سرورِ دوجہاں فخرِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا ۔۔۔ او نشیند در حضورِ اولیا

پیر کامل صورتِ ظلِ الٰہ ۔۔۔ یعنی دید پیر دید کبریا

امام اربابِ طریقت، پیشوائے اہل حقیقت، واقفِ رموزِ معرفت سیدنا حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کامل وہ عالی مقام ہستی ہے کہ حضور پُرنور رحمت عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہر وقت اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مشاہدہ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

اس مضمون میں سب سے پہلی آیت مقدسہ میں قابل غور یہ امر ہے کہ قرآن پاک اپنے واضح الفاظ میں ایسے سعادت مند انسانوں کو وسیلہ کی تلاش کا حکم دیتا ہے جو دولتِ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں اور تصدیقِ قلبی کے ساتھ ساتھ احکام خداوندی کی پوری طرح بجا آوری سے اپنے ایماندار ہونے کا عملی ثبوت پیش کر چکے ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ اس آیۂ متبرکہ میں اولین خطاب اور روئے سخن خیر القرون کے ان محترم صحابہ کرام کی طرف ہے جن کا شمار اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوتا ہے اور جن کے علوِ مرتبت اور رفعت شان کا یہ عالم ہے کہ خود خداوند تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے:

لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيمٌ (پ۹)

ترجمہ: ان کے لئے اپنے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور ان کے لئے مغفرت اور عمدہ رزق ہے۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ مولیٰ کریم سے راضی ہوئے۔

تو دیکھنا یہ ہے کہ ایسے برگزیدہ حضرات کو ایمان میں استحکام و مضبوطی اور عالی درجات و مراتب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ کی تلاش اور اس میں مجاہدہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حدیث پاک کے یہ الفاظ "بَایِعُوْنِیْ" یعنی تم سب میرے ہاتھ پر بیعت کرو کے واضح الفاظ بیعت توبہ و بیعت انابت کا حکم دینا اور یہ فرمانا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا لبیک کہنا خوابیدہ بختوں کو چشم بصیرت کو وا کرنے اور صراط مستقیم سے روگردانی کرنے والوں کو متنبہ کرنے کے لئے کافی ثبوت ہے۔

اب آخر میں قطب الاقطاب، غوث الاغواث، فرد الافراد شہباز لامکانی، محبوب سبحانی حضرت میراں محی الدین، پیرانِ پیر، دستگیر الشیخ السید عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں:

فلا بد لکل مرید لله عز وجل من شیخ علی ما بیّنّا (غنیۃ الطالبین، صفحہ ۶۹۱، مطبع نول کشور، لاہور)

یعنی، پس ہر مرید کے لئے لازم ہے اللہ عز وجل کی رضا کے لئے نیز فرمایا پس مرید پیر پکڑنے کے لئے مجبور ہے۔

اور آپ کے اس ارشاد کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث رسول مقبول ﷺ سے ہوتی ہے:

عن عبداللہ ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من خلع یداً مِن طاعةٍ لَقِیَ اللّٰهَ یَوْمَ القیامةِ وَ لا حجة لهُ و من مات

و لیس فی عُنُقِهٖ بیعةٌ مَاتَ میتةً جاهلیةً (مشکوٰۃ شریف (بحوالہ مسلم شریف) نمبر ۳۴، ۳۵، صفحہ ۱۹۲، جلد دوم، مطبع فرید بک اسٹال، ۴۰ اردو بازار، لاہور)

یعنی، جس نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہو گی اور جو مر گیا اور اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیعت مرشد ایک مشروع عمل ہے اور یہ امر مشہور، متواتر، اور باجماع امت ثابت ہے اور مذکورہ بالا آیات قرآنی، احادیث مقدسہ، خلفاء راشدین المہدیین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بیعت کے بارے میں نصوص قطعی کا حکم رکھتے ہیں اور ایسے مسلمہ اور ثابت من السنۃ عمل کا ترک کرنا اہل ایمان کے لئے یقیناً موجب حرمان اور باعث خسران ہے۔

ماہنامہ بقیع
SEPTEMBER 2008
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 173

غیر مسلموں سے میل جول کی شرعی حیثیت

تصنیف

رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی صاحب مدظلہ العالی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799 Website : www.ishaateislam.net

غیر مسلموں سے میل جول

کی

شرعی حیثیت

تصنیف

رئیس العلماء حضرت علامہ **قاضی غلام محمود** صاحب ہزاروی مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : غیر مسلموں سے میل جول کی شرعی حیثیت

تصنیف : حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی

سن اشاعت : رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ۔ ستمبر ۲۰۰۸ء

تعدادِ اشاعت : ۲۸۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیشِ لفظ

عہدِ رسالت ہی میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا جو اپنے آپ کو مسلمان اور مومن کہتا اور صدقِ دل سے ایمان لانے کی قسمیں کھاتا اور حضور کے رسول ہونے شہادت دیتا اور آپ ﷺ کو رسول برحق ماننے کا اقرار تھا۔ دین کے اکثر اصولوں میں عامۃ المسلمین سے مُتّفق نظر آتا، ان کا خدا، رسول، کلمہ اور قبلہ وہی جو عام صحابہ کا، اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں بھی صحابہ سے اتفاق، مگر اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہوئے عامۃ المسلمین کو جاہل اور بے وقوف کہتا، ان پر زبانِ طعن دراز کرتا، اپنے آپ کو خوش پوش معزز طبقہ خیال کرتے ہوئے عام مسلمانوں کو ذلیل وحقیر کہنا، کفار کو ہی قابلِ لحاظ جاننا، ان کے خلاف محاذ آرائی سے اجتناب کرنا، جہاد میں شرکت سے معذرت کرنا، اپنی الگ دانش کدہ اور مسجد کی تعمیر کرنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پس پردہ آقا کریم ﷺ پر طعن و اعتراض کرنا اور اس معاملے پر پُرسش پر سرے سے انکار کردینا اور اگر انکار کی گنجائش نہ ہوتی تو اسے ہنسی اور مزاح قرار دیتے ہوئے قسمیں کھا کر کہنا کہ ہمارا مقصد گستاخی نہ تھا، اُن کا شیوہ تھا۔

چونکہ اسلام کے اس ابتدائی دور میں جب کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کفّار و مشرکین کی ایک مہیب قوت کھڑی تھی اور مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، اس لئے بظاہر حالات کا تقاضہ تھا کہ مسلمانوں کی قوت کو مجتمع رکھا جائے، لہٰذا مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا، مسلمانوں کو باہمی مربوط رکھنے کے لئے آپس کے اختلاف کو نظر انداز کر کے اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھا جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس نازک موقع پر بھی دوسرے گروہ کے خلاف فتویٰ دینا ضروری جانا اور ان کی زبانی معذرت کے باوجود فرمایا:

''یہ بے ایمان ہیں، کافر ہیں، مُفسِد ہیں، جھوٹے ہیں''۔

جیسا کہ سورہ بقرہ، توبہ اور منافقون کی متعدد آیات میں صراحت ہے، گویا اصولِ دین اور عبادات میں بظاہر اتفاق، اور پھر زبانی معذرت کے باوجود یہ انتہائی سخت فتویٰ دے کر اُن کو ملّتِ اسلامیہ سے خارج کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

قرآن وحدیث کے واضح اور صریح احکامات جو ان سے تعلقات، میل جول اور روابط کے متعلق ہیں، ان احکامات سے عوام الناس کو روشناس کروانے کے لئے صحابہ، تابعین، تبع تابعین،

ائمہ، فقہاء، علماء اپنے اپنے دور میں سعی کرتے رہے اور انہی میں سے ایک حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی صاحب ہیں جنہوں نے بڑی اچھی تحقیق قرآن وسنت اور متقدمین ومتاخرین کے فتاویٰ کی روشنی میں پیش کی ہے، الحمدللہ جمعیت اشاعت اہلسنّت اسے نئی کمپوزنگ بمعہ مزید تخریج کے اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 173 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

حضرت موصوف نے بڑے سلیس پیرائے میں یہ بات باور کروائی ہے کہ باپ ہو یا بھائی، استاذ ہو یا شیخ، اگر خدانخواستہ کوئی گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے کسی قسم کی محبت اور عقیدت نہ رکھی جائے بصورت دیگر ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی ہے۔

اللہ تعالیٰ ادارے اور مصنف کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے۔ آمین

فقط

محمد عرفان الضیائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لِلّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہ و أصحابہ أجمعین

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس ضروری مسئلہ کے بارے میں زید کہتا ہے کہ غیر مسلموں، مثل یہود، نصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ ہاتھ ملانا، نشست و برخاست رکھنا وار عیادت وغیرہ جیسے معاملات رکھنا جائز ہے، بے شک مسلمان ان کے ہاتھ سے کھائے اور پئے نہ، زید کے نزدیک بالخصوص یہود ونصاریٰ کے ساتھ معاملات رکھنے کے جواز کی یہ دلیل ہے کہ وہ کتابی ہیں، لیکن بکر کہتا ہے کہ موجودہ دور کے عیسائی اور یہودی مشرک ہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا شرعاً ناجائز ہے، ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ بھی بوجہ اُن کے کافر ومشرک ہونے کے کسی قسم کا تعلق رکھنا روانہیں، زید یہ اعتراض کرتا ہے کہ اگر غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات رکھنے پر اس قدر شرعی پابندی ہے تو پھر مسلمان غیر مسلموں کی تیار کردہ مصنوعات، خورد ونوش کی اشیاء اور ادویات وغیرہ کیوں استعمال کرتے ہیں؟

الغرض از روئے شریعت مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی بائیکاٹ کا حکم واضح فرمائیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ أَحْسَنَ الْجَزَاء

الجواب

الجواب باسم اللّٰھمَّ للصواب، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، حامداً مصلیاً و مسلّماً

شرعی نقطۂ نظر سے غیر مسلموں کے ساتھ قلبی دوستی و یارانہ جائز نہیں، اس سلسلے میں قرآن کریم سے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل اول

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْھُمْ﴾ (المائدۃ:۵/۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنایا انہیں تم میں سے سو وہ اُن ہی میں سے ہے۔

دلیل دوم

دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً ط وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَهٗ ط﴾ (آل عمران:۳/۲۸)

ترجمہ: نہ بنائیں مومن کافروں کو **اپنا دوست** مومنوں کو چھوڑ کر اور جس نے کیا یہ **کام پس نہ رہا** (اُس کا) **اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق**، مگر یہ کہ تم اُن سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔

دلیل سوم

تیسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ﴾ (الممتحنۃ:۶۰/۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن یعنی کافر کو دوست نہ بناؤ کہ تم اُن کو پیغام بھیجو دوستی کے۔

پھر اس کے آخر میں فرمایا:

﴿وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴾

ترجمہ: جس شخص نے ان سے دوستی کی تو وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا۔

دلیل چہارم

اور پھر قرآن کریم میں چوتھے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ﴾ (المجادلہ:۵۸/۲۲)

ترجمہ: آپ نہ پائیں گے کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر کہ دوستی کریں ایسے لوگوں سے جو مخالف ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اُس کے رسول (ﷺ) کے، خواہ وہ (اُن کے) اپنے باپ دادا ہی ہوں، یا اپنی اولاد، یا اپنے بھائی یا اپنے خاندان والے۔

کفار کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں؟

یہ مضمون بہت سی آیات قرآنیہ میں مُجمَل اور مُفصّل مذکور ہے جس میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ موالات، دوستی اور محبت سے شدّت کے ساتھ روکا گیا ہے، ان تصریحات کو دیکھ کر حقیقت حال سے ناواقف غیر مسلموں کو تو یہ شُبہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں غیر مسلموں سے کسی قسم کی رواداری اور تعلق بلکہ حُسنِ اخلاق کی بھی کوئی گنجائش نہیں، اور دوسری طرف اس کے مقابل جب قرآن کریم کی بہت سی آیات سے اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات وعمل سے اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے تعامل سے غیر مسلموں کے ساتھ احسان، سُلوک، ہمدردی اور غم خواری کے ایسے ایسے واقعات ثابت ہوتے ہیں جن کی مثالیں دنیا کی اقوام میں ملنا مشکل ہیں۔

ایسے احکامات اور واقعات سے ایک سطحی نظر رکھنے والے مسلمان کو بھی قرآن وسنّت کے احکام وارشادات میں باہم تعارض اور تصادم محسوس ہونے لگتا ہے مگر یہ دونوں خیال قرآنِ پاک کی حقیقی تعلیمات پر طائرانہ نظر اور ناقص تحقیق کا نتیجہ ہوتے ہیں، اگر مختلف مقامات سے قرآنِ پاک کی آیات کو (جو اس معاملہ سے متعلق ہیں) جمع کر کے غور کیا جائے تو غیر مسلموں کے لئے وجۂ شکایت باقی رہتی ہے نہ آیات وروایات میں کسی قسم کا تعارض اس لئے اس مقام کی پوری

تشریح کردی جاتی ہے جس سے موالات اور اِحسان وسُلوک یا ہمدردی وغمخواری میں باہمی فرق اور ہر ایک کی حقیقت بھی معلوم ہوجائے گی اور یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ ان میں کونسا درجہ جائز اور کون سا درجہ ناجائز ہے اس کی وجوہ کیا ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ دو شخصوں یا جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا درجہ: ایک درجہ تعلق کا قلبی موالات یا دلی موَدّت ومحبت ہے یہ صرف مؤمنین کے ساتھ مخصوص ہے غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں بھی قطعاً جائز نہیں۔

دوسرا درجہ: دوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہمدردی وخیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں، یہ بجز کفار اہلِ حرب (اہلِ حرب سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار و جنگ ہوں) کے باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔

دلیل پنجم

سورۂ مُمتحِنہ میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْآ اِلَیْھِمْ﴾ (الممتحنۃ:۶۰/۸)

ترجمہ: اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑتے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تمہیں تمہارے گھروں سے کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور انصاف کا سلوک کرو۔

تیسرا درجہ: تیسرا درجہ مدارت کا ہے جس کا معنی ظاہری خوش خُلقی اور دوستانہ برتاؤ کے ہیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جب کہ اس سے مقصود اُن کو دینی نفع (دینی نفع سے مراد اسلام کی دعوت دینا کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور اپنی عاقبت سنوار لیں) پہنچانا ہو، یا وہ اپنے مہمان ہوں، یا اُن کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔ دلیل دوم میں سورۂ اٰل عمران کی مذکورہ آیت میں ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً﴾ سے یہی درجہ مدارت کا مراد ہو یعنی کافروں سے معاملات جائز نہیں مگر ایسی حالت میں کہ جب تم اُن سے بچاؤ کرنا چاہو اور چونکہ

مدارت میں بھی صورت موالات کی ہوتی ہے اس لئے اس کو موالات سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

چوتھا درجہ: چوتھا درجہ موالات کا ہے کہ اُن سے تجارت یا اُجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کیئے جائیں یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو، رسولِ کریم ﷺ اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تعامل اس پر شاہد ہے، فقہاء نے اسی بنا پر کُفار اہلِ حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے اور باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے، اسی طرح اُن کے ملازم رکھنا یا خود ان کا کارخانوں اور اداروں وغیرہ میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے، اس تفصیل سے آپ کو یہ تو معلوم ہوگیا ہوگا کہ قلبی اور دِلی دوستی ومحبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں بھی جائز نہیں اور احسان وہمدردی اور نفع رسانی بجز اہلِ حرب (جنگجو کفار) کے اور سب کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے جب کہ اس کا مقصد مہمان کی خاطر داری یا غیر مسلموں کو دینی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا اپنے آپ کو اُن کے کسی داؤ، نقصان اور ضرر سے بچانا ہو۔

رسول کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان وہمدردی اور خوش خُلقی کے معاملات کئے، اس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے، فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیر مسلم محتاج ذمیوں کو مسلمانوں کی طرح بیت المال سے وظیفے دیئے، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کے معاملات اس قسم کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں، یہ سب مواسات یا مدارات یا معاملات کی صورتیں تھیں اور جس موالات وقلبی دوستی سے منع کیا گیا ہے وہ نہ تھی۔

غیر مسلموں کے ساتھ قلبی موالات سے منع کرنے کی حکمت

اس تفصیل وتشریح سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوگیا کہ غیر مسلموں کے لئے اسلام میں کتنی روا داری اور حُسنِ سلوک کی تعلیم ہے، دوسری طرف جو ظاہری تعارض ترکِ موالات کی آیات سے محسوس ہوتا تھا وہ بھی رفع ہوگیا، اب ایک بات یہ باقی رہ گئی کہ قرآن پاک نے کفّار کے ساتھ موالات، قلبی دوستی اور دلی محبت کو اتنی شِدّت کے ساتھ کیوں روکا کہ وہ کسی حال میں بھی کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں رکھی اس میں کیا حکمت ہے؟ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں

اس دنیا کے اندر انسان کا وجود عام جانوروں یا جنگل کے درختوں اور گھاس پھوس کی طرح نہیں کہ پیدا ہوئے پھلے پھولے اور پھر مرسڑ کر ختم ہو گئے بلکہ انسان کی زندگی اس جہاں میں ایک مقصدی زندگی ہے، اس کی زندگی کے تمام اور اس کا کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، یہاں تک کہ جینا اور مرنا سب ایک مقصد کے گرد گھومتے ہیں، جب تک وہ اس مقصد کے مطابق ہے تو یہ سارے کام صحیح اور درست ہیں اور اگر اس کے مخالف ہے کہ تو یہ سب کے سب غلط ہیں، دانائے روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

زندگی از بہر ذکر و بندگی است   بے عبادت زندگی شرمندگی است (۱)

جو انسان اس مقصد سے ہٹ جائے وہ عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر اہلِ حقیقت کے نزدیک انسان ہی نہیں، اسی لئے تو فرمایا۔

آنچہ مے بینی خلافِ آدم اند   نیستند آدم غلافِ آدم اند(۲)

یعنی، ذکر خداوندی اور عبادتِ الٰہی کے بغیر جو انسان نظر آتے ہیں ان کی شکلیں آدمیوں کی ہیں لیکن حقیقت میں یہ انسان نہیں ہیں، قرآنِ کریم نے اسی مقصد کا اقرار انسان سے ان الفاظ میں لیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانعام:۶/۱۶۲)

ترجمہ: آپ کہئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لئے ہے۔

جب انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اطاعت و عبادت ٹھہرا تو دنیا کے کاروبار، ریاست و سیاست اور عائلی و منزلی تعلقات سب کے سب اس کے تابع ٹھہرے، تو جو انسان کے اس مقصد کے مخالف ہیں، وہ انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور اس دشمنی میں چونکہ شیطان سب سے آگے ہیں، اس لئے قرآن حکیم نے فرمایا:

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر:۳۵/۶)

ترجمہ: شیطان تمہارا دشمن ہے اس کی دشمنی کو ہمیشہ یاد رکھو۔

۱۔ یعنی، زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی بندگی کے لئے ہے بے عبادت زندگی شرمندگی ہے۔ نعیمی

۲۔ وہ جنہیں تو دیکھے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں وہ آدمی ہیں آدمی کے لباس میں نعیمی

چونکہ پیٹ انسان سے گناہ کرواتا ہے اس لئے حدیث شریف میں فرمایا:

"أَعدَی عَدُوُّکَ الَّذِیْ بَیْنَ أَیْدکَ وَ أُرْجک" (۳)

یعنی، تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا پیٹ ہے۔

اسی طرح جو لوگ شیطانی وسواس کے پیرو اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعے آئے ہوئے احکامِ خداوندی کے مخالف ہیں، ان کے ساتھ دلی ہمدردی اور قلبی دوستی اُس شخص کی ہو ہی نہیں سکتی جس کی زندگی ایک مقصدی زندگی ہے اور دوستی و دشمنی اور موافقت و مخالفت سب اس مقصد کے تابع ہیں، اسی مضمون کو ''صحیحین'' کی ایک حدیث مبارکہ میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے:

"مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ فَقَد اسْتَکْمَلَ إِیْمَانَهُ" (۴)

یعنی، جس شخص نے اپنی دوستی اور دشمنی کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیا، اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

معلوم ہوا کہ ایمان کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب انسان اپنی محبت و دوستی اور نفرت و دشمنی کو اللہ تعالیٰ کے تابع بنا دے۔ اس لئے مومن کی قلبی موالات و مؤدّت صرف اُسی کے لئے ہو سکتی ہے جو اس مقصد کا ساتھی اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کا تابع فرمان ہو۔ دیکھئے نوح علیہ السلام نے جب بیٹے کو غرق ہوتا دیکھ کر عرض کیا:

﴿اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ﴾ (ہود:۱۱/۴۵)

ترجمہ: اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

تو یہ مطابق تیرے وعدہ کے بچنا چاہئے تو جواب ملا:

﴿اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ﴾ (ہود:۱۱/۴۶)

ترجمہ: یہ تیرے اہل سے نہیں ہے کہ یہ تو بد اعمال ہے۔

اسی لئے قرآنِ حکیم کی مذکورہ بالا آیتوں میں کافروں کے ساتھ دلی اور قلبی موالات اور دوستی کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اُنہی میں سے ہیں اور ظاہری طور پر ایسی نشست و

۳۔ موسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف: ۲/۱۱، و فیه "أعدی عدوك نفسك التی بین جنبیك" عن اتحاف السادة المتقین للزبیدی و المغنی عن حمل الأسفار للعراقی

۴۔ سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیادة الإیمان و نقصانه، برقم: ۴۶۸۱، ۵/۴۲۔ أیضاً المعجم الکبیر، برقم: ۷۶۱۳، ۸/۱۲۴، ۲۵۱، و برقم: ۷۷۳۷، ۷۷۳۸، ۸/۱۷۷

برخاست اُن کے ساتھ رکھنا کہ جواُن کے ساتھ دوستی کی غمازی کرے اوراس پر دلالت کرے یہ بھی نہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اولاً: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانعام:۶/۶۸)

ترجمہ: مت بیٹھو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس۔

اورفرمایا:

ثانیاً: ﴿وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (ہود:۱۱/۱۱۳)

ترجمہ: اور مت جھکو اُن کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تمہیں بھی آگ۔

اورارشادفرمایا:

ثالثاً: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ (النجم:۵۳/۲۹)

ترجمہ: **پس آپ** رُخِ انور پھیر لیجئے اس (بدنصیب) سے جس نے ہمارے ذکر سے **روگردانی کی اور نہیں** خواہش رکھتا مگر دنیوی زندگی کی۔

اورفرمایا:

رابعاً: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ (التحریم:۶۶/۹)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) **کفار اور منافقین** سے جہاد جاری رکھو اور اُن پر سختی کرو۔

اورفرمایا:

خامساً: ﴿وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾ (طٰہٰ:۲۰/۱۳۱)

ترجمہ: آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے اُن چیزوں کی طرف **جن سے ہم نے** لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو، یہ محض زیب وزینت ہیں **دنیوی** زندگی کی (اور انہیں اس لئے دی ہیں) تاکہ ہم آزمائیں انہیں ان (چیزوں) **سے اورآپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔**

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابو بکر الجصاص الرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

فنهى بعد النهي عن مجالستهم و ملاطفتهم عن النظر إلىٰ أموالهم و احوالهم في الدنيا (تفسیر احکام القرآن، ج۲ص۹)

یعنی، پہلے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے اوران کے ساتھ نرمی کرنے سے منع فرمایا اوراب اُن کے مالوں اوراُن کے دنیاوی حالات پر نظر کرنے سے منع فرمایا جارہا ہے۔

اسی طرح شروع کتاب میں دلیل دوم کے ضمن میں پیش کی جانیوالی آیت کریمہ کی تفسیر میں امام جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الآيه فيه نهي عن اتخاذ الكافرين أولياء لأنه جزم الفصل فهو إذا نهي و ليس بخبر قال ابن عباس (رضي الله تعالىٰ عنهما): نهى الله تعالىٰ المؤمنين بهٰذا الأية أن يلاطعنوا الكفار و نظير ما من الآ قوله تعالىٰ ﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾ الآية (ایضا، ج۲ص۹)

یعنی، اس میں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست بنائیں کیونکہ یہ آیت نہی (یعنی منع) ہے خبر نہیں اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے مومنوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور اس کی نظیر (آیات قرآنی میں) یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے، تمہیں خرابی پہنچانے میں''۔ (آل عمران:۳/۱۱۸)

مذکورہ بالا دلیل دوم والی آیت کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ (آل عمران:۳/۲۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات عظیم سے ڈراتا ہے۔

ایسا نہ ہو کہ چند روزہ اغراض و مقاصد کی خاطر موالات کفّار میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کو ناراض کر بیٹھو، اور چونکہ موالات کا تعلق دل سے ہے اور دل کا حال اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ظاہر بین آدمی کب جان سکتا ہے، اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص واقع میں تو کفّار کی موالات و دوستی اور محبت میں مبتلا ہو مگر زبانی انکار کرے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ تَعْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ﴾ (آل عمران: ۳/۲۹)

ترجمہ: تم کہہ دو کہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے دل کی بات یا اسے ظاہر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

غرض یہ کہ یہ انکار و حیلہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو نہیں چل سکتا۔

کارہا باخلق آری جملہ راست   باخدا تزویر و حیلہ کے رواست

یعنی لوگوں کے ساتھ تو سب کام ٹھیک طریقہ سے کرتے ہو، اب خود ہی سوچو خدا کے ساتھ یہ حیلے اور بہانے کب جائز ہیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب و علمہ أتم و أحکم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وّ آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین و الحمد للہ ربّ العلمین

قاضی غلام محمود ہزاروی کان اللہ لہ
۱۱ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ، مطابق ۲۵ اگست ۱۹۸۸ء
ہری پور ہزارہ، پاکستان

بدعقیدہ سے میل جول امام اہل سنّت کی نظر میں

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم، حامداً مصلّیاً و مسلّماً علیٰ حبیبہٖ محمّد و آلہٖ وَ أصحابہٖ و أتباعہٖ أجمعین، أما بعد

بد مذہبوں کے ساتھ دوستی و یاری، میل جول، ان کے اجتماعات میں شرکت، یا اکٹھے اجتماعات منعقد کرنا، ان کی غمی و شادی میں شرکت کرنا، ان کے پاس برضا و رغبت جانا یا ان کو اپنے ہاں بلانا از روئے قرآن و احادیث مبارکہ کم از کم ناجائز و حرام ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں یہ سوال و جواب مذکور ہے۔

رافضیوں سے قرابت داری کرنا حرام اور ناجائز ہے

سوال: جس شخص کی قرابت داری رافضیوں شیعوں سے ہو اور ان کے کھانے پینے میں اور زیست و مرگ میں بھی شامل ہو اور کوئی سمجھائے تو اس کا یہ جواب دے کہ ہم سے یہ ترک ہو نہیں سکتا (۲) زید کی والدہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے برابر کسی صحابی کا رتبہ نہیں ہے، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) رافضیوں شیعوں سے میل جول حرام ہے اور اس کا مرتکب اگر رافضی نہ بھی ہو تو سخت درجہ کا فاسق فاجر ضرور ہے اور جب وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ خود اس سے ملنا جلنا ترک کر دیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (الانعام: ۶/۶۸)

(ترجمہ: اگر تجھ کو شیطان بھلائے تو یاد آ جانے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا کر۔

مطلب یہ ہے کہ اگر بغیر کسی خاص ارادے کے ایسے اجتماع میں شامل ہو جائے تو جب مجھے صیح مسئلہ یاد آ جائے تو اب فوراً اٹھ جانا چاہئے کیونکہ اب اگر دیر کرے گا تو پھر بالارادہ ان کے ساتھ اختلاط شمار ہوگا)

(۲) زید کی والدہ عقیدۂ مذکورہ کے سبب اہلسنّت سے خارج اور ایک گمراہ فرقے تفضیلیہ میں داخل ہے، جن کو ائمہ دین نے رافضیوں کا چھوٹا بھائی کہا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم)

''آج کل کے روافض تو اسلام سے خارج ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۴۰۹)

''روافض کی بنائی ہوئی مسجد شرعاً مسجد نہیں نماز اس میں ایسی ہوگی جیسے کسی گھر میں، اگر محلّہ میں کوئی مسجد اہلسنّت کی ہے تو اُسے چھوڑ کر اس میں (روافض کی بنائی ہوئی مسجد میں) پڑھنا ترکِ مسجد ہوگا، اور ترک مسجد بلا عذر شرعی جائز نہیں، حدیث میں ہے:

''لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ'' (۵)

اور اگر کوئی مسجد نہیں تو اپنی مسجد بنائیں یا اس کو مول لے کر وقف کردیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۴۱۵)

''فتاویٰ رضویہ'' میں ایک سوال و جواب مسطور لکھا ہے:

سُنّیوں کو بدمذہبوں سے میل جول رکھنا ناجائز ہے

سوال: شیعہ قوم سے سُنّی کہاں تک شریک ہو سکتے ہیں؟

الجواب: سنیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط، میل جول ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فَإِيَّاكُمْ وَ إِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَ لَا يَفْتِنُوْنَكُمْ'' (۶)

بدمذہبوں سے الگ تھلگ رہو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

شیعہ کے ساتھ شرکت کہیں تک بھی نہیں آیت و حدیث میں مطلقاً ممانعت فرمائی بلکہ ایک حدیث خاص اس قوم کا نام لے کر آئی کہ

يَأْتِيْ قَوْمٌ يُقَالُ لَهُمْ نَبَزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّافِضَةُ لَا يَشْهَدُوْنَ جُمُعَةً وَ لَا جَمَاعَةً وَ يَطْعَنُوْنَ السَّلَفَ (۷) فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَ لَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَ لَا تُشَارِبُوْهُمْ وَ لَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَ إِذَا مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَ إِذَا مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ وَ لَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَ لَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ'' (۸)

۵۔ كنز العمال، برقم:۲۰۷۳۳، ۷/۲۶۵، دار الكتب العلمية، بيروت

۶۔ صحيح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء الخ، برقم:۷، ص ۱۳

۷۔ تاريخ بغداد، ترجمة: الفضل بن غانم، ۱۲/۳۸۵، دار الكتاب العربي، بيروت

۸۔ كنز العمال، برقم:۳۲۵۳۹، ۱۱/۲۴۷-۲۴۸، برقم:۳۲۵۲۶، ۱۱/۲۴۶، دار الكتب العلمية، بيروت

یعنی، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ایک قوم آنے والی ہے اُن کا یہ ہوگا کہانہیں رافضی کہا جائے گا، نہ وہ جمعہ پڑھیں گے نہ جماعت، **اور امت کے اگلوں پر طعنہ** کریں گے، تم ان کے پاس مت بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا نہ کھانا، ان کے ساتھ پانی نہ پینا، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرنا وہ بیمار پڑیں **تو انہیں پوچھنے کو نہ جانا،** مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جانا نہ ان پر نماز پڑھنا، **نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔**

دیکھو کہ حدیث نے موت و حیات کے سب تعلق کو ان سے **قطع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔** واللہ تعالیٰ اعلم ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۴۵۵)

اسی ''فتاویٰ رضویہ'' میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا: الجواب: **حضرات امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما** خواہ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہنا کفر ہے، حضرت امیر معاویہ **رضی اللہ تعالیٰ عنہ** یا کسی صحابی کو برا کہنا رفض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۵۶۲)

پھر اسی ''فتاویٰ'' میں ایک اور سوال و جواب مذکور ہے۔

کسی کی مجلس میں شامل ہونا ان ہی میں سے ہونے کے برابر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ۸ محرم الحرام کو روافض جریدہ اٹھاتے ہیں، گشت کے وقت ان کو اگر کوئی اہلِ سنّت و جماعت شربت کی سبیل لگا کر شربت پلائے یا ان کو چائے بسکٹ یا ان کو کھانا کھلائے اور ان کی شمولیت میں کچھ اہلِ سنّت و جماعت بھی ہوں اور کھائیں، پئیں تو یہ فعل کیسا ہے اور اس سبیل وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب: یہ سبیل اور کھانا، چائے بسکٹ کہ رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں **جو تبرا و لعنت کا مجمع ہے،** ناجائز و گناہ ہیں، اور ان میں چندہ دینا گناہ ہے اور **ان میں شامل ہونے والوں** کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (۹)

۹۔ تاريخ بغداد، ترجمه عبدالله بن عتاب، ۱۰/۴۰، **دار الكتاب العربي، بيروت۔**

أيضاً إحياء علوم الدين مع شرحه اتحاف السادة المتقين، **كتاب الحلال و الحرام،** الباب السادس، ۶/۶۹۳، دار الكتب العلمية، بيروت

أيضاً كنز العمال، برقم:۲۴۷۳۰، ۹/۱۱، دار الكتب العلمية، بيروت

یعنی، جو شخص کسی قوم کا مجمع اس میں شامل ہو کر بڑھائے تو وہ ان ہی میں سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ الآیہ (ہود:۱۱/۱۱۳)

ترجمہ: اور ان ظالموں کی طرف ذرا بھی دھیان نہ رکھو کہ ایسی صورت میں تمہیں بھی (ان کے ساتھ) جہنم کی آگ پہنچے گی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۵۶۳)

ترجمہ: گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

احکام شریعت میں کچھ سوالوں کے جواب میں فرمایا:

سوالات: (۱) ماہ محرم میں اہلِ سنّت و جماعت کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے، (۲) ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: پہلی بات سوگ ہے اور سوگ حرام ہے اور دوسری بات جہالت۔ (احکام شریعت، ص ۱۲۷)

سوال: کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سُننا، ان کی نیاز کی چیز لینا، خصوصاً آٹھویں محرم کو جب کہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے، کھانا جائز ہے یا نہیں، محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں، اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب: جانا اور مرثیہ سُننا حرام ہے، ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی نیاز نیاز نہیں، اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے، اور اس میں شرکت موجبِ لعنت، محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، خصوصاً سیاہ کہ شعارِ رافضیان لئام ہے (یعنی بد بخت شیعوں کی نشانی

ہے) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (احکام شریعت، حصہ اول، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ص ۱۲۶)

کافر کو اپنا استاد تسلیم کرنے والا بھی کافر ہے

فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ یَا سَیِّدُ فَاِنَّهٗ اِنْ یَكُنْ سَیِّدُكُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ (۱۰)

منافق کو سید اور سردار نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کا غضب اپنے سر لے لیا۔

''فتاویٰ ظہیریہ'' و ''اشباہ والنظائر'' و ''درمختار'' وغیرہا میں ہے:

تبجيل الكافر كفر

یعنی، کافر کی تعظیم کرنا کفر ہے۔

لو قال لمجوسي يا أستاذ كفر (۱۱)

یعنی، اگر کوئی کسی بھی کافر کو اپنا استاذ تسلیم کرے تو وہ کافر کی تعظیم کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

''تبیین الحقائق'' امام زیلعی وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمه تعظيمهٗ و قد وجب عليهم إهانته شرعاً (۱۲)

یعنی، کسی کافر کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم پائی جاتی ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۱۸۵)

اسی ''فتاویٰ'' میں ایک اور جگہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

۱۰۔ سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب لا يقول المملوك ربي و ربتي، برقم:٤٩٧٧، ١٦٢/٥، دار ابن حزم، بيروت۔
أيضاً أحكام القرآن للرازي، سورهٔ آل عمران ١٩/٢، دار الفكر، بيروت

۱۱۔ الاشباه و النظائر، الف الثاني، كتاب السير، باب الردة، ص٢١٩، دار الفكر، بيروت، و فيه: لو قال لمجوسي يا أستاذي بتجيلاً كفر

۱۲۔ تبيين الحقائق، شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة و الحدث في الصلاة ١٣٤/١

الجواب: آج کل عام روافض تبرائی خذلھم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے) عقائد کفریہ رکھتے ہیں، ان میں کوئی کم ایسا نکلے جو قرآن میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا ہو اور حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی المرتضیٰ و باقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ وجوھھم کو حضرات علیہ (عالیہ) انبیائے سابقین علی نبینا الکریم و علیہم افضل الصلوٰۃ و التسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں، مجتہد لکھنو نے اپنے مہری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی ہے۔ (یونہی ایران کے موجودہ مذہبی انقلابی پیشوا صاحب نے اپنی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیہ'' کے عنوان ''الریاسۃ الاسلامیۃ'' میں لکھا ہے کہ **ان من مذھبنا ان لائمتنا مقاما لا یبلغہ نبی مرسل و لا ملک مقرب** یعنی، ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ (اماموں) کو وہ مقام حاصل ہے کہ جس کو نہ تو نبی مرسل پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم، العیاذ باللہ استغفر اللہ، صد بار استغفر اللہ)

اور جو کوئی ان میں خود یہ اعتقاد بالفرض نہ بھی رکھتا ہو تاہم اُس سے یہ امید نہیں کہ وہ اپنے مجتہد کا فتویٰ دیکھ کر اُسے کافر جانتا تو درکنار خود بھی اُس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اس کے عقیدہ پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے:

من شکّ فی کفرہ و عذابہ فقد کفر (۱۳)

یعنی، جو اس کے کافر ہونے اور اس کے عذاب (معذّب ہونے) میں شک کرے وہ یقیناً کافر ہے۔

تو آج کل رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں، شاید ایسا ہی دشوار ہو گا جیسے زنگیوں حبشیوں میں گوری رنگت کا آدمی یا سفید رنگ کا کوا، ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہیں، جیسا کہ ''فتاویٰ ظہیریہ'' اور ''فتاویٰ عالمگیری'' ''**الحدیقیۃ الندیۃ**'' و **غیرھا من الکتب الفقھیۃ** میں صاف طور پر لکھا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد۵، ص۱۱۶، ۱۱۷)

۱۳۔ الفتاویٰ البزازیہ، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً أو خطاءً ۶/۳۲۲۔
أیضاً الدّرر و الغرر، کتاب الجھاد، باب الوظائف، فھل فی الجزیۃ، ۱/۳۰۰۔
أیضاً الدر المختار و رد المحتار، کتاب الجھاد، باب المرتد، مطلب مھمّ فی حکم سابّ النبی ﷺ، ۱۳/۴۴، دار الثقافۃ و التراث، دمشق

غیر مقلّد وہابی دین کے راہ زن ہیں

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں:

اور غیر مقلّد لوگ کہ فی زمانہ دعوئ حدیث دانی و عمل بالحدیث کرتے ہیں **حاشا و کلّا** کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہلِ حدیث کے زمرے میں **کب شامل** ہو سکتے ہیں، بلکہ ایسے لوگ دین کے راہ زن ہیں ان کے **اختلاط (ان کے** ساتھ ملنے جلنے) سے احتیاط کرنا چاہئے۔ (شمائم امدادیہ، ص۲۸)

غیر مقلّدین اہلسنّت و جماعت کے مخالف ہیں

غیر مقلّد وہابیوں کے بارے میں مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں، اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلّدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہلِ سنّت و جماعت کے مخالف ہو گئے۔ (الشہاب الثاقب، ص۶۲)

تبلیغی جماعت کے متعلق مفتی محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی کا فتویٰ

آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: اول تو نماز پڑھنے والوں کے پاس تقریر کرنا حرام ہے، دوسرے **نمازیوں کو نماز** کی تبلیغ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، نماز کی تبلیغ ایسے مجمعوں میں **کرنی چاہئے جس میں بے** نمازی ہوں، تیسری حقیقت میں نماز کی تبلیغ ہی مطمع نظر نہیں ہے **اپنے اُن مسائل کا پردہ ہے، جو** اہلِ سنّت کے خلاف ہیں اور ان مسائل سے ان کا ذہن **مملو (پُر) ہے چنانچہ (تبلیغی جماعت** کے) قائد اوّل مولوی الیاس صاحب اپنی دعوت **کے صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں کہ ''میاں ظہیر الحسن** میر الدّ عا کوئی (بھی) پایا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ **یہ تحریکِ صلوٰۃ ہے، میں قسم کہتا ہوں کہ تحریکِ** صلوٰۃ نہیں ہے۔ ایک روز بڑی حسرت **سے فرمایا کہ میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے''** اس کلام میں بصراحت فرمایا کہ **اس سے منشا کچھ اور ہے اور وہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے** مسائل کی ترویج ہو جو **اہلِ سنّت کے خلاف رکھتے ہیں، جن کا ذکر اکثر کتابوں میں موجود ہے۔**

اس جماعت میں مختلف اقسام کے لوگ موجود ہیں جو شخص اہلِ سنّت کے خلاف بیان کرتا ہو اس کی تقریر سُننا نہ چاہئے (نہیں سُننا چاہئے) کہ ظاہر میں نماز کی تبلیغ کرتے ہیں موقعہ پاتے ہیں تو خلاف (اہلسنت کے خلاف) مسائل کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں تو ان کی تقریر سُننا ممنوع ہے، نہ ان کی اقتداء جائز ہے (ایسے لوگوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی) نہ ایسے (لوگوں) کو (کسی) کمیٹی کا رکن بنانا جائز، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام جامع مسجد فتحپوری، دہلی۔ (فتاویٰ مظہری، حصہ دوم، ص ۳۱۹)

غیر مقلّد وہابیوں، دیوبندیوں اور مرزائیوں سے میل جول کے متعلق شرعی حکم

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں:

الجواب: وہابیہ وغیر مقلّدین و دیوبندی و مرزائی وغیرہم فرقے آج کل سب کُفّار و مرتدین ہیں، ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے ان سے میل جول حرام ہے، اگرچہ اپنا باپ یا بھائی یا بیٹے ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْماً يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْآ اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ الآية

ترجمہ: نہیں پاؤ گے تم کسی ایسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ اور روزِ آخرت پر کہ وہ دوستی کرتے ہوں اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانوں کے ساتھ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بھائی یا ان کی برادری کے لوگ ہوں۔

اور ان لوگوں سے کسی دنیاوی معاملت کی بھی اجازت نہیں جیسا کہ میں نے اس مسئلہ کو خوب واضح طور پر اپنے ''رسالۃ الحجۃ'' میں بیان کر دیا ہے۔ (اب وہ نام نہاد بریلوی حضرات بتائیں کہ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ جی ہم نے یا ہمارے لیڈروں نے دوسروں کے پیچھے کونسی نماز پڑھ لی ہے اور یہ تو سیاست کا معاملہ ہے، بس یہ تو ایسے ہی چلا کرتا ہے، ہاں جی چلا کرتا ہے تو چلا کرے لیکن بھی یہ یاد رکھو کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے مسلک کے مطابق سیاست ہو کہ اور کوئی بات بد مذہبوں کے ساتھ تمہارا اختلاط کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے تو دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت منتخب کر لو یا یہ مسلک چھوڑ دو یا ایسی سیاست

جس میں آپ کو ایسے لوگوں سے بھی اختلاط ضرور کرنا پڑتا ہے)

ان کے پاس بیٹھنے والا اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے پاس بیٹھتا ہے **تو ان کے کفر میں شک** رکھتا ہے اور وہ ان کے اقوال سے مطلع ہے تو بلاشبہ خود کافر ہے۔ ''**فتاویٰ بزازیہ**''، و''**مجمع الانہر**''، و''درمختار'' وغیرہا میں ہے:

من شكّ في عذابه و كفره فقد كفر (۱۴)

اور ان کو یقیناً کافر جانتا ہے اور پھر ان سے میل جول رکھتا ہے تو اگرچہ اس قدر سے کافر نہ ہوگا مگر فاسق ضرور ہے، اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور معاذ اللہ بالآخر اس پر اندیشہ کفر ہے، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''شرح الصدور'' میں فرماتے ہیں: ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا، اس کے مرتے وقت لوگوں نے اُسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی اس نے کہا نہیں کہا جاتا، پوچھا: کیوں کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں یہ کہتے ہیں تو اُن کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا جو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا کہتے تھے، اب (تو) چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے (ہم ہرگز) نہ پڑھنے دیں گے۔ (شرح الصدور از جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

مخالفتِ اجماعِ قطعی کفر ہے

امام اہلسنّت فرماتے ہیں:

بلاشبہ طائفہ غیر مقلّدین اجماعِ اُمت کو اصلاً حجت نہیں مانتے **بلکہ محض مہمل و نامعتبر جانتے** ہیں۔ صدیق حسن بھوپالی کا مصرع ہے، ''قیاس فاسدہ و اجماع **بے اثر آمد**'' اور **ائمہ کرام و علمائے** اعلام حجیت اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور **مخالفتِ اجماعِ قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں**، ''مواقف'' (مصنفہ) قاضی عضد الدین و شرح مواقف (از) **علامہ سید شریف طبع استنبول جلد** اول، ص ۱۵۹ میں ہے:

كون الإجماع حجة قطعيّة معلوم بالضرورة من الدين

''مسلم الثبوت''، ''فواتح الرحموت''، **جلد دوم، ص ۴۹۴ (میں ہے):**

الإجماع حجّة قطعاً و يفيد العلم الجازم عند جميع أهل القبلة و

۱۴۔ مرّ سابقاً

لا یعتد بشر ذمه الحمقاء الخوارج و الروافض لأنهم حادثون بعد الاتفاق یتشککون فی ضروریات الدین

یعنی، اجماع حجت قطعی ہے اور تمام اہل قبلہ کے نزدیک مفید عالم یقینی ہے تو چند بیوقوفوں خوارج و روافض کے انکار کا کیا اعتبار ہے کہ یہ لوگ تو بعد کی پیداوار ہیں جو کہ ضروریات دین میں شک کر رہے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۵)

دینی کاموں میں کافروں سے استعانت (مدد) حرام

اب بعض حضرات یہ کہا کرتے ہیں کہ دینی و اسلامی کاموں میں ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہئے اور لینی چاہئے مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ: دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ﴾ (آل عمران: ۳/۲۸)

ترجمہ: مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اُسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر ''ارشاد العقل'' (۱۵) و تفسیر ''فتوحات الٰہیہ'' (۱۶) میں اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ہے:

نهوا عن الاستعانة بهم فی الأمور الدینیة

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں۔

تو جن لوگوں پر ان کے کفریات کی وجہ سے کفر کا فتویٰ علماء نے دیا ہے، ان کے ساتھ میل جول کسی بھی نوعیت کا دینی، اسلامی، سیاسی، دنیاوی وغیرہ کسی بھی موقعہ پر اور کسی بھی مقصد کے لئے جائز نہیں ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں یا کرتے رہے ہیں ان کو بریلوی رضوی اور اعلیٰ حضرت کا ہم مسلک یا معتقد کہلانے کا کوئی حق نہیں، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۵۔ تفسیر أبی السعود، ۲/۳۸، دار الفکر، بیروت

۱۶۔ الفتوحات الإلهیة، ۱/۴۲۶، دار الفکر، بیروت

''أَصْحَابُ الْبِدَعِ کِلَابُ أَهْلِ النَّارِ'' (۱۷)

یعنی، بدمذہب جہنموں کے کتے ہیں۔

غیر مقلّد وہابیوں کے نزدیک علمائے کرام اور اولیائے عظام (معاذ اللہ) مشرک ہیں

امام اہلسنّت فرماتے ہیں کہ

کیا ہر سُنّی عالم و عامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ (وہابی لوگ) اپنے آپ کو مؤحّد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں، آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصۂ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک ''ردالمحتار'' میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے:

اعتقدوا أنهم هم المسلمون و أن من خالف اعتقادهم مشرکون (۱۸)

فقیر نے ''النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید'' میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین و علمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں، خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام و سادات اسلام و علمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل بتاتے رہے ہیں جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ یونہی ۲۲ دوسرے اکابر کے اسمائے گرامی لکھے ہیں، ان کے علاوہ ہزاروں اکابر ایسے ہیں جو کہ تقلید شخصی پر سخت تاکید فرماتے رہے تو ان حضرات کے ایمان کے متعلق کیا کہا جائے گا اور دوسرے مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں ور یہ حضرات معاذ اللہ مشرک گر ٹھہرتے ہیں، اور جمہور ائمہ کرام و فقہاء اعلام کا صحیح مذہب و معتمد و مفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے۔ ذخیرہ، بزازیہ، فصول عمادی، فتاویٰ قاضی خان، جامع الفصولین، خزانۃ المفتین، جامع الرموز، شرح نقایہ برجندی، شرح وہبانیہ، نہر الفائق، درمختار، مجمع الانہر، احکام علی دار، حدیقہ ندیہ، عالمگیری، رد المختار وغیرہا عامہ کُتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں اور کُتب کثیرہ میں اسے فرمایا، المختار

۱۷۔ کنز العمال، برقم: ۱۰۹۰

۱۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی أتباع عبدالوهاب الخوارج فی زماننا، ۱۳/۱۳۵

للقنوی، شرح تنویر میں فرمایا و بہ یفتی، اور یہ افتاء تصحیحات اس قولِ اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقاً کافر ہوجاتا ہے، اگر محض بطورِ دُشنام کہے نہ از راہِ اعتقاد لیکن مُصحّح و مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اگر از راہِ اعتقاد کہے تو وہ خود کافر ہوجائے لیکن اگر محض بطورِ دُشنام و گالی کے کہے تو کہنے والا کافر نہ ہوگا تو تقلید شخصی کو کفر وشرک قرار دیے والوں پر فقہاء کرام کے قولِ مطلق و حکم مفتیٰ بہ دونوں کی رو سے بالاتفاق کفر ثابت ہے اور یہی حکم ظواہرِ احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد ہے، ''صحیح بخاری'' و ''صحیح مسلم'' وغیرہا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ (يَا) كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا (۱۹)

اور ''مسلم'' میں اتنا زیادہ ہے کہ

إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَ إِلَّا رَجَعَتْ إِلَيْهِ (۲۰)

یعنی جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ کلمہ ضرور چسپاں ہوگا۔

سو اگر جسے کہا گیا ہے وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کفر کا حکم اسی کہنے والے پر پلٹ جائے گا۔ نیز ''صحیحین'' میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی کچھ ثابت ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کی رُو سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم ہے نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء ان کے کافر کہنے سے معاذ اللہ ایسے ہوں گے اور یہ بات کوئی تقلید شخصی ہی تک محدود نہیں رہتی بلکہ جو لوگ اہلِ اسلام کو بات بات پر کافر گردانتے ہیں مثلاً یا رسول اللہ کہا تو کافر، میلاد منایا تو کافر ومشرک، گیارہویں دی تو مشرک، اولیاء اللہ کی بغرض ایصالِ ثواب نذر و نیاز دی جائے تو کافر ومشرک، رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب مانا تو مشرک، حضور کو حاضر ناظر بتایا تو مشرک، حضور ﷺ کو نُور اعتقاد کیا تو مشرک، ارواحِ اولیاء کو مدد کے لئے پکارا تو مشرک کہا کرتے ہیں، اب چونکہ یہ عقائد تو اسلامی ہیں لہٰذا ان عقائد کے حاملین مسلمان ومومن ہی ہیں، البتہ ان کو کافر ومشرک قرار دینے والے خود اپنے فتوؤں سے کافر ہوجایا

۱۹۔ صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من كفّر أخاه الخ، برقم: ٦١٠٤، ٤/ ١١٠، دار الكتب العلمية، بيروت

۲۰۔ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه الخ، برقم: ١١ (٦٠)، ١/ ٧٩، دار الكتب العلمية، بيروت

کرتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

کیا صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو گمراہ فرقوں سے ملنا جائز ہے

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ بعض حضرات سُنّی و بریلوی ورضوی بھی کہلاتے ہیں اور پھر ان کافر ومشرک گروں کی ساتھ ایک اسٹیج پر مل بیٹھتے ہیں اور کسی موضوع پر متفقہ تقریریں کرتے اور پھر خصوصاً کسی خالص اسلامی وشرعی موضوع پر اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں، وہ اس وقت ان کافر گروں و کافر سازوں اور مشرک سازوں تکفیر بازوں کے ان کفریات کو یکسر بھول جاتے اور بالکل نظر انداز کردیتے اور پس پشت ڈال دیا کرتے ہیں، ان سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا رضوی بریلوی کہلانے، اور محقق سُنّی مسلک کے حامل ہونے یا کم از کم غیرت وحمیت مذہبی کا یہی تقاضا ہے جو آپ لوگوں نے اختیار کررکھا ہے اور کیا وہ دوغلہ و دورنگا پن نہیں، اور اس سوال کا واقعی وصحیح جواب یہی ہے کہ حقیقت میں یہ دوغلہ پن ہی ہے اور ان لوگوں کو مذہبی ومسلکی تقاضوں سے کوئی خاص سروکار ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے ہیں، پھر یہ تو تقریباً وہی بات ہوتی کہ۔

با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

ورنہ تو کوئی بتا سکتا ہے کہ ان کافر سازوں وتکفیر بازوں کے جلسوں میں جانے یا ان کو اپنے ہاں مدعو کرنے کا سنی بریلوی ورضوی مسلک کی رو سے کیا جواز ہے؟ ہاں اگر کوئی مان جایا صاحب علم ہے تو ضرور لکھے، اس موضوع پر ان شاء اللہ العزیز یہ ناچیز یہ ثابت کرے گا کہ ان بعض نام نہاد سنی بریلوی کہلانے والوں کے یہ کرتوت یقیناً مسلک کے خلاف تھے اور ابھی بھی ہیں، اب علماء کرام کا فرض ہے کہ حق بات کہیں مگر واقعہ تو یہ ہے کہ ان حضرات کے حق باتیں بھی ان لوگوں کے خلاف سامنے آتی ہیں جن کے ساتھ ان کا کوئی ظاہری و دنیاوی تعلق نہیں ہوتا اور ان کے مدرسے یا مسجد کی آمدن کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوجاتا ہے، اب خدا را خدا لگتی کہئے کہ یہ ذاتیات ہوئی یا کہ حق بات، **فالی المشکی فافهم و تدبر و کن علی الحق و المستقیم، والله ولي التوفيق و هو حسبي و نعم الوكيل**

مرتد، منافق کی تعریف فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے قلم سے

امام اہلسنّت فرماتے ہیں کہ کافر مرتد وہ ہے کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے، اس کی بھی دو قسمیں

ہیں: مجاہر و منافق، مرتد مجاہر وہ ہے کہ پہلے مسلمان تھا پھر اعلانیہ اسلام سے پھر گیا، کلمۂ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے وہ دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو اور مرتد منافق وہ ہے کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزّ وجلّ یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہے، جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی (پیر) کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے، اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالفِ مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا، مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مُضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلِ سنّت و جماعت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے، اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار! خبردار! مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچاؤ۔ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، واللّٰہ تعالیٰ أعلم، کتبہ عبدہ المذنب أحمد رضا عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۱۱۲)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حق گوئی

دیکھا مسلمانو! آپ نے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا کتنا صاف و واضح مسلک و عمل ہے کہ وہ اگر وہابیوں دیوبندیوں کے خلاف لکھتے ہیں تو رافضیوں شیعوں کے خلاف بھی اسی نہج پر لکھا کرتے ہیں، چنانچہ متعدد کتب کے حوالے سے یہ عقیدہ و نظریہ کہ ''من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر''، وہابیوں دیوبندیوں کے خلاف نقل کرنے اور پھر ان پر چسپاں کرتے اور اس کا مصداق ان کو قرار دیتے ہیں، چنانچہ گزشتہ صفحات میں آپ نے ان کا یہ تحریر پڑھ لی ہو گی اور اگر نہیں پڑھی تو اب اسی تحریر کو گزشتہ صفحات میں اس کو پڑھ کر اعلیٰ حضرت کی حق گوئی و بے لوثی کی داد دیجئے، اور خود اس کا عقیدہ رکھئے اور ثابت قدم رہیے، اور کاش کہ اعلیٰ حضرت آج کل ان بعض نام نہاد سُنّی بریلویوں رضویوں کو بھی دیکھتے جو اپنی مسجدوں اور مدرسوں کے نام تو رکھتے

ہیں ''غوثیہ رضویہ'' لیکن پھر بازاروں میں گھوم گھوم کر علی الاعلان یہ نعرے لگاتے ہیں کہ ''شیعہ سُنّی بھائی بھائی'' اور صرف اپنے مدرسوں کی آمدن بڑھانے کی خاطر دیوبندیوں وہابیوں کی مخالفت کیا کرتے ہیں، جو ذاتی تو کہلا سکتی ہے، مذہبی و مسلکی ہرگز نہیں، یا اُن بعض نام نہاد بریلوی رضویوں کو دیکھتے کہ جو جب چاہتے ہیں دیوبندیوں کی مسجدوں و مدرسوں میں چلے جاتے ہیں او ران کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں اور پھر اُن کے ساتھ اکٹھے فوٹو کھنچواتے ہیں اور پھر اس پر ناز بھی کرتے اور صلح کلی بنتے اور قوم کے ہیرو کہلانے کے شوق میں سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں، تو یقیناً ایسے تمام لوگوں کا داخلہ اپنے گیٹ یعنی سنی و بریلوی و رضوی گیٹ میں ممنوع قرار دیتے اور ایسے لوگوں کی سخت مذمّت کرتے اور یقیناً ان سے اپنی لاتعلقی کا برملا اظہار فرماتے اور اس اقدام سے بالکل نہ ہچکچاتے، اب ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حق راستے پر چلنے کی سب کو توفیق عنایت فرمائے، آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بدمذہبوں سے قطع تعلق کے بارے میں احادیث مبارکہ

مسلمانو دیکھو رسول اللہ ﷺ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں: ابن ماجہ شریف میں سرکار دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

وَ اِنْ لَقِیْتُمُوْھُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ (۲۱)

یعنی، جب ان (بدمذہبوں) سے ملو تو ان کو سلام نہ کرو۔

اور ارشاد فرمایا کہ

اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِنْھُمْ وَ ھُمْ بَرَاءٌ مِنِّیْ جِھَادُھُمْ کَجِھَادِ التُّرْکِ وَ الدَّیْلَمِ (۲۲)

یعنی، میں ان سے بیزار ہوں وہ مجھ سے بے علاقہ ہیں، ان پر جہاد ایسا ہے جیسا کافران ترک و دیلم پر۔ (رواہ الدیلمی عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

محدث ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

اِذَا رَاَیْتُمْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَاکْفَھَرُّوْا فِیْ وَجْھِهٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ کُلَّ

۲۱۔ سنن إبن ماجة، المقدمة، باب في القدر، برقم: ۹۲، ۱/۷۷، دار الکتب العلمیة بیروت

۲۲۔ فردوس الأخبار الدیلمي، برقم: ۳۲۵۴، ۲/۴۴۹، دار الکتاب العربي، بیروت

مُبْتَدِعٍ، وَ لَا یَجُوْزُ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَلَی الصِّرَاطِ لٰکِنْ یَتَهَا فَتُوْنَ فِی النَّارِ مِثْلَ الْجَرَادِ وَ الذُّبَابِ (۲۳)

یعنی، جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے روبرو اس سے ترش روئی کا مظاہرہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے، ان میں کوئی بھی پل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹڈیاں اور مکھیاں گرتی ہیں۔

و للطبرانی (۲۴) و غیرہ (۲۵) عن عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ "مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْإِسْلَامِ"

یعنی، جو کسی بدمذہب و بدعتی کی توقیر کرے تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

و لہ فی "الکبیر" (۲۶) و لأبی نعیم فی "الحلیة" (۲۷) عن معاذ رضی اللہ عنہ عن النَّبِیِّ ﷺ "مَنْ مَشٰی إِلٰی صَاحِبِ بِدْعَةٍ لِیُوَقِّرَهٗ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْإِسْلَامِ، و غیرہ من الاحادیث

نیز طبرانی، "معجم کبیر"، اور ابو نعیم نے "حلیہ" میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جو کسی بدمذہب اور بدعتی کی طرف اس کی توقیر کرنے چلے تو اس نے اسلام ڈھانے میں اعانت کی، اور اس

۲۳۔ تاریخ مدینة دمشق، ذکر من اسمه عمار، عمار بن الحسن، برقم:۵۱٤۳، ۳۳۷/٤۳، دار الفکر بیروت

۲۴۔ رواہ الطبرانی فی "الاوسط" عن عائشة رضی اللہ عنها، برقم:٦٧٧٢، ۱۱۸/۵

۲۵۔ رواہ أبو نعیم فی "الحلیة" فی ترجمة خالد بن معدان برقم:٣٦٦، عن عبداللہ بن بشیر، ۵/۲۱۸)، دار الکتب العلمیة، بیروت

۲۶۔ المعجم الکبیر، خالد بن معدان عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنه، برقم:۱۸۸، ۹٦/۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۷۔ حلیة الأولیاء و طبقات الأصفیاء، ترجمه ثور بن یزید، برقم:۲۰، ۹۷/٦

کے علاوہ اور حدیثیں بھی اس باب میں مروی ہیں۔

بدمذہبوں سے میل جول کے بارے میں علمائے اُمّت کی تصریحات

قال العلماء فی کتب العقائد کشرح المقاصد وغیرہ أن حکم المبتدع البغض الاهانة و الرّدُّ و الطّردُ

یعنی، علماء کتبِ عقائد مثل شرح مقاصد وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ مبتدع اور بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا اور اسے ذلت دینا، اس کا رد کرنا اور اسے اپنے پاس سے دور ہانکنا ہے۔

و فی "غنیة الطالبین"، قال فضیل بن عیاض: "مَن أحبَّ صاحب بدعةٍ أحبط اللہ عمله و أخرج نور الایمان من قلبه و اذا علم اللّٰه عزّ و جلّ من رجلٍ أنه یُبْغِضُصاحب بدعةٍ رجوتُ اللّٰه تعالیٰ أن یغفر ذنوبهٗ و إن قلّ عملهٗ و إذا رأیت مبتدعاً فی طریقٍ فخذ طریقاً آخر"

یعنی، "غنیۃ الطالبین شریف" میں ہے کہ فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جو کسی بدعتی و بدمذہب سے محبت رکھے تو اس کے عمل (حبط) وضائع ہو جائیں گے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ اس کے گناہ بخش دے، اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہی ہوں اور جو کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسرا راستہ اختیار کر لیا کرو۔

انتهیٰ لقدر الضرورۃ (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص۱۰۳، ۱۰۴)

یعنی بدمذہب سے یہاں تک نفرت کا مظاہرہ کیا کرو کہ باوجود مخالف سمت کو جانے کے اس گلی یا سڑک پر بھی نہ چلا کرو کہ جس میں سمتِ مخالف سے مبتدع و بدمذہب آ رہا ہو۔

مقامِ غور و فکر: اب وہ صاحبان بتائیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ان کا اتحاد خواہ کسی بھی مقصد کے لئے ہو اور ایک ہی اسٹیج پر اور پھر خصوصاً ان کی مسجدوں و مدرسوں میں جا کر بیٹھنا کیونکر جائز ہو

سکتا ہے، خدارا اپنے مسلک کو پہچانو اور اس کو کسی بھی مرحلے پر نظر انداز نہ کیا کرو بلکہ مضبوطی سے اس پر عمل پیرا رہو، خدا تعالیٰ توفیق دے، آمین

و صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد و آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

و الحمد للہ رب العالمین و ھو حسبی و نعم الوکیل

جمع و ترتیب، کتابت و تحریر، العبد العاصی غلام محمود کان اللہ تعالیٰ لہ

جمعیت اشاعت اہلسنت کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیت کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سال سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنت کی کتابیں مفت شائع کرکے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیت اشاعتِ اہلسنت کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو 9:30 تا 10:30 ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں ہر ماہ کی پہلی اور تیسری پیر کو درسِ قرآن ہوتا ہے جس میں حضرت علامہ مولانا عرفان ضیائی صاحب درسِ قرآن دیتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی دو پیر مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

برتھ کنٹرول کے مسئلہ پر ایک جامع تحریر

بنام

ضبطِ تولید

کی شرعی حیثیت

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	ضبطِ تولید کی شرعی حیثیت
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	شوال المکرم 1429ھ۔ اکتوبر 2008ء
تعداد اشاعت	:	2800
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست عنوانات

پیش لفظ

ضبطِ تولید کی بنیاد عزل ہے اور عزل کا جواز قرآن و سنّت سے ثابت ہے پھر صحابہ کرام میں بعض اِسے ناپسند سمجھتے اور بعض جواز کا فتوٰی دیتے اور بعض خود اس پر بھی عمل کرتے، پھر آئمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام نے ضرورت صالحہ کی بنا پر اِسے جائز قرار دیا اور آزاد بیوی سے عزل کو اس کی رضا سے مشروط کیا اور بعض فقہاء کرام نے فسادِ زمانہ کی وجہ سے بیوی کی رضا کے بغیر چند وجوہات کی بناپر بلا کراہت عزل جائز قرار دیا ہے اور بعد کے علماء کرام نے اس پر فتوٰی بھی دیا ہے۔

اور ضبطِ تولید سے مقصود اولاد کی پیدائش کو روکنا ہے، قدیم سے عزل کا طریقہ رائج تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے طریقے ایجاد ہوتے گئے، ضروری نہیں کہ سب کے سب درست اور صحیح ہوں، ان میں سے بعض درست اور بعض غلط، بعض جائز ہیں، اور بعض ناجائز، اس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہے وہ یہ کہ شرعِ مطہرہ ایسا کوئی بھی طریقہ اپنانے کی اجازت نہیں دیتی کہ جس سے مرد یا عورت میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔لہٰذا جس طریقے میں بھی عورت یا مرد کا بانجھ ہونا پایا جائے وہ ناجائز ہوگا جیسے نسبندی اور نل بندی وغیرہما۔

زیرِ نظر کتاب دراصل ہمارے دارالافتاء سے تقریباً ۲۰۰۰ء میں جاری ہونے والا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب مدّ ظلہ کا ایک طویل فتوٰی ہے، ہماری کمیٹی شعبہ نشر و اشاعت کی درخواست پر حضرت مفتی صاحب نے اس میں اضافہ کرکے اُسے نئی ترتیب دے کر کتابی صورت بنا کر اشاعت کے لئے پیش کردیا اور اس میں زیر نظر مسئلہ پر بہت اچھی بحث کی ہے، مسائل ذکر کرنے کے ساتھ اُن کے مآخذ ذکر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے ہر مسئلہ اور ہر بات با حوالہ ہے، اور شروع میں فہرست مضامین

اور آخر میں مآخذ و مراجع ترتیب وار ذکر فرمائے ہیں، کتاب پڑھ کر اور اس کے مآخذ و مراجع دیکھ کر حضرت کی محنت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔امید ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کی دیگر کتب و رسائل کی طرح یہ کتاب بھی قارئین کی امیدوں پر پوری اُترے گی اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی اس کاوش کو مقبول فرمائے، اور اسے ہر عام و خاص کے لئے نافع بنائے۔

الحمد للہ جمعیت اشاعت اہلسنّت اِسے اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 174 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے۔اللہ تعالیٰ اراکین و ادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے۔آمین

فقط

محمد مختار اشرفی

خادم جامعۃ النّور

و رکنِ شوریٰ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

عزل کا حکم

ضبطِ تولید عزل کے حکم میں ہے، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں:

”ضبطِ تولید“ کے لئے دواؤں کا استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بالکل ”عزل“ کے حکم میں ہے اور یہ جائز ہے۔(۱)

عزل کیا ہے؟

”عزل“ عربی زبان کا لفظ ہے، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و إن نزع و أمنی خارج الفرج، قیل: عَزَلَ (۲)

یعنی، اگر مرد (آلۂ تناسل) باہر نکال لے اور منی شرمگاہ سے باہر خارج کرے تو (عربی زبان میں) کہا جاتا ہے اس نے ”عزل“ کیا۔

اور امام یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

العزل: هو أن يجامع فإذا قارب الإنزال، نزع، وأنزل خارج الفرج (۳)

یعنی، ”عزل“ یہ ہے کہ مرد صحبت کرے اور جب انزال قریب ہو تو (اپنا عضوِ تناسل) باہر نکال لے اور فرج (یعنی عورت کی شرمگاہ) سے باہر منی خارج کرے۔

۱۔ وقار الفتاویٰ، کتاب النکاح، ضبط تولید، ١٢٦/٣
۲۔ رَدُّ المُحتار علی الدُّرِّ المُختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل، ٥٨٣/٨
۳۔ شرح صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب العزل، ٩/١٠/٥

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ لکھتے ہیں:

هو إخراج الرّجل ذكره من الفرج قبل أن ينزل (٤)

یعنی، ”عزل“ انزال سے قبل مرد کا اپنے عضوِ تناسل کو فرج (یعنی عورت کی شرمگاہ) سے باہر نکالنا ہے۔

علامہ سراج الدین ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ (٥) اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۰ھ (٦) لکھتے ہیں:

هو الإنزال خارج الفرج

یعنی، ”عزل“ فرج (یعنی عورت کی شرمگاہ) سے باہر انزال (یعنی مادہ منویہ خارج) کرنا ہے۔

”درمختار“ کی عبارت کے تحت علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

أی بعد النزع لا مطلقاً (٧)

یعنی، (ہمبستری کرتے ہوئے آلۂ تناسل) باہر نکالنے کے بعد نہ کہ مطلقاً (باہر انزال کرنا ”عزل“ ہے)۔

علماء کرام نے ”عزل“ کے جو اصطلاحی معنی بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کا اپنی بیوی سے ہمبستری کے دوران اپنی منی کو اس کی شرمگاہ سے باہر خارج کرنا ”عزل“ کہلاتا ہے۔

٤۔ مرقاة شرح مشکاة، کتاب النکاح، باب العزل المباشرة، الفصل الأول، ٣١٤/٦
٥۔ النَّهرُ الفائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٢٧٥/٢
٦۔ الدُّرُّ المُختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٥٨٣/٨
أیضاً الدُّرُّ المُنتقی، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٥٣٨/١
٧۔ رَدُّ المُحتار علی الدُّرِّ المُختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل، ٥٨٣/٨

عزل سے مقصود

''عزل'' سے مقصود حمل سے بچنا ہے چنانچہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

العزل: منع عن حدوث الولد (۸)

یعنی، ''عزل'' بچہ کی پیدائش سے رُکنا ہے۔

اور امام بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، امام بخاری کے ''صحیح بخاری'' میں ایک عنوان ''باب العزل'' کے تحت لکھتے ہیں:

أی هذا باب فی حکم عَزْلِ الرَّجلِ ذَکَرَهُ من الفرجِ لینزلَ منیَّهُ خارجَ الفرجِ فراراً مِنَ الحبلِ (۹)

یعنی، یہ باب مرد کے اپنے آلۂ تناسل کو عورت کی فرج (شرمگاہ) سے اس لئے نکالنے کے حکم کے بیان میں ہے تاکہ حمل سے بچنے کے لئے اپنے مادہ منویہ کو عورت کی فرج سے باہر گرائے۔

عزل کا شرعی حکم

اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر فاسد عقیدہ نہ ہو اور اس کی ضرورت ہو تو جائز ہے اور بے ضرورت شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے۔

قرآن کریم

قرآن کریم میں ہے:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (۱۰)

۸۔ شرح الوقایة، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ۲/۵۵
۹۔ عمدة القاری، کتاب النکاح، باب العزل، ۱۴/۱۸۰
۱۰۔ البقرة: ۲/۲۲۳

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو۔ (کنز الایمان)

سیّد المفسّرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیہ کریمہ سے ''عزل'' کے جواز کا استدلال کیا ہے

چنانچہ امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ زائدہ بن عمیر الطائی نے بیان کیا کہ:

قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَیْفَ تَرٰی فِی الْعَزْلِ؟ قَالَ: إِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ فِیْهِ شَیْئًا فَهُوَ کَمَا قَالَ وَ إِلَّا فَإِنِّیْ أَقُوْلُ فِیْهِ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ مَنْ شَاءَ عَزَلَ وَ مَنْ شَاءَ تَرَکَ (۱۱)

یعنی، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ عزل کے بارے میں کیا دیکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے تو حکم وہی ہے جو آپ نے فرمایا، ورنہ میں اس کے حکم کے بارے میں کہتا ہوں (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ ترجمہ: ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو'' جو چاہے عزل کرے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

اس روایت کے بارے میں علامہ نور الدین ہیثمی لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحیح ما خلا زائدة بن عمیر و هو ثقة (۱۲)

یعنی، اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رُوات صحیح

۱۱۔ المعجم الکبیر، برقم: ۱۲۶۳، ۱۲/۹۸
۱۲۔ مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب ما جاء فی العزل، برقم: ۷۵۸۰، ۴/۳۹۰

کے (راوی) ہیں سوائے زائدہ بن عمیر کے اور وہ (بھی) ثقہ ہیں۔

اور اسے حافظ ابن کثیر دمشقی نے بھی "جامع المسانید" میں زائدہ بن عمیر کی روایت سے نقل کیا ہے۔(۱۳)

اور اسی کو امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے زائدہ بن عمیر کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیہ کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ شَاءَ أَنْ يَعْزِلَ فَلْيَعْزِلْ وَ مَنْ شَاءَ أَنْ لَا يَعْزِلَ فَلَا يَعْزِلْ (۱۴)

یعنی، جو شخص عزل کرنا چاہے تو عزل کرے اور جو عزل نہ کرنا چاہے تو عزل نہ کرے۔

اور امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے جلیل القدر تابعی سے مذکورہ آیہ کریمہ سے عزل پر استدلال کرنا روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ اگر چاہو تو عزل کرو اور اگر چاہو تو عزل نہ کرو۔(۱۵)

اور علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے لکھا کہ:

إن جواز العزل مُستنبطٌ عن الكتاب، فإنه تعالٰى قال في باب في النساء: ﴿نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ صلے فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ فسمّى بضع المرأة حرثاً، و من المعلوم أن الحرث يتخير فيه الإنسان بين أن يسقيه و أن لا يسقيه فكذلك بضع النِّساءِ و بل قيل: إن نزول ﴿اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ بمعنى

۱۳۔ جامع المَسَانيد والسُّنَن، مسند عبدالله بن عباس رضى الله عنهما، برقم: ۲۷۰، ۱۴۵/۳۰

۱۴۔ المُصَنَّف لابن أبي شَيبَة، كتاب النكاح، باب في العزل و الرُّخصة فيه، برقم: ۱۶۸۴۳، ۱۸۲/۹ و باب في قوله تعالٰى ﴿نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾، برقم: ۱۶۹۲۸، ۱۹۹/۹

۱۵۔ تفسير الطبري، سورة البقرة، الآية: ۲۲۳، برقم: ۴۳۳۸، ۴۰۸/۲

"كيف شئتم" كان لبيان جوازِ العزل (۱۶)

یعنی، بے شک جوازِ عزل کتاب اللہ تعالیٰ سے مُستنبط ہے پس اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے ہمبستری کے باب میں فرمایا ﴿تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو﴾ پس بضعِ عورت کا نام "حرث" (کھیتی) رکھا گیا اور یہ معلوم ہے کہ کھیتی میں انسان کو اس بات میں اختیار رہتا ہے کہ وہ اُسے سیراب کرے یا نہ کرے پس اسی طرح بضعِ عورت ہے، بلکہ کہا گیا کہ قرآن کریم میں ﴿اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ بمعنی "كَيْفَ شِئْتُمْ" (جیسے تم چاہو) کا نزول جوازِ عزل کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

اور عزل کا جواز احادیثِ نبویہ و آثارِ صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔

حدیث شریف

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مُتعدّد طُرُق کے ساتھ باسنادِ صحیحہ کثیر مُحدّثین نے روایت کیا ہے۔

چنانچہ امام عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ (۱۷)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم عہدِ نبوی ﷺ میں عزل کیا کرتے تھے۔

اور صحابیِ رسول ﷺ جب یہ کہے کہ ہم حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں ایسے کیا کرتے تھے تو صحابی کا وہ قول علماءِ اصولِ حدیث کے نزدیک مرفوع روایت کے حکم میں ہوتا ہے، چنانچہ امام بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

۱۶۔ التَّعليق المُمَجَّد، كتاب النكاح، باب العزل، ۹۹/۲

۱۷۔ صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ۵۲۰۷

قول الصحابی: کُنَّا نفعل کذا، إن أضافه إلی زمن النبیّ ﷺ، فحکمه حکم المرفوع علی الصحیح عند أهل الحدیث مِنَ الأصولیین (١٨)

یعنی، صحابیِ رسول ﷺ کا یہ کہنا کہ ہم ایسا کیا کرتے تھے، اسے اگر وہ نبی ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ کی طرف منسوب کرے تو علماءِ اصولِ حدیث کے نزدیک صحیح قول کے مطابق اس (قولِ صحابی) کے لئے مرفوع حدیث کا حکم ہے۔

گویا عزل کی اباحت و جواز حضور ﷺ سے مرفوع حدیث کے ذریعے ثابت ہے اور پھر کسی کام کے لئے صحابی یہ کہے کہ ہم حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ کو اس کی خبر نہ ہو اور خبر ہونے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ آقا اپنے غلاموں کو غلط و ناجائز کام سے نہ روکیں اور حضور ﷺ کی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس فعل کی خبر ہونا اور انہیں اس سے نہ روکنا دوسری صحیح روایت میں مذکور ہے۔

چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ (١٩) اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ (٢٠) روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَ فَبَلَغَ ذٰلِکَ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ یَنْهَنَا عَنْهُ

یعنی، ہم رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں عزل کیا کرتے تھے اور (ہمارے عزل کرنے کی) یہ خبر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ہمیں اس سے نہیں روکا۔

١٨۔ عمدة القاری، باب النکاح، باب العزل، (برقم:٥٢٠٧)، ١٨١/١٤

١٩۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، برقم:١٧٨ (١٤٤٠)، ص ٥٤٢

٢٠۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب النکاح، باب العزل، برقم:١٤٣٠٤، ٣٧٣،٣٧٢/٧

اور امام ابو جعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ کی روایت میں ہے کہ:

کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا یَنْهَانَا عَنْ ذٰلِکَ (٢١)

یعنی، ہم رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں عزل کیا کرتے ہیں ہمیں اس سے منع نہ فرمایا۔

اور نبی ﷺ کا کسی فعل سے نہ روکنا اس کے جواز کی دلیل ہے اور اگر کسی کے لئے اتنا کافی نہ ہو تو اس سے عرض ہے کہ نبی ﷺ حیاتِ ظاہری کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور نزولِ وحی کا زمانہ، اگر صحابہ کرام کا یہ فعل ناجائز و غلط تھا تو بذریعہ وحی ممانعت کیوں نہ ہو گئی اور صحابہ کرام نے اس کے جواز پر ان دونوں باتوں سے استدلال کیا ہے، چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری (٢٢) اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (٢٣) متوفی ۲۷۹ھ، امام ابو جعفر طحاوی حنفی (٢٤) اور امام بیہقی (٢٥) روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کُنَّا نَعْزِلُ وَ الْقُرْاٰنُ یَنْزِلُ

یعنی، ہم عزل کرتے اور قرآن نازل ہوتا رہا۔

اور حافظ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر متوفی ۲۱۹ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کُنَّا نَعْزِلُ، وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَ أَظْهُرِنَا، وَ الْقُرْاٰنُ یَنْزِلُ (٢٦)

٢١۔ شرح معانی الآثار، کتاب النکاح، باب العزل، برقم: ٤٣٧٠، ٣٥/٣

٢٢۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، برقم:١٣٦ (١٤٤٠)، ص

٢٣۔ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی العزل، برقم:١٣٧، ٢٠٨/٣

٢٤۔ شرح معانی الآثار، کتاب النکاح، باب العزل، برقم:٤٣٦٨، ٤٣٦٩، ٣٥/٣

٢٥۔ السُّنَن الکُبریٰ للبیهقی، کتاب النکاح باب العزل، برقم:١٤٣٠٣، ٣٧٢/٧،

أیضاً معرفة السنن، کتاب النکاح، باب العزل، برقم:٤٢٧٧

٢٦۔ المُسنَد للحُمَیْدی، أحادیث جابر بن عبدالله الأنصاری رضی الله عنه برقم:١٢٥٧، ٥٣٠/٢

یعنی، ہم عزل کرتے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور قرآن نازل ہوتا رہا۔

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَ الْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ (۲۷)

یعنی، ہم عہدِ نبوی ﷺ میں عزل کرتے اور قرآن نازل ہوتا رہا۔

اور حدیث شریف کے اس مضمون کو امام ابن ماجہ (۲۸) اور امام احمد (۲۹) اور دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے اور امام مسلم کی مندرجہ بالا روایت میں یہ بھی ہے:

زاد إسحاق، قال سفيان: لَوْ كَانَ شَيْئًا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهَانَا عَنْهُ الْقُرْاٰنُ (۳۰)

یعنی، حدیث شریف کے راوی اسحاق نے (ان کلمات کا اضافہ کیا اور) فرمایا کہ (راوی) ابو سفیان نے (حدیث بیان کرتے ہوئے) کہا عزل اگر ممنوع شئی ہوتا تو قرآن کریم ہمیں اس سے ضرور منع فرما دیتا (یعنی قرآن مجید میں اس کی ممانعت نازل ہو جاتی)۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

"وَ الْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ" جملة حالية يعني و لم يمنعنا و الله عالم بأحوالنا، فيكون كالتقدير لنا (۳۱)

یعنی، حدیث شریف میں "وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ" جملہ حالیہ ہے اس کا

۲۷۔ صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ۵۲۰۸، ۲۰۰/۳
۲۸۔ سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ۱۹۲۷، ۲۵۷/۲
۲۹۔ المسند للإمام أحمد، ۳۰۹/۳
۳۰۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، برقم: ۱۴۴۰/۱۳۶
۳۱۔ مرقاة، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، برقم: ۳۱۸۴، ۳۱۴/۶

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے حال کو جانتا ہے تو گویا (ہمارا یہ عمل) ہمارے لئے تقدیر کی مانند ہے (یعنی جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا)۔

اور علامہ شرف الدین حسین بن محمد طیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

فَلَمْ يمنعْنَا الوحيُ وَ لا السُّنَّةُ (۳۲)

یعنی، ہمیں عزل سے نہ وحی کے ذریعے منع کیا گیا اور نہ ہی سنّت کے ذریعے۔

اور حضور ﷺ سے عزل کی صراحتًا اباحت بھی مروی ہے چنانچہ امام ابو جعفر طحاوی حنفی روایت کرتے ہیں:

عَنْ جابرِ بن عبد الله قال: إنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَذِنَ فِي العَزْلِ (۳۳)

یعنی، حضرت جابر بن عبد اللہ (انصاری) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عزل کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اسی طرح باندی اور آزاد عورت کے مابین عزل میں تفریق کے بیان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جسے امام ابن ماجہ اور احمد وغیرہما نے روایت کیا ہے (یہ حدیث آئندہ صفحات میں مذکور ہے) جوازِ عزل کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک عزل

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

العَزْلُ جائز عند عامة الصحابة و كره قوم من الصحابة و غيرهم ...... و الصحيح الجواز۔ ملخصاً (۳۴)

۳۲۔ شرح الطيبي، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الاول، برقم: ۳۱۸۴، ۳۰۶/۶
۳۳۔ شرح معاني الآثار، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ۴۳۶۷، ۳۵/۳
۳۴۔ فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، المجلد (۳)، ص ۳۷۷، ۳۷۸

یعنی، عزل جمہور صحابہ کے نزدیک جائز ہے اور صحابہ کرام اور ان کے غیر (علماء کی ایک جماعت) نے اسے ناپسندیدہ جانا اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

اور امام بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فمن قال به من الصحابة: سعد بن أبي وقاص و أبو أيوب الأنصاري، و زيد بن ثابت، و عبدالله بن عباس ذكره عنهم مالك في "المؤطا"، و رواه ابن أبي شيبة أيضاً عن أبيّ بن كعب و رافع بن خديج و أنس بن مالك، و رواه أيضاً عن غير واحدٍ من الصحابة، لكن في العزل عن الأَمَةِ وهم: عمر بن الخطاب، و خباب بن الأرت، وروى كراهته عن أبي بكر و عمر و عثمان و علي و ابن عمر و أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنهم (٣٥)

یعنی، اور صحابہ کرام میں سے جنہوں نے "عزل" کے جواز کا قول کیا ہے وہ حضرت سعد بن ابی وقاص، ابو ایوب انصاری، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، ان سے امام مالک نے "موطا" میں (جواز) ذکر کیا ہے اور اسے ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت اُبی بن کعب، رافع بن خدیج اور انس بن مالک وغیرہم متعدد صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں اور لیکن باندی سے عزل کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب، خباب بن الارت سے (منقول ہے) اور اس کی کراہت حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، ابن عمر، ابی اُمامہ سے مروی ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے بارے میں روایت کیا ہے کہ:

٣٥۔ عمدة القاري، كتاب النكاح، باب العزل، ١٤/ ١٨١

أَنَّهُ كَانَ يَعْزِلُ (٣٦)

یعنی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عزل کیا کرتے تھے۔

اور امام ابن ابی شیبہ (۳۷) اور امام بیہقی (۳۸) روایت کرتے ہیں کہ عامر بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عزل کیا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ زبرقان بن السراج کہتے ہیں کہ میں نے ابن معقل کے بارے میں حکم دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا یہ عمل اس نے کیا ہے جو مجھ اور تجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے۔ (۳۹)

اور روایت کرتے ہیں کہ زید بن خارجہ نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی باندی سے عزل کیا کرتے تھے۔ (۴۰)

اور روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ نے بیان کیا حضرت زید اور سعد رضی اللہ عنہما عزل کیا کرتے تھے۔ (۴۱)

اور روایت کرتے ہیں کہ اَبو سلمہ نے بیان کیا کہ حضرت زید اور سعد رضی اللہ عنہما عزل کیا کرتے تھے۔ (۴۲)

اور روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے عزل کے بارے میں حکم دریافت کیا گیا تو آپ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا: نبی ﷺ کے اصحاب میں اس کا اختلاف

٣٦۔ المُوطّأ للإمام مالك كتاب الطلاق، باب العزل، برقم:٧٠٧، ص ٣٧٠
أيضاالمؤطا (برواية محمدبن الحسن) كتاب النكاح، باب العزل، برقم:٥٤٨، ص ١٨٤
٣٧۔ المُصنَّف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه، برقم:١٦٨٤٥، ٩/ ١٨٣
٣٨۔ السُّنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ١٤٣١٧، ٧/ ٣٧٥
٣٩۔ المُصنَّف لابن أبي شيبة كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه برقم:١٦٨٥٥، ٩/ ١٨٤
٤٠۔ المُصنَّف لابن أبي شيبة كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه برقم:١٦٨٤٠، ٩/ ١٨٢
٤١۔ المُصنَّف لابن أبي شيبة كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه برقم:١٦٨٤١، ٩/ ١٨٢
٤٢۔ المُصنَّف لابن أبي شيبة كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه، برقم:١٦٤٧، ٩/ ١٨٣

ہے حضرت زید اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما عزل کیا کرتے تھے۔(٤٣)

اور امام مالک(٤٤) ، امام محمد(٤٥) اور بیہقی(٤٦) نے حضرت ابو ایوب انصاری کے بارے میں روایت کیا کہ آپ کی اُمِّ ولد نے بیان کیا کہ

أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ كَانَ يَعْزِلُ

یعنی، حضرت ابو ایوب (خالد بن زید) رضی اللہ عنہ عزل کیا کرتے تھے۔

اس کے تحت علامہ عثمان بن سعید کمانی حنفی متوفی ۱۱۷۱ھ لکھتے ہیں:

لأنه كان يرى الترخيص فيه كزيد و جابر و ابن عباس و سعد (٤٧)

یعنی، (حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ عزل کیا کرتے تھے) کیونکہ آپ اس میں حضرت زید، جابر، ابن عباس اور سعد رضی اللہ عنہم کی طرح رُخصت کے قائل تھے۔

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن افلح بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اُمِّ ولد سے نکاح کیا (یعنی اُن کے انتقال کے بعد)، اس نے بتایا کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ عزل کیا کرتے تھے اور حضرت زید بن ثابت کی اُمِّ ولد نے خبر دی کہ حضرت زید اُن سے عزل کیا کرتے تھے۔(٤٨)

اور امام مالک اور ان سے امام محمد بن حسن شیبانی روایت کرتے ہیں حجاج بن عمرو

٤٣ـ المُصَنَّف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه، برقم:١٦٨٤٦، ١٨٣/٩

٤٤ـ الموطّأ للإمام مالك، كتاب الطلاق، باب العزل، برقم:١٢٠٨، ص ٣٧٠

٤٥ـ الموطّأ (برواية محمدبن الحسن) كتاب النكاح باب العزل، برقم:٥٤٩، ص ١٨٤

٤٦ـ السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح باب العزل، برقم:١٤٣١٨، ١٣٧٥/٧

٤٧ـ المُهَيَّأ في كشف أسرار الموطّأ، كتاب النكاح، باب العزل، ٥٥/٣

٤٨ـ المُصَنَّف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب العزل و الرخصة فيه، برقم:١٦٨٤٨، المجلد (٩)، ص ١٨٣

بن غزیہ نے بیان کیا کہ وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ابن فہد نامی ایک یمنی شخص آیا اور اس نے اپنی باندیوں سے عزل کے بارے میں حکم پوچھا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حجاج فتویٰ دے، میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے ہم تو آپ کی خدمت میں اس لئے بیٹھتے ہیں کہ آپ سے علم حاصل کریں (یعنی آپ مجھ سے زیادہ علم والے ہیں میں آپ کی موجودگی میں فتویٰ دوں، اور پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں ہوگا۔ المُهيّا، ٥٧/٣) آپ رضی اللہ عنہ نے (پھر) فرمایا اسے فتویٰ دے تو میں نے سائل سے کہا وہ تیرے سامنے ہے (یعنی تیری کھیتی کی جگہ تیرے آگے ہے۔ المهيّا، ٥٧/٣) اب تو چاہے اُسے پیاسا رکھے اور اگر چاہے تو سیراب کرے۔ حجاج بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ میں یہ جواب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سُنا رہا تھا تو حضرت زید نے فرمایا (جواب دینے والے نے) سچ کہا۔(٤٩)

امام بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(٥٠)

اس روایت کے تحت امام محمد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں (یعنی ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جو حجاج نے کہا۔ المُهيّا) باندی سے (بلا اجازت و رضا۔ المُهيّا) عزل کرنے میں ہم کوئی کراہت نہیں سمجھتے مگر آزاد تو اس سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کرنا چاہئے۔(٥١)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عزل کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ابن آدم کسی نفس کو قتل نہیں کرسکتا کہ جس کو پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے، تیری کھیتی ہے چاہے تو اُسے پیاسا رکھ اور چاہے تو سیراب کرے۔(٥٢)

٤٩ـ الموطّأ للإمام مالك، كتاب الطلاق، باب العزل، برقم:١٢١٠، ص ٣٧٠، ٣٧١

٥٠ـ السُّنَنُ الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح باب العزل، برقم:١٤٣١٩، ٣٧٦/٧

٥١ـ الموطّأ (برواية محمد بن الحسن) كتاب النكاح باب العزل، برقم:٥٥٠، ص ١٨٤

٥٢ـ السُّنَنُ الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح باب العزل، برقم:١٤٣٢٠، ٣٧٦/٧

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن عباد نے بیان کیا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ اپنی باندیوں سے عزل کیا کرتے تھے۔(٥٣)

اور روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید المسیّب فرماتے ہیں کہ انصار (صحابہ) عزل میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور وہ (حضرت ابن المسیّب) حضرت زید، ابوایوب اور حضرت اُبی رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔(٥٤)

امام مالک(٥٥) اور ابن ابی شیبہ(٥٦) کی ایک روایت میں ہے کہ ابن ابی مُلیکہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنی باندی سے عزل کرنا مذکور ہے۔

اور امام بیہقی کی مجاہد سے روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنی باندی سے عزل کرنا مذکور ہے۔(٥٧)

علامہ نورالدین ہیثمی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما عزل کو ناپسند سمجھتے اور حضرت زید اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما عزل کیا کرتے تھے۔

فرماتے ہیں اسے ابویعلی نے فی حدیث أبی سعید فی العزل روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔(٥٨)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ ابوعمران نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک عورت سے سُنا اس نے کہا کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما عزل کیا کرتے تھے۔(٥٩)

٥٣۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٤٤، ١٨٢/٩

٥٤۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٤٩، ١٨٣/٩

٥٥۔ الموطّا للإمام مالك کتاب الطلاق، باب العزل، برقم:١٠٧١١، ص ٣٧١

٥٦۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة، کتاب النکاح، باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٦٠، ١٨٦/٩

٥٧۔ السُّنَنُ الکُبریٰ للبیهقی، برقم:١٤٣٢٢، ٣٧٦/٧

٥٨۔ مجمع الزوائد، برقم:٧٥٨٤، ٣٩٠/٤، ٣٩١

٥٩۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٥٢، ١٨٤/٩

امام طبرانی نے روایت کیا اور ان سے علامہ نورالدین ہیثمی نے نقل کیا کہ علی بن حسن نے اُس سے روایت کیا کہ جس نے اُسے یہ بیان کیا کہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنی باندی سے عزل کیا کرتے تھے۔(٦٠)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ اسماعیل شیبانی نے بیان کیا کہ انہوں نے اس عورت سے نکاح کیا جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی بیوی رہ چکی تھی تو اس نے خبر دی کہ وہ اُن سے عزل کیا کرتے تھے۔(٦١)

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ حضرت سعید بن المسیّب سے عزل کے بارے میں حکم دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے ہوئے فرمایا وہ تیری کھیتی ہے اگر تو چاہے تو اُسے پیاسا رکھ اگر چاہے تو سیراب کر۔(٦٢)

انہی سے روایت ہے کہ عکرمہ سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی اس کی مثل (یعنی حضرت ابن المسیّب کے جواب کی مثل) جواب دیا۔(٦٣)

انہی سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم فرماتے حضرت علقمہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد عزل کیا کرتے تھے۔(٦٤)

انہی سے روایت ہے کہ جعفر نے اپنے والد سے بیان کہ حضرت علی بن حسن رضی اللہ عنہما عزل کیا کرتے تھے۔(٦٥)

٦٠۔ مجمع الزوائد، کتاب النکاح باب العزل، برقم:٧٥٨٦، ٣٩١/٤ و قال: رواه الطبرانی، و علی وجدته لم أعرفه

٦١۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٤٢، ١٨٢/٩

٦٢۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٥٣، ١٨٤/٩

٦٣۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٥٤، ١٨٤/٩

٦٤۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٥٠، ١٨٣/٩

٦٥۔ المُصَنَّف لابن أبی شیبة کتاب النکاح باب العزل و الرخصة فیه برقم:١٦٨٥١، ١٨٤/٩

صحابہ کرام کے عزل کرنے کی وجہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان باندیوں (٦٦) سے عزل کیا کرتے تھے تاکہ ان سے انہیں اولاد نہ ہو اس لئے کہ باندی سے اولاد ہو جائے تو وہ شرعاً ''اُمِّ وَلَد'' ہو جاتی ہے جسے نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ ایک طرح سے آزاد ہوتی ہے اور ایک طرح سے باندی۔ آزاد اس طرح کہ محض باندی کے احکام کے تمام احکام اس پر جاری نہیں ہوتے جیسے بیع و ہبہ وغیرہ اس کے حق میں ممنوع ہیں اور پھر مالک کی موت کے بعد وہ آزاد ہو جاتی ہے اور باندی اس طرح کہ اس پر مذکورہ بالا باندیوں کے تمام احکام جاری ہوتے ہیں۔

اور صحابہ کرام کا اپنی بیویوں سے عزل کرنا بروایاتِ صحیحہ منقول ہے جیسا کہ ''صحیح مسلم'' اور ''مسند امام احمد'' وغیرہما کُتبِ احادیث میں ہے، اور وہاں عزل کا جو سبب صحابہ کرام کی زبانی مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ''اولاد پر شفقت کی بنا پر انہوں نے بیویوں سے عزل کیا''۔

٦٦۔ جہاد فی سبیل اللہ میں کفار کی عورتیں قید ہو جائیں انہیں باندیاں اور جو مرد قید ہو جائیں انہیں غلام کہا جاتا ہے۔ حاکم یا امیر کی تقسیم کے بعد جس کے حصے میں وہ غلام یا باندی آجائے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اور اُسے اختیار رہتا ہے چاہے اپنی مِلک میں رکھے یا فروخت یا ہبہ کردے اور یہ ہمیشہ اپنے مالک کی مِلک میں رہتے ہیں مالک کی موت کے بعد ورثاء کی ملک میں چلے جاتے ہیں، جب تک آزاد نہ کیا جائے آزاد نہیں ہوتے۔ یہ مطلق یا محض غلام یا باندی کہلاتے ہیں اور اگر مالک انہیں کہہ دے کہ اتنی رقم یا مال دے دو تو تم آزاد ہو اور وہ اسے قبول کرلیں تو مُکاتَب یا مُکاتَبہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ اتنی رقم ادا کردیں تو آزاد ہو جاتے ہیں۔ اور محض غلام یا باندی کو مالک اگر کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو تو وہ مطلق مدبَّر یا مدبَّرہ کہلاتے ہیں اور اگر کسی معین وقت یا صفت کے ساتھ آزاد قرار دے تو مقید مدبَّر یا مدبَّرہ کہلاتے ہیں جیسے مالک کہے میں اس سال یا اس مرض میں مرگیا تو تو آزاد ہے۔ مدبَّر بنانے کے بعد مالک اپنی بات واپس نہیں لے سکتا اور مطلق مدبَّر کو نہ بیچ سکتا ہے نہ ہبہ یا صدقہ کرسکتا ہے اور نہ ہی اُسے گروی رکھ سکتا ہے ہاں مالک چاہے تو انہیں آزاد کرسکتا ہے اور انہیں مکاتَب یا مکاتَبہ بھی بنا سکتا ہے۔ باندی سے اس کا مالک اگر صحبت کرے اور اُسے اولاد ہو جائے تو وہ اُمِّ ولد کہلاتی ہیں بشرطیکہ مالک اس کا اقرار کرے۔

اعتراض

اگر کوئی یہ کہے کہ عزل میں بچے کے حصول سے رُکنا اور مرد کے پانی کو ضائع کرنا پایا جاتا ہے لہٰذا عزل جائز نہیں ہونا چاہئے۔

جواب

مخدوم محمد جعفر بوبکانی حنفی لکھتے ہیں:

و لأنه امتناع عن کسب الولد و إضاعة الماء و إنهما جائزان ألا یری أنه أبیح وطی الحامل، و الجماع فیما دون الفرج و إن کان فیه إضاعة الماء و امتناع الولد (٦٧)

یعنی، عزل حصولِ اولاد سے رُکنا اور پانی کا ضائع کرنا ہے اور وہ دونوں جائز ہیں کیا نہیں دیکھا کہ حاملہ عورت اور (دُبر کے علاوہ) فیما دون الفرج جماع مُباح ہے اگرچہ اس میں پانی کا ضائع کرنا اور حصولِ اولاد سے رُکنا ہے۔

آزاد اور باندی میں فرق میں مذاہب

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے عزل کے مسئلہ میں آزاد عورت اور باندی میں فرق منقول ہے، امام بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

و روی عن غیر واحد من الصحابة التفرقة بین الحرّة و الأمة، فتُستأمر الحرّة و لا تُستأمر الأمة و هم عبد الله بن مسعود و عبدالله بن عباس و عبدالله بن عمر، و من التابعین سعید بن جبیر، و محمد بن سیرین، و إبراهیم التیمي، و عمرو بن مُرّة،

٦٧۔ المتانة في المرمة عن الخزانة کتاب النکاح، باب القسم و الوطی الخ، فصل في العزل و إسقاط الولد ص ٤٣٧

و جابر بن زید، و الحسن، و عطاء و طاؤس الخ (۶۸)

یعنی ،متعدد صحابہ کرام سے (اس مسئلہ میں) آزاد عورت اور باندی میں تفریق مروی ہے، پس آزاد سے (عزل کی) اجازت لی جائے گی جب کہ باندی سے اجازت نہیں لی جائے گی اور وہ (یعنی اس تفریق کے قائل صحابہ) حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، اور تابعین عظام میں سے سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، ابراہیم تیمی، عمرو بن مُرّہ، جابر بن زید، حسن بصری، عطا اور طاؤس رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔الخ

اور مذاہبِ اربعہ میں آزاد اور باندی سے عزل کا حکم بیان کرتے ہوئے اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

مذاہبِ ثلاثہ (حنفی، شافعی اور حنبلی) میں اس بات پر اتفاق ہے کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے اور باندی سے بلا اجازت عزل کیا جاسکتا ہے اور جو باندی کسی کی بیوی ہو تو امام مالک کے نزدیک اس کے مالک کی اجازت سے اس سے عزل جائز ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے (اسی طرح ''مؤطا امام محمد'' (ص ۱۸۵) میں ہے)۔

امام ابو یوسف اور امام احمد فرماتے ہیں: باندی سے اجازت لی جائے۔ امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اُس سے مطلقاً عزل جائز ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً منع ہے، جن فقہاء کرام نے آزاد عورت اور باندی سے عزل کے احکام میں فرق کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ''مصنف عبدالرزاق'' میں بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

۶۸۔ عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب العزل، ۱۶/۱۸۱

تُسْتَأْمَرُ الْحُرَّةُ فِي الْعَزْلِ وَ لَا تُسْتَأْمَرُ الْأَمَةُ السَّرِيَّةُ، فَإِنْ كَانَتْ تَحْتَ حُرٍّ فَعَلَيْهِ أَنْ يَسْتَأْمِرَهَا (۶۹)

یعنی، آزاد عورت سے عزل میں اجازت لی جائے گی اور محض باندی سے اجازت طلب نہیں کی جائے گی اور اگر باندی کسی آزاد مرد کے نکاح میں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اُس سے عزل کی اجازت لے۔

یہ حدیث مسئلۂ عزل میں بالکل واضح ہے اگر یہ مرفوع ہے تو اس کے خلاف عمل کرنا درست نہیں۔(۷۰)

امام زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں کہ شافعیہ مطلقاً ہر حال میں کراہت کی طرف گئے ہیں الخ (۷۱)

اور کراہت سے مراد اُن کے ہاں کراہت تنزیہی ہوگی چنانچہ امام نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں، عورت اگر عزل کی اجازت نہ دے تو اس میں دو وجہیں ہیں:

و أصحهما: لا يحرم، ثم هذه الأحاديث مع غيره يجمع بينهما بأن ما ورد في النّهي محمول كراهة التنزيه و ما ورد في الإذن في ذلك محمول على أنه ليس بحرامٍ و ليس معناه نفي الكراهة (۷۲)

یعنی، دونوں میں اصح یہ ہے کہ (عزل) حرام نہیں ہے پھر ان احادیث کی ان کے غیر کے ساتھ اس طرح مطابقت کی جائے گی کہ جو احادیث نہی (ممانعت) میں وارد ہیں وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہیں اور جو

۶۹۔ المُصَنَّف لعبد الرزاق، کتاب النکاح، باب تُستأمر الحرّة فی العزل الخ، برقم: ۱۲۶۱۱، ۷/۱۱۱

۷۰۔ فتح الباری، کتاب النکاح، باب العزل، ۹/۳۸۵

۷۱۔ شرح الزُّرقانی علی مُوَطَّأ الإمام مالك، کتاب الطلاق، باب العزل، ۳/۲۹۰

۷۲۔ شرح صحیح مسلم، للنووی: ۵/۱۰/۹

عزل کی اجازت کے بارے میں وارد ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ عزل حرام نہیں ہے اور اس کا معنی کراہت کی نفی کرنا نہیں ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: آزاد عورت سے بلا اجازت عزل کے جواز میں شافعیہ کے ہاں اختلاف ہے اور امام غزالی (شافعی) نے کہا جائز ہے اور امام غزالی متاخرین (شوافع) کے نزدیک صحیح ہیں۔(۷۳)

بہر حال ہمارا کلام آزاد بیوی کے متعلق ہے تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے:

عن عمر بن الخطاب، قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَعْزِلَ عَنِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا (۷٤)

یعنی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ آزاد بیوی سے عزل کی اجازت لی جائے گی اور باندی سے اجازت نہیں لی جائے گی۔(۷٥)

حدیثِ عمر رضی اللہ عنہ کی بنا پر فقہاء کرام باندی کے بارے میں مطلقاً عزل کی اجازت دی اور آزاد بیوی سے عزل کے بارے میں فرمایا کہ شوہر اس سے اُس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے کیونکہ نبی ﷺ نے بغیر اجازت عزل کرنے سے منع فرمایا

۷۳۔ فتح الباری، کتاب النکاح، باب العزل، ۳۳٤/۹

۷٤۔ سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب العزل، برقم:۱۹۲۸، ٤٥٨/۲
أيضاً المُسنَد للإمام أحمد، برقم:۲۱۲، ۱٤۲/۱، وفي نسخة أخرى، ۳۱/۱
أيضاً السُّنَنُ الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب من قال يعزل عن الحرة الخ، برقم: ۱٤۳۲٤، ۳۷٦/۷، ۳۷۷
أيضاً مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الثالث، برقم:۳۱۹۷ (۱٥) ۵۸٦/۱ و قال رواه ابن ماجة

۷٥۔ السُّنَنُ الكُبرىٰ للبيهقي، برقم:۱٤۳۲٥، ۳۷۷/۷

ہے۔(۷٦)

فقہاء احناف کے نزدیک حکمِ عزل

امام کمال الدین ابن ہمام حنفی(۷۷) اور ان سے علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی (۷۸) نقل کرتے ہیں:

ثم في بعض أجوبة المشائخ الكراهة و في بعضها عدمها

یعنی پھر مشائخ (احناف) کے بعض جوابات میں کراہت (مذکور) ہے اور بعض میں عدم کراہت۔

امام قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر الاتقانی الحنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

و الدليل على الجواز ما روى البخاري في الصحيح بإسناده إلى عطاء عن جابر قال: كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ الْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ الخ (۷۹)

یعنی، عزل کے جواز کی دلیل وہ (حدیث) ہے جسے امام بخاری نے "صحیح بخاری" میں عطاء کی طرف اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں ہم عہدِ رسالت ﷺ میں عزل کیا کرتے اور قرآن نازل ہوتا رہا۔(اور پھر صحیح مسلم اور سُنَن کی عزل کے بارے روایات ذکر کی ہیں)۔

مخدوم محمد جعفر بوبکانی حنفی لکھتے ہیں:

في "الخوارزمي": أن العزل جائز عند عامة العلماء خلافاً لبعضهم و لعامة العلماء قوله عليه الصلاة و السلام:

۷٦۔ الهداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء و النظر و اللمس، ۳۔۳۷۱/٤

۷۷۔ فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ۳۷۹/۳

۷۸۔ البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ۲۰۰/۳

۷۹۔ غاية البيان، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ورق ۳۱۸ب

"أَعْزِلُوْهُنَّ أَوْ لَا تَعْزِلُوْهُنَّ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ فَهُوَ خَالِقُهَا" خیّر بین العزل و ترکه فدل علی إباحته (٨٠)

یعنی، ''خوارزمی'' میں ہے کہ عامۃ العلماء کے نزدیک عزل جائز ہے برخلاف بعض علماء کے اور عامۃ العلماء کی دلیل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے: ''اُن سے عزل کرو یا نہ کرو جب اللہ تعالیٰ کسی روح کو پیدا کرنا چاہے گا تو اُسے پیدا فرما دے گا'' (اس میں نبی ﷺ نے) عزل کرنے اور نہ کرنے میں اختیار عطا فرمایا پس اس فرمان نے عزل کی اباحت پر دلالت کی۔

جن فقہاء کرام نے عزل کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے اسے آزاد بیوی کی اجازت و رضا کے ساتھ مشروط کیا ہے، چنانچہ امام کمال الدین ابن ہمام لکھتے ہیں:

ثم علی الجواز فی الأمة فلا یفتقر إلی إذنها، و زوجته یفتقر إلی رضاها، و فی الأمة المنکوحة یفتقر إلی الإذن (٨١)

یعنی، پھر جواز کے قول کی بنا پر باندی سے عزل میں اس کی اجازت کا محتاج نہیں اور اپنی (آزاد) بیوی میں اس کی رضا کا محتاج ہے اور منکوحہ باندی میں (مالک کی) اجازت کا محتاج ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

و الإذن فی العَزْلِ عَن الحرّة لها، و لا یُباح بغیره لأنه حقّها (٨٢)

یعنی، اور آزاد بیوی میں عزل کی اجازت دینے کا حق خود اُسے ہے اور اس کے بغیر مُباح نہیں ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔

٨٠۔ المتانة فی المرمة عن الخزانة، کتاب النکاح، باب القسم و الوطی الخ، فصل فی العزل و اسقاط الولد، ص ٤٣٧

٨١۔ فتح القدیر، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٣/٣٧٩

٨٢۔ البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٣/٢٠٠

اور فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان شیخی زادہ حنفی متوفی ١٠٧٨ھ لکھتے ہیں:

أن العزل جائز بالإذن، وهو الصحیح عند عامة العلماء (٨٣)

یعنی، باندی سے اس کے مالک کی اجازت سے جائز ہے اور عامۃ العلماء کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

اور بیوی کی رضا سے عزل مکروہ نہیں، اس کے بارے میں علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ٧٤٣ھ (٨٤) اور ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت (٨٥) نے لکھا:

العزل لیس بمکروه برضا امرأته الحرّة

یعنی، اپنی آزاد بیوی کی رضا سے عزل مکروہ نہیں ہے۔

جس طرح باندی کا مالک اجازت دے دے تو عزل میں کراہت نہیں ہے جیسا کہ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی (٨٦) اور ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (٨٧) نے لکھا:

فإذا أذن فلا کراهة فی العزل عند عامة العلماء و هو الصحیح

یعنی، جب وہ (یعنی مالک) اجازت دے دے تو عامۃ العلماء کے نزدیک عزل میں کوئی کراہت نہیں۔

اسی طرح آزاد بیوی کی رضا و اجازت سے عزل کیا جائے تو اس میں کراہت نہیں

٨٣۔ مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ١/٣٦٦

٨٤۔ تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٢/٥٩٧

٨٥۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب التاسع فی نکاح الرقیق، ١/٣٣٥

٨٦۔ النهر الفائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٢/٢٧٥، ٢٧٦

٨٧۔ رَدُّ المُحتار علی الدُّرِّ المُختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل، ٨/٥٨٣

ہے، علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں: امام اعظم کے نزدیک باندی سے عزل کرنے کے لئے مولیٰ کی رضا شرط ہے برخلاف آزاد بیوی کے کیونکہ بچہ اور وطی اس کا حق ہے۔ ملخصاً (۸۸)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و يعزل عن أمته بغير إذنها و عن زوجته بإذنها (۸۹) لأن للزوجة حقاً في الوطء لقضاء الشهوة و تحصيل الولد حتى ثبت لها الخيار في الجبّ و العَنة و لا حقّ للأَمَةِ و قد نهى عليه الصلاة و السلام (۹۰) عَنِ الْعَزْلِ عَنِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا (۹۱)

یعنی، اپنی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرسکتا ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ اس کی اجازت سے کیونکہ بیوی کو قضاءِ شہوت اور تحصیلِ وَلَد کے لئے وطی کا حق ہے یہاں تک کہ شوہر کے آلۂ تناسل کٹے ہونے یا نامرد ہونے کی صورت میں بیوی کو اختیار حاصل ہے جب کہ باندی کو حق نہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و يعزل عن أمته بلا إذنها و عن زوجته بإذنها (۹۲)

یعنی، چاہے تو باندی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرے اور اپنی

۸۸۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، كتاب النكاح، فصل أحكام نكاح العبد و الأمة ۳/۱۳۷

۸۹۔ المختار للفتوى، كتاب الكراهية ص۲٤٦

۹۰۔ أخرجه أحمد في "مسنده" ۱/۳۱

۹۱۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، فصل في مسائل المختلفة من المكروهات وغيرها، ٤/۲۰۳

۹۲۔ كنز الدقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر و اللمس، ص ۱۲٤

بیوی سے اس کی اجازت سے۔

اس کے تحت علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

لأن للحرّة حقّ في الوطء حتى كان لها المطالبة به قضاء للشهوة و تحصيلاً للولد، و لهذا تخيّر في الجبّ و العَنة، و لا حقّ للأمة في الوطء، و العزل يخلّ بما ذكرنا وهو المقصود بالنكاح فلا يملك تنقيص حق الحرّة بغير إذنها (۹۳)

یعنی، کیونکہ آزاد بیوی کے لئے وطی میں حق ہے یہاں تک کہ اُسے شہوت کو پورا کرنے اور حصولِ اولاد کے لئے اس کے مطالبے کا حق ہے، اسی لئے اُسے شوہر کے مقطوع الذکر اور اس کے نامرد ہونے کی صورت اختیار دیا جاتا ہے اور باندی کا وطی (ہمبستری) میں کوئی حق نہیں اور جو ہم نے ذکر کیا عزل اس میں (قضاءِ شہوت و تحصیلِ ولد دونوں) مُخل ہوتا ہے اور نکاح سے مقصود یہی ہے پس شوہر اس کی اجازت کے بغیر اس کے حق میں کمی کرنے کا مالک نہیں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و يجوز أن يعزل عن امرأته بإذنها و عن أمته بدونه: أما الأول فلما في "سنن ابن ماجة" عن عمر الخطاب أنّ النبيّ ﷺ نَهٰى عَنْ أَنْ يَعْزِلَ عَنِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا (۹٤)

یعنی، اپنی بیوی سے اس کی اجازت سے عزل جائز ہے اور اپنی باندی سے بغیر اس کے، اور اول تو اس وجہ سے کہ "سنن ابن ماجہ" میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے آزاد بیوی

۹۳۔ تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر و اللمس، ۷/٤۷

۹٤۔ فتح، باب العناية ٤/۳۸

کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر عزل سے منع فرمایا۔

اور علامہ مصطفٰی بن محمد بن یونس طائی حنفی متوفی ۱۱۹۳ھ لکھتے ہیں:

و یعزل عن الحرّة بإذنها (۹۵)

یعنی، آزاد بیوی سے (شوہر) اس کی اجازت سے عزل کرے۔

اور فقہاء کرام نے آزاد بیوی سے اس کی رضا کے بغیر عزل کو مکروہ لکھا ہے جیسا کہ علامہ علاؤالدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

یکرہ للزوج أن یعزل عن امرأته الحرّة بغیر رضاها لأن الوطی عن انزال سبب لحصول الولد و لها فی الولد حقٌّ، و بالعزل یفوت الولد فکأنه سبب لفوات حقّها (۹۶)

یعنی، شوہر کے لئے آزاد بیوی سے اس کی رضا کے بغیر عزل کرنا مکروہ ہے کیونکہ انزال کے ساتھ وطی (ہمبستری) بچے کی پیدائش کا سبب ہے اور اس کا بچے میں حق ہے اور عزل کے ذریعے بچے کی پیدائش فوت ہو جاتی ہے گویا کہ عزل عورت کے حق کو فوت کرنے کا سبب ہوا۔

اور امام زین الدین ابن نجیم حنفی نقل کرتے ہیں:

و فی "الخانیة" ذکر فی الکتاب أنه لا یباح بغیر إذنها (۹۷)

یعنی، "فتاویٰ خانیہ" میں ہے: کتاب میں مذکور ہے کہ عزل بیوی کی اجازت کے بغیر مُباح نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حنفی مذہب یہ ہے کہ آزاد بیوی سے عزل اس کی رضا کے بغیر درست نہیں ہے، لیکن بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ زمانے کے تغیر کے ساتھ جن میں تغیّر واقع ہو سکتا ہے اور یہ بھی اُن سے میں سے ایک ہے لہٰذا متأخرین فقہاء کرام نے

۹۵۔ کنز البیان، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ص ۱۱۹

۹۶۔ بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المعاشرة، ۳/۶۱۴

۹۷۔ البحر الرائق، کتاب النکاح باب نکاح الرقیق، ۳/۲۰۰، تحت قوله: و الإذن فی العزل

فرمایا کہ ہمارے اس زمانے میں فسادِ زمانہ کی وجہ سے بچے کے بگڑنے کا ڈر ہو تو بلا اِذن عزل جائز ہے۔

چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ نے لکھا:

قالوا: فی زماننا یباح لسوء الزمان (۹۸)

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا ہمارے زمانے میں زمانہ (یعنی لوگوں) کی برائی کی وجہ سے (بلا اجازت عزل) مُباح ہے۔

جب کہ علامہ زین الدین ابن نجیم (۹۹)، سراج الدین ابن نجیم (۱۰۰) اور فقیہ عبدالرحمٰن شیخی زادہ (۱۰۱) نے اس طرح نقل کیا ہے:

قالوا: فی زماننا یباح لفساد الزمان

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا ہمارے زمانے میں فسادِ زمانہ کی وجہ سے مُباح ہے۔

مخدوم محمد جعفر بوبکانی لکھتے ہیں:

و فی "الظهیریة": رجل عزل عن امرأته بغیر إذنها لسوء هذا الزمان لا بأس به لما روی عن النبیّ ﷺ أنه قال: "خِیَارُ أُمَّتِیْ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ کُلُّ ضَعِیْفِ الْحَاذِ" قِیْلَ: وَ مَا ضَعِیْفُ الْحَاذُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: قَلِیْلُ الْأَهْلِ قَلِیْلُ الْوَلَدِ" انتهی، و الحدیث أخرجه أبو یعلی فی "مسنده" بتغییر یسیرٍ (۱۰۲)

۹۸۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحظر و الإباحة باب الختان، ۳/۴۱۰

۹۹۔ البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ۳/۲۰۰

۱۰۰۔ النّهر الفائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ۲/۲۷۶

۱۰۱۔ مجمعُ الأنهُر، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ۱/۳۶۶

۱۰۲۔ المتانة فی المرمة عن الخزنة کتاب النکاح باب القسم و الوطی الخ فصل فی العزل و إسقاط الولد ص ۴۳۷

یعنی، ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے کوئی شخص اس زمانہ کی بُرائی کی وجہ سے اپنی بیوی کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر عزل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''دوصدیوں کے بعد میری اُمّت میں ہر ''ضعیف الحاذ'' بہتر ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ضعیف الحاذ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **قلیل الأهل** اور **قلیل الأولاد** (یعنی، جس کی بیویاں کم ہوں اور اولاد کم ہو) اھ، اس حدیث شریف کی ابو یعلی نے اپنی ''مسند'' میں تھوڑی سی تغیر کے ساتھ تخریج کی ہے۔(۱۰۳)

۱۰۳۔ ابوھاجر محمد السعید بن بسیونی نے اپنے موسوعہ میں "العزلة" لأبی خطاب البُستی (ص ۳٦ السلفیہ) کے حوالے سے

خِيَارُكُمْ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ كُلُّ خَفِيفِ الْحَاذِ

کے الفاظ نقل کئے ہیں جب کہ "اتحاف السادة المتقین" للزبیدی (٥/ ٢٩٠، تصویر بیروت) اور "المغنی عن حمل الأسفار" للعراقی (٢/ ٢٤، عیسی الحلبی) اور "کشف الخفاء" للعجلونی کے حوالے سے

خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ الخ

کے الفاظ نقل کئے ہیں۔(موسوعة أطرافِ الحدیث النبوی الشریف، ٤/ ٦٤١، ٦٤٨)

اور علی حسن علی الحلبی وغیرہ نے اپنے ''موسوعہ'' میں

خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ الْخَفِيْفُ الْحَاذُ الَّذِی لَا أَهْلَ لَهُ وَ لَا وَلَدَ

کے الفاظ نقل کئے ہیں۔(موسوعة الأحادیث و الآثار الضعیفة و الموضوعة، برقم: ١٠٢٢٨، ٤/ ٤٢٥)

یعنی، دوصدیوں کے بعد لوگوں میں خفیف الحاذ بہتر ہوگا کہ جس کا نہ اہل ہو اور نہ اولاد۔

اور علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی شافعی نے ''کشف الخفاء'' میں مندرجہ الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

''خَيْرُكُمْ فِیْ رَأْسِ الْمِائَتَيْنِ الْخَفِيْفُ الْحَاذُ'' قیل یا رسول اللہ! مَا الْخَفِيْفُ الْحَاذُ؟ قَالَ مَنْ لَا أَهْلَ له و لَا مَال''

یعنی، دوصدیوں کے اختتام پر تم میں بہتر وہ ہوگا جو خفیف الحاذ ہوگا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ''خفیف الحاذ'' کیا ہے، فرمایا ''جس کا نہ اہل ہو اور نہ مال''۔

اور لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف کو ابو یعلی نے اپنی ''مسند'' میں حذیفہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور

اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب ابن البزاز کردوی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و فی الفتاویٰ: عزل عنها لما یخاف علی الولد من سوء الزمان بلا إذنها یسعه ذلک، و إن کان هذا علی خلاف ظاهر الجواب (١٠٤)

یعنی، فتاویٰ میں ہے کہ بچے پر زمانے کی برائی کے خوف کی وجہ سے (اپنی آزاد بیوی کی) اجازت کے بغیر اس سے عزل کرے کہ اُسے اس کی اجازت ہے، اگرچہ یہ ظاہر الجواب کے خلاف ہے۔

اور امام کمال الدین ابن ہمام لکھتے ہیں:

و فی الفتاویٰ: إن خاف من الولد السوء فی الحرّة یسعه العزل بغیر رضاها لفساد الزمان (١٠٥)

یعنی، فتاویٰ میں ہے: اگر بچے پر زمانہ کی برائی کا خوف ہو تو اُسے فسادِ زمانہ کی وجہ سے آزاد بیوی سے اس کی رضا کے بغیر عزل کی اجازت ہے۔

اور علامہ عبد العلی برجندی لکھتے ہیں:

قال بعضهم: إن خاف من ولد السوء فله أن یعزل عن الحرّة لسوء الزمان (١٠٦)

خلیلی نے کہا کہ حفاظِ حدیث نے راوی روّاد بن الجراح کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور صنعانی نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے لیکن اس نے

''خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ الْخَفِيفُ الْحَاذُ الَّذِیْ لَا زَوْجَةَ لَهُ وَ لَا وَلَدَ''

کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔(کشف الخفاء برقم: ١٢٣٣، ١/ ٣٤٢)

اور علامہ سخاوی لکھتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ فتنوں کے دنوں میں دنیا اور لہٰذا اہلِ دنیا سے بے تعلقی کے جواز پر محمول ہے۔(المقاصدُ الحَسَنة برقم: ٤٥٢، ص ٢١٠)

١٠٤۔ الفتاوىٰ البزازیة، کتاب الکراهیة الفصل السادس فی النکاح ٦/ ٣٦٧، ٣٦٨

١٠٥۔ فتح القدیر، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٣/ ٣٧٩

١٠٦۔ البرجندی شرح مختصر الوقایة، کتاب النکاح باب نکاح القِنّ، ٢/ ٢٤

یعنی، بعض فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر بچے سے برائی کا خوف ہو تو شوہر کے لئے آزاد عورت سے زمانہ کی برائی کی وجہ سے عزل کرنا جائز ہے۔

اور یہ سب تغیر زمانہ کی وجہ سے ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

فقد عُلِم مما في "الخانية" أن منقول المذهب عدم الإباحة، و أن هذا تقييد من المشائخ المذهب لتغيّر بعض الأحكام بتغيّر الزمان، و أقرّه في "الفتح" (١٠٧) **و به جزم "القُهستانيُّ"** (١٠٨) **أيضاً حيث قال: و هذا إذا لم يخف على الولد السُّوْءَ لفساد الزمان، و إلا فلا يجوز بلا إذنها** (١٠٩)

یعنی، جو "خانیہ" میں ہے اس سے معلوم ہو (آزاد بیوی سے بلا رضا عزل میں) منقول مذہب عدمِ اِباحت ہے اور یہ (یعنی فسادِ زمانہ کی وجہ سے بلا اذن عزل) تغیرِ زمانہ کی وجہ سے بعض احکام میں تغیر کے لئے مشائخ مذہب کی (طرف سے) قید ہے اور "فتح القدیر" میں اسے ثابت رکھا اور اسی پر قہستانی نے بھی جزم کیا جیسا کہ فرمایا یہ (اجازت کی شرط) اس وقت ہے جب فسادِ زمانہ کی وجہ سے بچے پر برائی کا خوف نہ ہو ورنہ بلا اِذن جائز نہیں۔

فقہاء کرام نے زوجہ کے اذن و رضا کو ساقط کرنے والا یہ ایک عذر ذکر کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ رُخصت اسی عذر پر متصور ہے بلکہ اس جیسا کوئی اور عذر بھی پایا جائے تو یہ رُخصت متحقق ہوگی۔

چنانچہ امام کمال الدین ابن ہمام فقہاء کی ذکر کردہ رخصت کے بعد لکھتے ہیں:

١٠٧۔ فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ٣/٣٧٩
١٠٨۔ جامع الرموز، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ١/٢٩٤
١٠٩۔ رَدُّ المُحتار على الدُّرِّ المُختار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ٨/٥٨٥

فليعتبر مثله من الأعذار مُسقِطاً لإذنها (١١٠)

یعنی، پس اس کی مثل عذر بیوی کی اجازت (والی شرط) کو ساقط کرنے میں معتبر ہونا چاہئیں۔

اور اسے صاحبِ فتح سے علامہ زین الدین (١١١) اور علامہ سراج الدین (١١٢) نے بھی نقل کیا ہے۔

صاحبِ فتح القدیر کی اس عبارت کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

قوله الفتح: "فليعتبر مثله": يُحتمل أن يريد بالمثل كقولهم: مثلك لا يَبْخَل، و يُحتمل أنه أراد الحاقَ مثلَ هذا العُذرِ به (١١٣)

یعنی، صاحبِ فتح القدیر کا قول کہ "اس کے مثل کا اعتبار کیا جائے" یہ احتمال رکھتا ہے کہ مثل سے ارادہ کیا ہو عربوں کے قول کی طرح "مثلہ لا یبخل" (تیری مثل (شخص) بخل نہیں کرتا) اور یہ بھی احتمال ہے کہ عذر کی مثل (دیگر اعذار) کو اس کے ساتھ لاحق کرنے کا ارادہ کیا ہو۔

اور دوسرا احتمال قوی ہے اس لئے کہ فقہاء کرام نے دیگر اعذار اس کے ساتھ لاحق کئے ہیں جیسا کہ فقہ کا علم رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

قدیم سے حمل سے بچنے کے لے غیر مُضر ایک ہی عزل کا طریقہ رائج تھا اس لئے احادیثِ نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اور آثارِ صحابہ و تابعین میں اور پھر کلامِ مجتہدین و عبارات

١١٠۔ فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ٣/٣٧٩
١١١۔ البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ٣/٢٠٠
١١٢۔ النهر الفائق، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ٢/٢٧٦
١١٣۔ رَدُّ المُحتار على الدُّرِّ المُختار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل، ٨/٥٨٥

فقہاء میں اسی کا ذکر ملتا ہے، عزل سے مقصود چونکہ حمل سے احتراز ہے اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے عزل کے علاوہ دوسرا طریقہ ادویات یا ان کے علاوہ کوئی اندرونی یا بیرونی طریقہ اختیار کیا جائے تو جائز ہوگا، فقہاء کرام کی عبارت سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے جیسے عورت کے رحم کے منہ کو بند کرنا تا کہ مادۂ تولید کے قطرے عورت کے رحم میں داخل نہ ہوسکیں۔

چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

و علی هذا یُباح لها سدّ فم الرحم بغیر إذنه (١١٤)

یعنی، اس بناء پر عورت کے لئے مُباح ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے رحم کا منہ بند کروادے۔

اور علامہ سید احمد طحطاوی ''درمختار'' کی عبارت ''**و لو بلا إذن الزوج**'' کے تحت لکھتے ہیں:

أخذ صاحب النهر من هذا یُباح لها أن تسدّ فم الرَّحم لئلا تحبل (١١٥)

یعنی، صاحب نہر نے اس سے اخذ کیا کہ اگر حمل روکنے کے لئے رحم کا منہ بند کردے تو یہ اس کے لئے مُباح ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

یجوز لها سدُّ فم رَحِمِها کما تفعله النساء (١١٦)

یعنی، عورت کے لئے اپنے رحم کا منہ بند کروانا جائز ہے جیسا کہ عورتیں کرتی ہیں۔

١١٤۔ البحر الرّائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٣/ ٢٠٠

١١٥۔ حاشیة الطَّحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٢/ ٧٧

١١٦۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المُختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٨/ ٥٨٧

اور علامہ علاؤالدین ابن عابدین شامی متوفی ١٣٠٦ھ لکھتے ہیں:

و جاز لها سدُّ فم رحمها، لئلا تحبل إن بإذنه و إلا لا (١١٧)

یعنی، عورت کے لئے اپنے رحم کا منہ بند کروانا جائز ہے تا کہ حمل قرار نہ پائے اگر شوہر کی اجازت سے ہو ورنہ جائز نہیں۔

صاحب بحر علامہ زین الدین نے اس پر لکھا کہ

أنه ینبغي أن یکون حراماً بغیر إذن الزوج قیاساً علی عزله بغیر إذنها (١١٨)

یعنی، شوہر کے لئے بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کے حرام ہونے پر قیاس کرتے ہوئے عورت کا اپنے رحم کے منہ کو شوہر کی اجازت کے بغیر بند کروانا بھی حرام ہونا چاہیے۔

علامہ شامی نے اس کے جواب میں لکھا:

فما في "البحر" مبنيٌّ علی ما هو أصل المذهب و ما في "النهر" علی ما قاله المشائخ و الله الموفّق (١١٩)

یعنی، جو ''بحر الرائق'' میں ہے اصل مذہب پر مبنی ہے اور جو ''نہر'' میں ہے وہ اس پر مبنی ہے جو مشائخ نے فرمایا۔

فقہاء کرام کی عبارت ''بلا اذن الزوج'' جب اس فعل کے جواز کو ثابت کرتی ہے تو شوہر کی رضا و اِذن سے اس فعل کا جواز بطریق اولی ثابت ہوگا۔ کما لا یخفی

ضبطِ تولید کی بنیاد

ضبطِ تولید کی بنیاد عزل ہے، ضبطِ تولید کے بارے میں فقہاء کرام کی زیادہ تر بحث

١١٧۔ الهدیة العلائیة، ص ٢٤٦

١١٨۔ البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ٣/ ٢٧٤

١١٩۔ ردُّ المُحتار علی الدُّرِّ المُختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، تنبیه، ٨/ ٥٨٧

اسی پر ہے کس صورت میں بلا اجازت عزل جائز ہے اور کس صورت میں جائز نہیں اور جس عذر کی بناء پر فقہاء کرام نے بلا اجازت عزل (یعنی ضبطِ تولید) کو جائز قرار دیا ہے یقیناً وہ عذر نفسِ عزل کو بھی مُباح کر دے گا، اسی طرح جو عذر اسقاطِ حمل کو مُباح کر دے وہی عذر نفسِ عزل کو بھی مُباح کر دے گا اگر چہ بعض کے نزدیک مطلقاً بلا عذر عزل مُباح ہے وہ شاید اس وجہ سے کہ فقہاء کی اکثر بحث ''بالاذن'' اور ''بلا اذن'' عزل کے بارے میں تھی تو انہوں نے سمجھا کہ نفسِ عزل کی اباحت کا کوئی مخالف نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، یا پھر اُن کے اس قول کی وجہ یہ ہو کہ اُن کی نظر دلائل شرعیہ پر نہیں رہی، بہر حال نفسِ ضبطِ تولید کے لئے کسی صالح عذر کا پایا جانا ضروری ہے کیونکہ یہ شرع مطہرہ کا مطلوبِ اصلی نہیں اور نہ ہی یہ عند اللہ تعالیٰ و عند الرسول ﷺ مرغوب امر ہے۔ اب ذیل میں ہم فقہاء کرام کی عبارات میں صراحتاً یا ضمناً مذکور اعذار یا اُن جیسے دیگر عذر ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

☆...... پہلا بچہ چھوٹا ہو حاملہ ہو جانے سے عورت کا دودھ کم ہونے کا خطرہ ہو اور دودھ پلانے والی اجرت پر لینا بچے کے باپ کی وسعت میں نہ ہو اس وجہ سے عزل کرے، کیونکہ اسقاطِ حمل کے جواز کے اسباب میں فقہاء کرام نے یہ سبب ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی (۱۲۰) اور علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۰ھ (۱۲۱) لکھتے ہیں:

المرضعة إذا ظهر بها الحبل و انقطع لبنها و ليس لأبي الصغير ما يستأجرها به الظئر و يخاف هلاك الولد قالوا يباح لها أن تعالج في استنزال الدم ما دام الحمل نطفةً أو علقةً أو مضغةً لم يخلق له عضو الخ

۱۲۰۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحظر و الإباحة، باب الختان، ۳/ ۴۱۰

۱۲۱۔ خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الحظر و الإباحة ۲/ ۵۲

یعنی، دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل ظاہر ہو جائے اور اس کا دودھ (ظہورِ حمل کی وجہ سے) منقطع ہو جائے اور بچے کے باپ کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ جس سے دودھ پلانے والی کرائے پر لے سکے اور بچے کے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو فقہاء کرام نے فرمایا جب تک حمل نطفہ یا بستہ خون یا گوشت کا لوتھڑا ہے (اور ابھی تک) اس کے اعضاء نہیں بنے تو عورت کے لئے خون جاری کرنے کے لئے علاج کروانا مُباح ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و قال ابن وهبان: و من الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل و ليس لأبي الصبيّ ما يستأجر به الظِّئرَ و يَخاف هلاكه (۱۲۲)

یعنی، ابن وہبان نے فرمایا عذروں میں سے یہ ہے کہ حمل ظاہر ہونے کے بعد عورت کا دودھ منقطع ہو جائے (اور اس کا پہلے سے چھوٹا بچہ ہو) اور بچے کے باپ کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ جس سے بچے کے لئے دودھ پلانے والی کرائے پر لے سکے اور بچے کی ہلاکت کا خوف ہو۔

جب اس عذر کی بناء پر حمل ٹھہرنے کے بعد ایک مخصوص مدت کے اندر سے ساقط کروانا جائز ہے تو اس عذر کی بناء پر عزل یا حمل کو روکنے کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کرنا بطریقِ اَولیٰ جائز ہوں گے۔

اور اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن أبي سعيد الزّرقي: أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِيْ تُرْضِعُ وَ أَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ، فَقَالَ

۱۲۲۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ۸/ ۵۸۶

النَّبِيُّ ﷺ: "إِنَّ مَا قَدْ قُدِّرَ فِي الرَّحِمِ سَيَكُوْنُ (١٢٣)

یعنی، حضرت ابوسعید زرقی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا، پس عرض کرنے لگا، میری بیوی بچے کو دودھ پلاتی ہے اور میں (اس حال میں) اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا تو نبی ﷺ نے فرمایا: رحم میں جو مقدر ہو چکا ہے وہ عنقریب ہو کر رہے گا۔

اسی طرح امام مسلم (١٢٤) اور امام نسائی (١٢٥) کی دوسری روایت ہے:

عن أبي سعيد الخدري قال: ذُكِرَ ذٰلِكَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: "وَ مَا ذَاكُمْ" قُلْنَا: الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ امْرَأَةٌ تُرْضِعُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا فَيُصِيْبُهَا، وَ يَكْرَهُ أَنْ تَحمِلَ مِنْهَا الْحَمْلَ، وَ تَكُوْنَ لَهُ الْجَارِيَةُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا، وَ يَكْرَهُ أَنْ تَحمِلَ مِنْهُ، قَالَ: لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوْا، فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ۔ واللفظ للنّسائي

یعنی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا اس (یعنی عزل) کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کیا گیا، (آپ ﷺ نے) فرمایا: "تم یہ کیوں کرتے ہو" ہم نے عرض کیا آدمی کے پاس (ایک) عورت ہوتی ہے جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، پھر وہ اس سے ہمبستری کرتا ہے اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند سمجھتا ہے،

١٢٣۔ السُّنَنُ الكُبرى للنسائي، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ٥٤٨٧۔٣، ٣٠٧/٣
أيضاً جامع المَسَانِيد و السُّنَن، مسند أبي سعيد الخدري، عبد الله بن مرّه الزرقي عنه، برقم: ٤٣٥، ٢٠٤/٣٣، ٢٠٥

١٢٤۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، برقم: ١٣١ (١٤٣٨)، ص ٥٤٠، ٥٤١

١٢٥۔ السُّنَن الكُبرىٰ، كتاب النكاح، باب الغيلة و العزل، برقم: ٥٤٨٦۔٢، ٣٠٧/٣

اور اس کی باندی ہوتی ہے اور وہ اس سے ہمبستری کرتا ہے اور وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ وہ اس سے حاملہ ہو (تو نبی ﷺ نے) فرمایا: "تم ایسا نہ کرو تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ تو تقدیر کی بات ہے"۔

مندرجہ بالا روایات میں "لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَّا تَفْعَلُوْا" کے کلمات وارد ہیں اور یہی کلمات امام بخاری (١٢٦) اور امام مسلم (١٢٧) میں، اور امام احمد (١٢٨) سے مروی روایت میں ہے۔

اس کے علاوہ "مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَّا تَفْعَلُوْا" کے کلمات امام بخاری (١٢٩) اور امام ابو داؤد (١٣٠) اور امام احمد (١٣١) سے مروی ہیں کما نقلہ ابن کثیر (١٣٢) اب دیکھنا یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ان کلمات سے کیا مراد ہے۔

نبی ﷺ نے ان کلمات سے اس عذر کی بنا پر عزل سے منع فرمایا جیسا کہ حدیثِ أبي سعید کے ایک راوی نے حسن بصری سے بیان کیا، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے، ابن عوف کہتے ہیں کہ حسن نے یہ حدیث سن کر کہا بخدا اِس میں عزل سے ناراضگی کا اظہار ہے۔ (١٣٣)

اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ کلمہ نہی کے قریب ہے چنانچہ اسی حدیث کے ایک راوی

١٢٦۔ صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب بيع الرقيق (برقم: ٢٢٢٩)، ٤٧/٣

١٢٧۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، برقم: ١٢٥ (١٤٣٨)

١٢٨۔ المُسْنَد للإمام أحمد، ٨٣/٣
أيضاً جامع المَسَانِيد و السُّنَن لا بن كثير، ٢٠٣/٣٣)

١٢٩۔ صحيح البخاري، كتاب العتق، باب من ملك من العرب، برقم: ٢٥٤٣، ١٤٠/٢، ١٤١ و كتاب المغازي، باب بن مصطلق الخ، برقم: ٤١٣٨، ٥٤/٣ و كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ ﴿هو الله الخالق البارئ المصور﴾ برقم: ٧٤٠٩، ٤٤٦/٤

١٣٠۔ سُنَن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم: ٢١٧٢، ٤٣١/٢

١٣١۔ المسند للإمام أحمد، ٦٨/٣، ٧٢/٣

١٣٢۔ جامع المَسَانِيد و السُّنَن لابن كثير، برقم: ٤٣٢، ٤٣٣، ٤٠٣/٣٣

١٣٣۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ١٣١ (١٤٣٨)، ص ٥٦١

(محمد) نے کہا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

قال محمد: و قوله: "لا عَلَيْكُمْ" أقرب إلى النّهي (١٣٤)

یعنی محمد (راوی) نے کہا نبی ﷺ کا فرمان ''لا علیکم'' نہی کے زیادہ قریب ہے۔

جب کہ اکثر کے نزدیک ان کی مثل روایات میں وارد دیگر کلمات سے عزل کی اباحت ثابت ہوتی ہے نہ کہ ممانعت اور اس کی دلیل مندرجہ روایت ہے:

عن أبي سعيد الخدري قال: ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: وَ لِمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ؟ فَلَمْ يَقُلْ: فَلَا يَفْعَلْ أَحَدُكُمْ فَإِنَّهُ لَيْسَت نَفْسٌ مَخْلُوْقَةٌ إِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا (١٣٥)

یعنی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عزل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''تم ایسا کیوں کرتے ہو اور یہ نہیں فرمایا کہ تم یہ نہ کرو کیونکہ جو نفس پیدا ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اُسے پیدا کر کے رہے گا''۔

اور اس روایت سے واضح ہے کہ نبی ﷺ نے یہ کلمات منع کے لئے نہیں ارشاد فرمائے اگر منع کے لئے ارشاد فرمایا ہوتا یوں تو فرماتے ''لَا يَفْعَلُ أَحَدُكُمْ'' (یعنی، یہ نہ کرو) اور کُتُبِ احادیث میں عزل کے باب میں مندرجہ کلمات وارد ہوئے ہیں:

اِصْنَعُوْا مَا شِئْتُمْ فَإِنَّهُ مَا يُرِدِ اللّٰهُ يَكُنْ (١٣٦)

یعنی، جو تم چاہو کرو اور اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ فرماتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

١٣٤۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، برقم: ١٣٠ (١٤٣٨)، ص ٥٤٠

١٣٥۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، برقم: ١٣٢ (١٤٣٨)، ص ٥٤١

أيضاً سُنَن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم: ٢١٧٠، ٢/٤٣٠

أيضاً السُّنَنُ الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ١٤٣٠٧، ٧/٣٧٣

١٣٦۔ السُّنّة لابن أبي عاصم، باب في العزل الخ، برقم: ٣٧٤، ص ٨٣۔ أيضاً المسند ٣/٢٦

اور

اِفْعَلُوْا مَا بَدَا لَكُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْضِيْ مَا أَحَبَّ، وَ إِنْ كَرِهْتُمْ (١٣٧)

یعنی، جو تمہارے لئے ظاہر ہو کرو، پس اللہ تعالیٰ وہی فیصلہ فرماتا ہے جو اُسے پسند آتا ہے اگرچہ تمہیں ناپسند ہو۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی آزاد بیوی سے اجازت و رضا والی حدیث عزل کے مُباح ہونے پر دال ہے۔

اور پھر یہ معلوم ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان عہد نبوی ﷺ اور حضور ﷺ کے وصال باکمال کے بعد عزل کیا کرتے تھے یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی ﷺ ایک فعل سے منع فرما دیں اور صحابہ کرام پھر اُسے کریں ایک دو نہیں بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد اس کا ارتکاب کرے، تو ظاہر ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان نہی کے لئے نہیں تھا۔

اور اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی اس عذر کی بنا پر عزل کیا کرتے اور یہ عذر ان کے نزدیک بھی صحیح عذر تھا اور اس بحث کو اس مقام پر ذکر کرنے سے ہمارا مدعا یہی تھا اس لئے ہمارے فقہائے کرام نے اسے جوازِ عزل اور جوازِ ضبطِ تولید کے اعذار میں شمار کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور مفتی محمد وقار الدین حنفی نے جوازِ ضبطِ تولید کے اعذار میں اسے شامل کرتے ہوئے لکھا:

ماں بچے کو دودھ نہیں پلا سکتی یا باپ دودھ پلانے کا خرچہ پورا نہیں کر سکتا۔(١٣٨)

☆......یا شوہر کو بچے پر زمانے کی برائی کا خوف ہو تو فقہاء کرام نے لکھا کہ بلا اذنِ زوجہ عزل جائز ہے اور اس میں اصل تو یہی تھا کہ بلا اذن جائز نہ ہو مگر زمانہ کی وجہ سے بعد کے فقہاء کرام نے اس صورت میں بلا اذن کو جائز لکھا، چنانچہ علامہ شمس الدین

١٣٧۔ السُّنّة لابن أبي عاصم، باب في العزل، برقم: ٣٧٣، ص ٨٣

١٣٨۔ وقار الفتاویٰ، كتاب النكاح ٣/١٢٧

احمد بن ابراہیم السروجی متوفی ۷۱۰ھ نے لکھا:

قال: أريد أن أعزل امرأتي لأني أخشى أن يجئ ولد (و في نسخة ولدها) من أهل الشر، قيل: لا يسعه، و قيل يسعه لتغيير الزمان الخ (۱۳۹)

یعنی، کہا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بچہ شریروں میں سے ہو جائے، کہا گیا کہ اُسے گنجائش نہیں ہے، کہا گیا کہ اُسے تغیرِ زمانہ کی وجہ سے اجازت ہے۔

اسی طرح صاحب فتح القدیر وغیرہ کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے، جب یہ ترکِ اِذن کے لئے عذر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو خود عزل کے لئے بطریقِ اولیٰ عذر بنے گا، اس عذر کی بنا پر عورت کو بھی اس کی رُخصت ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

نعم، النظر إلى فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين (۱٤۰)

یعنی، ہاں، فسادِ زمانہ پر نظر جانبین سے جواز کا فائدہ دیتی ہے۔

☆......یا شوہر دُور دراز سفر پر ہو اور اُسے بچے کی جان وغیرہ کا خوف ہو جیسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

لأن يكون في سفر بعيد فخاف على الولد ملخصاً (۱٤۱)

یعنی، جیسے وہ دُور دراز سفر پر ہو اور جہاں بچے کو خطرہ ہو۔

☆......یا شوہر دارالحرب میں ہو اور اُسے بچے پر خوف ہو جیسے علامہ شامی لکھتے ہیں:

۱۳۹۔ كتابُ أدبِ القضاء للسُّروجي، برقم:۳۵۳، ص۲۳۹

۱٤۰۔ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المُختار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، تنبيه ۵۸۷/۸

۱٤۱۔ ردُّ المُحتار على الدُّرِّ المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب: في حكم العزل، ۵۸۵/۸

أو في دار الحرب فخاف على الولد (۱٤۲)

یعنی، یا وہ دارالحرب میں ہو جہاں بچے کو خطرہ ہو۔

☆......یا بیوی بد اخلاق ہو، بد زبان ہو، نافرمان ہے اور شوہر کا اُسے طلاق دینے کا ارادہ ہو اس لئے وہ چاہے کہ اِس سے مجھے اولاد نہ ہو چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

أو كانت الزوجة سَيِّئَةُ الخُلُقِ وَ يريد فراقها فخاف أن تحبلَ (۱٤۳)

یعنی، بیوی بد اخلاق ہو اور شوہر اس سے جُدائی چاہتا ہو پس اُسے اس کے حاملہ ہونے کا خوف ہو۔

☆......اسی طرح عورت بدکردار ہو اور مرد کا اُسے اپنی زوجیت میں رکھنے کا ارادہ نہ ہو یا مرد کو یہ پسند نہ ہو کہ اُسے اس جیسی عورت سے اولاد ہو کیونکہ اگر بیوی کا بد اخلاق بد زبان ہونا بلا اجازت جوازِ عزل کے لئے عذر ہے تو اس کا بدکار ہونا بطریقِ اَولیٰ عُذر قرار دیا جائے گا۔

بیوی کی صحت کا اچھا نہ ہونا اور بچوں کا جلدی جلدی پیدا ہونا بھی ضبطِ تولید کے لئے عذر ہے چنانچہ مفتی محمد وقار الدین حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی معقول وجہ ہو تو ضبطِ تولید جائز ہے مثلاً بیوی کی صحت اچھی نہیں، جلدی بچے کی پیدائش سے اس کی صحت اور خراب ہو جائے گی۔(۱٤٤)
پہلا بچہ چھوٹا ہے فوراً دوبارہ حمل ٹھہرنے سے اس کی صحت خراب ہو جائے گی۔(۱٤۵)

۱٤۲۔ رَدُّ المُحتار على الدُّرِّ المُختار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب: في حكم العزل، ۵۸۵/۸

۱٤۳۔ رَدُّ المُحتار على الدُّرِّ المُختار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب: في حكم العزل، ۵۸۵/۸

۱٤٤۔ وقار الفتاوىٰ، كتاب النكاح، ۱۲۲/۳

۱٤۵۔ وقار الفتاوىٰ، كتاب النكاح، ۱۲٦/۳

☆......جلدی حمل ٹھہرنے سے حمل گر جانے کا خوف ہونا چنانچہ مفتی محمد وقار الدین حنفی لکھتے ہیں:

ایک بار حمل ہوا طبیب نے کہا اتنے عرصے تک احتیاط کرنا حمل نہ ٹھہرنے پائے ورنہ پھر ساقط ہو جائے گا۔(۱۴۶)

حمل ساقط ہو گیا دوبارہ حمل ساقط ہونے سے اس کی جان کو خطرہ تھا۔(۱۴۷)

☆......اسی طرح عورت اتنی کمزور ہو حمل ٹھہرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہے یا ماہر طبیب نے کہہ دیا کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہے۔

☆......اسی طرح ہڈی کے تنگ ہونے کی وجہ سے بچے آپریشن سے پیدا ہوتے ہیں اتنے آپریشن ہو گئے کہ مزید آپریشن کی گنجائش نہیں ہے۔

☆......اودلا کی زیادتی کی وجہ سے پریشان ہو کر ضبطِ تولید کرنا، کیونکہ صرف اولاد پیدا کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ اُن کی پرورش اور اُن کی تعلیم و تربیت بھی اہم ذمہ داری ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

أَلا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، ...... وَ الرَّجُلُ رَاعٍ أَهْلِ بَيْتِهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ(۱۴۸)

یعنی، سنو! تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا......اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے اپنی رعایہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

۱۴۶۔ وقار الفتاویٰ، کتاب النکاح، ۱۲۶/۳

۱۴۷۔ وقار الفتاویٰ، کتاب النکاح، ۱۲۲/۳

۱۴۸۔ أخرجه البخاري في "صحيحه"، برقم: ۷۱۳۸، و مسلم في "صحيحه" برقم: ۲۰۔۱۸۲۰ و أبو داؤد في "سُنَنه" برقم: ۲۹۲۸، و الترمذي في "سُنَنه" برقم: ۱۷۰۵ و أحمد في "مسنده" ۵/۲ ۔ و نقله التبريزي في "مشكاة المصابيح" في كتاب الإمارة و القضاء، الفصل الأول، برقم: ۳۶۸۵ ۔ ۲۵، ۳۔۷/۴

اس حدیث شریف کے تحت علامہ محبّ اللہ شنقیطی مالکی متوفی ۱۳۶۳ھ لکھتے ہیں:

شوہر اپنے اہل کا نگہبان ہے کا مطلب ہے کہ وہ نفقہ، کپڑوں، حُسنِ معاشرت، تعلیم، نصیحت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور نرمی سے شرعی تأدیب کے ساتھ اُن کا حق ادا کرے۔(۱۴۹)

اور پھر زیادہ اولاد کی پیدائش بعض عورتوں کو کمزور کر دیتی ہے، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے بیویوں سے عزل کیا کرتے تھے تا کہ اولاد زیادہ نہ ہو چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری روایت کرتے ہیں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

إِنِّيْ أَعْزِلُ امْرَأَتِيْ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: أُشْفِقُ عَلٰى وَلَدِهَا أَوْ عَلٰى أَوْلَادِهَا (۱۵۰)

یعنی، میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تم کیوں ایسا کرتے ہو؟'' اس نے جواب میں عرض کیا اس کے بچہ یا اولاد پر شفقت کی بناء پر۔

اسی لئے ہمارے علماء نے اس بناء پر ضبطِ تولید کے جواز کا قول کیا ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ سے سوال ہوا کہ کسی عورت نے بچوں کی زیادتی سے پریشان ہو کر ایسی دوا کھائی کہ آئندہ بچے نہ ہوں تو اس کا عمل شرع شریف کی رُو سے کیسا ہے؟ آپ نے جوب میں لکھا کہ اگر شوہر کی اجازت سے اس نے ایسا کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں اور بعض نے مطلقاً جائز بتایا ہے۔(۱۵۱)

عزل یا ضبطِ تولید سے ممانعت دو طرح ہے کہ ایک فاسد نظریات کی وجہ سے

۱۴۹۔ زاد المسلم فيما اتفق عليه البخاري و مسلم، ۳۰۲/۱

۱۵۰۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة الخ، برقم: ۱۴۳ (۱۴۴۳)، ص ۵۴۲، ۵۴۳

۱۵۱۔ فتاویٰ أمجديه كتاب الحظر و الإباحة، ۵۹/۴

ممانعت اور دوسری ضبطِ تولید کے ناجائز طریقوں کی وجہ سے ۔

ا۔ فاسد نظریہ کی بنا پر عزل یا ضبطِ تولید

کیونکہ نیت میں فساد سے اعمال میں فساد پیدا ہوتا ہے جیسے اعمال میں جہاد کا درجہ کسی پر مخفی نہیں اور اس پر مرتّب ہونے والا ثواب بھی کچھ کم نہیں لیکن اگر کوئی شخص صرف اس لئے لڑے کہ مال حاصل کرے یا صرف قوم کی حمایت میں لڑے، اِعلاء کلمۃ اللہ مقصود نہ ہو تو اُسے اس پر قطعاً کوئی ثواب نہیں ملے گا، اسی طرح دِکھاوے کے لئے نماز پڑھنا اور صدقہ وخیرات کرنا وغیرہ، جب فاسد نیت سے نیک اعمال اکارت ہو گئے تو ایسی نیت سے مُباح عمل بھلا کیونکر جائز رہے گا، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (۱۰۲)

یعنی عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے ۔

اور امام غزالی لکھتے ہیں:

و الفساد في اعتقاد المعرة في سنّة رسول الله ﷺ أشدّ ...... (۱۰۳)

یعنی ،رسول اللہ ﷺ کی سنّت میں عار کے اعتقاد کا فساد اشدّ ہے ۔

اس کے تحت علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

أقوى من اعتقادها في غيرها، و النكاح من سُنَن المرسلين (۱۰٤)

یعنی ،اس کے غیر میں اس اعتقاد کے فساد سے سنّت رسول ﷺ میں اس اعتقاد کا فساد زیادہ قوی ہے اور نکاح سُنن المرسلین میں سے ہے ۔

۱۰۲۔ اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی "صحیح" میں، ابوداؤد و نسائی، ترمذی، ابن ماجہ نے اپنی اپنی "سُنَن" میں اور امام احمد نے "المسند" (۱/۲۵) میں فرمائی ہے ۔

۱۰۳۔ إحياء علوم الدين، كتاب آداب النكاح، الباب الثالث في آداب المعاشرة، ۲/۱۱۱

۱۰٤۔ إتحاف السادة المتقين، ۶/۱۹۲

اس کی پھر دو قسمیں ہیں، ایک تنگئ رزق کے خوف سے عزل یا ضبطِ تولید کرنا، دوسری یہ کہ لڑکی کی پیدائش کے احتراز کے لئے عزل یا ضبطِ تولید کرنا ۔

(ا) تنگئ رزق کے خوف سے ضبطِ تولید

اگر کوئی شخص تنگئ رزق کے خوف سے ضبطِ تولید کرے جیسا کہ حکومت کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کا یہی سبب بیان کیا جاتا ہے کہ آبادی کی کثرت کی وجہ سے غذا کی کمی ہو جائے گی جب کہ اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (۱۰۵)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو ۔ (کنز الایمان)

﴿وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ﴾ (۱۰۶)

ترجمہ: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (۱۰۷)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا ہے قوت والا قدرت والا ۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ط إِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا م بَصِيْرًا﴾ (۱۰۸)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور کستا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے ۔ (کنز الایمان)

اور پھر ضبطِ تولید اس خوف سے کہ رزق میں تنگی واقع ہو جائے گی یہ نظریہ کفّار کے اُس نظریے کے مطابق ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ

۱۰۵۔ ھود:۱۱/۶ ۱۰۶۔ الذاريات: ۵۱/۲۲

۱۰۷۔ الذاريات: ۵۱/۵۸ ۱۰۸۔ بنی اسرائیل:۱۷/۳۰

اِيَّاكُمْ ط﴾ الآية (١٥٩)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مُفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ (کنز الایمان)

لہٰذا خشیتِ اِملاق کے خوف سے ضبطِ تولید نا جائز و حرام ہے کیونکہ اس نظریے کی حُرمت قرآن کریم میں منصوص ہے، اس لئے حرام کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے حرام کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر تنگی نہیں فرماتا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا O وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط﴾ الآية (١٦٠)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (کنز الایمان)

اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اس پر تنگی نہیں آتی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ الآية (١٦١)

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے۔ (کنز الایمان)

اور نبی کریم ﷺ نے اس فاسد نظریہ کی تردید ان کلمات سے فرمائی:

أَنْتَ تَخْلُقُهٗ؟ وَ أَنْتَ تَرْزُقُهٗ (١٦٢)

یعنی تم اُسے پیدا کرو گے؟ تم اُسے کھلاؤ گے؟

(۲) لڑکی کی پیدائش سے احتراز کے لئے ضبطِ تولید

اگر کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے بچنے کے لئے ضبطِ تولید کرے کہ لڑکیوں کو

١٥٩۔ بنی اسرائیل: ٣١/١٧ ١٦٠۔ الطلاق: ٢، ٣/٦٥

١٦١۔ الطلاق: ٣/٦٥

١٦٢۔ المسند، برقم: ١١٥٢٣، ١٣٧/٤ (٥٣/٣) و برقم: ١١٩٣١، ٢٣٩/٤ (٩٦/٣)

بوجھ جانے یا ان کی پیدائش یا شادی کو عار سمجھے اور ضبطِ تولید کرے تو یہ نیت بھی خالص زمانہ جاہلیت کے مشرکین عرب کی ہے اور قرآن و سنّت میں اس نظریے کی سخت مذمت کی گئی ہے، قرآن کریم میں فرمایا:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط وَ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ O اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ج وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ O (١٦٣)

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت، پیدا کرتا ہے جو چاہے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں، اور جسے چاہے بانجھ کر دے بے شک وہ علم و قدرت والا ہے۔ (کنز الایمان)

اور امام غزالی نے لکھا کہ لڑکیوں کی پیدائش کے خوف سے عزل کرنا کیونکہ وہ ان کی شادی کرانے میں عار کا اعتقاد رکھتا ہے جیسا کہ (زمانہ جاہلیت میں بعض) عربوں کی اپنی بچیوں کو قتل کرنے میں یہی عادت تھی تو یہ نیت فاسدہ ہے اور اگر اس نیت سے اصل نکاح یا جماع کو ترک کرے تو گنہگار ہوگا، پس اسی طرح عزل ہے۔ (١٦٤)

کیونکہ بیٹی کی پیدائش مصیبت نہیں ہے، حدیث شریف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان پر خرچ کرے، انہیں اچھی طرح رکھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بے نیاز کر دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے یقیناً یقیناً جنت کو واجب فرما دیتا ہے مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا عمل کر بیٹھے کہ جس کی بخشش نہ ہو''۔ (١٦٥)

١٦٣۔ الشوریٰ: ٤٩/٤٢، ٥٠

١٦٤۔ إحياء العلوم الدين، كتاب آداب النكاح، الباب الثالث في آداب المعاشرة، ١١١/٢

١٦٥۔ إحياء علوم الدين، ٨٥/٢

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص تین بیٹیوں کی پرورش کرے، انہیں ادب سکھائے اور ان کی شادی کرائے، ان سے اچھا سلوک کرے تو اس کے لئے جنت ہے۔(۱۶۶)

اور بعض احادیث میں بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کا بھی ذکر ہے اور بعض میں دو اور بعض میں ایک بیٹی کی اچھی پرورش پر جنت کی بشارت مذکور ہے۔(۱۶۷)

۲۔ ضبطِ تولید کے ممنوع طریقے

ضبطِ تولید کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرنا کہ جن سے مرد یا عورت میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے ناجائز و حرام ہے۔

(۱) **نسبندی:** اس میں مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے گزرتے ہیں انہیں کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے جس سے مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے گویا کہ مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کر لینا شرعاً ممنوع ہے، چاہے وہ نسبندی کے ذریعے سے ہو یا خصی ہونے کے ذریعے سے ہو اور شارع علیہ السلام نے نکاح کا حکم دیا ہے، چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری(۱۶۸) اور امام مسلم بن حجاج قشیری(۱۶۹) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ۔ واللفظ للبخاری و مسلم معاً

۱۶۶۔ سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی فضل من عال یتیماً، برقم:۵۱۴۷، ۵/۲۲۳

۱۶۷۔ اتحاف السادة المتقین، ۶/۶۸، ۶۹

۱۶۸۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ الخ، برقم:۵۰۶۰، ۲/۳۶۲، ۳۶۳

۱۶۹۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لِمَن تاقت إلیه نفسه الخ، برقم:۱۔ ۱۴۰۰، ص۵۱۹

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے ہم صحابہ کو حکم فرمایا: اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے نظر نہیں بھٹکتی اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ وہ اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔ یعنی اس کے لئے ڈھال ہیں۔

اور عورتوں سے بے تعلق ہونے سے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے، حضرت سعید بن المسیّب نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا، آپ نے فرمایا کہ:

أَرَادَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ أَنْ يَتَبَتَّلَ، فَنَهَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَ لَوْ أَجَازَ لَهُ ذٰلِكَ۔ (و فی روایة) **لَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا**۔ واللفظ لمسلم (۱۷۰)

یعنی، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے بے تعلق ہونے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع فرما دیا، اگر حضور ﷺ انہیں اس کی اجازت مرحمت فرما دیتے تو ہم (صحابہ) خصی ہو جاتے۔

امام قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں:

قال الطبری: التبتّل: هو ترک لذّات الدنیا و شهواتها، و الإنقطاعُ إلى الله بالتفرُّغ لعبادته، قال غیره: التبتُّلُ یعنی عَنِ النِّسَاءِ، و أما الأختصاء فلایحلُّ أصلاً ۔ ملخصاً (۱۷۱)

۱۷۰۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکره من التبتّل و الخصاء، برقم:۵۰۷۳، ۳/۳۶۴
أیضاً صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، برقم:۸ (۱۴۰۸)، ص۵۲۰
أیضاً تقریب البُغیة بترتیب أحادیث الحلیلة، کتاب النکاح، باب النهی عن الأختصاء، برقم:۲۰۹۳، ۲/۲۲۳

۱۷۱۔ إکمالُ المُعلم بفوائد مُسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ۴/ ۵۳۰، ۵۳۱

یعنی ،طبری نے فرمایا کہ دنیاوی لذّات وشہوات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ ہونا ''تبتّل'' ہے اوران کے غیر نے کہا کہ عورتوں سے تبتّل حرام ہے، مگر خصی ہونا وہ تو اصلاً حلال نہیں ۔

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری (۱۷۲) اور امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ (۱۷۳) روایت کرتے ہیں:

عن أبی هريرة رضی الله عنه، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ رَجُلٌ شَابٌّ، وَ أَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ، وَ لَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ (و فی "سنن المجتبی" كَأَنَّهُ يَسْتَأْذِنُ فِي الْإِخْتِصَاءِ) فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِکَ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِکَ، فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِکَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ، فَاخْتَصِ عَلَى ذٰلِکَ أَوْ ذَرْ (و فی "المجتبی" أَوْ دَعْ) ۔ واللفظ للبخاری

یعنی ،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک جوان آدمی ہوں، مجھے اپنے اوپر ''عنت'' (یعنی زنا میں پڑ کر ہلاک ہونے ۔حاشیۃ السندی) کا خوف ہے اور میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں کسی عورت سے شادی کرسکوں گویا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا عذر بیان کر کے خصی ہونے کی اجازت مانگ رہے تھے (حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عذر

۱۷۲۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما يُكره من التبتُّل و الخِصاء، برقم:٥٠٧٦، ٣٦٥/٣

۱۷۳۔ سُنَن النَّسائی، کتاب النکاح، باب النهی عن التبتُّل، برقم: ٣٢١٥، ٤٥/٦/٣

سُن کر) آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی (کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا) فرماتے ہیں کہ میں نے پھر وہی عرض کیا، آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، میں نے پھر عرض کیا آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، میں نے پھر وہی گزارش کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! تمہیں جو کچھ پیش آنے والا ہے قلمِ قدرت اُسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے، پس تم خصی بنو یا چھوڑ دو۔

''قلم کے خشک ہونے'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے علامہ ابوالحسن کبیر (نور الدین بن عبدالہادی سندھی حنفی) متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

یعنی، تیرے حق میں جو ہونے والا ہے قلم اُسے لکھنے سے فراغت کے بعد خشک ہوگیا یا یہ مطلب ہے کہ تیری زندگی میں تجھے جو پیش آئے گا وہ لکھ دیا گیا ہے اس کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور تقدیر اسباب سے نہیں بدلتی تو اس کے لئے حرام اسباب کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے، ہاں جب اللہ تعالیٰ سبب مشروع یا واجب فرما دے تو اس کا ارتکاب دوسری چیز ہے۔

اور حضور ﷺ کے فرمان ''خصی بنو یا چھوڑ دو'' سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے انہیں اس کام کا اختیار دیا یا اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ علامہ ابوالحسن کبیر سندھی لکھتے ہیں:

حضور ﷺ کا فرمان ''خصی بنو یا چھوڑ دو'' باب تخییر سے نہیں ہے بلکہ باب توبیخ سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مثل ہے: ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ یعنی حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب ہے کہ اگر تو چاہے بے فائدہ اپنا عضو کاٹ لے اور اگر چاہے تو اُسے چھوڑ دے۔اور حضور ﷺ کے فرمان ''علی ذلک'' کا مطلب ہے

کہ (اگر تو خصی بھی ہو جائے) جو تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے وہ تجھے
پہنچ کر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اُعلم (۱۷٤)

اور علامہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ (۱۷٥) نے روایت کیا اور اُن سے ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۱ھ (۱۷٦) نے نقل کیا کہ:

أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ أَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: ائْذَنْ لَنَا فِی الْإِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَصَی وَ لَا اخْتَصَی الخ"

یعنی، سعد بن مسعود بیان کرتے ہیں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کیا: (یا رسول اللہ!) ہمیں خصی ہونے کی اجازت مرحمت فرمایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دوسرے (انسان) کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

اسی لئے علماءِ احناف نے بھی اسے احرام لکھا ہے چنانچہ صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

وخصاء البهائم لا الآدمي (۱۷۷)

یعنی، چوپایوں کا خصی کرنا جائز ہے نہ کہ آدمی کو۔

اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ لکھتے ہیں:

۱۷٤۔ حاشیةُ السِّنْدی علی السُّنَن للنَّسائی، ۴٥/٦/٣

۱۷٥۔ شرح السُّنَّة کتاب الصلاة، باب کراهية البيع و الشراء فی المسجد برقم:٤٨٥، ١٢٥/٢

۱۷٦۔ مشکاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الثانی، برقم:٧٢٤ (٣٦) ١٥٢/١

۱۷۷۔ کتاب النِّقاية، کتاب الکراهية

لا يجوز خصاء الآدمي لأنه تمثيل به وهو حرام (۱۷۸)

یعنی، آدمی کا خصی کرنا جائز نہیں کیونکہ ''مثلہ'' (۱۷۹) ہے اور وہ حرام ہے۔

اور ملا علی قاری نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

الخِصَاءُ مُثْلَةٌ (۱۸۰)

یعنی، خصی کرنا مُثلہ ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ زِنباع نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے غلام کو خصی کر دیا تھا:

فَأعتقه النَّبِیُّ ﷺ بِالْمُثْلَةِ (۱٦۸)

یعنی، نبی ﷺ نے اس غلام کو مُثلہ کے بدلے آزاد فرما دیا۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ خصاء مُثلہ ہے۔

اور مُثلہ سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس کی تفصیل آئے گی، لہٰذا فقہاء کرام نے تصریح کی ہے، آدمی کو خصی کرنا یا اس کا خصی ہونا حرام ہے چنانچہ شیخ محمد کامل ابن مصطفیٰ حسنی حنفی سے سوال ہوا فرماتے ہیں:

سُئلتُ عن خِصاء الآدمي هل يجوز؟ فالجواب: أنه لا يجوز، قال في "شرح الملتقى": و يحرم خصاء الآدمي بخلاف غير لو لمنفعة (۱۸۲)

یعنی، مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا آدمی کو خصی کرنا جائز ہے تو جواب ہے

۱۷۸۔ فتح باب العناية، کتاب الکراهية ٤٢/٤

۱۷۹۔ اور مُثلہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی عضو کو ضائع کر دینا۔ وقار الفتاویٰ، ١٢٣/٣

۱۸۰۔ فتح باب العناية: ٣٥/٤

۱۸۱۔ سُنَن ابن ماجة کتاب الدِّيات، باب من مَثَّل بعبده فهو حرّ، برقم:٢٦٧٩، ٣٠٠/٣

۱۸۲۔ الفتاوی الکاملية، کتاب الحظر و الإباحة ص٢٦٢

کہ جائز نہیں ہے، "شرح الملتقی" میں فرمایا آدمی کو خصی کرنا حرام ہے
برخلاف غیر آدمی کے جب کہ کسی نفع کے لئے ہو (یعنی جانور نفع کے
خصی کیا جاسکتا ہے)۔

اور خصی کرنے یا خصی ہونے کی ممانعت کا مزید ذکر آئندہ صفحات میں "تغییرِ خلق اللہ" کی بحث کے تحت بھی بیان کیا جائے گا۔

اور اسے احادیث و آثار صحابہ و تابعین میں مذکور عزل پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے کہ عزل جائز ہے تو خصی ہونا یا کسی اور ذریعہ سے قوتِ تولید ہمیشہ کے لئے منقطع کرنا بھی جائز ہے، چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

قوتِ تولید منقطع کرنے کے لئے آپریشن کروانا جائز نہیں ہے اور اسے
عزل پر قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ اس آپریشن کا اثر دائمی ہوتا ہے اور
عزل کا وقتی۔ اور دائمی کو وقتی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔(١٨٣)

باقی یہ کہنا کہ نسبندی کو خصی کرنے یا خصی ہونے کے مترادف قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ جو شخص خصی ہوتا ہے وہ مباشرت اور ہمبستری نہیں کرسکتا اور جو شخص نسبندی کراتا ہے اس کی یہ حالت نہیں ہوتی، اور خصی کرانے سے نہ صرف یہ مادہ زائل ہوتا ہے بلکہ قوتِ مردمی کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے۔ اندریں صورت نسبندی کو خصی کرنے پر قیاس کرنا اور حمل کرنا مناسب نہیں ان میں بڑا فرق ہے۔(١٨٤)

نسبندی کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے یہ عجیب طریقہ اپنایا گیا، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ خصی جماع نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جماع کرسکتا ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ جماع میں بڑا سخت ہوتا ہے، چنانچہ علامہ محمد سعید البرہانی "ردالمحتار" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

١٨٣۔ فتاوىٰ فيض الرسول، ٢/٥٦٨

١٨٤۔ مسئلہ ضبط تولید مصنفہ ابو الحسن زید فاروقی، ص ١٢، ١٣

لأن الخصي قد يُجامع، قيل: هو أشدُّ جماعاً، لأنه لا ينزل دفقاً بل قطرةً قطرةً (١٨٥)

یعنی، کیونکہ خصی جماع کرسکتا ہے، کہا گیا کہ وہ جماع میں بڑا سخت ہوتا ہے، کیونکہ اسے کودنے کے ساتھ انزال نہیں ہوتا بلکہ قطرہ قطرہ کرکے انزال ہوتا ہے۔

اگر یہی بات ہے کہ خصی ہمبستری نہیں کرسکتا تو ہمارے فقہاء نے اس سے ثبوتِ نسب کا قول کرتے ہوئے کیوں لکھا:

ويثبت نسب ولده منه (١٨٦)

یعنی، اس کے بچے کا نسب اُس سے ثابت ہو جائے گا۔

مزید یہ کہ شرع شریف میں نسبندی سے ممانعت کا مدار اس پر ہے کہ اس عمل کے ذریعے قوتِ تولید ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جاتی ہے اس لئے ممنوع ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ جماع کرسکتا ہے یا نہیں۔

اسی طرح کوئی بھی ایسی دوائی کھانا کہ جس سے قوتِ تولید ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے جائز نہیں ہے کیونکہ علماء کرام نے آپریشن سے منع نہیں کیا بلکہ منع قوتِ تولید کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے سے کیا وہ جس طریقے سے بھی ہو بہر حال ممنوع ہے۔

(۲) نل بندی: اس میں عورت کی بیضہ دانی کی نالی کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، اس کے بعد عورت کبھی بھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ بھی اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لئے بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

لیکن کسی عمل کے ذریعے ہمیشہ کے لئے قوتِ تولید ختم کردینا کسی طرح

١٨٥۔ التعليقات المرضية ص٢٤٦

١٨٦۔ التعليقات المرضية ص٢٤٦

جائز نہیں ہے۔(۱۸۷)

(۳) بچہ دانی نکلوا دینا: اس کا ارتکاب بہت سے لوگ ڈاکٹروں کے غلط مشورے کی بناء پر کر بیٹھتے ہیں کہ اب حمل قرار پایا تو عورت کی جان کو خطرہ ہے لہٰذا بچہ دانی ہی نکلوا دو۔ایسا کرنا ناجائز و حرام ہے،چنانچہ مفتی محمد وقار الدین حنفی لکھتے ہیں:

آپریشن کر کے حمل کی صلاحیت کو ضائع کر دیا جائے یہ ناجائز و حرام ہے اور ''مُثلہ'' کے حکم میں ہے۔مُثلہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی عضو کو ضائع کر دینا،اس میں بھی رحم کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔(۱۸۸)

کیونکہ اس میں بچہ پیدا کرنے کا صلاحیت ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے جو کہ حرام ہے اور تینوں صورتوں میں تغیر خلق اللہ تعالیٰ ہے اور ممنوع طور پر تغیر خلق اللہ حرام ہے،قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (۱۸۹)

ترجمہ:(شیطان نے کہا) قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

اور علامہ فخر الدین رازی شافعی لکھتے ہیں:اس تغییر سے مراد آفرینش اور ساخت میں تبدیلی ہے،مفسرین کے ''تغییر خلق اللہ'' کے بارے میں دو قول ہیں:دوسرا قول یہ ہے کہ ان تمام احوال میں تغییر سے مراد جن کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے پھر اس میں چند

۱۸۷۔ فتاویٰ فیض الرسول، ۲/ ۵۸۰
۱۸۸۔ وقار الفتاویٰ: ۳/ ۱۲۳
۱۸۹۔ النساء: ۴/ ۱۱۹

وجوہ ہیں دوسری وجہ جو حضرت انس،شہر بن حوشب،عکرمہ،اور ابو صالح سے مروی ہے کہ

أن معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاءُ الخ (۱۹۰)

یعنی،تغییر خلق اللہ کے یہاں معنی خصی کرنے کے ہیں۔

اور امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ نے اس آیہ کریمہ کے بارے میں اہلِ تاویل کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال بعضهم: قوله تعالى: ﴿فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ الإخصاء، و هو قول ابن عباس رضى الله عنهما الخ (۱۹۱)

یعنی،بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بدل دیں گے'' خصی کرنا ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد ابن النحّاس متوفی ۳۳۸ھ لکھتے ہیں:

قيل: يُراد به الخِصاءُ (۱۹۲)

یعنی،کہا گیا ہے کہ اس سے خصی کرنا مراد لیا گیا ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں:

قال عكرمة، هو الخصاءُ، هكذا روى عن ابن عباس و أنس بن مالك (۱۹۳)

یعنی،عکرمہ نے کہا کہ وہ خصی کرنا ہے،اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حافظ منتخب ہمدانی متوفی ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:

۱۹۰۔ التفسير الكبير للرازی، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۴/ ۲۲۳
۱۹۱۔ تأويلات أهل السُّنّة سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۱/ ۵۰۴
۱۹۲۔ إعراب القرآن، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۱/ ۱۲۹
۱۹۳۔ تفسير السمرقندى، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۱/ ۳۴۰

قیل: تغییرهم خلق الله: الخِصَاءُ (۱۹٤)

یعنی، کہا گیا کہ اُن کی خلق اللہ میں تغییر خصی کرنا ہے۔

علامہ ابو بکر حدادیمنی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

قال: عکرمه: معناه: فَلَيُغَيِّرُنَّ خلقَ الله بالخِصاءِ و الوشم، و قطع الأذن، و فقءِ العيون (۱۹۵)

یعنی، عکرمہ نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو خصی کرنے، گودنے، دانتوں کو تیز کرنے اور آنکھوں کو پھوڑنے کے ذریعے بدل دیں گے۔

قاضی ابو السعود محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

عن نهجه صورةً أو صفةً، و ينتظم فيه ما قيل من فقءِ عين الحامي، و خِصاء العبيد، و الوشم، و الوشر و نحو ذلك (۱۹٦)

یعنی، تبدیلی صورۃً ہو یا صفۃً اور اس میں وہ شامل ہے جو نَر کی آنکھ پھوڑنے، غلاموں کو خصی کرنے، گودنے، دانتوں کو تیز کرنے وغیرہ ذالک کے بارے میں کہا گیا ہے۔

قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ (۱۹۷)، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (۱۹۸) اور قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی حنفی نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ (۱۹۹) لکھتے ہیں:

عن وجهه صورةً أو صفةً، و يندرج فيه، فقؤ عين الحامي و

۱۹٤۔ الكتاب الفريد في أعراب القرآن المجيد، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۲/۳٤٥
۱۹۵۔ تفسير الحداد، سورة النساء، الآية:۱۱۹، ۲/۳۲٤
۱۹٦۔ تفسير أبي السعود، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۲/۳۷۵
۱۹۷۔ تفسير البيضاوي، سورة النساء، الآية:۱۱۹، ۳/۹۸
۱۹۸۔ تفسير روح المعاني، سورة النساء، الآية:۱۱۹، ۵/۱۹۵
۱۹۹۔ تفسير المظهري، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۲/٤۵۵

خصاء العبيد، و الوشم و الوشير، و المثلة، و اللواطة، و السحاق، و عبادة الشمس، و القمر و الحجارة لأنها ما وضعت لها، و استعمال الجوارح فيما لا يعود على النفس كمالاً۔ واللفظ للمظهري

یعنی، یہ تبدیلی صورت کے اعتبار سے ہو یا حالت کے اعتبار سے، اس میں نَر کی آنکھ پھوڑنا، غلاموں کو خصی کرنا، گودنا (۲۰۰)، دانتوں کو تیز کرنا، مُثلہ کرنا، لواطت، عورتوں کا آپس میں بدفعلی کرنا، سورج، چاند اور پتھروں کی پوجا کرنا مندرج ہیں کیونکہ یہ چیزیں اس کے لئے نہیں بنائی گئیں اور اعضاء اور قوتوں کو ایسے کاموں میں استعمال کرنا جو نفس کے کمال کی باعث نہ ہوں۔

اور اسی میں ہے:

﴿لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (۲۰۱) **يعني لا تبدلوا خلق الله** (۲۰۲)

یعنی، اللہ تعالیٰ کے فرمان **﴿لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾** کا معنی ہے خلق اللہ کو تبدیل نہ کرو۔

مندرجہ بالا تفاسیر میں خصی کرنے کو مطلقاً ''تغییر لخلق اللہ'' میں شامل کیا گیا ہے، علماء مُفسّرین، مُحدّثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اس مطلق سے چوپایوں کو خصی

۲۰۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں، گودوانے والیوں، سفید بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے والیوں اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے، اسے امام بخاری (صحیح البخاری، برقم:۵۹٤۳، ٤/۷۳، ۷٤) امام مسلم (صحیح مسلم، برقم:۲۱۲۵) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
۲۰۱۔ الروم: ۳۰/۳۰
۲۰۲۔ تفسیر المظہری:۲/۲۵٦

کرنا مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی (۲۰۳) اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی (۲۰۴) لکھتے ہیں:

وَ أما خِصاء البهائم فرخّص فيه جماعة من أهل العلم إذا قصدت فيه المنفعة أما لسمن أو غيره، و الجمهور من العلماء و جماعتهم على أنه لا بأس أن يُضحّى بالخصي، و استحسنه بعضهم إذا كان أسمن من غيره

یعنی، مگر خِصا چوپایوں میں تو اہلِ علم کی ایک جماعت نے اس کی رُخصت دی ہے جب کہ اس سے منفعت کا قصد کیا جائے، موٹا پے کے لئے یا اس کے غیر کے لئے اور جمہور علماء اور ان کی جماعت اس پر ہے کہ خصی جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اُن کے بعض نے اسے مستحسن قرار دیا ہے جبکہ وہ غیر خصی سے موٹا ہو۔

اور حافظ منتخب ہمدانی نے لکھا:

و هو في قول أكثر أهل العلم مباح في البهائم، أرخص في ذلک الحسن (۲۰۵)

یعنی، اور وہ (یعنی خصی کرنا) اکثر اہلِ علم کے قول کے مطابق چوپایوں میں مُباح ہے، امام حسن بصری نے اس کی رُخصت دی ہے۔

اور قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی (۲۰۶) اور قاضی ابوالسعود حنفی (۲۰۷) لکھتے ہیں:

و عموم اللفظ لمنع الخصاء مطلقاً، رخّصوا في البهائم لمكان الحاجة۔ و اللفظ لأبي السعود

۲۰۳۔ تفسير القرطبي، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۳/۵/۳۹۰
۲۰۴۔ التفسير المنير، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۳/۲۹۱
۲۰۵۔ الكتاب الفريد في إعراب القرآن المجيد، سورة النساء، الآية:۱۱۹، ۲/۳۴۵
۲۰۶۔ تفسير البيضاوي، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۹/۹۸
۲۰۷۔ تفسير أبي السعود، سورة النساء، الآية:۱۱۹، ۲/۳۷۵

یعنی، عموم لفظ خصی کرنے سے مطلق روکنے کے لئے ہے فقہاء کرام نے چوپایوں میں حاجت کی وجہ سے (خصی کرنے کی) رخصت دی ہے۔

باقی رہا انسان کا خصی کرنا یا ہونا اس سے ممانعت کے بارے میں پہلے احادیث بیان کی جا چکی ہیں اور یہاں آیہ مذکورہ سے اس کی ممانعت کے بارے میں علماء مُفسّرین وغیرہم کی چند آراء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ ابوجعفر ابن النحاس لکھتے ہیں:

أما في بني آدم فمحظورٌ (۲۰۸)

یعنی، مگر بنو آدم میں خصاء تو وہ ممنوع ہے۔

اور علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا:

و الخصاء في بني آدم محظورٌ عند السلف و الخلف (۲۰۹)

یعنی، سلف وخلف کے نزدیک بنو آدم میں خِصاء ممنوع ہے۔

اور امام قرطبی (۲۱۰) اور ابو حفص عمر بن علی ابن عادل دمشقی حنبلی متوفی ۸۸۰ھ (۲۱۱) لکھتے ہیں:

و أما الخِصاء في الآدمي فمصيبة فإنه إذا خصي بطل قلبه و قوته عكس الحيوان و انقطع نسله المأمور به في قوله عليه السلام: "تَنَاكَحُوْا تَنَاسَلُوْا فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ" ثم إن فيه ألماً عظيماً و ربما يفضي بصاحبه إلى الهلاک، فيكون فيه تضييع مال و إذهاب نفس و كلّ ذلک منهيٌ عنه۔ و اللفظ للقرطبي

یعنی، آدمی میں خِصاء ایک مصیبت ہے پس جب وہ خصی ہوتا ہے تو اس

۲۰۸۔ إعراب القرآن لابن النحاس، ۱/۲۳۹
۲۰۹۔ تفسير روح المعاني، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۵/۱۹۵
۲۱۰۔ تفسير القرطبي، ۳/۵/۳۹۱
۲۱۱۔ اللباب في علوم الكتاب، ۷/۲۶

کا دل اور اس کی قوت باطل ہو جاتے ہیں برعکس حیوان کے، اور اس کی نسل منقطع ہو جاتی ہے کہ جس کا حکم نبی ﷺ کے اس فرمان میں ہے ’’نکاح کرو نسل بڑھاؤ، پس میں تمہاری کثرت کی وجہ سے اُمتوں پر فخر کروں گا‘‘ پھر اس میں بہت درد ہے، بسا اوقات خصی کروانا ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے پھر مال کا ضیاع ہو جاتا ہے اور انسان دنیا سے چلا جاتا ہے اور یہ سب ممنوع ہے۔

امام قرطبی(۲۱۲) اور ابن عادل حنبلی(۲۱۳) نے لکھا ہے کہ

ثم هذه مُثلة: و قد نهي النبي ﷺ عن المثلة

یعنی، پھر یہ (خصی کرنا) مُثلہ ہے اور نبی ﷺ نے مُثلہ سے منع فرمایا ہے۔

اور امام قرطبی لکھتے ہیں:

و لم يختلفوا أن خِصَاءَ بني آدم لا يحلّ و لا يجوز لأنه مثلة و تغيير لخلق الله تعالى، و كذلك قطع سائر أعضائهم في غير حدّ و قودٍ، قاله أبو عمر (۲۱۴)

یعنی، اور علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بنو آدم میں خصاء (یعنی انسان کا خصی ہونا یا اُسے خصی کرنا) حلال اور جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ مُثلہ ہے اور خلق اللہ کی تغییر ہے، اسی طرح اُن کے تمام اعضاء حدّ و قصاص کے بغیر کاٹنا (حلال و جائز نہیں ہے) یہ ابو عمر نے کہا ہے۔

مولانا ابو الحسن زید فاروقی صاحب نے کہا کہ نسبندی کے عدم جواز پر مذکورہ بالا آیت سے استدلال درست نہیں کہ اس کی تفسیر میں دو اقوال ہیں، مانعین نے ایک قول کو لیا ہے۔ یہ درست ہے کہ مُفسّرین کے اس میں دو اقوال ہیں لیکن اس ایک قول کی بنا پر

۲۱۲۔ تفسیر القرطبی، ۳/۵/۳۹۱

۲۱۳۔ اللباب فی علم الکتاب، ۷/۲۶

۲۱۴۔ تفسیر القرطبی، ۳/۵/۳۹۱

مُفسّرین کی ایک بڑی جماعت نے خصی کرنے اور خصی ہونے کو حرام قرار دیا ہے، نسبندی اُس دور میں ہے نہیں تھی اس لئے انہوں نے خِصاء کا ذکر کیا، نسبندی کا طریقہ ایجاد ہو چکا ہوتا تو یقیناً اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اسے بھی اُسی طرح حرام قرار دے دیتے جس طرح خِصاء کو حرام قرار دیا کیونکہ دونوں سے مقصود ایک ہی ہے۔ خصاء، نسبندی اور نل بندی مُثلہ ہے اور مُثلہ ممنوع ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

(۱)...... عن سمرة بن جندبٍ، قال: مَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إلَّا نَهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ وَ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ (۲۱۵)

یعنی، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جب بھی خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں ہمیں مُثلہ سے منع فرمایا اور ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا۔

(۲)...... عن الحسن، عن سمرة، قال: فَلَمَّا خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ خُطْبَةً إلَّا أَمَرَ فِيْهَا بِالصَّدَقَةِ، وَ نَهَى فِيْهَا عَنِ الْمُثْلَةِ (۲۱۶)

یعنی، امام حسن بصری سے روایت ہے وہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا کہ نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا ہو اور اس میں صدقہ کا حکم اور مُثلہ سے منع نہ فرمایا ہو۔

(۳)...... عن سمرة بن جُندب و عمران بن حصين: قَالَا: مَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ خُطْبَةً إلَّا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، وَ نَهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ (۲۱۷)

یعنی، حضرت سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

۲۱۵۔ المسند للإمام أحمد، برقم:۲۰۴۸۸، ۶/۷۷۴ (۵/۲۰)

۲۱۶۔ المسند للإمام أحمد، برقم:۲۰۳۹۸، ۶/۴۵۶ (۵/۱۲)

۲۱۷۔ المسند للإمام أحمد، برقم:۲۰۱۵۱، ۶/۶۹۹ (۴/۴۳۶)

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسا خطبہ ارشاد نہیں فرمایا جس میں ہمیں صدقہ کا حکم اور مثلہ سے منع نہ فرمایا ہو۔(اس حدیث شریف کی سند حسن ہے)

(۴)......اور امام احمد(۲۱۸) اور ابوداؤد(۲۱۹) روایت کرتے ہیں کہ ہیاج بن عمران صحابیِ رسول ﷺ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ میرے والد نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں اپنے غلام کو پانے پر قادر ہوا تو ضرور اس کا عُضو یعنی ہاتھ کاٹ دوں گا تو آپ نے فرمایا اپنے باپ سے کہہ دو کہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اس کے عُضو کو نہ کاٹے، بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ میں صدقہ پر حرص دلاتے اور مُثلہ سے منع فرماتے، پھر حضرت سمرہ بن جندب تشریف لائے (میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سنن أبی داود) انہوں نے بھی اُسے یہی فرمایا۔ واللفظ لأحمد

اسی طرح امام ابوجعفر طحاوی نے "شرح معانی الآثار" عن الحسن، عن عمران بن الحصین (برقم:٥٠١٦) اور عن الحسن بن سمرة بن جندب (برقم:٥٠١٧، ١٨٢/٣،٥٠١٨) اور "شرح مشكل الآثار" عن الحسن بن عمران بن حصين (برقم:١٨٢٠) عن الحسن عن سمرة بن جندب (برقم:٧٠/٥،١٨٢١) میں، امام طبرانی نے "المعجم الكبير" (برقم:٦٩٤٤، و٢٢٧/٧،٦٩٤٥) میں كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهىٰ عَنِ الْمُثْلَةِ وَيَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ اور أن النبي ﷺ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهىٰ عَنِ الْمُثْلَةِ کے کلمات سے روایت کیا ہے۔

(۵) اور امام طحاوی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ کلمات بھی روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهىٰ عَنِ الْمُثْلَةِ (٢٢٠)

٢١٨ـ المسند للإمام أحمد، برقم:٢٠٠٨٦، ٦٨١/٦ (٤٢٨/٤)

٢١٩ـ سُنَن أبي داوٗد، كتاب الجهاد، باب في النهي عن المثلة برقم:٢٦٦٧، ٨٤/٣، ٨٥

٢٢٠ـ شرح معاني الآثار، برقم:٥٠٢٠، ١٨٣/٣

یعنی، نبی ﷺ نے مُثلہ سے نہی فرمائی ہے۔

اور حدیث شریف میں واقع "مُثلہ" کے معنی بارے میں ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

فيه "أنه نهى عن المثلة" يقال: مثلت بالحيوان أمثُل به مَثْلاً إذ قطعتَ أطرافه و شوّهتَ به، و مثّلتَ بالقتيل، إذا جَدَعْتَ أنفَه أو أذُنَه، أو مذاكيرَه أو شيئًا من أطرافه، والاسم: المثلة (٢٢١)

یعنی، اس میں حدیث شریف ہے کہ "نبی ﷺ نے مُثلہ سے منع فرمایا" عرب لوگ مثلتُ بالحيوان أمثل به مثلاً اس وقت بولتے تھے کہ جب جانور کے اعضاء کاٹ دیئے جائیں اور اُسے بدشکل بنا دیا جائے اور "مثّلتَ بالقتيل" اس وقت بولتے جب مقتول کے ناک یا کان یا اعضاء تناسل یا اس کے اعضاء میں سے کچھ کاٹ دے اور اسم "مُثلہ" ہے۔

اور علامہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

"ونهى عن المثلة": وهو الفعل الشنيع، يقال مَثَلَ به يمثُلُ مَثْلاً، وكان تمثل مأخوذ من المَثَل لأنه إذا شبع في عقوبته جعله مثلاً (٢٢٢)

یعنی، "نبی ﷺ نے مُثلہ سے نہی فرمائی" اور یہ ایک بُرا فعل ہے کہا جاتا ہے کہ "مثل به يمثَلُ مَثْلاً" گویا کہ مَثَلَ مَثَل سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ اُسے خوب سزا دے لے اور اُسے بدشکل بنا دے (تو عرب لوگ یہ جملہ بولتے ہیں)۔

اور تغییرِ خلق اللہ میں وہ تصرّفات شامل نہیں ہیں جن کی قرآن وسنّت سے اجازت

٢٢١ـ النّهاية في غريب الحديث: ٢٥١/٤

٢٢٢ـ غريبُ الحديث لابن الحوزي، ٣٤٢/٢

ہے اور جن کے اچھے فوائد ہیں اور قرآن و سنّت میں اُن سے نہی وارد نہیں ہوئی اور فقہاء کرام نے ان کی رُخصت دی ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر ابن عاشور نے لکھا:

و ليس من تغيير خلق الله التصرّف في المخلوقات بما أذن الله فيه و ما يدخل في معنى الحسن، فإن الختان من تغيير خلق و لكنّه لفوائد صحيّة، و كذلك حلق الشعر لفائدة دفع بعض الأضرار، و تقليم الأظفار لفائده تيسير العمل بالأيدى و كذلك ثقب لآذان النساء لوضع الأقراط الخ (۲۲۳)

یعنی مخلوقات میں ایسا تصرف کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اِذن عطا فرمایا ہے اور وہ تصرّف کہ جو اچھے معنی میں داخل ہے تغییرِ خلق سے نہیں ہے، پس ختنہ کرنا (بظاہر) تغییرِ خلق اللہ سے ہے لیکن وہ فوائدِ صحیّہ کے لئے ہے، اسی طرح بال منڈوانا کسی ضرر کے دفع کرنے کے لئے ہے اور ناخن تراشنا ہاتھوں سے کام میں آسانی حاصل کرنے کے فائدے کے لئے ہے اسی طرح عورتوں کے کانوں میں سوراخ کرنا بالیوں (وغیرہ) کے لئے ہے۔

اور علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و خصّ من تغيير خلق الله تعالىٰ الختان، ...... و خضب اللّحية و قصّ ما زاد على السنّة و نحو ذلك (۲۲۴)

یعنی تغییرِ خلق اللہ ختنہ کرانے کو...... اور داڑھی رنگنے کو اور اُسے سنّت سے زائد کاٹنے وغیرہ ذالک کو خاص کیا ہے۔

۲۲۳۔ تفسیر ابن عاشور، سورة النساء، الآية:۱۱۹، ۴/۲۵۸

۲۲۴۔ تفسیر روح المعانی، سورة النساء، الآية: ۱۱۹، ۵/۱۹۰

۲۔ ضبطِ تولید کے مباح طریقے

فی زمانہ ضبطِ تولید کے متعدّد طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، ضرورت پائے جانے کے وقت جو بھی طریقہ اپنایا جائے اس میں دو اصول مدِّ نظر رکھنا ضروری ہیں کہ (۱) نظریہ فاسد نہ ہو یعنی خشیتِ افلاس اور لڑکیوں کی پیدائش سے احتراز کی نیت نہ ہو اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، (۲) وہ وقتی اور عارضی ہو اس سے قوتِ تولید ہمیشہ کے لئے ختم نہ ہو، چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی حنفی لکھتے ہیں:

کسی جائز مقصد کے پیشِ نظر ضبطِ تولید کے لئے کوئی دوا یا ربڑ کی تھیلی استعمال کرنا جائز ہے لیکن کسی عمل کے ذریعے قوتِ تولید ہمیشہ کے لئے ختم کرنا کسی طرح جائز نہیں۔(۲۲۵)

اور مفتی محمد وقار الدین حنفی لکھتے ہیں:

ایسی دوائیں استعمال کی جائیں کہ جب تک دوا کا استعمال جاری رہے گی، حمل قرار نہیں پائے گا اور جب دوا بند کر دی جائے تو حمل قرار پا سکتا ہو۔(۲۲۶)

اور ہمارے علم کے مطابق استقرارِ حمل کو روکنے کے لئے عارضی طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔ گولیاں کھانا:

یہ غالباً تیس عدد گولیاں جن میں اکیس عدد سفید رنگ کی اور سات عدد بھورے رنگ کی ہوتی ہیں اور ڈاکٹر حضرات عورت کو ماہواری کے پہلے روز سے لگاتار استعمال کرواتے ہیں اور انہیں ہر ماہ مسلسل استعمال کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ ناریلانٹ:

یہ چھ عدد کیپسول کھال کے نیچے بازوں پر لگاتے ہیں، بقول ڈاکٹر حضرات کے

۲۲۵۔ فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الحظر و الاباحة، ۲/۵۸۰

۲۲۶۔ وقار الفتاوی، کتاب النکاح، ۳/۱۲۴، ۱۲۵

اس کے اثرات پانچ سال تک رہتے ہیں لیکن کیپسول نکالنے کے بعد عورت فوراً حاملہ ہو سکتی ہے۔

۳۔انجکشن لگوانا:

اور انجکشن دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ جو ہر دو ماہ بعد لگوایا جاتا ہے، اور (۲) دوسرا وہ جو ہر تین ماہ بعد لگوایا جاتا ہے۔

۴۔کاپرٹی:

یہ کوئی ایسی چیز ہے جسے عورت کے رحم میں رکھتے ہیں جو دس سال تک رحم میں رہ سکتی ہے، اس کے بعد اسے تبدیل کرنا پڑتا ہے گویا یہ دس سال تک حمل نہ ٹھہرنے میں مؤثر ہے لیکن اس کے بعد یا اس کے نکلوانے کے بعد عورت حاملہ ہو سکتی ہے۔

۵۔ملٹی لوڈ:

یہ ایک قسم کی نرم اور چھوٹی ٹیوب ہے جو ماہواری کے دوران بچہ دانی میں رکھتے ہیں اور یہ طریقہ پانچ سال تک مؤثر ہوتا ہے، اس مدت کے بعد یا اس کو نکلوانے کے بعد استقرارِ حمل ہو سکتا ہے۔

۶۔کنڈوم:

یہ غبارہ یا لیدر ہے جسے مرد اپنے عضوِ تناسل میں پہن کر صحبت کرتا ہے تو مرد و عورت کے مادۂ تولید آپس میں مل نہیں پاتے جس کی وجہ سے استقرارِ حمل نہیں ہو پاتا۔

گولیوں، انجکشن اور نارپلانٹ وغیرہا کے ذریعے وقتی طور پر استقرارِ حمل ہوتا ہے اور کاپرٹی، ملٹی لوڈ، رِنگ وغیرہا کے ذریعے رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے، یہ تمام صورتیں اگرچہ شرعاً جائز ہیں مگر طبی لحاظ سے مُضر اور نقصان دہ ضرور ہیں۔

اور عزل (یعنی صحبت کے وقت اپنا مادہ منویہ باہر خارج کرنا) اور کنڈم (غبارے)

کا استعمال کہ جس میں مادہ منویہ رحم میں داخل نہ ہو دونوں سے مقصود ایک ہی ہے کہ استقرارِ حمل سے روکتا ہے اور اُن میں طبی لحاظ سے نقصان وضرر بہت کم ہے۔(۲۲۷)

لیکن یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمانا چاہے تو ساری کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اولاد پیدا ہو جاتی ہے اور مشاہدہ ہے کہ کبھی کبھار گولیاں وغیرہا مانعِ حمل ادویات کے استعمال کے باوجود بھی حمل ٹھہر جاتا ہے اور کبھی رحم کا منہ بند کرنے کے طریقے اختیار کرنے کے باوجود مادہ منویہ کے قطرے رحم میں داخل ہو جاتے ہیں پھر لوگوں کو سنا گیا ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دوائی استعمال کی، ہم نے انجکشن لگوائے پھر بھی حمل ٹھہر گیا اور بعض اوقات کنڈوم (غبارہ) پھٹ جاتا ہے اور قطرے رحم میں چلے جاتے ہیں اور عزل کرتے کرتے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ آدمی سے اپنے عضوِ تناسل کو نکالنے میں معمولی تاخیر ہو جاتی ہے اور مادہ منویہ رحم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مُخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

"مَا كَتَبَ اللّٰهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَتَكُونُ" (۲۲۸)

یعنی، قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کو پیدا کرنے کے بارے میں لکھ دیا ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گی۔

اور فرمایا:

وَ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ (۲۲۹)

یعنی، جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اُسے کوئی چیز روک نہیں

۲۲۷۔ ضبطِ تولید کی صورتوں کے بارے میں تفصیل کے لئے "مفید مشورہ جناح ہسپتال بہبود آبادی" "چابی" نامی کیسٹ یا حضرت علامہ مفتی عطاء المصطفیٰ صاحب اعظمی کا تحریر کردہ رسالہ "برتھ کنٹرول کی شرعی حیثیت" کا مطالعہ کیجئے۔

۲۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، برقم:۱۲۵ (۱۴۳۸) ص ۵۴۰

۲۲۹۔ صحیح مسلم، برقم:۱۳۳ (۱۴۳۸) ص ۵۴۱

سکتی۔

لہٰذا جب وہ مالک پیدا کرنا چاہتا ہے تو دوائیں کھانے کے باوجود اثر نہیں کرتیں، رحم کا منہ بند کرنے والی صورتیں بیکار ہو جاتی ہیں، کنڈوم پھٹ جاتے ہیں، عزل کی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

ایک شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی باندی سے عزل کرنے کا ذکر کیا (یعنی اس کا حکم دریافت کیا) تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اگر چاہو تو اس سے عزل کرلو جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا:

اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تیرا عزل کرنا اُسے روک نہیں سکتا۔

کچھ دنوں بعد وہ شخص آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! جس باندی کا میں نے ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

میں نے تم سے کہا کہ جو تقدیر میں ہونے والا ہے وہ ہو جائے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ سُن کر فرمایا:

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (۲۳۰)

بہر حال تدبیر سے منع نہیں ہے تدبیر انسان کرتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں ہے اگر ایسی تدبیر کرنا منع ہوتا کہ جس سے استقرارِ حمل نہ ہو تو نبی ﷺ اس سے روک دیتے، آپ ﷺ نے روکا نہیں بلکہ فرمایا:

"اِعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ" (۲۳۱)

یعنی، اگر تم چاہو تو اس سے عزل کرلو۔

اور یہ کلمات بھی ایک روایت میں مذکور ہیں:

۲۳۰۔ صحیح مسلم، برقم: ۱۳۴۔ ۱۳۵ (۱۴۳۹)، ص ۵۴۱

۲۳۱۔ صحیح مسلم برقم: ۱۳۴ (۱۴۳۹)

"اِصْنَعُوْا مَا بَدَا لَكُمْ" (۲۳۲)

یعنی تم وہ کرو جو تمہیں بہتر لگے یا تمہارے لئے ظاہر ہو۔

ضبطِ تولید اللہ عزّ وجلّ کی رزّاقیت کے خلاف نہیں

جس طرح روزی کے حصول کے لئے ذرائع اور اسباب اختیار کرنا اللہ عزّ وجلّ کی رزّاقیت پر بھروسے کے خلاف نہیں، اور مستقبل کے لئے پونجی جمع رکھنا اس کی رزّاقیت پر توکّل کے خلاف نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (۲۳۳)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنزالایمان)

اسی طرح صالح نظریے اور صالح ضرورت کے پائے جانے کے وقت ضبطِ تولید بھی اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر توکّل کے خلاف نہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عزل کرنا سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے، اور ان متوکّلین صادقین کے بارے میں کوئی مسلمان یہ سوچنے کی جسارت بھی نہیں کرسکتا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر بھروسہ نہ تھا۔

ضبطِ تولید تقدیر پر ایمان کے خلاف نہیں

جیسے ہم بیمار ہو جائیں تو علاج کرواتے ہیں، پریشانی ہو تو دعا کرتے ہیں حالانکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہوگا وہی جو تقدیر میں ہے، ہماری تقدیر میں صحت نہیں ہے تو لاکھ علاج کروانے سے بھی مرض نہیں جائے گا، پریشانی ہمارا مقدر ہے تو ہزار ہا دعاؤں سے بھی وہ پریشانی دُور نہیں ہوگی، باوجود اس کے علاج بھی کرواتے ہیں اور اپنے مصائب اور پریشانیوں میں اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں دعا بھی کرتے ہیں۔ تو جس طرح بیماری میں

۲۳۲۔ المسند للإمام أحمد، برقم: ۱۱۴۵۸، ۱۲۱/۴، ۱۲۲ (۴۷/۳)

۲۳۳۔ هود: ۶/۱۱

ہمارا علاج کروانا اور پریشانیوں میں دعائیں کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف نہیں اسی طرح ضرورت ہو تو ضبطِ تولید کرنا بھی تقدیر پر ایمان کے خلاف نہیں ہے، یہ بھی دیگر تدابیر کی طرح ایک تدبیر ہے اور یہ تدبیر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی منقول ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا تو کیا کوئی مسلمان یہ جرأت کر سکتا ہے کہ وہ اُن نفوس قدسیہ کے بارے میں کہے کہ معاذ اللہ! انہیں تقدیر پر ایمان نہ تھا، جیسا مضبوط ایمان ان کا تھا قیامت تک کسی کا نہ ہوگا اور پھر تقدیر پر تکیہ کرتے ہوئے تدبیر کو ترک کرنا اسلام نے مذموم قرار دیا ہے۔

ضبطِ تولید کی ترغیب

بعض لوگ اگرچہ اس کی ترغیب کو اچھا جانتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے لیکن اگر اس باب میں وارد احادیث و آثار پر غور کریں تو انہیں اپنے اس نظریے پر شرمندہ ہونا پڑے گا کیونکہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں جب بھی یہ سوال ہوا تو آپ نے جواب میں جو کلمات ارشاد فرمائے اور وہ ہم تک بروایات صحیحہ پہنچے وہ مندرجہ ذیل ہے:

"لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوْا" (٢٣٤)

"مَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَفْعَلُوْا" (٢٣٥)

٢٣٤۔ صحیح مسلم، برقم: ١٢٥، ١٢٨ (١٤٣٨)، ص ٥٤٠
أيضاً صحيح البخارى، برقم: ٢٢٢٩
أيضاً السُّنَنُ الكُبرىٰ للنسائى، برقم: ٥٤٨٦۔ ٢
أيضاً سُنَن المجتبىٰ، برقم: ٣٣٢٧
أيضاً المُسْنَد برقم: ١١٦٦٨، ١٧١/٤ (٦٨/٣) و برقم: ١١٧٠٨، ١٨١/٤ (٧٢/٣)
أيضاً السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقى، برقم: ١٤٣٠، ٣٧٤/٧۔
أيضاً تقريب البُغية برقم: ٢١٦٣، ٢٤٩/٢
٢٣٥۔ المُسْنَد للإمام أحمد، برقم: ١١٦٧٠، ١٧١/٤، ١٧٢ (٦٨/٣)
أيضاً السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقى، برقم: ١٤٣٠٨، ٣٧٤/٧
أيضاً جامع المَسَانِيد و السُّنَن، برقم: ٤٣٢، ٤٣٣، ٢٠٣/٣٣

یعنی، نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

"لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَفْعَلُوْا ذَاكُمْ" (٢٣٦)

یعنی، ایسا نہ کرو تو کیا حرج ہے یا کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابوالحسن کبیر سندھی حنفی "لا علیکم" کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں اشارہ ہے ترک عزل احسن ہے۔ (٢٣٧)

"لِمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ؟" (٢٣٨)

یعنی تم میں سے کوئی ایسا کیوں کرتا ہے؟

"لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟" (٢٣٩)

یعنی تم ایسا کیوں کرتے ہو؟

"وَ إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ، إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ، إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ؟ (٢٤٠)

یعنی تم ضرور کرو گے، تم ضرور کرو گے، تم ضرور کرو گے؟

"إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ ذٰلِكُمْ، لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَفْعَلُوْا ذٰلِكُمْ" (٢٤١)

"أَوْ تَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوْا" (٢٤٢)

٢٣٦۔ صحيح مسلم برقم: ١٢٩، ١٣٠ (١٤٣٨)، ص ٥٤٠
٢٣٧۔ المسند للإمام أحمد، برقم: ١١٤٥٨، ١٢١/٤، ١٢٢ (٤٧/٣)
٢٣٨۔ صحيح مسلم برقم: ١٣٢ (١٤٣٨)، ص ٥٤١
أيضاً سُنَن أبى داؤد، برقم: ٢١٧٠، ٤٣٠/٢
أيضاً سُنَن الترمذى، برقم: ١١٣٨، ٢٠٨/٢، ٢٠٩
أيضا السُّنَنُ الكُبرىٰ للبيهقى، برقم: ١٤٣٠٧، ٣٧٣/٧
٢٣٩۔ صحيح مسلم برقم: ١٤٣ (١٤٤٣)، ص ٥٤٢، ٥٤٣
٢٤٠۔ صحيح مسلم برقم: ١٢٧ (١٤٣٨)، ص ٥٤٠
أيضاً السُّنَنُ الكُبرىٰ، برقم: ١٤٣٠٩، ٣٧٤/٧
٢٤١۔ المسند برقم: ١١٨٦١، ٢٢٢/٤، (٨٨/٣)
أيضاً جامع المَسَانِيد و السُّنَن، برقم: ٤٣١، ٢٠٣/٣٣
٢٤٢۔ جامع المسانيد و السنن، برقم: ٥٢٣، ٥٤٥/٣٣

یعنی، کیا تم ایسا کرو گے؟ نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

"أَنْتَ تَخْلُقُهُ؟ أَنْتَ تَرْزُقُهُ؟" (٢٤٣)

یعنی تم اسے پیدا کرو گے؟ تم اسے کھلاؤ گے؟۔

اِن اور اِن کی مثل ارشادات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ عزل (یا ضبطِ تولید) اسلام میں مرغوب امر نہیں ہے یہ تو بعض صحابہ کرام نے اپنی ضرورت وحاجت پیش کر کے نبی ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اُسے ان کے لئے:

"أَعْزِلْ إِنْ شِئْتَ" (٢٤٤)

یعنی، اگر تم چاہو تو اس سے عزل کرو۔

اور

"اصْنَعُوْا مَا بَدَا لَكُمْ" (٢٤٥)

یعنی تم وہ کرو جو تمہیں بہتر لگے۔

کے کلمات ارشاد فرما کر مُباح فرمایا، انہیں رُخصت عطا کی، پھر اس کی اباحت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین بھی اختلاف رہا، اور بعض اسے ناپسندیدہ امر قرار دیتے تھے جیسے حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم وغیرھم۔ اگر چہ وہ اسے ناجائز و حرام قرار نہیں دیتے تھے جیسا کہ آثارِ صحابہ سے واضح ہے اور ائمہ مجتہدین نے اسے بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط جائز قرار دیا لیکن بعض نے مکروہ کہا۔

اگر کوئی یہ سوچے کہ ایک چیز مُباح ہو اور ناپسندیدہ بھی ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسے ہے جیسے طلاق کہ ایک مُباح امر بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی جب کہ

٢٤٣۔ المُسْنَد، برقم: ١١٥٢٣، ٣٧/٤ (٥٣/٣) و برقم: ١١١٩٣١، ٢٣٩/٤ (٩٦/٣)
أيضاً جامع المَسَانِيد و السُّنَن، برقم: ١٢١، ١٢٢، ١٢٣، ٦٠/٣٣

٢٤٤۔ صحيح مسلم، برقم: ١٣٤ (١٤٣٩) ص ٥٤١
أيضاً سُنَن أبي داؤد، برقم: ٢١٧٣، ٤٣١/٢، ٤٣٢

٢٤٥۔ المُسْنَد للإمام أحمد، برقم: ١١٤٥٨، ١٢١/٤، ١٢٢ (٤٧/٣)

بلاوجہ ہو کہ اس کے بارے میں صریح حدیث موجود ہے:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ" (٢٤٦)

یعنی، حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

اور اسی عمل کے بارے میں احادیث میں ''زندہ در گور کرنا'' مذکور ہے اگر چہ صحابہ، تابعین و ائمہ مُجتہدین و مُحدّثین اس کے برخلاف اسے جائز کہتے ہیں اور علماء فقہاء و مُحدّثین نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں۔

لہٰذا اس عمل کی طرف رغبت دلانا درست نہیں کیونکہ یہ رُخصت ہے اور رُخصتوں کی ترویج اور ان کی ترغیب ان کی منشاء کے خلاف ہے۔

اعتراض: ابن حزم ظاہری نے حدیث جذامہ بنت وہب سے استدلال کرتے ہوئے عزل (یا ضبطِ تولید) کو حرام قرار دیا ہے۔ (٢٤٧)

جواب: اور حدیثِ جذامہ (ان کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے دال مہملہ کے ساتھ ''جدامہ'' کہا اور بعض نے ذال معجمہ کے ساتھ ''جذامہ'' کہا) بنت وہب رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ امام مسلم (٢٤٨) نے حدیث ابی الأسود از عروہ از عائشہ از جذامہ بنت وہب اُختِ عکاشہ روایت کیا:

حَضَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ أُنَاسٍ ...... الحديث، و فيه: ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ" ۔و اللفظ لمسلم (٢٤٩)

٢٤٦۔ سُنَن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب كراهية الطلاق، برقم: ٢١٧٧، ٤٣٨/٢

٢٤٧۔ فتح الباري، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ٥٢١٠، ٣٨٥/٩

٢٤٨۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم وطء الحامل المَسْبِيَّة برقم: ١٤١ (١٤٤٢)

٢٤٩۔ امام مسلم کے علاوہ حدیثِ جُدامہ کو امام ابوداؤد نے اپنی "سُنَن" (کتاب، باب، برقم: ٣٨٨٢) میں، امام نسائی نے "سُنَن المجتبیٰ" (کتاب النکاح، باب الغِيلة برقم: ٣٣٢٦، ٧٩/٦/٣) میں روایت کیا لیکن امام نسائی کی روایت میں عزل کا ذکر نہیں ہے۔

امام بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں اس حدیث سے ابراہیم نخعی، سالم بن عبداللہ، اسود بن یزید اور طاؤس نے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ عزل مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ عزل کو زندہ درگور کرنا فرمایا، فرق صرف یہ ہے کہ یہ خفی ہے، کیونکہ جو شخص اپنی بیوی سے عزل کرتا ہے اور اولاد سے احتراز کے لئے کرتا ہے اس لئے اس کا نام ''مَوْدۃ صُغریٰ'' (زندہ درگور کرنا صُغریٰ) رکھا گیا اور زندہ درگور کُبریٰ یہ ہے کہ لڑکی کو زندہ دفن کر دیا جائے، زمانہ جاہلیت میں جب کسی کے ہاں بچی پیدا ہو جاتی تو اُسے زندہ مٹی میں دفن کر دیتے۔(۲۵۰)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں یہ حدیث (جذامہ بنت وہب) ان دو حدیثوں کے معارض ہے جن کی ترمذی (۲۵۱) اور نسائی نے بسند صحیح تخریج فرمائی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

كَانَتْ لَنَا جَوَارِيْ، وَ كُنَّا نَعْزِلُ، فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ: إِنَّ تِلْكَ الْمَوْؤُوْدَةُ الصُّغْرٰى، فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: "كَذَبَتِ الْيَهُوْدُ، لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَهُ لَمْ تَسْتَطِعْ رَدَّهُ"

یعنی، ہمارے پاس باندیاں تھیں ہم اُن سے عزل کرتے تھے تو یہود نے کہا یہ چھوٹا زندہ درگور کرنا (یعنی حکماً زندہ درگور کرنا) ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہود جھوٹ بولتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ بچہ پیدا فرمانا چاہے تو تم اُسے روک نہیں سکتے''۔

اور امام ترمذی فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عمر، براء، ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

۲۵۰۔ عمدة القاري، كتاب النكاح، باب العزل، برقم:۵۲۰۸، ۱۸۲/۱۴

۲۵۱۔ سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ماجاء في العزل، برقم:۱۱۳۶، ۲۰۸/۲

اور ''سنن نسائی'' میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے اور یہ طُرق ہیں جو ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں۔(۲۵۲)

امام ابو داؤد (۲۵۳) اور امام نسائی (۲۵۴)، امام احمد (۲۵۵) اور امام بیہقی (۲۵۶) روایت کرتے ہیں:

عن أبي سعيد الخدري قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ إِنَّ لِيْ وَلِيْدَةً وَ أَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا، وَ أَنَا أُرِيْدُ مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ، وَ إِنَّ الْيَهُوْدَ زَعَمُوْا أَنَّ الْمَوْءُوْدَةُ الصُّغْرَى الْعَزْلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "كَذَبَتْ يَهُوْدُ، لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَهُ لَمْ تَسْتَطِعْ أَحَدٌ أَنْ يَصْرِفَهُ"۔ واللفظ للنسائي (۲۵۷)

یعنی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی بارگاہ میں آیا، عرض کرنے لگا کہ میری ایک باندی ہے میں اس سے عزل کرتا ہوں، میں بھی وہی چاہتا ہوں جو ایک مرد چاہتا ہے اور یہود کا خیال ہے کہ حکماً زندہ درگور (یعنی دفن) کرنا عزل ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہود جھوٹ بولتے ہیں، بے شک اللہ جب اُسے پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو کسی میں طاقت نہیں کہ اُسے اس کے ارادے سے پھیر سکے''۔

۲۵۲۔ فتح الباري، كتاب النكاح، باب العزل، ۳۸۵/۹

۲۵۳۔ سُنَن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم:۲۱۷۱، ۴۳۰/۲، ۴۳۱

۲۵۴۔ سُنَن الكبرىٰ للنسائي، كتاب عشرة النساء، باب العزل و ذكر اختلاف الناقلين للخبر ذلك، برقم:۹۰۷۹، ۳۴۱/۵/۲

۲۵۵۔ المسند للإمام أحمد، برقم:۱۱۴۹۷، ۱۳۰/۴ (۵۱/۳)

۲۵۶۔ السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، برقم:۱۴۳۱۴، ۳۷۵/۷

۲۵۷۔ جامع المَسَانيد و السُّنَن، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه برقم:۲۳۰، ۱۰۹/۳

امام احمد کی حضرت ابو سعید سے دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ: ”كَذَبَتِ الْيَهُوْدُ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَهُ لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَرُدَّهُ“ (٢٥٨)

یعنی، نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہود جھوٹ بولتے ہیں جب اللہ تعالیٰ بچے کو پیدا کرنا چاہے تو تم میں طاقت نہیں کہ تم اُسے روک سکو“۔

بزار کی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْيَهُوْدَ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ الْعَزْلَ الْمَوْءُ وَدَةُ الصُّغْرَى، فَقَالَ: ”كَذَبَتْ يَهُوْدُ“

یعنی، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یہود کہتے ہیں کہ عزل حکماً زندہ درگور (یعنی دفن) کرنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہود جھوٹ بولتے ہیں“۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں موسیٰ بن وردان ہے اور وہ ثقہ ہے اور اُسے ضعیف (بھی) قرار دیا گیا ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقات ہیں۔(٢٥٩)

اور بزار کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے:

أَنَّ الْيَهُوْدَ كَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّ الْعَزْلَ هُوَ الْمَوْءُ وَدَةُ الصُّغْرَى، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: ”كَذَبَتْ يَهُوْدُ“

٢٥٨۔ المُسْنَد للإمام أحمد، برقم:١١٥٢٢، ٤/١٣٦ (٥٣/٣)
أيضاً جامع المَسَانيد و السُّنَن، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، برقم:٢٢٩، ٣٣/١٠٨، ١٠٩

٢٥٩۔ مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم:٧٥٨٢، ٤/٣٩٠
أيضاً جامع المَسَانيد و السُّنَن، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، برقم:١١١٨، ٣٣/٥١٣

یعنی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ عزل حکماً زندہ درگور (یعنی دفن) کرنا ہے، تو یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہود جھوٹ بولتے ہیں“۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں اسے بزار نے روایت کیا ہے اس کے تمام رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے اسماعیل بن مسعود کے اور وہ ثقہ ہیں۔(٢٦٠)

اور اس روایت کو علامہ ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے۔(٢٦١)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَنِ الْعَزْلِ؟ قَالُوْا: إِنَّ الْيَهُوْدَ تَزْعَمُ الْمَوْءُ وَدَةُ الصُّغْرَى، فَقَالَ: كَذَبَتِ الْيَهُوْدُ“ و اللفظ للبيهقي (٢٦٢)

یعنی، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے عزل کا حکم دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ یہود گمان کرتے ہیں کہ یہ حکماً زندہ درگور (یعنی دفن) کرنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے عزل کی ”مَوْءُودة صغریٰ“ قرار دیا، علامہ ہیثمی لکھتے ہیں کہ آپ نے اس سے رجوع فرمالیا تھا۔(٢٦٣) کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عزل کرنے کی روایت بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، علامہ ہیثمی نے لکھا کہ اس کو ابو یعلیٰ نے روایت

٢٦٠۔ مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم:٧٥٨١، ٤/٣٩٠

٢٦١۔ تتمه جامع المَسَانيد و السُّنَن، مسند أبي هريرة رضي الله عنه برقم:٥٥٥٧۔ ١٠٣١، ٣/٣٨١

٢٦٢۔ السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، رقم:١٤٣١٥، ٧/٣٧٥
أيضاً عمدة القاري، كتاب النكاح، باب العزل، برقم:٥٢٠٨، ١٤/١٨٢

٢٦٣۔ مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم:٧٥٨٣، ٤/٣٩٠

کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقات ہیں۔(٢٦٤)

اور امام بیہقی نے حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے عزل کی کراہت روایت کرنے کے بعد لکھا:

رَوَيْنَا عنهما الإباحةَ (٢٦٥)

یعنی، ہم نے ان دونوں سے اباحت روایت کی ہے۔

اور اس میں موسیٰ بن وردان ہے اور وہ ثقہ ہے اور اُسے ضعیف (بھی) قرار دیا گیا ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقات ہیں۔(٢٦٦)

اور امام بیہقی لکھتے ہیں کہ عزل کی اباحت عوام الصحابہ رضی اللہ عنہم سے (بھی) مروی ہے۔(٢٦٧)

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی تائید جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت کا مندرجہ ذیل مباحثہ بھی کرتا ہے چنانچہ امام ابو یعلیٰ وغیرہ نے عبید بن رفاعہ عن أبیہ سے مسنداً روایت کیا کہ:

جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ وَ الزُّبَيْرُ وَ سَعْدٌ فِيْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَتَذَاكَرُوا الْعَزْلَ، فَقَالُوْا: لَا بَأْسَ بِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، إِنَّهُمْ يَزْعَمُوْنَ أَنَّهَا الْمَوْءُ وَدَةُ الصُّغْرٰى، فَقَالَ عَلِيٌّ: لَا تَكُوْنُ مَوْءُ وَدَةٌ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْهَا التَّارَاتُ السَّبْعُ: حَتّٰى تَكُوْنَ سَلَالَةً مِنْ طِيْنٍ، ثُمَّ تَكُوْنَ نُطْفَةً، ثُمَّ تَكُوْنَ عَلَقَةً، ثُمَّ تَكُوْنَ مُضْغَةً، ثُمَّ تَكُوْنَ عِظَامًا، ثُمَّ تَكُوْنَ لَحْمًا، ثُمَّ تَكُوْنَ

٢٦٤۔ مجمع الزوائد، برقم:٧٥٨٤، ٤/٣٩٠، ٣٩١

٢٦٥۔ السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، ٧/٣٧٧

٢٦٦۔ مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب ما جاء في العزل، برقم:٧٥٨٢، ٤/٣٩٠

٢٦٧۔ السُّنَن الكبرىٰ للبيهقي، ٧/٣٧٤

خَلْقًا آخَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: صَدَقْتَ، أَطَالَ اللّٰهُ بَقَائَكَ (٢٦٨)

یعنی، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس حضرت عمر، علی، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے، پس آپس میں عزل کا ذکر ہوا تو صحابہ کرام نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، تو (حاضرین میں سے) ایک شخص نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں (یا یہود کہتے ہیں) کہ عزل "موؤدۃ صغریٰ" (کم درجہ کا زندہ درگور یعنی دفن) کرنا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "موؤدۃ صغریٰ" نہیں ہے جب تک اس پر سات اَدوار نہ گزر جائیں یہاں تک کہ وہ (١) سلالہ، (٢) نطفہ، (٣) علقہ، (٤) مضغہ، (٥) عظام، (٦) لحم (٧) خلق آخر ہو، (یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا آپ نے سچ کہا اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔(٢٦٩)

امام ابو جعفر طحاوی حنفی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عدی نے بیان کیا:

قَالَ تَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه الْعَزْلَ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ، فَقَالَ عُمَرُ: قَدِ اخْتَلَفْتُمْ وَ أَنْتُمْ أَهْلُ بَدْرٍ الْخِيَارِ، فَكَيْفَ بِالنَّاسِ بَعْدَكُمْ؟ إِذْ تَنَاجَى رَجُلَانِ،

٢٦٨۔ فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ٣/٣٧٩

٢٦٩۔ ان سات اَدوار کا ذکر قرآن کریم کی سورہ مؤمنون کی مندرجہ ذیل تین آیات میں ہے:

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔

فَقَالَ عُمَرُ: مَا هٰذِهِ الْمُنَاجَاةُ؟ قَالَ: إِنَّ الْيَهُوْدَ تَزْعَمُ أَنَّهَا الْمَوْؤُدَةُ الصُّغْرىٰ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: إِنَّهَا لَا تَكُوْنُ مَوْؤُدَةً حَتّٰى تَمُرَّ بِالتَّارَاتِ السَّبْعِ: ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾ الٰى آخر الآية، فَعَجِبَ عُمَرُ رضی الله عنه مِنْ قَوْلِهِ، و قَالَ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (۲۷۰)

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عزل کا ذکر کیا، پس اُن کا اس میں اختلاف ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اختلاف کیا حالانکہ تم اہلِ بدر ہو، تو تمہارے بعد لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ اس وقت دو اشخاص نے آپس میں سرگوشی کی تو حضرت عمر نے فرمایا یہ سرگوشی کیا ہے؟ تو (ان میں سے ایک نے) کہا یہود گمان کرتے ہیں کہ یہ (عزل) کم درجہ کا زندہ درگور کرنا ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زندہ درگور کرنا نہیں ہے یہاں تک کہ اس پر سات اَدوار گزر جائیں (پھر آپ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی) ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾ الٰی آخر الآیۃ تو حضرت عمر نے آپ کے اس قول کو پسند فرمایا اور (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: جزاک اللہ خیراً (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے)۔(۲۷۱)

۲۷۰۔ تحفة الاحبار بترتيب شرح مشكل الآثار، كتاب النكاح، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ في العزل الخ، برقم: ۲۲۲۱، ۳/۶۲۶، ۶۲۷
أيضاً شرح معاني الآثار، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ۴۳۵۰، ۳/۳۲

۲۷۱۔ اس روایت کی تخریج امام طحاوی نے اس سند سے کی کہ يزيد بن أبي عن معمر بن أبي حبيبه قال سمعتُ عبيد بن رفاعه الأنصاري ...... فذكره ، اور اس کی سند میں ابن لھیعہ ہیں لیکن ان سے روایت کرنے والے عبداللہ بن یزید مقری ہیں جو اُن عبادلہ ثلاثہ میں سے ہیں کہ

امام ابوجعفر طحاوی حنفی (۲۷۲) اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۲۷۳) روایت کرتے ہیں کہ

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَتَاهُ أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، يَسْأَلُوْنَهُ عَنِ الْعَزْلِ، وَ هُمْ يَرَوْنَ أَنَّهُ الْمَوْؤُدَةُ...... الحديث، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُ يَكُوْنُ نُطْفَةً، ثُمَّ دَمًا، ثُمَّ عَلَقَةً، ثُمَّ مُضْغَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَظْمًا، ثُمَّ يُكْسىٰ لَحْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ حَتّٰى يُنْفَخَ فِيْهِ الرُّوْحُ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ (۲۷۴)۔ واللفظ للطحاوی

یعنی، ابن ابی مُلَیکہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (۲۷۵) کے پاس اہلِ عراق سے لوگ آئے آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا اور وہ اسے زندہ درگور کرنا سمجھتے تھے...... پھر فرمایا وہ (۱) نُطفہ ہوتا ہے، پھر (۲) خون، پھر (۳) عَلَقہ، پھر (۴) مُضغہ، پھر

جنہوں نے ابن لھیعہ سے ان کے اختلاط سے قبل روایات لیں، اور اس روایت کی متابعت بھی کی گئی ہے کہ امام طحاوی نے دوسری وجہ از معمر، از عبداللہ بن عدی بن خیار الخ سے روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہے اور امام طحاوی نے فرمایا کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل روایت کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر امام طحاوی نے حضرت ابن عباس سے مسنداً روایت کیا کہ جس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

۲۷۲۔ تحفة الأحبار بترتيب مشكل الآثار، برقم: ۲۲۲۴، ۳/۶۲۸

۲۷۳۔ السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، برقم: ۱۴۳۰، ۷/۳۷۶

۲۷۴۔ المؤمنون: ۲۳/۱۴

۲۷۵۔ حضرت ابن عباس سے عزل کو "وأدِ اصغر" (کم درجہ کا زندہ درگور کرنا) بھی منقول ہے، اگرچہ حضرت ابن عباس کا عزل کے بارے میں یہ تفصیلی جواب اور آپ کا قرآن کریم سے استدلال اور آپ سے مروی دیگر روایات کہ جن میں آپ کا عزل کرنا مذکور ہے سب کے سب اس نقل کے مخالف ہیں، پھر بھی اس کا جواب امام غزالی نے یہ دیا ہے آپ نے پہلے ایک اعتراض قائم فرمایا کہ اگر تو کہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ عزل "وأدِ اصغر" ہے پس اس سبب سے عزل کا پایا جانا ممنوع ہے

(۵) عظمًا، پھر (۶) اُسے گوشت (کا لباس) پہنایا جاتا ہے، پھر (۷) جو اللہ تعالیٰ چاہے، یہاں تک کہ اس میں روح پھونکی جاتی ہے، پھر آپ نے (دلیل کے طور) یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

اسی طرح امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس اثر کو روایت کیا ہے۔(۲۷۶)

ان روایات کے تحت امام ابو جعفر طحاوی لکھتے ہیں:

فهذا علي و ابن عباس رضي الله عنهم قد اجتمعا في هذا علي ما ذكر و تابع عليًا علي ما قال من ذلك عمر رضي الله عنهما، و من كان بحضرتهما من أصحاب رسول الله ﷺ، ففي هذا دليل أن العزل غير مكروه من هذه الجهة (۲۷۷)

یعنی، پس یہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اس میں اس پر متفق ہو گئے جو ہم نے ذکر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (عزل کے بارے میں) جو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے جتنے صحابہ وہاں موجود تھے (سب نے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی متابعت کی، پس یہ اس کی دلیل ہے کہ عزل اس جہت سے مکروہ نہیں ہے۔

(جواب میں فرماتے ہیں) ہم کہتے ہیں یہ اُن کی طرف سے وجودِ عزل کو قطعی طور پر دفع کرنے کے لئے قیاس ہے اور یہ ضعیف قیاس ہے امام غزالی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور اُن کا قرآن کریم سے استدلال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ہم نے پہلے قیاس اور اعتبار کا جو طریقہ ذکر کیا ہے تو تیرے لئے معانی میں غور و خوض اور علوم کے ادراک میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس کے منصب میں تفاوت ظاہر ہو جائے گا۔(احیاء العلوم ۲/ ۱۱۲)

۲۷۶۔ المُصَنَّف لعبد الرزاق، کتاب النکاح، باب العزل، برقم: ۱۲۶۲۱، ۱۲۶۲۲، ۷/ ۱۱۳

۲۷۷۔ شرح معانی الآثار، کتاب النکاح، باب العزل، ۳/ ۳۲، ۳۳

حدیثِ جذامہ کے جوابات

اور علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ حدیثِ جذامہ کا جواب چند وجوہ سے دیا گیا ہے۔(۲۷۸)

۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ان احادیث اور حدیث جذامہ میں مطابقت اُسے (کراہتِ) تنزیہی پر محمول کرنے سے ہوگی اور یہ (یعنی حدیثِ جذامہ کو کراہت تنزیہی پر محمول کرنا) امام بیہقی (۲۷۹) کا طریقہ ہے۔(۲۸۰)

۲۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بعض نے حدیثِ جذامہ کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ یہ حدیث اس کے معارض ہے جس کے طُرق زیادہ ہیں اور لکھتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں اور دونوں میں مطابقت ممکن ہے۔(۲۸۱)

۳۔ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ امر ایسے ہی ہے جیسے عذابِ قبر کا امر تھا۔(۲۸۲)

۴۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: دوسرا جواب وہ ہے جو امام طحاوی (حنفی) نے دیا کہ یہ (حدیثِ جذامہ) حدیثِ جابر سے منسوخ ہے۔(۲۸۳)، ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض نے حدیثِ جذامہ کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ جواب

۲۷۸۔ عمدة القاری، ۱۴/ ۱۸۲

۲۷۹۔ امام بیہقی نے اپنی "سنن" میں فرمایا عزل کی اباحت کے رُوات اکثر اور اَحفظ ہیں تو یہی اَولیٰ ہے اور جن حضرات نے مکروہ قرار دیا ان کی کراہت کو تنزیہی پر محمول کیا جائے گا نہ کہ تحریمی پر۔ واللہ اعلم (السُّنَن الکُبریٰ للبیهقی، کتاب النکاح باب العزل، ۷/ ۳۷۸) اور حافظ عراقی نے بھی امام بیہقی کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ اباحتِ عزل کے رُوات اکثر اور احفظ ہیں (تخریج الحافظ العراقی، ۲/ ۱۲۲)

۲۸۰۔ فتح الباری، ۹/ ۳۸۵

۲۸۱۔ فتح الباری، ۹/ ۳۸۵

۲۸۲۔ عمدة القاری، ۱۴/ ۱۸۲

۲۸۳۔ عمدة القاری، ۱۴/ ۱۸۲

تاریخ کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں۔(۲۸٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے دوسری کتاب میں لکھا: حدیث ''**العزل هو الواد الخفي** ''......ظاہر ہے کہ یہ منسوخ ہے پس تحقیق اصحابِ سنن نے حضرت ابو سعید کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ یہود گمان کرتے ہیں کہ عزل کم درجہ کا زندہ درگور کرنا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہود نے جھوٹ بولا......'' اور اسی کی مثل امام نسائی (۲۸٥) نے حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور امام طحاوی نے اس کے منسوخ ہونے کا جزم کیا ہے اور ان کا تعقب کیا گیا ہے۔(۲۸٦)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر تو کہے کہ مُحدِّثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جذامہ نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا تو ان کی حدیث متأخر ہوئی تو یہ حدیث اس کے غیر کے لئے ناسخ ہوگی تو میں کہتا ہوں کہ مُحدِّثین نے یہ (بھی) ذکر کیا کہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا اور عبد الحق نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔

۵۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: تیسرا جواب یہ ہے جو ابن العربی نے فرمایا کہ حدیثِ جذامہ مضطرب ہے۔

٦۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: چوتھا جواب وہ ہے جو ترجیح کی طرف لوٹتا ہے وہ یہ کہ حدیثِ جذامہ انہی سے وارد ہے اور حدیثِ جابر رجالِ صحیح کے ساتھ وارد ہے اور اس (یعنی حدیثِ جابر) کے شواہد ہیں (اور وہ یہ ہیں) (۱) حدیثِ ابی سعید رضی اللہ عنہ جو عنقریب ذکر ہوگی (۲۸۷) اور (۲) حدیثِ ابی ہریرۃ

۲۸٤۔ فتح الباری، ۹/۳۸۵

۲۸٥۔ السُّنَن الکُبریٰ للنَّسائي، کتاب عشرة النساء، باب العزل، و ذکر اختلاف الناقلين للخبر في ذلك برقم:۹۰۷۸، ۹۰۸۳، ۵/۳٤۰

۲۸٦۔ التَّلخِيصُ الحَبِيْر، کتاب النکاح، باب مثبتات الخيار، الفصل الخامس، برقم:۱٦٦٤ (٤)، ۳/۳۸۸، ۳۸۹

۲۸۷۔ یہ پچھلے صفحات میں ابو داؤد، نسائی اور احمد کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے۔

رضی اللہ عنہ جسے امام نسائی نے روایت کیا (۲۸۸)، (۳) حدیث اُبی سلمہ کہ جس میں ہے نبی ﷺ سے عزل کا حکم دریافت کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہود اسے ''الموؤدة الصغری'' خیال کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا۔(۲۸۹)

حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کی ترجیح پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قول اور عمل دونوں شاہد ہیں، صحابہ کرام کے اقوال اور ان کا عمل پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اور بعض صحابہ کرام سے کراہت منقول ہے اور یہ کراہت عدمِ جواز کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ جن سے کراہت منقول ہیں ان میں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم شامل ہیں، اگر اُن کے نزدیک کراہت سے مراد عدمِ جواز ہوتا تو وہ اپنے اپنے دورِ خلافت میں عزل سے سختی کے ساتھ منع فرما دیتے حالانکہ ایسا منقول نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو لوگ اپنی باندیوں کے ساتھ عزل کرتے ہیں پھر ان باندیوں کو اگر بچہ پیدا ہو گیا تو میں اس بچے کے نسب کو اُن عزل کرنے والوں کے ساتھ لاحق کر دوں گا اور آپ کا یہ فرمان نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ہے کہ آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ ''اگر چاہو تو عزل کرو لیکن جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا'' پھر کچھ عرصے بعد وہی شخص آیا کہنے لگا میری باندی حاملہ ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے تم سے کہا تھا کہ جو تقدیر میں ہونے والا ہے ہوگا'' (۲۹۰) اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد بچوں کو بے نسب ہونے سے اور باندیوں کو بلا دلیل شرعیہ تہمت سے بچانا مقصود تھا۔

اور اگر حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے منع منقول ہے تو ان سے اباحت بھی منقول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹوں کو عزل سے منع کرنا اور اس پر مارنا بھی

۲۸۸۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات پر مذکور ہے۔

۲۸۹۔ عمدة القاري، ۱٤/۱۸۲

۲۹۰۔ صحيح مسلم، برقم:۱۳٤ (۱٤۳۹) ص ۵٤۱

منقول ہے جیسا کہ امام بیہقی نے ''السنن الکبریٰ''(۲۹۱) میں روایت کیا ہے تو آپ کا منع کرنا اور اپنے بیٹوں کو اس پر مارنا عدمِ اباحت پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی اور کوئی صالح وجہ ہوگی کیونکہ آپ سے اباحت منقول ہے اور اگر آپ کا یہ منع فرمانا تحریم کے لئے ہوتا تو رعایہ کو بھی اس سے اتنی ہی سختی سے منع فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اسی طرح اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کراہت منقول ہے تو اُن سے اباحت بھی منقول ہے(۲۹۲) جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک کراہت تحریمی نہ تھی جیسا کہ امام بیہقی نے لکھا:

تحتمل كراهية من كرهه منهم التنزيه دون التحريم (۲۹۳)

یعنی، صحابہ میں سے جس نے اسے مکروہ جانا اس کی کراہت تنزیہ کا احتمال رکھتی ہے نہ کہ تحریم کا۔

۲۹۱۔ السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، برقم:۱٤۳۲۹، ۳۷۷/۷

۲۹۲۔ السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، ۳۷۷/۷

۲۹۳۔ السُّنَن الكُبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب العزل، ۳۷۸/۷

مآخذ و مراجع

۱۔ إتحاف السادة المتّقين. للزّبيدى، السيد محمد بن محمد الحسيني، الشهير بمرتضى الحنفى (ت ۱۲۰۵ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م

۲۔ إحياءُ علوم الدين. للغزالي، أبي حامد محمد، حجّة الإسلام (ت ...... ھ)، دار الخير، بيروت، الطبعة الثانية ۱٤۱۳ھ۔ ۱۹۹۳م

۳۔ إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم. لأبى السعود، القاضى محمد مصطفى العمادى الحنفى (ت ۹۸۲ھ)، تعليق محمد صبيحى حسن حلّاق، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

٤۔ إعراب القرآن، لابن النّحاس، أبي جعفر أحمد بن محمد (ت ۳۳۸ھ)، تعليق عبدالمنعم خليل إبراهيم، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية ۱٤۲٥ھ۔ ۲۰۰٤م

٥۔ إكمال المُعَلِم بفوائد مسلم، للقاضى، أبي الفضل عياض بن موسى اليَحْصبي (ت ٥٤٤ھ)، تحقيق الدكتور يحيى إسماعيل، دار الوفاء، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

☆ أنوار التّنزيل و أسرار التّأويل = تفسير البيضاوى

٦۔ البَحرُ الرّائِق (شرح كَنز الدّقائق)، لابن نجيم، زين الدين ابن ابراهيم بن محمد الحنفى (ت ۹۷۰ھ)، ايچ ايم سعيد كمپنى، كراتشى

☆ بحر العلوم = تفسير السمرقندى

۷۔ بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع. للكاسانى، علاؤ الدين أبي بكر بن مسعود الحنفى (ت ٥۸۷ھ)، تحقيق و تعليق الشيخ على محمد معوّض و الشيخ عادل

آحمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھـ ١٩٩٧م

٨۔ برتھ کنٹرول کی شرعی حیثیت ۔ للأعظمی، المفتی عطاء المصطفی بن المحدِّث الکبیر ضیاء المصطفی الحنفی القادری، أعظمی پبلی کیشنز، کراتشی ١٤٢٦ھـ ٢٠٠٥م

٩۔ البرجندی (شرح مختصر الوقایة) ۔ للعلامة عبد العلی الحنفی، مکتبة العجائب لزخر العلوم، کوئتة

١٠۔ التحریر و التنویر ۔ لابن عاشور، الشیخ محمد طاهر، مؤسسة التاریخ، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھـ ٢٠٠٠م

١١۔ تأویلاتُ أهلِ السُّنّة ۔ للماتُریدی، أبی منصور محمد بن محمد بن محمود السمرقندی الحنفی (ت ٣٣٣ھ)، تحقیق فاطمة یوسف الخیمی، المکتبة الحقانیة بشاور

١٢۔ تبیین الحقائق (شرح کنز الدقائق) ۔ للزیلعی، عثمان بن علی الحنفی (ت ٧١٠ھ) تحقیق أحمد عزّ و عنایة، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھـ ٢٠٠٠م

١٣۔ تحفة الأخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ۔ للطحاوی، أبی جعفر أحمد بن محمد (ت ٣٢١ھ)، تحقیق و ترتیب خالد محمود الرباط، دار بلنسیة، الریاض، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھـ ١٩٩٩م

١٤۔ التعلیق علی المسند۔ لشعیب الأرنؤوط وغیره، مؤسّسة الرسالة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھـ ١٩٩٩م

١٥۔ التعلیق المُمَجّد علی مُوَطّاً محمد۔ لأبی الحسنات، عبد الحی اللکنوی (ت ١٣٠٤ھ) تحقیق و تعلیق الدکتور تقی الدین، دار القلم دمشق، الطبعة الرابعة ١٤٢٦ھـ ٢٠٠٥م

١٦۔ التعلیقاتُ المرضِیّة علی الهدیة العلائیّة ۔ للبرهانی، محمد سعید، المکتبة القدس، کوئتة الطبعة الثالثة ١٣٥٨ھـ ١٩٦٥م

☆ تفسیر ابن جریر= تفسیر الطبری

☆ تفسیر ابن عاشور= التحریر و التنویر

١٧۔ تفسیر البیضاوی ۔ للقاضی، عبدالله بن عمر الشیرازی (ت ٦٩١ ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھـ ١٩٩٨م

☆ تفسیر الحداد= کشف التنزیل و فی تحقیق المباحث و التأویل

١٨۔ تفسیر روح المعانی ۔ للآلوسی، ابی الفضل شهاب الدین السید محمود، البغدادی (ت ١٢٧٠ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھـ ١٩٩٩م

١٩۔ تفسیر السمرقندی ۔ للفقیه أبی اللیث، نصر بن محمد (ت ٣٧٣ھ) تحقیق محبّ الدین أبی سعید الغمروی، دار الفکر، بیروت، الطبة الأولیٰ ١٤١٦ھـ ١٩٩٦م

٢٠۔ تفسیر الطبری ۔ لابن جریر، أبی جعفر (ت ٣١٠ھ) دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الرابعة ١٤٢٦ھـ ٢٠٠٥م

☆ تفسیر القرطبی= الجامع لأحکام القرآن

٢١۔ التفسیر الکبیر ۔ للرازی، فخر الدین (ت ......ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٠ھـ ١٩٩٩م

☆ تفسیر الماتریدی= تأویلاتُ أهلِ السُّنّة

٢٢۔ تفسیر المظهری ۔ للعثمانی، القاضی محمد ثناء الله العثمانی الحنفی النقشبندی (ت١٢٢٥ھ)، تحقیق: أحمد عز و عنایة دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھـ ٢٠٠٤م

۲۳۔ التفسیر المنیر فی العقیدۃ و الشریعۃ و المنهج ۔ للدکتور وهبة الزحیلی، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م

☆ تفسیر أبی السعود= إرشادُ العقل السّلیم إلی مَزایا الکتاب الکریم

۲٤۔ تقریبُ البُغیة بترتیب أحادیث الحلیة ۔ للهیثمی، نور الدین علی بن أبی بکر (ت۸۰۷ھ) و أتمّه العسقلانی أحمدبن علی بن محمدابن حجر الشافعی (ت۸۵۲ھ) تحقیق محمد حسن إسماعیل، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م

۲۵۔ الجامع لأحکام القرآن ۔ للقرطبی، أبی عبدالله محمدبن أحمد الأنصاری، (ت٦۷۱ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبة الأولی ۱٤۱٦ھ۔ ۱۹۹۵م

۲٦۔ جامع الرّموز ۔ للقهستانی، شمس الدین محمد الخراسانی الحنفی (ت۹۵۵ھ) أیج أیم سعید کمبنی، کراتشی

۲۷۔ جامعُ المَسَانید و السُّنَن ۔ لابن کثیر، إسماعیل، الدمشقی (ت۷۷٤ھ) تعلیق الدکتور عبدالمعطی قلعجی، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲۳ھ۔ ۱۹۷۵م

۲۸۔ حاشیةُ السِّنْدی علی السُّنَن (المجتبی) ۔ للنسائی، لأبی الحسن الکبیر، نور الدین بن عبد الهادی الحنفی (ت۱۱۳۸ھ)، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م

۲۹۔ حاشیة الطَّحْطَاوی علی الدُّرِّ المُختار (شرح تَنویرُ الأبْصَار)۔ للعلامة السیّد أحمدبن محمد الحنفی (ت۱۲۳۱ھ)، دار المعرفة بیروت، ۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵م

۳۰۔ خلاصة الفتاویٰ، للبخاری، إفتخار الدین طاهر بن عبدالرشید الحنفی

(ت٥٤٠ھ) مکتبہ رشیدیة، کوئٹة

۳۱۔ الدُّرُّ المُختار (شرح تَنویرُ الأبْصَار) ۔ للحصکفی، محمدبن علی بن محمد بن علی علاؤ الدین الحنفی (ت۱۰۸۸ھ)، مع ردّ المحتار، تحقیق و تعلیق الدکتور حسام الدین، دار الثقافة و التراث، دمشق، الطبعة الأولی ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

۳۲۔ الدُّرُّ المُنتقی فی شرح المُلْتَقی للحصکفی ۔ محمد بن علی بن محمد بن علی علاؤ الدین الحنفی (ت۱۰۸۸ھ) دار الکتب العلمیة بیروت ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۳۳۔ ردُّ المُحتار علی الدُّرِّ المُختار ۔ لابن عابدین، السید محمد أمین بن عمر الحنفی (ت۱۲۵۲ھ) تحقیق و تعلیق الدکتور حسام الدین، دار الثقافة و التراث، دمشق، الطبعة الأولی ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

۳٤۔ سُنَن ابن ماجة، أبی عبدالله محمد بن یزید القزوینی (ت۲۷۳ھ) تحقیق محمود محمد محمود حسن، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۳۵۔ سُنَن أبی داؤد ۔ للسجستانی، سلیمان بن أشعث (ت۲۷۵ھ) تعلیق عبید الدّعاس و عادل السید، دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

۳٦۔ سُنَن التّرمذی، لأبی عیسیٰ محمدبن عیسیٰ (ت ۲۹۷ھ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

۳۷۔ السُّنَن الکبریٰ ۔ للبیهقی، أحمدبن حسین، أبوبکر الشافعی (ت٤٥٨ھ)، تحقیق محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م

۳۸۔ السُّنَنُ الکُبریٰ ۔ للنسائی، أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب (ت۳۰۳ھ)، تحقیق الدکتور عبدالغفار سلیمان، و سید کسروی حسن، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۱ھ۔ ۱۹۹۱م

۳۹۔ سُنَنُ النَّسائی ۔ للخراسانی، أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب (ت۳۱۳ھ)، تصحیح الشیخ عبدالوارث محمد علی، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م

٤۰۔ السُّنَّة ۔ لابن أبی عاصم، أبی بکر أحمد بن عمرو (ت۲۸۷ھ)، دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰٤م

٤۱۔ شرح الزُّرقانی علی مؤطّأ الإمام مالك ۔ للعلامة محمد بن عبدالباقی المالکی (ت۱۱۲۲ھ) دار الکتب العلمیة، بیروت

٤۲۔ شرحُ السُّنَّة ۔ للبغوی، أبی محمد الحسین بن مسعود الشافعی (ت۵۱٦ھ)، تحقیق علی محمد معوض، عادل أحمد عبدالموجود، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲٤ھ ۲۰۰۳م

٤۳۔ شرح صحیح مسلم ۔ للنووی، یحیی بن شرف الدمشقی الشافعی (ت٦۷٦ھ) دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

٤٤۔ شرح الطِّیبی علی مشکاة المصابیح، للإمام شرف الدین الحسین بن محمد (ت۷٤۳ھ) تعلیق أبی عبدالله محمد علی سَمك، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م

٤۵۔ شرح مشکل الآثار ۔ للطّحاوی، أبی جعفر أحمد بن محمد المصری الحنفی (ت۳۲۱ھ) تحقیق شعیب الأرنؤوط، مؤسّسة الرِّسالة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۲۷ھ۔ ۲۰۰٦م

٤٦۔ شرح معانی الآثار ۔ للطّحاوی، أبی جعفر أحمد بن محمد المصری الحنفی

(ت۳۲۱ھ) تحقیق محمد زهری النجّار و محمد سیّد جاد الحق، عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱٤ھ۔ ۱۹۹٤م

٤۷۔ شرحُ الوِقایه ۔ للمحبوبی، عبید الله بن مسعود بن تاج الشریعة الحنفی (ت٤۷٤ھ) مکتبة إمدادیة، ملتان

٤۸۔ صحیح البخاری ۔ لأبی عبدالله محمد بن إسماعیل (ت۲۵٦ھ) دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م

٤۹۔ صحیحُ مسلم ۔ للقشیری، أبی الحسن مسلم بن الحجّاج (ت۲٦۱ھ) دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

۵۰۔ عمدة القاری (شرح صحیح البخاری) ۔ للعینی، بدر الدین أبی محمد محمود بن أحمد الحنفی (ت۸۵۵ھ) دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

۵۱۔ غایة البیان و نادرة الأقران ۔ للأتقانی، قوام الدین أمیر کاتب بن أمیر عمر الحنفی (ت۷۵۸ھ) مخطوط مصوّر

۵۲۔ غریب الحدیث ۔ لابن الجوزی، أبی الفرج عبدالرحمن بن علی (ت۵۹۷ھ)، تعلیق الدکتور عبدالمعطی أمین قلعجی، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۲۵۲ھ۔ ۲۰۰٤م

۵۳۔ الفتاویٰ الأمجدیة ۔ للأعظمی، محمد أمجد علی الحنفی القادری (ت۱۳٦۷ھ)، المکتبة الرضویة کراتشی

۵٤۔ الفتاوی البزازیة (علی هامش الفتاوی الهندیة) ۔ لکردری، محمد بن محمد بن شهاب ابن البزاز الحنفی (ت۸۲۷ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

۵۵۔ فتاویٰ فیض الرسول ۔ للأمجدی، المفتی جلال الدین الحنفی، شبیر برادرز،

لاهور ۱٤۱۲ھ۔ ۱۹۹۳م

٥٦۔ فتاوىٰ قاضيخان (على هامش الفتاوىٰ الهندية)۔ للأوزجندى، حسن بن منصور الحنفى (ت ٥٩٢ ھ) دار المعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

٥٧۔ الفتاوى الكامليّة فى الحوادثِ الطَّرَابُلسِيَّة۔ للحسنى، محمد كامل بن مصطفى الحنفى، المكتبة الحقّانية بشاور

٥٨۔ الفتاوىٰ الهندية، لجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

٥٩۔ فتح البارى (شرح صحيح البخارى)۔ للعسقلانى، أحمدبن على بن حجر الشافعى (ت ۸٥۲ ھ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثالثة ۱٤۲۱ ھ۔ ۲۰۰۰م

٦۰۔ فتحُ بابِ العِنَايَة فى شرح كتاب النِّقَاية للهروى، نور الدين على بن محمد المشهور بالملا علىّ القارى، تعليق أحمد عزّ و عناية دار أحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲٦ھ۔ ۲۰۰٥م

☆ قهستانى = جامع الرموز

٦۱۔ فتح القدير (شرح الهداية)۔ لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفى (ت ۸٦۱ھ) تعليق عبدالرزاق غالب المهدى، مركز أهل السنّة بركات رضا، حوربند غجرات، الهند، الطبعة الأولى ۱٤۲٥ھ۔ ۲۰۰٤م

٦۲۔ الفِقهُ الإسلامى و أدِلَّته۔ للدكتور وهبة الزحيلى، نشر إحسان، طهران، الطبعة الثالثة ۱٤۲۷ھ۔ ۲۰۰٦م

٦۳۔ كتابُ الإختيار لتعليل المختار۔ للموصلى، عبدالله بن محمود الحنفى (ت ٦۸۳ ھ) تعليق الشيخ خالد عبدالرحمن العك، دار المعرفة بيروت، الطبعة

الثانية ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

٦٤۔ كتابُ أدبِ القضاء۔ للسّروجى، أحمد بن إبراهيم شمس الدين الحنفى (ت ۷۱۰ھ) تحقيق شمس العارفين صديقى بن محمد ياسين، دار البشائر الإسلامية

٦٥۔ الكتاب الفريد فى إعراب القرآن۔ للهمدانى، المنتخب الحافظ المقرئ (٦٤۳ ھ)، تعليق محمد نِظَام الدين الفتيّح، دار الزمان، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱٤۲۷ ھ۔ ۲۰۰٦م

٦٦۔ كتاب النِّقَاية (مع شرحه للقارى الهروى)۔ للمحبوبى، عبدالله بن مسعود بن تاج الشريعة، صدر الشريعة الحنفى (ت ۷٤۷ھ)، دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱٤۲٦ھ۔ ۲۰۰٥م

٦٧۔ كشف التنزيل فى تحقيق المباحثِ و التّأويل۔ للحدّاد، أبى بكر اليمنى الحنفى (ت ۸۰۰ھ) تحقيق الدكتور محمد ابراهيم يحيىٰ، المكتبة الحقّانية بشاور

٦۸۔ كَشْفُ الخفاء و مُزِيل الإلباس عمّا اشتهر من الأحاديث على ألسِنَةِ النّاس۔ للعجلونى، إسماعيل بن محمدبن عبد الهادى الجراحى الشافعى (ت ۱۱٦۲ھ) ضبط محمد عبدالعزيز الخالدى، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

٦۹۔ كَنْزُ البيان فى مختصر توفيق الرحمٰن (على متن كنز الدقائق)۔ للطائى، مصطفى بن محمد الحنفى (ت ۱۱۹۲ ھ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۷۰۔ كنز الدقائق۔ للنسفى، عبدالله بن أحمد حافظ الدين الحنفى (ت ۷۱۰ ھ)، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲٥ھ۔ ۲۰۰٥م

۷۱۔ اللباب فى علوم الكتاب۔ لابن عادل، ابو حفص عمر بن على، الدمشقى

الحنبلی (ت ٨٨٠ ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ ھ۔ ١٩٩٨م

٧٢۔ مَجْمَعُ الْأَنْهُر (شرح المُلتقی الأبحُر). لشیخی زاده، عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان، الفقیه الحنفی (ت ١٠٧٨ ھ)، دار الطباعة العامرة، مصر ١٣١٦ ھ

٧٣۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد . للهیثمی، نور الدین علی بن أبی بکر المصری (ت ٨٠٧ ھ) تحقیق محمد عبدالقادر أحمد عطا، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ ھ۔ ٢٠٠١م

٧٤۔ المتانة فی المرمة عن الخزانة . للبوبکانی، المخدوم محمد جعفر بن عبدالکریم الحنفی (من علماء القرن العاشر) الجنّة لأدب السّندی، کراتشی

٧٥۔ المختارُ للفتوی . للموصلی، عبدالله بن محمود الحنفی، (ت ٦٨٣ ھ) دار الکتب العلمیة بیروت

٧٦۔ مرقاة المفاتیح (شرح مشکاة المصابیح) . للقاری الهروی، علی بن سلطان محمد الحنفی (ت ١٠١٤ ھ)، تحقیق الشیخ جمال الدین عیتانی، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ ھ۔ ٢٠٠١م

٧٧۔ مسئله ضبط تولید. للفاروقی، أبو الحسن زید صفّه پبلی کیشنز، لاهور

٧٨۔ المُسنَد. للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ ھ)، المکتب الإسلامی، بیروت

٧٩۔ المُسنَد. للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ ھ) تحقیق أبو المعاطی النوری، أحمد عبدالرزاق عید و غیرهما، عالم الکتب ، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ ھ۔ ١٩٩٨م

٨٠۔ المُسنَد. للحُمَیدی، للحافظ أبی بکر عبد الله بن الزّبیر (ت ٢١٩ ھ)، تحقیق و تعلیق حبیب الرحمن الأعظمی، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٠٩ ھ۔ ١٩٨٨م

٨١۔ مشکاةُ المَصَابِیح . للتبریزی، ولی الدین أبی عبدالله محمد بن عبدالله الخطیب (ت ٧٤١ ھ) تحقیق الشیخ جمال عِیتَنی، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٤ ھ۔ ٢٠٠٣م

٨٢۔ المُصنَّف . لابن أبی شیبة، أبی بکر عبدالله بن محمد العبسی (ت ٢٣٥ ھ)، تحقیق محمد عوّامة، دار قرطبة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٧ ھ۔ ٢٠٠٦م

٨٣۔ المُصنَّف. لعبد الرزاق بن همّام بن نافع (ت ٤١١ ھ)، تحقیق أیمن نصر الدین الأزهری، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ ھ۔ ٢٠٠٠م

٨٤۔ المعجم الکبیر . للطبرانی، أبی القاسم سلمان بن أحمد (ت ٣٦٠ ھ) تحقیق حمدی عبدالمجید الساغی، دار الأحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة

٨٥۔ معرِفَةُ السُّنَن و الآثار. للبیهقی، أبی بکر أحمد بن الحسین (ت ٤٥٨ ھ)، تحقیق سید کسروی حسن، دار الکتب العلمیة بیروت ١٤٢٢ ھ۔ ٢٠٠١م

٨٦۔ المقاصِدُ الحَسَنَة فی بیانِ کثیرٍ من الأحادیث المُشتهِرة علَی الألسِنَة . للسخاوی، محمد بن عبدالرحمن الشافعی (ت ٩٠٢ ھ)، تحقیق محمد عثمان، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ ھ۔ ٢٠٠٤م

٨٧۔ منْحةُ الخالق علی البحر الرائق، لابن عابدین، السید محمد أمین بن عمر الحنفی (ت ١٢٥٢ ھ) أیج أیم سعید کمپنی، کراتشی

٨٨۔ مَوسُوعَة الأحادیث و الآثار الضعیفة و الموضوعة. لعلی حسن علی الحلبی، مکتبة المعارف، الریاض، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ ھ۔ ١٩٩٩م

٨٩۔ مَوسُوعَة أطراف الحدیث النُّبویّ الشریف . لأبی هاجر محمد السعید بن بسیونی، دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٥ ھ۔ ١٩٩٤م

٩٠۔ موَطّأ الإمام مالك بروایة محمد بن الحسن الشیبانی (ت ١٨٩ ھ) تحقیق عبدالوهاب عبداللطیف، المتکبة العلمیة، بیروت

۹۱۔ المُهَيَّأ فى كشف أسرار المَوَطَّأ (برواية محمدبن الحسن الشّيباني) . للكماني، عثمان بن سعيد الحنفي (۱۱۷۲ه) تحقيق أحمد علي، مركز التُّراث الثّقافي المغربي، دار البيضاء المغرب ۱٤۲٥هـ ۲۰۰٥م

۹۲۔ النِّهَايَةُ فى غريب الحديث و الأثر. لابن أثير، أبى السعادات المبارك بن محمد (ت٦۰٦هـ) تعليق أبى عبدالرحمٰن صلاح بن محمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۸هـ ۱۹۹۷م

۹۳۔ النَّهرُ الفَائِق (شرح كنز الدقائق). لابن نجيم، سراج الدين عمر بن إبراهيم (ت۱۰۰٥هـ) تحقيق أحمد عزّ و عناية، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۲هـ ۲۰۰۲م

۹٤۔ الوجيز فى الفقه الإسلامي . الدكتور وهبة الزحيلي، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲٦هـ ۲۰۰٥م

۹٥۔ وقار الفتاوى . للمفتي محمد وقار الدين الحنفي (ت۱٤۱۳هـ/ ۱۹۹۳م)، بزم وقار الدين، كراتشي

۹٦۔ الهداية (شرح بداية المُبتدى)، للمرغيناني، أبى الحسن على بن أبي بكر الحنفي (ت٥۹۳هـ) تعليق محمد عدنان درويش، دار الأرقم، بيروت

۹۷۔ الهَدِيَّةُ العَلائِيَّة . للعابدين، علاؤ الدين بن محمد أمين (ت۱۳۰٦هـ). تعليق محمد سعيد البرهاني، المكتبة القدس، كوئٹة الطبعة الثالثة ۱۳۸٥هـ ۱۹٦٥م

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّامِ خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

فتاویٰ حج وعمرہ، طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہارِ شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، 2217776

رابطے کے لئے: 021-2439799، 0321-3885445

طلاق کے موضوع پر لکھی گئی ایک لاجواب تحریر

''طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم''

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدّ ظلہ

ناشر

مکتبہ برکات المدینہ، بہارِ شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مسائل حج وعمرہ پر نایاب فتاویٰ کا مجموعہ

العُروَہ فی مَنَاسِکِ الحجِّ و العُمرَہ

''فتاویٰ حج وعمرہ''

(حصہ اول، دوم، سوم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدّ ظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

۷۸۶
۹۲

محترم المقام جناب...السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت 2009ء کے لئے وہی فیس برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -/50 روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کردیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہو گی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کرسکتے ہیں ممبر شپ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 20 جنوری ہے۔ 20 جنوری 2009 تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری 2009ء میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، سابقہ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کردیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تا کہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

فقط
سید محمد طاہر نعیمی
شعبہ نشر واشاعت 021-2439799

....

نام.. ولدیت..

مکمل پتہ...

....

فون نمبر.. سابقہ سیریل نمبر..............................

دفتری استعمال کے لئے

تاریخ.............................. سیریل نمبر.............................. ممبر شپ نمبر..............................

العروة فی مناسك الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ چہارم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : العروة فی مناسك الحج و العمرة
"فتاویٰ حج وعمرہ"

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذیقعدہ 1429ھ۔نومبر 2008ء

تعداد اشاعت : 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net
پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2009ء کی ممبر شپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جارہا ہے لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2009ء کے لئے ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد پُر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کردیں۔تاخیر کی صورت میں ممبر شپ کا حصول دشوار ہوگا۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے توحید و رسالت کے اقرار و تصدیق کے بعد ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو نمازِ پنجگانہ، صومِ رمضان اور ادائیگی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج بیت اللہ سے بھی ضرور مشرف ہو، قرآن وحدیث اہمیت وفضیلتِ حج وعمرہ سے مالا مال ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾(آل عمران:۳/۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔(ترمذی)

اس فضیلت کے ساتھ حج وعمرہ کے دیگر فضائل تبھی حاصل ہوں گے جب باطنی شرائط و آداب کے ساتھ ساتھ ظاہری مسائل و احکامات کی معلومات حاصل کرنے کے بعد ان کی رعایت و بجا آوری بھی کی جائے ورنہ اس کے برعکس اگر فقط فضائل پر ہی نگاہ رہی اور جان بوجھ کر یا جہالت و لاعلمی کی بنا پر مسائل حج وعمرہ سے اغماض و لاپرواہی برتی گئی تو فضائل سے محرومی ایک منطقی امر ہے۔

حج کے علاوہ دیگر فرائض میں مثلاً نماز ایک ایسا فرض ہے کہ روزانہ پانچ وقت اس کی ادائیگی کی جاتی ہے، روزے بھی اگرچہ سال میں ایک مرتبہ ہی سہی، آتے تو ہر سال ہیں اور زکوٰۃ بھی اُمراء پر تقریباً ہر سال فرض ہو جاتی ہے، اس لئے ان عبادات کے متعلق مسائل

سے قدرے آگاہی اور پھر ان کی یاد دہانی رہتی ہے جب کہ وسائل کے مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حج وعمرہ کی ادائیگی سے محروم ہی رہتی ہے اور اُمراء میں سے بھی قلیل تعداد میں لوگ حج وعمرہ سے مشرف ہوتے ہیں ایسے میں حج وعمرہ کے مسائل سے لاعلمی ایک بدیہی بات ہے، لیکن اگر یہ لوگ مسائل سے ناواقفی وجہالت کی بناء پر اپنے حج وعمرہ کو برباد کر بیٹھیں تو یقیناً ایک بہت بڑا نقصان وخسارہ ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں تغیر حالات وزمان کی وجہ سے نئے نئے مسائل کا حدوث ہوتا رہتا ہے، جس کے حل کے لئے اس دور کے جلیل القدر علماء ومفتیانِ کرام اپنے فرضِ منصبی کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل وفتاویٰ کے جوابات دیتے رہے ہیں اور مناسکِ حج وعمرہ کے موضوع پر علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف فرماتے رہے ہیں، آج کے دور علمی انحطاط پذیری کا دور ہے، جس کی وجہ سے عوام وخواص حج وعمرہ کے مسائل میں واضح خطاؤں کے مرتکب نظر آتے ہیں چنانچہ ضروری تھا کہ عوام وخواص کو مسائل بالدلائل سے آگاہی کے لئے کوئی علمی تحریر ہو، جس کا مطالعہ کر کے لوگ اپنے حج وعمرہ کو خراب ہونے سے بچا سکیں۔

الحمد للہ عزوجل جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیرِ اہتمام دارالافتاء کی زینت، عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ نے مسائل وحج وعمرہ کے متعلق جو تحریری جوابات عطا فرمائے، ان کا ایک حسین گلدستہ بنام "العروۃ فی مناسک الحج و العمرۃ" (فتاویٰ حج وعمرہ) عوام وخواص کی خدمت میں پیش ہے، اس کے علاوہ مختلف مسائل پر مختلف اوقات میں لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "انفع الوسائل الی معرفۃ المسائل بالدلائل" کے نام سے عنقریب منظرِ عام پر آنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قبلہ مفتی صاحب کو قدرت نے تحقیق نظری کے ملکہ او رتفقُّہ سے خوب خوب نوازا ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں، ہر ہر مسئلے پر بیسیوں حوالہ

جات آپ کے استحضار علمی کا پتا دیتے ہیں جو ایک طرف مسائل کے لئے اطمینان قلبی کا سبب واقع ہوتے ہیں اور دوسری جانب خواص کے لئے نزہت نظری کا باعث بنتے ہیں۔

کتاب ہذا کے تین حصے گزشتہ سال شائع کئے گئے تھے جنہیں بعد میں یکجا کر کے خوبصورت انداز میں عوام کی سہولت کے لئے شائع کیا گیا، الحمد للہ جمعیت اشاعت اہلسنّت اب اس کے چوتھے حصے کو اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 175 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ ان تمام حصوں کی ترتیب وتبویب کی ذمہ داری حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلہ العالی نے باحسن وخوبی نبھائی ہے، اللہ تعالی اس خدمت دین کے صدقے ان کی علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ تعالی اراکین وادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے اور ہر خاص وعام کو اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عمران نافع القادری
مدرس جامعۃ النور، نور مسجد، میٹھادر، کراچی

حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شلوار پہنے بیٹھا تھا جب کہ ہم آج ہی کراچی سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں اور کسی نے ابھی تک عمرہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی احرام کی چادریں پہن کر ہمارے ساتھ آیا تھا، ہم نے اُسے کہا کہ تو نے سِلے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں تجھ پر دَم لازم آجائے گا تو اس نے کہا میں نے کراچی سے آتے ہوئے احرام کی نیت نہیں کی تھی تو مجھ پر دَم کیسے آئے گا؟ تو حضرت اِس صورت میں شرع مطہر کی روشنی میں اِس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد ریحان ولد ابوبکر، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: شرع مطہر نے حرم کے گرد ایک دائرہ مقرر فرمایا ہے جسے میقات کہا جاتا ہے اور اس دائرے پر پانچ مقامات کو متعین کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **قَرنُ المَنَازِل** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ''السیل الکبیر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ ان لوگوں کی میقات ہے جو نجد میں رہتے ہیں یا جو اس راستے سے گزریں۔

۲۔ **ذَاتِ عِرق** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) یہ عراق والوں اور اس راستہ سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

۳۔ **یَلَمْلَم** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ''سعدیہ'' سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ یمن والوں کی اور جو اس راستہ سے گزریں میقات ہے۔

۴۔ **جُحْفَہ** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۸۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) ''رابغ'' کے قریب ایک مقام ہے یہ مغرب، شام اور مصر سے آنے والوں اور اس راستہ سے گزرنے والوں کی میقات ہے، چاہے آنے والے خشکی سے راستے میں آئیں یا سمندری

راستے سے یا ہوائی جہاز سے۔

۵۔ **ذُوالحُلَیفَہ** (اَبیار علی مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جس کو اب ''اَبیار علی'' سے موسوم کیا جاتا ہے یہ مدینہ والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

نوٹ: مواقیت خمسہ کی یہ تفصیل وزارۃ الحج مملکت سعودی عرب کی طرف سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ ''فریضۂ حج عام احکامات'' کے ص ۵ پر مذکور ہے۔

اس دائرے سے باہر رہنے والے آفاقی کہلاتے ہیں، کوئی شخص بھی اس دائرے کے باہر سے مکہ مکرمہ یا حرم شریف کی حدود میں آنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام کے ساتھ گزرے۔ اور اگر وہ احرام نہیں باندھتا تو اس پر لازم ہے کہ واپس میقات پر جائے اور احرام باندھ کر آئے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غیر محرم ثم أحرم أو لا فعلیه العود إلی وقت (۱)

یعنی، جو شخص میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا، پھر اس نے احرام باندھا یا نہ باندھا تو اس پر میقات کو لوٹنا لازم ہے۔

کیونکہ احرام کی میقات سے تاخیر کرنا حرام ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حرُم تأخیرُ الإحرام عنها کلِّها لمن أی: لآفاقیٍّ قَصَدَ دخولَ مکّةَ یعنی: الحرمَ و لو لحاجةٍ غیر الحجّ (۲)

یعنی، احرام کو تمام مواقیت سے مؤخر کرنا حرام ہے یعنی آفاقی کے لئے جو مکہ مکرمہ یعنی (حُدودِ) حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ حج کے سوا کسی اور حاجت کے لئے۔

مذکور شخص جب نیتِ احرام کے بغیر مکہ مکرمہ آگیا تو اس پر لازم ہو گیا کہ وہ کسی بھی

۱۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقیت، فصل فی مجاوزۃ المیقات بغیر إحرام ص ۹٤

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار، المجلد (۳)، کتاب الحج، ص ۵۵۱۔۵۵۲

میقات کو جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے پھر اگر وہ نہیں لوٹتا تو اس پر دم لازم ہوگا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و إن لم یعد مطلقاً فعلیه دم أی المجاوزة الوقت (۳)

یعنی، اگر مطلقاً میقات کو نہیں لوٹتا تو اس پر میقات سے (بغیر احرام کے) گزرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے بغیر احرام کے گزرا تھا اسی میقات کو لوٹے، احرام کے لئے جس میقات کو بھی جائے کافی ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعلیه العَوْدُ إلی میقات منها و إن لم یکن میقاته لیحرم منه، و إلّا فعلیه دمٌ (٤)

یعنی، اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام گزر کر آیا تھا) ورنہ اس پر دَم لازم ہوگا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فالمراد أیُّ میقاتٍ کان سواء کان میقاتَه الذی جاوَزَه غیرَ مُحرِمٍ أو غیره، أقربَ أو أبعد، لأنّهما کلّها فی حقّ المحرم سواءٌ و الأولی أن یُحرِمَ من وقته "بحر" (٥) عن "المحیط" (٦)

یعنی، تو مراد یہ ہے کہ جو بھی میقات ہو، چاہے وہی میقات ہو کہ جس

۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ص ۹۵

٤۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، مطلب فی المواقیت، ص ۵۵۱۔۵۵۲

٥۔ البحر الرائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب مجاوزة المیقات بغیر إحرام ص ۵۲

٦۔ رد المحتار، باب الجنایات، مطلب: لا یجبُ الضّمانُ بکسرِ الآلاتِ اللّهو، ص ۷۰۶

سے گزر کر آیا تھا یا اس کی غیر، زیادہ قریب یا زیادہ دُور ہو کیونکہ مُحرِم کے حق میں سب برابر ہیں، بہتر ہے کہ اسی میقات سے احرام باندھے۔

یاد رہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنے والا شخص واپس جا کر کسی میقات سے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر آجاتا ہے تو اُس سے بغیر احرام کے میقات سے گزر کر آنے کی وجہ سے لازم آنے والا دَم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزر آنے کا گناہ برقرار رہے گا کہ فقہاء کرام نے میقات سے بغیر احرام مکہ یا حرم آنا حرام لکھا ہے اور اس حرام کا ارتکاب اس نے کرلیا اس لئے اُسے سچی توبہ کرنا لازم ہوگی۔

مگر کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بغیر احرام کے مکہ یا حرم آنا ممنوع ہے۔ تو یہ اس کے لئے ہے جو مکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے آئے اور جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اُس پر میقات کو لوٹنا اور وہاں سے احرام کے ساتھ آنا اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں دَم وغیرہ کچھ بھی لازم نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جو شخص بھی مکہ یا حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے تو شرعاً اس پر حج وعمرہ دونوں میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ خود حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کند بر این مواقیت مذکورہ وارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخولِ ارضِ حرم را، واجب گردد بروی ادائے اَحدُ النُّسکین اعنی حج یا عمرہ

یعنی، آفاقی اگر مواقیت مذکورہ سے گزرے اور وہ مکہ مکرمہ یا سرزمینِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر دو نُسک یعنی حج یا عمرہ میں سے ایک (عبادت) واجب ہو جاتی ہے۔

اس لئے حج وعمرہ دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھنا بھی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

وواجب شود بروے احرام برائے آن (۷)

۷۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اوّل در بیان إحرام، فصل دویم در بیان مواقیت، نوع اوّل، ص ۵۸

یعنی، اور اس پر اس (یعنی حج یا عمرہ) کے لئے (میقات سے) احرام باندھنا واجب ہوجاتا ہے۔

پھر وہ میقات کو لوٹے بغیر احرام باندھے یا نہ باندھے دَم بہر صورت اس پر لازم رہے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

و جاوَزَ وقتَه ثُمَّ أحرَمَ لَزِمَه دَمٌ، كما إذا لم يُحْرِم (۸)

یعنی، اپنی میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر احرام باندھا تو اس کو دَم لازم ہوگا جیسا کہ جب احرام نہ باندھے (تو اس کو دَم لازم ہوجاتا ہے)۔

سقوطِ دَم کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور احرام باندھ کر آئے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکور شخص کو احرام باندھنے کے لئے میقات لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا لازم ہوگا اور نہ لوٹنے کی صورت میں دَم دینا ہوگا اور توبہ بہر صورت کرنی ہوگی۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۴ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ٤ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 01-F)

حرم یا حِل میں رہنے والے کا آفاق سے قِران کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حرم یا حِل کا رہنے والا اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر مثلاً مدینہ منورہ چلا جاتا ہے وہاں سے حج و عُمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آجائے اور اَشْہُرِ حج میں عُمرہ ادا کرے تو اس کا قِران بلا کراہت درست ہوجائے گا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں مکی یا جو مکی کے حکم میں ہے اگر کسی کام کی غرض سے آفاق چلا جائے اور وہاں سے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر

۸۔ تنویر الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحج، باب الجنايات، المجلد(۳)، ص ۷۰۵

جائے تو وہ قارن ہوجائے گا کیونکہ جب وہ کسی کام سے آفاق گیا تو حکماً آفاقی ہوگیا اور آفاقی ہونا قِران کی شرائطِ صحت میں سے ایک شرط ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و السادس أن يكون آفاقياً و لو حكماً (۹)

یعنی، قِران کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ آفاقی ہو اگرچہ حکماً آفاقی ہو۔

اور آفاق کی یہ شرط قِرانِ مسنون کی ہی شرط ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أن اشتراط الآفاق إنما هو للقران المسنون لا لصحة عقد الحج و العمرة (۱۰)

یعنی، آفاق کی شرط صرف قِرانِ مسنون کے لئے ہے نہ کہ صحتِ عقدِ حج و عمرہ کے لئے۔

اور امام شمس الدین محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و قد بيّنّا أنّ المكّي إذا خرج من الميقاتِ ثمّ قَرَنَ حجةً و عمرةً كان قارناً (۱۱)

یعنی، ہم نے بیان کر دیا کہ مکی جب میقات سے نکلا پھر اس نے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو وہ قارن ہوجائے گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ثمّ رأيتُ مثلَ ذلك أيضاً في "كافي الحاكم" (۱۲) الذي هو جمعُ كتبِ ظاهر الرِّواية، نصُّه: و إذا خرج المكّيُّ إلى الكوفة لحاجةٍ فاعتَمَر فيها من عامِهِ وحجَّ لم يكن متمتّعاً، و إن قَرَنَ

۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸٦

۱۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸٦

۱۱۔ المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب الجمع بين الإحرامين، ۲/٤/۱۷۰

۱۲۔ انظر: "المبسوط"، كتاب المناسك، باب المواقيت ٤/۱٦۹

من الكوفة كان قارناً اهـ و نقله في "الجوهرة" معلّلاً مُوَضّحاً فراجعها (١٣)

یعنی، پھر میں اس کی مثل امام حاکم شہید کی کتاب ''کافی'' میں بھی دیکھا کہ جس میں آپ نے کُتُبِ ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے اور اس کی تصریح فرمائی کہ جب مکی کوفہ کو کسی کام سے نکلا پھر اس نے اسی سال کوفہ سے عمرہ (کا احرام باندھ کر عمرہ) کیا اور (اسی سال) حج کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا اور اگر کوفہ سے قران کیا تو قارن ہو جائے گا اور اسے (علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نے اپنی کتاب) ''جوہرۃ النیرۃ'' (١٤) میں علت بیان کرتے اور واضح کرتے ہوئے نقل کیا پس تجھے چاہئے کہ تو وہاں مراجعت کرے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلا قران للمكي (أي الحقيقي) إلا إذا خرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج، قيل: و لو فيها فيصح منه القران لصيرورته آفاقياً حكماً (١٥)

یعنی، مکی حقیقی کے لئے قران نہیں مگر جب وہ اشہرِ حج سے قبل آفاق کو گیا، کہا گیا کہ اگر چہ اَشہُرِ حج میں نکلا تو اس کے حکماً آفاقی ہونے کی وجہ سے اس کا قران درست ہو جائے گا۔

کیونکہ وہ آفاق جانے کی وجہ سے آفاقی کے حکم میں ہو گیا تو اس کا قران درست ہو گیا یہ اسی طرح ہے جیسے آفاقی مکہ آیا اور حکماً اہل مکہ سے ہو گیا چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

١٣_ ردالمحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، باب (٢) التمتع، ص٦٤٧_٦٤٨

١٤_ الجوهرة النيرة، المجلد (١)، كتاب الحج، باب التمتع، ص٢١٤_٢١٥

١٥_ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ٢٨٦

كما أنه لا يجوز القران للآفاقي إذا دخل مكة و صار من أهلها حكماً (١٦)

یعنی، جیسا کہ آفاقی کے لئے قران جائز نہیں جب مکہ داخل ہو کر حکماً اہلِ مکہ میں سے ہو گیا۔

تو اُسے قران کے لئے آفاق جانا ضروری ہے ورنہ حکماً مکی ہونے کی وجہ سے حقیقی مکی کی طرح وہ بھی قران نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو اس کا قران مسنون نہ ہو گا اور سنّت کی مخالفت کی وجہ سے اسائت (بُرا) کرنے والا ہو گا اور قران منعقد ہونے کی وجہ سے اُسے دَم دینا ہو گا اور وہ دَمِ شکر نہ ہو گا بلکہ دَمِ جبر ہو گا کہ جس سے وہ نہیں کھا سکتا جیسا کہ اس کی تفصیل کُتُبِ مناسک میں اور ہمارے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٣ ذي الحجة ١٤٢٨ھ، ١٢ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 12-F)

قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کرلے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج قران کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور حاجی منیٰ روانہ ہو رہے تھے تو اس نے عمرہ ادا نہ کیا اور منیٰ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ عرفات گیا وقوفِ عرفہ کیا، اب اس نے عمرہ ادا نہ کیا اس کے لئے اُسے کیا کرنا ہو گا اور اس کا حج قران باقی رہا یا نہ رہا؟

(السائل محمد ابراہیم، لبیک حج گروپ c/o مولانا محمد یونس شاکر، کاروانِ ہاشمی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس کا قران باطل ہو گیا اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہو گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صحتِ قران کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفہ

١٦_ المسلك المتقسّط، ص ٢٨٦

سے قبل عمرہ کا کُل یا اکثر طواف کرلے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی (۱۷) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین (۱۸) نقل کرتے ہیں:

الثالث أن یطوف للعمرة کلَّه أو أکثرَه قبل الوقوف بعرفةَ (أی فی وقته)

یعنی، صحتِ قران کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا پورا (یعنی سات چکر) یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کرلے۔

اور وہ اس نے نہ کیا اس لئے وہ عمرہ کا چھوڑنے والا ہوگیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۰) نقل کرتے ہیں:

فلو لم یطُفْ لها حتی وقَفَ بعرفة بعد الزَّوال ارتفعت (و فی اللباب: ارتفضت) عمرته

یعنی، پس اس نے اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کرلیا تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا۔

اگر چہ اس نے عمرہ چھوڑنے کی نیت نہ کی تھی تب بھی عمرہ چھوٹ گیا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی و لو من غیر نیة رفضه إیاها (۲۱)

یعنی، اگرچہ اس کی خاص عمرہ کو چھوڑنے کی نیت نہ ہو۔

جب اس نے حجِ قران میں عمرہ کو چھوڑ دیا تو اس کا قران باطل ہوگیا چنانچہ علامہ رحمت

۱۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب القران، فصل فی شرائط صحته ص ۲۸۰
۱۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۳/۳
۱۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۰
۲۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۳/۳
۲۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۲۸۰

اللہ سندھی حنفی (۲۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ شامی (۲۳) نقل کرتے ہیں:

و بَطَلَ قِرانُه

یعنی، اور اس کا قران باطل ہوگیا۔

اور قران کا بطلان عمرہ کے بطلان کی وجہ سے ہوا کیونکہ جب اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو اب عمرہ کی ادائیگی مُتعذّر ہوگئی اس لئے اگر وہ وقوفِ عرفہ کے بعد عمرہ کرے گا تو وہ افعال عمرہ کی افعال حج پر بنا کرے گا اور یہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن وقَفَ القارنُ بعرفةَ قبل أکثر طواف العمرة بَطَلَتْ (۲٤)

یعنی، پس اگر قارن نے عمرہ کے اکثر طواف سے قبل وقوفِ عرفہ کرلیا تو اس کا عمرہ باطل ہوگیا۔

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

لأنه تعذّرَ علیه أداؤها، لأنّه یصیر بانیاً أفعالَ العمرة علی أفعال الحجّ، و ذالك خلاف المشروع (۲٥)

یعنی، کیونکہ (وقوفِ عرفہ کے بعد) اس پر عمرہ کی ادائیگی مُتعذّر ہوگئی کیونکہ (اگر وقوف کے بعد عمرہ ادا کرتا ہے تو) وہ افعالِ حج پر افعالِ عمرہ کی بنا کرنے والا ہوجائے گا جو کہ مشروعیتِ قران کے خلاف ہے۔

اور اس صورت میں اس سے دمِ قران ساقط ہوجائے گا جو کہ دمِ شکر ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و سقط عنه دمه

۲۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۰
۲۳۔ رد المحتار: ۶۳۳/۳
۲٤۔ الدر المختار: ۶۳۹/۳
۲٥۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

اوراس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی دم القران للشکر المترتّب علی نعمة الجمع من أداء النُّسکین (۲٦)

یعنی، اس سے دم قران ساقط ہو جائے گا جو شکرانے کے طور پر اس نعمت پر مترتّب ہے جو اُسے نُسکِ عمرہ و حج کے مابین جمع کرنے پر حاصل ہوئی۔

اورعلامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و سَقَط دمُ القران، لأنّه لم یُوفّق للنُّسُکین (۲۷)

یعنی، اور دَمِ قِران ساقط ہو گیا کیونکہ وہ نُسکِ عمرہ و حج کے مابین جمع نہ کر پایا (کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کو باطل کر دیا تو وہ قارن نہ رہا)۔

اور جو عمرہ اس نے چھوڑا اس کی قضاء اور عمرہ چھوڑنے کا دم اس پر لازم ہوا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ثم إذا ارتفضت عمرته فعلیه دم لرفضها و قضاؤها بعد أیام التشریق (۲۸)

یعنی، پھر جب اس کا عمرہ چھوٹ گیا تو اس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور اس کی ایامِ تشریق کے بعد قضاء لازم آئی۔

اورعلامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و قُضِیَتْ بشروعِهِ فیها

اوراس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أی بعد أیّام التّشریق (۲۹)

۲٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص۲۸٥

۲۷۔ الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۳/٦٤

۲۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص۲۸٥

۲۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۳/٦۳۹۔ ٦٤۰

یعنی، اور (احرام و نیت سے) عمرہ میں شروع ہونے کی وجہ سے اُسے ایامِ تشریق کے بعد قضاء کیا جائے گا۔

و وَجَبَ دمُ الرّفضِ للعُمرۃِ (الدر المختار) لأنّ کلَّ من تَحلّلَ بغیرِ طوافٍ یجبُ علیه دمٌ کالمحصر "بحر" (۳۰)

یعنی، اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہو گا کیونکہ وہ شخص جو عمرہ کا طواف کئے بغیر اس کے احرام سے فارغ ہو جائے اس پر محصر کی مانند دَم لازم آتا ہے۔ "بحر" (۳۱)

اور اگر وہ وقوفِ عرفہ سے قبل طوافِ عمرہ کے اکثر پھیرے دے لیتا تو عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو طاف أکثرہ ثم وقف

اوراس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لم یصر رافضاً بالوقوف لأنه أتی بالأکثر، فبقی قارناً (۳۲)

یعنی، اور اگر وہ عمرہ کا اکثر طواف کر لیتا پھر وقوفِ عرفہ کرتا تو وقوف کے سبب عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا اور وہ قارن باقی رہتا۔

اور اس صورت میں طوافِ عمرہ کے باقی حصہ طوافِ زیارت سے قبل ادا کرتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و أتمّ الباقی قبل طواف الزیارۃ (۳۳)

یعنی، اور باقی طوافِ زیارت سے قبل پورا کرے۔

اور اسی طرح "لُباب" کے حوالے سے علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳٤)

۳۰۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۳/٦٤۰

۳۱۔ بحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران تحت قوله: و إن لم یدخل مکة ص ۳٦۲

۳۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص۲۸٥

۳۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص۲۸٥

۳٤۔ رد المحتار: ۳/٦۳۹

طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قبل طوافِ عمرہ کی تکمیل کے حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لاستحقاقها فی الذمه قبله، و لو کان الباقی من الأشوط واجباً وهو دون الأقوی من طواف رُکن الحج (۳۵)

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے یہ پھیرے طوافِ زیارت سے قبل ذمے میں واجب ہو چکے اگرچہ جو پھیرے بچے وہ واجب ہیں اور وہ حج کے رُکن طواف (یعنی طوافِ زیارت جو کہ) قوی تر ہے سے (درجے میں) کم ہیں۔

اور اس صورت میں اُسے چاہئے تھا کہ وہ منیٰ جانے کی بجائے عمرہ کا طواف کر لیتا اور قارن کے لئے طوافِ عمرہ کا وقت دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر تک ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں جو بغیر وضو کے دو طواف اور دو سعیاں کرلے:

أعاد طواف العمرة قبل یوم النحر، ولا شئ علیه و إن لم یعد حتی طلع فجر یوم النحر لزمه دم لطواف العمرة محدثاً و قد فات وقت القضاء و قال شارحه أی الإعادة لتکمیل الأداء (۳۶)

یعنی، یومِ نحر سے قبل طوافِ عمرہ کا اعادہ کرے اور اس پر کچھ نہیں اور اگر اعادہ نہ کرے یہاں تک کہ یومِ نحر کی فجر طلوع ہو جائے تو اُسے بے وضو عمرہ کا طواف کرنے کا دَم لازم ہو گیا اور تکمیلِ اداء کے لئے اعادہ کا وقت فوت ہو گیا۔

اور وقت کی کمی کے باعث اگر وہ طواف کے چار چکر ہی کر لیتا ہے طوافِ قدوم کی نیت سے کرتا یا نفل کی نیت سے تو اس کا فرض ادا ہو جاتا اور عمرہ باطل نہ ہوتا کیونکہ پھر اس پر طواف کے کم پھیرے اور سعی باقی رہتی جو کہ عمرہ کے واجبات سے تھے نہ کہ فرائض سے، چنانچہ علامہ

۳۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ۲۸۵

۳۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب الجنایات، فصل فی الجنایة فی طواف العمرة، ص ۳۹۰

علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

فلو أتی بأربعةِ أشواطٍ و لو بقَصْدِ القدوم أو التّطوُّع لم تَبطُل، و یُتِمُّها یومَ النّحر (۳۷)

یعنی، پس اگر (طوافِ عمرہ کے) چار چکر کرلیتا اگرچہ طوافِ قدوم یا نفل کی نیت سے تو عمرہ باطل نہ ہوتا اور اُسے دس ذی الحجہ کو (طوافِ زیارت سے قبل) پورا کر لیتا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین علامہ حصکفی کی عبارت ''عمرہ باطل نہ ہوتا'' کے تحت لکھتے ہیں:

لأنه أتی برُکنِها، و لم یبق إلّا واجباتُها من الأقلّ و السّعي۔ ''بحر'' (۳۸)

یعنی، کیونکہ اس نے اس کا رُکن ادا کرلیا (کہ طواف فرض میں کم از کم چار پھیرے فرض ہیں) اور باقی نہ رہے مگر عمرہ کے واجبات وہ طواف کے کم پھیرے اور سعی ہیں۔ ''بحر'' (۳۹)

طواف کے بقیہ کم پھیروں کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں مذکور ہے کہ انہیں طوافِ زیارت سے قبل ادا کرے اور سعی غیر مؤقت ہے اسی لئے حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد قربانی کے ایام گزار کر کی جائے تو بھی درست ہو جاتی ہے اگرچہ خلافِ سنّت ہے۔

اور مذکور شخص عمرہ کو چھوڑنے والا اس وقت قرار پایا جب اس نے زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کیا اس سے قبل جب وہ منیٰ میں تھا یا عرفات میں، عمرہ کو چھوڑنے والا قرار نہیں دیا گیا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی ''الکافی'' للحاکم لا یصیر رافضاً لعمرته حتی یقف بعد

۳۷۔ الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۹/۲

۳۸۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

۳۹۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران، ص ۳۶۲

الزوال، و قال ابن الهمام: وهو حقّ لأن ما قبله ليس وقتاً للوقوف، فحلوله بها كحلوله بغيرها، و في "السراج الوهاج" و لو وقف بعرفة قبل الزوال لا يكون رافضاً لأنه لا عبرة بهذا الوقوف، فيرجع إلى مكة و يطوف لعمرته، فلو لم يرجع حتى وقف (٤٠)

یعنی، امام حاکم شہید کی ''کافی'' میں ہے قارن اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفات کر لے اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام نے فرمایا یہی حق ہے کیونکہ اس سے قبل وقوف کا وقت نہیں ہے تو قارن کا وہاں ہونا عرفات کے غیر میں ہونے کی مانند ہے، اور ''سراج الوہاج'' میں ہے اگر زوال سے قبل وقوف عرفات کیا تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس وقوف کا کوئی اعتبار نہیں، تو وہ (اگر زوال سے قبل عرفات چلا گیا تو) مکہ لوٹ آئے اور اپنے عمرے کا طواف کرے (اور رفضِ عمرہ سے بچ جائے) پس اگر نہ لوٹا یہاں تک کہ (وقوف کے وقت میں) وقوف کر لیا (تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا)۔

لہٰذا اُسے چاہئے تھا وقوفِ عرفات سے پہلے پہلے مکہ آکر طوافِ عمرہ کر لیتا اس طرح وہ عمرہ کی قضاء دَم اور گناہ کے اِرتکاب سے بچ جاتا کیونکہ اس نے عمرہ کو جان بوجھ کر چھوڑا ہے اس لئے وہ گنہگار بھی ہوا جس کے لئے اسے عمرہ کی قضا اور دَم دینے کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٤ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٣ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 27-F)

٤٠۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص٢٨٥

مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہم کل بروز جمعہ گھومنے کی غرض سے طائف گئے وہاں سے ہم نے فون کے ذریعے آپ سے معلوم کیا تو آپ نے بتایا کہ طائف میقات سے باہر ہے اسی طرح حضرت مولانا محمد عرفان صاحب ضیائی سے وہاں سے احرام کا حکم معلوم کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ لوٹو کہ بلا احرام آنا جائز نہیں ہے، ہمارے کسی ساتھی نے ایک اور پاکستان سے تشریف لائے ہوئے معروف حنفی عالم سے فون پر پوچھا تو انہوں نے فرمایا سیر وتفریح کی غرض سے گئے ہو اس لئے احرام لازم نہیں، اس طرح ہم میں سے چند ساتھیوں نے احرام نہ باندھا بغیر احرام مکہ لوٹے، اب آپ سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہمیں بتائیے کہ کس کا قول درست ہے اور جو بلا احرام مکہ لوٹے اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: احمد بن محمد قنانی، القنانی حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: واضح رہے کہ طائف میقات سے باہر ہے اور اس جانب میقات ''قرنُ المنازل'' ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میقاتوں کا تعین خود فرمایا، اہلِ مدینہ کے لئے ''ذوالحلیفہ''، شام والوں کے لئے ''جُحفہ''، اہلِ نجد کے لئے ''قرن المنازل'' اور یمن والوں کے لئے ''یلملم''، اور یہ بھی ارشاد فرمایا یہ میقات مذکورہ مقامات کے لوگوں کے علاوہ اُن کے لئے بھی ہیں جو کسی میقات سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں، البتہ جو لوگ میقات کے اندر حل میں رہتے ہیں ان کی میقات ان کے اپنے گھر ہیں، جب کہ مکہ میں مقیم لوگ مکہ ہی سے (حج کا) احرام باندھیں گے۔ (٤١) جب کہ اہلِ عراق کا میقات ''ذاتِ عرق'' ہے جس کا ذکر ''صحیح مسلم'' میں ہے۔

اور قرن سے مراد وہ پہاڑی ہے جو کسی بڑے پہاڑ کا حصہ ہو لیکن اس سے علیحدہ نظر آتی ہو، یہ اس کے آس پاس خلیج کے رہنے والوں اور ریاض و طائف کے راستے سے آنے والوں

٤١۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، برقم: ١٥٢٤

کی میقات ہے، یہاں سے مکہ معظّمہ کے لئے دو بڑے راستے ہیں، جن پر دو مسجدیں بنائی گئی ہیں جو ایک راستے پر ''سیل کبیر'' اور دوسرے پر ''وادی مُحرم'' کے نام سے موسوم ہیں۔

سیل کبیر: اس میقات پر ایک مسجد ''سیل کبیر'' کے نام سے موسوم ہے جو مسجد الحرام سے بجانب شمال مشرق اسّی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے طائف کا فاصلہ (۴۰) کلومیٹر ہے۔

وادی مُحرم: یہ مسجد بھی ''قرن المنازل'' کی میقات ہی سے معروف ہے یہ مسجد سیل کبیر کے جنوبی سمت میں واقع ہے ان دونوں مسجدوں کے درمیان تینتیس (۳۳) کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور مسجد الحرام سے مکہ طائف روڈ پر چھہتر (۷۶) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جب کہ طائف یہاں سے صرف دس (۱۰) کلومیٹر رہ جاتا ہے، اسی طرح ''تاریخ مکہ'' (۴۲) میں ہے۔

جب کہ طلال بن العقیل نے ''سیل کبیر'' سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ پچہتر (۷۵) کلومیٹر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: قرن المنازل: یہ نجد والوں اور ان لوگوں کی میقات ہے جو اس راستے سے گزرتے ہیں اس کا موجودہ نام ''سیل کبیر'' ہے جو مکہ مکرمہ سے پچہتر (۷۵) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔(۴۳)

اور ابن باز نے صرف یہ لکھا کہ ''قرن المنازل'' جو اہلِ نجد کی میقات ہے جس کو آج کل ''سیل'' کہا جاتا ہے۔(۴۴)

اور سعودی حکومت کے سلسلۃ إرشادات للحاج و المعتمرین کے چوتھے رسالے میں ہے:

قرن المنازل: و یسمی "السیل الکبیر" و هو میقات أهل نجد و أهل الطّائف و من مرّبه من غیرهم و یبعد عن مکة المکرمة (۷۸ کم) تقریباً و یحاذیه "وادی محرم" و هو أعلی قرن

۴۲۔ تاریخ مکہ، مصنفہ ڈاکٹر الیاس عبدالغنی، ص ۲۰، ۲۷، ۲۸
۴۳۔ رہنمائے حج وعمرہ، احرام باندھنے کی جگہیں، ص ۱۲
۴۴۔ حج وعمرہ اور زیارات الخ، میقات کا بیان، ص ۲۷

المنازل من جهة طریق الهدا۔ الطائف و یبعد عن مکة المکرمة (۷۵ کم) تقریباً (۴۵)

یعنی، قرنُ المنازل: اور اس کا نام ''سیل کبیر'' رکھا گیا ہے اور یہ اہلِ نجد اور اہلِ طائف کی اور جو ان کے سوا یہاں سے ہو کر گزرے (سب) کی میقات ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۸ کلومیٹر دُور ہے اور اس کے محاذی ''وادی محرم'' ہے اور وہ ''قرن المنازل'' سے بلندی پر طائف کے طریقِ ہُدا کی طرف سے ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۵ کلومیٹر دُور ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ طائف میقات سے باہر آفاق میں ہے نہ کہ میقات ہے یا میقات کے اندر ہے اور حرم مکہ کے ارادے سے طائف سے آنے والے اور طائف سے ہو کر گزرنے والے اگر ''سیل کبیر'' کے راستے سے آئیں تو ''سیل کبیر'' پر اور اگر ''طریقِ ہُدا'' سے آئیں تو ''وادی محرم'' پر اُسے احرام باندھنا لازم ہو گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/ ۹۹۴/۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

حکمها وجوب الإحرام منها لأحد النُّسکین و تحریم تأخیرها عنها لمن أراد دخول مکة أو الحرم و إن کان لقصد التّجارة أو غیرها و لم یرد نسکاً (۴۶)

یعنی، میقات کا حکم یہ ہے کہ ان سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب اور احرام کو ان سے مؤخر کرنا حرام ہے ہر اس شخص کو جو مکہ معظّمہ یا حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ تجارت وغیرہ کی غرض سے (حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو) اور اس نے حج کا ارادہ نہ کیا ہو۔

اور مکہ یا حرم آنے کے ارادے سے میقات سے گزرنے والے پر احرام کے وجوب پر اجماع ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۴۵۔ صفة الحج و العمرة مع أدعیة مختارة، المواقیت، ص ۱۲۔۱۳
۴۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقیت، فصل فی مواقیت الخ، ص ۸۹

أی بالإجماع (٤٧)

یعنی، میقات سے احرام باندھنا بالاجماع واجب ہے۔

کوئی شخص آفاق سے حرم چاہے کسی ارادہ سے آئے جیسے تجارت کی غرض سے، یا اس کا گھر ہی حُدودِ حرم یا مکہ شہر میں ہو اور وہ اپنے گھر آ رہا ہو یا مکہ مکرمہ سیر وتفریح کی غرض سے آئے، بہر صورت اس پر واجب ہوگا کہ میقات سے احرام باندھ کر آئے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فعندنا يجب الإحرام مطلقاً (٤٨)

یعنی، پس ہمارے نزدیک احرام مطلقاً واجب ہے (چاہے کسی بھی ارادے سے آئے)۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے لکھا کہ میقات وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ یا حرم کا ارادہ رکھنے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و المواقيت أي المواضع التي لا يجاوزها مريد مكة إلا محرماً (٤٩)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ کو جانے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا۔

سوال میں ذکر کردہ افراد جب مکہ میں تھے مکی کے حکم میں تھے کہ مکی کی طرح ان کے لئے عمرہ کے حل اور حج کے لئے مکہ یا حرم میقات تھی یعنی جہاں وہ تھے وہاں کے اہل کے حکم میں تھے اور جب آفاق کی جانب نکلے تو آفاقی کے حکم میں ہو گئے جس طرح مکی حقیقی بھی اگر آفاق نکلے چاہے کسی بھی غرض سے گیا ہو تجارت کی غرض سے گیا ہو یا سیر وتفریح کی غرض سے، بہر حال وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الضابطة فيه أن من وصل إلى مكان صار حكمه حكم أهله (٥٠)

یعنی، اس میں ضابطہ (یعنی قاعدہ کلیہ اس حکم میں، شرح اللباب للقاری)

٤٧۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، ص ٨٩

٤٨۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، ص ٨٩۔٩٠

٤٩۔ الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، بيان المواقيت، ص ٥٤٨

٥٠۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقيت، فصل و قد يتغيّر الميقات الخ، ص ٩٤

یہ ہے کہ جو شخص جس جگہ پہنچ گیا تو اس کا حکم وہی ہو گیا جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

فلو خرج المكي إلى الآفاق أو الحلّ لحاجة فهو وقته للحج أو العمرة (٥١)

یعنی، پس اگر مکی آفاق یا حل کو کسی کام سے نکلا تو وہی اس کے حج یا عمرہ کی میقات ہے۔

لہٰذا جب یہ وہاں کے اہل کے حکم میں ہو گئے تو جس طرح وہاں والوں کو بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں اسی طرح ان کو بھی مکہ مکرمہ آنے کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ لوگ طائف کس غرض سے گئے تھے اور مکہ کسی غرض سے آئے جیسا کہ مندرجہ بالا عباراتِ فقہاء سے ظاہر ہے۔

اور جو لوگ بغیر احرام کے آئے ہیں وہ سب کے سب گنہگار ہوئے اور ان پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹ جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور توبہ بھی کریں ورنہ ان پر عمرہ اور دَم دونوں لازم ہوں گے اور ساتھ توبہ بھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غير محرم ثم أحرم أو لا فعليه العود (أي فيجب عليه الرجوع) إلى وقت (٥٢)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اس پر میقات کو لوٹنا واجب ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته أي ميقاته الذي وصل إليه (٥٣)

٥١۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقيت، فصل: وقد يتغير الميقات بتغير الحل، ص ٩٤

٥٢۔ لُباب المناسك، باب المواقيت، فصل في مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ٩٤

٥٣۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب المواقيت، فصل في مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ٩٤

یعنی، مصنّف کا قول جو اپنی میقات سے (بلا احرام) گزرا کا معنی ہے
اس میقات سے گزرا جس پر وہ پہنچا۔

جیسے یہ لوگ طائف سے آتے ہوئے ''سیل کبیر'' سے گزرے ہوں گے یا ''وادی محرم'' سے تو ان پر احرام باندھنے کے لئے میقات کو لوٹنا واجب تھا نہ لوٹنے کی صورت میں بلا احرام میقات سے گزرنے کا دَم لازم ہوگا اور ضروری نہیں کہ احرام باندھنے کے لئے اسی میقات کو لوٹیں کہ جس سے بلا احرام گزر کر آئے دوسری میقات کو بھی جا سکتے ہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَوْدُ إلى ميقاتٍ منها و إنْ لم يكن ميقاتَهُ ليُحرِمَ منه، و إلّا فعليه دمٌ كما سيأتي بيانُهُ في باب الجنايات (٥٤)

یعنی، پس اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو پر لوٹنا لازم ہے اگر اس کی (وہ) میقات نہ ہو (کہ جس سے بلا احرام گزر آیا) تاکہ میقات سے وہ احرام باندھے ورنہ اس پر (بلا احرام میقات سے گزرنے کا) دَم لازم ہوگا جس کا بیان عنقریب ''باب الجنایات'' (٥٥) میں آئے گا۔

بلا احرام میقات سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہو گئے چاہے دوبارہ میقات کو گئے یا نہ گئے اور دَم دے دیا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

٥٤۔ ردالمحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب: في المواقيت، ص ٥٥١۔٥٥٢

٥٥۔ باب الجنایات میں ہے کہ
أيُّ ميقاتٍ كان سواءٌ كان ميقاتَهُ الذي جاوَزَهُ غيرَ مُحرِمٍ أو غيرَهُ، أقربَ أو أبعدَ، لأنّها كلُّها في حقِّ المحرم سواءٌ و الأولى أن يُحرِمَ من وقته (ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، مطلب: لا يجب الضمان الخ، تحت قوله: الى ميقاتٍ ما، ٣/٧٠٦)
یعنی، کوئی بھی میقات ہو چاہے وہی میقات ہو کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا یا اس کے علاوہ میقات ہو اس سے قریب ہو یا بعید ہو کیونکہ مُحرِم کے حق میں سب برابر ہیں، اور اَولیٰ یہ ہے کہ اپنی میقات سے احرام باندھے (کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا)
اسی طرح ''بحر الرائق'' کے کتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير احرام میں ہے۔

اگر آفاقی عبور کند برین مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخول ارضِ حرم را واجب گردد بروے ادائے احدُ النسکین اعنی حج یا عمرہ و واجب شود بروے احرام برائے آن پس اگر تجاوز کرد از انجا بغیر احرام آثم گردد بسبب آنکہ ترک کرد واجب را و ارتکاب کرد فعل حرام را، و واجب باشد بروے کہ عود کند بسوئی یکے از مواقیت مذکورہ تا احرام بہ بندد از انجا و لازم نیست کہ عود کند بسوئی خصوص میقاتے کہ تجاوز کردہ است آنرا، پس اگر عود نہ کرد بسوئی ہیچ یکے از مواقیت مذکورہ واجب گردد دم بروے برابر است کہ عبور او بقصد حج یا عمرہ باشد یا بقصد غیر آن چنانکہ بیع و شراء یا حاجتی دیگر و این مذہب ما است الخ (٥٦)

یعنی، اگر کوئی آفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے اور اس کا ارادہ مکہ معظّمہ یا ارضِ حرم میں داخل ہونے کا ہو تو اس پر دو عبادتوں حج و عمرہ میں سے ایک عبادت واجب ہو گئی اور اس پر اس کا احرام باندھنا واجب ہو گیا، اب اگر یہاں سے آگے بڑھے گا تو گنہگار ہوگا اس سبب سے کہ اس نے واجب کو ترک اور فعل حرام کا ارتکاب کیا، اس پر واجب ہے کہ یہاں سے مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو جائے تاکہ احرام باندھ لے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے گزر آیا خاص اسی میقات پر جائے، اگر وہ کسی میقات پر واپس نہیں گیا تو اس پر دَم واجب ہوگا، بغیر احرام کے میقات سے گزرنا حج و عمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض سے جیسے تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے سب کا حکم یکساں ہے یہ ہم احناف کا مذہب ہے۔

لہٰذا بغیر احرام کے حرم آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی میقات پر جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں اور توبہ بھی کریں، اور اگر میقات پر احرام

٥٦۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب اول در بيان احرام فصل دويم ص ٥٨

باندھنے کے لئے نہیں جاتے تو ان پر دَم لازم ہوگا اور عمرہ یا حج بھی لازم ہوگا اور دونوں صورتوں میں تجّی تو بہ بھی لازم ہے، حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی حنفی مدظلہ نے جب آپ لوگوں سے کہا تھا کہ احرام باندھ کر آنا لازم ہے تو ان کی بات پر عمل کرنا چاہئے تھا کہ آپ مناسکِ حج وعمرہ کے اچھے عالم ہیں اس لائق ہیں کہ مسائل دینیہ میں اُن کی بات پر اعتماد کیا جائے خصوصاً مسائل حج وعمرہ اور دوسرے کسی کی بات کو لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۱ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۳۰ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 34-F)

حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا مُحرِم کب کہلائے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے احرام کی چادریں پہن لیں احرام کی نیت بھی کر لی مگر تلبیہ نہیں پڑھی کیا اس کا احرام ہو گیا یا نہیں؟

(السائل محمد رضوان)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: یاد رہے کہ صرف دو چادروں کے پہن لینے کا نام احرام نہیں ہے اور پھر صرف نیت کر لینا مُحرِم ہونے کو کافی نہیں اگر چہ نیت زبان سے کر لے بلکہ نیت کے ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کام کرنا فرض ہے کہ جسے شریعت نے معتبر رکھا ہے، چنانچہ صاحب بدائع الصنائع کے استاد علامہ علاؤ الدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹ھ/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما نوى عند الإحرام و لم يذكر التلبية، و لم يوجد منه تقليد البدنة و السوق، لا يصير محرماً عندنا (٥٧)

یعنی، پس اگر احرام کے وقت نیت کی اور (کلمات) تلبیہ کو ذکر نہ کیا اور اس سے قربانی کے جانور کو ہار پہنانا اور اسے ہانکنا نہ پایا گیا تو وہ ہمارے نزدیک مُحرِم نہ ہوگا۔

٥٧۔ تحفة الفقهاء كتاب المناسك باب الإحرام ص ١٩٦

ہاں اگر اس نے نیت کے بعد تلبیہ کی جگہ تسبیح یا تہلیل یا تحمید کی تو وہ احرام والا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لو ذكر مكان التلبية التهليل أو التسبيح و أو التحميد أو غير ذلك مما يقصد به تعظيم الله تعالىٰ مقروناً بالنية يصير محرماً و هذا على أصل أبي حنيفة و محمد في باب الصلاة الخ (٥٨)

یعنی، تلبیہ کی جگہ نیت کے ساتھ تہلیل یا تسبیح یا تحمید یا اس کے علاوہ ایسی چیز کہ جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے تو مُحرِم ہو جائے گا اور یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے باب الصلوٰۃ میں (مذکور) قاعدے کی بنا پر ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

شرائط صحته الإسلام و النّية و الذكر (٥٩)

یعنی، صحتِ احرام کی شرائط اسلام ہے اور نیت ہے اور ذکر ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الأولىٰ أن يقول: و التلبية و ما يقوم مقامه من الذكر (٦٠)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ مصنّف فرماتے تلبیہ اور وہ ذکر جو اس کے قائم مقام ہے۔

اور اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

إنما قال: الأولى دون الصواب لأن قول المصنّف: و الذكر شامل للتلبية و غيرها و وجه الأولوية أن الكلام يكون مشعراً بإصالة التلبية اهـ دا مُلّا أخون جان (٦١)

٥٨۔ بدائع الصنائع، المجلد (٣)، كتاب الحج، فصل في بيان ما يصير به محرماً ص ١٥٣

٥٩۔ لُباب المناسك باب الإحرام

٦٠۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب الإحرام ص ١٠٠

٦١۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري، باب الإحرام ص ١٠٠

یعنی، مُلّا علی قاری نے صواب کی بجائے اَولیٰ فرمایا کیونکہ مصنّف کا قول ذکر تلبیہ وغیرہا کو شامل ہے اور اَولویت کی وجہ یہ ہے کہ کلام اصالۃً تلبیہ کی خبر دیتا ہے۔ اھ

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٣ ینایر ٢٠٠٨م (New 40-F)

زخم پر پٹی باندھنے والے مُحرِم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر زخم تھا اس لئے اس پر دوائی لگا کر پٹی باندھنا ضروری تھی اور میں نے کراچی سے احرام باندھا ہے، حالتِ احرام میں انگوٹھے پر پٹی باندھنے کی وجہ سے مجھ پر کوئی دَم تو لازم نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد صابر، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ لازم نہیں ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف "مبسوط" (٦٢) سے نقل کرتے ہیں:

إن عصب شيئاً من جسده من علّة أو غير علّة فلا شئ عليه و لكن يكره له أن يغطّى ذلك من غير علّة (٦٣)

یعنی، بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی سے باندھنا مکروہ ہے اگرچہ کچھ کفارہ لازم نہیں آتا اور ضرورت سے باندھنے کی اجازت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

از انہاست کہ مُحرِم خرقہ بندد بر عضوے از اعضائی تمام جسد خود ما سوائے

٦٢۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (٢)، الجزء (٤)، کتاب المناسك، باب ما یلبسه المحرم من الثیاب، ص ١١٥

٦٣۔ الحج مصنّفه محمد سلیمان اشرف، مکروهات، ص ٤٨

سر و رُوئے مگر آنکہ بعذر باشد چنانکہ آن عضو مجروح یا مکسور باشد آن گاہ بستن خرقہ مباح باشد الخ (٦٤)

یعنی، مکروہاتِ احرام میں سے ایک یہ ہے کہ سر اور چہرے کے علاوہ مُحرِم اپنے جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو پر پٹی باندھے مگر یہ کہ پٹی باندھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ وہ عضو زخمی ہو یا ٹوٹا ہوا ہو تو اس وقت پٹی باندھنا مباح ہوگا۔

مگر حالتِ احرام میں زخم کو ایسی دَوا لگانا کہ جس میں ایسی خوشبو ہو جسے دوائی میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو اور زخم پورے عضو کو گھیرے ہوئے نہ ہو تو صدقہ لازم ہوگا بشرطیکہ خوشبودار دوا متعدد بار استعمال نہ کی ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و لو تدوی بالطیب أی المحض الخالص أو بدواء فیه طیب أی غالب و لم یکن مطبوخاً لما سبق فالتصق أی الدواء علی جراحته تصدّق أی إذا کان موضع الجراحة لم یستوعب عضواً أو أکثر (٦٥)

یعنی، اگر محض خالص خوشبو سے دوا کی (یعنی بطورِ دوا استعمال کیا) یا ایسی دوا استعمال کی کہ جس میں خوشبو غالب ہے اور دوا میں مُلا کر پکائی نہیں گئی، اور وہ دوا زخم پر مَل دی تو صدقہ دے یعنی جب زخم کی جگہ پورے یا اکثر عضو کو نہ گھیرے۔

اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أما إذا استوعب عضواً فیجب الدم (٦٦)

٦٤۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اَوّل در بیانِ احرام، فصل هفتم در بیانِ مکروهات تنزیهیه إحرام ص ٩٥

٦٥۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ٣٥٣۔٣٥٤

٦٦۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الجنایات، فصل فی التّداوی بالطّیب، ص ٣٥٤

یعنی، مگر جب پورے عضو کو گھیر لے تو دَم واجب ہے۔

اور اگر پورے یا اکثر عضو سے کم زخم پر خوشبودار دوا لگائی مگر چند بار لگائی تو بھی دَم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

إلاّ أن یفعل ذلك مراراً فیلزمه دمٌ، لأن کثرة الفعل قامت مقام کثرة الطیب (٦٧)

یعنی، مگر یہ کہ وہ اُسے بار بار کرے تو اُسے دَم لازم ہوگا کیونکہ کثرتِ فعل کثرتِ خوشبو کے قائم مقام ہے۔

اور دوا اگر بے خوشبو ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح اگر دوائی میں مُلا کر پکائی گئی ہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٢٦ ذی القعدہ ١٤٢٨ھ، ٦ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 03-F)

حالتِ احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ایک مُحرِم کہ جس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا، اُسے ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا پوچھنے پر کہنے لگا کہ میں نماز کے لئے ٹوپی پہنتا ہوں جب کہ حالتِ احرام میں سر ڈھکنا ممنوع ہے اور اس نے دو یا تین نمازوں میں سر ڈھک لیا ہے تو اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: حافظ جنید ولد محمد یوسف، لبیک حج گروپ، مکہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: مُحرِم کو سر ڈھکنا ممنوع ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن برابر است

٦٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی التداوی بالطیب، ص ٣٥٤

که بپوشد آن را بعمامه یا بقلنسوه یا به برنس (٦٨)

یعنی، مُحرِم اگر مرد ہو تو اُسے اپنا (پورا) سر یا کچھ سر چُھپانا جائز نہیں، چاہے اُسے عمامہ سے چُھپائے یا ٹوپی سے۔

اور سر چار پہر چُھپایا تو دَم، اس سے کم چُھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

و لو غطی جمیع رأسه أو وجهه أی جمیع وجهه بمخیط أو غیره یوماً و لیلةً و کذا مقدار أحدهما فعلیه دمٌ أی کاملٌ بلاخلاف

یعنی، اگر پورا سر یا پورا چہرہ سِلے ہوئے (کپڑے) یا اس کے غیر سے ایک دن اور رات اور اسی طرح دن و رات میں سے کسی ایک کی مقدار چُھپایا تو اس پر بلاخلاف کامل دَم ہے۔

و الرُّبع منهما کالکُلّ قیاساً علی مسحهما

یعنی، سر اور چہرے کا چوتھائی کُل کی مثل ہے ان کو مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور اگر چار پہر سے کم عرصہ کُل یا بعض سر کو چُھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فی الأقلّ من یوم و کذا من لیلةٍ صدقة (٦٩)

یعنی، ایک دن اسی طرح ایک رات کی مقدار سے کم میں صدقہ ہے۔

اور مذکور شخص نے جب نمازِ ظہر کے لئے ٹوپی پہنی نماز کے بعد اُتار دی لیکن اُتارتے وقت اس ممنوع سے باز آنے کی نیت نہ تھی کہ اس نے نمازِ عصر کے لئے پھر ٹوپی پہن لی اس طرح مغرب میں بھی تو یہ مسلسل پہننا شمار ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

٦٨۔ حیة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اوّل در بیان إحرام فصل ششم در بیان مُحرَّماتِ إحرام ص ٨٧

٦٩۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی تغطیة الرأس و الوجه ص ٣٤١

دن کو پہنا رات کو اُتار دیا یا رات کو پہنا دن کو اُتار دیا لیکن اُتارتے وقت باز آنے کی نیت سے نہیں اُتارا دوبارہ پھر پہننے کی نیت ہے تو جتنے دن پہنے گا ایک ہی بار کا پہننا شریعت اُسے قرار دے گی اور اس لئے ایک ہی کفارہ اس پر واجب ہوگا۔(۷۰)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فإن نَزعه علی قصد أن یلبسَهُ ثانیاً، أو لیلبسَ بدلَهُ لا یلزمُه کفَّارۃٌ أخریٰ لتداخلِ لُبسیه و جعلِهما لُبساً واحداً حکماً (۷۱)

یعنی، پس اگر اُسے اس ارادے سے اُتارا کہ دوبارہ پہنے گا تو اس پر دوسرا کفّارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں بار پہننے کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کی وجہ سے (شرع نے) دونوں کو حکماً ایک بار پہننا قرار دیا۔

لہٰذا نمازِ ظہر سے لے کر نمازِ مغرب تک مسلسل سر ڈھکنا قرار دینے کی صورت میں صرف صدقہ لازم آئے گا کیونکہ چار پہر مکمل نہیں ہوئے اور محظورِ احرام کا ارتکاب گناہ ہے بشرطیکہ عمداً بلاعذر ہو جیسا کہ مذکورہ صورت میں اور گناہ کی وجہ سے اُسے توبہ کرنی ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۵ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 02-F)

حالتِ احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حالتِ احرام میں خوشبودار صابن سے ہاتھ دھو لئے اب اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں جب کہ حج کی ایک کتاب میں خوشبودار صابن کے استعمال کا جواز مذکور ہے؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، کاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

۷۰۔ انجِ مصنّفہ محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس ممنوع، جزئیات، ص ۴۵

۷۱۔ ردالمحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنایات، تحت قوله: مالم یعزم الخ، ص ٦۵۸

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں صابن میں خوشبو اگر تھوڑی تھی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر زیادہ تھی تو دَم چنانچہ علامہ مفتی عبدالواجد قادری (صاحبِ فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

کھانا کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ نہ دھوئے تو بہتر ہے کہ اگر صابن میں ذرا بھی خوشبو ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا اور زیادہ خوشبو ہوگی تو دَم واجب ہوگا۔(۷۲)

اور کتاب مذکور کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں۔(ص ۸۸)

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی ''لُباب'' میں اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فلو أصاب جسدَہ أی کلَّه أو عضواً کاملاً أو أکثر أو أقلّ طیبٌ کثیرٌ فعلیه الدَّمُ، و إن غسل من ساعته أی من فوره سواء باشر بنفسه الغسل أو لا (۷۳)

یعنی، اگر مُحرِم کے پورے جسم پر یا ایک عضو کامل پر، یا اس کے اکثر یا اقل پر کثیر خوشبو لگی تو اس پر دَم لازم ہے اگرچہ اس نے فوراً اُسے دھو دیا چاہے خود دھویا یا نہ (بہر صورت دَم لازم ہوگا)۔

اور ہاتھ کامل عضو ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فی ''الخجندی'': إذا خضبت المرأۃ کفَّها بالحناء و هی مُحرمۃ وجب علیها دم، هذا یدلّ أن الکف عضوٌ کاملٌ، لأنه وجب فی تطییبه الدم کذا فی ''شرح القدوری'' (۷٤)

۷۲۔ حج کے مسائل مع زیارتِ حرمین، سلے ہوئے کپڑوں کے مسائل، ص ۳۹

۷۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل: لا یُشترط بقاءُ الطِّیب ص ۳۰٤

۷٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی الحناء، ص ۳۰۸

یعنی، ''خجندی''میں ہے کہ عورت نے احرام میں ہتھیلی کومہندی لگائی تو اس پر دَم واجب ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہتھیلی کامل عضو ہے کیونکہ اُسے خوشبو لگانے پر دَم واجب ہے، اسی طرح(۷۵) ''شرح القدوری''میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی لکھتے ہیں:

و العضو کالرأس و اللحية و الشارب و اليد الخ (۷۶)

یعنی،عضو جیسے سر، داڑھی، مونچھیں اور ہاتھ الخ۔

فقہاءکرام نے لکھا ہے کہ خوشبو اگر کثیر ہوتو اعتبار خوشبو کا ہوتا ہے نہ کہ عضو کا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و إن کان کثیراً فالعبرة بالطِّیب

یعنی، اگر خوشبو کثیر ہوتو اعتبار خوشبو کا ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لا بالعضو، هذا هو الصحيح کما قاله شیخ الإسلام وغيره توفیقاً بین الأقوال (۷۷)

یعنی، (خوشبو کثیر ہوتو)عضو کا اعتبار نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ شیخ الاسلام وغیرہ نے اقوالِ (فقہاء) کے مابین موافقت کرتے ہوئے فرمایا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۷ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۷دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 04-F)

۷۵۔ الجوهرة النيرة، المجلد(۱)، کتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: إن تطيب أقل الخ، ص ۲۱۷

۷۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب الجنايات، فصل فی لبس الخفين، نوع الثانی فی الطيب، ص ۳٤٦

۷۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل فی لبس الخفين، النوع الثانی فی الطيب ص ۳٤٦

آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طوافِ قدوم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک حاجی عمرہ کرنے کے بعد مدینہ شریف چلا جائے اور پانچ ذوالحجہ کو وہاں سے مکہ کو حج کا احرام باندھ کر لوٹے تو اس کا حج حجِ اِفراد ہوگا یا حجِ تمتع جب کہ اس کا گھر پاکستان میں ہے، نیز حجِ تمتع ہونے کی صورت میں اس پر طوافِ قدوم لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد عامر، فتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکور حاجی کا حج حجِ تمتع واقع ہوگا کیونکہ اپنے شہر سے آنے کے بعد عمرہ ادا کرکے وہ مدینہ شریف گیا اپنے گھر کو نہ لوٹا لہٰذا المام صحیح نہ پایا گیا اور یہ تمتع کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ تمتع کے شرائط میں لکھتے ہیں:

(٦) المام صحیح نہ کیا ہو، المام صحیح کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے بعد، احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے، پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا الخ (۷۸)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱٤ھ لکھتے ہیں:

و تصريحهم بأنّ من شرائط التّمتّع مطلقاً أن لا يلمّ بأهله بينهما إلماماً صحيحاً (۷۹)

یعنی، فقہاء کرام کی تصریح ہے کہ مطلقاً تمتع کی شرائط سے ہے کہ وہ اس

۷۸۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص ٤۹۷

۷۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب التّمتّع، فصل فی تمتّع المکی، ص ۳۱٤

نے عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل سے المام صحیح نہ کیا ہو۔

لہٰذا مذکور شخص جب مدینہ شریف میں صرف حج کا احرام باندھ کر آئے گا اور یہاں آ کر حج کرے گا تو متمتع ہی رہے گا کیونکہ وہ عمرہ تو حج کے مہینوں میں اس نے ادا کر چکا اور مدینہ طیبہ جانے پر المام صحیح نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل نہ ہوا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و ليس عليه (أي على المتمتع) طواف القدوم

یعنی، متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أي بالإتفاق كما صرّح به الكرماني و غيره

یعنی، جیسا کہ (علامہ ابو منصور) کرمانی (حنفی) (۸۰) وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ بالاتفاق مُتمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے۔

اور متمتع پر طوافِ قُدوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کرنے کے بعد جب مکہ میں ٹھہرا تو اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اہلِ مکہ جب حج کریں تو اُن پر طوافِ قدوم نہیں چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و المراد قبل الإحرام بالحج أو مطلقاً لأنه صار من أهل مكة حينئذٍ، و ليس عليهم طواف القدوم في حجتهم إلا أنهم إذا أرادوا أن يقدموا السعي، فلا بد أن يطوفوا و لو نفلاً ليصح سعيهم بعده (۸۱)

یعنی، مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے قبل یا مطلقاً (اس پر طوافِ

۸۰۔ ذكره المسالك في المناسك باب التمتّع، فصل في صفة التمتّع المسنون، ۱/ ۶۰۹، و هكذا في "بداية المجتهد" (۱/ ۳۰۲)

۸۱۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب التمتّع، فصل المتمتّع على نوعين، ص ۳۱۸

قُدوم نہیں) کیونکہ وہ اس وقت اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اُن پر اُن کے حج میں طوافِ قُدوم نہیں مگر یہ کہ وہ حج کی سعی کرنے کا ارادہ کریں تو ضروری ہے کہ وہ طواف کریں اگرچہ نفلی طواف کریں تاکہ اس کے بعد اُن کی سعی درست ہو جائے۔

اور فقہاء کرام کا یہ کہنا کہ مکی پر طوافِ قُدوم نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ مُتمتع مکی کے ساتھ لاحق ہے کیونکہ مُتمتع من وجہٍ حکماً آفاقی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و أما قولهم المكّي ليس عليه طواف القدوم، فليس المعنى أن المتمتّع ملحق به حيث أن يحرم من حيث أحرم المكي به إذا المتمتّع في حكم الآفاقي من وجه (۸۲)

یعنی، فقہاء کرام کا قول کہ مکی پر طوافِ قُدوم نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ مُتمتع مکی کے ساتھ ملحق ہے کہ وہ وہیں سے احرام باندھے جہاں سے مکی نے باندھا کیونکہ مُتمتع من وجہٍ آفاقی کے حکم میں ہے۔

اور مُتمتع ہر نُسک (یعنی حج و عمرہ) میں مسافر کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جب وہ قارن کی طرح آفاق سے حج کا احرام باندھ کر آئے گا اس پر طوافِ قدوم لازم ہو گا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لهذا قالوا في تعريفه إنه الجامع بين نسكين بسفرٍ واحدٍ، و إذا كان في حكم المسافر في كل نسك يلزمه طواف القدوم في حجه كالقارن (۸۳)

یعنی، اسی وجہ سے مُتمتع کی تعریف میں کہا کہ وہ دو نُسک کو ایک سفر میں جمع کرنے والا ہے جب وہ ہر نُسک میں مسافر کے حکم میں ہے تو اُسے اپنے حج میں طوافِ قدوم لازم ہو گا۔

۸۲۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب التمتّع، فصل في المتمتّع على نوعين، ص ۳۱۹

۸۳۔ المسلك المتقسّط، ص ۳۱۹

اور جس کے حج کا احرام آفاق سے ہو اس کے لئے طوافِ قُدوم مسنون ہوتا ہے، جیسا کہ آفاقی حج افراد یا قران کرے اور جب مکی حج افراد کا مکہ سے احرام باندھتا ہے تو اس پر طوافِ قُدوم نہیں ہوتا اور پھر مندرجہ بالا عبارات میں اس مُتمتّع کے لئے طوافِ قُدوم کو ثابت کیا گیا جو مکہ سے احرام باندھے اور اس میں اس کے من وجہٍ مسافر کے حکم میں ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے تو وہ مُتمتّع جو عمرہ کے بعد آفاق چلا جائے اور بغیر المامِ صحیح کے صرف حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کے حق میں طوافِ قُدوم بطریقِ اَولیٰ ثابت ہوگا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا یہ صورت مسئولہ میں مُتمتّع طوافِ قُدوم بھی کرے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 05-F)

دورانِ طواف وسعی قصیدہ بُردہ یا حمد ونعت پڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ کبھی طواف میں قصیدہ بُردہ شریف اور کسی اور زبان میں نعتِ رسول ﷺ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نعت شریف یا قصیدہ بُردہ شریف پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرع میں دورانِ طواف اشعار پڑھنے کی رخصت مذکور ہے اور اگر مذکور ہے تو برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

(السائل: حافظ محمد جنید بن محمد یوسف، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: دورانِ طواف وسعی اشعارِ محمودہ پڑھنا شرعاً مُباح ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری مُباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و إنشاد شعر محمود و كذا إنشاؤه (٨٤)

یعنی، مُباحاتِ طواف میں سے ہے اچھے شعر پڑھنا اور اسی طرح اچھے

٨٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مُباحاته، ص ١٨٢

شعر کہنا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ مُباحاتِ طواف میں لکھتے ہیں:

ہم خواندن شعرے کہ مشتمل باشد بر حمد وثناو امثال آن (٨٥)

یعنی، طواف کا نواں مباح ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد وثناء اور اس کی مثل پر مشتمل ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ باتیں طواف وسعی میں مباح ہیں...... حمد ونعت ومنقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا۔ (٨٦)

اور اچھے اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں کہ جن کا پڑھنا شرعاً مُباح قرار دیا گیا ہے جیسے حمد ونعت ومنقبت اور پند ونصائح وغیرہا پر مشتمل اشعار۔ اور مذموم اشعار تو ویسے بھی پڑھنا حرام ہے اور حالتِ طواف میں اشد حرام، چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و المراد بالمحمود ما يُباح فی الشرع و إلّا فما يكون من قبيل الأشعار المستفاد منها العلوم، فهو داخل فی المستحبات، و الشعر المذموم حرام أو مكروه مطلقاً و فی الطواف أقبح (٨٧)

یعنی، محمود سے مراد وہ ہے جو شرع میں مُباح ہے مگر وہ اشعار اس قبیل سے ہیں کہ جن سے علوم مستفاد ہوتے ہیں تو وہ مُستحبات میں داخل ہیں اور شعر مذموم حرام ہے یا مطلقاً مکروہ ہے اور طواف میں زیادہ قبیح ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و إنشاء شعرٍ يَعرِی عن حمدٍ و ثناءٍ (٨٨)

٨٥۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم دربیانِ طواف، فصل هفتم در بیانِ مُباحاتِ طواف، ص ١٥٤

٨٦۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف وسعی صفا ومروہ کا بیان، ص ۴۷۵

٨٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة، فصل فی مباحاته ص ١٨٢

٨٨۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مكروهاته ص ١٨٢

یعنی، وہ شعر پڑھنا مکروہ ہے جو حمد و ثناء سے خالی ہو۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی معناهما ما یخلوا من إفادة علم، و موعظة، و ترغیب و ترهیب (۸۹)

یعنی، اور حمد و ثناء کے معنی میں وہ اشعار جو افادۂ علم، نصیحت اور ترغیب و ترہیب سے خالی ہوں (اُن کا پڑھنا مکروہ ہے)۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

سیوم خواندن شعرے کہ مشتمل نباشد بر حمد و ثناء و افادۂ علم و موعظہ و ترغیب و ترہیب (۹۰)

یعنی، طواف کا تیسرا مکروہ ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد و ثناء اور افادۂ علم و نصیحت اور ترغیب و ترہیب (نیکی کی رغبت دلانے اور بدی کے ارتکاب سے ڈرانے) پر مشتمل نہ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا (طواف میں مکروہ ہے)۔ (۹۲)

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے یعنی وہ اشعار جو مذکورہ بالا اُمور سے خالی ہوں طواف میں اُن کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ مُلّا علی قاری کی عبارت میں ہے:

حرام أو مكروه

یعنی، حرام یا مکروہ۔

تو حرام سے مراد حرام ظنّی اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، اور پھر مطلق کراہت

۸۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ۱۸۲

۹۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم فصل ششم ص ۱۵۲

۹۲۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، ایامِ اقامت کے اعمال

کے قول کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

قیل مطلقاً فیحمل علی الكراهة التنزیهیة لأن الإشتغال بالأذكار و الأدعیة أفضل (۹۳)

یعنی، کہا گیا کہ طواف کے دوران مطلقاً شعر پڑھنا مکروہ ہے تو (اس قول کو) کراہت تنزیہیہ پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ذکر اور دُعا میں مشغول ہونا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و در روایتی آمدہ کہ خواندِ شعر مطلقاً مکروہ است پس حمل کردہ شود روایت را بر ترکِ افضل چہ اشتغال با اذکار و ادعیہ افضل است (۹٤)

یعنی، اور ایک راویت میں آیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے پس اس روایت کو ترکِ افضل پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دورانِ طواف اذکار اور دعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے۔

لہٰذا وہ اشعار جو حمد و ثنا، نعت و منقبت، مناجات، افادۂ علمی، پند و نصائح یا ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہوں اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ جب کہ بآوازِ بلند نہ پڑھے ورنہ اس میں تفصیل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 07-F)

دورانِ طواف بلند آواز سے دُعائیں مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے

۹۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مکروهاته، ص ۱۸۲۔۱۸۳

۹٤۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم دربیانِ طواف و انواعِ آن، فصل ششم ص ۱۵۲

کُتبِ فقہ میں پڑھا ہے کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعائیں مانگنا مکروہ ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ کتنی آواز سے پڑھا جائے تو اس پر کراہت کا اطلاق ہوگا اور پھر کراہت کی دو قسمیں ہیں یہاں کراہت کونسی مراد ہے تحریمی یا تنزیہی؟

(السائل: حافظ محمد فاروق، از کاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے با آواز بلند ذکر و دُعا کرنے کو مکروہاتِ طواف میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و رفع الصوت و لو بالقران و الذّكر و الدُّعاء(۹۵)

یعنی، طواف میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اگرچہ تلاوتِ قرآن اور ذکر و دُعا کے ساتھ آواز بلند کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چہارم رفع صوت درحالتِ طواف اگرچہ بقرآن یا ذکر یا دُعا باشد (۹۶)

یعنی، چوتھا مکروہ یہ ہے کہ حالتِ طواف میں آواز کو بلند کرے اگرچہ آواز بلند کرنا تلاوتِ قرآن یا ذکر یا دُعا کے ساتھ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہاتِ طواف میں سے ہے) ذکر یا دُعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔(۹۷)

اور دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دُعا کے مکروہ ہونے سے مراد کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس طرح فقہاء کرام نے جَہر کو مکروہاتِ طواف میں ذکر کیا ہے اسی طرح اِخفاء کو مُستحباتِ طواف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی نے اپنی

۹۵۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مكروهاته

۹۶۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم فصل ششم دربيان مكروهاتِ طواف، ص ۱۵۲

۹۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، ایامِ اقامت کے اعمال، ص ۴۷۵

کتاب "لُباب" میں مُستحباتِ طواف کے بیان میں لکھا ہے:

الإسرار بالذكر و الأدعية (۹۸)

یعنی، دورانِ طواف ذکر اور دُعاؤں میں اِخفا مستحب ہے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کہ کراہت استحباب کے مقابلے میں مذکور ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ فقہاء کرام نے طواف میں ذکر و دُعا کے اخفا کو مسنون بھی لکھا ہے تو کراہت سنّت کے مقابلے میں مذکور ہونے کی وجہ سے تنزیہی کیسے رہے گی۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس سے انکار نہیں ہے کہ فقہاء کرام نے اِخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو بکر علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و السنّة أن يخفى صوته بالدعا (۹۹)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ دُعا آہستہ آواز سے ہو۔

اور کراہت اگر سنّت کے مقابلے میں مذکور ہو تو بھی تنزیہی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہیں لیکن اِخفاءِ آواز کو واجب بھی کہا گیا ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ صاحبِ لُباب کی عبارت کہ "دورانِ طواف ذکر و دُعا میں اخفاء مستحب ہے" کے تحت لکھتے ہیں:

و فيه بحث لأنه يجب الإخفاء إذا كان الجهر مشوّشاً للطائفين و المصلّين، فقد صرّح ابن الضياء أن رفع الصوت فى المسجد حرام و لو بالذكر(۱۰۰)

یعنی، اس میں بحث ہے کیونکہ طواف میں اخفاء واجب ہے جب کہ جہر ایسا ہو کہ طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے، پس ابن الضیا حنفی (قاضی و مفتی مکہ متوفی ۸۵۴ھ) نے تصریح فرمائی (۱۰۱) ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے اگرچہ ذکر کے

۹۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحباته

۹۹۔ الجوهرة النيرة، المجلد(۱)، كتاب الحج، ص......

۱۰۰۔ المسلك المتقسّط، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۱۰۱۔ البحر العميق، المجلد(۲)، الباب العاشر فى دخول مكة و فى الطواف و السعى، فصل فی بيان انواع الأطوفة، ص ۱۲۱۸

ساتھ ہو۔

اور یہاں کراہت واجب کے مقابلے میں ہے لہٰذا تحریمی ہوگی کما لا یخفٰی۔ اس لئے ثابت ہوگیا کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دُعا مکروہ تحریمی بھی ہے اور تنزیہی بھی۔ اب یہ بات کہ کب تحریمی ہے اور کب تنزیہی یا کس صورت میں تحریمی ہے اور کس میں تنزیہی یا آواز کتنی بلند ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور کتنی ہو تو تنزیہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاءِ کرام کے اقوال و عبارات پر غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ اگر آواز اتنی بلند ہے کہ اس کا ضرر کسی دوسرے کو نہ پہنچتا ہو بلکہ پڑھنے والے کی اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے جیسے ریا و سمعہ کا اندیشہ، اسی لئے صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دُعا اور درود آہستہ پڑھو کہ اپنے کان تک آواز آئے، ملخصاً (۱۰۲)

اور اگر آواز اتنی بلند ہے کہ دوسروں کو ایذاء کا سبب بنے، طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں مبتلا کردے تو کراہت تحریمی ہوگی جیسا کہ مُلّا علی قاری کی مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارت سے ظاہر ہے اور مکروہاتِ طواف میں مذکور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت "و رفع الصوت الخ" کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی بحیث یشوّش علی الطائفین و المصلّین (۱۰۳)

یعنی، (طواف میں آواز بلند کرنا اگرچہ تلاوت قرآن، ذکر و دُعا کے ساتھ آواز بلند کرے مکروہ ہے) اس حیثیت سے کہ طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے۔

اور مفتی عبدالواجد قادری لکھتے ہیں:

ایسی آواز سے طواف کی دعائیں پڑھنا جس سے دوسرے طواف کرنے والے یا نماز پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی ہو مکروہ ہے، اُن پیشہ وروں کی نقل اُتارنے سے بچے جو خود بھی زور زور سے دعائیں پڑھتے اور

۱۰۲۔ بہارِ شریعت، حصہ (۶) طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۳۶۸

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة، فصل فی مکروهاته، ص ۱۸۳

دوسروں کو پڑھواتے ہیں۔ (۱۰۴)

اور آواز کی وہ بلندی جو دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے اُسے اردو میں چلّا چلّا کر پڑھنا کہتے ہیں، چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

وہ دس باتیں ہیں جن سے طواف مکروہ ہوجاتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱۰) قرآن کی آیت یا دُعا یا درود چلّا چلّا کر پڑھے الخ (۱۰۵)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود چلّا چلّا کر نہ پڑھو جیسے مطوّف پڑھایا کرتے ہیں۔ (۱۰۶)

لہٰذا دورانِ طواف دعائیں وغیرہ چلّا چلّا کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی آواز سے پڑھنا کہ خود کے ریاء سُمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، ریا و سُمعہ کا اندیشہ اس طرح ہے کہ جہراً پڑھنے کی صورت میں دوسرے اس کی اقتداء میں لگ جائیں گے تو پڑھنے والے کا ریا و سُمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے مُلّا علی قاری نے اسی طرح لکھا ہے۔ اسی لئے صاحبِ لُباب نے لکھا کہ دورانِ طواف ذکر اور دعاؤں میں اخفاء مستحب ہے اور اس سے مراد اتنا اخفاء ہے کہ جس سے ریا و سُمعہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ رہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی نے اس کے تحت لکھا:

لعلّه أراد بالإسرار المبالغة فی الإخفاء تبعیداً عن السُّمعة و الریّاء (۱۰۷)

یعنی، شاید مصنِّف کی آہستہ پڑھنے سے مراد آہستہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا ہے کہ جو سُمعہ اور ریاء سے دُور رہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۹ ذی القعله ۱٤۲۸ھ، ۹ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 08-F)

۱۰٤۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، طواف کے مسائل، ص ۵۳۔۵٤

۱۰۵۔ الحج مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۱۰۰

۱۰٦۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۳۶۸

۱۰۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحباته ص ۱۸۰

حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا شرعاً کیسا ہے کچھ لوگ اسے مستحب سمجھتے اور کچھ مکروہ کہتے ہیں برائے مہربانی اس مسئلہ کو ہمارے لئے واضح فرمادیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: طواف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کُھلے رکھے نماز کی طرح ناف کے نیچے یا سینے پر ہاتھ نہ باندھے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما ما توهّمه بعض من لا رواية له و لا دراية من استحباب وضع اليدين كالصّلاة فهو نشاءة من غفلته عمّا تواتر من فعله ﷺ من الإرسال في الطّواف، فليس فوق أدبه ربّه أدب مستحب، و لا فوق آداب الأصحاب و أتباعهم من الأئمة الأربعة و إجماعهم، و يكفي للمستند عدم ذكره في مناسكهم (۱۰۸)

یعنی، مگر جو بعض ایسے لوگوں نے وہم کرلیا ہے جس کے پاس نہ کوئی روایت ہے اور نہ اُسے درایت ہے کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ رکھنا مستحب ہے پس وہ طواف میں ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں یہ (حضور کے) متواتر (فعل) سے غفلت کی پیداوار ہے، پس آپ ﷺ کے اپنے ربّ کا ادب کرنے سے بڑھ کر کوئی ادب مستحب نہیں اور نہ اصحاب اور اُن کے اتباع ائمہ اربعہ کے ادب اور اُن کے اجماع سے بڑھ کر کوئی ادب ہے، اور مُقلّد کے لئے اُن کا اپنے مناسک میں اسے ذکر نہ کرنا کافی ہے۔

۱۰۸۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في مستحباته ص ۱۷۷۔۱۷۸

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی نے مُلّا علی قاری کی اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ حضور ﷺ کا متواتر فعل طواف میں ہاتھ چھوڑنا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:

فيه أن الأحاديث ساكتة عن الوضع و الإرسال، و ما أتى بحديث فيه التّصريح بالإرسال فكيف يقول تواتراً (۱۰۹)

یعنی، احادیث ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے کے ذکر سے خاموش ہیں اور مُلّا علی قاری ایسی حدیث بھی نہیں لائے کہ جس میں ہاتھ چھوڑنے کی تصریح ہو پھر وہ تواتر کی بات کیسے کرتے ہیں؟۔

اور مُلّا علی قاری حنفی نے طواف میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

و بهذا يتبين أنه يقال: أن الوضع مكروه لأنه خلاف سنّة المأثورة (۱۱۰)

یعنی، اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ کہا جائے طواف میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنّت ماثورہ کے خلاف ہے۔

اور فقہاء کرام نے اسے تسلیم کیا ہے کہ حالتِ طواف میں ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے لیکن مُلّا علی قاری کے قول کہ ''اسے مکروہ کہا جاسکتا ہے'' کو تسلیم کرنے سے توقف کیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

فائدہ: آنچہ گمان بردہ اند بعض مردم کہ دست بستن در حالہ طواف بر ہیئت نماز مستحب است آن صحیح نیست چرا کہ ثابت نہ شدہ بستنِ دست در حالۂ طواف از حضرت سید عالم ﷺ و نہ از صحابہ و تابعین و نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم پس نباشد مستحب اصلاً آری اگر بہ نیت رعایت ادب و تعظیم و احضار قلب دست بست باکے نباشد و آنچہ شیخ علی قاری حکم بکراہۃ آن

۱۰۹۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی قاری، باب أنواع الأطوفة فصل في مُستحبّاته، ص ۱۷۷

۱۱۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل في مُستحبّاته ص ۱۷۹

مطلق نمودہ است محلِ نظر است واللہ تعالیٰ أعلم(۱۱۱)

یعنی، فائدہ: وہ جو بعض لوگوں نے گمان کرلیا ہے کہ طواف کی حالت میں نماز کی ہیئت میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ طواف کی حالت میں ہاتھ باندھنا حضرت سید عالم ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ صحابہ وتابعین سے اور نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم جمیعاً سے تو یہ اصلاً مستحب نہ ہو گا، سوائے اس کے کہ اگر ہیئت رعایتِ ادب، تعظیم وحضورِ قلبی ہاتھ باندھ لے تو حرج نہ ہوگا اور وہ جو مُلّا علی قاری نے مطلقاً کراہت کا حکم لگایا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہٰذا اختلاف سے بچنے کے لئے دورانِ طواف ہاتھ نہ باندھے اور اس پر تو اتفاق ہے کہ ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے کہ استحباب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذو الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۰ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 09-F)

دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف ہوجانے کا شرع شریف میں کیا ممنوع ہے یا نہیں اور اگر ممنوع ہے تو ایسا ہوجانے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: امان الحق بن اکرام الحق، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حالتِ طواف میں سینے یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنا ممنوع ہے اور اگر ہوجائے تو جتنا فاصلہ کعبۃ اللہ کو سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے تھا اُسے دہرا لے، چنانچہ مفتی عبدالواجد قادری (مصنِّف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حالتِ طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف نہیں ہونا چاہئے اور اگر

۱۱۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم، ص ۱۲٤۔ ۱۲٥

ہوجائے تو جتنا فاصلہ سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے طے کیا ہو اس کو پھر سے دہرائے اور افضل یہ ہے کہ اس چکر کو نئے سرے سے کرلے۔(۱۱۲)

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظّمہ طواف کرنے والے کے سیدھے ہاتھ کو رہا یا کعبہ معظّمہ کو منہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے طواف شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظّمہ میں ہے اعادہ کرے، وہاں سے چلا گیا تو دَم واجب ہے۔(۱۱۳)

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

آنکہ گردانید بیت را بسوئی روئی خود یا بسوئی پشتِ خودی رفت بسوئی پہلوئے یمین یا یسار خود در جمیع این صُور مرتکب شد فعل حرام را و واجب باشد بروے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم بروی (۱۱٤)

یعنی، یہ کہ بیت اللہ کو اپنے چہرے کی طرف رکھے یا اپنی پشت کی جانب اور (طواف میں) اپنے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف چلے، ان تمام صورتوں میں وہ حرام فعل کا مرتکب ہوا اور اُس پر اِس طواف کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اُس پر دَم لازم آئے گا۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱٤ھ بعض لوگوں کی طواف میں عجیب حرکات کے مشاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإنه لا شك أنه يحرم عليه لاشتماله على الإقبال و الإدبار، و المشي باليمين و اليسار (۱۱٥)

۱۱۲۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، طواف کے مسائل، ص ۵۰

۱۱۳۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف کے مسائل، ص ٣٦٨

۱۱٤۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم دربیان شرائط صحت طواف، امّا واجباتِ طواف الخ، پنجم، ص ۱۱۹

۱۱٥۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطّواف، ص ۱٦۹

یعنی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر وہ حرام ہے کیونکہ (اس کی وہ حرکت طواف میں) کعبہ کو اپنے سامنے رکھنے اور کعبہ کی طرف پشت کرنے اور دائیں بائیں چلنے پر مشتمل ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا دورانِ طواف کعبۃ اللہ کو سینہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور جو فاصلہ اس حال میں طے ہوگا اُسے طواف سے شمار نہیں کیا جائے گا، لہٰذا اس کا اعادہ لازم ہوگا، اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین،ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۰دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 10-F)

عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام باندھ کر آیا تو وہ کیا کرے؟ طواف تحیۃ المسجد ادا کرے پھر عمرہ کا طواف؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

السادس طواف تحية المسجد و هو يستحب لكل من دخل المسجد (۱۱٦)

یعنی، چھٹا طواف، طواف تحیۃ المسجد ہے اور یہ ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو۔

اور یہ استحباب اس وقت ہے جب آنے والے پر کوئی ایسا طواف نہ ہو جو اس سے قوی ہو جیسے فرض یا واجب یا سنّت، اگر آنے والے پر فرض یا واجب یا سنّت طواف ہے تو پھر اس

۱۱٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، ص۱۰۹

کے حق میں الگ سے طواف تحیۃ المسجد مستحب نہیں بلکہ وہ جو بھی طواف ادا کرے گا اس سے یہ طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

إلا إذا كان عليه غيره أى من الأطوفة فيقوم هو أى ذلك الغير مقامه أى ينوب منابه، و يدخل فى ضمنه كا لمعتمر أعم من أن يكون متمتّعاً أولا، فإنه يطوف طواف فرض العمرة، و يندرج فيه طواف تحية المسجد، كما لرتفع به طواف القدوم الذى هو أقوى من طواف تحية المسجد، و كذا إذا دخل المسجد من عليه فرض أو غيره فصلّى ذلك، فإنه قام مقام صلاة تحية السمجد، ذلك لأن تحية هذا المسجد الشريف بخصومه هو الطّواف إلّا إذا كان له مانع، فحينئذٍ يصلّي تحية المسجد إن لم يكن وقت كراهية الصّلاة (۱۱۷)

یعنی، (مسجد الحرام میں داخل ہونے والے کے لئے طواف تحیۃ المسجد مُستحب ہے) مگر جب اُس پر اِس کا غیر اور طواف لازم ہو تو وہ طواف تحیۃ المسجد کا غیر طواف اس (طواف تحیۃ المسجد) کے قائم مقام ہو جائے گا اور یہ اس کے ضمن میں داخل ہو جائے گا، جیسے معتمر قطع نظر اس سے کہ وہ مُتمتّع ہو یا نہ ہو تو وہ عمرہ کا فرض طواف کرے گا تو اس (طواف فرض) میں طواف تحیۃ المسجد مندرج ہو جائے گا، جیسے اس (طواف عمرہ) کی وجہ سے طواف قدوم اُٹھ جاتا ہے جو کہ طواف تحیۃ المسجد سے زیادہ قوی ہے، جیسا کہ مسجد میں ایسا شخص داخل ہو کہ جس پر فرض یا اس کی غیر کوئی نماز ہو اور وہ اُسے ادا کرے تو وہ نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ خصوصاً اِس مسجد شریف کی تحیۃ طواف ہے مگر جب کہ اس کی ادائیگی سے کوئی مانع ہو تو اس وقت (مسجد الحرام آنے والا) اگر مکروہ

۱۱۷۔ المسلك المقسّط فى المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة ص۱۰۹

وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد (نماز) پڑھے۔

لہٰذا عمرہ کا احرام باندھ کر مسجد الحرام آنے والا عمرہ کا طواف کرے گا اور اس سے طواف تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة ذى الحجة ١٤٢٨ھ، ١٤ ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 14-F)

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف کرتے وقت کبھی کبھار طواف کے پھیرے بھول جاتے ہیں یاد نہیں رہتا کہ کتنے ہوئے ہیں جیسے شک ہو گیا کہ چھ ہوئے ہیں یا سات تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: شک اگر فرض طواف یعنی طواف زیارۃ یا طواف عمرہ یا طواف واجب جیسے طواف وداع میں واقع ہوا ہو تو اعادہ کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو شكّ في عددِ الأشواط (أى بالزيادة أو النّقص) في الرّكن (أى ركن الحج) أو العمرة أعاده (أى احتياطاً) و لا يبني على غالب ظنّه (١١٨)

یعنی، اگر طواف رُکن یعنی حج یا عمرہ کے طواف کے پھیروں میں زیادہ یا کم ہونے کا شک واقع ہوا تو احتیاطاً اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تنبيه: لو شكّ في عددِ الأشواط في طوافِ الرُّكنِ أعادَهُ، و لا

١١٨ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، باب أنواع الأطوفة فصل في مسائل شتى، ص ١٨٤

يبني على غالبِ ظنّهِ (١١٩)

یعنی، اگر طواف رُکن کے پھیروں میں شک واقع ہوا تو اعادہ کرے اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الظاهر أن الطّواف الواجب في حكم الرّكن لأنه فرضٌ عمليٌ (١٢٠)

یعنی، ظاہر ہے کہ طواف واجب رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شک افتاد در عددِ اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طواف زیارت و طواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اورا از سر نو بنا نہ کند بر غالب ظن بر خلاف نماز (١٢١)

یعنی، اگر طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طواف زیارت اور طواف عمرہ یا واجب ہے جیسے طواف وداع تو اس کا از سرِ نو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے۔

اور اعادہ سے مراد اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا یعنی شک ہو کہ چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو چھ سمجھے چنانچہ علامہ شامی کی عبارت "لو شك في عدد الأشواط في طواف الرّكن أعاده الخ" کے تحت علامہ رافعی لکھتے ہیں:

أى أعاد الشّوطَ الذى شَكَّ فيه، ليس المرادُ أن يُعيدَ الطّوافَ كلَّه، كما مرّ يظهرُ (١٢٢)

١١٩ ـ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب في طواف القدوم ص ٥٨٢

١٢٠ ـ المسلك المتقسّط، ص ١٨٤

١٢١ ـ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم فصل هشتم، ص ١٥٤

١٢٢ ـ تقريرات الرافعى على رد المحتار، المجلد (٣)، كتاب الحج، مطلب في طواف القدوم ص ٥٨٢

یعنی، اعادہ کرنے سے مراد ہے کہ اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا، یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اگر شک فرض یا واجب طواف کے علاوہ میں واقع ہوا ہو تو اس پھیرے کا اعادہ نہ کرے بلکہ غالب گمان پر عمل کرے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم مفهوم المسألة أنه إذا شك في عدد أشواط غير الرُّكن لا يعيده بل يبني على غلبة ظنّه لأن أمر غير الفرض مبني على التوسّعة (۱۲۳)

یعنی، پھر مسئلہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن (وغیر واجب) طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہو جائے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے کیونکہ امر غیر فرض گنجائش پر مبنی ہے۔

اسی طرح علامہ شامی نے اسے مُلّا علی قاری کے حوالے سے رد المحتار (۱۲۴) نقل کیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و اگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند او را بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود (۱۲۵)

یعنی، اگر طواف غیر فرض ہے اور غیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے۔

اور بعض علماء کرام طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک کے معاملے کو نماز میں تعداد رکعات میں شک واقع ہونے کی مثل قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی صیغۂ تمریض

۱۲۳۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۴
۱۲۴۔ ردّ المحتار، المجلد (۳)، کتاب الحج، ص ۵۸۲
۱۲۵۔ حیاة القلوب في زیارة المحبوب، باب سیوم فصل هشتم، ص ۱۵۴

کے ساتھ لکھتے ہیں:

قیل: إذا کان یکثر ذلك یتحرّی (۱۲۶)

یعنی، کہا گیا کہ جب شک کثرت سے ہو تو تحرّی کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم او در نماز است مطلقاً اگر چہ طواف فرض باشد یا غیر او پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد و اگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد و الّا بنا کند بر اقل چنانکہ در نماز (۱۲۷)

یعنی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگر چہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر شک اگر پہلی بار واقع ہوا ہے تو اَز سرِ نَو طواف کرے گا اور اگر شک کثرت سے ہو تو غور و فکر کرے اور اگر کوئی غالب گمان ہو تو اس پر بنا کرے ورنہ کم تر پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

بہر حال پہلی روایت یا پہلا قول معتبر ہے کہ دوسرے قول کو علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''قیل'' کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس کے ضُعف پر دال ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ''بعضے گفتہ اند'' کہہ کر نقل کیا جو اس کے معتمد نہ ہونے کی دلیل بنا جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ شامی نے ''ردالمحتار'' میں صرف پہلے قول کو ہی نقل کیا دوسرا قول ذکر نہیں کیا۔

اور پھر علماء کرام نے لکھا ہے اگر کوئی عادل شخص پھیروں کی تعداد بتادے تو شک واقع ہونے کی صورت میں مستحب ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو اخبره عدل بعدد یستحب أن یأخذ بقوله (۱۲۸)

۱۲۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۱۸۴
۱۲۷۔ حیاة القلوب في زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل هشتم در بیان مسائل متفرقه الخ، ص ۱۵۴، ۱۵۵
۱۲۸۔ لُباب المناسك

یعنی، اگر اُسے کسی عادل شخص نے طواف کے پھیروں کی تعداد کی خبر دی تو مستحب ہے کہ اس کے قول کو لے لے۔

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی إحتیاطاً فیما فیه الاحتیاط، فیکذب نفسه لاحتمال نسیانه، و یصدّقه لأنه عدل لا غرض له فی خبره (۱۲۹)

یعنی، اس معاملے میں کہ جس میں احتیاط ہے احتیاط کے طور پر اس کے قول کو لے گا اور اپنی بھول کے احتمال کی وجہ سے اپنے نفس کو جھٹلا دے گا اور اس کی تصدیق کرے گا کیونکہ خبر دینے والا عادل ہے اور خبر دینے میں اس کی (اپنی) کوئی غرض نہیں۔

اور اگر دو عادل خبر دیں تو اُن کی خبر پر عمل واجب ہے چاہے اسے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہوا ہو یا نہ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو أخبره عدلان وجب العمل بقولهما (۱۳۰)

یعنی، اگر اسے دو عادل خبر دیں تو اُسے ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس کے تحت شارح مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی إن لم یشك لأن عِلْمَین خیر من علمٍ واحدٍ، و لأن إخبارهما بمنزلة شاهدَین علی إنکاره فی فعله أو إقراره (۱۳۱)

یعنی، اگر چہ شک واقع نہ ہوا ہو کیونکہ دو کا علم ایک کے علم سے بہتر ہے اور اس لئے کہ دو عادلوں کا خبر دینا اس کے اپنے کام سے انکار اور اقرار پر دو گواہوں کے مرتبے میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۷ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱٦ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 19-F)

۱۲۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸٤

۱۳۰۔ لُباب المناسك

۱۳۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸٤

دورانِ طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جوتے پہن کر بعض چپل پہن کر مسجدِ حرام اور مطاف میں پھرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عمران، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: دورانِ طواف پاک و صاف جوتے یا موزے پہننے کو فقہاء کرام نے مُباحات میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اِسے بے ادبی شمار کیا ہے جب کہ بلاعذر پہنے اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض فقہاءِ احناف نے بلاعذر مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی مُباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

والطّواف فی نعلٍ أو خُفٍ إذا کانا طاهرَین (۱۳۲)

یعنی، چپل یا موزے میں طواف (مُباح ہے) جب کہ وہ پاک ہوں۔

اور دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و الطّواف متنعلاً ترك الأدب (۱۳۳)

یعنی، چپل پہن کر طواف کرنا ترکِ ادب ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱٤ھ لکھتے ہیں:

لکن فی النّعلین و لو طاهرَین ترك الأدب کما ذکره فی "البدائع" (۱۳٤) إلا أنه محمول علی حال عدم العذر (۱۳۵)

یعنی، لیکن چپل پہن کر طواف کرنا اگر چہ پاک ہوں ترکِ ادب ہے جیسا کہ اسے "بدائع الصنائع" میں ذکر کیا مگر وہ عُدمِ عذر کی حالت پر محمول ہے۔

۱۳۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مُباحاته ص ۱۸۱

۱۳۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸۵

۱۳٤۔ بدائع الصنائع، المجلد (۱)، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارۃ و واجباته ص ۷۵

۱۳۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ۱۸۱

اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إلا فيكون مكروه (١٣٦)

یعنی، اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے۔

لیکن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے چنانچہ مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طواف کردن با نعل چون بغیر عُذر باشد چہ مکروہ است دخول مع النعل در مسجد مطلقاً اگر چہ در حالۃ غیر طواف باشد (۱۳۷)

یعنی، چپل کے ساتھ طواف کرنا مکروہ ہے جب کہ بلا عذر ہو کیونکہ چپل کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا مطلقاً مکروہ ہے اگر چہ غیر طواف کی حالت میں ہو۔

مُلّا علی قاری حنفی نے ترکِ ادب کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

أي المستفاد من قوله تعالىٰ: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (طٰهٰ:١٢) إلا لضرورة التّعب (١٣٨)

یعنی، ترکِ ادب اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" سے مستفاد ہے مگر کسی ضرورت کی وجہ سے (ہو تو ترکِ ادب نہیں)۔

جب کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے اسی آیت کو مسجد میں مطلقاً چپل پہن کر جانے کی کراہت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

لقوله تعالىٰ "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" (١٣٩)

یعنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"۔

١٣٦۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، ص ١٨١

١٣٧۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم، فصل ششم، ص ١٥٣

١٣٨۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل في مسائل شتى، ص ١٨٥

١٣٩۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم، فصل ششم، ص ١٥٣

مُلّا علی قاری حنفی نے اسے ترکِ ادب قرار دیتے ہوئے "بدائع الصنائع" کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے کراہت کا قول ذکر کرنے کے بعد "بدائع الصنائع" کے حوالے سے ترکِ ادب کے قول کو بھی ذکر کیا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قول اُن کے نزدیک راجح نہیں ہے اور کراہت کے قول کا حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كذا صرّح به في الفتاوىٰ السراجيّة و غيرها (١٤٠)

یعنی، اسی طرح "فتاویٰ سراجیہ" وغیرہا میں (کراہت کے قول کی) تصریح کی ہے۔

اور "فتاویٰ سراجیہ" کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

دخول المسجد متنعلاً مكروه، قال اللّٰه تعالى: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (٤١)

یعنی، چپل پہن کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"

بہر حال کراہت کے قول کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے کہ جوتوں وغیرہا کی پاکی نادر ہوتی ہے جب کہ موزوں کے بارے مُلّا علی قاری نے اباحت کا قول کیا ہے اور مخدوم صاحب نے بھی "بدائع" کے حوالے سے اباحت کو ہی ذکر کیا ہے جب کہ پاک ہوں۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٨ذي الحجة ١٤٢٨ھ، ١٧ ديسمبر ٢٠٠٧م (New 21-F)

چھت سے طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ پہلی یا

١٤٠۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف، فصل ششم، ص ١٥٣

١٤١۔ الفتاوىٰ السراجية، كتاب الكراهية، باب المسجد، ص ٧١

دوسری منزل سے طواف کرنے سے طواف ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مسجد الحرام کی چھت پر سے طواف کرنا جائز ہے کیونکہ کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے اگرچہ مردوں کے حق میں افضل یہی کہ کعبۃ اللہ کے قریب سے طواف کریں، چنانچہ جواز کے بارے میں علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی شرائطِ صحتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فی المسجد و لو علی سطحه (۱٤۲)

یعنی، مسجد الحرام میں طواف درست ہے اگرچہ اس کی چھت پر سے ہو۔

اور مقام طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و لو علی سطح المسجد و لو مرتفعاً عن البیت (۱٤۳)

یعنی، طواف اگرچہ مسجد کی چھت سے ہو اگرچہ چھت بیت اللہ سے بلند ہو جائز ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من جُدْرانه کما صرّح به صاحب الغایة (۱٤٤)

یعنی، بیت اللہ شریف کی دیواروں سے بلند ہو جیسا کہ صاحب غایۃ البیان نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ہمچنیں جائز است کہ طواف کند بالائی سطح مسجد اگرچہ مرتفع باشد از کعبہ معظّمہ (۱٤٥)

۱٤۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی شرائط صحة الطواف، ص ۱٦۰

۱٤۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، فصل فی مكان الطواف، ص ۱٦٥

۱٤٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مكان الطواف، ص ۱٦٥

۱٤٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم در ذکر صفت دخول مکہ معظمہ فصل دویم در بیان شرائط صحتِ طواف، ص ۱۱٦

یعنی، اسی طرح جائز ہے کہ مسجد کے اوپر چھت سے طواف کرے اگرچہ چھت کعبہ معظّمہ سے بلند ہو۔

اور کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے کیونکہ کعبہ اُس خطۂ ارض کا نام ہے یہاں تک کہ معاذ اللہ کعبہ اگر منہدم ہو جائے تو اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے سے نماز جائز ہو جاتی ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن حقیقة البیت هو الفضاء الشامل لما فوق البناء من الهویٰ، و لهذا صحت الصّلاة فوق جبل أبی قبیس إجماعاً حتی لو انهدم البیت نعوذ بالله جاز الصّلاة إلی البقعة (۱٤٦)

یعنی، کیونکہ بیت اللہ شریف کی حقیقت وہ فضاء ہے جو کعبہ معظّمہ کی عمارت کے اوپر فضاء کو شامل ہے، اسی لئے جبل ابی قُبیس کے اوپر بالاجماع نماز جائز ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ کعبہ معظّمہ منہدم ہو جائے تو اس بقعہ مقدسہ کی طرف نماز جائز ہے۔

اور مردوں کے حق میں کعبہ معظّمہ کا قُرب اور عورتوں کے لئے بُعد مستحب ہونے کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و أن یکون طوافه قریباً من البیت و للمرأة البُعد (۱٤۷)

یعنی، مرد کے لئے طواف میں بیت اللہ کے قریب ہونا اور عورت کے لئے دُور رہنا مستحب ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۳ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۲ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 26-F)

۱٤٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مكان الطواف، ص ۱٦٥

۱٤۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحبّاته ص ۱۷۷

طوافِ کعبہ اور بے پردگی یا سترِ عورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سی عورتیں طواف میں بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، کچھ عورتوں کا لباس انتہائی باریک ہوتا ہے کہ رنگت جھلکتی ہے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے کچھ کا چُست کہ اعضا کی ساخت واضح ہوتی ہے، بعض کے کچھ بال ظاہر، بعض کی کلائیاں وغیرہ ظاہر، بعض بلا احرام چہرہ کھول کر مردوں میں چلتی ہیں، اس سے ان کا طواف پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس معاملے میں ان عورتوں کے شوہروں یا وارثوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

(السائل: شکیل، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں سترِ عورت واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (جو دسویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے) لکھتے ہیں:

الثالث (أی من الواجبات) ستر العورة (١٤٨)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے تیسرا واجب سترِ عورت ہے۔

اور اپنی دوسری کتاب ''مناسکِ کبیر'' میں لکھتے ہیں:

و أمّا السّتر فإن وجوبه لأجل الطّواف أخذ من قوله ﷺ: "ألّا لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ هٰذَا الْعَامِ مُشْرِكٌ وَ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ" فبسبب الكشف يتمكن نقصان في الطواف (١٤٩)

یعنی، مگر ستر (عورت) تو اس کا وجوب طواف کے لئے نبی ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے کہ ''سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج نہ کرے اور کوئی ننگا بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے''، پس ستر کے کُھلے

١٤٨۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل في واجبات الطّواف، ص١٦٨

١٤٩۔ مجامع المناسك و نفع الناسك، باب أنواع الأطوفة فصل في واجبات الطواف، ص١٢٥

ہونے سے طواف میں نقصان آئے گا۔

سترِ عورت بنفسِ خود فرض ہے مگر طواف میں واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

دویم از واجبات ستر عورت است در حق طواف اگر چہ ستر عورت بنفس خود فرض است (١٥٠)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے دوسرا واجب سترِ عورت ہے اگرچہ سترِ عورت بنفسِ خود فرض ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

فائدة عدِّهِ واجباً هنا مع أنّه فرضٌ مطلقاً لزومُ الدَّمِ به (١٥١)

یعنی، سترِ عورت کو یہاں واجب شمار کرنے کا فائدہ باوجود اس کے مطلقاً فرض ہونے کے اس سے دم کا لزوم ہے۔

ستر سے مراد: بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت یعنی اس کا چُھپانا فرض ہے ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں بحوالہ ''درمختار'' و ''ردالمحتار''۔ آزاد عورتوں کے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں ان کا چُھپانا بھی فرض ہے۔ (١٥٢)

اور اگر ستر کے اتنے کُھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جو نماز میں جائز نہیں یعنی جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی دم واجب ہو جائے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

١٥٠۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم فصل دویم ص١١٨

١٥١۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، المجلد (٣)، کتاب الحج، مطلب فی فروض الحجّ و واجباته تحت قوله: و ستر العورة فیه ص٥٤٠

١٥٢۔ بہارِ شریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص١٧٦۔١٧٧

فلو طاف مكشوفاً وجب الدم و قال شارحه أي قدر ما لا تجوز الصلاة معه (١٥٣)

یعنی، اگر اتنے کُھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جس کے ساتھ نماز جائز نہیں تو دَم واجب ہوگیا۔

اور وہ حصہ کہ جس کے کُھلے ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور طواف میں دَم لازم آتا ہے ہر عضو کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر چند جگہ سے کُھلا ہو تو اُسے جمع کر کے دیکھا جائے گا اگر کم از کم اس عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے نہ نماز جائز ہوگی اور طواف میں دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و المانع كشف رُبع العضو فما زاد كما في الصّلاة و إن انكشف أقلّ من الرّبع لا يمنع و يجمع المتفرّق (١٥٤)

یعنی، وہ مقدار جو مانع ہے وہ عضو کے چوتھائی حصہ یا زیادہ کا کُھلا ہونا ہے جیسا کہ نماز میں اور اگر چوتھائی عضو سے کم کُھلا تو مانع نہیں اور متفرق جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

طواف کرتے وقت ستر چُھپا ہونا (واجب ہے) یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کُھلا رہا تو دَم واجب ہوگا اور چند جگہ کُھلا رہا جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کُھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دَم واجب ہوگا۔(۱۵۵)

اور اگر چند اعضاء تھوڑے تھوڑے کُھلے ہوں اور کوئی بھی اس عضو کا چوتھائی نہ ہو تو سب کے مجموعے کو دیکھا جائے کہ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے بھی دَم واجب ہوگا،

١٥٣۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، ص١٦٨
١٥٤۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب أنواع الأطوفة فصل في واجبات الطواف، ص١٦٨
١٥٥۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے واجبات، ص۳۳۳

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

چون منکشف قدرے از اعضاء متعددہ از ہر یکے کمتر از رُبع جمع کردہ شود آن ہمہ را چنانکہ در نماز (١٥٦)

یعنی، اگر چند اعضاء ننگے ہوں مگر ہر ایک چوتھائی سے کم ہو تو سب کو مِلا کر دیکھا جائے گا جیسا کہ نماز میں (کہ مجموعہ چوتھائی عضو ہے تو وہی حکم ہوگا جو ایک عضو کے چوتھائی حصہ کے ننگے ہونے کا ہے)۔

اور کشفِ عضو کسی عذر صحیح کی وجہ سے ہو تو دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

مگر آنکہ بعُذر کردہ باشد (١٥٧)

یعنی، مگر کسی عذر کی بنا پر ایسا ہوا تو دَم واجب نہ ہوگا۔

اور طواف اگر فرض یا واجب ہے تو کشفِ عورت میں وہی حکم ہے جو بیان ہوا یعنی دَم واجب ہے اور اگر طواف سنّت یا نفل ہے تو صدقہ ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی مصنّف کی عبارت ''دم واجب ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

هذا في الطوافِ الواجب، و إلّا تجبُ الصدقة (١٥٨)

یعنی، یہ (دم کا) حکم طواف واجب میں ہے ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

اور اعادہ کر لینے کی صورت میں دَم ہو یا صدقہ ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارات فقہاء سے واضح ہے اور اسی لئے بعض نے پہلے اِعادہ کا حکم لکھا ہے اور اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم کا وجوب لکھا ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد و حال آنکہ رُبع عضو از عورات او مکشوف بود واجب باشد اعادۂ آن طواف مع الستر و اگر اعادہ نکرد دَم لازم گردد مگر آنکہ بعذر کردہ

١٥٦۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم فصل دويم ص ١١٨
١٥٧۔ حياة القلوب، ص١١٨
١٥٨۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب في فروض الحج و واجباته، تتمّه ص ٥٤١

باشد(۱۵۹)

یعنی، اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا اس حال میں کہ اس کے عضو کا چوتھائی حصہ کُھلا ہوا تھا تو اس طواف کا ستر کے ساتھ اِعادہ واجب ہے اگر نہ لوٹائے گا تو دَم واجب ہوگا مگر یہ کہ کسی عذر کی بنا پر ہو تو (دَم واجب نہ ہوگا)۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ مرد وعورت کے وہ اعضاء کہ جن کا نماز میں چُھپا ہونا فرض ہے حالتِ طواف میں اُن کا چھپا ہونا واجب ہے اور حالتِ طواف میں اُن میں سے کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ اگر کُھلا ہوگا یا متعدّد اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ کُھلا ہو، اور سب کو جمع کیا جائے تو ایک عضو کا چوتھائی ہو جائے، تو اس صورت میں طواف فرض یا واجب ہو یا نفل بہر صورت اِعادہ واجب ہے اور اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں فرض، واجب میں دَم اور ان کے غیر میں صدقہ لازم ہوگا، اور تمام صورتوں میں توبہ بھی لازم ہوگی اور اگر کسی ایسے عذر کی بنا پر ہو جو عذر شرع میں مقبول ہو تو نہ دَم وصدقہ لازم ہے اور نہ گناہ۔

ستر کے اعضائے عورت

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں: مرد کے اعضائے عورت نو(۹) ہیں علامہ ابراہیم حلبی و علامہ شامی وعلامہ طحطاوی وغیرہم نے گنے ہے: ذکر (آلہ تناسل) مع سب اجزاء، حشفہ، قصبہ و قلفہ کے اُنثیین یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں ان میں فقط ایک کی چوتھائی کُھلنا مُفسدِ نماز نہیں، دُبُر یعنی پاخانہ کا مقام ہر ایک سُرین جُدا عورت ہے، ہر ران جُدا عورت ہے، جڑھے سے گُھٹنے تک ران ہے گُھٹنا بھی اس میں داخل ہے الگ عضو نہیں تو اگر پورا گُھٹنا بلکہ دونوں کُھل جائیں تو نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچے، ناف کے نیچے سے عُضوِ تناسل کی جڑ تک اور اس کی سیدھ میں پشت اور دونوں کروٹوں کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے،

۱۵۹_ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۱۸

اعلیٰ حضرت مجدّدِ مأتہ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ دُبُر و اُنثیین کے درمیان کی جگہ ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضاء کا شمار اور ان کے تمام احکام کو ان چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت بمرد نہ عضو است
از تہ ناف تا تہِ زانو!
ہر چہ رُبعش بقدر رُکن کشود
باکشودی دمے نماز مجو
ذکر و اُنثیین و حلقہ پس
دو سُرین ہر فخذ بہ زانوئے او
ظاہر افضل اُنثیین و دُبُر
باقی زیر ناف از ہر سو

آزاد عورت کے اعضاءِ عورت

آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ عُضو کے جن کا بیان گزرا سارا بدن عورت ہے (وہ پانچ جو کہ مستثنیٰ ہیں منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں کے تلوے ہیں) اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل کہ اُن میں سے جس کی چوتھائی کُھل جائے نماز کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں بال جو لٹکتے ہوں دونوں کان گردن اس میں گلا بھی داخل ہے دونوں شانے دونوں بازو اِن میں کہنیاں بھی داخل ہیں دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد گٹوں کے نیچے تک، سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی حد زیریں تک دونوں ہاتھوں کی پشت، دونوں پستانیں جب کہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اُٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینہ سے جُدا عضو کی ہیأت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کی تابع ہیں جُدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں بھی ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جُدا عضو نہیں پیٹ یعنی سینہ کی تابع ہیں جُدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جُدا عضو نہیں پیٹ یعنی

سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے، پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے دونوں سُرین فرج و دُبر دونوں رانیں گھٹنے بھی انہیں میں شامل ہیں ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے، دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت دونوں تلوے اور بعض علماء نے دست اور تلووں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔(١٦٠)

عورت کا چہرہ

عورت کا چہرہ اگر چہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے، یونہی اس کی طرف منہ کرنا غیر محرم کے لئے جائز نہیں اور چھونا تو اور زیادہ منع ہے بحوالہ ''درمختار'' (١٦١)

باریک کپڑوں کا حکم

اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں اس سے نماز پڑھی نہ ہوئی بحوالہ ''عالمگیری''۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی (رضا) بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور بعض مرد تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے اُن کی نمازیں نہیں ہوتیں۔(١٦٢)

چُست لباس کا حکم

دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف

١٦٠۔ بہارشریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص ١٧٨۔١٧٩

١٦١۔ بہارشریعت:١/٣/١٧٩

١٦٢۔ بہارشریعت:١/٣/١٧٩

دوسرے کو نگاہ کرنا جائز نہیں بحوالہ ''ردالمحتار'' اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے اور عورتوں کے لئے بدرجۂ اَولیٰ ممانعت بعض عورتیں بہت چُست جامے پہنتی ہیں اس مسئلہ سے سبق لیں۔(١٦٣)

اور جس کپڑے سے سترِ عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔(١٦٤)

باریک و چُست لباس کی ممانعت کی دلیل

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كَمْ مِنْ كَاسِيَاتٍ عَارِيَاتٌ (١٦٥)

یعنی، کتنی کپڑے پہننے والیاں ننگیاں ہوں گی۔

عورتوں کو اس حدیث شریف پر غور کرنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے ان باریک اور چُست لباس پہننے والی عورتوں کو ننگی فرمایا گویا کہ انہوں نے لباس ہی نہیں پہنا ہوا اگر چہ بظاہر ان کے جسم پر لباس ہے۔

١٦٣۔ بہارشریعت:١/٣/١٧٩

١٦٤۔ بہارشریعت:١/٣/١٧٩

١٦٥۔ امام مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ: رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَ إِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا" (صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزّینة، باب النساء الكاسِيَاتِ العاريات الخ، برقم:٢١٢٨، ص ٨٤٦، و کتاب الجنّة و صفة نعیمها الخ، باب النّار يدخلون الجبّارون الخ، برقم:٢١٢٨، ص ١٠٩٥)
یعنی، جہنمیوں کی دو ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں، دوسری وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگیاں ہوں گی، وہ راہِ حق سے ہٹانے والی اور خود بھی ہٹی ہوئی ہوں گی، اُن کے سر بختی اونٹوں کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی اور جنت کی خوشبو اتنی مسافت سے آتی ہے۔
امام نووی شافعی فرماتے ہیں یہ حدیث نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ یہ دونوں قسمیں اب موجود ہو گئی ہیں اس میں اُن دونوں قسموں کی مذمت ہے۔(شرح صحیح مسلم للنووی، ٧/ ١٤/ ٩٢)

بہر حال جس بے ستری سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ بے ستری طواف میں مکروہ تحریمی ہوگی، یعنی جو ستر پوشی نماز میں فرض ہے وہی طواف میں واجب اور سابقہ صفحات میں مرد اور عورت کے اعضاءِ ستر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں سے دیکھ کر حکم معلوم کیا جا سکتا ہے اور باریک لباس جس کی تفصیل پہلے گزری وہ اگر بظاہر کسی عضو کو ڈھکے ہوئے ہے لیکن حقیقت میں وہ عضو ننگا ہے یعنی نماز میں وہ عضو ننگا شمار ہو گا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور طواف میں اس سے واجب کا (یعنی ستر عورت) ترک ہو گا اور چُست لباس کہ جس کا ذکر پہلے کیا گیا اگرچہ اس سے نماز کا فرض اور طواف کا واجب ادا ہو جائے گا جب کہ موٹا ہو مگر ممنوع ہے دوسروں کو تشویش میں ڈالنے اور گناہ میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

عورتوں کی بے باکی

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اپنے دَور میں دورانِ طواف عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و من المنكر الفاحش ما يفعله الآن نسوة بمكة فی تلك البقعة من الاختلاط بالرّجال و مزاحمتهنّ لهم فی تلك الحالة مع تزيُّنهنّ بأنواع الزّينة، و استعمالهنّ ما يفوح منه الرّوائح العطر فيشوّش بذلك على متورّعی الطّائفين، و يستجلبن بسببه نظر الباقين، و ربما طاف بعضهنّ بكشف شیٔ من اعضائهنّ لاسيما من أيديهنّ و أرجلهنّ، و قد تقع مماستهنّ فتنتقض الطّهارة عند الشّافعية و تنعلم صحة طوافهنّ وطواف من مسهنّ (١٦٦)

یعنی، مُنکراتِ فاحشہ میں سے ہے جو اَب عورتیں مکہ معظّمہ میں کرتی ہیں اس مبارک خطے میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور اس حال میں مختلف قسم

١٦٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص١٨٧

کی زینتوں سے مُزیّن ہو کر اُن کے مردوں کے ساتھ بھیڑ اور اُن کا ایسی خوشبوئیں استعمال کرنا کہ جن کی خوشبو اُٹھتی ہو پس وہ اس سے پرہیز گار طواف کرنے والوں پر تشویش کا سبب بنتی ہیں، اور باقیوں کی نظریں اپنی طرف متوجہ کراتی ہیں، بسا اوقات بعض اعضاء کے ننگے ہونے کے ساتھ طواف کرتی ہیں خاص طور پر ان کی کلائیاں اور پاؤں اور کبھی ننگے ہاتھ پاؤں دوسروں سے مَس ہوتے ہیں کہ جس سے شافعی حضرات کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان کا اپنا طواف اور جسے وہ لگیں سب کے طواف کا صحیح ہونا مُعدم ہو جاتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ اپنے دَور میں دَورانِ سعی عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض عورتوں کو میں نے دیکھا کہ بے باکی سے سعی کرتی ہیں کہ ان کا کلائیاں اور گلا کُھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظّمہ میں معصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے یوہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظّمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا حالانکہ طواف میں ستر کا چُھپانا علاوہ اس فرض دائمی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے دو گناہ کئے وہ بھی کہاں بیت اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں، بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں گُھس جاتی ہیں اور اُن کا بدن مردوں کے بدن سے مَس کرتا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں حالانکہ طواف یا بوسہ حجر اسود ثواب کے لئے کیا جاتا ہے مگر وہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں، لہٰذا اِن اُمور

کی طرف حجاج کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ
عورتیں ہوں انہیں بتاکید ایسی حرکات سے منع کرنا چاہئے۔(۱۶۷)

مُلّا علی قاری اور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ نے اپنے اپنے دَور کی بات کی، جن عورتوں کو انہوں نے دیکھا وہ بے باکی، بے پردگی، بے حیائی، بے حسی، نافرمانی میں آج کی عورت سے ہزار ہا درجے مذکورہ اُمور میں کم تھیں، وہ اُس دَور کی بات کرتے ہیں جب چادر، چاردیواری کا تصوّر موجود تھا آج یہ تصوّر مفقود ہو چکا ہے۔ اُس دَور میں عورتوں کی اکثریت باپردہ تھی آج اکثر مردوں کی عقل باپردہ ہے، اُس دَور میں بے پردگی و بے حیائی عیب سمجھی جاتی تھی اور آج پردہ و حیاء عیب تصوّر کئے جانے لگے ہیں الامان والحفیظ اس وقت مرد حاکم تھے اب ان کی اکثریت محکوم، لہٰذا اس وقت کا مرد غیرت مند تھا آج غیرت اقل قلیل ہوتی جا رہی ہے، اس وقت بے حیائی وفحاشی کو فروغ دینے کے لئے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا موجود نہ تھا، آج ملکی وغیر ملکی میڈیا ان کے فروغ میں دن رات کوشاں ہے، اس دَور میں عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار تھی آج اکثریت نافرمان، اس دَور میں شوہر کی فرمانبرداری عورت کا فخر تھی، آج نافرمانی باعثِ افتخار، وغیر ذالک

تو اتنے بڑے فرق اور اتنی عظیم تبدیلی کے بعد یہ اندازہ لگانا کہ آج کیا حالت ہوگی یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے، جب گناہ ثواب سمجھ کر، نافرمانی طاعت سمجھ کر کئے جانے لگیں تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

مردوں کی ذمہ داری

جو عورتیں ممنوعاتِ شرعیہ کا دیدہ دانستہ ارتکاب کرتی ہیں اُن کے وارث یا شوہر اگر انہیں اس سے منع نہیں کرتے یا اس پر راضی ہیں تو وہ بھی اُن کی طرح سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ اُن کی عورتیں اُن کی رعیت ہیں اور قیامت میں ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور پھر گناہ پر رضا بھی گناہ ہے۔ لہٰذا مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو گناہ سے روکیں ورنہ بھی ان عورتوں کی طرح آخرت میں عذابِ خداوندی میں گرفتار ہوں گے۔

۱۶۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی، ص۴۷۳۔۴۷۴

اللہ تعالیٰ ہمارے مردوں اور عورتوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ١٦ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٥ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 31-F)

سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اور میری بیوی عمرہ ادا کر رہے تھے ہم نے طواف کر لیا سعی شروع کی سخت بھیڑ کی وجہ سے ہم نے صرف تین چکر بمشکل کئے اور اسے پورا کرنا ہمارے بس میں نہ رہا لہٰذا ہم دونوں باہر نکل گئے دوسرے دن آکر ہم نے باقی کے چار چکر سعی کی اور حلق وتقصیر کروایا۔ تو اس صورت میں ہم پر کوئی دَم وغیرہ تو لازم نہیں ہوا؟

(السائل: ایک حاجی از لبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: سعی کے چکروں کا تسلسل قائم رکھنا مسنون ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی سعی کی سنّتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الموالاة بین أشواطه (١٦٨)

یعنی، سعی کے چکروں کے مابین موالات مسنون ہے۔

جب کہ انہی کی دوسری کتاب میں ہے کہ مستحب ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ ذکر کرتے ہیں:

هذا مخالف بظاهر لما قاله فی "الکبیر" (١٦٩): و الموالات لیست بشرط بل هی مستحبة، فلو فرق السعی تفریقاً کثیراً

١٦٨۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی سُنَنه، ص١٩٧

١٦٩۔ مجامع المناسك، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی شرائط صحة السعی، ص١٣٩۔ ١٤٠، فی الطبعة المحمودیة، و مطبوعة بافغانستان، ص٢٠٨

كأن سعى كل يوم شوطاً أو أقل لم يبطل سعيه، و يستحب أن يستأنف يعني إن فعله بغير عذر، ثم الظاهر أن الموالاة بين أجزاء شوط السعي أيضاً مستحبة (١٧٠)

یعنی، یہ بظاہر اس کے مخالف ہے جو (مصنفِ لُباب علامہ رحمت اللہ سندھی نے) ''کبیر'' میں فرمایا (علامہ رحمت اللہ سندھی نے مناسک میں تین کتابیں تحریر فرمائیں ان میں سے ایک ''منسک صغیر'' ہے دوسری وہ جس کی شرح مُلّا علی قاری اور دیگر علماءِ احناف نے فرمائی اور تیسری ''کبیر'' ہے جس کے قسطنطنیہ (۱۲۸۹ھ) اور افغانستان میں چھپے ہوئے دو نسخے ہماری لائبریری میں موجود ہیں چنانچہ کبیر میں فرمایا) سعی کے چکروں میں تسلسل شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، پس اگر سعی کے چکروں میں تفریق کثیر کی جیسے ہر روز ایک چکر سعی کی یا ہر روز ایک چکر سے کم سعی کی (اور اس طرح سعی کے سات چکر مکمل کیے تو) اس کی سعی باطل نہ ہوگی اور (ایسی صورت میں) مستحب ہے کہ اگر بلا عذر ایسا کیا تو سعی از سرِ نو کرے، پھر ظاہر ہے کہ سعی کے ایک چکر کے اجزاء میں بھی تسلسل مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم موالاۃ میان اشواطِ سعی و میان اجزاء اشواط آن، پس اگر تفریق کرد سعی را چنانکہ سعی کرد ہر روزے یک شوط یا کمتر ازان باطل نگردد سعی، و مستحب باشد استیناف سعی اگر بغیر عذر کردہ باشد (۱۷۱)

یعنی، سعی کی دوسری سنّت سعی کے چکروں میں موالات اور اس کے چکروں میں سے ہر چکر کے اجزاء میں موالات (یعنی ان میں تسلسل)

۱۷۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب السعی بین الصفا و المروۃ، فصل فی سُننه ص ۱۹۷۔۱۹۸

۱۷۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چهارم در بیان سعی بین الصفا و المروۃ، فصل اول، اما سُنن السعی، ص۱۵۹

ہے پس اگر سعی میں تفریق کی جیسے ہر روز ایک چکر یا اس سے کم کیا تو سعی باطل نہ ہوگی اور مستحب ہے کہ اگر ایسا بغیر کسی عذر کیا ہو تو سعی از سرِ نو کرے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''کبیر'' میں موالات بین السعی کو مستحب لکھا ہے اس کے بارے میں مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و مع هذا فی إعادة السّعی المؤدّی بترك الاستحباب محل نظر إذا السعی لیس عبادة مستقلّة و کذا لم یعد تکراره طاعة بخلاف الصّلاة و الطّواف و نحوهما (١٧٢)

یعنی، اس کے باوجود اس سعی کا اعادہ جو ترکِ استحباب کے ساتھ ادا کی گئی محلِ نظر ہے، کیونکہ سعی عبادتِ مستقلّہ نہیں ہے اسی وجہ سے اس کا تکرار طاعت نہیں برخلاف نماز و طواف وغیرہما کے۔

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ سعی کے چکروں اور ہر چکر کے اجزاء میں تسلسل سنّت ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ''لُباب المناسک'' میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ''حیاۃ القلوب'' میں لکھا ہے۔

اور صورتِ مسئولہ میں سعی درست ہوگئی اور کوئی جزاء بھی لازم نہیں ہے ہاں اگر سعی کے چکروں میں تفریق بلا عذر واقع ہوئی تھی تو مستحب تھا کہ اُس کا اعادہ کرتے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٤ ذوالحجة ١٤٢٨ھ، ١٣ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 13-F)

قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم میاں بیوی نے کراچی سے قِران کا احرام باندھا اور آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے جب کہ حاجی منیٰ روانہ

۱۷۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی، فصل فی سُننه ص ۱۹۸

ہو چکے تھے ہم نے صرف عمرہ کا طواف کیا اور سعی کئے بغیر منیٰ روانہ ہو گئے ہم نے طوافِ قُدوم بھی نہ کیا اس طرح نو تاریخ کو وقوفِ عرفات کیا اور دس کو مزدلفہ سے منیٰ آئے رمی کے بعد قربانی کی اور حلق و تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہو گئے پھر طوافِ زیارت کیا اور حج کی سعی کی۔ اس صورت میں ہمارا حج قران واقع ہوا یا نہیں اور عمرہ کی سعی نہ کرنے پر ہم پر کیا لازم ہوگا؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد ابراہیم، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں قران باطل نہ ہوا کیونکہ صحتِ قران کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفات سے قبل عمرہ کا کُل یا اکثر طواف کر لے اور وہ انہوں نے کر لیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

الثالثُ: أنْ يطوفَ العمرة كلَّهُ أو أكثرَهُ قبل الوقوف بعرفةَ (۱۷۳)

یعنی، صحتِ قران کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت (یعنی نو تاریخ کو زوال کے وقت) میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اس لئے وہ قارن ہی رہے چنانچہ مسئولہ صورت کے بارے میں مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فبقی قارناً (۱۷٤)

یعنی، پس وہ قارن باقی رہا۔

۱۷۳ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ۲۸۰
أيضاً مجامع المناسك، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ۲۰۰، مطبوعة: المطبعة المحمودية بالقسطنطنية ۱۲۸۹ھ، ص ۳۰۷، مطبوعة: افغانستان
أيضاً رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (٥) الحج، باب (۱) القران، ص ٦٣٣
۱۷٤ ـ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۲۸۰

اور اسی صورت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طاف لها أربعة أشواط لم يصر رافضاً بالوقوف لأنه أتى بالأكثر و بقي قارناً (۱۷۵)

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو أتى ......لم تَبطُلْ ملخصاً (۱۷٦)

یعنی، پس اگر وہ (وقوفِ عرفہ سے قبل صرف طواف پورا یا اکثر چکر کر لیتا ہے تو) قران باطل نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے بقیہ افعال جیسے طوافِ عمرہ کے کم چکر اور سعی کب ادا کرے تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ انہیں دس ذوالحجہ کو پورا کر لے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی طوافِ عمرہ کے کم چکروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

و عليه أن يتمّ بقية الطّواف يوم النّحر (۱۷۷)

یعنی، اُن کو یومِ نحر (یعنی دس ذوالحجہ) میں پورا کرے۔

اور یہ بات کہ دس ذوالحجہ کو پہلے عمرہ کے باقی افعال ادا کرے یا طوافِ زیارت کرے تو وہ پہلے افعالِ عمرہ مکمل کرے اس لئے کہ وہ ذمّے ہیں پہلے واجب ہو چکے ہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۷۸) طوافِ عمرہ کے رہے ہوئے کم پھیروں کے بارے میں لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۱۷۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نے نقل کیا:

و أتمّ الباقي قبل طواف الزّيارة

یعنی، اور باقی کو طوافِ زیارت سے قبل پورا کر لے۔

۱۷۵ ـ مجامع المناسك و نفع النّاسك، ص ۲۰۰، المحمودية ص ۳۰۸
۱۷٦ ـ الدر المختار: ۳/ ٦۳۹
۱۷۷ ـ مجامع المناسك ص فی نسخة أخرى، ص ۳۰۸
۱۷۸ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۰
۱۷۹ ـ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، باب القران، تحت قوله و يتمّهَا يومَ النّحر، ۳/ ٦۳۹

اس حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارح مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لاستحقاقها في الذّمة قبله

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے باقی پھیرے ذمے میں طوافِ زیارت قبل واجب ہو چکے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ طوافِ زیارت فرض ہے اور طوافِ عمرہ کے باقی کم پھیرے واجب چنانچہ لکھتے ہیں:

و لو كان الباقي من الأشواط واجباً، و هو دون الأقوى من طواف ركن الحجّ (۱۸۰)

یعنی، اگرچہ طوافِ عمرہ کے باقی کم چکر واجب ہیں اور وہ حج کے رُکن طوافِ زیارت جو کہ قوی تر ہے سے درجے میں کم ہے۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں وقوفِ عرفہ کے بعد باقی رہے ہوئے افعالِ عمرہ کو پورا کرنا تھا یعنی رمی، قربانی اور طوافِ زیارت سے بھی قبل اسی لئے علامہ حصکفی نے لکھا کہ اُسے یومِ نحر میں پورا کرے اور علامہ شامی نے لکھا کہ طوافِ زیارت سے بھی قبل ادا کرے، علّت یہ بیان کی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہوئے ہیں اور مذکور صورت میں عمرہ کے افعال میں سے صرف سعی باقی تھی اُسے یومِ نحر (دس تاریخ) کے تمام افعال سے پہلے ادا کرنا تھا کہ ان کا استحقاق پہلے ہے، وقوفِ مزدلفہ کو شمار اس لئے نہ کیا گیا وہ وقوفِ عرفہ کے آخری وقت یعنی دس ذوالحجہ کی طلوعِ فجر کے ساتھ متصل ہے اور اس کا وقت بھی مختصر ہے جو جلد فوت ہو جاتا ہے اور اسی واجب کی ادائیگی میں بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی میں تاخیر بھی نہیں ہوتی کہ طلوعِ فجر کے بعد جو حاجی مزدلفہ سے گزر گیا تو بھی اس کا یہ واجب ادا ہو گیا۔ تو بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی کا صحیح وقت وقوفِ مزدلفہ کے بعد تھا اور اگر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد رہے ہوئے عمرہ کے افعال ادا کرتا تو بھی کچھ لازم نہ آتا اسی طرح دمِ شکر کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد ادا کرتا تو بھی کچھ لازم نہ ہوتا کہ حاجی اس وقت تک حالتِ احرام میں ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف حالتِ احرام میں

۱۸۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب القِران، فصل في شرائط صحة القِران، ص ۲۸۵

ہی ادا ہوتا ہے اس حال میں وہ عمرہ کے رہے ہوئے کم چکر دیتا تو حالتِ احرام میں ہی دیتا، اسی طرح عمرہ کی سعی میں احرام کا ہونا واجب ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سیوم بقاءِ احرام در وقتِ سعی عمرہ (۱۸۱)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی "لُباب المناسک" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔ (۱۸۲)

تو اس وقت یعنی قربانی کے بعد حلق سے قبل اگر سعی کر لیتے تو حالتِ احرام میں ہی کرتے مگر وہ انہوں نے نہ کی بلکہ حلق و قصر کے ذریعے احرام کھول دیا، سعی تو اب بھی کرنی ہے کہ ادا ہو جائے گی اس لئے کہ عمرہ کی سعی میں احرام کا باقی ہونا صحتِ سعی عمرہ کی شرط نہیں ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و اگر سعی عمرہ باشد پس بقاء احرام در حال شرط نیست و لیکن واجب است (۱۸۳)

یعنی، اگر سعی عمرہ کی ہو تو اس حال میں بقاءِ احرام شرط نہیں لیکن واجب ہے۔

اور اس صورت میں اِن سے ایک واجب ترک ہو گیا وہ یہ کہ اسی احرام میں وہ عمرہ کی سعی ادا کرتے اس لئے اب حلق کے بعد سعی بھی کریں گے اور ترکِ واجب کا دم بھی دیں گے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يتفرّع عليه أنه لو طاف ثم حلق، ثم سعى صح سعيه، و عليه دم لتحلّله قبل وقته و سبقه على واجبه (۱۸۴)

۱۸۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اوّل، ص ۱۵۸
۱۸۲۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، صفا مروہ کی سعی، ص ۴۷۳
۱۸۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اوّل، ص ۱۵۸
۱۸۴۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب السعي، فصل في شرائط صحة السعي، ص ۱۹۳

یعنی، اس پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس نے طوافِ عمرہ کیا پھر (سعی عمرہ سے قبل) حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی (کہ بقاءِ احرام صحتِ سعی کی شرط نہیں) اور اس پر دَم لازم ہوگا کہ اس نے احرام کھولنے کا وقت آنے سے قبل احرام کھول دیا اور ایک واجب (یعنی احرام کو باقی رکھتے ہوئے عمرہ کی سعی کرنا کہ یہ واجب ہے تو انہوں نے اس واجب) کی ادائیگی پر (حلق کے ذریعے) احرام کھولنے کو مقدم کرلیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تا آنکہ حلق کرد بعد از طواف عمرہ، بعد از ان سعی کرد لازم آید بروے دم (۱۸۵)

یعنی، یہاں تک کہ اگر طوافِ عمرہ کے بعد حلق کرلیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر دَم لازم آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

اگر طواف کے بعد سر مونڈوالیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہٰذا دم واجب ہے۔(۱۸٦)

''بہارِ شریعت'' میں مسئلہ علامہ رحمت اللہ کی ''لُباب'' کے حوالے سے مذکور ہے لیکن یہ اس مقام پر ''لُباب'' میں نہیں بلکہ ''شرح اللُّباب للقاری'' میں ہے، شاید حوالہ نقل کرنے میں کاتب سے سہو واقع ہوگیا ہو۔

اور جو ایک سعی وہ کر چکے وہ عمرہ کی سعی ہوگی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہو چکی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بھی حلق کے بعد کی گئی ہے اس لئے سقوطِ دم کو مفید نہ ہوئی اور اب ان پر ایک سعی باقی ہے وہ حج کی سعی وہ جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گی اور طوافِ قدوم جو قارن کے لئے مسنون ہے اور اس کے ترک پر اساءت لازم آتی ہے وہ ان سے ترک ہوا جس کی وجہ سے

۱۸۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اول، ۱۵۸

۱۸٦۔ بہارِ شریعت حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی، ص ۴۷۳

کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، اب صرف ایک سعی کریں گے اور ترکِ واجب کی وجہ سے ایک دم اور بچی تو بہ اُن پر لازم ہوگی کہ ترکِ واجب گناہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۵ ذی الحجۃ ۱٤۲۸ھ، ۲٤ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 30-F)

آبِ زمزم کس نیت سے پیا جائے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ آبِ زم زم پیتے وقت کیا دعا مانگنی چاہئے اور آبِ زم زم کس نیت سے پینا چاہئے؟

(السائل: ریحان بن ابوبکر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آبِ زم زم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ وَ إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ وَ شِفَاءُ سُقْمٍ" رواه مسلم فی فضائل الصحابة فی رضی الله تعالیٰ عنهم

یعنی، ''یہ (آبِ زم زم) برکت والا ہے اور یہ بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے شفا ہے''۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' کے فضائل الصحابۃ میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ" اَخْرَجَهُ احمد فی "المسند" (۳/۳۵۷) و ابن ماجة فی المناسك فی باب الشرب من زمزم

یعنی، ''آبِ زم زم اس مقصد کے لئے ہے جس مقصد کے لئے پیا گیا''۔ اس حدیث کو امام احمد نے ''المسند'' میں اور امام ابن ماجہ نے ''سنن ابن ماجہ'' کے مناسک میں روایت کیا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں مذکور احادیث سے واضح ہے کہ آبِ زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے کھانا سمجھ کر پیا جائے تو بھوک مٹائے گا، امراض کے علاج سمجھ کر پیا جائے تو شفاء حاصل ہوگی۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر پیاس بجھانے کے لئے پیا جائے تو پیاس بجھائے اگر بیماری سے شفاء کے لئے پیئے تو شفا حاصل ہو۔(۱۸۷)

اور امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

و قد شرب جماعة من العلماء ماءزمزم لمطلب لهم جليلة فنالوها (۱۸۸)

یعنی، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے آبِ زم زم کو اپنے اہم مطالب اور بڑے مقاصد کی برآوری کے لئے پیا تو وہ مطالب و مقاصد انہیں حاصل ہوگئے۔

اور علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی لکھتے ہیں، ہمارے شیخ قاضی القضاۃ عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

و لا يحصى كم شربه من الأئمة لأمور نالوه

یعنی، شمار نہیں کیا جا سکتا کہ کتنے ائمہ نے آبِ زم زم کئی اُمور کے حصول کے لئے پیا تو انہوں نے پا لئے۔

اور لکھتے ہیں:

و عن جماعة من العلماء أنهم شربوه لمقاصد فحصلت (۱۸۹)

یعنی، علماء کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے کئی مقاصد کے

۱۸۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل سیوم ص۱۳۸

۱۸۸۔ شرح الإیضاح فی مناسك الحج، الباب الخامس فی المقام بمكة، الخ، ص۴۴۱

۱۸۹۔ إرشاد الساري باب المتفرقات، فصل و يستحب الإكثار من شرب ماءزمزم، ص۵۴۴

لئے آبِ زم زم پیا پس وہ مقاصد انہیں حاصل ہوگئے۔

اس لئے عام آدمی کو چاہئے کہ آبِ زم زم گناہوں کی بخشش اور امراض کی شفا کی غرض سے پیئے اور اگر کوئی خاص مرض ہو تو خصوصی طور پر اس کی نیت کرے، کسی بُری عادت میں مبتلا ہے تو اس کو چھوڑنے کی نیت کرے، قرآن کریم یاد نہیں ہوتا یا رہتا تو اس کی نیت کرے، کند ذہن ہے یا کم فہم ہے تو ان سے نجات کی نیت کرے، علم دین کے حصول کی نیت کرے، اور زبان سے کہنا ضروری نہیں جس ارادے سے پیئے گا حاصل ہوگا اگرچہ زبان سے کہنا افضل ہے، چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

فيستحب لمن أراد الشرب للمغفرة أو الشّفاء من مرض و نحوه أن يستقبل القبلة ثم يذكر اسم الله تعالىٰ ثم يقول: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَكَ ﷺ قَالَ: مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ اَللّٰهُمَّ وَ إِنِّيْ أَشْرَبُهُ لِتَغْفِرَلِيْ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلِيْ أَوْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَشْرَبُهُ مُسْتَشْفِيًا بِهِ مِنْ مَرَضِيْ اَللّٰهُمَّ فَاشْفِنِيْ و نحو هذا (۱۹۰)

یعنی، پس اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مغفرت یا مرض وغیرہ سے شفاء کے لئے آبِ زم زم پینا چاہتا ہے کہ قبلہ رُو ہو کر پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر کہے: "اے اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ تیرے رسول ﷺ نے فرمایا: آبِ زم زم اس غرض کے لئے ہے کہ جس کے لئے اسے پیا جائے، اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں تا کہ تو مجھے بخش دے یا اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں اس کے ذریعے اپنے مرض سے شفاء چاہتے ہوئے، اے اللہ! پس تو مجھے شفا عطا فرما دے" اور مثل اس کے (دیگر اغراض کے لئے دیگر کلمات سے دُعا کرے)۔

اور لکھتے ہیں:

وَ يُسْتَحَبُّ أن يتنفّس ثلاثًا وَّ يَتَضَلَّع منه أي يمتلي فإذا فرغ

۱۹۰۔ شرح الإيضاح في المناسك النّووي، ص۴۲۱

حمد الله تعالیٰ (۱۹۱)

یعنی، مستحب ہے کہ تین سانس میں پیئے اور پیٹ بھر کر پیئے پس جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

علامہ حسن بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

و کان ابن عباس رضی الله عنهما إذا شرب ماءزمزم قال: اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَ رِزْقاً وَاسِعاً وَ شِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ (۱۹۲)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زم زم پیتے تو کہتے: اے اللہ! میں تجھ سے نافع علم، وسیع رزق اور ہر مرض سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و فی فوائد أبی بکر بن المقرئ من طریق سوید بن سعید المذکور قال: رأیت ابن المبارك دخل زمزم فقال: اَللّٰهم إن ابن المؤمل حدّثنی عن ابن الزبیر عن جابر رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ" فَإِنِّیْ أَشْرَبُهُ لِعَطْشِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (۱۹۳)

یعنی، فوائد ابی بکر بن المقری میں سوید بن سعید مذکور کے طریق سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن المبارک کو دیکھا کہ وہ زمزم (کے کنوئیں میں) داخل ہوئے، پس کہا اے اللہ! بے شک ابن المؤمل نے مجھے حدیث بیان کی، ابن الزبیر سے، انہوں نے روایت کی حضرت

۱۹۱۔ شرح الإیضاح فی المناسك للنووی، الباب الخامس فی المقام بمکة الخ، ص ٤٤١

۱۹۲۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المتفرّقات، فصل ویستحب الإکثار من شرب ماءزمزم، ص ٥٤٣

۱۹۳۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری، ص ٥٤٤

جابر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آب زم زم اس کا فائدہ دیتا ہے کہ جس کے لئے پیا جائے" پس میں اسے قیامت کے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و عن الشافعی رحمة الله علیه أنه شربه للرمی، فکان یصیب فی عشرة تسعة، و شربه الحاکم لحسن التصنیف و لغیر ذلك فکان أحسن أهل عصره تصنیفاً و قال شیخنا قاضی القضاة شهاب الدین العسقلانی الشافعی: و أنا شربته فی بدایة طلب الحدیث أن یرزقنی الله حالة الذهبی فی حفظ الحدیث، ثم حججت بعد ملة تقرب من عشرین سنة، و أنا أجد من نفسی المزیة علی تلك الرتبة، فسألت رتبة أعلی منها و أرجو الله أن أنال ذلك منه اهـ (۱۹٤)

یعنی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیر اندازی کے لئے زم زم پیا تو اُن کے دس میں سے نونشانے اپنے ٹھکانے پر لگے، اور امام حاکم نے حُسنِ تصنیف کے لئے پیا تو وہ اہل زمانہ میں سب سے اچھے مصنّف ہوگئے اور ہمارے شیخ قاضی القضاۃ شہاب الدین عسقلانی نے فرمایا کہ میں نے طلبِ حدیث کی ابتداء میں اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حفظِ حدیث میں امام ذہبی کی حالت عطا کردے پھر میں نے تقریباً اس کے بعد دس سال بعد حج کیا اور میں اپنے آپ میں اس رتبے پر زیادتی پاتا ہوں پس میں اس سے اعلیٰ مرتبے کا سوال کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اس کو پالوں گا۔

۱۹٤۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی قاری، ص ٥٤٤

اور لکھتے ہیں:

و العبد الضعيف يرجوا الله سبحانه شربه للإستقامة و الوفاة على حقيقة الإسلام معها اهـ من "فتح القدير"(١٩٥)

یعنی، اور بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ سے آبِ زم زم کے پینے میں اُمید رکھتا ہے، استقامت اور اس کے ساتھ حقیقتِ اسلام پر وفات کی اھ۔فتح القدیر

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٩دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 35-F)

سعی، وقوفِ عرفہ اور رمی وحلق میں نیت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں نیت شرط ہے بغیر نیت کے طواف نہیں ہوتا، کیا سعی، وقوفِ عرفہ، شیطان کو کنکریاں مارنے اور حلق میں بھی نیت شرط ہے یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں نیت صحتِ طواف کی شرط ہے یعنی طواف میں نیت فرض ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

طواف میں نیت فرض ہے، بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے اگر اس وقت کسی دوسرے طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگرچہ نیت میں یہ نہ ہو، یونہی حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا......الخ(١٩٦)

١٩٥۔ إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، باب المتفرقات، فصل: و يستحب الإكثار من شرب ماء زمزم، ص ٥٤٤

١٩٦۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف کے مسائل، ص ٣٦٨

اور سعی، وقوفِ عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

چنانکہ شرط نیست در سعی ہمچنیں شرط نیست نیت در وقوف و رمی جمار و حلق(١٩٧)

یعنی، جیسا کہ سعی میں نیت شرط نہیں، اسی طرح وقوفِ عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

فلو مشى من الصفا إلى المروة هارباً أو بائعاً أو متنزهاً أو لم يدر أنه مسعى جاز سعيه، و هذا توسعة عظيمة كعدم شرط نية الوقوف، و رمي الجمرات و الحلق(١٩٨)

یعنی، پس اگر صفا سے مروہ تک چلا (کسی سے) بھاگتے ہوئے یا (کوئی چیز) بیچتے ہوئے، یا (کسی سے) بچتے ہوئے یا نہ جانا کہ یہ مسعیٰ ہے تو (تمام صورتوں میں) اس کی سعی جائز ہوگئی، یہ عظیم گنجائش ہے جیسا کہ وقوف، رمی جمرات اور حلق میں نیت شرط نہیں۔

ہاں فقہاء کرام نے نیت کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور بعض نے سنّت کہا جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی نے نیت کے مستحبات میں شمار کیا اور اس کے تحت مُلّا علی قاری نے لکھا:

الأولى ذكرها في السُّنَن ليترتّب على فعله مثوبة كاملة الخ(١٩٩)

یعنی، نیت کا ذکر سنّتوں میں کرنا اَولیٰ ہے تا کہ اس کے کرنے پر کامل ثواب مرتّب ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٨ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٧دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 20-F)

١٩٧۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب چہارم در بیان سعی بین الصفا و المروة، فصل اوّل در بیان شرائطِ صحتِ سعی، ص ١٥٩

١٩٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی مُستحبّاته، ص ١٩٨

١٩٩۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی مُستحباته، ص ١٩٨

حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ یا حج کے وقت حلق کراتے وقت بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے خوشبو والا شیمپو وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل محمد سلیم بن احمد عبدالکریم، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق سے قبل خوشبو دار شیمپو یا خوشبو دار صابن استعمال کرنا ممنوع ہے اگر چہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے ہو اور اگر استعمال کر لیتا ہے تو فقہاءِ عظام نے لزومِ دَم کا حکم فرمایا ہے، قدیم زمانے میں جب خطمی جس میں ہلکی خوشبو ہوتی ہے بال وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کی جاتی تھی تو فقہاء کرام نے لکھا کہ اگر کوئی شخص حلق سے قبل خطمی سے سر کو دھو لے تو اس پر دَم لازم ہو گا کیونکہ حلق سے قبل وہ احرام میں ہے اور حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "المحیط" أبیح له التحلّل فغسل رأسه بالخطمی و قلم أظفاره فعلیه دَم لأن الإحرام باقٍ فی حقّه لأنه لا یتحلّل إلا بالحلق (۲۰۰)

یعنی، ''محیط'' میں ہے اس کے لئے احرام سے نکلنا مباح ہو گیا تو اس نے اپنے سر کو خطمی کے ساتھ دھویا اور ناخن تراشے تو اس پر دَم لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں احرام باقی ہے اس لئے کہ وہ حلق (یا تقصیر) سے ہی احرام سے نکلے گا۔

اور ''فتح القدیر'' (۲۰۱) سے نقل کرتے ہیں:

۲۰۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منًی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۱

۲۰۱۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: و لنا أن ما یکون الخ، ص ۵۰۴

و لو غسل رأسه بالخطمی بعد الرّمی قبل الحلق یلزمه دَم علی قول أبی حنیفة علی الأصح، لأنه إحرامه باقٍ لا یزول إلا بالحلق و الحاصل أن قول أبی حنیفة هذا هو الأصح، بل قال الجصاص لا أعرف فیه خلافاً، و الصحیح أنه یلزمه الدّم لأن الحلق و التقصیر واجب فلا یقع التحلّل إلا بأحدهما، و لم یوجد فکان إحرامه باقیاً، فإذا غسل رأسه بالخطمی فقد أزال التّفث فی حال قیام الإحرام فیلزمه الدّم

و ممّا یؤیّده أن هذا الأختلاف فی الحاجّ لأن المعتمر لا یحلّ له قبل الحلق شیئ الخ (۲۰۲)

یعنی، اگر رمی کے بعد حلق سے قبل اپنے سر کو خطمی سے دھویا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے اصح قول کے مطابق اُسے دَم لازم ہو جائے گا، کیونکہ اس کا احرام باقی ہے جو صرف حلق سے زائل ہو گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول ہی اصح ہے، بلکہ امام ابو بکر جصّاص رازی حنفی نے فرمایا، میں اس مسئلہ میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا، اور صحیح یہی ہے کہ اُسے دَم لازم ہو گا کیونکہ حلق اور تقصیر واجب ہے اور احرام سے تحلّل (یعنی باہر نکلنا) دونوں (یعنی حلق و تقصیر) میں سے ایک کے ساتھ ہی واقع ہوتا ہے اور وہ (یعنی تحلُّل) پایا نہیں گیا تو اس کا احرام (ابھی) باقی ہے، پس جب اس نے خطمی سے اپنے سر کو دھویا تو اس نے احرام کی حالت میں میل کچیل کو دُور کیا، پس اس پر دَم لازم ہو گا (یاد رہے اگر وہ بغیر خوشبو کے کسی چیز سے سر کو دھو کر میل کچیل کو زائل کرتا تو صرف مکروہ تنزیہی ہوتا کہ جس پر دَم لازم نہ آتا کُتُبِ فقہ میں اسی طرح ہے)۔

۲۰۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منًی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۲

اور جس سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ اختلاف حاجی میں ہے کیونکہ معتمر کو حلق (یا تقصیر) سے قبل کوئی چیز حلال نہیں (عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)۔

چنانچہ مفتی عبدالواحد (مصنّف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں (۲۰۳)

خِطمی سے سر دھونے پر دَم کا حکم خِطمی میں موجود خوشبو کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ایسی خطمی سے سر دھویا ہو کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی تو لزوم دَم کا حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے عراقی خطمی خوشبودار ہوتی ہے اور شامی خطمی بے خوشبو تو عراقی خطمی سے سر دھونے میں امام اعظم نے دَم کا حکم صادر فرمایا اور شامی خطمی سے سر دھونے میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے دَم کا حکم نہیں لگایا چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے امام اعظم اور صاحبین علیہم الرحمہ کے اس میں بظاہر اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا:

قیل قول أبی حنیفۃ فی خطمی العراقی و لہ رائحۃ، و قولھما فی خطمی الشام و لا رائحۃ لہ فلا خلاف (۲۰٤)

یعنی، کہا گیا کہ امام ابو حنیفہ کا قول عراقی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو خوشبودار ہوتی ہے اور صاحبین کا قول شامی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو بے خوشبو ہوتی ہے، لہٰذا (امام اعظم اور صاحبین کے مابین اس مسئلہ میں) کوئی اختلاف نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خوشبودار شی یا سر یا جسم کے کسی اور حصے کو دھونے میں دَم لازم ہونے پر اتفاق ہے، اسی سے علماء کرام اس صورت میں دَم کا حکم بتاتے ہیں۔

اور خوشبو والے صابن یا شیمپو یا کسی اور خوشبودار چیز کا استعمال کہ اس سے سر، داڑھی وغیرھما کو دھوئے تو دَم لازم آتا ہے کیونکہ اس کا استعمال ممنوعاتِ احرام میں سے ہے یا یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کا استعمال حالتِ احرام میں حرام ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد

۲۰۳۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، حلق و تقصیر کے مسائل، ص ۸۸

۲۰٤۔ فتح القدیر، المجلد (۳)، باب الجنایات، تحت قولہ: ھذا إذا استعملہ ص ۲۵۔ ۲٦

علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں (کئی اُمور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار چیز سے دھونا الخ ملخصاً (۲۰۵)

اور مندرجہ بالا عبارات فقہاء سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حلق کے لئے بے خوشبو کے صابن یا شیمپو کے استعمال سے بھی بچا جائے کہ حالتِ احرام میں ہے اور صابن بے خوشبو وغیرہ میل کو دُور کرنے والی چیز ہے اور حالتِ احرام میں میل چھڑانا مکروہاتِ احرام سے ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کر بھی لے تو میل چھڑانے کی نیت ہرگز نہ کرے بلکہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی نیت کرے، بہتر تو یہی ہے کہ بالوں کو نرم کرنے کی ضرورت نیم گرم پانی کے استعمال سے پوری کر لی جائے تاکہ کراہت تنزیہی کے ارتکاب سے بچ جائے کہ اس وقت صابن وغیرہ بے خوشبو کا استعمال حالتِ احرام میں استعمال کہلاتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ذی الحجۃ ۱٤۲۸ھ، ۱٤ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 16-F)

حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جو کہ متمتع ہے مسجد عائشہ جا کر عمرہ کا احرام باندھا اور آکر عمرہ مکمل کیا پھر حلق کروایا بال چھوٹے اور سخت ہونے کی وجہ سے پورے سر کا حلق نہ کروا سکا کہ تین حصے سے زیادہ کا حلق ہو گیا اور چوتھائی سے کم کا رہ گیا اس طرح اس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا حلق درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان بن ابوبکر، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

۲۰۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، احرام کا بیان، ص ۴۵۷۔ ۴۵۸

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے اور پورے سر کا حلق مسنون ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و السنّة حلق جميع الرأس أو تقصير جميعه و إن اقتصر على الربع جاز مع الكراهة (٢٠٦)

یعنی، سنّتِ حلق پورا سر ہے یا پورے سر کی تقصیر ہے اور اگر چوتھائی سر پر اکتفاء کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فإن السُّنّة حلقُ جميعِ الرّأسِ أو تقصيرُ جميعِه كما في "شرح اللباب" (كما مرّ آنفاً) و "القهستاني" (٢٠٧)

یعنی، پس بے شک سنّت پورے سر کا حلق یا پورے سر کی تقصیر ہے جیسا کہ ''شرح اللباب'' اور ''قہستانی'' میں ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حلقُهُ الكلِّ أفضلُ (٢٠٨)

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أي: هو مسنونٌ، هذا في حقِّ الرَّجل (٢٠٩)

یعنی کل سر کا حلق افضل ہے یعنی مسنون ہے اور یہ مرد کے حق میں ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و أشار إلى أنّه لو اقتصرَ على حلق الرُّبع جازَ كما في التقصير، لكن مع الكراهة لتركِهِ السُّنّة (٢١٠)

٢٠٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، باب مناسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص٢٥٢

٢٠٧۔ جامع الرّموز، كتاب الحج، ٢٤٩/١

٢٠٨۔ الدُّرّ المختار (مع رد المحتار)، ٦١٢/٣

٢٠٩۔ ردّ المحتار في الدُّرّ المختار

٢١٠۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب في رمي جمرة العقبة ص٦١٢

یعنی، اور اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر چوتھائی سر کے حلق پر اکتفاء کیا تو جائز ہے لیکن ترکِ سنّت کی وجہ سے کراہت کے ساتھ (جائز ہے)۔

ثابت ہوا کہ پورے سر کا حلق سنّت ہے اور چوتھائی سر کا حلق واجب ہے اور اگر کسی نے چوتھائی سر کے حلق پر اکتفا کیا تو اس نے سنّت کو ترک کر دیا اور فقہاء کرام نے اسے مکروہات میں شمار کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی مکروہاتِ حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الاقتصار على حلق الرُّبع عند التحلُّل

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أي عند خروجه من إحرام الحجّ أو العمرة (٢١١)

یعنی، احرام سے تحلّل کے وقت چوتھائی سر منڈوانے پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے یعنی حج وعمرہ کے احرام سے باہر نکلتے وقت۔

اور یہاں کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے اس لئے کراہت تنزیہیہ ہوگی جس کے بلا عُذر اِرتکاب پر اسائت لازم آئے گی اور بلا عذر ترکِ سنّت محرومیوں کا سبب ہے اس لئے ترکِ سنّت سے اجتناب ضروری ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم مکروہات آن است کہ ناقص شود ثواب عملی کہ واقع گردد دروی فعل مکروہ و لازم آید خوفِ عتاب در ترکِ سنّت مؤکّدہ و خوفِ عذاب در ترکِ واجب و لازم نباشد چیزے از دم یا صدقہ در فعل امرے مکروہ مگر آنکہ لازم آید دروے ترکِ واجب آنگاہ جزاء لازم گردد (٢١٢)

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں مکروہ فعل واقع ہوا اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے، اور سنّت مؤکّدہ کے ترک پر خوفِ عتاب

٢١١۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب فرائض الحج، فصل في مكروهاته ص٨٥

٢١٢۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرساله فصل سيوم، ص٥٠

لازم آتا ہے اور ترکِ واجب پر خوفِ عذاب، اور کسی مکروہ کام کے کرنے پر کوئی چیز دَم یا صدقہ لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اس سے ترکِ واجب لازم آتا ہو تو اس وقت جزاء (دَم یا صدقہ) لازم ہوگا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں حلق درست ہوگیا کہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۷ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۵ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 17-F)

عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی خاتون کے بال اگر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے گر گئے ہوں اور نئے نکلنے والے بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام حج یا عمرہ سے باہر نکلنے کے لئے وہ کیا کرے گی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

حلق یا قصر رُبع رأس در وقت ارادۂ تحلّل از احرام (۲۱۳)

یعنی، احرام سے باہر نکلنے کے ارادے کے وقت سر کے چوتھے حصے کا حلق یا اس کی تقصیر (واجب ہے)۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: میں نے ''فتح القدیر'' (۲۱٤) میں دیکھا کہ فرمایا:

إن الحلق عند الشافعي غيرُ واجبٍ، وهو عندنا واجبٌ، لأن التحلُّلِ الواجب لا يكونُ إلّا به (۲۱۵)

۲۱۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ٤۳

۲۱٤۔ فتح القدیر، باب الإحرام ۲/ ۳۸۸

۲۱۵۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی فروض الحج و واجباته ص ۵۳۹

یعنی، حلق امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ ہمارے نزدیک واجب ہے کیونکہ تحلُّل واجب (احرام سے باہر نکلنا جو کہ واجب ہے) اس کے سوا نہیں ہوتا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبع او ست در وقتِ حلق (۲۱٦)

یعنی، احرام حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے وقت چوتھائی سر کے حلق یا چوتھائی سر کی تقصیر ہے۔

اور حلق مردوں کے لئے مسنون ہے جب کہ عورتوں کے لئے مکروہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلق مسنون للرجال (أي أفضل) و مكروه للنساء (۲۱۷)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے (یعنی افضل ہے۔ مُلّا علی قاری) اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وقصر مباح است برائے ایشان (۲۱۸)

یعنی، تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے۔

اور عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی لکھتے ہیں:

و لا حلق عليها، إنما عليها التقصير، هكذا روى عن رسول الله ﷺ أنه نهى النساء عن الحلق و أمرهنّ بالتقصير عند الخروج من الإحرام (۲۱۹)

۲۱٦۔ حیاة القلوب، باب اول، فصل دهم در بیان کیفیت خروج از احرام ص ۱۰۲

۲۱۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

۲۱۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰٦

۲۱۹۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (۲)، الجزء (٤)، کتاب المناسك، باب القران، ص ۳۱

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اس پر صرف تقصیر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے عورتوں کو حلق سے منع فرمایا اور انہیں احرام سے نکلنے کے وقت تقصیر کا حکم فرمایا۔

اور تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق یا تقصیر خود حج وعمرہ کے واجبات میں سے ہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

”و التقصیر مباح لهن“ و الظاهر أنه مستحب لهنّ لتقریره ﷺ فعل بعض الصحابة له و دعائه لهنّ ”و مسنون“ أی مؤكّد ”بل واجب لهنّ“ (۲۲۰)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مباح ہے اور (مُلّا علی قاری فرماتے ہیں) ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کے عمل (تقصیر) کو ثابت رکھا اور عورتوں کے لئے دعا فرمائی اور مسنون ہے یعنی سنّت مؤکّدہ ہے، بلکہ واجب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

قصر مسنون بلکہ واجب است برایشان (۲۲۱)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مسنون بلکہ واجب ہے۔

مندرجہ بالا عبارات میں تقصیر کو عورتوں کے لئے مُباح، مسنون اور واجب لکھا گیا ہے جب کہ حلق کو ان کے لئے مکروہ لکھا ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عورتوں کے حق میں تقصیر کے وجوب کی علّت کے بیان میں کراہت تحریمی کی تصریح کی گئی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول ”بل واجب لهنّ“ کے تحت لکھتے ہیں:

لکراهة الحلق کراهة تحریم فی حقّهنّ إلا لضرورة (۲۲۲)

۲۲۰۔ لباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

۲۲۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۲۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

یعنی، مصنّف کا قول کہ تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ ہے مگر یہ کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

اور پھر فقہاء کرام نے حلق کو عورتوں کے لئے حرام بھی لکھا ہے اور وہاں حرام سے مراد حرام ظنّی ہے جس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واما زنان پس حلق حرام است برائے ایشان (۲۲۳)

یعنی، مگر عورتیں تو حلق اُن کے لئے حرام ہے۔

اور امام شمس الدین سرخسی نے عورتوں کے لئے حلق سے ممانعت کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

و لأن الحلق فی حقّها مُثلةٌ، و المُثلة حرامٌ، و شعر الرأس زینة لها کاللحیة للرّجل فکما لا یحلق الرّجل لحیته عند الخروج من الإحرام لا تحلق هی رأسها (۲۲٤)

یعنی، اور اس وجہ سے کہ حلق عورت کے حق میں مُثلہ ہے اور مُثلہ حرام ہے اور عورت کے سر کے بال اس کے لئے زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے تو جس طرح مرد احرام سے نکلنے کے وقت ڈاڑھی نہیں منڈوائے گا اسی طرح عورت اپنے سر کے بال نہیں منڈوائے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و هذا فی حقِّ الرَّجل، و یکره للمرأة، لأنه مُثلَةٌ فی حقّها کحلقِ الرَّجل لحیَتَه (۲۲٥)

۲۲۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم در مناسك منیٰ، فصل ششم در مسائل حلق و قصر، ص ۲۰۶

۲۲٤۔ المبسوط: ۲/٤/۲۱

۲۲٥۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، مطلب فی رمی جمرة العقبة، تحت قوله: حلقه أفضل، ص ٦۱۲

یعنی، حلق کا مسنون ہونا یہ مرد کے حق میں ہے اور حلق عورت کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حلق عورت کے حق میں مُثلہ (خلقت اللہ کو تبدیل کرنا) ہے جیسے مرد کا اپنی داڑھی کو مونڈنا۔

مندرجہ بالا عبارت میں عورت کے حلق کو مرد کی داڑھی منڈوانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مُلّا علی قاری داڑھی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فیه أنه ورد فی السنّة إصلاح اللحیة بما یزید علی القبضة فلا یکون أخذهما مُثلةً بل حلقها مُثلةً

یعنی، سنّت میں وارد ہے داڑھی جو ایک مشت سے زائد ہو تو اس کا لینا مُثلہ نہیں بلکہ داڑھی کا مونڈنا مُثلہ ہے۔

چند سطریں آگے لکھتے ہیں:

و لأن حلق اللّحیة من باب المُثلة ولأن ذلك تشبیه بالنّصاریٰ (۲۲۶)

یعنی، کیونکہ داڑھی منڈوانا مُثلہ کے باب سے ہے، اور اس لئے کہ (اس میں) نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور شرع نے داڑھی منڈوانے کو مُثلہ قرار دیا جو کہ حرام ہے اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت قرار دیا وہ بھی حرام ہے اور عورت کے سر منڈوانے کو مرد کے داڑھی منڈوانے کے ساتھ مشابہت دی گئی یعنی جیسے مرد کو داڑھی منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو سر منڈوانا حرام ہے سوائے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے جیسا کہ مُلّا علی قاری کا قول "إلا لضرورتهنّ" سے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے وقت رُخصتِ حلق ثابت ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مسئولہ میں عورت سر نہیں منڈوائے گی کہ اُسے شرعاً ایسا کرنا حرام ہے اور تقصیر وہ کروا نہیں سکتی کہ بال اتنے بڑے نہیں ہیں کہ تقصیر کے قابل ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ شرعاً معذور ہے۔

اگر احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا تقصیر واجب ہے تو مذکورہ عورت کے حق میں حلق حرام

۲۲۶۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۱

یعنی مکروہ تحریمی ہے یعنی جس فعل کا کرنا واجب ہے تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور جس فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کا ترک واجب ہے۔ مذکورہ عورت اگر حلق کو ترک کرتی ہے تو کراہت تحریمی لازم آتی ہے اور اگر کر لیتی ہے تو بھی کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے یعنی فعل و ترک دونوں صورتوں میں کراہت تحریمی کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتی تو ایسی صورت میں اُسے مجبور و معذور ہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ حلق کو ترک کر دیتی ہے تو اس میں وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی اور اگر حلق کروا لیتی ہے جو کہ اس کے حق میں حرام قرار دیا گیا ہے تو اس میں بھی وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت ایسی صورت میں کس کو چھوڑے، بہر صورت اس سے کسی ایک واجب کا ترک ہوگا، جب ہم نے فقہاءِ احناف کی عبارات کو دیکھا تو ہمیں دونوں صورتوں میں رُخصت کے اقوال ملے کہ یہاں فقہاء کرام نے عورت کے لئے حلق حرام اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے وہیں "إلا لضرورة" لکھ کر ضرورت شرعی پائے جانے کے وقت رُخصت دے دی جیسا کہ "المسلك المتقسّط" (ص ۲۵۴) میں مُلّا علی قاری نے لکھا ہے۔

اسی طرح جہاں فقہاء کرام نے حلق یا تقصیر کو واجب قرار دیا ہے وہیں عذر شرعی پائے جانے کے وقت اس واجب کے ترک کی رُخصت بھی دی ہے جیسا کہ "لباب المناسك و عباب المسالك" "مجامع المناسك و نفع الناسك" "المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط" اور "حیاة القلوب فی زیارة المحبوب" میں ہے۔ اب جب دونوں میں فعل و عدم فعل اور ترک و عدم ترک برابر ہو گئے تو ایسی صورت میں کسی ایک کو کرنے اور دوسرے کو ترک کرنے کے لئے ترجیح و عدم ترجیح کے لئے غور کرنا پڑا۔

غور کرنے پر معلوم ہوا کہ حج و عمرہ میں حلق کا وجوب خالص اللہ عزّ وجلّ کا حق ہے اور عورت کا اپنے بالوں کو نہ منڈوانا واجب ہے کیونکہ عورت کو سر منڈوانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا اور فقہاء کرام نے اسے مُثلہ قرار دیا، اس لئے منڈوانا مکروہ تحریمی ہے تو اس واجب کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے وہ خصوصی طور پر شادی شُدہ عورت کے لئے اس کے شوہر کا حق

کیونکہ بال زینت ہیں اور زینت شوہر کا حق ہے اسی لئے شرع نے بیوی کے ترکِ زینت پر شوہر کو اُسے سرزنش کرنے کا حق دیا ہے، تو ایسی صورت میں بندے کے حق کی پاسداری اور اللہ عزّ وجلّ کے حق کو عذر کی وجہ سے چھوڑ دینا اَولیٰ ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عورت حلق نہیں کروائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس نے حلق یا تقصیر کی وجہ سے ترک کیا تو وہ گنہگار نہ ہوئی کیونکہ یہ ترک عمداً قصداً نہیں بلکہ ایک شرعی عذر کی بنا پر ہے اور گُناہ تو تب ہوگا جب ترک قصداً ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۲۲۷)

یعنی، واجب کو جب عمداً ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چہ دَم دے دے، اس کا گُناہ سچّی توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لکن العامد آثم (۲۲۸)

یعنی، عامد گنہگار ہے۔

اور یہاں عمداً ترک نہیں بلکہ ایک شرعی حق کی وجہ سے ہے لہٰذا وہ گنہگار نہ ہوگی۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دَم لازم آئے گا جیسا کہ واجبات کا یہی حکم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الجزاء بترك واحد منهما و جواز الحج سواء ترکه عمداً أو سهواً (۲۲۹)

یعنی، حکم واجبات کا ان میں سے کسی ایک کے ترک پر لزومِ جزاء (یعنی

۲۲۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات، ص ۴۵
۲۲۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۸۰
۲۲۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته ص ۸۰

دَم) اور جوازِ حج ہے چاہے اسے عمداً ترک کرے یا سہواً (۲۳۰)

لیکن اس قاعدہ سے چند واجبات کے ترک پر لزومِ جزاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے حلق کو ترک کر دے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و یستثنیٰ من هذا الکلی ترك الحلق لعذر ملخصاً (۲۳۱)

یعنی، اس کلی میں سے عذر کی بنا پر ترکِ حلق کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ بترک واجب لازم آید دم استثناء کردہ اند علماء از وے دہ عدد واجبات را، ہشتم آنکہ ترک کند حلق را بعذرے چنانکہ بود علتے درسر (۲۳۲)

یعنی، وہ جو میں نے کہا کہ ترکِ واجب پر دَم لازم آئے گا، علماء کرام نے اس سے دس عدد واجبات کا استثناء کیا ہے (کہ جن کے ترک پر دَم لازم نہیں آتا) اُن میں سے آٹھواں یہ ہے کہ کسی (معقول) عُذر کی بنا پر حلق (و تقصیر) کو ترک کر دے جیسا کہ سر میں کوئی علّت ہو (جیسے پھوڑے، پھنسیاں وغیرہ اور بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر بھی نہ ہو سکے)

اور عذر سے مراد ایسا عذر کہ شرع نے اُسے معتبر رکھا ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی "لُباب" میں عبارت "و ترك الواجب بعُذر" (یعنی واجب کا کسی عذر کی وجہ سے ترک) کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی معتبر شرعاً (۲۳۳)

یعنی، وہ عذر جو شرعاً معتبر ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ وہ عذر بندوں کی جہت سے نہ ہو چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۳۰۔ و فی شرحہ: خطأً ترک کرے یا بھولے سے، لاعلمی میں ترک کرے یا جانتے ہوئے۔
۲۳۱۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۸۰
۲۳۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ۴۵
۲۳۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ۸۱

أن المراد بالعُذرِ ما لا يكونُ من جهة العباد، حيث قال عند قول اللباب: و لو فاتهُ الوقوف بمزدلفةَ بإحصارٍ فعليه دمٌ: هذا غيرُ ظاهرٍ، لأن الإحصار من جملةِ الأعذار إلّا أن يقال: إن هذا مانعٌ من جانبِ المخلوق، فلا يُؤثِّر (٢٣٤)

یعنی، (شارح مُلّا علی قاری نے جو ذکر کیا اس پر دلالت کرتا ہے کہ) عذر سے مراد وہ عذر ہے جو بندوں کی جہت سے نہ ہو اس حیثیت سے کہ (شارح نے علامہ رحمت اللہ سندھی کے) ''لُباب'' میں قول ''اور اگر اس کے محصر ہونے کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ فوت ہو گیا تو اس پر دَم ہے'' پر فرمایا، یہ غیر ظاہر ہے کیونکہ اِحصار من جملہ اَعذار میں سے ہے، مگر یہ کہا جائے کہ یہ مانع مخلوق کی جانب سے ہے لہٰذا (سقوطِ دم میں) مؤثر نہ ہو گا۔

اور صورت مسئولہ میں عذر مخلوق کی جانب سے نہیں ہے بلکہ شرع کی جانب سے ہے کہ اس صورت میں شرع مطہر نے عورت کو حلق کے ذریعے اس واجب کی ادائیگی سے روکا کہ اس کے حق میں حرام قرار دے دیا لہٰذا یہ عذر اُن میں سے ہے کہ جنہیں شرع نے معتبر رکھا ہے۔

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ خاتون جب حلق نہیں کرائے گی کہ اُسے حلق ممنوع ہے اور تقصیر وہ کروا نہیں سکتی تو احرام سے باہر کس فعل سے ہو گی یعنی احرام سے نکلنے کے لئے اُسے کچھ کرنا ہو گا یا خود بخود احرام سے باہر ہو جائے گی عمرہ میں سعی کے بعد اور حج میں رمی یا ذبح کے بعد کیونکہ اگر حج افراد کر رہی ہے تو دس ذوالحجہ کو رمی جمرہ عقبہ کے بعد اور اگر حج تمتع یا قران کر رہی ہے تو ذبح (یعنی قربانی) کے بعد۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر معذر گشتند ہر دو اعنی حلق وقصر معاً بسبب آنکہ در سر علتے دارد و موئیش نیز از مقدار سر انگشت کمتر اند پس ساقط گشتند ہر دو از زوی و حلال گشت از احرام بعد فراغ رمی جمار بغیر قیام چیزے دیگر مقام حلق و لازم نباشد بروی

٢٣٤۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، المجلد (٣)، کتاب (٥) الحج، باب (٣) الجنایات، تحتہٗ ص ٦٥٣

چیزے از دم وصدقہ زیرا کہ ترک نمودہ است واجب را بعذر (٢٣٥)

یعنی، اگر قصر وحلق سر میں کسی علّت کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ مُتعذّر ہو جائیں اور اس کے سر کے بال بھی ایک پورے سے کم ہوں تو دونوں (یعنی قصر و حلق) میں سے ہر ایک اس سے ساقط ہو جائے گا اور وہ رمی جمرہ سے فراغت کے بعد (حج افراد میں) حلق کی جگہ کسی دوسری چیز کے قیام کے بغیر احرام سے نکل جائے گا (اور حج تمتع، قران میں دم شکر (یعنی قربانی) کے ذبح ہونے کے بعد) اور اس پر دَم وصدقہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہو گی کیونکہ اس نے واجب کو عذر کے سبب ترک کیا ہے۔

اور فقہاء کرام نے ایسی صورت میں محظوراتِ احرام کے اِرتکاب میں تاخیر کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام حنفی متوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

و الأحسن له أن يؤخّر الإحلال إلى آخر الوقت من أيام النحر، و لا شيءَ عليه إن لم يؤخّره (٢٣٦)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ اِحلال کو ایام نحر کے آخری دن تک مؤخر کرے اور مؤخر نہ کرے تو اس پر کچھ (لازم) نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

ولیکن افضل در حق وی آنست کہ ارتکاب نماید محظورات احرام را از لبس مخیط، تطییب وغیر آن تا روز اخیر از ایام نحر زیرا کہ شاید کہ زائل گردد عذر او در یک ساعت ولیکن این تاخیر واجب نباشد بروی (٢٣٧)

یعنی، اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ محظوراتِ احرام جیسے سلے ہوئے کپڑے، خوشبو وغیرہما کے استعمال کا ایام قربانی کے آخر تک ارتکاب نہ

٢٣٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہشتم آنچہ متعلق است از مناسك منیٰ، فصل ششم در مسائل حلق و قصر، ص ٢٠٦

٢٣٦۔ فتح القدير، المجلد (٢)، باب الإحرام، تحت قوله: لقوله عليه السلام ص ٥٠٢

٢٣٧۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہشتم فصل ششم ص ٢٠٦

کرے کہ شاید اس کا عذر ایک گھڑی میں زائل ہو جائے لیکن یہ تاخیر اُس پر واجب نہیں ہے۔

اور صورت مسئولہ میں جو عذر ہے وہ ایسا نہیں کہ جس کے زوال کا امکان ہو، ویسے بھی یہ تاخیر افضل ہے نہ کہ واجب۔ اور اگر بال اتنے ہو گئے ہوں تقصیر ہو سکتی ہے کہ ایک پورے کی مقدار کاٹے جا سکتے ہوں تو بہر صورت کاٹنے ہوں گے۔

یہ ایسا مسئلہ تھا کہ جس کی تصریح کُتُبِ مناسک میں اور کُتُب فقہ میں مجھے نظر نہیں آئی، اللہ عزّوجلّ کی توفیق سے میں نے اس کا حل پیش کیا ہے، چاہئے کہ اسے محفوظ رکھا جائے کہ ضرورت کے وقت کام ہے اور جو حکم میں نے لکھا ہے اگر حق ہے تو من جانب الحق ہے ورنہ میری طرف سے ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٦ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٥ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 18-F)

عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی و حلق کروانے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے طوافِ کعبہ کئے بغیر سعی کر لی اور حلق کروا کر کپڑے تبدیل کر لئے اور آ کر سو گیا، اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد صدیق، لبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر عمرہ کی قضاء اور دم لازم ہوگا اور توبہ بھی کرنی ہوگی، کیونکہ عمرہ میں طواف اُس کا رکن ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

طواف العمرة هو ركن فيها

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أي فرض في أدائها (٢٣٨)

یعنی، طواف عمرہ اس میں رُکن ہے یعنی عمرہ کی ادائیگی میں فرض ہے۔

اور طوافِ عمرہ کی ادائیگی کے بعد سعی واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ لکھتے ہیں:

و بعده سعي أي واجب (٢٣٩)

یعنی، اور اس کے بعد سعی ہے یعنی واجب ہے۔

جب سعی طوافِ عمرہ کے بعد کی جائے تو وہ سعی عمرہ کے واجب سے شمار ہوتی ہے کیونکہ عمرہ میں سعی کا طوافِ عمرہ کے بعد واقع ہونا صحتِ سعی کی شرط ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

قال المصنّف في "الكبير" (قال المصنّف في "الكبير" في باب السعي بين الصفا و المروة: و من شرائطه أن يكون بعد الطواف أو بعد أو أكثره الخ) (٢٤٠) و تقديم الطواف على السعي شرط لصحة السعي بالاتفاق اهـ (٢٤١)

یعنی، (مناسکِ مُلّا علی قاری کے متن "لُباب المناسك و عُباب المسالك" کے مصنّف (علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی) نے (اپنی مناسکِ حج پر دوسری کتاب) "منسك كبير" (المسمّٰی بمجامع المناسك و نفع الناسك) میں فرمایا (عمرہ میں) طواف کا سعی پر مقدم ہونا بالاتفاق صحتِ سعی کی شرط ہے۔

اس لئے اس کی سعی سے عمرہ کا یہ واجب بھی ادا نہ ہوا کیونکہ وہ سعی اپنی صحت کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے افعالِ عمرہ سے واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

٢٣٨ ـ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، ص ١٥٨

٢٣٩ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، ص ١٥٨

٢٤٠ ـ مجامع المناسك، فصل في شرائط صحة للسعي، ص ١٣٦، في نسخة، ص ٢٠٢ في أخرى

٢٤١ ـ المسلك المتقسّط، باب العمرة، ص ٥١٠

اور حلق و تقصیر بھی عمرہ کے واجبات میں سے ہیں جب کہ وہ اپنے مشروع وقت میں واقع ہوں چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و باعتبار إيقاعه في وقته المشروع و هو أن يكون بعد السعي في العمرة واجب ملخصاً (٢٤٢)

یعنی، اور اس کے اپنے مشروع وقت میں واقع ہونے کے اعتبار سے اور وہ یہ ہے کہ عمرہ میں (حلق و تقصیر) سعی کے بعد ہو۔

یہاں حلق اپنے مشروع وقت میں واقع نہیں ہوا کہ اس نے حلق اس سعی کے بعد نہیں کروایا جو سعی عمرہ کے واجب سے واقع ہوئی ہو بلکہ اس سعی کے بعد کروایا جو کہ سعی عمرہ کے واجبات سے شمار ہی نہیں کی گئی اور صورت مسئولہ میں تو حلق اپنے وقت جواز میں بھی واقع نہیں ہوا اور عمرہ میں اس کے جواز کا وقت طوافِ عمرہ کے چار پھیروں کے بعد تھا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

قلت: هو من حيث صحة وقوعه في وقت جوازه، هو ما بعد إتيانه بالرُّكن الأعظم في الحج، و بعد أكثر طوافه في العمرة شرط (٢٤٣)

یعنی، میں کہتا ہوں وہ اپنے وقتِ جواز میں صحتِ وقوع کی حیثیت سے شرط ہے وہ یہ ہے کہ حج میں رُکنِ اعظم (یعنی وقوفِ عرفہ) کے بعد اور عمرہ میں اکثر طواف کے بعد ہو۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''لُباب'' کے ''باب مناسك منى'' میں لکھا ہے۔ (٢٤٤)

اور صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ کے رُکن کو ترک کیا کہ جس کا بدل اصلاً کوئی چیز نہیں

٢٤٢۔ المسلك المتقسّط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ٧٨

٢٤٣۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته ص ٧٨

٢٤٤۔ لُباب المناسك و عُباب المسالك (مع شرحه)، باب مناسك منى، فصل في زمان للحلق و مكانه و شرائط جوازه، ص ٢٥٤

ہو سکتی اس پر لازم تو یہ تھا کہ وہ اس صورت میں پہلے فرض طواف کو ادا کرتا پھر سعی کرتا تاکہ وہ سعی عمرہ کی سعی شمار ہوتی اور وقت سے قبل حلق کا دَم دے دیتا مگر اس نے حلق اور دیگر محظوراتِ احرام کا ارتکاب تحلُّل کی نیت سے کیا ہے تو اُسے نئے احرام کے ساتھ عمرہ کی قضا اور دَم لازم ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ذى الحجة ١٤٢٨ھ، ١٤دیسمبر ٢٠٠٧م (New 15-F)

ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی مزدلفہ سے کنکریاں اٹھاتے ہیں اور مزدلفہ ایک کُھلا میدان ہے باوجود اس کے کہ وہاں باتھ روم وغیرہ بنے ہوئے ہیں پھر بھی کچھ لوگ پہاڑوں پر بول و براز کرتے ہیں اس صورت میں کنکریاں چُننا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے کہ جگہ جگہ گندگی ہوتی ہے تو نجس جگہ سے کنکریاں چُننا کیسا ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے نجس جگہ سے کنکریاں اُٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ونیز مکروہ است گرفتن سنگریزہا از مکان نجس (٢٤٥)

یعنی، نیز نجس جگہ سے کنکریاں لینا مکروہ ہے۔

اور یہ کراہت تنزیہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و کراہت در این ہر دو صورت تنزیہیہ است (٢٤٦)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اور اگر یقین ہو کہ جو کنکریاں جمرات کو ماری ہیں وہ نجس تھیں تو اس کی رمی کراہت کے

٢٤٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٢٠٠

٢٤٦۔ حیاۃ القلوب، باب ہشتم در بیان مناسك منیٰ، فصل اوّل، ص ٢٠٠

ساتھ جائز ہو جائے گی، چنانچہ علامہ نظام الدین اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

لو رمی بمتنجّسة بیقینٍ کره و أجزاه کذا فی "فتح القدیر" (۲٤۷)

یعنی، اگر یقین کے ساتھ ناپاک کنکریوں سے رمی کی تو مکروہ (کام) ہوا اور رمی اُسے جائز ہوگئی اسی طرح "فتح القدیر" (۲٤۸) میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 23-F)

جمرات سے کنکریاں اُٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ جمرات کے پاس سے بھی کنکریاں اٹھانے میں تأمل نہیں کرتے جب کہ ہم نے پڑھا اور علماء کرام سے یہی سنا ہے کہ جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی کیونکہ اگر کراہت تحریمی ہوگی تو ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جس کے لئے اس پر توبہ لازم آتی ہے جبکہ تنزیہی میں نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: رمی کے لئے جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

یأخذ الحصی من أیّ موضع شاء إلا عند الجمرة فإن ذلك یکره، لأن ما عندها من الحصی مردود و هکذا جاء فی الأثر (۲٤۹)

یعنی، جمرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریوں کے علاوہ جہاں سے چاہے اُٹھائے پس تحقیق وہ مکروہ کیونکہ ان کے پاس کنکریاں ہیں وہ مردود

۲٤۷۔ الفتاوی الهندیة المجلد (۱)، کتاب المناسك الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ص ۲۲۳

۲٤۸۔ فتح القدیر ۲/ ۵۰۰

۲٤۹۔ الهدایة المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۸

ہیں، اسی طرح اثر میں آیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ونیز مکروہ است برداشتن سنگریزہ از نزد جمرہ زیرا نکہ سنگریزہا کہ موجواند درجمرات علامات آن است کہ مردُود مستند چہ وارد شدہ کہ برداشتہ می شود سنگریزہائے مقبولہ را برائے تثقیل میزان صاحب آنہا (۲۵۰)

یعنی، نیز جمرہ سے کنکری اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ جو کنکریاں جمرات میں موجود ہیں اس کی علامات ہیں کہ وہ غیر مقبول ہیں اس لئے کہ احادیث میں آیا کنکریاں مارنے والے کے میزان کو (قیامت میں) بھاری کرنے کے لئے مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و یکرهُ أخذُها مِن عندِ الجمرةِ لأنها مردودةٌ لحدیثِ ما رواه "الدار قطنیُّ" (۲۵۱) و "الحاکم" (۲۵۲) و صحّحه عن "أبی سعیدِ الخدریِّ" قال: قلتُ یا رسول الله! هذه الجمارُ التی نرمی بها کلَّ عامٍ فنَحْسِبُ أنّها تنقصُ، فقال: إنَّ مَا یُقْبَلُ مِنهَا رُفِعَ وَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَرَأَیْتَهَا أَمْثَالَ الْجِبَالِ (۲۵۳)

۲۵۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل أوّل، ص ۲۰۰

۲۵۱۔ سنن الدار قطنی، کتاب الحج، برقم: ۲۷۶۳، ۲/۲/ ۲۶۳

۲۵۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب المناسك، یرفع ما یقبل الخ برقم: ۱۷۹۰، ۲/ ۱۳۷
أیضاً المعجم الأوسط، برقم: ۱۷۰۰، ۱/ ٤۷٤
أیضاً السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب أخذ الحصی لرمی جمرة العقبة و کیفیة ذلك، برقم: ۹۵٤٥، ۵/ ۲۱۰
أیضاً المصنّف لابن أبی شیبة، کتاب الحج، باب فی حصی الجمل ما جاء فی ذلك، ٤/ ٤۹٥
أیضاً مجمع الزوائد للهیثمی، کتاب الحج، باب رمی، برقم: ۵۵۸۹، ۳/ ٤٤۳

۲۵۳۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، فصل فی الإحرام مطلب فی رمی جمرة العقبة ۳/ ٦۱۰

یعنی، جمرہ کے پاس کنکریاں اُٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مردود کنکریاں ہیں حدیث شریف میں ہے جسے امام دار قطنی نے روایت کیا اور اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جمرات جنہیں ہم ہر سال کنکریاں مارتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک پہاڑ کنکریوں کا دیکھتے۔

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يأخذها من جمع، بخلاف موضع الرمي لأن السلف كرهوه لأنه مردود (۲۵۴)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مزدلفہ سے کنکریاں لیتے، برخلاف موضعِ رمی (یعنی جمرات) کے کیونکہ سلف نے اسے مکروہ قرار دیا کیونکہ وہ مردود ہیں۔

اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے جمرہ کے پاس سے اور نجس جگہ سے کنکری اٹھانے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکراہت درین ہر دو صورت تنزیہی است(۲۵۵)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اس لئے حاجیوں کو چاہئے کہ جمرات سے کنکریاں نہ اٹھائیں لیکن اس سے مراد وہ کنکریاں ہیں جو جمرات کو ماری گئیں فی زمانہ جو کنکری جمرات کو ماری گئی بہت کم ہے کہ اسے دوسرا کوئی اٹھا سکے کیونکہ جمرات کے گرد چھوٹی دیوار اتنی دُور ہے کہ کنکری لگ کر بمشکل باہر آ سکتی ہے یا پھر اتنی دُور سے کسی نے پھینکی ہو جو اس چھوٹی دیوار کے اندر ہی نہ گری ہو اس

۲۵۴۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۵۰۰

۲۵۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب بیان مناسك منی، فصل اوّل، ص ۲۰۰

لئے وہاں پڑی ہوئی کنکری میں احتمال بہر حال موجود ہے کہ یہ ماری ہوئی کنکری ہے نہ کہ گری ہوئی۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں پڑی ہوئی کنکری رمی کے لئے نہ اُٹھائی جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 25-F)

کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے رمی کے لئے کنکریاں چُن کر انہیں دھو لینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس سال مزدلفہ ایک شخص کو میں نے سنا کہ وہ دوسروں کو کنکریاں دھونے سے منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے برائے مہربانی اگر کوئی اس کا ثبوت ہماری فقہ کی کتابوں میں ہو تو بتائیے تا کہ ہمارا دل مطمئن ہو کہ ہم ہمیشہ سے یہی عمل کرتے ہیں؟

(السائل: محمد رضوان بکالی، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: رمی کے لئے چُنی گئی کنکریوں کو دھونا جائز ہے کیونکہ کنکری اگر یقینی نجس (ناپاک) ہے تو اس سے رمی کرنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ولو رمی بمتنجّسة بیقین کره (۲۵۶)

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ویکره أنْ یرمیَ بمتنجّسةٍ بیقینٍ ملخصاً (۲۵۷)

یعنی، ایسی کنکری سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ جس کا ناپاک ہونا یقینی ہو۔

اور اگر کنکری یقیناً ناپاک نہیں تو بغیر دھونے کے ان سے رمی کرنا مکروہ نہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۵۶۔ الفتاوی الهندية: ۱/ ۲۳۳

۲۵۷۔ الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، ص ۶۱۰

و أما بدونِ تيقُّنٍ فلا يكرهُ لأنَّ الأصل الطهارةُ

یعنی، نجاست کے یقین کے بغیر کراہت نہیں کیونکہ اصل طہارت ہے۔

کنکریوں کی نجاست کا یقین نہ ہو تو بغیر دھوئے اُن سے رمی اگر چہ مکروہ نہیں مگر اُن کو دھولینا مستحب ہے تا کہ یقینی پاکی حاصل ہو جائے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصيات قبل أن يرميها ليتقّن طهارتها فإنه يقام بها قربة (۲۵۸)

یعنی، مستحب ہے کہ رمی سے قبل کنکریوں کو دھو لے تا کہ ان کی پاکی کا یقین حاصل ہو جائے اس لئے کہ ان کے ذریعے قُربت قائم کی جائے گی۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصاة (۲۵۹)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

لكن يندبُ غَسلُها لتكون طهارتها متيقَّنةً كما ذكرَه في "البحر" و غيره (۲٦۰)

یعنی، لیکن کنکریوں کو دھونا مندوب (یعنی مستحب) ہے تا کہ ان کی پاکی یقینی ہو جائے جیسا کہ اسے "بحر الرائق" (۲٦۱) وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اور فی زمانہ حاجیوں کی کثرت کے باعث مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ پہاڑوں اور رستوں کے اطراف میں پیشاب و پاخانہ کر دیتے ہیں اس لئے کنکریوں کے ناپاک ہونے کا قوی

۲۵۸۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله: يأخذ الحصى الخ، ص ۵۰۰

۲۵۹۔ مجامع المناسك و نفع المناسك، باب المزدلفة، فصل في رفع الحصاة، ص ۱۷۵، المطبعة المحمودية بالقسطنطنية ۱۲۸۹ھ، ص ۲٦۱ مطبوعة: أفغانستان

۲٦۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب في جمرة العقبة ص ٦۱۰

۲٦۱۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله فلم جمرة العقبة ص ۳٤۵

احتمال ہوتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اُن کو دھولیا جائے چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ٦۱٦ھ لکھتے ہیں:

فنقول: ينبغي أن تكون الحصاة مغسولة (۲٦۲)

اور علامہ نظام الدین حنفی اور جماعت علماء ہند نے لکھا کہ

ينبغي أن تكون مغسولة (۲٦۳)

یعنی، کنکریوں کا دُھلا ہوا ہونا مناسب ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱٤ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 29-F)

تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر تیرہ ذوالحجہ کو منٰی میں رُک جائے اور اس پر اس تاریخ کی رمی واجب ہو جائے تو وہ کس وقت رمی کرے کیا گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی کی طرح زوال کے بعد ہی رمی کر سکتا ہے؟ اس سے قبل بھی اُسے رخصت ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حاجی اگر بارہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد منٰی سے جانا چاہے تو شریعت مطہرہ نے اُسے اجازت دی ہے اگر چہ غروب آفتاب کے بعد تیرھویں تاریخ کی رمی کئے بغیر جانا معیوب قرار دیا گیا ہے۔

اور تیرھویں تاریخ کو رمی کا وقت طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے مگر زوال سے غروب تک مسنون اور اس سے قبل مکروہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

۲٦۲۔ المحيط البرهاني، المجلد (۳)، كتاب (۳) المناسك، الفصل الثالث تعليم أعمال الحج، ص ٤۰٦

۲٦۳۔ الفتاوىٰ الهندية، المجلد (۱)، كتاب المناسك، الباب الخامس في الإحرام ص ۲۳۳

رمی درروز اخیر اعنی روز سیزدہم از طلوعِ فجر است تا غروب شمس الّا آنکہ
قبل از زوال وقت کراہت است وبعد از زوال تا غروب وقت مسنون
است نزد ابی حنیفہ ونزد صاحبیہ جائز نباشد رمی قبل الزوال درین روز
چنانچہ در دو روز سابق(۲٦٤)

یعنی، آخری دن تیرھویں تاریخ کو رمی کا وقت (تیرھویں تاریخ کی طلوعِ فجر سے (اس تاریخ کے) غروبِ آفتاب تک ہے مگر یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک قبل الزوال وقتِ کراہت ہے اور زوال کے بعد سے غروبِ آفتاب تک مسنون اور (امام ابوحنیفہ کے دو شاگردوں) امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس روز زوال سے قبل رمی جائز نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ) میں (زوال سے قبل رمی ان کے نزدیک جائز نہیں)۔

اور علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و أما وقته فی الیوم الرابع فعند أبی حنیفة رحمه الله تعالى من طلوع الفجر إلى غروب الشمس إلا أن ماقبل الزوال وقت مکروہ، و ما بعده مسنون۔ کذا فی "المحیط السرخسی" (۲٦٥)

یعنی، مگر چوتھے دن کی رمی کا وقت تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے مگر یہ کہ زوال (آفتاب) سے قبل وقت مکروہ ہے اور اس کے بعد مسنون ہے، اسی طرح ''محیط سرخسی'' (۲٦٦) میں ہے۔

۲٦٤۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دهم در رمی جمار، فصل چهارم دربیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۷

۲٦٥۔ الفتاویٰ الهندیة المجلد (۱)، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، و الکلام فی الرمی، ص ۲۳۳

۲٦٦۔ محیط السرخسی، کتاب الحج، باب یدفع قبل طلوع الشمس الخ الفصل الثامن، ص ۲۳۰

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے اور جو کراہت سنّت کے مقابلے میں ہو وہ تنزیہی ہوتی ہے نہ کہ تحریمی۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 24-F)

رمی کے وقت طہارت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمرات کی رمی میں باوضو ہونا ضروری ہے یا بغیر وضو کے بھی جائز ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: رمی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے نہ ہی واجب اور نہ مسنون بلکہ مستحب ہے یعنی رمی کے لئے مستحب ہے کہ رمی کرنے والا باوضو ہو، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ رمی کے مستحبات میں لکھتے ہیں کہ:

دویم طہارت از حدثِ اصغر واکبر(۲٦۷)

یعنی، رمی کا دوسرا مستحب یہ ہے کہ (رمی کرنے والا) حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر سے پاک ہو (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو)۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 22-F)

نابالغ پر نہ دم شکر لازم ہے نہ دم جبر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر سال

۲٦۷۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دهم در رمی جمار، فصل دویم در شرائط صحت رمی جمار، ص ۲۱٤

اس گروپ میں کچھ بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ حج کو آتے ہیں اور اُن کے والدین حج تمتع کرتے ہیں اور دس ذوالحجہ کو رمی کے بعد وہ جانور ذبح کرواتے ہیں یعنی قربانی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں تو اُن کے والدین پر جانور قربانی کرنا تو واجب تھا مگر بچوں کی طرف سے جانور قربان کرنا کیا ہے؟ اسی طرح بڑوں سے کوئی جُرم سرزد ہو جائے کہ جس میں دَم لازم آتا ہو تو اُن کو دم دینا لازم ہوتا ہے اور اگر وہی جُرم بچوں سے سرزد ہو جائے تو کیا اُن پر بھی کچھ لازم ہو گا؟

(السائل: محمد رضوان ہارون، لبیک حج وعمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: شریعت مطہرہ نے بیشتر معاملات میں بالغ اور نابالغ میں فرق کیا ہے، اُن میں سے ایک لزومِ دَم ہے، دَم چاہے حجِ تمتع یا حجِ قِران کا ہو کہ جسے دَمِ شکر کہا جاتا ہے یا دَم کسی جُرم کا ہو کہ جسے دَمِ جبر کہا جاتا ہے۔

بچے پر دَمِ شکر اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کے وجوب کی شرطوں میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے اور یہ شرط بچے میں مفقود ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی (۲۶۸) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۶۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

و شرائط وجوب الذّبح: القُدرةُ عليه و صحّةُ القِران، أو التمتُّع و العقل، و البلوغ، و الحرِّيّة، فيجبُ على المملوكِ الصومُ لا الهديَ

یعنی، ذبح کے وجوب کی شرطیں یہ ہیں: ذبح پر قدرت رکھتا ہو، صحتِ قِران و تمتع (جب کہ ''ردالمحتار'' میں صرف قِران کا ذکر ہے)، عقل، بالغ ہونا، آزاد ہونا، پس مملوک پر روزے واجب ہیں نہ کہ جانور ذبح کرنا۔

اور ''لباب'' کی عبارت ''بالغ ہونا'' کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

۲۶۸۔ لُباب المناسك مع شرحه، ص ۲۹۰

۲۶۹۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب (۱) القران، تحت قوله: و ذبح للقران، ص ۶۳۶

أى لعدم الوجوب على الصبيّ مميزًا أو غيره (۲۷۰)

یعنی، بچہ چاہے سمجھدار ہو یا بے سمجھ اس پر قربانی (یعنی دَمِ قِران و تمتع) واجب نہیں۔

اور بچے پر کسی جرم کے ارتکاب پر دَمِ جبر لازم نہ ہونے کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

الواجبُ دمٌ على مُحرِمٍ بالغٍ فلا شئٌ على الصّبيّ خلافاً للشافعيّ (۲۷۱)

یعنی، واجب دَمِ مُحرِم بالغ پر ہے پس بچے پر کوئی شئی نہیں برخلاف امام شافعی کے۔

اور بچوں کی طرف سے اُن کے وارث اگر کوئی قربانی کرتے ہیں تو کر سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اگرچہ اُن پر واجب نہیں کہ وہ بچوں کی طرف سے جانور ذبح کریں مگر یاد رہے کہ وارث بچے کے پیسوں سے یہ قربانی نہیں کر سکتا کہ اس پر واجب نہیں اور اپنے پیسوں سے چاہے تو کر سکتا ہے۔ اور اگر بچے کے پیسوں سے قربانی کی تو اُسے لازم ہو گا کہ بچے کے پیسے اپنے جیب سے بھرے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ١٤ذى الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٣ديسمبر ٢٠٠٧م (New 28-F)

حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام حج سے قبل اور ایام حج میں قربانی کے ٹوکن فروخت ہوتے ہیں اور ان کی خرید کی حکومتی سطح پر ترغیب بھی دلائی جاتی ہے، اور لوگ کثیر تعداد میں یہ ٹوکن خریدتے بھی ہیں، تو قربانی کے ٹوکن خریدنا

۲۷۰۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فى هدى القارن و المتمتّع، ص ۲۹۰

۲۷۱۔ الدر المختار مع ردّ المحتار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنايات، ص ۶۵۱

کیسا ہے جب کہ ریٹ بھی مناسب ہو؟

(السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حنفی مذہب میں متمتع اور قارن حاجی کے لئے دس تاریخ کی رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی کرے پھر قربانی کرے اس کے بعد حلق کروائے یا تقصیر۔ اور اگر اس نے ترتیب جان بوجھ کر یا بھولے سے بدل دی یا ترتیب کسی عذر کی بنا پر بدل گئی اگر چہ اس کے اپنے فعل سے نہ ہو بہر صورت ترکِ ترتیب کی وجہ سے اس پر دَم لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ فقہ حنفی کی ہر وہ کتاب میں کہ جس میں مناسک حج مذکور ہیں بالتصریح موجود ہے جیسا کہ "لُباب المناسك للعلامة رحمة الله السندي الحنفي و "مجامع المناسك و نفع الناسك" (المعروف بمناسك كبير للعلامة رحمة الله السندي الحنفي)، المسلك المتقسط في المنسك المتوسط للقاري (الهروي الحنفي)، و "المسالك في المناسك" للكرماني الحنفي، و حياة القلوب في زيارة المحبوب للمخدوم محمد هاشم التتوي الحنفي، و "غنية الناسك في بغية المناسك"، و "الدر المختار"، و "رد المحتار"، و "البحر الرائق"، و "النهر الفائق"، و "منحة الخالق"، و "الجوهرة النيرة"، و "حاشية الطحطاوي على الدر المختار" وغيرها

اور جس سے حاجی نے ٹوکن خریدا وہ حاجی کی طرف سے وکیل ہے دَم سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ وہ وکیل حاجی کے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد اس کی طرف سے جانور ذبح کرے اگر رمی سے قبل جانور ذبح ہو گیا تو بھی ترتیب واجب کا ترک لازم آیا اور اگر حاجی نے رمی کے بعد جانور ذبح ہونے سے قبل حلق یا تقصیر کروائی تو بھی واجب ترتیب کا ترک متحقق ہو گیا اور حاجی پر دَم لازم آ گیا، ٹوکن بیچنے والے حاجی سے پیسے لے کر اُسے رسید دے دیتے ہیں اور اُسے وقت بتایا جاتا ہے کہ تیری قربانی فلاں وقت ہو گی اس وقت تک حاجی اگر رمی نہ کر سکا اور شیڈول کے مطابق جانور ذبح ہو گیا تو حاجی پر دَم لازم آ جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں حاجی

اس تاریخ کو دیئے گئے وقت سے قبل رمی کر لے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاجی کو رمی میں تاخیر ہو جاتی ہے، اسی طرح حاجی نے رمی کر لی جو وقت دیا گیا تھا اس پر اس کی طرف سے جانور ذبح نہ ہوا اور اس نے حلق کروا لیا تو ترکِ ترتیب کی وجہ سے حاجی پر دَم لازم ہو گیا۔

اطلاعات یہی ہیں کہ حج کی قربانی سارا سال جاری رہتی ہیں کیونکہ احناف کے علاوہ دیگر کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے اس لئے وہ اس کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، اور پھر یہ بھی کیا معلوم کہ وہ لوگ قربانی کرتے ہیں یا بالکل کرتے ہی نہیں کیونکہ اس سال یہاں کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چودہ ایسی کمپنیوں کی نشاندہی ہوئی ہے جو قربانی کے جعلی ٹوکن فروخت کرتی تھیں چنانچہ اخبار "اردو نیوز" میں ہے:

۱۴ کمپنیوں کے متعلق جعلی ٹوکن فروخت کرنے کے واضح ثبوت ملے ہیں(۲۷۲)

لہٰذا ٹوکن پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں، حاجی صاحبان کو چاہئے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کریں ورنہ ایسے شخص کو جو دیندار ہو جسے وہ جانتے ہوں وکیل مقرر کریں اور رمی کے بعد اسے فون پر اپنی رمی ہو جانے کی اطلاع دیں اور وہ قربانی کر کے آپ کو اطلاع دے پھر آپ حلق کروائیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ۲۱ ذي الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱ يناير ۲۰۰۸ م (New 37-F)

اناج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں جو صدقہ لازم ہو جائے اسے میں کوئی شخص جس جنس سے صدقہ لازم ہوا وہ نہ دے قیمت دینا چاہے مثلاً آدھا صاع گندم کی جگہ اس کی قیمت دینا چاہے تو کس جگہ کی قیمت کا اعتبار کرے جس جگہ صدقہ لازم ہوا یا جس جگہ وہ ادا کر رہا ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

۲۷۲۔ اردو نیوز، ص۲، جمعہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ء

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صدقہ میں اس جگہ کی قیمت معتبر ہوگی جہاں وہ صدقہ دے رہا ہے اگر وہ حرم مکہ میں صدقہ دیتا ہے تو وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اگر اپنے وطن میں دیتا ہے تو اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٤ ینایر ٢٠٠٨ م (New 42-F)

صدقہ حدودِ حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں اگر کسی وجہ سے صدقہ لازم ہو جائے تو صدقہ حدودِ حرم میں دینے میں مشکل ہو جاتی ہے تو کیا کرے صدقہ وہاں دے یا اپنے وطن آکر دے؟

(السائل: یوسف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ بات نہیں ہے کہ وہاں مستحق نہیں ملتے جستجو کرنے سے ایسے فقراء مل سکتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ صدقہ حرم کے مسکینوں کو دے کہ وہاں دینے میں ثواب زیادہ ہے ہاں اگر وہاں ایسا نہ ملے جسے صدقہ دینا جائز ہے تو وطن واپس آکر وہاں کے فقیروں کو دے دے، چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی (٢٧٣) متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماءِ ہند (٢٧٤) کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ:

الأفضل أن يتصدّق على فقراء مكة، و لو تصدّق على غير فقراء مكة جاز،

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ وہ مکہ کے فقراء پر صدقہ کرے، اور اگر اس نے

٢٧٣۔ المحيط البرهاني، المجلد (٣)، كتاب (٣) المناسك، الفصل الخامس: ما يحرم على المحرم و ما لا يحرم، نوع في لبس المخيط، ص ٤٢٩، برقم: ٣٣١١

٢٧٤۔ الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الحج، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الثالث في حلق الشعر و قلم الأظفار، ص ٢٤٤

مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٧ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٥ ینایر ٢٠٠٨ م (New 43-F)

حنفی وشافعی مذہب میں مُتمتّع کا حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجِ تمتع کرنے والے کے لئے پہلے عمرے کے بعد دیگر عمرے کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے کیا شافعی مذہب میں بھی یہی حکم ہے یا نہیں کیونکہ کئی لوگ حجاج کرام کو حج میں عمرے کرنے سے منع کرتے ہیں؟

(السائل: محمد سلیم ولد احمد، لبیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: **حنفی مذہب:** ہمارے مذہب میں وہ مُتمتّع جو جانور ساتھ نہیں لایا اس کے حق میں حج سے قبل عمرے ادا کرنا جائز ہے چنانچہ علامہ حسین بن سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

قال العلامة ابن عابدين في "منحة الخالق حاشية البحر الرائق" من باب التّمتّع ما نصّه و "قد ذكر في "اللباب": أن المتمتّع لا يعتمر قبل الحج، قال شارحه: هذا بناء على أن المكّي ممنوع من العمرة المفردة أيضاً، و قد سبق أنه غير صحيح بل إنه ممنوع من التّمتّع و القران و هذا المتّمتّع آفاقي غير ممنوع من العمرة، فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلّة أيضاً كالطّواف اهـ

و في "حاشية المدنيّ" أن ما في "اللباب" مسلّم في حق المتمتّع للهدي أما غير السائق فلا لأنه خلاف مذهب

أصحابنا جميعاً لأن العمرة جائزة في جميع السّنة بلا كراهة إلّا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكّي و الآفاقي كما صرّح به في "النهاية" و "المبسوط" و "البحر" و أخي زاده، و العلامة قاسم و غيرهم اھ(۲۷۵) بلفظه قلت: فما يفعله جهلة معلّمي الغرباء من منعهم من إتيان العمرة للمتمتّع الذي لم يسق الهدي هو على خلاف المذهب و يتسبّب عن المنع المذكور حرمان الغرباء من عبادة لها ثوابٌ عظيمٌ لا يتيسر لهم فعلها في بلادهم، و ربما ضاق عليهم الوقت، فلا يمكنهم فعلها بعد نزولهم من عرفات و لا حول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم(۲۷۶)

یعنی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے ''منحۃ الخالق حاشیۃ بحر الرائق'' کے باب تمتّع میں فرمایا کہ ''لُباب'' میں ذکر کیا گیا کہ مُتمتّع حج سے قبل عمرہ نہیں کرے گا اور اس کے شارح (ملّا علی قاری) نے (اس کے تحت) فرمایا کہ یہ اس بنا پر (کہا گیا) کہ مکی کو عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، پہلے گزرا کہ (یہ قول) درست نہیں بلکہ مکی کو تمتّع اور قِران سے روکا گیا ہے اور یہ متمتّع (کہ جس کی بات ہو رہی ہے) آفاقی ہے جسے (شرعاً) عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ طواف کی مثل عمرہ بھی ایک مستقل عبادت ہے۔ اھ

اور ''حاشیۃ المدنی'' میں ہے کہ جو ''لُباب'' میں ہے وہ اس مُتمتّع کے حق میں تسلیم کیا گیا ہے جو جانور ساتھ لایا ہے مگر وہ مُتمتّع جو جانور ساتھ نہیں

۲۷۵۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق، المجلد(۲)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۳۶۶

۲۷۶۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب التمتع، فصل المتمتع على نوعين، ص۳۱۹۔۳۲۰

لایا اس کے حق میں تسلیم نہیں کیونکہ (یہ قول) ہمارے تمام اصحاب احناف کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ عمرہ پانچ دنوں کے علاوہ پورا سال بلا کراہت جائز ہے اور اس میں مکی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں جیسا کہ اس کی تصریح صاحبِ نہایہ نے ''نہایہ'' میں، صاحب مبسوط نے ''مبسوط'' میں، صاحبِ بحر نے ''بحر الرائق'' میں اور اَخی زادہ اور علامہ قاسم (بن قطلوبغا) وغیرہم نے فرمائی ہے۔

(علامہ حسین مکی حنفی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ باہر سے آنے والے جاہل مُعلِّم جو کرتے ہیں وہ مذہب (حنفی) کے خلاف ہے اور مذکور منع میں باہر سے آنے والے حاجیوں کو ایسی عبادت سے محروم کرنا ہے کہ جس میں عظیم ثواب ہے اور اس عبادت کو ان کے اپنے شہر میں ادا کرنا ممکن نہیں، اور بسا اوقات حاجیوں پر وقت تنگ ہوتا ہے (کہ حج کے بعد فوراً اُن کی واپسی ہوتی ہے) تو اُن کے لئے عرفات سے واپسی کے بعد اس عبادت کو بجالانا ممکن نہیں رہتا و لاحول و لاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

شافعی مذہب: شافعی مذہب میں بھی متمتع کو حج سے قبل عمرے ادا کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عمروں کی کثرت مستحب ہے، چنانچہ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ثم المعتمر إن كان متمتعاً أقام بمكة حلالاً يفعل ما أراد ......، فإذا أراد أن يعتمر تطوّعاً كان له ذلك و يُستحبّ الإكثار من الإعتمار كما سيأتي من باب المَقام بمكة إن شاء الله تعالىٰ (۲۷۷)

یعنی، پھر معتمر اگر متمتع ہے تو مکہ میں بلا احرام ٹھہرے جو چاہے کرے ......پس جب نفلی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اُسے عمرہ ادا کرنا جائز

۲۷۷۔ شرح الإيضاح في المناسك مع حاشيته للهيتمي، الباب الثالث في دخول مكة الخ، الفصل الرابع في الوقوف بعرفات الخ، ص۳۰۸

ہے اور کثرت سے عمرے کو مستحب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ''باب المقام بمکہ'' میں عنقریب آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 06-F)

حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طواف وداع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم گروپ لیڈروں کو بسا اوقات حج کے بعد فوراً گروپ کے کام سے مدینہ طیبہ بھی جانا پڑتا ہے اس صورت میں ہمیں طوافِ وداع کرنا لازم ہوگا یا نہیں جب کہ ہم نے اس دن یا دوسرے پھر مکہ لوٹنا ہوتا ہے اور لازم ہونے کی صورت میں بغیر طواف کئے چلے گئے تو ہم پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد رضوان ولد عبدالستار، لبیک حج گروپ اینڈ سروس، مکۃ المکرّمۃ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے مفرد بالحج ہو یا متمتع یا قارن ہو، عمرہ کرنے والے آفاقی اور مکی و میقاتی حاجی پر واجب نہیں اسی طرح وہ آفاقی جو حج کو آیا اور وقوفِ عرفہ نہ کر سکا اور وہ حاجی جو حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی وجہ سے روک لیا گیا جیسے قید یا مرض وغیرہما، اور پاگل، بچے، حیض و نفاس میں مبتلا عورتیں جب کہ روانگی تک ان عوارض میں مبتلا رہیں ان سب پر بھی یہ طواف واجب نہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

هو واجب على الحاج الآفاقي المفرد و المتمتّع والقارن و لا يجب على المعتمر (أي و لو كان آفاقياً) و لا على أهل مكة، و الحرم، و الحلّ، و المواقيت و فائت الحج و المحصر، و

المجنون، و الصبي و الحائض و النُّفساء، و من نوى الإقامة الأبدية (أي الاستيطان) بمكة قبل حلّ النفر الأول من أهل الآفاق (۲۷۸)

یعنی، یہ آفاقی مفرد، متمتع اور قارن حاجی پر واجب ہے اور معتمر اگرچہ آفاقی ہو پر واجب نہیں اور اہلِ مکہ، اہلِ حرم، اہلِ حل، اہلِ میقات اور فائت الحج، محصَر، پاگل، بچے اور حیض و نفاس والی عورتوں، اور وہ آفاقی جو نفرِ اول سے قبل مکہ معظمہ میں ہمیشہ اقامت کی نیت کر لے ان سب پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔

اور وہ گروپ لیڈر آفاقی ہی ہوتے ہیں جب وہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ طواف اُن پر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و طواف الصدر واجب على الحاج إذا أراد الخروج من مكة (۲۷۹)

یعنی، طواف وداع (آفاقی) حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے۔

آفاقی حج کے بعد جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں اگرچہ وہ حج کے بعد مکہ مکرمہ میں سال بھر ہی کیوں نہ رہے اُس سے اِس طواف کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہے کیونکہ یہ واجب ان واجبات میں سے ہے کہ جس کا وقت مقرر نہیں اور ایسا واجب جو مؤقت نہ ہو اس کا ترک خُروجِ مکہ سے متحقق ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ ''تنویر الابصار'' کی عبارت ''طوافِ وداع کے ترک پر دم لازم ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

و لا يتحقّق الترك إلا بالخروج من مكة (۲۸۰)

۲۷۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب طواف الصدر، ص ۲۷۹

۲۷۹۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الخامس في كيفية أداء الحج، ص ۲۳۴

۲۸۰۔ الدر المختار: ۳/۶۶۵

یعنی، ترک متحقق نہیں ہوتا مگر مکہ معظّمہ سے نکلنے سے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّه ما دام فیها لم یُطالَبُ به ما لم یُرِدِ السَّفرَ (۲۸۱)

یعنی، جب تک وہ مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ طواف وداع کئے بغیر مکہ مکرمہ سے نکل جاتا ہے تو میقات سے گزرنے تک اس پر واجب رہتا ہے کہ وہ واپس لوٹے اور طواف وداع کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

یجب علیه العود بلا إحرام ما لم یجاوز المیقات (۲۸۲)

یعنی، اس پر بغیر احرام کے لوٹنا واجب ہے جب تک میقات سے نہ گزرے۔

اور جب وہ میقات سے گزر جاتا ہے تو اس پر لوٹنا واجب نہیں رہتا دم واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فإن جاوزہ لم یجب الرّجوع و یجب الدّم (۲۸۳)

یعنی، اگر وہ میقات سے گزر جائے تو لوٹنا واجب نہیں دَم واجب ہے۔

اور میقات سے گزرنے کے بعد اگر طوافِ وداع کی ادائیگی اور اپنے آپ پر واجب دم کو ساقط کرنے کے لئے لوٹ آتا ہے تو احرام باندھ کر لوٹنا ہوگا کیونکہ جو بھی حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے اس پر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آنا واجب ہوتا ہے، پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف وداع چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲۸۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، باب (۳) الجنایات، تحت قوله: و لا یتحقّق الترك، ص ٦٦٥

۲۸۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصدر، فصل، ص ۲۸۰

۲۸۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۰

فإن رجع (أی بالإحرام) بدء بطواف العمرة ثم بالصدر (۲۸٤)

یعنی، پس اگر احرام باندھ کر لوٹ آیا تو پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف وداع۔

اور عمداً ترکِ واجب گناہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لکن العامد آثم أی بترکه (۲۸٥)

یعنی، لیکن قاصد واجب کے ترک میں گنہگار ہے۔

اور اس صورت میں وہ گناہ دَم دینے سے بھی معاف نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے سچی توبہ لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریقِ تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۲۸٦)

یعنی، جب واجب کو جان بوجھ کر ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چہ دَم دے دے اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

جس دم دینے سے قصد پائے جانے کی صورت میں گناہ باقی رہتا ہے اس طرح اعادہ کے ذریعے دَم ساقط کروانے کی صورت میں بھی گناہ باقی رہے گا جب کہ ترکِ واجب کا ارتکاب قصداً ہوا ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۸ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۷ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 32-F)

حِل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طوافِ وداع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی

۲۸٤۔ لُباب المناسك، ص ۲۸۰

۲۸٥۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص ۸۰

۲۸٦۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة، ص ٤٥

شخص حج ادا کرنے کے بعد طوافِ وداع کئے بغیر اگر جدّہ جانا چاہے جیسا کہ عموماً آفاقی حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان ایام میں جدّہ کا رُخ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ طوافِ وداع کر کے جائیں اسی طرح کوئی آفاقی حاجی ادائیگی حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم (مسجد عائشہ) جاتا ہے حالانکہ اس نے طوافِ وداع نہیں کیا ہوتا تو وہ حُدودِ حرم سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟

(السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں نہ تو جدہ جانے والے آفاقی حاجی پر طوافِ وداع واجب ہوگا اور نہ ہی تنعیم یا حِل کے کسی اور مقام کو عمرہ یا غیر عمرہ کے ارادے سے جانے والے پر کیونکہ یہ طواف تو صرف اس آفاقی حاجی پر واجب ہوتا ہے جب وہ مواقیت خمسہ میں سے کسی میقات سے باہر جانے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لیس علی الخوارج إلی التنعیم وداع (أی طواف له) (۲۸۷)

یعنی، طوافِ وداع تنعیم کی طرف نکلنے والے آفاقی حاجی پر واجب نہیں ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی مثلاً من مواضع الحلّ

یعنی، مواضعِ حِل کی طرف نکلنے والے پر طوافِ وداع نہیں مثلاً تنعیم (یعنی مصنّف نے تنعیم کا ذکر بطورِ مثال کے کیا ہے)۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی ایسے شخص پر طوافِ وداع نہیں سوائے امام ثوری کے کوئی اس کا قائل نہیں کہ وہ ایسے شخص پر طوافِ وداع کو واجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی نے المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط (۲۸۸) میں ذکر کیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۹ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۸ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 33-F)

۲۸۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصّدر، فصل، ص ۲۸۱

۲۸۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الوداع، ص ۲۸۱

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آکر عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کی سعی نہ کی تھی کہ اُسے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا وہ مدینہ طیبہ گیا واپسی میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ آکر عمرہ کیا، پھر اس طرح مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا تو بغیر سعی کے مدینہ طیبہ چلا گیا پھر واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ ادا کیا اس صورت میں جب کہ اس شخص پر حج کی سعی باقی تھی مذکورہ شخص کے لئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد قنانی، القنانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور یہ اُن واجبات میں سے ہے کہ جس کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں کہ جس میں اسے ادا کرنا واجب ہو اور اس وقت کے نکل جانے کے بعد حاجی پر کوئی دَم یا صدقہ وغیرہما لازم آتے ہوں یا اس وقت کے نکل جانے کے بعد یہ واجب ہو جائے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لیس له وقتٌ یَفُوْتُ بفوته (۲۸۹)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزر جانے سے وہ فوت ہو جائے۔

اور سعی کے غیر مؤقّت ہونے کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعی غیر مؤقّت (۲۹۰)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقّت ہے۔

۲۸۹۔ ردالمحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، باب (۳) الجنایات، تحت قوله: و لا یتحقّق الترك الخ، ص ٦٦٥

۲۹۰۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱)، فصل: الترتیب منه ص ٤۷۳

لہٰذا سعی کے غیر مؤقّت ہونے کی وجہ سے اسے جب بھی ادا کرے ادا ہو جائے گی اگر چہ بلاعذر تاخیر نہیں کرنی چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه يكره له (۲۹۱)

یعنی، مگر یہ کہ حاجی کو سعی (ایامِ نحر سے) مؤخّر کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

اور حاجی جب سعی کئے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا جاتا ہے تو گویا وہ سعی کو چھوڑ گیا کیونکہ خُروج سے ترک متحقق ہو گیا اور اس پر لازم ہوا کہ جب تک وہ میقات سے نہ نکلا بلا احرام لوٹ آئے اور سعی کرے لیکن جب میقات سے نکل گیا تو اس پر دَم لازم آ گیا کہ وہ حج کا ایک واجب چھوڑ کر گیا ہے لیکن اگر وہ دم نہیں دیتا اور واپس آ کر سعی کر لیتا ہے تو ترکِ سعی کا دَم ساقط ہو جائے گا لیکن افعالِ حج کی تکمیل سے قبل احرامِ عمرہ سے دو عبادتوں حج و عمرہ کو جمع کرنے والا ہو گیا اس وجہ سے اس پر دَم ہو گا جیسا کہ حیاۃ القلوب (۲۹۲) میں ہے۔

اس لئے اسے عمرہ کو چھوڑ کر حج کا باقی رہا ہوا ایک فعل یعنی سعی کرنی ہو گی اور دَم کے ساتھ عمرہ کی قضاء بھی لازم ہو گی۔

ایسے افراد کو چاہئے کہ حج کے بعد میقات سے باہر نکلنے سے قبل سعی (بشرطیکہ منیٰ روانگی سے قبل سعی نہ کر لی ہو) اور ایک نفلی طواف کر لیا کریں تو سعی سے حج کا واجب اور نفلی طواف سے طوافِ وداع جو کہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے ادا ہو جائے گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ حج کی سعی طوافِ زیارت کے ساتھ یا منیٰ روانگی سے قبل احرامِ حج کے بعد ایک نفلی طواف کے بعد کر لیں اور اعمالِ منیٰ سے فراغت کے بعد پہلی فرصت میں ایک نفلی طواف کر لیا کریں کہ اُن لوگوں کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں کب کسی کام مدینہ طیبہ جانا پڑ جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱ ینایر ۲۰۰۸م (New 36-F)

۲۹۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی الجنایة فی السعی، ص ۳۹۳
۲۹۲۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دهم، فصل ششم، در بیان کیفیة رجوع بعد فراغ رمی جمار، ص ۲۲۲۔۲۲۳

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں حج کی سعی ابھی نہ کی تھی کہ مجھے ضروری کام سے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا اور میں نے وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ لیا کہ احرام نہ باندھتا تو دَم لازم آتا پھر آ کر عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کی اب مجھ پر کیا لازم ہو گا؟

(السائل: محمد فنّانی، الفنّانی ٹریڈرز)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ایک دَم لازم ہو گا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی حنفی نے لکھا ہے:

قال: والعمرة لا تضاف إلى الحج، و الحج يضاف إلى العمرة قبل أن يعمل منهما شيئًا و بعد أن يعمل هكذا نقل عن ابن عباس رضى الله عنهما و هذا لأن الله تعالى جعل العمرة بداية و الحج نهاية بقوله تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ (۲۹۳) فمن أضاف الحجة إلى العمرة كان فعله موافقاً كما فی القران، ومن أضاف العمرة إلى الحج كان مخالفاً للقران فكان مُسيئاً من هذا الوجه (۲۹٤)

یعنی، عمرہ حج کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور حج عمرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ اس نے ان دونوں میں سے کسی کے افعال میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو اور اس وقت بھی جب کچھ افعال ادا کر لئے ہوں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ

۲۹۳۔ البقرة: ۲/۱۹٦
۲۹٤۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (۲)، الجزء (٤)، باب الجمع بین الإحرامین، ص ۱٦٤۔۱٦٥

تعالیٰ نے اپنی فرمان ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ میں عمرہ کو ابتداء اور حج کو انتہاء قرار دیا، پس جس نے حج کو عمرہ کی طرف مضاف کیا تو اس کا فعل موافق ہے جیسا کہ قران میں ہے اور جس نے عمرہ کو حج کی طرف مضاف کیا تو اس کا یہ فعل قران کے خلاف ہے پس ایسا کرنے والا اسی وجہ سے بُرا کرنے والا کہلائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد الحلق والطواف قبل از سعی بین الصفا والمروۃ یا بعد الحلق و الطواف و السعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفض و اگر رفض نکرد واجب آید بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچہ کثیر الوقوع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند برای عمرہ قبل از انکہ سعی نمایند برای حج پس واجب آید برایشان دم بواسطہ جمع بین النسکین كما صرّح بذلك الشيخ علی القاری و حنيف الدين المرشدی فی شرحيهما علی المنسك المتوسط(۲۹۵)

یعنی، اگر کوئی شخص وقوفِ (عرفات) کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل یا حلق وطواف کے بعد صفا ومروہ کے مابین سعی سے قبل یا حلق وطواف وسعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اُسے عمرہ کا احرام توڑنا لازم ہے اور اس پر (عمرہ کا) احرام توڑنے کا دَم (اور عمرہ کی قضاء) لازم ہوگی اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تو بھی اس پر دو نُسک کو جمع کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اہلِ مکہ میں کثیر الوقوع ہے کہ سعی ادا

۲۹۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دھم فصل ششم، ص ۲۲۲۔ ۲۲۳

کرنے سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو دو نُسک جمع ہونے کی وجہ سے ان پر دَم لازم آتا ہے۔ اسی طرح مُلّا علی قاری اور شیخ حنیف الدین مرشدی نے ''المنسک المتوسط'' پر اپنی اپنی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔

یوم الأربعاء، ۸ محرم الحرام ۱٤۲۹ھ، ۱٦ ینایر ۲۰۰۸ م (New 44-F)

خلافِ قانون چُھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ عمرہ کے ویزہ پر عمرہ کے لئے جاتے ہیں اور مدت ویزہ ختم ہونے کے بعد واپس نہیں آتے حج کے لئے رک جاتے ہیں، وہاں چُھپ کر رہتے ہیں انہیں ڈر ہوتا ہے کہ پکڑے گئے تو واپس کر دیئے جائیں گے، اس صورت میں وہ نمازیں پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ لوگ قصر کریں گے کیونکہ اقامت کی نیت صحیح ہونے میں سے ایک شرط اقامت کرنے والا کا مستقل بالرائے ہونا بھی ہے اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خود معلوم نہیں کہ یہ کتنے دن یہاں رہیں گے کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جس دن بھی حکومت کو ان کی غیر قانونی موجودگی کا علم ہوا واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے غیر قانونی مقیم جب بھی پکڑ لئے جاتے ہیں تو انہیں وطن واپس کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مدتِ اقامت کا انہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مسافر ہی رہیں گے اگرچہ خود ان کا پندرہ دن سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ لکھتے ہیں:

الأصل من يمكنه الإقامة باختياره يصير مقيماً بنية نفسه و من لا يمكنه الإقامة لا يصير مقيماً بنية نفسه (۲۹٦)

۲۹٦۔ الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۱٤۱

یعنی، اصل یہ ہے کہ جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن ہو تو وہ اقامت کی اپنی نیت کرنے سے وہ مقیم ہو جائے گا اور جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن نہ ہو وہ نیتِ اقامت کرنے سے تو مقیم نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی طرح سے ان کو غلبۂ ظن ہو جائے کہ انہیں پندرہ دن یا اس سے زائد کا موقع مل جائے گا تو اقامت کی نیت درست ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں:

و یکفی فی ذلك القصد غلبة الظن یعنی إذا غلب علی ظنه أنه یسافر قصر و لا یشترط فیه التیقّن کذا فی "التبیین" (۲۹۷)

یعنی، اس قصد میں غلبۂ ظن کافی ہے یعنی جب اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے اور اس میں یقین ہونا شرط نہیں، اس طرح "تبیین الحقائق" میں ہے۔

اور ان لوگوں کو غلبۂ ظن حاصل ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اُسے معلوم ہے کہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سے غالب یہی ہے کہ وہ پکڑا نہیں جا سکتا یا وہ ایام آ گئے جن میں اُسے معلوم ہے کہ اب حکومت نہیں پکڑتی یا حکومت نے اعلان کر دیا کہ ایسے لوگ کسی کارروائی کے تحت حج کے لئے رک سکتے ہیں یا اُسے علم ہو کہ ان ایام میں غیر قانونی طور پر رُکنے والے پکڑے بھی جائیں تو واپس نہیں لوٹائے جاتے وغیرہ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٤ ینایر ٢٠٠٨م (New 41-F)

مواجۂ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زائرین جب حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوں تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا ہاتھ چھوڑ کر؟ مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں پر موجود کارندے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے سے

۲۹۷۔ الفتاوی الهندیة، المجلد (١)، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ص ۱۹۸

روکتے ہیں، اور اگر وہ روکیں تو اس صورت میں زائر کو کیا کرنا چاہئے؟ پھر ہاتھ باندھ لے یا ہاتھ کھول کر کھڑا ہو جائے اور فقہاء کرام ہاتھ باندھنے اور کھولنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ باحوالہ ذکر کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(السائل محمد عرفان ضیائی، الفتائی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے مواجۂ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ادب قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگ جو ہاتھ باندھنے سے منع کرتے ہیں وہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑا ہو، چنانچہ ان کے مولوی عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے لکھا ہے کہ

اور نبی ﷺ کی قبر (انور) کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز سے آپ پر اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۸)

اسی طرح طلال بن احمد العقیل کے تحریر کردہ رسالہ "رہنمائے حج و عمرہ" میں ہے:

پھر نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس جائے اور اس کی طرف ادب و احترام اور پست آواز کے ساتھ اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۹)

اسی طرح سلسلۂ ارشادات للحاج والمعتمرین میں چھپنے والے چوتھے رسالہ میں ہے:

ثم یسنّ زیارة قبره ﷺ و السلام علیه و علی صاحبه، بأدب و خفض صوت و لا یجوز رفع الأصوات عند قبره ﷺ الخ (۳۰۰)

یعنی، پھر مسنون ہے کہ آپ ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کرے اور آپ اور آپ کے اصحاب (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی بارگاہ میں ادب اور دبی آواز سے سلام عرض کرے اور آپ ﷺ کی قبر انور پر آوازیں بلند کرنا جائز نہیں۔

۲۹۸۔ حج و عمرہ اور زیارت کے مسائل کی تحقیق الخ، فصل مسجد نبوی کی زیارت کا بیان، ص ۱۱۷
۲۹۹۔ رہنمائے حج و عمرہ، زیارت مسجد نبوی کا طریقہ، مدینۃ النبی، ص ۴۹
۳۰۰۔ الحج و العمرة مع أدعیة مختارة، إرشادات لزائری مسجد الرسول ﷺ، ص ۷۴

مندرجہ بالا تین عبارات میں سے ایک میں ادب سے کھڑا ہونا اور دو میں ادب و احترام کے ساتھ سلام پیش کرنے کی تصریح ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے کہ سینہ تان کر کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا نہیں کہا جاتا بلکہ عجز و انکساری سے کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا کہتے ہیں اور اہلِ اسلام کے عرف میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب سے کھڑا ہونا کہلاتا ہے جب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور اس بارگاہ میں ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ زائر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا اور سلام عرض کرے گا۔

اور زائرین جانتے ہیں کہ وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے نہیں دیا جاتا جب کہ ہاتھ باندھنے والوں پر بسا اوقات سختی بھی کی جاتی ہے خصوصاً جب کوئی شخص آگے کھڑا ہو تو اُسے ہاتھ باندھنے نہیں دیا جاتے، ایسی صورت میں ہم زائر کو یہی حکم دیں گے کہ اگر ہاتھ باندھنے نہ دیئے جائیں تو ہاتھ کھول دے کہ اس بارگاہ کا ادب یہی ہے کہ وہاں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے اور آئندہ آگے آکر کھڑے ہونے سے احتراز کرے پیچھے یا درمیان میں کھڑا ہو تا کہ ادب و احترام کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کچھ دیر سلام کا نذرانہ پیش کر سکے، لیکن ہم اُن روکنے والوں سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ کیوں منع کرتے ہو؟ کیا آقا علاہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں امتی کا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہے اگر شرک ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عبادت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں، اگر یہی قاعدہ و اصول ہے پھر تو ہر وہ شخص جو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو بلا تأمل کہا جائے گا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیا اس وجہ سے کہ نماز میں حالتِ قیام میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں اگر یہی وجہ ہو تو نماز میں تو نمازی رکوع میں جھکتا بھی ہے پھر تو جس شخص کو بھی جھکتے دیکھو سمجھ لو کہ عبادت میں ہے اور اگر کسی چیز کو اٹھانے کے لئے جھکتا دیکھو تو بلا سوچ و بچار کے کہہ دو کہ یہ شرک کر رہا ہے، اور نماز میں حالتِ قعدہ میں نمازی دو زانو ہو کر بھی بیٹھتا ہے پھر جس شخص کو بھی اس طرح بیٹھے دیکھو کہہ دو کہ عبادت کر رہا ہے اگر طالب العلم استاد کے آگے دو زانو بیٹھا قرآن پڑھ رہا

ہے تو کہہ دو کہ شرک کر رہا ہے حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے عبادت کو سمجھا جائے کہ عبادت کسے کہتے ہیں تا کہ تحقیقِ شرک کا فیصلہ دینے میں آسانی رہے

لُغت و تفسیر کی عام کُتب میں ایک ہی معنی ملتا ہے اقْصٰی غَایَۃُ الْخُضُوْعِ وَ التَّذَلُّلِ یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری، مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالتِ نماز میں تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا، سجدہ اور اس کے بعد حالت التحیات میں دو زانو بیٹھنا، سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا، یہ سب عبادت ہیں، اگر عبادت صرف تذلّل و انکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے تو کیا باقی چیزیں عبادت نہیں، اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا، اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتا ہے یا اُن کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اس نے اپنے استاد یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو معبود بنا لیا ہرگز نہیں۔ پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو ان حرکات و سکنات کو اگر نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں منہ پھیرنے کو تذلّل کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی اُمور نماز سے خارج ہوں تو یہ ان کی غایتِ خُضوع ہے اور نہ یہ عبادت متصوّر ہوتے ہیں تو اس کا ممیّز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس ذات کے لئے اور جس کے سامنے یہ افعال کئے جا رہے ہیں اس کے متعلق کرنے والے کا کیا عقیدہ ہے، اگر اس کو اللہ اور معبود یقین کرتا ہے تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایت تذلّل و خضوع پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کو عبد اور بندہ سمجھتا ہے نہ خدا، نہ خدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اوتار تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں ان کو احترام اجلال اور تعظیم کہا جا سکتا ہے، البتہ شریعتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تعظیمی بھی ممنوع ہے‘‘ الخ۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب بات خود بخود واضح ہوگئی کہ بارگاہِ رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں

دست بستہ سلام عرض کرنے کی غرض سے کھڑا ہونے والا شخص ہاتھ باندھنے کی وجہ سے نہ عبادت کرنے والا کہلائے گا، اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرک قرار پائے گا اور نہ ہی اس کے اس فعل کو غایتِ تذلّل وخضوع کہا جاسکتا ہے کیونکہ اُمّتی ہاتھ باندھ کر جب عرض کرتا ہے: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ تو عبادت کی نفی ہوگئی جب عبادت کی نفی ہوگئی تو شرک خود بخود مُنتفی ہوگیا، اس لئے کہ وہ جس ذات کے لئے یا جس کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے اُس ذات کو وہ ''اے اللہ کے رسول، اے اللہ کی نبی، اے اللہ کے حبیب'' کہہ کر مخاطب ہو رہا ہے تو کھڑے ہونے والے کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے نبی ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ! وہ خُدا ہیں یا خُدا کا بیٹا یا اس کا اَوتار ہے۔ لہٰذا اُمّتی اس عقیدہ پر جو بھی فعل بجا لائے، جو بھی عمل کرے اُسے عبادت کا نام نہیں دیا جاسکتا حتیٰ کہ خدانخواستہ اگر کوئی سجدہ بھی کرلے تو عبادت کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کا سجدہ تعظیمی کہلائے گا اور شریعت مطہرہ میں سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اس کے مُرتکب کو روکا جائے گا، مُشرک قرار نہیں دیا جاسکتا، وہ سخت گنہگار ہوگا مگر ایمان سے خارج نہیں ہوگا، ایمان سے خارج تب ہوتا جب معبود سمجھ کر سجدہ کرتا اور اس بارگاہ میں آنے والا کوئی شخص بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حضور ﷺ کو ''یا رسول اللہ'' کہہ کر مخاطب کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرک نہیں کر رہا؟

باقی رہی یہ بات کہ اُسے اگر بدعت کہا جائے تو مانعین کی تعریف کے مطابق یہ ہوگا حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اس لئے یہ فعلِ بدعت ہے اور ایسا ممکن نہیں کیونکہ حضور ﷺ سے اُن کی اپنی ذات اور اپنی قبرِ انور کے لئے اس فعل کی دلیل کا پایا جانا ممکنات میں سے نہیں، اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ وشہداء کے مزارات پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو یہاں فرقِ مراتب کی وجہ سے بطور دلیل ذکر نہیں کیا جاسکتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے افعال کو اگر سنّت میں شامل اور بدعت سے خارج مان لیا جائے تو صحابہ کرام کے مواجہ اقدس پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو صحت کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا اور اگر ثابت بھی ہو اور اس میں ارسال ہو تو اس

سے ہاتھ باندھنے کی نفی لازم نہیں آتی اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے ممانعت مروی نہیں ہے اور اگر مروی ہو تو صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور اگر صحت کے ساتھ ثابت بھی ہو تو بھی کسی فعل کے حرام ہونے کے لئے قولِ صحابی کافی نہیں۔ اور اگر قولِ رسول ہو اور صحت کے ساتھ ثابت ہو تو بھی کافی نہیں کیونکہ خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد ثبوتِ حرمت میں کفایت نہیں کرتی جیسا کہ اصولِ فقہ سے معمولی شغف رکھنے والے پر یہ سب مخفی نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سب پر عیاں ہے کہ فعل کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا منع کے ثبوت کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور پھر یہ فعل ایسا ہے کہ جس پر اُمّت کا تعامل قدیم سے جاری ہے اور مذاہبِ اربعہ کے مقتدر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں جب کہ عدمِ فعل اور منع پر نہ تعاملِ اُمّت ہے اور نہ ہی مذاہبِ اربعہ کے فقہاء کی تصریحات چنانچہ فقہ حنفی میں مناسکِ حج و عمرہ کی مشہور و مستند کتاب ''لُباب المناسک وعُباب المناسک'' کے مصنف علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم توجّه مع رعاية غاية الأدب فقام تجاهَ الوجه الشريف متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع الذّلّة و الانكسار، و الخشية و الوقار و الهيبة و الافتقار غاضّ الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب و اضعاً يمينه على شماله (أي تأدّباً على حال إجلاله۔ القاري) مستقبلاً للوجه الكريم مستدبراً للقبلة الخ (۳۰۱)

یعنی، پھر رعایتِ ادب کے ساتھ دل سے متوجّہ ہو اور چہرۂ اقدس کے سامنے تذلّل و انکسار، خشیت و وقار، ہیبت و افتقار کے ساتھ تواضع، خضوع وخشوع کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے، اپنے اعضاء کو بے حرکت کرتے ہوئے اپنے دل کو (اپنے مقصود کے ماسوا سے) فارغ کرکے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے (یعنی نبی ﷺ کے حالِ اجلال

۳۰۱۔ لُباب المناسک مع شرحہ للقاری، باب زیارۃ سید المرسلین ﷺ، ص ۵۰۸

کے ادب کے مطابق ہاتھ باندھے) حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کئے کھڑا ہو۔

مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول کہ قبلہ کی جانب اپنی پشت کئے کھڑا ہو کہ تحت لکھتے ہیں:

لأن المقام يقتضي هذه الحالة (٣٠٢)

یعنی، کیونکہ یہ مقام اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی لکھتے ہیں:

و ينبغي له في حال وقوفه و جلوسه أن يضع يمينه على يساره كما في الصلاة بأن يقبض بيمينه كوع يساره (٣٠٣)

یعنی، (حضور ﷺ کی بارگاہ) کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں چاہئے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز میں، اس طرح کہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چوں فارغ شود از حمد و ثناء و دعا تجدید کند توبہ را پس باید کہ بیاید بسوئے قبر شریف ﷺ مع رعایت غایت ادب و خضوع و خشوع بسیار و تواضع و انکسار و وقار پس باید چشم پوشیدہ و منع کند اعضاء خود را از حرکت و فارغ علائق ید قلب خود را از وساوس و علائق، و بہ بند و دست راست بر دست چپ خود چنانکہ در نماز و باید در وقت زیارت مستقبل وجہ شریف آنحضرت ﷺ مستدبر قبلہ و هو المستحب عند الأئمة الأربعة كما

٣٠٢۔ المسلك المتقسّط، ص ٥٥٨

٣٠٣۔ حاشية العلامة ابن حجر الهيتمي على شرح الإيضاح في مناسك الحج، الباب السادس في زيارة قبر سيدنا مولانا رسول الله ﷺ، ص ٤٨٨

صرّح به ابن جماعه و غيره (٣٠٤)

یعنی، جب حمد و ثناء اور دعا سے فارغ ہو تو نئے سرے سے توبہ کرے پھر قبر انور ﷺ کی طرف پورے ادب اور بہت خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری اور وقار کے ساتھ آئے پس آنکھیں بند کئے اپنے اعضاء کو کسی قسم کی حرکت سے روکے اپنے دل کو وساوس و علائق سے خالی کئے نماز کی طرح ہاتھ باندھے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے کھڑا ہو اور زیارت کے وقت آنحضرت ﷺ کے رُخِ انور کی طرف (اپنا) منہ اور قبلہ کی جانب (اپنی) پشت کئے کھڑا ہو اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی مستحب ہے جیسا کہ ابن جماعہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور ہند کے مقتدر علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر لکھا کہ

يقف كما يقف في الصلاة (٣٠٥)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اور اسی طرح علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

يقف كما يقف في الصلاة (٣٠٦)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو کہ جیسے نماز کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں قیام اس حال میں ہوتا ہے کہ نمازی ہاتھ باندھے ہوئے ہوتا ہے تو اس مقام پر بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا کیونکہ حضور ﷺ اس کے حال سے واقف اور اس کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں چنانچہ شیخ احمد بن محمد الخطیب قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ

٣٠٤۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب چهارم در بيان زيارت حضرت سيد المرسلين، فصل اول، ص ٣٠٤

٣٠٥۔ الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الحج، خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ، ص ٢٦٥

٣٠٦۔ كتاب الاختيار لتعليل المختار، المجلد (١)، الجزء (١)، كتاب الحج، فصل في أحكام زيارة المسجد النبوي في زيارة قبر النبي ﷺ، ص ٢٢٧

"مواہب لدنیہ" میں نیز دیگر ائمہ فرماتے ہیں:

لا فرق بین موته و حیاته ﷺ فی مشاهدته لأمّته و معرفته بأحوالهم و نیّاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلك عنده جلی لاخفاء به

یعنی، حضور اقدس ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمّت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں بحوالہ مدخل مطبوعہ مصر، صفحہ ۲۱۵ (۳۰۷)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بأنه علیه الصلاة و السلام عالم بحضورك و قیامك و سلامك أی بل بجمیع أفعالك و أحوالك و ارتحالك و مقامك و كأنه حاضر جالس بازائك (۳۰۸)

یعنی، اس طرح کہ آپ ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام (ملا علی قاری فرماتے ہیں) بلکہ تیرے تمام افعال، احوال، ارتحال (مقامِ کوچ) اور کھڑے ہونے سے آگاہ ہیں گویا کہ آپ ﷺ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور مقتدر علماءِ ہند کی جماعت نے لکھا:

و یمثل صورته الكریمة البهیة كأنه نائم فی لحده عالم به یسمع كلامه كذا فی "الاختیار شرح المختار" (۳۰۹)

۳۰۷۔ الحج، مدینہ طیبہ، چاندی کی کیل، ص ۱۸۱

۳۰۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب زیارة سید المرسلین ﷺ، فصل و لو توجّه إلی الزیارة، ص ۵۵۹

۳۰۹۔ الفتاوی الهندیة: ۱/ ۲٦٥

یعنی، اور (زائر نبی ﷺ کی) روشن صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ اپنی مبارک لحد میں آرام فرما ہیں، اور اُسے (یعنی زائر کو) جانتے ہیں اور اس کے کلام کو سماعت فرما رہے ہیں، اسی طرح "الاختیار شرح المختار" (۳۱۰) میں ہے۔

اور شیخ محمد متولی شعراوی لکھتے ہیں:

فهم فی حیاة لا نعلم كنهها، و لكنا أخبر عنها (۳۱۱)

یعنی، پس آپ حیات ہیں ہم اس کی کنہ کو نہیں جانتے لیکن ہمیں اُن کی حیات کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال زائر اس مقام پر یوں کھڑا ہوگا کہ آپ ﷺ اُسے مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور جو اس حقیقت ثابتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کھڑا ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی اس کے ادب کا عالم کیا ہوگا، یہ اہلِ محبت پر پوشیدہ نہیں ہے۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۳ینایر ۲۰۰۸ م (New 38-F)

مواجہۂ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ آمد کے بعد زائر کو چاہئے کہ پہلے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہۂ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہو، اب اگر کسی شخص کو باب جبریل سے داخل ہونے کا موقع میسر آجائے یا وہ بابُ البقیع سے داخل ہو تو اس صورت میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: خرم عبد القادر)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: علماء کرام نے مسجد نبوی میں دو

۳۱۰۔ كتاب الاختیار لتعلیل المختار، ۱/ ۲۲۷

۳۱۱۔ الحج الأكبر، زیارة المسجدالنبوی، ص ۱۷۷

رکعت نفل ادا کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر کاشانۂ اقدس کو تشریف لے جاتے۔ اور علماء کرام نے باب جبریل سے داخل ہونے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں اسی جگہ سے حاضر ہوتے تھے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

داخل شود در مسجد از باب جبرئیل یا از باب دیگر مثل باب السلام یا غیر آن و عمل امروز واقع است بر دخول از باب السلام افضل آن ست کہ دخول نماید از باب جبریل زیرانکہ داخل می شدے جبرئیل علیہ السلام بر پیغمبر خدا ﷺ بنفس نفیس خود در مسجد از وے بواسطہ بودن وے اقرب ابواب مسجد بسوئے خانہائے او ﷺ (۳۱۲)

یعنی، مسجد میں باب جبریل یا کسی اور دروازے سے داخل ہو جیسے باب السلام سے یا اس کے سوا کسی اور دروازے سے، اور آج کل باب السلام سے مسجد شریف میں داخل ہونے کا معمول ہے لیکن افضل یہ ہے کہ باب جبریل سے داخل ہو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بنفس نفیس خود مسجد میں اسی دروازے سے داخل ہوتے اس لئے کہ مسجد کے دروازوں میں سے یہی دروازہ آپ ﷺ کے دولت کدہ سے زیادہ قریب ہے۔

اور لکھتے ہیں:

پس چوں داخل شد قصد کند اولاً مقام روضہ مقدسہ برائے اداء رکعتین تحیۃ مسجد در آنجا و رضہ عبارت است از مکانے کے واقع است مابین منبر و قبر شریف کہ فرمودہ است پیغمبر خدا ﷺ در حق وے کہ "مَا بَيْنَ مِنْبَرِیْ وَ قَبْرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" (۳۱۳)

۳۱۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲

۳۱۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲

یعنی، پس جب داخل ہو تو اولاً روضہ مقدسہ کی جگہ (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے وہاں دو رکعت تحیۃ المسجد اداء کرنے کی غرض سے اور روضہ اس جگہ سے عبارت ہے جو منبر اور قبر شریف کے مابین واقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ "میرے منبر اور قبر کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

اور باب جبریل یا باب بقیع سے داخل ہونے کی صورت میں ریاض الجنۃ کو حجرہ شریفہ کی پشت سے جائے چنانچہ لکھتے ہیں:

پس اگر داخل شدہ باشد از باب جبرئیل بہتر آنست کہ قصد کند روضہ کریمہ را از پشتِ حجرہ شریفہ نہ از پیش او زیرانکہ لازم می آید عبور از پیش حجرہ مشرفہ بسوئے روضہ مقدسہ بغیر سلام زیارت (۳۱۴)

یعنی، پس اگر باب جبریل سے داخل ہوا تو بہتر ہے کہ حجرہ شریفہ کی پچھلی طرف سے روضہ کریم (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے نہ کہ سامنے سے کیونکہ حجرہ شریفہ کے سامنے سے گزر کر ریاض الجنۃ کو جانے میں سلامِ زیارت کے بغیر گزرنا لازم آئے گا۔

و باید کہ دریں حال ملازمت نماید با خضوع و ہیبت و تواضع و مسکنت و اشتغال نہ نماید بنظر کردن بسوئے دیوارہا و قندیلہا و پردہا و امثال آن پس ادا کرد در روضہ رکعتین تحیت را (۳۱۵)

یعنی، اس حال میں چاہئے کہ خضوع، ہیبت، تواضع اور سکون کو لازماً اختیار کرے اور دیواروں، قندیلوں اور پردوں اور ان کی مثل کو دیکھنے میں مشغول نہ ہو پس ریاض الجنۃ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے "لُباب المناسک" میں اور مُلّا علی قاری نے

۳۱۴۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲۔ ۳۰۳

۳۱۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۳

اس کی شرح "المسلك المتقسط" (۳۱۶) میں لکھا ہے۔

اور اگر باب جبریل سے داخل ہونے کی صورت میں آگے راستہ بند ہو یا وہ باب بقیع سے داخل ہوا اور مواجۂ اقدس سے گزرنا پڑے تو اس صورت میں بھی علماء کرام نے لکھا ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ترک نہ کرے مگر مواجۂ اقدس سے گزرتے وقت وہاں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر سلام عرض کرے پھر ریاض الجنہ اور جگہ میسر نہ آئے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ، بہتر ہے کہ قدیم مسجد النبی ﷺ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرکے حاضری کے لئے واپس آئے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تقدیم کند تحیۃ مسجد را بر زیارت اگر چہ واقع گرد عبور او از پیش مواجہ شریف ولیکن درین صورت باید کہ وقوف قلیل نماید مقابل وجہ شریف و سلام گوید بر آنحضرت ﷺ بعد ازان بیاید بسوئے روضہ برائے رکعتین تحیت بعد ازاں باز رجوع نماید برائے زیارت بطریق کمال (۳۱۷)

یعنی، تحیت المسجد کو زیارت پر مقدم کرے اگر چہ مواجہ شریف کے سامنے سے اس کا گزر ہو لیکن اس صورت میں رُخِ انور کے سامنے تھوڑی دیر قیام کرے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اس کے بعد ریاض الجنۃ میں آئے اور دو رکعت تحیت ادا کرے پھر زیارت کے لئے بطریقِ کمال واپس لوٹے۔

دو رکعت تحیت المسجد کی تقدیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

تعظیماً لله و تقدیماً لحقه علی حق رسوله کما یقتضی ترتیب حقوق الربوبیة و العبودیة (۳۱۸)

۳۱۶۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب زیارۃ سید المرسلین، فصل و لو توجه إلی الزیارۃ، ص۵۵۷

۳۱۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص۳۰۲

۳۱۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب زیارۃ سید المرسلین ﷺ، فصل: و لو توجه إلی الزیارۃ، ص۵۵۷

یعنی، (دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پہلے پڑھے) اللہ عزّ وجلّ کی تعظیم اور اس کے حق کے رسول کے حق پر مقدم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ربوبیت اور عبودیت کے حقوق کی ترتیب کا یہی تقاضا ہے۔

اور علماء کرام فرماتے ہیں اگر نماز یا سُنَنِ رواتب کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد تو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن أقيمت المكتوبة أو خيف فوتها بدأ بها و حصلت التحية بها أی فی ضمنها (۳۱۹)

یعنی، اگر جماعت قائم ہو جائے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو فرض شروع کرے اور تحیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر خوف داشتہ باشد از فوت جماعت یا فوت سنّتے از رواتب ترک کند برائے او رکعتین را حاصل گردد در ضمن آنہا (۳۲۰)

یعنی، اگر جماعت یا سُنَنِ رواتب کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ان کے لئے دو رکعت کو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایسا وقت ہو کہ جس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہو یا نوافل پڑھنا مکروہ ہو تو اس صورت میں بھی تحیت المسجد نہیں پڑھے گا۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٢ینایر ٢٠٠٨م (New 39-F)

۳۱۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، ص۵۵۸

۳۲۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم دہم در زیارت سید المرسلین ﷺ الخ فصل اول، ص۳۰۲

مآخذ و مراجع

1۔ اردو نیوز، جدہ، جمعہ ٢٦ ذو الحجۃ ١٤٢٨ھ، مطابق ٢٨ دسمبر ٢٠٠٧م

2۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری ۔ للمکی، حسین بن محمد سعید عبدالغنی الحنفی ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

3۔ البحر الرائق (شرح کنز الدقائق) ۔ لابن نجیم زین الدین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت ٩٧٠ھ) أیج أیم سعیدی کمپنی، کراتشی

4۔ البحر العمیق فی مناسك المعتمر و الحاج إلی بیت الله العتیق، لابن الضیاء محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت ٨٥٤ھ) تحقیق عبدالله نذیر احمد عبدالرحمن مزی، مؤسسة الریان، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

5۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل احمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

6۔ بهار شریعت ۔ للأعظمی، محمد أمجد علی الحنفی (ت١٣٦٧ھ) شبیر برادرز، لاهور

7۔ تاریخ مکة مکرمة ۔ مکتبة الملك الفهد الوطنیة الطبعة الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

8۔ تحفة الفقهاء ۔ للسمرقندی، محمد بن أحمد الحنفی (ت٥٣٩ھ) ،دار الفکر، بیروت ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

9۔ تقریرات الرافعی علی رد المحتار ۔ للعلامة عبدالقادر الحنفی دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

10۔ جامع الرّموز ۔ للقهستانی، شمس الدین محمد الخراسانی (٩٦٢ھ أو ٩٠٠) أیج أیم سعید کمپنی، کراتشی

11۔ جمع المناسك و نفع الناسك للسندی، المخدوم رحمة الله بن عبدالله الحنفی (ت٩٩٠/ ٩٩٤/ ٩٩٦ھ)، المطبعة المحمودیة القسطنطنیة، ١٢٨٩ھ

12۔ الجوهرة النیرة (شرح مختصر القدوری) ۔ للحدادی، أبی بکر بن علی الحنفی

(ت ٨٠٠ھ) میر محمد کتب خانه، کراتشی

13۔ حاشیة علامة ابن حجر الهیتمی (علی شرح الإیضاح فی مناسك الحج) ۔ تحقیق عبدالمنعم إبراهیم، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة الطبعة الثانیة ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

14۔ الحج ۔ للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینه پبلشرز، کراجی

15۔ الحج الأکبر ۔ للشعراوی، الشیخ محمد متولی، المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

16۔ حج عمرہ و زیارات، مطبوعات علمی تحقیقات وزارت اسلامی أمور و أوقاف و دعوت إرشاد، سعودی عرب، ١٤٢٨ھ

17۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین ۔ للمفتی عبدالواجد القادری الحنفی، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

18۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب ۔ للسندی، المخدوم محمد هاشم السندی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

19۔ الدُّرّ المختار (شرح تنویر الأبصار) ۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت١٠٨٨ھ) تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی، دار المعرفة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

20۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار ۔ للشامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی (ت١٢٥٢ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

21۔ رهنمائے حج و عمرہ ۔ مکتبة الملك فهد الوطنیة أثناء النشر ١٤٢٣ھ

22۔ السنن الکبریٰ للبیهقی ۔ أبی بکر أحمد بن حسین الشافعی (ت٤٥٨ھ) تحقیق محمد عبد القادر عطاء، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

23۔ سنن الدار قطنی ۔ علی بن عمر (ت٣٨٥ھ)، تعلیق مجدی بن منصور، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م

24۔ شرح الإیضاح فی مناسك الحج (مع حاشیه للهیتمی) ۔ للنووی أبی زکریا یحیی بن شرف الشافعی (ت٦٧٦ھ) تحقیق عبدالمنعم إبراهیم، مکتبه نزار مصطفی الباز،

مكة المكرمة، الطبعة الثانية ١٤٢٧ھـ ـ ٢٠٠١م

25 ـ شرح صحيح مسلم ـ للنووی، يحيى بن شرف الدمشقی الشافعی (ت٦٧٦ ھ)، تحقيق محمد فواد عبدالباقی، دار الكتب العلمية بيروت، الطبة الأولى ١٤٢١ ھـ ـ ٢٠٠٠م

26 ـ صحيح البخاری ـ للإمام محمد بن إسماعيل الجُعفی (ت٢٥٦ ھ) دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھـ ـ ١٩٩٨م

27 ـ صحيح مسلم ـ للإمام مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (ت٢٦١ ھ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھـ ـ ٢٠٠١م

28 ـ صفة الحج و العمرة ـ سلسلة إرشادات للحاج و المعتمرين، الرسالة الرابعة المملكة العربية السعودية، الطبعة التاسعة ١٤٢٧ ھ

29 ـ الفتاویٰ السراجية ـ للأوسی، سراج الدين علی بن عثمان الحنفی (ت٥٦٩ ھ)، مير محمد كتب خانه كراتشی

30 ـ الفتاویٰ الهندية ـ لجماعة علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ ھـ ـ ١٩٧٣م

31 ـ فتح القدير ـ لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت٨٦١ ھ)، مركز أهل السنّة بركات رضا، الطبعة الأولى ١٤٢٥ ھـ ـ ٢٠٠٤م

32 ـ كتاب الإختيا لتعليل المختار ـ للموصلی، عبد الله بن محمود الحنفی (ت٦٨٣ ھ)، تعليق خالد عبدالرحمن العك، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٣ ھـ ـ ٢٠٠٢م

33 ـ لُباب المناسك و عُباب المسالك (مع شرحه للقاری) ـ للسندی، المخدوم رحمة الله بن عبد الله الحنفی (ت٩٩٠/٩٩٤/٩٩٦ ھ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ ھـ ـ ١٩٩٥م

34 ـ المبسوط ـ للإمام السرخسی، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبی سهل الحنفی (ت٤٩٠ ھ)، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھـ ـ ٢٠٠٠م

35 ـ مجامع المناسك ونفع الناسك ـ للسندی، المخدوم محمد رحمة الله بن عبدالله الحنفی (ت٩٩٤ ھ)، مدرسه نقشبنديه، أفغانستان

36 ـ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ـ للهيثمی، نور الدين علی بن أبی بكر المصری (ت٨٠٧ ھ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطاء دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ ھـ ـ ٢٠٠١م

37 ـ المحيط البرهانی ـ للبخاری، أبی المعالی محمود بن صدر الشريعة ابن مازه الحنفی (ت٦١٦ ھ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية كراتشی ١٤٢٤ھـ ـ ٢٠٠٤م

38 ـ المسالك فی المناسك ـ للكرمانی، أبی منصور محمد بن مكرّم بن شعبان الحنفی (ت٥٩٧ ھ)، تحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ ھـ ـ ٢٠٠٣م

39 ـ المستدرك علی الصحيحين ـ للحاكم، أبی عبدالله النيسابوری (ت٤٠٥ ھ)، دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ ھـ ـ ٢٠٠٦م

40 ـ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ـ للقاری، نور الدين علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤ ھ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ ھـ ـ ١٩٩٨م

41 ـ المسند، للإمام أحمد بن حنبل الشيبانی (ت٢٤١ ھ)، المكتب الإسلامی، بيروت

42 ـ المصنّف لابن أبی شيبة ـ عبد الله بن محمد الكوفی (ت٢٣٥ ھ) تعليق محمد سعيد اللحّام، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ ھـ ـ ١٩٩٤م

43 ـ المعجم الأوسط ـ للطبرانی أبی القاسم سليمان بن أحمد (ت٣٦٠ ھ) تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعی، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھـ ـ ١٩٩١م

44 ـ منحة الخالق علی البحر الرائق ـ الشامی، السيد محمد أمين ابن عابدين الحنفی (ت١٢٥٢ ھ)، أيچ أيم سعيد كمپنی، كراتشی

45 ـ الهداية شرح بداية المبتدی للمرغينانی ـ برهان الدين أبی الحسن علی بن أبی بكر الحنفی (ت٥٩٣ ھ)، دار الارقم بيروت

توجہ فرمائیے

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شُدہ کُتُب

کہی ان کہی　زکوٰۃ کی اہمیت

عصمت نبوی ﷺ کا بیان

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان؟

میلاد ابن کثیر ۔ مسائل خزائن العرفان

عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

فتاویٰ حج وعمرہ، طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

ضبط تولید کی شرعی حیثیت (برتھ کنٹرول پر جامع تحریر)

ان **کتب خانوں پر دستیاب ہیں**

مکتبہ برکات المدینہ، بہارِ شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، 2217776

رابطے کے لئے: 021-2439799، 0321-3885445

نوٹ!!

☆ ...... حکومت پاکستان کی طرف سے منی آرڈر فیس میں اضافے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆ ...... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆ ...... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆ ...... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆ ...... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆ ...... کسی بھی ماہ کتاب نہ ملنے کی صورت میں فوری طور پر ادارے کے دفتر پر رجوع کریں۔

☆ ...... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆ ...... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

۷۸۶

۹۲

محترم المقام جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت 2009ء کے لئے وہی فیس برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -/50 روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہو گی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں ممبر شپ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 20 جنوری ہے۔ 20 جنوری 2009ء تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری 2009ء میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، سابقہ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تا کہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

فقط
سید محمد طاہر نعیمی
شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

....

فون نمبر .... سابقہ سیریل نمبر ....

دفتری استعمال کے لئے

تاریخ .... سیریل نمبر .... ممبر شپ نمبر ....

ماہنامہ بقیع کراچی

DECEMBER 2008

مفت سلسلہ اشاعت نمبر 176

رجسٹرڈ نمبر SC-1177

بے ادب گستاخ فرقے کو سنادے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سُنی داستانِ اہلِ بیت

سوانحِ کربلا

تصنیف

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

جمعیت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی [illegible]

Ph: 021-2439799 Website: www.ishaateislam.net

نام کتاب: سوانح کربلا

تصنیف: حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سن اشاعت: ذوالحجہ 1429ھ۔ دسمبر 2008ء

تعداد اشاعت: 2800

ناشر: جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نوٹ: [illegible] website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2009ء کی ممبرشپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے گزارش ہے کہ سن 2009ء کے لئے ممبرشپ کا مکمل فارم بھر کر اور فیس ماہ دسمبر کے آخر تک روانہ کر دیں اور جن حضرات کو فارم نہیں ملا وہ ایک سادہ کاغذ پر اپنا نام اور مکمل پتہ لکھ کر روانہ کر سکتے ہیں۔ وہ حضرات کہ جنہوں نے ممبرشپ کی فیس روانہ نہیں کی ان کو جنوری 2009ء سے کتاب ارسال نہیں کی جائے گی۔

فہرست عنوانات

پیش لفظ

محرم کے مہینے کا شمار ان چار مہینوں میں ہوتا ہے جو حرمت وعظمت والے ہیں جن کا احترام زمانۂ جاہلیت میں بھی کیا جاتا تھا اور بعد اسلام اس کی عزت وعظمت میں مزید اضافہ ہوا، پورا ماہ محرم الحرام بالعموم اور اس کی دسویں تاریخ بالخصوص انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اس تاریخ میں کئی اہم امور و واقعات رونما ہوئے ، مثلاً فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا، سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ کا قبول ہونا، حضرت ابراہیم وحضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اس تاریخ کو اسی روئے زمین پر کربلا کے میدان میں نگاہِ آسمان نے وہ منظر بھی دیکھا جس کی یاد سے ہی لوگوں کے دل دہل جاتے ہیں اور وہ صبر ورضا کے اس پیکرِ عظیم امام عالی مقام نواسۂ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو سلام عقیدت پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے، مگر مسلمانوں کے دیگر عقائد توحید ورسالت پر حملوں کی طرح نواسۂ رسول ﷺ اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت وکردار پر بھی حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ غلطی پر تھے۔ اسی مقصد کے لئے کئی کتابیں بھی چھاپی گئیں نیز اس کے ساتھ ساتھ واقعۂ کربلا میں بھی ردو بدل سے کام لیا گیا اور بعض مؤرخین نے اس واقعہ کو غلط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی، زیرِ نظر کتاب ''سوانح کربلا'' میں انہی بددینوں کی بددینی اور گمراہوں کی گمراہی کی نقاب کشائی کی گئی اور حق کو واضح اور بین کر کے عوام اہلسنّت کے سامنے پیش کیا گیا، اس کتاب میں اس کے مصنف خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے جہاں خلفاء راشدین کے فضائل ومناقب قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں وہیں پر شان اہل بیت وخصوصاً شان حسنین کریمین وشہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نہایت ہی سہل اور جامع انداز میں تحریر فرمایا نیز واقعۂ کربلا کو نہایت احتیاط وآسان اور مستند انداز میں سپردِ قلم فرمایا جو کہ واعظین واقعہ کربلا اور عوام الناس کے لئے انتہائی موزوں ہے۔

الحمدللہ جمعیت اشاعت اہلسنّت اِسے اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 176 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف علیہ الرحمہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لئے اس کتاب کو نافع وناصح اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کے اراکین وجملہ مومنین کے لئے شافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فضل سبحان اختر القادری

مدرس جامعۃ النور، نور مسجد، کاغذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی العزۃ والعظمۃ والکبریآء والفضل والکرم والحطآء والنعمۃ والاٰلاء نحمدہ شاکرین علی النعمآء وانشکرہ حامدین بالثنآء وان من شئی الا یسبح بحمدہ فی ملکوت الارض والسمآء وازکی الصلوۃ واطب السلام علیٰ سید الطاهرین امام المرسلین خاتم الانبیآء المتوج بتیجان الاصطفآء والاجتبآء المتردی بردء الشرافۃ والارتضآء صاحب اللوآء یوم الجزآء وعلیٰ اٰلہ البررۃ الاتقیاء واصحبہ الرحمآء علی الضعفآء والخلفآء والشھدآء الذین قتلوا فی سبیلہ باسند الظلم والجفآء وبذلوا انفسھم للہ باتم الاخلاص والرضآء وخصوصاً علیٰ امام اھل الابتلآء فی الکرب والبلآء سید الشھدآء ابن البتول الزھرآء ومن کان معہ فی الکربلآء اولٰئک حزب اللہ اخلصوا للہ حاربوا فی اللہ وتقوا باللہ وتوکلوا علی اللہ اعتصموا بحبل اللہ تمسکوا بدین اللہ نالوا من اللہ رحمۃ وکرامۃ وعزۃ وشرافۃ فھم عند ربھم احیآء امنین من الھلاك والفنآء یرزقون فرحین بمآ اتھم من الفضل والعطآء رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت

ہر شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس کے ساتھ عقیدت و نیاز مندی ایمان میں داخل ہو اور بغیر اس کو مانے ہوئے آدمی مومن نہ ہو سکے۔ اس کی محبت تمام عالم سے زیادہ ضروری ہوگی۔ ماں باپ' اولاد' عزیز و اقارب کے بھی انسان پر حقوق ہیں اور ان کا ادا کرنا لازم ہے۔ لیکن ایک شخص اگر ان سب کو بھول جائے اور اس کے دل میں ایک شمہ بھر محبت و الفت باقی نہ رہے اور ان سب سے محض بے تعلق ہو جائے تو اس کے ایمان میں کوئی خلل نہ آئے گا کیونکہ ایمان لانے میں ماں باپ عزیز و اقارب اولاد وغیرہ کا ماننا لازم و ضروری نہ تھا۔ لیکن رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ماننا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے جب تک لآ الـــٰــه الا الله کے ساتھ محـمد رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معتقد نہ ہو ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔ تو اگر رشتہ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ٹوٹا تو یقیناً ایمان سے خارج ہوا۔ کہ تصدیق رسالت بے محبت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے شرع مطہر نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہر شخص پر اس کے تمام خویش و اقارب اعزہ و احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:-

آیت ۱ :- یـا یها الـذین امنوا لا تتخذوآ ابآء کم واخوانکم اولیآء ان استحبوا الـکـفـر عـلـی الایـمـان ومن یتولهم منکم فاولئك هم الظلمون ۔

ترجمہ:- ''اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو۔ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کریں۔ وہی ظالم ہیں۔''

آیت ۲ :- قـل ان کـان ابـآء کـم و ابنا ء کم و اخوانکم و ازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقتـرفتـمـوها و تجارة تخشون کسادها و مسـاکـن تـرضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتیٰ یا تی الله بامره والله لا یهدی القوم الفسقین ط

ترجمہ: ''فرمادیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔''

آیت ۳ :- والذین یوذون رسول الله لهم عذاب الیم

ترجمہ: ''اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''

آیت ۴ :- والله ورسوله احق ان یرضوه ان کانوا مومنین

ترجمہ: ''اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ انہیں راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے''

آیت ۵ :- الم یعلموا انه من یحاد د الله ورسوله فان له نار جهنم خالداً فیها ذلك الخزی العظیم

ترجمہ:- کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ و رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔ مومنین اور مومنات کی شان میں ارشاد فرمایا۔

آیت ۶ :- ویطیعون الله ورسوله ط اولئك سیر حمهم الله ط ان الله عزیز حکیم'

ترجمہ:- اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہی ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے

آیت ۷ :- مـا کـان لا هل المدینة ومن حولهم من الاعراب ان یتخلفوا

عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسه

ترجمہ:۔"مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری رکھیں"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آباؤ اجداد و اولیاء، اولاد، عزیز، اقارب، دوست احباب، مال و دولت، مسکن، وطن سب چیزوں کی محبت سے اور خود اپنی جان کی محبت سے زیادہ ضروری و لازم ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد اللہ و رسول کے ساتھ رابطہ عقیدت و محبت نہ رکھتے ہوں تو ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز نہیں قرآن پاک میں اس مضمون کی صدہا آیتیں ہیں اب چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱) بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین

ترجمہ:۔"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے والد اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو ہوں"

حدیث (۲) **قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثلث من کن فیه وجدبھن حلاوة الایمان من کان اللہ و رسوله احب الیه مما سواھما ومن احب عبداً لا یحبه الا للہ ومن یکره ان یعود فی الکفر بعد ان انقذه اللہ منه کما یکره ان یلقی فی النار (رواه البخاری و المسلم عن انس رضی اللہ عنه)**

ترجمہ:۔"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں جس میں ہوں وہ لذت و شیرینی ایمان کی پالیتا ہے (۱) جس کو اللہ و رسول سارے عالم سے زیادہ پیارے ہوں (۲) اور جو کسی بندے کو خاص اللہ کے لئے محبوب رکھتا ہو (۳) اور جو کفر سے رہائی پانے اور مسلمان ہونے کے بعد کفر میں لوٹنے کو ایسا برا جانتا ہو جیسا اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے"

حضور سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو محبوب رکھنا حضور کی محبت میں داخل ہے قدرتی طور پر انسان جن سے محبت رکھتا ہے اس سے نسبت رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے بھی حضور کے وطن پاک کے رہنے والوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو جان و دل سے محبوب رکھتے ہیں۔

حدیث (۳) **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقران عربی و کلام اھل الجنة** (رواہ البیہقی)

ترجمہ:۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل عرب کو محبوب رکھو تین وجہ سے وہ یہ ہیں (۱) میں عربی ہوں (۲) قرآن عربی ہے اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

حدیث (۴) **عن عثمان ابن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنله مودتی** (رواہ الترمذی **وضعفه والضعاف فی مثل ھذا المقام مقبولة**)

ترجمہ:۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اہل عرب سے بغض و کدورت رکھی میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور میری مودت سے بھی فیض یاب نہ ہوگا۔

حدیث (۵) **عن سلمان رضی اللہ عنه قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تبغضنی فتفارق دینك قلت یا رسول اللہ کیف ابغضك ربك ھدانا اللہ قال تبغض العرب فتبغضنی** (رواہ ترمذی حسنہ)

ترجمہ:۔"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھ سے بغض نہ کرنا کہ دین سے جدا ہو جائے گا میں نے عرض کیا کہ حضور سے کیسے بغض کر سکتا ہوں۔

حضور ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی فرمایا کہ عربوں سے بغض کرے تو ہم سے بغض کرتا ہے''

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے کی وجہ سے اہل عرب کے ساتھ محبت رکھنا مومن کے لئے لازم اور علامت ایمان ہے اور اگر کسی کے دل میں اہل عرب کی طرف سے کدورت ہوتو یہ اس کے ایمان کا ضعف اور محبت کی خامی ہے۔ اور اہل عرب تو حضور کے وطن پاک کے رہنے والے ہیں۔ حضور سے نسبت رکھنے والی ہر چیز مومن مخلص کے لئے قابل احترام اور محبوب دل ہے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کی قدم گاہ کا ادب کرتے تھے چنانچہ منبر شریف کے جس درجہ پر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے خلیفہ اول نے ادباً اس پر بیٹھنے کی جرات نہ کی۔ اور خلیفہ دوم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر بھی بیٹھنے کی جرات نہ کی اور خلیفہ ثالث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشست گاہ پر بھی کبھی نہ بیٹھے (رواہ طبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما) اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آل و اصحاب کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے ادب و تعظیم کو لازم جاننا کس قدر ضروری ہے اور یقیناً ان حضرات کی محبت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے اور حضور کی محبت ایمان۔

حدیث (۶) عن عبد اللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم عرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذی اللہ فیوشك ان یاخذہ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ ''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا کہ میرے اصحاب کے حق میں خدا سے ڈرو خدا کا خوف کرو۔ انہیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے انہیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اس لئے اس نے ان سے بغض رکھا' جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا

دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے بیشک اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفتار کرے۔''

مسلمان کو چاہیے کہ صحابہ کرام کا نہایت ادب رکھے اور دل میں ان کی عقیدت و محبت کو جگہ دے ان کی محبت حضور کی محبت ہے اور جو بدنصیب صحابہ کی شان میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولے وہ دشمن خدا و رسول ہے مسلمان ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھے۔

حدیث (۷) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کی بدگوئی کرتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت۔

ان احادیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ اور مومن کے لئے ان کے ساتھ محبت اور اخلاص و ادب و تعظیم کا لازم ہونا اور ان کے بدگویوں سے دور رہنا ثابت ہوا اسی لئے اہل سنت کو جائز نہیں کہ شیعوں کی مجلس میں شرکت کریں۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے میل جول مومن خالص الاعتقاد کا کام نہیں۔ آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ نشست و برخاست اور بخوشی دلی بات کرنا گوارا نہیں کرتا تو دشمنان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیسے گوارا کرسکتا ہے اصحاب کبار میں خلفاء راشدین یعنی ۱۔ حضرت ابوبکر صدیق و ۲۔ سیدنا حضرت عمر فاروق۔ ۳۔ سیدنا حضرت عثمان غنی۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ ہے آپ کے آباؤ اجداد کے اسماء یہ ہیں۔ عبداللہ (ابوبکر صدیق) بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی' حضرت صدیق اکبر کا نسب حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک سے مرہ میں ملتا ہے۔ آپ کا لقب عتیق وصدیق ہے۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور ابن سعد و حاکم نے ایک حدیث صحیح ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں مکان میں تھی اور اصحاب کبار صحن میں تھے' میرے ان کے درمیان پردہ پڑا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو "عتیق (۱) من النار" کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ ابوبکر کو دیکھے اس روز سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب عتیق ہو گیا آپ کا ایک لقب صدیق ہے ابن اسحاق وحسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں کہ صبح شب معراج سے آپ کا یہ لقب مشہور ہوا۔ مستدرک میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مشرکین پہنچے اور واقعہ معراج جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا تھا حضرت ابوبکر کو سنا کر کہنے لگے کہ اب حضور کی نسبت کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا لقد صدق انی لا صدقه (حضور نے یقیناً سچ فرمایا' میں حضور کی تصدیق کرتا ہوں) اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہوا۔
حاکم نے مستدرک میں نزال بن اسبرہ سے باسناد جید روایت کی کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

(۱) یعنی آتش دوزخ سے آزاد ۱۲۔

کہ یہ وہ شخص ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے بزبان جبرئیل امین و بزبان سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق رکھا' وہ نماز میں حضور کے خلیفہ تھے' حضور نے انہیں ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تو ہم اپنی دنیا کے لئے ان سے راضی ہیں۔ (یعنی خلافت پر) دارقطنی و حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کی کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسر منبر یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر ابوبکر کا نام صدیق رکھا۔ طبرانی نے بسند جید صحیح حکیم بن سعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحلف فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے دو سال' چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے یہی صحیح ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ہم بڑے ہیں یا تم انہوں نے عرض کیا کہ بڑے حضور ہیں' عمر میری زیادہ ہے' یہ روایت مرسل و غریب ہے اور واقعہ میں یہ گفتگو حضرت عباس سے پیش آئی تھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ بسلسلہ تجارت باہر بھی تشریف لے جاتے تھے اپنی قوم میں بہت بڑے دولت مند اور صاحب مروت و احسان تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے رئیس اور ان کی مجلس شوریٰ (۱) کے رکن تھے۔ معاملہ فہمی و دانائی میں آپ شہرت رکھتے تھے اسلام کے بعد آپ بالکل اسی طرف مصروف ہو گئے اور سب باتوں سے دل ہٹ گیا زمانہ جاہلیت میں آپ کا چال چلن نہایت پاکیزہ اور افعال نہایت متین و شائستہ تھے۔ ابن عساکر نے ابو العالیہ ریاحی سے نقل کیا ہے کہ مجمع اصحاب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی ہے؟ فرمایا پناہ بخدا' اس پر کہا گیا' یہ کیوں؟ فرمایا میں اپنی مروت و آبرو کی حفاظت کرتا تھا اور شراب پینے

(۱) مجلس شوریٰ کی رکنیت ایک بڑا منصب تھا۔ عرب میں کوئی بادشاہ تو تھا نہیں تمام امور ایک کمیٹی کے متعلق تھے جس کے دس ممبر تھے کوئی جنگ کا' کوئی مالیات کا' کوئی کسی اور کام کا اور ہر ممبر اپنے محکمہ کی ولایت عامہ اور اختیار کامل رکھتا تھا ۱۲

والے کی مروت وآبرو برباد ہو جاتی ہے یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابوبکر نے سچ کہا۔

حضرت صدیق کا اسلام

محدثین کی جماعت کثیرہ اس پر زور دیتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ اسی طرح ابن سعد نے ابوروی دوسی سے اسی مضمون کی حدیث روایت کی طبرانی معجم کبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزاہد میں شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ صحابہ کرام میں اول الاسلام کون ہیں۔ فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں ہیں۔ اور ان میں آپ کے سب سے پہلے اسلام لانے کا ذکر ہے۔

ابونعیم نے فراط بن سائب سے ایک روایت کی ہے اس میں ہے کہ میں نے میمون بن مہران سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق پہلے اسلام لائے یا علی؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیرہ راہب کے زمانہ میں ایمان لائے اس وقت تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

صحابہ وتابعین وغیرہم کی ایک جماعت کثیرہ اس کی قائل ہے کہ سب سے پہلے مومن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بعضوں نے اس پر اجماع کیا ہے ذکرہ العلامة الجلال السیوطی رحمه الله فی تاریخ الخلفاء اگرچہ صحابہ کرام وتابعین وغیرہم کی کثیر جماعتوں نے اس پر زور دیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مومن ہیں مگر بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ سب سے پہلے مومن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بعض نے یہ کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلے ایمان سے مشرف ہوئیں۔ ان اقوال میں حضرت امام عالی مقام امام الائمۃ سراج الامۃ حضرت

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف با ایمان ہوئے اور عورتوں میں حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نوعمر صاحبزادوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خثیمہ نے بسند صحیح زید بن ارقم سے روایت کی کہ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ابن اسحاق نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے ابوبکر کے اور کوئی ایسا شخص نہیں جو میری دعوت پر بے توقف وتامل ایمان لایا ہو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کے وقت سے دم آخر تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات صحبت سے فیض یاب رہے۔ اور سفر وحضر میں کہیں حضور سے جدا نہیں ہوئے اور سوائے اس حج وغزوہ کے جس کی حضور نے اجازت عطا فرمائی اور کوئی سفر حضور سے علیحدہ نہ کیا تمام مشاہد میں حضور کے ساتھ حاضر ہوئے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور اپنے عیال واولاد کو خدا اور رسول کی محبت میں چھوڑ دیا۔ آپ جود وسخا میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اسلام لانے کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے یہ سب اسلام کی حمایت میں خرچ فرمائے۔ بردوں کو آزاد کرانا' مسلمان اسیروں کو چھڑانا آپ کا ایک پیارا شغل تھا۔ بذل وکرم میں حاتم طائی کو آپ سے کچھ بھی نسبت نہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر کسی شخص کا احسان نہ رہا' ہم نے سب کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے کہ ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ روز قیامت عطا فرمائے گا اور مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ)

زہے نصیب صدیق کے حضور انوار سلطان دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شان میں یہ کلمے ارشاد فرمائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں سب سے اعلم وازکی ہیں اس کا بارہا صحابہ کرام نے اعتراف فرمایا ہے قرات قرآن' علم انساب' علم تعبیر میں آپ فضل جلی رکھتے ہیں قرآن کریم کے حافظ ہیں۔

(ذکرہ النووی فی التہذیب)

افضلیت

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر ان کے بعد حضرت عثمان ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم' ان کے بعد تمام عشرہ مبشرہ' ان کے بعد باقی اہل بدر' ان کے بعد باقی اہل احد' ان کے بعد باقی اہل بیت' پھر تمام صحابہ' یہ اجماع ابو منصور بغدادی نے نقل کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ ہم ابوبکر و عمر و عثمان و علی کو فضیلت دیتے تھے بحالیکہ سرور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تشریف فرما ہیں امام احمد وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ اس امت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ذہبی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبواتر منقول ہے ابن عساکر نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا' جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہے گا تو میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بہت آیتیں اور بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن سے آپ کے فضائل جلیلہ معلوم ہوتے ہیں چند احادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا تم میرے صاحب ہو حوض کوثر پر' اور تم میرے صاحب ہو غار میں' ابن عساکر نے ایک حدیث نقل کی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ نیکی کی تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں حضرت صدیق نے عرض کیا کہ حضور ان میں سے کوئی بھی مجھ میں ہے فرمایا تم میں وہ سب ہیں تمہیں مبارک ہو۔ انہیں ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔

بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سید و سردار ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' آپ نے فرمایا بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ میری محبت اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہ ہوگا۔

خلافت

بکثرت آیات و احادیث آپ کی خلافت کی طرف مشیر ہیں۔ ترمذی و حاکم نے حضرت حذیفہ سے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جو لوگ میرے بعد ہیں' ابوبکر و عمر ان وغیرہ کا اتباع کرو۔

ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک عورت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی کچھ دریافت کرتی تھی حضور نے اس سے فرمایا پھر آئے گی' عرض کی' اگر میں پھر حاضر ہوں اور حضور کو نہ پاؤں یعنی اس وقت حضور پردہ فرما چکیں' اس پر حضور نے فرمایا کہ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو جانا کیونکہ میرے بعد وہی میرے خلیفہ ہیں۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مریض ہوئے اور مرض نے غلبہ کیا تو فرمایا کہ ابوبکر کو حکم کرو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نرم دل آدمی ہیں آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ فرمایا' حکم دو ابوبکر کو نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ نے پھر وہی عذر پیش کیا حضور نے پھر یہی حکم بتاکید فرمایا اور حضرت ابوبکر نے حضور کی حیات مبارک میں نماز پڑھائی۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ حضرت عائشہ و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و عبداللہ بن زمعہ ابن سعید و علی بن ابی طالب و حفصہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ

اجمعین سے مروی ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر بہت واضح دلالت ہے کہ حضرت صدیق مطلقاً تمام صحابہ سے افضل اور خلافت و امامت کے لئے سب سے احق و اولیٰ ہیں۔

اشعری کا قول ہے کہ حضور نے صدیق کو امامت کا حکم دیا جبکہ انصار و مہاجرین حاضر تھے۔ اور حدیث میں ہے، کہ قوم کی امامت وہ کرے جو سب میں اقراء ہو اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت صدیق تمام صحابہ میں سب سے اقراء اور قرآن کریم کے سب سے بڑے عالم تھے اسی لئے صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احق بالخلافہ ہونے کا استدلال کیا ہے ان استدلال کرنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت علی بھی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ایک جماعت علماء نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت آیات قرآنیہ سے مستنبط کی ہے۔ **وقد ذکرھا الشیخ جلال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی تاریخہ** علاوہ بریں اس خلافت راشدہ پر جمیع صحابہ اور تمام امت کا اجماع ہے لہذا اس خلافت کا منکر شرع کا مخالف اور گمراہ بددین ہے۔ حضرت صدیق کا زمانہ خلافت مسلمانوں کے لئے ظل رحمت ثابت ہوا۔ اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطرات عظیمہ اور ہولناک اندیشے پیش آ گئے تھے وہ حضرت صدیق کی رائے صائب تدبیر صحیح اور کامل دینداری و زبردست اتباع سنت کی برکت سے دفع ہوئے اور استحکام حاصل ہوا کہ کفار و منافقین لرزنے لگے اور ضعیف الایمان لوگ پختہ مومن بن گئے آپ کی خلافت راشدہ کا عہد اگرچہ بہت تھوڑا اور زمانہ نہایت قلیل ہے لیکن اس سے اسلام کو ایسی عظیم الشان تائیدیں اور قوتیں حاصل ہوئیں کہ کسی زبردست حکومت کے طویل زمانہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں ہو سکتی۔

آپ کے عہد مبارک کے چند اہم واقعات یہ ہیں کہ آپ نے جیش اسامہ کی تنفید کی جس کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ طیبہ کے قریب مقام ذی خشب ہی میں

تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم سے پردہ فرمایا یہ خبر سن کر اطراف مدینہ کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے صحابہ کرام نے مجتمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلا لیں اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مصلحت نہیں مدینہ کے گرد تو عرب کے طوائف کثیرہ مرتد ہو گئے اور لشکر شام کو بھیج دیا جائے اسلام کے لئے یہ نازک ترین وقت تھا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ گئی تھی۔ منافقین سمجھتے تھے کہ اب کھیل کھیلنے کا وقت آ گیا ضعیف الایمان دین سے پھر گئے مسلمان ایک ایسے صدمہ میں شکستہ دل اور بے تاب و ناتواں ہو رہے تھے جس کا مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ کھانا پینا برا معلوم ہوتا ہے زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین کو نظم قائم کرنا' دین کا سنبھالنا' مسلمانوں کی حفاظت کرنا' ارتداد کے سیلاب کو روکنا کس قدر دشوار تھا باوجود اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارکہ کے خلاف جرات کرنا' صدیق سراپا صدق کا رابطہ نیازمندی گوارا نہ کرتا تھا اور اس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے۔ اس پر صحابہ کا اصرار کہ لشکر واپس بلا لیا جائے اور خود حضرت اسامہ کا لوٹ آنا اور حضرت صدیق سے عرض کرنا کہ قبائل عرب آمادہ جنگ اور در پئے تخریب اسلام ہیں اور کارآزما بہادر میرے لشکر میں ہیں انہیں اس وقت روم پر بھیجنا اور ملک کو ایسے دلاور مردان جنگ سے خالی کر لینا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ یہ حضرت صدیق کے لئے اور مشکلات تھیں۔ صحابہ کرام نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت اگر حضرت صدیق کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہرگز مستقل نہ رہتا اور مصائب و افکار کا یہ ہجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالت مبہوت کر ڈالتی مگر اللہ اکبر حضرت صدیق کے پائے ثبات کو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی اور ان کے استقلال میں ایک شمہ فرق نہ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پرند میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور انور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرضی مبارک میں اپنے رائے کو دخل دینا اور حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا ہرگز گوارا نہیں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ ایسی حالت میں آپ نے لشکر روانہ فرمادیا۔

اسی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت ولیاقت اور کمال دلیری وجوانمردی کے علاوہ ان کے توکل صادق کا پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ قدرت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت و جانشینی کی اصل قابلیت واہلیت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔ اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتد ہونے کے لئے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا اور اس کی سطوت وشوکت باقی نہ رہے گی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اسلام کا لشکر رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگیا۔ اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہو گئے انہوں نے سمجھ لیا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کے لئے ایسا زبردست نظم فرمادیا ہے جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہوسکتا اور وہ ایسے غم واندوہ کے وقت میں بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کے سامنے اقوام عالم کو سرنگوں کرنے کے لئے ایک مشہور روز بردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں لہذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا اور اس میں کوئی قوت باقی نہ رہے گی بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے فضل الٰہی سے یہ لشکر ظفر پیکر فتح یاب ہوا۔ رومیوں کو ہزیمت ہوئی جب یہ فاتح لشکر واپس آیا تو وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر صدق کے ساتھ قائم ہوئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صائب الرائے صحابہ جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے اختلاف فرما رہے تھے اپنی فکر کی خطا اور صدیق کی رائے مبارک کے صائب اور ان کے علم کی وسعت کے معترف ہوئے۔

اسی خلافت مبارک کا ایک واقعہ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ عزم قتال ہے جس کا مختصر حال یہ ہے جب حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مدینہ طیبہ کے حوالی و اطراف میں مشہور ہوئی تو عرب کے بہت سے گروہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین نے وقت کی نزاکت' اسلام کی نوعمری' دشمنوں کی قوت' مسلمانوں کی پریشانی' پراگندی خاطرہ کا لحاظ فرما کر مشورہ دیا کہ اس وقت جنگ کے لئے ہتھیار نہ اٹھائے جائیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ارادہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور آپ نے فرمایا تبسم بخدا جو لوگ زمانہ اقدس میں ایک تسمہ کی قیمت بھی ادا کرتے تھے اگر آج انکار کریں گے تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا۔ آخر کار آپ قتال کے لئے اٹھے اور مہاجرین وانصار کو ساتھ لیا اور اعراب اپنی ذریتوں کو لے کر بھاگے۔ پھر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی اور صحابہ نے خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحت تدبیر اور اصابت رائے کا اظہار کیا اور کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کا سینہ کھول دیا جو انہوں نے کیا حق تھا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر اس وقت کمزوری دکھائی جاتی تو ہر قوم اور ہر قبیلہ کو احکام اسلام کی بے حرمتی اور ان کی مخالفت کی جرات ہوتی اور دین حق کا نظم باقی نہ رہتا یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے کہ جو قوم میں حق کی حمایت اور ناحق کی مخالفت میں سستی کرے گی جلد تباہ ہو جائے گی آج کل کے سادہ لوح فرق باطلہ کے رد کرنے کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس وقت آپس کی جنگ موقوف کرو۔ انہیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طریق عمل سے سبق لینا چاہیے کہ آپ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی سرشکنی میں توقف نہ فرمایا جو فرقے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں ان سے غفلت کرنا یقیناً اسلام کی نقصان رسانی ہے۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر لے کر یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کے قتال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں طرف سے لشکر مقابل ہوئے چند روز جنگ رہی آخر الامر مسیلمہ کذاب وحشی (قاتل حضرت امیر حمزہ) کے ہاتھ سے مارا گیا مسیلمہ کی عمر قتل کے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاء ابن حضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے جواثی میں ان سے مقابلہ ہوا اور بہ کرمہ تعالیٰ مسلمان فتح یاب ہوئے عمان میں بھی لوگ مرتد ہو گئے تھے وہاں عکرمہ بن ابی

جہل کو روانہ فرمایا۔ بحرہ کے مرتدین پر مہاجرین ابی امیہ کو بھیجا مرتدین کی ایک اور جماعت پر زیاد بن لبید انصاری کو روانہ کیا اسی سال مرتدین کے قتال سے فارغ ہو کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرزمین بصرہ کی طرف روانہ کیا آپ نے اہل ایلہ پر جہاد کیا اور ایلہ فتح ہوا اور کسریٰ کے شہر جو عراق میں تھے فتح ہوئے اس کے بعد آپ نے عمرو بن عاص اور اسلامی لشکروں کو شام کی طرف بھیجا۔ اور جمادی الاخری ۱۳ھ میں واقعہ اجنادین پیش آیا اور بفضلہٖ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس سال واقع مروج الصفر ہوا اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے تھوڑے سے زمانہ میں شب و روز کی پیہم سعی سے بدخواہان اسلام کے حوصلے پست کر دیئے اور ارتداد کا سیلاب روک دیا۔ کفار کے قلوب میں اسلام کا وقار راسخ ہو گیا اور مسلمانوں کی شوکت و اقبال کے پھریرے عرب و عجم بحر و بر میں اڑنے لگے۔

آپ قرآن کریم کے پہلے جامع ہیں اور آپ کے عہد مبارک کا زرین کارنامہ ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جہادوں میں وہ صحابہ کرام جو حافظ قرآن تھے شہید ہونے لگے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر تھوڑے زمانہ بعد حفاظ باقی نہ رہے تو قرآن پاک مسلمانوں کو کہاں سے میسر آئے گا یہ خیال فرما کہ آپ نے صحابہ کو جمع قرآن کا حکم دیا اور مصاحف مرتب ہوئے۔

وفات

آپ کی وفات کا اصلی سبب حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہے جس کا صدمہ دم آخر تک آپ کے قلب مبارک سے کم نہ ہوا۔ اور اس روز سے برابر آپ کا جسم شریف گھلتا اور دبلا ہوتا گیا ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری بروز دوشنبہ کو آپ نے غسل فرمایا' دن سرد تھا' بخار آ گیا' صحابہ عیادت کے لئے آئے عرض کرنے لگے اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجازت ہو تو ہم طبیب کو بلا لائیں جو آپ کو دیکھے فرمایا کہ طبیب نے تو مجھے دیکھ لیا

انہوں نے دریافت کیا کہ پھر طبیب نے کیا کہا۔ فرمایا کہ اس نے فرمایا انی فعال لما ارید یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ حکیم اللہ تعالیٰ ہے اس کی مرضی کو کوئی ٹال نہیں سکتا جو مشیت ہے ضرور ہو گا۔ یہ حضرت کا توکل صادق تھا اور رضائے حق پر راضی تھے۔ اسی بیماری میں آپ نے عبدالرحمان' علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرمایا اور پندرہ روز کی علالت کے بعد ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ شب سہ شنبہ کو تریسٹھ سال کی عمر میں اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی انا للہ و انا الیہ راجعون حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ اپنی وصیت کے مطابق پہلوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدفون ہوئے آپ نے دو سال سات ماہ کے قریب خلافت کی آپ کی وفات سے مدینہ طیبہ میں ایک شور برپا ہو گیا آپ کے والد ابو قحافہ نے جن کی عمر اس وقت ستانویں برس کی تھی' دریافت کیا کہ یہ کیسا غوغا ہے لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند نے رحلت فرمائی کہا بڑی مصیبت ہے ان کے بعد خلافت کون انجام دے گا؟ کہا گیا حضرت عمرؓ آپ کی وفات سے چھ ماہ بعد آپ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رحلت فرمائی۔ کیا خوش نصیب ہیں۔ خود صحابی' والد صحابی' بیٹے صحابی' پوتے صحابی' رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوعنہ۔

خلیفہ دوم

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد فضل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجداد کے اسماء یہ ہیں۔

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیز بن رماح بن قرط رزاخ بن عدی بن کعب بن لوئی۔

آپ عام فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے (نووی) آپ اشراف قریش میں سے ہیں زمانہ جاہلیت میں منصب سفارت آپ کی طرف مفوض تھا۔ آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے آپ قدیم الاسلام ہیں۔ چالیس مردوں، گیارہ عورتوں یا ۴۵ مردوں گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے اسلام کی قوت وشوکت زیادہ ہوئی مسلمان نہایت مسرور ہوئے۔ آپ سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ بالجنتہ اور خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام کے کبار علماء زہاد میں آپ کا ممتاز مرتبہ ہے ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے تھے کہ یارب عمر بن خطاب اور ابی جہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا ہو اس کے ساتھ اسلام کو عزت دے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃً یارب "اسلام کو خاص عمر بن خطاب کے ساتھ غلبہ وقوت عطا فرما۔" حضور کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے چھٹے سال ۲۷ برس کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔

ابو یعلی و حاکم و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر نکلے راہ میں آپ کو قبیلہ بنی زہرہ کا ایک شخص ملا کہنے لگا کہاں کا ارادہ ہے۔ آپ نے کہا میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں اس نے کہا کہ میرے خیال میں تو بھی دین سے پھر گیا۔ اس نے کہا میں آپ کو اس سے عجیب تر بتاتا ہوں، آپ کی بہن اور بہنوئی دونوں نے آپ کا دین ترک کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس پہنچے وہاں حضرت حباب تھے اور وہ لوگ سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے جب انہوں نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو مکان میں چھپ گئے حضرت عمر نے مکان میں داخل ہو کر کہا، تم کیا کہہ رہے ہو۔ کہا ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے حضرت عمر کہنے لگے شاید تم لوگ بے دین ہو گئے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا اے عمر! اگر تمہارے دین کے سوا کسی اور دین میں حق ہو تا کلمہ سنتے ہی حضرت عمر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور انہیں بہت مارا۔ انہیں بچانے کے لئے آپ کی بہن آئیں انہیں بھی مارا حتیٰ کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا انہوں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تیرے دین میں حق نہیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے، میں اسے پڑھوں۔ ہمشیرہ صاحبہ نے فرمایا کہ تم ناپاک ہو اور اس کو پاکوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ اٹھو غسل کرو یا وضو کرو آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور کتاب پاک لے کر پڑھا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی یہاں تک کہ آپ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری تک پہنچے تو حضرت عمر نے فرمایا مجھے (حضور پرنور) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو یہ سن کر حضرت خباب باہر نکلے اور انہوں نے کہا مبارک ہو اے عمر! میں امید کرتا ہوں کہ تم ہی دعائے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو پنجشنبہ کو حضور نے دعا فرمائی تھی، یارب اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام سے قوت عطا فرما۔ حضرت عمر اس مکان پر آئے جس میں حضور تشریف فرما تھے دروازے پر حضرت حمزہ وطلحہ اور دوسرے لوگ تھے حضرت حمزہ نے فرمایا یہ عمر ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہو تو ایمان لائیں ورنہ ہمیں ان کا قتل کرنا سہل ہے۔ حضور پرنور پر اس وقت وحی آ رہی تھی حضور

باہر تشریف لائے اور حضرت عمر کے کپڑے اور تلوار کی حمائل پکڑ کر فرمایا اے عمر! تو باز نہیں آتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر وہ عذاب اور رسوائی نازل فرمائے جو ولید ابن مغیرہ پر نازل فرمائی۔ حضرت عمر نے عرض کیا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک عبد اللہ ورسولہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے قرآن شریف پڑھا اسی وقت اس کی عظمت میرے دل میں اثر کر گئی اور میں نے کہا کہ بدنصیب قریش ایسی پاکیزہ کتاب سے بھاگتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ با اجازت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ پہلا دن تھا کہ مسلمان اس اعلان اور شوکت کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے کفار قریش دیکھ دیکھ کر جل رہے تھے اور انہیں نہایت صدمہ تھا آج اس ظہور اسلام اور حق و باطل میں فرق و امتیاز ہو جانے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

ابن ماجہ و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ حضرت جبرئیل بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل آسمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خوشیاں منا رہے ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں جہاں تک جانتا ہوں جس کسی نے بھی ہجرت کی چھپ کر ہی کی بجز حضرت عمر بن خطاب کے آپ کی ہجرت کی یہ شان تھی کہ مسلح ہو کر خانہ کعبہ میں آئے۔ کفار کے سردار وہاں موجود تھے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دو رکعتیں ادا کیں پھر قریش کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور للکار کر فرمایا کہ جو اس کے لئے تیار ہو کہ اس کی ماں اسے روئے اور اس کی اولاد یتیم ہو۔ بیوی رانڈ ہو وہ میدان میں میرے مقابل آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کلمات سن کر ایک سناٹا چھا گیا۔ کفار میں سے کوئی جنبش نہ کر سکا۔

آپ کی فضیلت میں بہت کثرت سے حدیثیں وارد ہوئیں اور ان میں بڑی جلیل فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ترمذی و حاکم کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ممکن ہوتا حضرت عمر بن خطاب ہوتے رضی اللہ عنہ۔ اس سے جلالت و منزلت و رفعت درجت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہر ہے۔ ابن عساکر کی حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس نے حضرت عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا' اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب رکھا۔ اس نے مجھے محبوب رکھا۔

طبرانی و حاکم نے روایت کی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم میزان کے ایک پلے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے تمام زندہ لوگوں کے علوم ایک پلہ میں تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ان سب کے علوم سے زیادہ وزنی ہوگا۔ ابو اسامہ نے کہا جانتے ہو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کون ہیں یہ اسلام کے پدر و مادر ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔

کرامات

آپ کی کرامات بہت ہیں ان میں سے چند مشہور کرامتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

بیہقی و ابو نعیم وغیرہ محدثین نے بطریق معتبر روایت کیا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اثناء خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا یا ساریۃ الجبل حاضرین متحیر و متعجب ہوئے کہ اثناء خطبہ میں یہ کلام ہے۔ بعد کو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آج آپ نے خطبہ فرماتے فرماتے یہ کیا کلمہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ لشکر اسلام جو ملک عجم میں مقام نہاوند میں کفار کے

ساتھ مصروف پیکار ہے۔ میں نے دیکھا کہ کفار اس کو دونوں طرف سے گھیر کر مارنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں نے پکار کر کہہ دیا کہ اے ساریہ جبل یعنی پہاڑ کی آڑ لو۔ یہ سن کر لوگ منتظر رہے کہ لشکر سے کوئی خبر آئے تو تفصیلی حال دریافت ہو۔ کچھ عرصے کے بعد ساریہ کا قاصد خط لے کر آیا اس میں تحریر تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے مقابلہ ہو رہا تھا خاص نماز جمعہ کے وقت ہم نے سنا یاسارية الجبل یہ سن کر ہم پہاڑ سے مل گئے اور ہمیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ دشمن کو ہزیمت ہوئی۔

سبحان اللہ خلیفہ اسلام کی نظر مدینہ طیبہ سے نہاوند میں لشکر کا ملاحظہ فرمائے اور یہاں سے مذاکرے تو لشکر کو اپنی آواز سنائے نہ کوئی دوربین ہے نہ ٹیلی فون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی کا صدقہ ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ابو القاسم نے اپنے فوائد میں روایت کی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا کہنے لگا میرا نام جمرہ (اخگر) ہے فرمایا کس کا بیٹا؟ کہا ابن شہاب۔ (آتش پارہ) کا فرمایا کن لوگوں میں سے ہے کہا حرقہ (سوزش) میں سے فرمایا تیرا وطن کہاں ہے کہا حرہ (تپش) فرمایا اس کے کس مقام پر کہا ذات لظی (شعلہ دار) میں فرمایا اپنے گھر والوں کی خبر لے سب جل گئے لوٹ کر گھر آیا تو سارا کنبہ جلا پایا۔

ابو الشیخ نے کتاب العصمة میں روایت کیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو ایک روز اہل مصر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر ہمارے دریائے نیل کی ایک رسم ہے جب تک اس کو ادا نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا۔ انہوں نے دریافت کیا کیا اس مہینے کی گیارہ تاریخ کو ہم ایک کنواری لڑکی کو اس کے والدین سے لے کر عمدہ لباس اور نفیس زیور سے سجا کر دریائے نیل میں ڈالتے ہیں حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ اسلام میں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور اسلام پرانی واہیات رسموں کو مٹاتا ہے پس وہ رسم موقوف رکھی گئی اور دریا کی روانی کم ہوتی گئی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن عاص نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تمام واقعہ

لکھ کر بھیجا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا تم نے ٹھیک کیا بیشک اسلام ایسی رسموں کو مٹاتا ہے میرے اس خط میں ایک رقعہ ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا عمرو بن عاص کے پاس جب امیر المومنین کا خط پہنچا اور انہوں نے وہ رقعہ اس خط میں سے نکالا تو اس میں لکھا تھا:

از جانب بندہ خدا عمر امیر المومنین بسوئے نیل مصر بعد از احمد و صلوٰۃ آنکہ: اگر تو خود جاری ہے تو نہ جاری ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے درخواست کرتا ہوں کہ تجھے جاری فرمادے۔

عمرو بن عاص نے یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالا ایک شب میں سولہ سو گز پانی بڑھ گیا اور بھینٹ چڑھانے کی رسم مصر سے بالکل موقوف ہوگئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ نو یا گیارہ لقموں سے زیادہ طعام ملاحظہ نہ فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قمیص مبارک میں دو شانوں کے درمیان چار پیوند لگے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ شام کے ممالک جب فتح ہوئے اور آپ نے ان ممالک کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور وہاں کے امراء وعظماء آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ اس موقع پر آپ اپنے شتر پر سوار تھے آپ کے خواص وخدام نے عرض کیا اے امیر المومنین! شام کے اکابر واشراف حضور کی ملاقات کے لئے آرہے ہیں مناسب ہوگا کہ حضور گھوڑے پر سوار ہوں تا کہ آپ کی شوکت وہیبت ان کے دلوں میں جاگزین ہو فرمایا اس خیال میں نہ رہیے کام بنانے والا اور ہی ہے۔ سبحان اللہ۔

ایک مرتبہ قیصر روم کا قاصد مدینہ طیبہ میں آیا اور امیر المومنین کو تلاش کرتا تھا تا کہ بادشاہ کا پیام آپ کی خدمت میں عرض کرے لوگوں نے بتایا کہ امیر المومنین مسجد میں ہیں۔ مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک صاحب موٹے پیوند زدہ کپڑے پہنے ایک اینٹ پر سر رکھے لیٹے ہیں۔ یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المومنین کا پتہ دریافت کرنے لگا کہا گیا مسجد میں

تشریف فرما ہیں، کہنے لگا مسجد میں تو سوائے ایک دلق پوش کے کوئی نہیں۔ صحابہ نے کہا وہی دلق پوش ہمارا امیر خلیفہ ہے۔

بردر میکدہ رندان قلندر باشند
کہ ستانند و دہندا افسر شاہنشاہی
خشت زیر سرو بر تارک ہفت اختر پائے
دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

قیصر کا قاصد پھر مسجد میں آیا اور غور سے امیر المومنین کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگا دل میں محبت وہیبت پیدا ہوئی اور آپ کی حقانیت کا پرتو اس کے دل میں جلوہ گر ہوا۔

مہرو ہیبت ہست ضد یک دگر   ایں دو ضدرا جمع دید اندر جگر
گفت باخود من شہاں را دیدہ ام   گرد سلطاں راہمہ گردیدہ ام
ازشہانم ہیبت و تر سے نبود   ہیبت ایں مرد ہوشم ور زبود
رفتہ ام در بیشہ دشیر و پلنگ   روئے من زانیشاں نگر و انند رنگ
بس شدم اندر مصاف کا رزار   ہمچو شیراں دم کہ باشد کا رزار
بسکہ خوردم بس زدم زخم گراں   دل قوی تربودہ ام ازدیگراں
بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں   من بہفت اندام لرزاں ایں چنیں
ہیبت حق ست ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا آپ جب بعزم حج مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے آمدورفت میں امراء خلفاء کی طرح آپ کے لئے خیمہ نصب نہ کیا گیا، راہ میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور بستر کسی درخت پر ڈال کر سایہ کر لیتے۔ ایک روز برسر منبر موعظت فرمارہے تھے مہر کا مسئلہ زیر بحث آیا آپ نے فرمایا مہر گراں نہ کئے جائیں اور چالیس اوقیہ سے مہر زیادہ مقرر نہ کیا جائے ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کا مہر

چالیس اوقیہ سے زیادہ نہ فرمایا لہذا جو کوئی آج کی تاریخ سے اس سے زیادہ مہر مقرر کرے گا وہ زیادتی بیت المال میں داخل کر لی جائے گی۔ ایک ضعیفہ عورتوں کی صف سے اٹھی اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین ایسا کہنا آپ کے منصب عالی کے لائق نہیں مہر اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق کیا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے اس کا کوئی جزو اس سے کس طرح لیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتیتم احداھن قنطاراً او لا تاخذو منه شیئاً آپ نے فوراً بے دریغ داد انصاف دی اور فرمایا امراۃ اصابت و رجل اخطا عورت ٹھیک پہنچی اور مرد نے خطا کی پھر منبر پر اعلان فرمایا کہ عورت صحیح کہتی ہے میری غلطی تھی جو چاہو مہر مقرر کرو اور فرمایا اللھم اغفرلی کل انسان افقه من عمر یارب میری مغفرت فرما ہر شخص عمر سے زیادہ دانا ہے۔ سبحان اللہ زہے عدل وداد زہی عجز وانکسار۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں مسند آرائے سریر خلافت ہوئے دس سال چند ماہ امور خلافت کو انجام دیا اس دس سالہ خلافت کے ایام نے سلاطین عالم کو متحیر کر دیا ہے زمین عدل وداد سے بھر گئی دنیا میں راستی و دیانت داری کا سکہ رائج ہوا۔ مخلوق خدا کے دلوں میں حق پرستی و پاکبازی کا جذبہ پیدا ہوا۔ اسلام کے برکات سے عالم فیض یاب ہوا۔ فتوحات اس کثرت سے ہوئیں کہ آج تک ملک وسلطنت کے والی سپاہ ولشکر کے مالک حیرت میں ہیں۔ آپ کے لشکروں نے جس طرف قدم اٹھایا فتح وظفر قدم چومتی گئی۔ بڑے بڑے فریدوں اور نوشیرواں کے تاج قدموں میں روندے گئے ممالک وبلاد اس کثرت سے قبضہ میں آئے کہ ان کی فہرست لکھی جائے تو صفحے کے صفحے بھر جائیں رعب وہیبت کا یہ عالم تھا کہ بہادروں کے زہرے نام سن کر پانی ہوتے تھے۔ جنگ جویاں صاحب ہنر کانپتے اور تھراتے تھے قاہر سلطنتیں خوف سے لرزتی تھیں۔ بایں ہمہ فرد اقبال ورعب وسطوت آپ کی درویشانہ زندگی میں کوئی فرق نہ آیا رات دن خوف خدا میں روتے روتے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے آپ ہی کے عہد میں سنہ ہجری مقرر ہوا۔ آپ

ہی نے دفتر و دیوان کی بنیاد ڈالی۔ آپ ہی نے بیت المال بنایا۔ آپ ہی نے تمام بلا دوا مصار میں تراویح کی جماعتیں قائم فرمائیں آپ ہی نے شب کے پہرہ دار مقرر کئے جو راتوں کو پہرہ دیتے تھے یہ سب آپ کی خصوصیات ہیں۔ آپ سے پہلے ان میں سے کوئی بات نہ تھی۔

ابن عساکر نے اسماعیل بن زیاد سے روایت کی کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مسجدوں پر گزرے جن پر قندیلیں روشن تھیں انہیں دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی قبر کو روشن فرمائے جنہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی آپ ہی نے یہود کو حجاز سے نکالا۔ آپ کے کرامات اور فضائل بہت زیادہ ہیں اور آپ کی شان میں بہت احادیث وارد ہیں۔ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ میں آپ ابولولو مجوسی کے ہاتھ سے مسجد میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخم کھانے کے بعد آپ نے فرمایا کان امر اللہ قدرا مقدوراً اور فرمایا اللہ کی تعریف جس نے میری موت کسی مدعی اسلام کے ہاتھ پر نہ رکھی۔ بعد وفات شریف با اجازت حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب روضہ قدسیہ کے اندر پہلوئے صدیق میں مدفون ہوئے اور آپ نے امر خلافت کو شوریٰ پر چھوڑا۔ وفات شریف کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ آپ کی مہر کا نقش تھا'
کفی بالموت واعظا۔

خلیفہ سوم

سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

آپ کا نسب نامہ عثمان بن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ابن قصیٰ بن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوئی ابن غالب۔ آپ کی ولادت عام فیل سے چھٹے سال ہوئی۔ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ اور آپ کو اسلام کی دعوت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی۔ آپ نے دونوں ہجرتیں فرمائیں پہلے حبشہ کی طرف دوسرے مدینہ طیبہ کی طرف۔ آپ کے نکاح میں حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ان کے ساتھ نبوت سے قبل نکاح ہوا اور انہوں نے غزوۂ بدر کے زمانے میں وفات پائی اور انہیں کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجازت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رہ گئے۔ حضور نے ان کا سہم واجر بحال رکھا اور اسی وجہ سے وہ بدریوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس روز بدر میں مسلمانوں کو فتح پانے کی خبر مدینہ طیبہ میں پہنچی اسی دن حضرت رقیہ کو دفن کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ سابقین اولین اور اول مہاجرین عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور ان صحابہ میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جمع قرآن کی عزت عطا فرمائی۔

حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین پکارا

جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اروی بنت کریز ابن ربیعہ ابن خبیب بن عبد شمس ہیں۔ اور آپ کی نانی ام حکیم بیضاء بنت المطلب ابن ہاشم ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک و سلم کے والد ماجد کی توامہ یعنی ان کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن ہیں۔ حضرت عثمان غنی کی والدہ حضور کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ آپ بہت حسین وجمیل خوبرو تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ان کے چچا حکیم ابن ابی العاص ابن امیہ نے پکڑ کر باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرتے ہو۔ بخدا میں تم کو نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس دین کو نہ چھوڑو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کی قسم میں اس دین کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اور اس سے کبھی جدا نہ ہوں گا۔ حکیم نے آپ کا یہ زبردست استقلال دیکھ کر چھوڑ دیا۔ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوتے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لباس مبارک کو خوب درست فرماتے اور ارشاد فرماتے میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے ملائکہ شرماتے ہیں۔

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن خباب سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا حضور اقدس جیش عسرت کے لئے ترغیب فرما رہے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سو اونٹ مع بار راہ خدا میں پیش کروں گا حضور نے پھر لوگوں کو ترغیب فرمائی پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں دو سو اونٹ مع سامان حاضر کروں گا پھر حضور نے ترغیب فرمائی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تین سو اونٹ مع ان کے تمام اسباب کے ساتھ پیش خدمت کروں گا اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر سے نزول فرمایا اور یہ فرمایا کہ اس کے بعد عثمان پر نہیں جو کچھ کرتے مراد یہ تھی کہ یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل نہ کریں۔ جب بھی یہ ان کے مدارج علیا کے لئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انہیں کوئی اندیشہ مضر نہیں ہے۔

ان کلمات مبارکہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور بارگاہ رسالت

میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔ بیعت کے وقت یہ فرما کر عثمان اللہ اور رسول کے کام میں ہیں۔ اپنے ہی ایک دست مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دست اقدس میں لے لیا بیعت کی یہ شان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیاز وقرب خاص کا اظہار کرتی ہے آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری عہد میں ایک جماعت مقرر فرما دی تھی جس کے ارکان یہ حضرات تھے۔ حضرت عثمان غنی حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان غنی سے خلوت میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ کی رائے کس کے لئے ہے فرمایا، حضرت علی کے لئے۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ سے دریافت کیا آپ نے حضرت عثمان غنی کا نام لیا۔ پھر اسی طرح حضرت زبیر سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا علی یا عثمان، پھر سعد سے کہا کہ تم تو خلاف چاہتے نہیں اب بتاؤ رائے کس کے حق میں ہے۔ انہوں نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر عبدالرحمٰن نے اعیان سے مشورہ لیا۔ کثرت رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین کے حق میں ہوئی اور آپ باتفاق مسلمین خلیفہ ہوئے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دفن سے تین روز بعد آپ کے دست حق پر بیعت کی گئی۔

آپ کے عہد مبارک میں رے اور روم کے کئی قلعے اور سابور اور ارجان اور دارابجرد اور افریقہ اور اندلس، قبرص، جور اور خراسان کے بلاد کثیرہ اور نیشاپور اور طوس، اور سرخس اور مرو اور بیہق فتح ہوئے۔

۲۶ھ میں آپ نے مسجد حرام (کعبہ مقدسہ) کی توسیع فرمائی اور ۲۹ھ میں مسجد مدینہ طیبہ کی توسیع کی اور حجارہ منقوشہ سے بنایا پتھر کے ستون قائم کئے۔ سال کی چھت بنائی طول (۱۶۰) گز اور عرض (۱۵۰) گز کیا۔ بارہ سال امور خلافت کا سرانجام فرما کر ۳۵ھ میں

شہادت پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب باغیوں نے آپ کے محل کو گھیر لیا اس وقت آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے عرض کیا گیا اور قوت آپ کی زیادہ تھی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا عرض کیا گیا کہ مکہ مکرمہ یا اور کسی مقام پر تشریف لے جائیں، یہ بھی منظور نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چھوڑنے کی تاب نہیں رکھتا جس روز سے آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اس روز سے دم آخر تک اپنا داہنا ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہ لگایا۔ کیونکہ یہ ہاتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں دیا گیا تھا۔ روز اسلام سے روز وفات تک کوئی جمعہ ایسا نہ گزرا کہ آپ نے کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو اگر کبھی جمعہ کو آپ کے پاس کوئی بردہ نہ ہوا تو بعد جمعہ کے آزاد کر دیا۔

آپ کی شہادت

آپ کی شہادت ایام تشریق میں ہوئی اور آپ شنبہ کی شب میں مغرب وعشاء کے درمیان بقیع شریف میں مدفون ہوئے آپ کی عمر بیاسی سال کی ہوئی۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور انہوں نے آپ کو دفن کیا۔ اور یہی آپ کی وصیت تھی۔

ابن عساکر یزید بن حبیب نے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یورش کرنے والوں میں سے اکثر لوگ مجنوں و دیوانہ ہو گئے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ پہلا فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید کیا جانا ہے اور آخر فتن دجال کا خروج۔ غرض صحابہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے ایک عجیب ہیجان پیدا کر دیا۔ اور وہ اس سے خائف ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ اب فتنوں کا دروازہ کھلا اور دین میں رخنے پیدا ہونے شروع ہوئے۔ حضرت سمورہ فرماتے ہیں کہ اسلام ایک محکم قلعہ میں محفوظ تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اسلام میں پہلا رخنہ ہے اور ایسا رخنہ جس کا انسداد قیامت تک نہ ہوگا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمان

غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضرت علی مرتضیٰ وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا یا رب میں تیرے حضور میں خون عثمان سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے روز میرا طائر عقل پرواز کر گیا تھا۔ لوگ میرے پاس بیعت کو آئے تو میں نے کہا کہ بخدا میں ایسی قوم کی بیعت کرنے سے شرماتا ہوں جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن سے پہلے بیعت میں مصروف ہوں لوگ پھر گئے۔ لوٹ کر آئے پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی تو میں نے کہا، یا رب میں اس سے خائف ہوں جو حضرت عثمان پر پیش آیا۔ پھر ارادۂ الٰہی غالب آیا اور مجھے بیعت لینا پڑی۔ لوگوں نے جب مجھ سے کہا یا امیر المومنین تو یہ کلمہ سن کر میرے دل میں چوٹ لگی اس وقت حضرت مولا علی مرتضیٰ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آئے اور اپنی نسبت یہ کلمہ سننا باعث ملال خاطر ہوا۔ اس سے اس محبت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس ہنگامے کو روکنے کے لئے پوری کوشش فرمائی اور اپنے دونوں صاحبزادوں سیدنا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تلواریں لے کر حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا لیکن جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اور جس کی خبریں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں اس کو کون رفع کر سکتا ہے۔

خلیفہ چہارم
سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن ابو تراب ہے۔ آپ کے والد حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب ہیں۔ آپ نوعمروں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر شریف کیا تھی اس میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول میں آپ کی عمر پندرہ سال کی، ایک میں سولہ کی، ایک میں آٹھ کی، ایک میں دس کی، اگرچہ عمر کے باب میں چند قول ہیں مگر اس قدر یقینی ہے کہ ابتدائے عمر میں بلوغ کے متصل ہی آپ دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی جس طرح کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بت پرستی کے ساتھ ملوث نہ ہوئے آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے لئے جنت کا وعدہ دیا گیا اور علاوہ چچا زاد ہونے کے آپ کو حضور اکرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عزت مواخات بھی ہے۔ اور سیدہ نساء عالمین خاتون جنت حضرت بتول زہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا عقد ہوا۔ آپ سابقین اولین اور علماء ربانیین میں سے ہیں۔ جس طرح شجاعت بسالت میں آپ کا نام نامی شہرہ عالم ہے عرب وعجم بر وبحر میں آپ کے زور وقوت کے سکھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی ہیبت ودبدبہ سے آج بھی جوان مردان شیر دل کانپ جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کا زہد وریاضت اطراف واکناف عالم میں وظیفہ خاص وعام ہے۔ کروڑوں اولیاء آپ کے سینہ نور گنجینہ سے مستفیض ہیں۔ اور آپ کے ارشاد وہدایت نے زمین کو خدا پرستوں کی طاعت وریاضت سے بھر دیا ہے۔ خوش بیان فصحاء اور معروف خطباء میں آپ بلند پایہ ہیں جامعین قرآن پاک میں آپ کا نام نامی نورانی حرفوں کے ساتھ چمکتا ہے۔

آپ بنی ہاشم میں پہلے خلیفہ ہیں۔ اور سبطین کریمین حسنین جمیلین سعیدین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد ماجد ہیں۔ سادات کرام اور اولاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ سے جاری فرمایا۔ آپ تبوک کے سوا تمام مشاہد میں حاضر ہوئے۔ جنگ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں ہماری بارگاہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے جو حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں حضرت ہارون کو (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مقاموں میں آپ کو لوا (جھنڈا) عطا فرمایا خصوصاً روز خیبر اور حضور نے خبر دی کہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ آپ نے اس روز قلعہ خیبر کا دروازہ اپنی پشت پر رکھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کیا اس کے بعد لوگوں نے اسے کھینچنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اس کو نہ اٹھا سکے۔ جنگوں میں آپ کے کارنامے بہت ہیں۔

آپ کو اپنے ناموں میں ابو تراب بہت پیارا معلوم ہوتا ہے اور اس نام سے آپ بہت خوش ہوتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ مسجد شریف کی دیوار کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ پشت مبارک کو مٹی لگ گئی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی پشت مبارک سے مٹی جھاڑ کر فرمایا اجلس ابا تراب یہ حضور کا عطا فرمایا ہوا خطاب آپ کو ہر نام سے پیارا معلوم ہوتا تھا اور آپ اس نام سے سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم کے مزے لیتے تھے۔

آپ کے فضائل ومحامد بہت زیادہ ہیں۔ حضرت سعد ابن وقاص سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ طیبہ میں اہل بیت کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ حضرت علی مرتضٰی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بناتے ہیں حضور نے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے دربار میں وہ مرتبت حاصل ہو جو حضرت ہارون کو دربار حضرت موسیٰ میں تھی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام بجز اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز خیبر فرمایا کہ میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح فرمائے گا۔ اور وہ اللہ و رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس مژدہ جانفزا نے صحابہ کرام کو تمام شب امید کی ساعتیں شمار کرنے میں مصروف رکھا۔ آرزومند دلوں کو رات کاٹنی مشکل ہوگئی اور مجاہدین کی نیندیں اڑ گئیں۔ ہر دل آرزومند تھا کہ اس نعمت عظمیٰ و کبریٰ سے بہرہ مند ہو اور ہر آنکھ منتظر تھی کہ صبح کی روشنی میں سلطان دارین فتح کا جھنڈا کس کو عطا فرماتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی شب بیدار تمنائی امیدوں کے ذخائر لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ کریم ذرہ پرور کا دست رحمت کس سعادت مند کو سرفراز فرماتا ہے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کی جنبش پر ایمان بھری نگاہیں قربان ہو رہی تھیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا این علی ابن ابی طالب علی ابن طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا وہ بیمار ہیں ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ بلانے کا حکم دیا گیا اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کے حیات بخش لعاب سے ان کی چشم بیمار کا علاج فرمایا اور برکت کی دعا کی۔ دعا کرنا تھا کہ نہ درد باقی رہا نہ کھٹک نہ سرخی نہ ٹپک' آن کی آن میں ایسا آرام ہوا کہ گویا کبھی بیمار نہ ہوئے اس کے بعد ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی ونسائی وابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی منی وانا من علی (علی مجھ سے ہے اور میں علی سے) اس سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کمال قرب بارگاہ رسالت سے ظاہر ہوتا ہے امام مسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اس کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور اس کو روئیدگی عنایت کی۔ اور جانوں کو پیدا کیا بیشک مجھے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مجھ سے ایماندار محبت کریں گے اور منافق بغض رکھیں گے۔

ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک علی مرتضیٰ سے بغض رکھنا منافق کی علامت تھی اسی سے ہم منافق کو پہچان

لیتے تھے حاکم نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی فرماتے ہیں مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا' میں نے عرض کیا حضور میں کم عمر ہوں قضا جانتا نہیں۔ کام کس طرح انجام دے سکوں گا۔ حضور نے دست مبارک میرے سینہ پر مار کر دعا فرمائی۔ پروردگار کی قسم معاملہ کے فیصل کرنے میں مجھے شبہ تک نہ ہوا۔ صحابہ کبار حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو اقضی جانتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فیض ہے کہ حضرت امیر المومنین کے سینہ میں دست مبارک لگایا اور وہ علم قضا میں کامل اور اقران میں فائق ہوگئے۔ جس کے ہاتھ لگانے سے علوم کے گنجینے بن جائیں اس کے علوم کا کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حق میں بہت سی آیتیں نازل ہوئیں۔ طبرانی وحاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ' کو دیکھنا عبادت ہے۔ ابویعلی و بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ بزار اور ابویعلی اور حاکم نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک مناسبت ہے ان سے یہود نے یہاں تک بغض کیا کہ ان کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگائی۔ نصاریٰ محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معتقد ہوگئے ہوشیار ہو جاؤ میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک محبّ مفرط جو مجھے میرے مرتبہ سے بڑھائے اور حد سے تجاوز کرے اور دوسرا مبغض جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ رافضی و خارجی دونوں گمراہ ہیں اور ہلاکت کی راہ چلتے ہیں۔ طریق قویم اور صراط مستقیم پر اہلسنت ہیں جو محبت بھی رکھتے ہیں اور حد سے تجاوز بھی نہیں کرتے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

بیعت وشہادت

ابن سعد کے قول پر حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک پر مدینہ طیبہ میں تمام صحابہ نے جو وہاں موجود تھے بیعت کی۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ اور صفر ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی جو ایک صلح پر ختم ہوئی اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کوفہ کی طرف مراجعت فرمائی اور اس وقت خوارج نے سرکشی شروع کی اور لشکر جمع کر کے چڑھائی کی۔ حضرت امیر المومنین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ آپ ان پر غالب آئے۔ اور ان میں سے قوم کثیر واپس ہوئی اور ایک قوم ثابت رہی اور انہوں نے نہروان کی طرف جا کر راہ زنی شروع کی۔ حضرت امیر المومنین نے اس فتنہ کی مدافعت کے لئے ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ۳۸ھ میں آپ نے ان کو نہروان میں قتل کیا۔ انہی میں ذوی الثدیہ کو بھی قتل کیا جس کے خروج کی خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ خوارج میں سے ایک نامراد عبدالرحمن بن ملجم مرادی تھا۔ اس نے برک بن عبداللہ تیمی خارجی اور عمرو بن بکیر تیمی خارجی کو مکہ مکرمہ میں جمع کر کے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت عمرو بن عاص کے قتل کا معاہدہ کیا اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے قتل کے لئے ابن ملجم ہوا اور ایک تاریخ معین کر لی گئی۔ مستدرک میں سدی سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم ایک خارجی عورت قطام نامی پر عاشق تھا۔ اس ناشاد کی شادی کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو قتل کرنا قرار پایا۔ چنانچہ فرزدق شاعر نے کہا

فلم ارمھر اساقۃ ذوسماحۃ ۔۔۔ کمھر قطام بین غیر معجم
ثلثۃ الاف و عبدوقینہ ۔۔۔ وضرب علی بالحسام المصمم
فلا مھر اعلیٰ من علی وان غلا ۔۔۔ ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم

اب ابن ملجم کوفہ پہنچا اور وہاں سے خوارج سے ملا اور انہیں در پردہ اپنے ناپاک ارادہ کی اطلاع دی۔ خوارج اس کے ساتھ متفق ہوئے۔ شب جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو

امیر المومنین حضرت مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سحر کے وقت بیدار ہوئے۔ اسی رمضان آپ کا دستور یہ تھا کہ ایک شب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس۔ ایک شب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے وقت میرا پیٹ خالی ہو۔

آج کی شب تو یہ حالت رہی کہ بار بار مکان سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے اور فرماتے کہ بخدا مجھے کوئی خبر جھوٹی نہیں دی گئی یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے صبح کو جب بیدار ہوئے تو اپنے فرزند ارجمند امیر المومنین امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' آج شب میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا' یا رسول اللہ میں نے آپ کی امت سے آرام نہ پایا۔ فرمایا انہیں دعا کرو۔ میں نے دعا کی یا رب مجھے ان کے عوض ان سے بہتر عطا فرما۔ اور انہیں میری جگہ ان کے حق میں برا دے۔

اہل بیت کرام

حضرات کرام خلفائے راشدین کا ذکر کیا گیا۔ ان کی ذوات مقدسہ مقربین بارگاہ رسالت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں اور حق یہ ہے کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس کسی کو بھی ادنیٰ سی محبت ونسبت ہے اس کی فضیلت اندازے اور قیاس سے زیادہ ہے۔ اس آقائے نامدار سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی نسبت کہ کوئی شخص ان کے بلدہ طاہرہ اور شہر پاک میں سکونت رکھتا ہو اس درجہ کی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا:-

من اخاف اهل المدينة ظلماً اخافه الله وعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين–

ترجمہ:-’’جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا‘ اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت‘‘

(رواہ قاضی ابویعلی) ترمذی کی حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال صلی الله عليه وسلم من غش العرب لويدخل في شفاعتي ولم تنله مودتي

ترجمہ:-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عربوں سے بغض رکھا میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مودت میسر نہ آئے گی۔

اتنی نسبت ایک شخص عرب کا باشندہ ہو اس کو مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے کہ اس سے خیانت کرنے والا حضور کی شفاعت ومودت سے محروم ہو جاتا ہے تو جن برگزیدہ نفوس اور خوش

نصیب حضرات کو اس بارگاہ عالی میں قرب ونزدیکی اور اختصاص حاصل ہے ان کے مراتب کیسے بلند وبالا ہوں گے اسی سے آپ اہل بیت کرام کے فضائل کا اندازہ کیجئے ان حضرات کی شان میں بہت آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئیں۔

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيراً

ترجمہ:-’’اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپاکی) دور کرے۔ اہل بیت رسول اور تمہیں پاک کرے‘ خوب پاک‘‘

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ‘ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء‘ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں نازل فرمائی اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ عنکم اور اس کے بعد کی ضمیریں مذکور ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا۔ واذ کرن مایتلی فی بیوتکن اور یہ قول حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے اس لئے ان کے غلام حضرت عکرمہ بازار میں اس کی ندا کرتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود سرکار دولت مدار کی ذات عالی صفات ہے‘ تنہا‘ دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت حضور کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہے علاوہ اس کے کہ اس پر آیت واذ کرن ما یتلی فی بیوتکن دلالت کرتی ہے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ دولت سرائے اقدس ازواج مطہرات ہی کا مسکن تھا۔ حضور کے اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب وقرابت کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایک جماعت نے اسی پر اعتماد کیا اور اسی کو ترجیح دی اور ابن کثیر نے بھی اسی کی تاکید کی ہے۔

احادیث پر جب نظر کی جاتی ہے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی۔ پنجتن پاک سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔ (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہم وسلم)

اسی مضمون کی حدیث مرفوع ابن جریر نے روایت کی طبرانی میں بھی اس کی تخریج کی۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضورانور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان حضرات کواپنی گلیم مبارک میں لے کر یہ آیت تلاوت فرمائی یہ بھی بصحت ثابت ہوا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کوتحت گلیم اقدس لے کر یہ دعا فرمائی۔

اللهم هولاء اهل بيتى وخامتى اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً

ترجمہ:۔ ”یارب یہ میرے اہل بیت اور میرے مخصوصین ہیں ان سے رجس وناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کردے اور خوب پاک۔“

یہ دعاسن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا **وانا منهم** میں ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا **انك علىٰ خير** (تم بہتری پر ہو) ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نے حضرت ام المومنین کے جواب میں فرمایا (بیشک) اور ان کو کسا (گلیم) میں داخل کرلیا ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ نے عرض کیا کہ میرے حق میں بھی دعا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے عرض کیا **وانا من اهلك** میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں فرمایا **وانت من اهلى** تم بھی میری اہل میں سے ہو۔ یہ کرم تھا کہ سرکار نے اس نیازمند خالص العقیدت کو مایوس نہ فرمایا اور اپنی اہل کے حکم میں داخل فرمادیا وہ حکماً داخل ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے ان حضرات کے ساتھ اپنی باقی صاحبزادیوں اور قرابت داروں اور ازواج مطہرات کو ملایا۔ ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے تمام بنی ہاشم مراد ہیں اس کو اس حدیث سے تائید پہنچتی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردا مبارک میں حضرت عباس اور ان کی صاحبزادیوں کو لپٹا کر دعا فرمائی:۔

يا رب هذا عمى وصنوابى وهولاء اهل بيتى فاسترهم من النار كيسترى اياهم بملئتى هذه فامنت اسكفة الباب وحوائط البيت

ترجمہ:۔ ”یعنی یارب یہ میرے چچا اور بمنزلہ والد کے ہیں اور یہ میرے اہلبیت ہیں انہیں آتش دوزخ سے ایسا چھپا جیسا میں نے اپنی چادر مبارک میں چھپایا ہے۔“

اس دعا پر مکان کے در و دیوار نے آمین کہی۔ خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان فرمادیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم ومطلب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے آپ نے فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بیت نسب بھی اسی طرح مراد ہے۔ جس طرح بیت مسکن۔ یہ آیت کریمہ اہل بیت کرام کے فضائل کا منبع ہے۔ اس سے ان کے اعزاز مآثر اور علوشان کا اظہار ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق دنیہ واحوال مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی۔ بعض احادیث میں مروی ہے کہ اہلبیت نار پر حرام ہیں اور یہی اس تطہیر کا فائدہ اور ثمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوال شریفہ کے لائق نہ ہو اس سے ان کا پروردگار انہیں محفوظ رکھتا ہے اور بچاتا ہے جب خلافت طاہرہ میں شان مملکت وسلطنت پیدا ہوئی تو قدرت نے آل طاہر کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافت باطنہ عطا فرمائی۔

حضرات صوفیہ کا ایک گروہ جزم کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب اولیاء آل رسول ہی میں سے ہوں گے اس تطہیر کا ثمرہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کیا گیا کیونکہ اس کو حدیث شریف میں صدقہ دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے۔ مع ذلک اس میں لینے والے کی سبکی بھی ہے بجائے اس کے وہ خمس وغنیمت کے حقدار بنائے گئے جس میں لینے والا بلند وبالا ہوتا ہے۔ اس آل پاک کی عظمت وکرامت یہاں تک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں جو چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم انہیں نہ چھوڑ گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ ایک میری آل دیلمی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس علیہ وآلہ والصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ ثعلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمتہ سے روایت کی کہ آپ نے آیت

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم حبل اللہ ہیں۔ دیلمی سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے خلاصی عطا فرمائی۔

امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے سیدین کریمین حسنین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس شخص نے مجھ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا یہاں معیت سے مراد قرب حضور ہے کیونکہ انبیاء کا درجہ تو انہیں کے ساتھ خاص ہے کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ محبین اہل بیت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان کے جنتی ہونے کی خبر دی اور مژدہ قرب سے مسرور فرمایا مگر یہ وعدہ اور بشارت مومنین مخلصین اہل سنت کے حق میں ہے روافض اس کا محل نہیں جنہوں نے اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے باکی اور اکابر صحابہ کے ساتھ بغض وعناد اپنا دین بنالیا ہے۔ ان لوگوں کا حکم مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے جو آپ نے فرمایا یھلک فی محب مفرط میری محبت میں مفرط ہلاک ہوجائے گا۔ حدیث شریف میں وارد ہے:-

لا یجمع حب علی و بغض ابی بکر وعمر فی قلب مومن

ترجمہ:- "یعنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت اور شیخین جلیلین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت رکھنے والا حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے دعوےٰ میں جھوٹا ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برسر منبر فرمایا۔ ان اقوام کا کیا حال ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم (قرابت) روز قیامت کچھ کام نہ آئے گا۔ ہاں خدا کی قسم میرا رحم (رشتہ وقرابت) دنیا وآخرت میں موصول ہے۔

قرطبی نے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیہ کریمہ ولسوف

یعطیک ربك فترضٰی کی تفسیر میں نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہوئے کہ ان کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے۔ حاکم نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو صحیح بتایا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ آل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے حق میں فرمایا کہ ان میں سے جو توحید ورسالت کا مقر رہا ان کو عذاب نہ فرمائے۔ طبرانی و دارقطنی کی روایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اول گروہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ میرے اہلبیت ہیں۔ پھر مرتبہ مرتبہ قریش۔ پھر انصار۔ پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لائے اور میرے متبع ہوئے۔ پھر تمام عرب پھر اہل عجم اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہیں۔ بزار وطبرانی وابونعیم نے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ پاک دامن ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی ذریت کو نار پر حرام فرمایا۔

بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوتا یہاں تک کہ میں اس کو جان سے زیادہ پیارا نہ ہوں اور میری اولاد کو اپنی جان سے پیاری نہ ہو اور میرے اہل ان کو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کو اپنی ذات سے زیادہ احب نہ ہو۔"

دیلمی نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ' اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن پاک کی قرات"

دیلمی نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو اللہ کی محبت رکھتا ہے وہ قرآن کی محبت رکھتا ہے اور جو قرآن کی محبت رکھتا ہے میری محبت رکھتا ہے اور جو میری محبت رکھتا ہے میرے اصحاب اور قرابت داروں کی محبت رکھتا ہے"

امام احمد نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔"

امام احمد و ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ:

''ہم منافقین کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچانتے ہیں۔ ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کی محبت فرائض دین سے ہے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

يا اهل بيت رسول الله حبكم　　فرض من الله في القران انزله

ترجمہ: ''اے اہل بیت پاک تمہاری ولا ہے فرض قرآن پاک اس پر ناطق بلا کلام۔

ابوسعید نے شرف النبوۃ میں روایت کیا' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ تمہارے غضب سے غضب الٰہی ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ راضی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ان کی کسی اولاد کو ایذا پہنچائے اس نے اپنی جان کو اس خطرۂ عظیم میں ڈال دیا کیونکہ اس حرکت سے ان کو غضب ہوگا اور ان کا غضب' غضب الٰہی کا موجب ہے۔ اس طرح اہل بیت کی محبت حضرت خاتون جنت کی رضا کا سبب ہے۔ اور ان کی رضا رضائے الٰہی۔

اس لئے علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلدۂ پاک کے باشندوں کا ادب کرنا چاہیے اور حضور پاک کے جوار پاک کی حرمت کا لحاظ رکھنا لازم ہے چہ جائیکہ حضور کی ذات پاک۔

دیلمی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو مجھ سے توسل کی تمنا رکھتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اس کو میری بارگاہ کرم میں روز قیامت حق شفاعت ہو تو چاہیے کہ وہ میرے اہل کی نیازمندی کرے۔ اور ان کو خوشنود رکھے۔''

امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہ ہوا تھا اس نے حضرت رب العزت سے مجھ پر سلام کرنے اور یہ بشارت پہنچانے کی اجازت چاہی کہ حضرت خاتون

جنت فاطمہ زہرا جنتی بیبیوں کی سردار ہیں اور حسنین کریمین جنتی جوانوں کے۔''

ترمذی و ابن ماجہ حبان و حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو اہل بیت سے محاربہ (جنگ) کرے میں اس کا محارب ہوں اور جو ان سے صلح کرے اس کی مجھ سے صلح ہے۔''

امام احمد و حاکم نے روایت کیا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''فاطمہ میرا جز و ہیں جو انہیں ناگوار وہ مجھے ناگوار جو انہیں پسند وہ مجھے پسند' روز قیامت سوائے میرے نسب اور میرے سبب اور میری خویشاوندی کے تمام نسب منقطع ہو جائیں گے۔''

ان احادیث کے علاوہ جس قدر احادیث قریش کے حق میں وارد ہیں اور جو فضائل ان میں مذکور ہیں ان سب سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل بیت سب کے سب قریش ہیں۔ اور جو فضیلت کہ عام کے لئے ثابت ہو خاص کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ چند حدیثیں جو قریش کے حق میں وارد ہوئی ہیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! قریش کو بڑھاؤ اور ان سے آگے نہ بڑھو۔ ایسا نہ کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان کی پیروی نہ چھوڑو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ ان کے استاد نہ بنو ان سے علم حاصل کرو وہ تم سے اعلم ہیں۔ اگر ان کے تفاخر کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ان مراتب سے خبردار کرتا جو بارگاہ الٰہی میں انہیں حاصل ہیں۔''

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یہ امر قریش میں ہے ان سے جو عداوت کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے قریش سے محبت کرو ان سے جو محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔

امام احمد و ذہبی وغیرہ محدثین نے حضرت ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ جبرائیل امین نے فرمایا کہ:

''میں نے زمین کے مشارق ومغارب الٹ ڈالے کوئی شخص حضور پرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب الٹ ڈالے بنی ہاشم سے بڑھ کر کسی باپ کی اولاد افضل نہ پائی۔''

کسی شاعر نے اس مضمون کو اپنی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے۔

جبریل سے اک روز یوں کہنے لگے شاہ امم   تم نے دیکھا ہے جہاں بتلاؤ کیسے ہیں ہم
کی عرض یہ جبرئیل نے اے مہ جبیں تیری قسم   آفاقہا گردیدہ ام سیر جہاں دزویدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

امام احمد وترمذی وحاکم نے حضرت سعد سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص قریش کی بے عزتی چاہے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔''

ابوبکر بزار نے غیلانیات میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''روز قیامت بطن عرش سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے اہل جمع اپنے سر جھکاؤ' آنکھیں بند کرلو یہاں تک کہ حضرت فاطمہ بنت سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صراط سے گزریں۔ پھر آپ ستر ہزار باندیوں کے ساتھ جو سب حوریں ہوں گی بجلی کے کوندنے کی طرح گزر جائیں گی۔''

بخاری ومسلم نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مومنہ بیبیوں کی سردار ہو۔'' ترمذی وحاکم کی روایت میں ہے حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' مجھے اپنی اہل میں سب سے زیادہ پیاری فاطمہ ہیں۔''

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

سیدین جلیلین شہیدین عظیمین

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام ابومحمد حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما آپ ائمہ اثنا عشر میں امام دوم ہیں۔ آپ کی کنیت ابومحمد لقب تقی وسید عرف سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سبط اکبر ہے۔ آپ کو ریحانۃ الرسول اور آخر الخلفاء بالنص بھی کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کی شب میں مدینہ طیبہ کے مقام پر ہوئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا۔ اور بال جدا کئے گئے اور حکم دیا گیا کہ بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کی جائے۔ آپ خامس اہل کسا ہیں۔

بخاری کی ہدایت میں ہے قبلہ حسن وجمال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیٰ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم سے کسی کو وہ مشابہت صورت حاصل نہ تھی جو سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی۔ آپ سے پہلے حسن کسی کا نام نہ رکھا گیا تھا یہ جنتی نام پہلے آپ ہی کو عطا ہوا ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے بارگاہ رسالت میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کی ولادت کا ثمرہ پہنچایا۔ حضور تشریف فرما ہوئے فرمایا کہ اسماء میرے فرزند کو لاؤ اسماء نے ایک کپڑے میں حضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا' تم نے اس فرزند ارجمند کا کیا نام رکھا ہے' عرض کیا کہ یارسول اللہ میری کیا مجال کہ بے اذن واجازت نام رکھنے پر سبقت کرتا لیکن اب جو دریافت فرمایا جاتا ہے تو جو کچھ خیال میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ حرب نام رکھا جائے۔ آئندہ حضور مختار ہیں۔ آپ نے ان کا نام حسن رکھا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے انتظار فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو درگاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا۔ مناسب ہے کہ اس فرزند سعادت مند کا نام فرزند ہارون کے نام پر رکھا جائے۔ حضور نے ان کا نام دریافت فرمایا۔ عرض کیا شبیر' ارشاد ہوا کہ اے جبریل لغت عرب میں اس کے کیا معنی ہیں' عرض کیا حسن اور آپ کا نام حسن رکھا گیا۔

بخاری و مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں' میں نے نور مجسم جان مصور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی شہزادہ بلند اقبال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دوش اقدس پر تھے اور حضور فرما رہے تھے "یا رب میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی محبوب رکھ۔"

امام بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ حضور ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزند جمیل کی طرف میں نے سنا حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرے گا۔

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"حسن و حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔"

ترمذی کی حدیث میں ہے حضور علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

ابن سعد نے عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی کہ حضور کے اہل بیت میں حضور کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور حضور کو سب سے پیارے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے میں نے دیکھا حضور تو سجدے میں ہوتے اور یہ والا شان صاحبزادے آپ کی گردن

مبارک یا پشت اقدس پر بیٹھ جاتے تو جب تک یہ اتر نہ جاتے آپ سر مبارک نہ اٹھاتے اور میں نے دیکھا حضور رکوع میں ہوتے تو ان کے لئے اپنے قدمین طاہرین کو اتنا کشادہ فرما دیتے کہ یہ نکل جاتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بہت کثیر ہیں۔ آپ علم و وقار حشمت وجاہ جود و کرم' زہد و طاعت میں بہت بلند پایہ ہیں۔ ایک ایک آدمی کو لاکھ کا عطیہ مرحمت فرما دیتے تھے۔

حاکم نے عبداللہ بن عمیر سے روایت کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پا پیادہ کئے ہیں اور کوتل سواریاں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں مگر امام عالی مقام کی تواضع اور اخلاص و ادب کا اقتضاء کہ آپ حج کے لئے پا پیادہ سفر فرماتے تھے آپ کا کلام بہت شیریں تھا اہل مجلس نہیں چاہتے تھے کہ آپ گفتگو ختم فرمائیں۔

ابن سعد نے علی بن زید جدعان سے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبار اپنا کل مال راہ خدا میں دے ڈالا اور تین مرتبہ نصف مال دیا اور ایسی صحیح تنصیف کی کہ نعلین شریف اور جرابوں میں سے ایک ایک رکھ لیتے تھے۔

آپ کے علم کا یہ حال تھا کہ ابن عسا کر نے روایت کیا کہ آپ کی وفات کے بعد مروان بہت رویا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج تو رو رہا ہے اور ان کی حیات میں ان کے ساتھ کس کس طرح کی بدسلوکیاں کیا کرتا تھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا میں اس سے زیادہ حلیم کے ساتھ ایسا کرتا تھا۔ اللہ رے حلم' مروان کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کی بردباری پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اہل کوفہ نے آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے امر خلافت کا حضرت امیر

معاویہ کو تفویض کرنا مسطور ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

(۱) بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن کو پہنچے گی۔

(۲) اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق میں کسی شخص سے بھی زمانہ حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ ومطالبہ نہ کیا جائے۔

(۳) امیر معاویہ' امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیون کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو حضور نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تخت سلطنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خالی کر دیا۔

یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱ھ کا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کو آپ کا خلافت سے دستبردار ہونا ناگوار ہوا اور انہوں نے طرح طرح کی تعریفیں کیں اور اشاروں کنایوں میں آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے انہیں سمجھا دیا کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ملک کے لئے تجھے قتل کراؤں اس کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے رحلت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت امام عالی مقام کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور اس درجہ سے حضرت امام کو سخت تنگی درپیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ کو اس کی شکایت لکھیں' لکھنے کا ارادہ کیا۔ دوات منگائی مگر پھر کچھ سوچ کر توقف کیا۔ خواب میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے۔ حضور نے استفسار حال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرزند ارجمند کیا حال ہے۔ عرض کیا الحمد للہ بخیر ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا تم نے دوات منگائی تھی تا کہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجبور تھا کیا کرتا' فرمایا یہ دعا پڑھو:

اللهم اقذف في قلبي رجائك واقطع رجائي عمن سواك حتى لا ارجوا غيرك اللهم وما ضعفت عنه قوتي وقصرعنه عملي ولم تنته اليه رغبتي ولم تبلغه مسئلتي ولم اجر على لساني مما اعطيت من الاولين ولاخرين من اليقين فخصني به يا رب العلمين

ترجمہ:-''یارب میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع کر۔ یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ یارب جس سے میری قوت عاجز اور عمل قاصر ہو اور جہاں تک میری رغبت اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو' جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو یقین سے یارب العالمین مجھ کو اس کے ساتھ مخصوص فرما۔''

حضرت امام فرماتے ہیں کہ اس دعا پر ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس کا شکر بجالایا پھر خواب میں دولت دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے حسن کیا حال ہے میں نے خدا کا شکر کر کے واقعہ عرض کیا' فرمایا اے فرزند جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق سے لو لگائے اس کے کام یونہی بنتے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن سعد نے عمران ابن عبداللہ سے روایت کیا کہ کسی نے خواب میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں چشم کے درمیان **قل ھو اللہ احد** لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت کو اس سے بہت خوشی ہوئی لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی اگر یہ خواب دیکھا ہے تو حضرت امام کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے۔ یہ تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور بہت قریب زمانے میں زہر دیا گیا۔ زہر کے اثر سے اسہال کبدی لاحق ہوا اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اسہال میں خارج ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو چالیس روز سخت تکلیف رہی بقریب وفات جب آپ کی خدمت میں آپ کے برادر عزیز سیدنا حضرت امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر فرمایا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو فرمایا کہ تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔ مجھے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ کا زہر سب سے زیادہ تیز ہے۔

سبحان اللہ حضرت امام کی کرامت اور منزلت کیسی بلند و بالا ہے کہ آپ ایسی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آنتیں کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں۔ نزع کی حالت ہے مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت وانصاف کا نہ مٹنے والا نقش صفحہ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی تھی کہ آپ نے پانچویں ربیع الاول ۲۹ھ کو اس دارِ ناپائیدار سے مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کے برادر محترم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ ہے اور سیمائے مبارک پر حزن وملال کے آثار نمودار ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسکین خاطر مبارک کے لئے عرض کیا اے برادر گرامی آپ کیوں رنجیدہ ہیں۔ بے قراری کا کیا سبب ہے مبارک ہو آپ کو عنقریب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور فاطمہ زہرا اور حضرت قاسم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دیدار نصیب ہوگا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے برادر عزیز میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا تھا اور خلق الٰہی میں سے ایسے خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش آنے والے واقعات اور کوفیوں کی بدسلوکی وایذا رسانی کا بھی تذکرہ کیا۔

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی نظر کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنہائی کا نقشہ پیش تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو غمگین کر رہی تھیں اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضہ طاہرہ میں دفن کی جگہ عنایت ہو جائے انہوں نے اس کو منظور فرمایا۔ میری وفات کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا جائے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم مانع ہوگی۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار مت کرنا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب وصیت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی، آپ نے اس کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بڑی عزت وکرامت کے ساتھ منظور ہے لیکن مروان مانع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت امام حسین اور ان کے ہمراہی ہتھیار بند ہو گئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھائی کی وصیت یاد دلا کر واپس کیا اور یہ فرزند رسول جگر گوشہ بتول بقیع شریف میں اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون جنت کے پہلو میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوعنہ۔

مورخین نے زہرخورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہرخورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہوسکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر ذریعے یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو۔ خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کا قتل۔ اس قاتل کی خبر غیر کو کیا

ہوتی۔خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پتہ نہیں ہے۔یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے۔انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ہی ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ:

”حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔یہ ایک بدترین تبرا ہے عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءات ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو (۱۰۰) کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن کی عادت ہے۔یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔

مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف ہی حاصل ہو جائے اس کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن جن عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں سیدایانہ گزار دیتیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

کربلا کا خونی منظر

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کی عدیم المثال جانبازیاں

ولادت مبارکہ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے اور آپ کے برادر معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند بنایا حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔

عن ابن عباس من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی

ترجمہ:-”جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن و امام حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔“

جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں اپنی جوانی میں راہی جنت ہوئے۔حضرت امامین کریمین ان کے سردار ہیں اور جوان کسی شخص کو بلحاظ اس کے نوعمری کے بھی کہا جاتا ہے اور بلحاظ شفقت بزرگانہ کے بھی کہ آدمی کی عمر کتنی بھی ہو اس کے بزرگ اس کو جوان بلکہ لڑکا تک کہتے ہیں۔شیخ اور بوڑھا نہیں کہتے ہیں۔اسی طرح بمعنی فتوت و جوانمردی بھی لفظ جوان کا اطلاق ہوتا ہے خواہ کوئی شخص بوڑھا ہو مگر ہمت مردانہ رکھتا ہو وہ اپنی شجاعت و بسالت کے لحاظ سے جوان کہلایا جاتا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی عمر شریف اگرچہ وقت وصال پچاس سے زائد تھی مگر شجاعت و جوانمردی کے لحاظ سے نیز شفقت پدری کے اقتضاء سے آپ کو جوان فرمایا گیا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انبیائے کرام وخلفائے راشدین کے سوا ما بین جلیلین تمام اہل جنت کے سردار ہیں کیونکہ جوانان جنت سے تمام اہل جنت مراد ہیں اس لئے کہ جنت میں بوڑھے جوان کا فرق نہ ہوگا۔ وہاں سب ہی جوان ہوں گے اور سب کی ایک عمر ہوگی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا **ھما ریحانی من الدنیا** وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (رواہ البخاری)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینہ سے لپٹاتے۔ (رواہ الترمذی)

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل بنت الحارث حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا۔ حضور نے دریافت فرمایا کیا عرض کیا وہ بہت ہی شدید ہے ان کو اس خواب کے بیان کی جرات نہ ہوتی تھی۔ حضور نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ ام الفضل فرماتی ہیں میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا' یا نبی اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یہ کیا حال ہے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا کیا اس کو؟ فرمایا ہاں۔ اور میرے پاس اس کے سرخ مقتل کی مٹی بھی لائے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل)

شہادت کی شہرت

حضرت امام عالی مقام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی شیرخوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ خاتون جنت نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لئے اپنا خون جگر (دودھ) پلایا۔ علی مرتضیٰ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین کو اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمایا۔ یہ آغوش کرامت و رحمت فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے۔ اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزند ارجمند کی ولادت کی مسرت کے ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمہ رحمت نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے۔

اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثاران اہل بیت کے دل ہلا دیئے۔

اس درد کی لذت علی مرتضیٰ سے پوچھئے صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنت خلیل ادا کر رہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت کی خاک زیر قدم پاک پر قربان جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے۔ محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں۔ وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے۔ ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے۔ ماں کی گود میں کھیل کر شفقت مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے۔ میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے۔ عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے۔ جہاں یہ چہیتا' نازوں کا پالا' بھوکا پیاسا' بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے۔ نہ علی مرتضیٰ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ عزیز و اقارب برادر و فرزند قربان ہو چکے ہیں۔ تنہا یہ نازنین ہیں۔ تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے خیمہ والوں کی بے

کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور راہ خدا میں مردانہ وار جاں نثار کرتا ہے کربلا کی زمین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے۔ وہ شمیم پاک جو حبیب خدا کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے۔ خاتون جنت کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے۔ اور فرزند سینہ سے لپٹ رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ اس منظر کو دیکھیں۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزند ارجمند کے جد کریم حبیب خدا ہیں۔ حضرت حق تبارک و تعالیٰ ان کا رضا جو ہے۔ **ولسوف يعطيك ربك فترضى** بر و بحر میں ان کا حکم نافذ ہے۔ شجر و حجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیع فرمان ہیں چاند اشاروں پر چلا کرتا ہے۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔ بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضر خدمت ہوتے ہیں کونین کے ذرہ ذرہ پر بحکم الٰہی حکومت ہے۔ اولین و آخرین سب کی عقدہ کشائی اشارہ چشم پر موقوف منحصر ہے۔ ان کے غلاموں کے صدقہ میں خلق کے کام بنتے ہیں۔ مددیں ہوتی ہیں۔ روزی ملتی ہے

هل تنصرون وترزقون الا بضعفآئكم (رواہ البخاری)

باوجود اس کے اس فرزند ارجمند کی خبر شہادت پا کر چشم مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے بارگاہ الٰہی میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امن و سلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے' نہ علی مرتضیٰ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اس خبر نے تو دل و جگر پارہ پارہ کر دیئے۔ آپ کے قربان بارگاہ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمائیے۔ نہ خاتون جنت التجا کرتی ہیں کہ اے سلطان دارین آپ کے فیض سے عالم فیضیاب ہے اور آپ کی دعا مستجاب۔ میرے اس لاڈلے کے لئے دعا کیجئے نہ اہل بیت نہ ازواج مطہرات نہ صحابہ کرام۔ سب خبر شہادت سنتے ہیں۔ شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہ رسالت میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ مقام امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے۔ یہ محل عذر و تامل نہیں ایسے موقع پر جان سے دریغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں' اخلاص سے جانثاری عین تمنا ہے۔ دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ فرزند مقام صفا و وفا میں صادق ثابت ہو۔ توفیق الٰہی مساعد رہے۔

مصائب کا ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

احادیث میں اس شہادت کی خبریں وارد ہیں۔ ابن سعد و طبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا افرزند حسین زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبریل میرے پاس یہ مٹی لائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خواب گاہ (مقتل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

''امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا اس نے عرض کیا کہ آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قتل کئے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں گے۔ پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔''

اس قسم کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں۔ کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا تذکرہ ہے۔ کسی میں ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خاک کربلا تفویض کرنے اور اس خاک کے خون ہو جانے کا علامت شہادت امام قرار دینے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہادت کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بارہا اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام کی عہد طفولیت سے خوب مشہور ہو چکی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا مشہد کربلا ہے۔

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم کو کوئی شک باقی نہ رہا اور اہل بیت باتفاق جانتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

ابو نعیم نے یحییٰ حضرمی سے روایت کی کہ وہ سفر صفین میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ تھے۔ جب نینویٰ کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ندا دی کہ اے ابو عبداللہ فرات کے

کنارے ٹھہرو۔ میں نے عرض کیا کہ کس لئے فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔

ابونعیم نے اصبغ میں نباتہ سے روایت کی کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ہمراہ حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر پہنچے۔ حضرت مولیٰ نے بیان فرمایا یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے' یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے۔ یہاں ان کے خون بہیں گے۔ جواناں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں شہید ہوں گے۔ آسمان وزمین ان پر روئیں گے۔

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰ اور صحابہ کبار زمین کربلا کے ذرہ ذرہ کو پہچانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہاں اونٹ باندھیں گے' کہاں سامان رکھا جائے گا۔ کہاں خون بہیں گے۔ یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہوا' اپنے پرائے سب جان جائیں' مقام بتا دیا گیا ہو' وہاں کی خاک شیشوں میں رکھ لی گئی ہو۔ اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور شوق شہادت میں کمی نہ آئے۔ جذبہ جانثاری روزافزوں پر ہوتا رہے۔ تمام جاننے والے پہلے سے باخبر ہوں' ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر و استقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربان کی جائے۔ یہ مردان کامل اور فرزندان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ اور انہیں کا حوصلہ ہے۔

؎ طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

پہاڑ بھی ہوتا تو درخت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر طالب رضائے حق مولیٰ کی مرضی پر فدا ہوتا ہے اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے۔ کبھی وحشت پریشانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی۔ کبھی اس مصیبت عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا۔ انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے اور وقت موعود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔

واقعات شہادت

یزید کا مختصر تذکرہ

یزید بن معاویہ یہ ابوخالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے۔ جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے۔ اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔

یہ بد باطن سیاہ دل' ننگ خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر میسون بنت سنجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا' بدنما' کثیر الشعر' بدخلق' تندخو' فاسق' فاجر' شرابی' بدکار' ظالم' بے ادب' گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا' خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ (واقدی)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے علانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطر ناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے۔ جب کہ عنان سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں ہوئی۔ ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

''یارب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔''

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔

رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے سنا کر حضور نے فرمایا کہ:

''میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔''

ابو یعلی نے اپنی مسند میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''میری امت میں عدل وانصاف قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا رخنہ انداز بانی ستم بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجب ۶۰ ھ میں بمقام دمشق لقوہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف، اور تراش ہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور کی ازار شریف وردائے مبارک وقمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور بدن اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز تھا اور دم آخر تمام زرو مال ثروت وحکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر کے دل میں تھی۔ اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب ہے۔ یہ مقام غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے

کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آل پاک جو بدن اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا۔ اور ان کا کیا احترام لازم ہے۔ مگر بدنصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔

امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لئے اطراف وممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے۔ مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق وظلم کی بناء پر اس کو نااہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی۔

حضرت امام جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ لیکن امام کے دیانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع واحکام کی بے حرمتی اور دین کی مضرت کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس طرح ممکن تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا۔ اور آپ کی عافیت وراحت میں کوئی فرق نہ آتا۔ بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس جمع ہو جاتی۔ لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہوتا یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ وملت حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ شیعوں کو بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ امام نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا۔ تقیہ کا تصور بھی خاطر مبارک پر نہ گزرا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو اس کے لئے اس سے زیادہ ضرورت کا اور کون وقت ہو سکتا تھا۔ حضرت امام وابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کی درخواست اسی لئے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل مدینہ ان کا اتباع کریں گے۔ اگر ان حضرات نے بیعت کرلی تو پھر کسی کو تامل نہ ہوگا لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتش عناد بھڑک اٹھی اور بہ ضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہونا پڑا۔ یہ واقعہ چوتھی شعبان ۶۰ ھ کا ہے۔

امام عالی مقام کی مدینہ طیبہ سے روانگی

مدینہ سے حضرت امام کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام کے لئے کیسے رنج واندوہ کا دن تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنا کریں دربار رسالت کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بحروبر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لئے بے قرار بنا دے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو اور فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جوار رسول سے رحلت کرنے پر مجبور ہو۔ اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارادۂ رخصت آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدہ خون بار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی دل دردمند غم مہجوری سے گھائل ہوگا۔ جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج وغم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا۔ اہل مدینہ کی مصیبت بھی کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ دیدار حبیب کے فدائی اس فرزند کی روایات سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا۔ آہ! آج یہ قرار دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام نے مدینہ طیبہ سے بہ ہزار غم واندوہ با دل ناشاد رحلت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی اہل کوفہ امیر معاویہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن امام نے صاف انکار کر دیا تھا۔ امیر معاویہ کی وفات پر اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیازمندی وجذبات عقیدت واخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام پر اپنے

جان ومال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی۔

اس طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچیں۔ کہاں تک اغماض کیا جاتا اور کب تک حضرت امام کے اخلاق خشک جواب کی اجازت دیتے۔ ناچار آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کی روانگی تجویز فرمائی۔

اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا۔ مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت وسلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات سے کوفیوں کا بہ پاس ملت یزید کے بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے طالب بیعت پر راضی ہونا اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرنا۔ اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہم کو یزید کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اسکی بیعت کرنا پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔

اگرچہ اکابر صحابہ کرام ابن عباس وحضرت ابن عمر وحضرت جابر وحضرت ابوسعید وحضرت ابوواقد لیثی وغیرہ ہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد ومواثیق کا اعتبار نہ تھا' امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی۔ گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے۔ ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کے

شدید اصرار کا لحاظ، ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا۔ اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔

حضرت مسلم کی کوفہ کو روانگی

اس بنا پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمہاری استدعاء پر حضرت مسلم کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت و حمایت تم پر لازم ہے۔ حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت مسلم نے عراق کی گرویدگی و عقیدت دیکھ کر حضرت امام کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کیا کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تا کہ بندگان خدا ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف و فیض یاب ہو سکیں اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے۔ اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔

مسلم یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل تشریف لائے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت و عقیدت کا جوش دمبدم بڑھ رہا ہے۔

ہزار ہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی نہ انسدادی تدابیر عمل میں لائے۔ یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور عبداللہ بن زیاد بہت مکار وکیاد تھا۔ وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب وعشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہل کوفہ میں بہت جوش ہے۔ ایسے دور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابن زیاد کو نہ پہچانیں۔ اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے تا کہ وہ بے خطر اور اندیشہ امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل کوفہ جن کو ہر لحہ حضرت امام عالی مقام کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ انہوں نے دھوکہ کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام تشریف لے آئے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے۔ گردو پیش مرحبا کہتے چلے **مرحبا بك يا ابن رسول الله** اور **قدمت خير مقدم** کا شور مچا۔ یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کر لیا کہ کوفیوں کو حضرت امام کی تشریف آوری کا انتظار ہے۔ اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تا کہ ان پر اس کا مکر نہ کھل جائے۔ یہاں تک کہ دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا۔ اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا۔ طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا۔ حضرت مسلم نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کی گرفتار کرا منگایا اور قید کر لیا۔ کوفہ کے تمام روسا و عمائد کو بھی قلعہ میں بند کر دیا۔

حضرت مسلم یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کی ندا کی۔ جوق در

جوق آدمی آنے شروع ہو گئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کرلیا۔ صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت حملہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابن زیاد اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا۔ مگر کار بدست کارکنان قدرت' بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اور باوجود یہ کہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا۔ اور ایک بادشاہ دادگستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤساء و عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔

یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی۔ یزید ناپاک طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا۔ تمہارے مال لٹوا دے گا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے۔ اپنے انجام پر نظر ڈالو۔ ہمارے حال پر رحم کرو۔ اپنے گھروں پر چلے جاؤ۔ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ تا بوقت شام حضرت مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ

ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت مسلم کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا۔ اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بےہمتی کا شہرہ رہے گا۔ اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت مسلم اس غربت و مسافرت میں تنہا رہے گئے کدھر جائیں۔ کہاں قیام کریں۔ حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے۔ جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا۔ نادان بچے ساتھ ہیں۔ کہاں انہیں لٹائیں کہاں سلائیں۔ کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آتی۔ اس وقت مسلم کو امام حسین کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا۔ تشریف آوری کی التجا کی ہے۔ اور اس بدعہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے یقینا حضرت امام میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑیں گے۔ یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے۔ اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسے گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے۔ اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔

اسی حالت میں حضرت مسلم کو پیاس معلوم ہوئی۔ ایک گھر سامنے نظر پڑا جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے پانی مانگا۔ اس نے پہچان کر پانی دیا۔ اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں فروکش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد ابن اشعث کا گرگا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی۔۔ اور اس نے ابن زیاد کو اس طرح پر مطلع کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا اور ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم کو گرفتار کر لیں۔ حضرت مسلم اپنی تلوار

لے کر نکلے اور بنا چاری آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم اس جماعت پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے شیر ببر گلہ گوسپند پر حملہ آور ہو۔ آپ کے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے۔ بعض مارے گئے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردان کوفہ کی یہ جماعت نبرد آزما نہیں ہوسکتی۔ اب یہ تجویز کہ کوئی چال چلنی چاہیے اور کسی فریب سے حضرت مسلم پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا۔ اور حضرت مسلم سے عرض کیا کہ ہمارے آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں۔ نہ ہم آپ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کر لیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ میرا خود قصد جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی شکل مصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو۔

چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم دروازہ میں داخل ہوں ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم کو اسکی کیا خبر تھی۔ اور آپ اس مکاری اور کیادی سے کیا واقف تھے۔ آپ آیہ کریمہ **ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق** الایۃ پڑھتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ اشقیاء نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس بیکسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرمگیں آنکھوں میں خونی اشک جاری تھے لیکن اس معرکہ ستم میں

کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا۔ ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا۔ اور ہانی کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

---

[۱] آپ کے ہمراہ اس وقت مسطورہ ذیل حضرات تھے تین فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بزدجرد بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور مریض تھے۔ حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر جو یعلی بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنہیں علی اصغر کہتے ہیں جن کا نام عبداللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ کی والدہ قبیلہ بنی قضاء سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ ہے۔ اور جن کی نسبت حضرت قاسم کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی روایت ہے۔ وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے۔ جنہیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لئے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔ اس وقت شادی نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ حضرت سکینہ کی وفات بھی راہ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سکینہ کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی۔ اور ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرماتے تھے حضرت امام کا ایک شعر ہے۔

لعمری اننی لا حب ارضاً تحل بھا سکینۃ والرباب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کو حضرت سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ جو حضرت ام اسحاق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رہیں کربلا تشریف نہ لائیں۔ امام کے ازواج میں حضرت امام کے ساتھ شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر، حضرت ابوبکر امام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت مولا علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن حضرت عثمان ابن علی حضرت امام کے ہمراہ تھے۔ سب نے شہادت پائی۔ حضرت عقیل کے فرزندوں میں حضرت مسلم تو حضرت امام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد و ابراہیم کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمٰن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم امام کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت امام عالی مقام کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل و جائے عذر باقی نہیں رہتی تھی ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضا وقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے۔ شہادت کا وقت نزدیک آ چکا تھا۔ جذبہ شوق دل کو کھینچ رہا تھا۔ فداکاری کے ولولوں نے دل کو بے تاب کر دیا تھا۔ حضرت امام نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا۔ نیاز مندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی اگرچہ ظاہر کوئی مخوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادات اور ہزار ہا آدمیوں کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی تھی عذر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا۔

لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام کے سفر کو کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے۔ اور وہ حضرت امام سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر حضرت امام ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرض داشتیں پذیرنہ فرمانا اہل بیت کے اخلاق کے شایاں نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام کی بیعت کے لئے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخل حلقہ غلامی ہو جانا۔ اس پر بھی حضرت امام کا ان کی طرف سے اغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض پاس داری کے لئے ہیں ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام کو کسی طرح گوارا نہ ہوا۔ ادھر حضرت مسلم جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی

(بقیہ حاشیہ) حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون حضرت امام کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے۔ اور حضرت امام کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبہ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے قیدی بنائے گئے حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی ہمشیرہ اور شہر بانو حضرت امام کی زوجہ اور حضرت سکینہ حضرت امام کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھی۔ ۱۲

درخواست تشریف آوری کو رد فرمانا بھی حضرت امام پر بہت شاق تھا۔ یہ وہ تھے جنہوں نے امام کو سفر عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو روکنے میں بہت مصر تھے، اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں۔ لیکن یہ کوشش کارآمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام نے ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو اپنے اہل بیت موالی و خدام کل بیاسی نفوس کو ہمراہ لے کر راہ عراق اختیار کی۔ مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ حرام کا آخری طواف کر کے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں۔ ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کر دیا۔ مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت لے اس قافلے کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے میر لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ ہمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔

اثناء راہ میں ذات عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعزم مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا۔ عرض کیا کہ ان کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یفعل اللہ مایشآء حضرت امام نے فرمایا سچ ہے۔ ایسی ہی گفتگو فرزوق شاعر سے ہوئی۔ بطن الرمہ (نام مقامے) سے روانہ ہونے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور اس انہوں نے اندیشے ظاہر کئے۔ حضرت امام نے فرمایا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرما دی۔ راہ میں حضرت امام علی مقام کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف راہیں ہوئیں۔ اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگوؤں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔

حضرت امام نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا۔ یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا حر کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے۔ حر نے حضرت امام کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپکی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے۔ حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ بادل نخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرات بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لئے کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار نامے پہنچتے رہے۔ اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔

حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام ہی کی اقتداء کی لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں۔ اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام کے ساتھ ذرا بھی فروگزاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت امام کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمانا پڑا۔

یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہل بیت رسالت کو راہ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپکو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینہ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی۔ **اللھم اعط الحسین صبراً و اجراً** عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں

قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے۔ اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں۔ اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادل مغموم واپس جاتی ہیں۔ لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے۔ اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رخت اقامت ڈالنا پڑتا ہے۔ اور دشمنان حیا کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا۔

یہاں تو ان مسافران بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور ادھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے جو اپنے مہمان کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آداب میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے۔ دریائے فرات کے قریب دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کر سکا۔ امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو بیت رسالت کے بے گناہ خون کی پیاس بڑھتی گئی آب فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا۔ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔

ستم ہے بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کے لئے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عجیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارا نہیں کر سکتا۔ نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے۔ اس سے ابن زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیا۔ اور اس نے مزید عساکر و افواج ترتیب دیئے۔ اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمرو بن سعد

کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (گورنر) تھا رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے۔ اور اس کو تہران کہتے ہیں۔

ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام کی عظمت وفضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے۔ اور آپ کی جلالت ومرتبت کا ہر دل معترف تھا۔ اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام کے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلو تہی کی۔ وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام کے خون سے وہ بچا رہے مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دستبردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔ دنیوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا۔ جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا۔ آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر و افواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور ابن زیاد بن نہاد پیہم و متواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔

حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کل بیاسی تو آدمی ہیں، ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی بارادہ جنگ نہیں آئے تھے۔ اور انتقام حرب کافی نہ رکھتے تھے ان کے لئے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے، آخر وہ ان بیاسی نفوس کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت و بسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لئے دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا۔ بے اندازہ لشکر بھیج دیئے۔ فوجوں کے پہاڑ لگا ڈالے اس پر بھی خوف زدہ ہیں۔ اور جنگ آزماؤں، دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شیران حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قوی مضمحل ہو جائیں ضعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت
کریں صبر و تحمل میر کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کے لئے بے غیرتی

سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا۔ اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنان حمیت وغیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت ومیزبانی کا لحاظ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہلبیت کے چھوٹے چھوٹے خوردسال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب تشنہ دہان تھے نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لئے دریا کا کنارہ بیابان بنا ہوا تھا۔ آل رسول کو لب آب میسر نہ آتا تھا۔ سرچشمہ (تیمم) سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اس طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بے تاب وتواں ہو گئے۔ اس معرکہ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سر نیاز جھکا دیتا مگر فرزندان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا۔ اور ان کے عزم واستقلال میں فرق نہ آیا۔ حق و صداقت کا حامی مصیبتوں کا بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا۔ اور طوفان بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش نہ ہوئی۔ دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا۔ دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام یزید کی بیعت کر لیں۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جلو میں ہوتا۔ آپ کا کمال احترام کیا جاتا تھا۔ خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولت دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی مگر جس کا دل حب دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتون ہوتا ہے۔ جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔

حضرت امام نے راحت دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی، اور وہ راہ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا۔ اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارا نہ فرمائی۔ اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہو سکا۔

دسویں محرم

۶۱ ہجری کے دلدوز واقعات

جس کسی طرح مشکل مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ لیکن تشنگان خون اہل بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے۔ اور حضرت امام کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل اخلاص کی باقی نہیں ہے۔ نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے۔ وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلا دی گئی تا کہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا۔ جمعہ کی صبح حضرت امام نے اپنے تمام رفقاء اہل بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز با جماعت نہایت ذوق وشوق تضرع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لئے۔ زبانوں نے قرات و تسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے۔ دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے۔ امام عالی مقام اور انکے تمام رفقاء اہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں' ایک قطرہ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا۔ بھوک پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی' تیز دھوپ' گرم ریت' گرم ہوائیں' انہوں نے ناز پروردگان آغوش رسالت کو کیسا پژمردہ کر دیا ہوگا۔ ان غریبان وطن پر جور و جفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر و تر تیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے

موجود جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

حضرت امام نے عرصہ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ:

''خون ناحق حرام اور غضب الٰہی کا موجب ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے کسی کا گھر نہیں جلایا۔ کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو۔ تم سے کسی چیز کا طلبگار نہیں۔ تمہارے درپے آزار نہیں۔ تم کیوں میری جان کے درپے ہو۔ اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو۔ روز محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہ رسالت میں کس چشم کرم کا منظور نظر ہوں۔ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں۔ میں انہیں بتول وزہرا کا نور دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرور عالم علیہ السلام نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں۔ میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو''

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمائیے۔

حضرت امام نے فرمایا کہ:

''میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر نہ رہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بمجبوری وناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی''

ہنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا

(جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدظن نے حضرت امام سے کہا کہ اے حسین تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگادی۔ حضرت امام عالی مقام علیٰ جدہ علیہ السلام نے فرمایا کذبت یا عدو اللہ اے اللہ دشمن خدا تو کاذب ہے۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔

مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا۔ انہوں نے حضرت امام سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر وتحمل اور تقویٰ اور راستبازی اور عدالت وانصاف کا ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب جنگ کے لئے مجبور کئے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے بے باکوں نے کمال بے ادبی وگستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جان نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضے میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبردار میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تا کہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے۔ اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحت قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے۔ اور تیرے سوز جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں' اب تو دیکھ' یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یارب عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتش عذاب میں مبتلا کر۔ امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام نے سجدہ شکر کیا اور اپنے پروردگار کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

''اے پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیت رسالت کے بدخواہ کو سزادی''

حضرت امام کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صف اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا یارب اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دعا کی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی گھوڑے سے اتر

کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلان بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

ایک شخص مزنی نے امام کے سامنے آکر کہا کہ:

''اے امام دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا۔ اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے''

حضرت امام نے اس کے حق میں فرمایا:

اللھم امتہ عطشانا

یارب اس کو پیاسا مار

امام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چکا' مزنی گرا' گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب آئی۔ اس شدت کی غالب ہوئی کہ العطش العطش پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک اسی شدت پیاس میں مر گیا۔

فرزند رسول کو یہ بات بھی دکھادینی تھی کہ اس کی مقبولیت بارگاہ حق پر اور ان کے قرب ومنزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ واحادیث شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق وکرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے۔ اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا اس نے انہیں اندھا بنا دیا۔

اور نیزے باز لشکر اعدا سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آکودے اور تکبر وتجبر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام سے مبارز کے طالب ہوئے۔

حضرت امام اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا۔ لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہنچی تھی وہاں

کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے انہوں نے اصرار کئے حضرت کے در پے ہو گئے جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندان اہل بیت کا کوئی بچہ میدان میں نہ جائے۔ حضرت امام کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں۔ اور انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنان اہل بیت سے شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جاندار فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سِر کی کتابوں میں مسطور ہیں۔ یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خوگلرخ جوان تھے' اٹھتی جوانی اور عنفوانی شباب' امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساط عشرت و نشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس مشفق ماں نے پیارے بیٹے کو گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری فرض ہے اور میں تا بہ زندگی مطیع و فرمانبردار رہوں گا آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رلایا۔ میری پیاری ماں' میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔

اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی۔ اور کہنے لگی' اے فرزند دلبند میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے۔ تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے۔ ایک دم تیری جدائی اور ایک لحہ تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔

چودر خواب باشم توئی در خیالم
چو بیدار گردم تو در ضمیرم

اے جان مادر میں نے تجھے اپنا خون جگر پلایا ہے۔ آج مصطفیٰ کا جگر گوشہ خاتون جنت کا نونہال' دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے' پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے۔ اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے۔ اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لاڈلا ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو تو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول تو حسین کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا اے مادر مہربان' خوبی نصیب' یہ جان شہزادہ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کر لیں۔ میں دل و جان سے آمادہ ہوں' ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اس بی بی سے دو باتیں کر لوں جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے' وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا بیٹا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں' مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔

وہب نے کہا' پیاری ماں' امام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جان نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزند رسول میدان کربلا میں بے یار و مددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی' اے میرے آرام جاں افسوس ہے کہ اس جنگ میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی۔ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس اس سعادت میں میرا حصہ نہیں تیرے ساتھ میں بھی ان جان جہاں پر جان قربان کروں۔ ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا

ارادہ کر دیا وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کر جب سرداران اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔

یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا' یا ابن رسول اللہ! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور بہشتی حسین کمال اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جان نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں' نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کر سکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو۔ اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں۔ اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔

حضرت امام کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔

وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا۔ لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر وسوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے۔ ہاتھ میں نیزہ ہے دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آ رہا ہے۔

امیر حسین و نعم الامیر
لہ لمعۃ کالسراج المنیر

ایں چہ ذوقست کہ جاں می بازو   وہب کلبی بسگ کوئے حسین
دست او تیغ زند تا کہ کنند   روئے اشرار چوگیسوئے حسین

برق خاطف کی طرح میدان میں پہنچا۔ کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے۔ صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑایا۔ گرد و پیش خود سروں کے سروں کا انبار لگا دیا۔ اور ناکسوں کے تن خون و خاک میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ یکبارگی

گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بے قرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا اس کی زبان حال کہتی تھی۔

جان زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ
دل بدرد آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کوئی مبارز ہے۔ وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چو تعجیل کناں رفت
دل نعرہ برآورد کہ جاں رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزہ' جاں شکار لے کر معرکہ کارزار میں صاعقہ وار آ پہنچا۔ اس وقت میدان میں اعدا کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرور نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا۔ اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی۔ وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا۔ جو مبارز سامنے آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر ٹپک دیتا۔ یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا تلوار میاں سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملا دیں۔ جب اعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے تو عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دلان بد باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا' بہادر بیٹا اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی۔ پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا۔ دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا۔ اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کا طائر روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہو گیا

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اسکنکما اللہ فرادیس الجنان واغرقکم فی بحار الرحمۃ والرضوان

(روضۃ الاحباب)

ان کے بعد اور سعادت مند جان نثار داد جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندان اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حر بن یزید رباحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب وار بے قراری اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی کبھی وہ عمرو بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے۔ عمرو بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں' بدن کانپ رہا ہے چہرہ زرد ہے' پریشانی کے آثار نمایاں ہیں دل دھڑک رہا ہے۔ ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور شجاع ہیں۔ آپ کے لئے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں' بارہا جنگ کے خونی مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خوں آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے۔ حر نے کہا کہ اے برادر یہ مصطفیٰ کے فرزند سے جنگ ہے۔ اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔ بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں۔ دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امام کی آواز آئی فرماتے ہیں:

''کوئی ہے جو آج آل رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے''

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ دل بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت امام حسین میری پہلی جرات سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں۔ کریم نے کرم سے بشارت دی ہے۔ جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو۔ گھوڑا دوڑایا

اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیاز مندوں کے طریقوں پر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول فرزند بتول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت و مہارزت پر نادم ہوں۔ شرمندگی اور خجالت نظر نہیں آنے دیتی۔ آپکی کریمانہ صدا سن کر امیدوں نے ہمت باندھی تو حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ کے کرم سے کیا بعید کہ عفو جرم فرمائیں۔ اور غلامان با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام نے حر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا:

''اے حر بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب عذر خواہ محروم نہیں جاتے **وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ** شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی''

حر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا گھوڑا اچکا کر صف اعداء پر پہنچا۔ حر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا۔ اور حرص دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا اور اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمرو بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے جب میدان میں پہنچا' بھائی سے کہنے لگا بھائی تو میرے لئے خضر راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مہلکہ سے نجات دلائی' میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقت حضرت امام کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں اعدائے بدکیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔

یہ واقعہ دیکھ کر عمرو بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کے لئے بھیجا اور کہا کہ رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا[illegible] اگر حر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچادے۔ پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ لے آئے۔ وہ شخص چلا اور حر سے آ کر کہنے لگا' اے حر!

''اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکر جرار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بے کس مسافروں کا

ساتھ دیا۔ جن کے ساتھ نان خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔
تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے''

حر نے کہا:

''اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہیے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے موہوم کو ترجیح دی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسین کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں اس گلستان پر جان قربانی کرنے کی تمنا رکھتا ہوں' رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں کون سی دولت ہے''

کہنے لگا:

''اے حر! یہ تو میں خوب جانتا ہوں لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے''

حر نے کہا:

''اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت!

اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ اس کی چرب زبانی حر پر اثر نہیں کر سکتی۔ اہل بیت کی محبت اس کے قلب پر اتر گئی ہے۔ اور اس کا سینہ آل رسول علیہ السلام کی ولا سے مملو ہے کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا۔ باتیں کرتے کرتے ایک تیر حر کے سینہ پر کھینچ مارا۔ حر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر ٹپک دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے یکبارگی حر پر دوڑ پڑے۔ حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا' اور حر نے اس کا تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا وہ سینہ سے نکل گیا اب حر نے لشکر ابن سعد کے خیمہ پر حملہ کیا اور خوب' زور کی جنگ ہوئی۔ لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا' اور وہ جان باز صادق داد شجاعت دے کر فرزند رسول پر جان فدا کر گیا۔

حضرت امام عالی مقام حر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے

پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے۔ ابھی رمق جان باقی تھی ابن زہراء کے پھول کی مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی' مشام جاں معطر ہو گیا' آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ ابن رسول اللہ کی گود میں ہے۔ اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت داد شجاعت دے کر اپنی جانیں اہل بیت پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے۔ اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بد باطن کی انہیں پر نظر ہے۔ یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام پر نثار ہیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ رفقاء اور موالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی۔ ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا۔ یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جان نثاران امام نے اپنے صدق و جانبازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے۔ ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جان نثاری کو ان کو موقع دیا جائے عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے۔ تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا۔ ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسرے کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔

اہل بیت کے نوجوانوں نے خاک کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تبدل ازمنہ کے ہاتھ محو کرنے سے قاصر ہیں۔ اب تک نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں نے علمبرداران شجاعت کو خاک و خون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے۔ تھے اب اسد اللہ کے شیران حق کا موقع آیا۔ اور علی المرتضی کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدان کربلا کو جولانگاہ بنایا۔

ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے۔ اسد اللہی تلواریں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش باری۔ بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے

خون سے سیراب کر دیا۔ اور خشک ریگستان نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا۔ ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا۔ ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوک سناں قضا کا فرمان۔ تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب وضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں وہراساں ہو گئے کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ کبھی میسرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔ ساعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے۔ اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام پر جان قربان کرتے چلے جا رہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو بل احیاء عند ربهم کے چمنستان کی دلکش فضا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ میدان کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندان امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اڑا دیئے ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک نوجوان، تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا جب وہ مقابلہ کے لئے اٹھتے تھے تو معلوم تھا کہ قہر الٰہی آ رہا ہے۔ ان کا ایک ایک ہنر ور صف شکنی ومبارزفگنی میں فرد تھا۔ الحاصل اہل بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا۔ گردنیں کٹوائیں' خون بہائے' جانیں دیں' مگر کلمہ ناحق زبان پر نہ آنے دیا۔ نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے۔ اب حضرت امام کے سامنے ان کے نور نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں۔ میدان کی اجازت چاہتے ہیں۔ منت وسماجت ہو رہی ہے۔ عجیب وقت ہے۔ چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے۔ اور اس پر اصرار کرتا ہے' جس کی کوئی ہٹ' کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی جس نازنین کو کبھی پدر مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا۔ آج اس کی یہ

تمنا یہ التجا دل جگر پر کیا اثر کرتی ہوگی۔ اجازت دیں تو کس بات کی؟ گردن کٹانے

اور خون بہانے کی نہ دیں تو چمنستان رسالت کا وہ گل شاداب کملایا جاتا ہے۔ مگر اس آرزو مند شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوق شہادت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار وناچار حضرت امام کو اجازت دینا ہی پڑی۔ حضرت امام نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا۔ اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے۔ فولادی مغفر سر پر رکھا۔ کمر پر پٹکا باندھا' تلوار حمائل کی' نیزہ اس ناز پروردہ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا۔ اس وقت اہل بیت کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ وقبیلہ برادر وفرزند سب شہید ہو چکے تھے۔ اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا ان تمام مصائب کو اہل بیت نے رضائے حق کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف لائے۔ جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا مشکیں کاکل کی خوشبو سے میدان مہک گیا۔ چہرہ کی تجلی نے معرکہ کارزار کو عالم انوار بنا دیا

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب — صبر دل خدیجہ پاک ارم قباب
لخت دل امام حسین ابن بوتراب — شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب — گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ نے اٹھا جبھی نقاب — مہر سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب — سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادہ جلیل علی اکبر جمیل — بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں! — شرمندہ اس کی نازکی سے شیشۂ حباب
صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا — چمکا جو رن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پشت سمند پر — یا ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں — جرات نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب
چہرہ کو اسکے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں — دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو مضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے — غیض وغضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں — یا اژدہا تھا موت کا یا اسوء العقاب

چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا — اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں — ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردان کا رلرزہ بر اندام ہو گئے — شیرافگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
کہ پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کر دیا — کی ضرب خود پر تواڑا ڈالا تار کاب
تلوار تھی کہ صاعقہ برق بار تھا — یا از برائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرے میں آفتاب نبوت کا نور تھا — آنکھوں میں شان صولت سرکار بوتراب
پیاسا رکھا جنہوں نے انہیں سیر کر دیا — اس جود پر ہے آج تری تیغ زہر آب

میدان میں اس کے حسن عمل دیکھ کے نعیم
حیرت سے بد حواس تھے جتنے تھے شیخ و شباب

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پشت سمندر پر جلوہ آرا تھا۔ چہرہ کی تابش ماہ وتاباں کو شرمارہی تھی۔ سروقامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستان حسن بنا دیا ہے۔ جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہورہی تھیں۔ سنبل کاکل سے خجل برگ گل اس کی نزاکت سے منفعل؛ حسن کی تصویر، مصطفیٰ کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی۔ یہ چہرہ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلاتا تھا۔ ان سنگدلوں پر حیرت جو اس گل شاداب کے مقابلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا کے نونہال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ اسد اللہی شیر میدان میں آیا صف اعدا کی طرف نظر کی ذوالفقار حیدری کو چمکایا اور اپنی زبان مبارک سے رجز شروع کی انا علی ابن حسین علی نحن اھل البیت اولی بالنبی جس وقت شاہزادہ عالی قدر نے یہ رجز پڑھی ہوگی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا۔ ان مدعیان ایمان کے دل پتھر سے بدر جہا پتھر سے بدر جہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادہ چمنستان رسالت کی زبان شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتش عناد سرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمرو بن سعد سے پوچھا یہ سوار کون ہے۔ جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت وصولت سے بہادروں کے دل ہرساں ہیں شان شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے کہنے لگا یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ صورت وسیرت میں

اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی۔ اوران کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقازادے کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا سفلہ پن اور بد باطنی ہے لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام واکرام طمع ودولت ومال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدر وشان اور اپنے افعال وکردار کی شامت ونحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی شاہزادہ عالی قدر نے مبازر طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی۔ کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کے اے ظالمان جفاکیش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو زور بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ مگر کسی کو ہمت تھی جو آگے بڑھتا کس کے دل میں تاب وتواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنانان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہ بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمند بادپا کی باگ اٹھائی اور توسن صبار فتار کے مہمیز لگائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ جس طرف رخ کیا پرے کے پرے ہٹا دیئے۔ ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے۔ ابھی میمنہ پر پہنچے تو اس کو منتشر کیا ابھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے ہر طرف شور برپا ہو گئے۔ دلاوروں کے دل چھوٹ گئے بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں کبھی نیزے کی ضرب تھی کبھی تلواروں کا وار تھا۔ شہزادہ اہل بیت کا حملہ نہ تھا۔ عذاب الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔ دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستان اہل بیت کے گل شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا۔ باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا ابتاہ العطش اے پدر بزرگوار پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند

ہے۔ تیز دھوپ اور اس میں جاں بازانہ دوڑ دھوپ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازت آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں۔ اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گربہ خصلتوں کو پیوند خاک کر ڈالے۔

شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنہ شہادت کو دیا جاتا۔ دست شفقت سے چہرہ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزند ارجمند کے دہان اقدس میں رکھ دی۔ پدر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا۔ پھر صدا دی "ہل من مبارز" کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔ عمرو بن عاص نے طارق سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ اور بہادروں کا کھیت کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے۔ خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے۔ پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت و بسالت پر، ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کر۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبد اللہ ابن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول اور اولاد بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا۔

اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کے لالچ میں گل بستان رسالت کے مقابلہ کے لئے چلا۔ سامنے پہنچتے ہی شہزادہ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا۔ شاہزادہ عالی جاہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ نے بکمال ہنرمندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اسکو روند ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمرو بن طارق کو طیش آیا۔ اور وہ جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔ شہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں

شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھا لیا اور زمین پر اس زور سے ٹپکا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا، ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو ہزار سواروں کے ساتھ شہزادہ پر یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ شاہزادہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا۔ اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک پہنچا دیا۔

اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے، کتنے پیچھے ہٹے آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی۔ پھر گھوڑا دوڑا کر پدر عالی قدر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا **العطش العطش** بابا پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام نے فرمایا:

"اے نور دیدہ حوض کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ دست مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے"

یہ سن کر حضرت علی اکبر کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے اس مرتبہ لشکر اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے۔ اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے۔ لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمن فاطمہ کا گل رنگین اپنے خون میں نہا گیا تھا۔ پیہم تیغ و سنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں۔ اور فاطمی شہ سوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا۔ اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاک کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی **یا ابتاہ ادرکنی** اے پدر بزرگوار مجھ کو لیجئے۔ حضرت امام گھوڑا بڑھا کر میدان میں جا پہنچے اور جاں باز نونہال کو خیمہ میں لائے۔ اس کا سر گود میں لیا۔ حضرت علی اکبر نے

آنکھ کھولی اوراپنا سر والد کی گود میں دیکھ کرفرمایا:

’’جان مانیاز مندان قربان تو باد اے پدر بزرگوار میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کررہی ہیں‘‘

یہ کہااور جان‘ جان آفریں کے سپرد کی انا للہ وانا الیہ راجعون

اہل بیت کا صبر وتحمل اللہ اکبر! امید کے گل نوشگفتہ کو کھلایا ہوا دیکھا اور الحمد للہ کہا‘ ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجا لائے مصیبت و اندوہ کی کچھ نہایت ہے فاقہ پر فاقے ہیں۔پانی کا نام ونشان نہیں۔بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں۔جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم و جفا سے ذبح کیے گئے عزیز و اقارب‘ دوست واحباب‘ خادم‘ موالی‘ دلبند‘ جگر پیوند سب آئین وفا ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے۔جن کا کلمہ کلمہ تسکین دل وراحت جان تھا۔وہ نور کی تصویریں خاک وخون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔آل رسول نے رضا وصبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔

حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کمسن ہیں شیر خوار ہیں‘ پیاس سے بے تاب ہیں۔شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں‘ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے۔اس چھوٹے بچے کی ننھی زبان باہر آتی ہے۔بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھاتے ہیں۔نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے۔کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔میری اس بیکسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی۔والدہ نے حضرت امام سے عرض کیا اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی۔اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمان سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا اس کو چند قطرے دے دیں گے۔یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔حضرت امام اس چھوٹے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سیاہ دشمن

کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کے نذر کر چکا۔اب اگر آتش بغض وعناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں۔یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔جفا کاران سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا بجائے پانی کے ایک بدبخت نے تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔امام نے وہ تیر کھینچا۔بچہ نے تڑپ کر جان دی۔باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لیٹا ہوا خون میں نہا رہا ہے اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلان بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔

لیکن جب امام اس شگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں۔سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے نہ بے قراری‘ گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہوگا‘ حضرت امام سے دریافت کیا۔فرمایا وہ بھی ساقی کوثر کے جام رحمت وکرم سے سیراب ہونے کے لئے اپنے بھائیوں سے جا ملا۔اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی الحمد للہ علی احسانہ و نوالہ

رضا وتسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہوگا۔ انی اعلم مالا تعلمون کا راز ان پر منکشف ہو گیا ہوگا۔

حضرت امام عالی مقام کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جانثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام پر جانیں قربان کر گئے۔ اب تنہا حضرت امام ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین وہ بھی بیمار وضعیف۔ باوجود اس ضعف وناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام کو تنہا دیکھ کر مصاف کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری' سفر کی کوفت' بھوک پیاس متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا۔ باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام نے فرمایا:

''جان پدر لوٹ آؤ' میدان جانے کا قصد نہ کرو۔ کنبہ قبیلہ عزیز واقارب' خدام' موالی جو ہمراہ تھے راہ حق میں نثار کر چکا اور الحمد للہ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیہ سر راہ خدا میں نذر کرنے کے لئے حاضر ہے۔ تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں بے کسان اہل بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا۔ بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا۔ جد و پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی۔ قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا۔ میری نسل کس سے چلے گی۔ حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا۔ یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دودمان رسالت و نبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو۔ تمہاری ہی طلعت سے دنیا مستفید ہو گی۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں

سے حبیب حق کے انوار وتجلیات کی زیارت کریں گے اے نور نظر لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے''

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

''میرے بھائی تو جان نثاری کی سعادت پا چکے۔ اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آغوش ورحم کرم میں پہنچے۔ میں تڑپ رہا ہوں۔

مگر حضرت امام نے کچھ پذیرا نہ فرمایا اور امام زین العابدین کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا۔ اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے قبائے مصری پہنی اور عمامہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر پر باندھا۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ کی سپر پشت پر رکھی۔ حضرت حیدر کرار کی ذوالفقار آبدار حمائل کی۔ اہل خیمہ نے اس منظر کو کن آنکھوں سے دیکھا۔ امام میدان جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور ان کا سردار ان سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہوتا ہے ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ نونہالان اہل بیت کے گرد یتیمی منڈلا رہی ہے۔ ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے۔ دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں۔ بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے۔ سکینہ کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کی آخری دیدار کر رہی ہیں۔ آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں۔ اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں۔ حسرت ویاس کی تصویریں کھڑی ہوئی ہیں نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے' نہ کسی کی زبان میں تاب حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ خاندان مصطفیٰ بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت وکرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی۔ رضائے الٰہی پر صابر وشاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپرد خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا۔ اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر وعمر عثمان' عون وجعفر وعباس جو حضرت امام کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام پر فدا کریں۔ علی اکبر بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصول شہادت کی تمنا میں بے چین تھے تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو اعداء کے

مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے حق وصداقت کا روشن آفتاب سرزمین شام میں طالع ہوا۔ امید زندگانی وتمنائے زیست کا گردوغبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا۔ حب دنیاو آسائش حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتاب حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہوگئی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند راہ حق میں گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے۔ ہزارہا سپہ گراں نبرد آزما لشکر گراں سامنے موجود ہے۔ اور اس کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پرکاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رجز پڑھی جو آپ کے ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل تھی۔ اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناخوشی وناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

"اے قوم خدا سے ڈرو جو سب کا مالک ہے جان دینا' جان لینا سب اس کے قدرت و اختیار میں ہے اگر تم خداوند عالم جل جلالہٗ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزان عدل قائم ہوگی۔ اعمال کا حساب کیا جائے گا میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کا مغفرت کا ذریعہ ہے۔ اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خون ناحق کا بدلہ چاہیں گے۔ تم میرے اہل وعیال اعزہ واطفال اصحاب وموالی میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری وقیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپئے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔ الاحکم اللہ و رضینا بقضاء اللہ"

حضرت امام کی زبان گوہرفشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے۔ دل سب کے جانتے تھے۔ کہ وہ برسر ظلم وجفا ہیں اور حمایت باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی کی ہے۔ اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں۔ امام کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنان حق کے لئے آخرت کی رسوائی وخواری کا موجب ہے۔ اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا۔ اور ظالمان بدباطن نے بھی ایک لمحہ کے لئے اس سے اثر لیا۔ ان کے بدنوں پر ایک پھریری سی آ گئی اور ان کے دلوں میں ایک بجلی سی چمک گئی۔ لیکن شمر وغیرہ بدسیرت وپلید طبیعت رذیل کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام کو انجام معلوم تھا۔ لیکن یہ تقریر اقامت حجت کے لئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور نظر' خاتون جنت فاطمہ زہرا کا لخت جگر بیکسی' بھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب کی مفارقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے۔ تمام حجتیں قطع کر دی گئیں۔ اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا کہ میں بقصد جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں مگر بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس وتنہا دیکھ کر جوش بہادری دکھانا چاہتی ہے۔

جب حضرت امام نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلان بدباطن کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خون ناحق وظلم بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو۔ اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو' مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابن زہرا آپ کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے۔ امام تشنہ کام کو آب تیغ دکھاتا ہے پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے۔ غرور وقوت میں سرشار ہے۔ کثرت لشکر اور تنہائی امام پر نازاں ہے۔ آتے ہی حضرت امام کی طرف تلوار کھینچتا ہے۔ ابھی ہاتھ اٹھا ہی

تھا کہ امام نے ضرب فرمائی سر کٹ کر دور جا پڑا۔ اور غرور و شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلے میں ہنر مندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادران کوہ شکن شام و عراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے۔ اور مصر و روم میں میں شہرہ آفاق ہوں دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں۔ آج تم میرے زور و قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔

ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تعلیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام سے مقابلہ کرے گا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے۔ صدموں نے ضعیف کر دیا ہے۔ ایسے وقت امام پر غالب آ جانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب سپاہ شام کا گستاخ جفا جو سرکشانہ گھوڑا کودتا سامنے آیا۔ حضرت امام نے فرمایا:

"تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے ہوش میں ہو۔ اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ حسین کو کمزور و بیکس دیکھ کر حوصلہ بندیوں کا اظہار کر رہے ہو۔ نامرد و میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں"

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت امام نے اسکا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری۔ معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا۔ کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی تھی، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے کوئی تو کامیاب ہوگا اس طرح نئے نئے و مبدم شیر صولت، پیل پیکر، تیغ زن حضرت امام کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی کسی کے حمائل ہاتھ مارا تو قلم تراش دیا۔ خود و مغفر کاٹ ڈالے جوشن و آئینے قطع کر دیئے۔ کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر ٹپک دیا کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمین کربلا میں بہادران کوفہ کا کھیت بو دیا۔ نامور ان صف شکن کے خونوں سے کربلا

کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا۔ نعشوں کے انبار لگ گئے بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آ گئے۔ لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا۔ اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جا سکے گا۔ موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کر دو۔ فرومایگان روباہ سیرت حضرت امام کے مقابلہ میں عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہ چرخ حقانیت پر جو روجفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں نوجوان دوڑ پڑے اور حضرت امام کو گھیر لیا۔ اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرے کے پرے کاٹ ڈالے دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام کے حملہ جانستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے اور دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح باد خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور ان کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں، کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی۔ تمام نامور ان کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخ عالم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا۔ کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیر حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے۔ اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔ ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تن نازپرور نشانہ بنا ہوا ہے۔ نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے۔ بے شرم کوفیوں نے سنگ دلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا، یہ پیشانی مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی۔ یہ سیمائے نور حبیب خدا کے آرزومندان جمال کا قرار دل ہے بے ادبان کوفہ نے اس پیشانی مصفا اور

اس جبین پر ضیا کو تیر سے گھائل کیا حضرت کو چکر آیا اور گھوڑے سے نیچے آئے۔ اب مردان سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا' نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔

ظالمان بدکیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اور حضرت امام کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں کیا دشمنان ایمان نے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی ابن یزید پلید نے یا شبل یا ابن یزید نے بڑھ کر سر اقدس کو تن مبارک سے جدا کیا۔

صادق جانباز نے عہد وفا پورا کیا۔ اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ' اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی سوکھا گلا کاٹا گیا' اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی۔ سر و تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم دے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی۔ اور ریگستان کوفہ کے ورق پر صدق و امانت پر جان قربان کرنے کے لئے نقوش ثبت فرمائے۔ اعلی اللہ تعالیٰ مکانہ و اسکنہ بحبوحۃ وامطر علیہ شابیب رحمۃ ورضوانہ کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی مصطفائی چمن کے غنچہ وگل بادسوم کی نذر ہو گئے۔ خاتون جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا۔ کونین کے متاع بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہو گئے۔ فرزندان آل رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔ بیبیاں بیوہ ہوئیں۔ مظلوم بچے اور بیکس بیبیاں گرفتار کئے گئے۔

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر میں حضرت امام نے اس دار ناپائدار سے رحلت فرمائی۔ اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن زیاد بدنہاد نے سر مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا۔ اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا۔ پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہداء کے سروں کو اسیران اہل بیت کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی یزید کے پاس دمشق بھیجا۔ یزید نے سر مبارک اور اہل بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا۔ اور وہاں حضرت امام حسن کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اس واقعہ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ پہنچا' اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام بیہقی اور امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا۔ میں نے عرض کیا اے آقا! قربانت شوم یہ کیا حال ہے۔ فرمایا حسین اور ان کے رفیقوں کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام اسی وقت شہید کئے گئے۔ حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث روایت کی انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک و ریش اقدس پر گرد و غبار ہے عرض کیا' جان ما کنیز ان نثار تو باد یا رسول اللہ یہ کیا حال ہے۔ فرمایا ابھی امام حسین کے مقتل میں گیا تھا۔ بیہقی ابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے تو آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے' گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔ بیہقی ابونعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کئے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا۔ اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔ بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کیا کہ یزید کے لشکریوں نے لشکر امام میں ایک اونٹ پایا اور امام کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا۔ اور پکایا تو اندرائن کی طرح کڑوا ہو گیا اور اس کو کوئی نہ کھا سکا۔

ابونعیم نے سفیان سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام کی شہادت کے دن میں نے دیکھا رس (کسم) راکھ ہو گیا اور گوشت آگ ہو گیا۔

بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے زمانے میں جوان لڑکی تھی' کئی روز آسمان رویا' یعنی آسمان سے خون برسا بعض مورخین نے کہا کہ سات روز تک آسمان خون رویا۔ اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہوگئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ خوانی کرتے سنا:

مسح النبی جبینہ	فلہ بریق فی الخدود
اس جبین کو نبی نے چوما تھا	ہے وہی نور اس کے چہرے پر
ابواہ من علیا قریش	جدہ خیر الجدود
اس کے ماں باپ برترین قریش	اس کے نانا جہاں سے بہتر

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کے کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا۔ مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگیا۔ میں نے اپنی لونڈی کو بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام شہید ہوگئے جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے۔

الایاعین فابتھلی بجھد	ومن یبکی علی الشھداء بعدی
ہو سکے جتنا رولے تو اے چشم	کون روئے گا پھر شہیدوں کو
علی رھط تقودھم المنایا	الی متجبر فی ملک عھدی
پاس ظالم کے کھینچ کر لائی	موت ان بیکسوں غریبوں کو

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی وہ کہتے ہیں۔ واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ نیزے پر لے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجباً

اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی۔ بزبان فصیح فرمایا:

اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حملی

''اصحاب کہف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا عجیب تر ہے''

درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام کو ان کی جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا۔ پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا' آل واصحاب کو حضرت امام کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرت امام کو شہید کیا' اہل بیت کو اسیر کیا۔ سر مبارک شہر شہر پھرایا' اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے۔ یہ ضرور عجیب ہے مگر سر مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابونعیم نے بطریق ابن الہیعہ ابی حنبل سے روایت کی کہ حضرت امام کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سر مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت خرمہ پینے لگے اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ شعر لکھا

اترجوا امة قتلت حسیناً	شفاعة جده یوم الحساب

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دیر تھا۔ دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا۔ غسل دیا عطر لگایا' ادب وتعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا۔ اور رحمت الٰہی کے جو انوار سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیاء نے جب دراہم تقسیم کرنے کے لئے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے

ولا تحسبن اللہ غافلاً عماً یعمل الظلمون

خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

''اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں''

غرض زمین وآسمان میں ایک ماتم برپا تھا۔ تمام دنیا رنج وغم میں گرفتار تھی۔ شہادت امام کے دن آفتاب کو گرہن لگا۔ ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے آسمان رویا' زمین روئی' ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی۔ راہب تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے فرزند رسول جگر گوشۂ بتول' سردار قریش امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے طشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے اہل بیت اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں' ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھیرایا جائے۔ اور وہ یزید پلید کے سامنے لاکر اس طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو اس کو کون برداشت کرسکتا ہے۔ یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا۔ اس پر اس نابکار نے اظہار ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کے لئے تھی دل تو اس ناپاک کا اہل بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا حضرت امام پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے صبرو رضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ راہ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے یہ کمال شہادت وجانبازی ہے اور اس میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

واقعات بعد از شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے قاعدگیوں کے لئے ایک زبردست محتسب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسر نہ آئے گا۔ اور اس کی کج روی اور گمراہی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے۔ اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ تعزیر ہر وقت اس کے سر گھوم رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ امام کی جان کا دشمن تھا اور اسی لئے حضرت امام کی شہادت اس کے لئے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام کا سایہ اٹھنا تھا یزید کھل کھیلا اور انواع واقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی۔ زنا لواطت' حرام کاری' بھائی بہن کا بیاہ' سود' شراب' دھڑتے سے رائج ہونے نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ تمرد وسرکشی انتہا کو پہنچی۔ شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بائیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا۔ یہ ۶۲ھ کا واقعہ ہے اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للہ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائیگان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے۔ سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا لڑکوں کو قید کرلیا۔ ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے تین دن تک لوگ مسجد شریف میں نماز سے مشرف نہ ہوسکے صرف حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ بن غسیل نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں پھر یہ لشکر شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مر گیا۔ اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجنیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر جاتا

ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا اسی چھت میں اسی دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے۔ جو سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے ۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی، شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتل جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی حضرت ابن زبیر نے ندا دی کہ اہل شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہ ناحق پژدہ خائب و خاسر ہوا اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز، یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول ۶۴ھ میں یہ معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ ہوا۔ ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے گھر سے

باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے، جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روندوا دیا جس سے اس کے سینے اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام کے قاتلوں میں سے ہے۔ اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا۔ جس نے حضرت امام پر مظالم کے طوفان توڑے۔ آج ان ظالمان ستم شعار و مغرور ان نابکار کے سرتن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ان کی بے کسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنان امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی　　ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی　　کیسی سزا تجھے ابھی اے نا سزا ملی
اے تشنگان خون جوانان اہلبیت　　دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے　　گھورے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے　　مردود! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی
تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا بوستاں　　تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
دنیا پرستو! دیں سے منہ موڑ کر تمہیں　　دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھا رنگ شہیدوں کے خون نے　　سرکٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دن سزا ملی

اس کے بعد مختار ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سور ما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے۔

مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا لاشیں جلا ڈالیں۔ گھر لوٹ لئے۔ خولی بن یزید وخبیث ہے جس نے حضرت امام عالی مقام کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا تھا۔ یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سولی چڑھایا۔ آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت

عبداللہ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا۔ اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں۔ یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج کو دے کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھی بھاگ گئے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل کوفہ دیکھو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ وہی جگہ ہے خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے

سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اور اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے۔ وہ تمام سروں پر پھرا پھر جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

ابن زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، سنان ابن انس نخعی، عبداللہ ابن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیاء جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کئے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔

حدیث شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ خون حضرت امام کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے وہ پورا ہوا دنیا پرستاران سیاہ باطن اور مغروران تاریک دروں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنان حق کو کیسی کچھ توقعات تھیں لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے۔ سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ یزید اور ابن زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام ہی کا وجود ہمارے لئے عیش دنیا سے مانع ہے یہ نہ ہوں تو تمام کرہ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے۔ اور ہزاروں برس کے لئے ان کی حکومت کا جھنڈا گڑ جائے مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگان اہل بیت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ خون شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے۔ ایک ایک شخص جو قتل امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گا وہی فرات کا کنارہ ہو گا وہی عاشورہ کا دن، وہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انہیں روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔ گھر لوٹے جائیں گے۔ سولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی دنیا میں ہر شخص تف تف کرے گا۔ اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی۔ معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہوگی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہوگی جہاں پائے جائیں گے۔ مار دیئے جائیں گے۔ دنیا میں

قیامت میں ان پر نفرت وملامت کی جائے گی۔

حضرت امام کی شہادت حمایت حق کے لئے ہے اس راہ کی تکلیفیں عزت ہیں۔اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا مقابل سے اس کی نظر نہ جھپکی دم آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اسکو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی اس کے پائے ثبات استقلال کو لغزش نہ ہوئی اس نے میدان سے باگ نہ موڑی نہ حق وصداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا۔حق وصداقت کا ناقابل فراموش درس دیا۔اور ثابت کر دیا کہ فیوض نبوت کے پرتو سے حقانیت کی تجلیاں ان باطنوں کے رگ و پے میں ایسی جاگزیں ہوگئی ہیں کہ تیر وتلوار اور تیر وسنان کی ہزار گہرے گہرے زخم بھی ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔آخرت کی زندگی کا دلکش منظر ان کی چشم حق بین کے سامنے اس طرح روکش ہے کہ آسائش حیات کہ وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر کئے گئے اور لوہے کی بھاری قید و بند کا بارگراں ان کے تن نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعین کر دیئے گئے زہری اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بار مصائب دل کو گوارا نہیں ہے۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' کہ تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکر ہے اور عذاب الٰہی کی یاد ہے۔یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انہیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر ورضا ہے کہ اپنے وجود اور آسائش وجود' گھربار مال ومتاع سب سے رضائے الٰہی کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر ومنصور رکھے۔آمین۔وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وعترتہ اجمعین۔

باادب بانصیب   بےادب بےنصیب

ادب کی اہمیت

تالیف

حضرت علامہ ابوسعید مفتی محمد امین صاحب نقشبندی قدس سرّہٗ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	ادب کی اہمیت
مؤلف	:	حضرت علامہ ابوسعید مفتی محمد امین صاحب نقشبندی
سن اشاعت	:	محرم الحرام ۱۴۳۰ھ/جنوری ۲۰۰۹ء
تعدادِ اشاعت	:	۲۸۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوۃ و السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَ سَلَّمَ وَ عَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ عَلٰی اَصْحَابِہِ الْمَھْدِیِّیْنَ
وَ عَلٰی اَحِبَّائِہِ الکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

زیر نظر کتاب فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد امین زید مجدہ العالی صاحب کتب کثیرہ متداولہ و صاحب ''آبِ کوثر'' کی تالیف انیق ہے۔

ادب سارے کا سارا راہِ حق ہے، ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں، ادب جیسے جیسے مسلمانوں سے رخصت ہوتا گیا بے دینی گھر کرتی گئی اور آج حالت یہ ہوگئی لوگ حرم کعبہ میں بیٹھ کر کعبہ معظّمہ کی طرف پاؤں کئے بیٹھے رہتے ہیں اور قرآن کریم کو زمین پر رکھنا، تکیہ بنالینا یہاں تک کہ جوتوں پر رکھنا، پاک و ناپاک جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہو جانا عام ہو رہا ہے اور نبی ﷺ کے مواجہ اقدس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونے کو رواج دیا جا رہا ہے، دوسری طرف کچھ گروہ تقریراً و تحریراً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور اولیاء کاملین کی شان میں بے ادبیاں و گستاخیاں کرنے کو باعثِ افتخار سمجھ رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

ان حالات میں ادارہ ''جمعیت اشاعت اہلسنّت'' نے اس موضوع پر کچھ شائع کرنا ضروری سمجھا تو شعبہ نشر و اشاعت کے ذمہ داران کی نظر حضرت علامہ مفتی محمد امین نقشبندی مدظلہ کے اس رسالہ پر پڑی اور اسے اشاعت کے لئے منتخب کیا۔

مصنّف مدظلہ العالی نے ادب کے حوالے سے واقعات کا تذکرہ بھی فرمایا، ساتھ ہی ان واقعات کو لائے جو بے ادبوں کی سزا کے طور پر مذکور ہوئے تا کہ ادب کی اہمیت واضح ہو۔ ایک بڑا اچھا کارنامہ بھی ہے اور یکجا واقعات کے مطالعہ سے اثر آمیزی بڑھ جاتی ہے۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے ماہانہ رسالہ میں حالات حاضرہ و ادب کی تربیت کی

نیت سے 177 نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مُصنّف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لئے اس کتاب کو نافع و ناصح اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کے اراکین و جملہ مؤمنین کے لئے شافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد مختار اشرفی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنکھوں دیکھا حال

فقیر ابو سعید محمد امین غفرلہ کو حرمین طیبین یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی متعدد بار حاضری نصیب ہوئی وہاں کے کچھ حالات جو دیکھنے میں آئے وہ سپرد قلم کئے جا رہے ہیں۔

(۱)......ایک دن فقیر ظہر کی نماز پڑھ کر حرم مکی ''مسجد حرام'' میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحب آئے تو دوسرے صاحب جو کہ پہلے سے وہاں بیٹھے تھے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آنے والے کا استقبال کیا پھر وہ دونوں بیٹھ گئے اور قرآن پاک کا دور شروع کر دیا اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ دونوں حافظ قرآن ہیں پڑھتے ہوئے مشابہ لگا ایک کہے یوں ہے دوسرا کہے یوں ہے تو انہوں نے دیوار کے اوپر سے قرآن مجید اٹھایا اور دیکھا غلطی تو نکل گئی مگر انہوں نے اپنی سہولت کے لئے قرآن پاک کو رحل پر رکھ کر اپنے پاس ہی رکھ لیا اور پھر پڑھنا شروع کر دیا تو وہاں ایک آدمی جو کعبہ مکرمہ کی طرف پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا وہ بار بار پاؤں کا انگوٹھا قرآن مجید کے ساتھ لگا دیتا۔

یعنی حرکت کرتے ہوئے اس کا پاؤں قرآن پاک کے ساتھ لگ جاتا حالانکہ وہ دیکھ رہا تھا جب دو تین بار اس نے ایسا ہی کیا تو میں نہ رہ سکا اور اس حافظ قرآن سے عربی میں پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا:

هذا كتاب رب العالمين

تو میں نے کہا دیکھ یہ کیا کر رہا ہے بار بار اپنا پاؤں قرآن مجید کے ساتھ لگا رہا ہے اس پر اس حافظ قرآن نے اس بدبخت کو ڈانٹا تو پھر اس نے پاؤں پیچھے کیا۔

نعوذ باللہ من ذالک

(۲)......مسجد حرام میں ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ اسی دوران

اسے نیند آ گئی تو اس نے قرآن پاک اپنے جوتے پر رکھ دیا اور لیٹ گیا۔ حالانکہ جوتے اور قرآن مجید کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ (معاذ اللہ)

(۳)......۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے کہ میں اور میرا بھتیجا حاجی غلام سرور مسجد نبوی شریف میں نماز مغرب سے پہلے قالین پر بیٹھے تھے کہ اچانک عرب ممالک کے دو باشندے ہمارے آگے آ کر بیٹھ گئے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چھوٹا سے بیگ تھا اس نے رکھ کر اسے کھولا اور اس میں ہاتھ ڈال کر جوتا (ہوائی چپل) نکالا اور صف پر رکھ دیا پہلے تو میں دیکھ کر بڑا خوش ہوا کہ یہ کتنا مودب ہے مسجد نبوی شریف میں جوتا چھپا کر لایا ہے۔ لیکن اس نے وہ جوتا قالین پر رکھ کر دوسری بار بیگ میں ہاتھ ڈالا اور نیچے سے قرآن پاک نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ یہ لوگ کتنے بے ادب ہیں کہ بیگ میں قرآن پاک رکھا ہے اور اس کے اوپر جوتا رکھا ہوا ہے۔ (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

(۴)......عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن مجید الماریوں میں رکھ کر صفوں کے درمیان وہ الماریاں رکھی ہوئی ہیں اور وہاں کے باشندے اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ جوتا ان رکھے ہوئے قرآن مجید کے اوپر سے گذار دیتے ہیں۔

(۵)......وہاں اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ان الماریوں کے ساتھ جوتا رکھ دیتے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں کرتے اگر کہا جائے تو جواباً وہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہوا اگر جوتا ساتھ رکھ دیا آخر وہ بھی لکڑی ہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی وزیر یا گورنر بیٹھا ہوا ور کوئی شخص اس کے ساتھ جوتا رکھ دے کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ اگر نہیں کر سکتا تو قرآن مجید جس کو عوام کی زبان میں دو جہاں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کے ساتھ جوتا رکھ دینا کیوں بے ادبی نہ ہو گی۔

(۶)......ہمارے اکابر کی تربیت کا اثر ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر لیٹنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہاں سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر خانہ کعبہ ہے مگر وہاں بے ادبی یہاں تک دیکھی گئی کہ حطیم کعبہ جو کہ خانہ کعبہ کی دیوار ہے اس کے اوپر جوتے

رکھے ہوئے ہیں ۔(العیاذ باللہ، العیاذ باللہ)

(۷)......روضہ انور کی زیارت کے لئے حاضر ہونے والوں میں بعض کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جوتا ہاتھ میں پکڑے ہوئے جالی مبارک کے قریب کھڑے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے بے ادب لوگوں کو ادب کی توفیق عطا کردے۔

ان حالات کے پیش نظر فقیر نے یہ کتابچہ لکھا ہے تا کہ میرے مسلمان بھائی ادب کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرسکیں۔پڑھیے اور اندازہ کیجئے کہ

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اللہ تعالیٰ سب کو ادب کی توفیق عطا کرے تا کہ ہم بے ادبی کر کے نیکیوں کو برباد کر کے دوزخ کے حقدار نہ بن جائیں۔

واللہ تعالیٰ الھادی ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید الانبیاء و المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

فقیر ابوسعید محمد امین غفرلہ والوالدیہ ولا حبابہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

ادب کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحمَدُکَ یَا مَن اَدَّبَ عبَادَہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ قَالَ تَعَالیٰ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ خَیرِ خلقِ اللّٰہِ و سیِّدِ المرسلینَ و علٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اجمعینَ ۔ اما بعد

ادب سراسر دین ہے۔ادب چراغ راہ مبین ہے۔ادب رضاء رب العالمین ہے ادب ہے تو دین ہے ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔مخدوم الاولیاء سیدی سید محمد بہاؤالدین شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ نے فرمایا:"الطریق کلہ ادب" دین سارے کا سارا ادب ہے۔

نیز سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا:

الطریق کلہ ادب مثل مشہور است ہیچ بے ادب باخدا نہ

سد(حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۱۹۰)

ادب سارے کا سارا راہ حق ہے اور یہ مثال مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو با ادب رکھے اور بے ادبی سے بچائے وہی حامی و ناصر ہے اور وہی کارساز ہے۔ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

ادب کا ثبوت

(۱)......جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طور پر جاتے ہوئے وادی مقدس میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (طٰہٰ:۱۲)

اے میرے کلیم اپنا جوتا اتار لو کیونکہ یہ وادی مقدس ہے

اور ظاہر ہے کہ یہ حکم وادی کے ادب کے لئے دیا گیا تھا۔حواشی جلالین میں ہے:

طُوٰی اسمُ وادٍ بالشام وامَرَ بِخَلعِ النَّعلَینِ لِاَنَّ الْحَفْوَۃَ ادخل التواضعِ وحُسْنُ الْاَدَبِ (سورہ طہ)

یعنی طوی ملک شام میں ایک وادی کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم اس لئے دیا کہ ننگے پاؤں چلنا یہ تواضع میں داخل ہے اور یہ بہت اچھا ادب ہے۔

اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے یہ طوی کی مقدس وادی ہے۔ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ جوتے اتاردو۔(تفسیر ضیاء القرآن، سورہ طه پارہ ۹/۱۶)

(۲)......نیز قرآن مجید میں ہے:

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

(سورۃ حجرات پارہ ۲۶)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو میرے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ زور سے بولو جیسے تم ایک دوسرے کو زور سے آواز دے کر بلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اس بے ادبی کی وجہ سے ملیا میٹ ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

تفسیر ضیاء القرآن میں ہے اگر تم سے آواز اونچا کرنے کی بے ادبی ہوگئی تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیںگے۔

(۳)......نیز قرآن مجید میں ہے:

وَتُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ (الفتح:۹)

یعنی، میرے حبیب کی تعظیم وتوقیر کرو (ﷺ)۔

ادب کرنے والے

(۱)......حیدر کرار حضرت علی شیر خدا باب مدینہ علم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کی کیونکہ اس نظر سے جمال مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے:

ولم یَقَعْ نَظَرُ عَلِیٍ رضیَ اللّٰہُ تعالٰی عنہُ اِلی عورتہ حذرًا مِنْ اَنْ یَرَاھَا بِالْعَیْنِ الَّتِی یَرٰی بھا جمال رسولِ اللّٰہِ ﷺ (تفسیر روح البیان سورہ اعراف)

(۲)......سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سے رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک پہ بیعت کی کبھی دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہ لگایا کیونکہ یہ ہاتھ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک کے ساتھ لگ چکا ہے اور یہ سب سے بڑا ادب تھا۔(تفسیر روح البیان)

(۳)......سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جب کبھی نبی اکرم شفیع اعظم ﷺ کا ذکر پاک کرتے یا آپ کے پاس ذکر کیا جاتا تو آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا اور آپ (امام مالک) جھک جاتے۔ایک دن کسی نے پوچھ لیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا:

لَوْ رَاَیْتُمْ مَارَاَیْتُ لَمَا اَنْکَرْتُمْ (شفاء قاضی عیاض)

جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لو تو تم کبھی انکار نہ کرو۔

(۴)......سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جب بھی کبھی رحمۃ للعالمین ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا نیز سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بھی بے وضو حدیث پاک بیان نہ کی۔(شفا شریف)

(۵)......سیدنا عبدالرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ جب کبھی جان جہاں رحمت کائنات ﷺ کا ذکر پاک کرتے تو یوں معلوم ہوتا گویا آپ کے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔(شفا شریف)

(۶)......سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی محدث ابن حازم علیہ الرحمہ کی

خدمت میں آتے اور حضرت ابن حازم حدیث مبارک بیان کر رہے ہوتے تو اگر بیٹھنے کی جگہ نہ ہوتی امام مالک قدس سرہ آگے گذر جاتے تو پوچھنے پر فرماتے چونکہ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور میں کھڑے کھڑے حدیث سننا پسند نہیں کرتا اس لئے گذر جاتا ہوں۔(شفا شریف)

(۷)......سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب کوئی آتا تو آپ خادمہ کو بھیجتے جاؤ پوچھو کوئی مسئلہ پوچھنا ہے یا حدیث پاک سننا ہے۔ اگر آنے والا کہتا کہ میں مسائل پوچھنے آیا ہوں تو آپ باہر تشریف لاتے اور مسائل بتادیتے اور اگر آنے والا کہتا کہ میں حدیث پاک سننے آیا ہوں تو آپ غسل کرتے خوشبو لگاتے لباس تبدیل کرتے جبہ پہنتے عمامہ باندھتے پھر باہر تشریف لاتے اور آپ کے لئے تخت بچھایا جاتا آپ اس پر بیٹھ کر حدیث پاک بیان کرتے اور جب تک حدیث پاک بیان کرتے رہتے اگر بتی سلگتی رہتی اور اس تخت پر آپ حدیث پاک بیان کرنے کے سوا کبھی نہ بیٹھتے اور جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ آپ یہ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں تو فرماتے یہ سب حدیث پاک کی تعظیم کے لئے ہے۔(شفا شریف)

دعا: اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو جو ہمیں ادب کا سبق سکھا گئے کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین (ابوسعید غفرلہ)

تنبیہ: عزیزم قاری جاوید اقبال سلمہ ساکن گوجرانوالہ نے بیان کیا کہ کب جب میں غیر مقلد وہابی تھا تو ہم ادب کو کوئی اہمیت نہ دیتے حتی کہ جب بیت الخلاء سے نکلے حدیث پاک کی کتاب بخاری شریف ہاتھ میں لے لی نہ وضو کیا نہ تیمم اس سے پتہ چلا کہ ادب والی جماعت ''اہلسنّت و جماعت'' ہی ادب کرتی ہے۔(فاعتبرُوْا یا اولی الالباب)

(۸)......سیدنا عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ایک دن حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حدیث پاک پڑھا رہے تھے پیچھے سے بچھو آیا اس نے ڈنگ ماردیا جس سے آپ کا رنگ متغیر ہو گیا لیکن حدیث پاک پڑھاتے رہے حتی کہ بچھو نے سولہ بار آپ کو ڈسا لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور مسلسل حدیث پاک پڑھاتے رہے اور جب فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا حضور جب آپ حدیث پاک پڑھا رہے تھے تو آپ کا چہرۂ انور متغیر ہوتا رہا

رنگ بدلتا رہا اسکی کیا وجہ تھی تو سیدنا امام مالک قدس سرہ نے فرمایا جب میں حدیث پاک پڑھا رہا تھا تو بچھو آیا اس نے ڈنگ مارا میں نے براہ ادب توجہ نہ کی لیکن بچھو ڈنگ مارتا رہا حتی کہ اس نے سولہ بار ڈسا اور پھر خود ہی چلا گیا اور میں حدیث پاک بیان کرتا رہا۔(شفاء قاضی عیاض)

(۹)......حضرت ابن مہدی علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ ایک دن میں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وادی عقیق کی طرف جارہا تھا تو میں نے چلتے ہوئے ایک حدیث پاک پوچھی تو آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا میں تو تجھے بڑا با ادب جانتا تھا۔ لیکن تو نے چلتے چلتے حدیث پاک پوچھی ہے۔ (ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے)۔(شفاء شریف)

(۱۰)......سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاضی جریر نے کھڑے کھڑے حدیث پاک کے متعلق سوال کیا تو سیدنا امام مالک نے فرمایا اسے قید کر دیا جائے۔ عرض کیا گیا حضور یہ تو قاضی صاحب ہیں یہ سن کر فرمایا اسی لئے تو قید کرنے کا حکم دیا ہے کہ قاضی ہو کر اس نے ادب کیوں نہیں کیا۔ اس نے کیوں کھڑے کھڑے حضور ﷺ کی حدیث پاک کے متعلق سوال کیا ہے۔(شفا شریف)

(۱۱)......ہشام بن غازی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کھڑے کھڑے حدیث پاک پوچھی تو آپ نے اسے بیس درے لگائے اور پھر بعد میں اس پر شفقت فرمائی اور اسے ادب و تعظیم کے ساتھ بیس احادیث مبارکہ سنائیں۔ احادیث مبارکہ سن کر ہشام مذکور نے کہا کاش کہ امام مالک مجھے زیادہ درے لگاتے اور زیادہ احادیث مبارکہ سناتے۔(شفا شریف)

(۱۲)......ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں ان کا باپ ابوسفیان جب کہ وہ ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور جب وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملنے کے لئے ان کے گھر گئے وہاں ایک بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو ان کی بیٹی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ بستر اٹھایا باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے اچھا بستر بچھانے کے اس بچھے ہوئے کو بھی اٹھا لیا ہے۔ باپ نے براہ تعجب پوچھا بیٹی یہ بتا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس بستر کے قابل نہیں

کہ تو نے یہ بستر اٹھالیا ہے بیٹی نے جواب دیا ابا یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کا بستر ہے اور تو مشرک ہے اس لئے میں تجھے کیسے اس بستر پر بٹھا سکتی ہوں باپ کو یہ سن کر سخت رنج ہوا مگر ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس رنج کی پرواہ نہ کی اور براہ ادب اس عظمت رسول ﷺ کا لحاظ کیا جو انکے دل میں تھا۔(طبقات بحوالہ حکایات صحابہ)

وجزاھا اللہ تعالیٰ عنا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ

(۱۳)......سیدنا خالد بن ولید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں رحمت کائنات سید العالمین ﷺ کے بال مبارک سلے ہوئے تھے۔ جنگ کے دوران جب کہ آپ سپہ سالار تھے گھمسان کی جنگ ہورہی تھی اسی دوران آپ کی وہ ٹوپی گرگئی۔ آپ نے سخت کوشش کی اور ٹوپی تلاش کر کے اس کو اٹھایا اتنے میں کافی جاں نثاران اسلام شہید ہوگئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بعض حضرات نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ کے ایسا کرنے سے کتنے شہید ہوگئے ہیں یہ سن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صرف ٹوپی کی خاطر ایسا نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارک کی خاطر کیا ہے جو اس ٹوپی میں سلے ہوئے تھے۔(شفاء شریف، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، نسیم الریاض)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیں یہ سبق دے گئے ہیں کہ ادب کے راستے میں نہ باپ کی پرواہ کی جاتی ہے نہ جان کی پرواہ کی جاتی ہے نہ عزت وآبرو کی۔

جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(۱۴)......حضرت ابومحذورہ صحابی ﷺ کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا بیٹھے ہوئے اگر ان کو کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے۔ یہ سنکر فرمایا یہ وہ بال ہیں جن کو رحمت کائنات ﷺ کا ہاتھ مبارک لگا ہوا ہے اس لئے میں ان کو منڈانا گوارہ نہیں کرتا۔(شفا شریف، سیرت رسول عربی)

(۱۵)......حضرت خداش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن رسول اکرم شفیع اعظم ﷺ کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا تو انہوں نے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیے اور

جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خداش کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے اور اس میں آب زمزم ڈال کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھڑک لیتے۔(اصابہ، سیرت رسول عربی)

(۱۶)......حضرت سیدنا انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں سید الکونین ﷺ نے بارہا پانی پیا تھا وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بطور وراثت کسی کو ملا پھر کسی محبت والے نے وہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم دے کر خرید لیا۔ کیونکہ اس پیالہ کو حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ یہ ادب اور محبت کا ہی تقاضا ہے کہ لکڑی کا ایک بوسیدہ پیالہ کو آٹھ لاکھ میں خریدا جائے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔(شرح شمائل بحوالہ سیرت رسول عربی)

(۱۷)...... جب عربی شاعر حضرت کعب بن زہیر ایمان لائے اور قصیدہ بانت سعاد سید العالمین ﷺ کی خدمت میں پڑھا اور جب حضرت کعب نے یہ شعر پڑھا۔

ان الرسول لنور یستفاد بہ　　مھندس من سیوف اللہ مسلول

تو والی امت ﷺ نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب کو عطا فرمائی بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار درہم دے کر وہ چادر مبارک خریدنا چاہی تو حضرت کعب نے فرمایا میں یہ چادر مبارک کسی کو نہ دونگا پھر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم دے کر خرید لی۔(شرح قصیدہ بانت سعاد بحوالہ سیرت رسول عربی)

(۱۸)...... جنگ احد میں حضرت عبد اللہ بن جحش صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو جان جہاں ﷺ نے ان کو کھجور کی ٹہنی پکڑائی اور وہ تلوار بن گئی وہ تلوار حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں رہی اور ان کے وارثوں سے بغاترکی نے دو سو دینار دے کر خرید لی۔(زرقانی شراح مواھب لدنیہ بحوالہ سیرت رسول عربی)

(۱۹)......حضرت اسد بن زرارہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی

خدمت میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی جس پر نبی اکرم ﷺ آرام فرمایا کرتے تھے وہ چارپائی تبرکاً منتقل ہوتی آئی پھر وہ چارپائی عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم دے کر خرید لی ۔(زرقانی بحوالہ سیرت رسول عربی)

(۲۰)......غازی احمد بن فضلویہ علیہ الرحمہ نے جب یہ سنا کہ رحمت دو عالم امت ﷺ نے کمان ہاتھ میں لی تھی تو اس دن سے غازی احمد بن فضلویہ علیہ الرحمہ نے ادب کی وجہ سے کبھی کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔

مندرجہ بالا واقعات سارے کے سارے ادب کا سبق دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب کرنے کی توفیق عطا کرے۔آمین

بجاہ من اتخذہ اللہ حبیبا فی الدنیا والآخرۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

(۲۱)......سلطنت عثمانی یعنی ترکی حکومت نے جب مسجد نبوی کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو اسلامی ممالک سے کچھ خاندان منگائے گئے اور ان کے لئے قسطنطنیہ کے پہلو میں ایک شہر آباد کیا وہاں ان کو ٹھہرایا اور ترکی حکومت نے ان سب خاندانوں کا خرچہ اپنے ذمہ لے کر اور ان خاندانوں سے ایک ایک بچہ لے کر ان کو قرآن مجید حفظ کرایا ان کو تعمیر کے فنون سکھائے اور یوں پچیس سال تک عثمانی حکومت نے ان پانچ سو خاندانوں کا سارا خرچہ برداشت کیا پھر جب پچیس سال کے بعد وہ نوجوان فن تعمیر کے ماہر، عالم فاضل اور قرآن پاک کے حافظ بن گئے تو ان کو مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی خدمت میں لگا دیا اور پھر مدینہ منورہ سے باہر دور ایک سنگ تراشی کا کارخانہ لگایا گیا تاکہ سنگ تراشی کرتے وقت نبی اکرم جان جہاں ﷺ کو آہٹ سے تکلیف نہ ہو اور ان حفاظ نوجوانوں کو حکم جاری کیا کہ پتھر تیار کر کے مسجد شریف میں لے جاؤ وہاں دو دو پتھر جوڑ کر ستون بنایا جائے اگر دونوں پتھروں میں معمولی سا فرق ہو تو کپڑے کا موٹا سا بتو بنا کر لکڑی کے ہتھوڑے کے ساتھ چوٹ اس انداز سے لگاؤ کہ آواز پیدا نہ ہو اگر دو پتھروں میں زیادہ فرق ہو تو ان کو واپس کارخانہ میں

لا کر درست کیا جائے، رسول اکرم ﷺ کے روضہ مقدسہ کے قریب پتھروں کو رگڑنے کی اجازت نہیں اور یہ سب احکام اس لئے دیئے گئے تھے تاکہ حبیب خدا سید الانبیاء ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے۔نیز ان معماران مسجد نبوی شریف کو حکم تھا کہ یہ سارے کام باوضو کئے جائیں اور کام کرتے وقت تلاوت قرآن مجید جاری رکھیں اور ان نوجوانوں نے پندرہ برس میں مسجد شریف مکمل کر لی۔نیز حکومت عثمانی نے وہ پتھر وہ شیشے جو مسجد نبوی شریف میں استعمال ہوئے عام پہاڑوں سے نہیں لئے۔یہ تھے وہ لوگ جن کے دلوں میں محبت مصطفےٰ ﷺ موجزن تھی اور محبت ہی ادب سکھاتی ہے۔

ادب کرنے والوں کو انعامات

(۱)......رونق المجالس میں ہے کہ بلخ شہر میں ایک تاجر تھا جو کہ صاحب ثروت مالدار تھا اس کے دو بیٹے تھے اور اس کی خوش نصیبی کہ اس تاجر کے پاس رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے جب وہ تاجر فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آدھی آدھی لے لی اور جب موئے مبارک کی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بھائی نے لے لیا ایک چھوٹے کو دیدیا۔تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے بھائی نے کہا ہم اس کو آدھا آدھا کر کے لے لیتے ہیں۔یہ سن کے چھوٹے بھائی نے جو بڑا ہی خوش عقیدہ خوش نصیب اور ادب میں رنگا ہوا تھا اس نے کہا اللہ کی قسم میں ہرگز اس بال مبارک کو توڑنے نہیں دوں گا کیونکہ حبیب خدا سید الانبیاء ﷺ کی شان عظیم اس سے بالاتر ہے کہ آپ کے بال مبارک کو توڑا جائے اور جب بڑے بھائی نے چھوٹے کی عقیدت دیکھی تو اس نے کہا یوں کریں یہ تینوں بال مبارک تو لے لے اور باپ کی باقی ساری جائیداد مجھے دیدے یہ سن کر چھوٹا جو کہ خوش بخت اور خوش نصیب تھا۔اس نے کہا مجھے اور کیا چاہیے اور اس نے دنیا فانی کی ساری دولت (جائیداد) بڑے بھائی کو دیدی اور ابدی دولت یعنی تینوں بال مبارک خود لے لئے۔پھر ان موئے مبارکہ کو ایک محفوظ جگہ میں ادب کے ساتھ رکھ دیا اور جب کبھی

شوق آتا موئے مبارکہ کی زیارت کرتا اور سامنے کھڑا ہوکر درود پاک پڑھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ بے نیاز کے دربار ایسی غیرت آئی کہ بڑے بھائی کا سارا مال ساری دولت چند دنوں میں ختم ہوگئی اور وہ کنگال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس چھوٹے بھائی کو موئے مبارکہ کی برکت سے دنیا کا مال بھی کثرت سے دیا اور جب وہ چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ شاہ کونین رحمت کائنات ﷺ تشریف فرما ہیں اور اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا تو لوگوں میں اعلان کردے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ اس (چھوٹے بھائی) کی قبر پر آئے اور یہاں آکر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے چنانچہ اس اعلان کے بعد لوگ قصد کرکے اس کی قبر پر آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ کوئی اس قبر کے علاقہ میں آتا سواری سے اتر کر پیدل چلتا۔(رونق المجالس، القول البدیع، سعادۃ الدارین)

فائدہ: یہ سارے انعامات موئے مبارک کا ادب کرنے کی وجہ سے عطا ہوئے۔

(۲)......امام الاولیاء سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ مہدی سیاری علیہ الرحمہ شہر مرو کے کھاتے پیتے اور خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ باپ کے فوت ہونے پر آپ کو وراثت میں بہت زیادہ دولت ملی۔ پھر آپ کو پتہ چلا کہ فلاں شخص کے پاس رحمت دو عالم حبیب مکرم ﷺ کے دو موئے مبارک ہیں آپ نے وہ دونوں بال مبارک دنیا کی دولت دے کر خرید لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان موئے مبارکہ کی برکت سے مہدی سیاری کو توبہ کی توفیق عطا کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ولی بنایا پھر آپ نے حضرت خواجہ ابوبکر واسطی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر توبہ کرلی اور ان کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے اور پھر جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ دونوں بال مبارک ان کے منہ میں رکھ دیئے ان کا مزار مرو میں مشہور ہے۔

وامروز گورا بمرو ظاہر است مردماں بحاجت خواستن آنجا روند و
مہمات از آنجا طلبند و مجرب است۔ (کشف المحجوب)

یعنی حضرت خواجہ مہدی سیاری کی قبر مبارک مرو میں مشہور ہے اور
لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں سے اپنی
حاجتیں پاتے ہیں یہ مجرب ہے۔

فائدہ: یہ ساری بہاریں ادب کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی باادب رکھے۔ آمین

(۳)......ابو سعید عبد اللہ نے بیان کیا کہ ہم بغداد کے دینی مدرسہ نظامیہ میں علم دین پڑھتے تھے ان ایام میں ایک غوث بغداد شریف وارد ہوئے (سید یوسف ہمدانی علیہ الرحمہ) وہ جب چاہتے ظاہر ہوجاتے اور جب چاہتے غائب ہوجاتے۔ ایک دن میں اور ابن سقا اور شیخ عبد القادر جیلانی جو اس وقت نوجوان تھے ہم تینوں اس غوث کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابن سقا نے کہا میں تو اس غرض سے غوث کے پاس جارہا ہوں تا کہ اس سے ایسا سوال کروں جس کا وہ جواب نہ دے سکے گا۔ اس کے بعد میں بولا میں نے کہا میں بھی ایک سوال کروں گا اور دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر شیخ عبد القادر بولے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں غوث سے کوئی سوال کروں (ہرگز کوئی سوال نہیں کروں گا) میں تو ان کی خدمت میں زیارت کے لئے جارہا ہوں۔ الغرض ہم تینوں وہاں پہنچے تو ایک گھڑی کے بعد ہمیں اس غوث کی زیارت نصیب ہوئی تو وقت کے غوث نے ابن سقا کی طرف جلال کی نظر سے دیکھا اور فرمایا: اے ابن سقا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے سوال کرنے آیا ہے کہ میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا۔ اے ابن سقا تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ اے ابن سقا سن لے میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تجھ پر بھڑک رہی ہے۔ اس کے بعد وقت کے غوث نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے عبد اللہ تو بھی مجھ سے ایک سوال کرنے آیا ہے تا کہ تو دیکھے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ لے تیرا یہ سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں تک چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس

غوث زماں نے شیخ عبدالقادر کی طرف نظر کی اوران کو اپنے قریب کرلیا پھرعزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا اے صاحبزادے اے عبدالقادرتو نے حسن ادب سے اللہ تعالی اوراس کے پیارے رسول کوراضی کرلیا ہے ۔گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں منبر پر چڑھ کر بھرپورمجمع میں وعظ کریں گے اور یوں فرمائیں گے میرا یہ قدم جملہ اولیا اللہ کی گردنوں پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانہ میں تمام اولیاء کرام نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکالیا ہے ۔اس کے بعد وہ غوث زماں غائب ہوگئے ۔پھر شیخ عبدالقادر پر اس غوث کے کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور ہر خاص و عام نے آپ کی ولایت پر اتفاق کیا اور آپ نے حسب ارشاد فرمایا: میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اولیائے کرام نے آپ کے لئے اس کا اعتراف (اقرار) کیا۔اور ابن سقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علوم شرعیہ (دینی علم حاصل کرنے میں) مشغول رہا یہاں تک کہ کمال حاصل کرلیا اور بہت سے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا۔اور تمام علوم میں نیز فن مناظرہ میں مشہور ہوگیا۔زبان کے اعتبار سے بڑا فصیح ۔شکل کے اعتبار سے بڑا حسین لہٰذا بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بنالیا اور پھر قاصد (سفیر) بنا کر شام و روم کی طرف بھیجا۔رومی بادشاہ نے ابن سقا کو صاحب فنون اور فصیح پایا تو بہت حیران ہوا پھر عیسائی مذہب کے علماء کو ابن سقا کے ساتھ مناظر کے لئے بلایا تو ابن سقا نے سب علماء کو لاجواب کردیا اور عیسائی علماء ہار گئے ۔اس کامیابی سے شاہ روم کے نزدیک ابن سقا کی عظمت بڑھ گئی اور یہی کامیابی ابن سقا کے لئے فتنہ کا سبب بنی ۔بعد ازاں ایک دن ابن سقا کی رومی بادشاہ کی شہزادی پر نظر پڑگئی اور وہ اس شہزادی پر فریفتہ ہوگیا پھر بادشاہ سے شہزادی کے رشتہ کی درخواست کردی ۔شاہ روم نے کہا صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ تو بھی عیسائی مذہب قبول کرلے ۔اس پر ابن سقا نے اسلام سے مرتد ہوکر عیسائی مذہب قبول کرلیا تو شاہ روم نے اپنی بیٹی کا نکاح ابن سقا سے کردیا۔پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ابن سقا بیمار ہوگیا اور ایسا بیمار رہا کہ اسے کوئی پوچھتا نہیں تھا لوگوں نے اسے ایک کوچہ میں ڈال دیا اور گزراوقات کے لئے دربدر بھیک مانگا کرتا تھا اور اس کو کوئی منہ نہ لگاتا ابن سقا کو

حد درجہ کی پریشانی اور روسیاہی پیش آئی ۔ایک دن اس کے دوستوں میں کسی کا اس پر گزر ہوا تو اس نے ابن سقا سے پوچھا کیا حال ہے؟ یہ سن کر ابن سقا نے جواب دیا یہ ایک فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے ۔اس دوست نے ابن سقا سے پوچھا تجھے قرآن پاک سے بھی کچھ یاد رہ گیا ہے یا نہیں ابن سقا نے کہا ایک آیت یاد رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے:

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (الحجر:۲)

اس دوست کا بیان ہے پھر ایک دن میں اس کی طرف گیا اور ابن سقا کو دیکھا وہ اتنا سیاہ ہو چکا ہے جیسے جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے اور وہ نزع یعنی جانکنی کی حالت میں تھا میں نے اس کی قبلہ کی طرف کروٹ بدلی تو وہ پھر مشرق کی طرف پھر گیا حتی کہ اس حالت میں اس کی جان نکل گئی ۔ابن سقا اس غوث کی بات یاد کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا میں اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں ۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

عبداللہ بن عصرون نے کہا میرا قصہ یوں ہوا کہ میں دینی علوم پڑھ کر فارغ ہوا اور میں دمشق آگیا تو سلطان نورالدین شہید نے مجھ بلا کر اوقاف کا محکمہ میرے سپرد کردیا اور میں اوقاف کا متولی بن گیا تو دنیا مجھ پر برسی ہر طرف سے دنیا ہی دنیا آرہی تھی اور غوث وقت کے فرمان کو یاد کیا کرتا تھا۔الحاصل ہم تینوں پر غوث وقت کی بات پوری ثابت ہوئی ۔(انوار المحسنین، مصنفہ اشرف علی تھانوی ص ۱ ۳، فتاویٰ حدیثیہ)

تنبیہ: اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ صرف علم پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا انسان بے شک چودہ علم پڑھ لے اگر ادب نہیں تو سب کچھ لاحاصل ہے اور اگر ادب ہے تو سب کچھ ہے ۔"الطریق کلہ ادب"

قابل غور بات ہے کہ ابن سقا ایک ولی ایک غوث کی شان میں معمولی سی بے ادبی کرکے ایمان ضائع کر بیٹھا تو جو شخص نبیوں کے نبی رسولوں کے امام حبیب خدا ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے اس کا حشر کیا ہوگا ۔الامان الحفیظ

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اگر مگر کے چکر چلا کر بے ادبی کر بیٹھے ہیں ۔ جی اگر نبی کو علم ہوتا تو یوں کیوں ہوتا اگر نبی کو اختیار ہوتا تو اپنے نواسوں کو کیوں نہ بچالیا ۔**فاعتبروا یا اولی الابصار**

(۴)……خواجہ خواجگان بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا ایک بار ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و فاجر تھا ملتان میں فوت ہوا مرنے کے بعد کسی کو خواب میں ملا ۔ دیکھنے والے نے پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب کریم نے بخش دیا ہے ۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا معافی کس وجہ سے ہوئی تو اس نے کہا ایک دن حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کہیں جا رہے تھے تو میں نے براہ محبت آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی وجہ سے مجھے بخش دیا ہے ۔(خلاصۃ العارفین)

یہ اس ذات والا صفات کا فضل ہے جس کا قرآن میں اعلان ہے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ (الانبیاء:۲۳)

یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ یہ کیوں کیا اور وہ حق تعالیٰ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے ۔

(۵)……سیدنا خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسے لوگ اس کی غلط روش کی بنا پر شقی (بد بخت دوزخی) کہا کرتے تھے ۔ ایک دن وہ شخص خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر چلا گیا ۔ راستہ میں کسی نے اس کو شقی کہہ کر پکارا تو غیب سے آواز آئی اب اس کو شقی مت کہو کیونکہ یہ ہمارے ولی جنید کی خدمت میں بیٹھ چکا ہے اور جو بھی ان کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھ جائے وہ شقی (بد نصیب) نہیں رہ سکتا ۔(ذکر خیر)

(۶)……ایک شخص جو کہ نہایت ہی بد کردار فاسق و فاجر تھا ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ منہ دھونے گیا اتفاقاً وہاں نیچے بہاؤ کی طرف امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ بیٹھے وضو

کر رہے تھے ۔اس کے دل میں خیال آیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ اور امام وقت وضو کر رہا ہو اور میرے جیسا نالائق انسان اوپر کی طرف بیٹھ کر ہاتھ منہ دھوئے یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے یہ خیال آتے ہی وہ اٹھا اور نیچے کی طرف آ بیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا پھر جب وہ شخص فوت ہوا تو ایک بزرگ کو خواب میں ملا آپ نے پوچھا بتا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش ہوا اس نے دجلہ والا واقعہ سنایا اور کہا مجھے میرے رب کریم نے سیدنا امام احمد بن حنبل کا ادب کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے ۔(تذکرۃ الاولیاء، ذکر خیر)

(۷)……مولانا حمید الدین بنگالی اپنے ملک بنگال سے باہر علم دین حاصل کرنے گئے، علم دین حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن کو واپس جا رہے تھے جب آگرہ پہنچے تو مفتی آگرہ کے ہاں قیام کیا، حسن اتفاق سے سیدنا امام ربانی مجدّد الف ثانی سرہندی قدس سرہ آگرہ تشریف لائے ۔ مولانا حمید بنگالی چونکہ امام ربانی مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بد اعتقاد تھے لہٰذا حضرت امام ربانی قدس سرہ کی آگرہ میں تشریف آوری کی خبر سن کر مولانا بنگالی نے اپنے وطن کو روانگی کا پروگرام بنایا تو مفتی آگرہ نے مولانا بنگالی سے دریافت کیا کہ آپ اتنی جلدی کیوں تیار ہو گئے؟ مولانا بنگالی نے بتایا شیخ سرہندی چونکہ یہاں قریب آ کر ٹھہرے ہیں اور میں ان سے ملنا نہیں چاہتا، اس لئے جا رہا ہوں، مفتی صاحب نے استفسار کیا مولانا آپ کیوں ملنا نہیں چاہتے وہ تو عالم دین بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں، بنگالی صاحب نے کہا میرا دل ہی نہیں چاہتا ۔آخر کار مولانا بنگالی نے اپنا سامان اٹھایا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن کے بعد بنگالی صاحب پھر آ گئے، مفتی صاحب نے کہا مولانا کیا ہوا کہ آپ واپس آ گئے؟ مولانا بنگالی بولے میں آپ کے ہاں ایک کتاب بھول گیا تھا وہ لینے آیا ہوں، مفتی صاحب نے فرمایا تلاش کر لو، بنگالی صاحب اندر کتاب تلاش کر ہی رہے تھے کہ کسی نے مفتی صاحب کو بتایا حضرت امام ربانی دروازے پر جلوہ افروز ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں، مفتی صاحب نے کہا مرحبا تشریف لائیں، یہ سن کر مولانا بنگالی گھبرا گئے اور کہا میں کہاں جاؤں، مفتی صاحب نے فرمایا اسی جگہ کوٹھری میں

چھپ کر بیٹھے رہو، پھر سیدنا امام ربانی قدس سرہ اندر تشریف لائے تو مفتی صاحب نے عرض کیا حضور کیسے تشریف لانا ہوا، فرمایا ایک مسئلہ کے متعلق تبادلہ خیال کرنا ہے، مفتی نے عرض کیا حضور آپ سے کونسا مسئلہ پوشیدہ ہے تو فرمایا آخر آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں لہٰذا تبادلہ خیال کرنے میں کون سا حرج ہے۔

(فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک بہانہ تھا حقیقت میں وہ بحکمِ الٰہی مولانا بنگالی کا شکار کرنے آئے تھے) اسی اثنا میں سیدنا امام ربانی قدس سرہ کی نظر مولانا بنگالی سے دوچار ہو گئی، پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدنا امام ربانی قدس سرہ حجرہ سے باہر نکلے اور مفتی صاحب بھی الوداع کرنے کو نکلے تو مفتی صاحب نے دیکھا کہ مولانا حمید الدین بنگالی دست بستہ حضرت امام ربانی کے پیچھے جارہے ہیں اور زارو قطار رو رہے ہیں، مفتی صاحب نے تعجب کیا اور کسی کو فرمایا پیچھے جاؤ اور دیکھو بنگالی صاحب کہاں تک جارہے ہیں؟ پھر اس نے آکر بتایا حضرت امام ربانی مکان میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور بنگالی صاحب دروازے پر کھڑے رو رہے ہیں، پھر حضرت نے شفقت فرمائی اور مولانا بنگالی کو اندر بلالیا اور پھر سلوک مجدّدی طے کرانا شروع کر دیا اور جب سلوک پورا ہو گیا اور مولانا بنگالی کو جانے کی اجازت مل گئی تو حضرت ایشاں قدس سرہ نے فرمایا دستار لاؤ تاکہ مولانا کی دستار بندی کی جائے، یہ سن کر مولانا بنگالی نے عرض کیا حضور اگر تبرک عطا کرنا ہے تو آپ اپنا استعمالی جوتا مبارک عطا کر دیں، آپ نے سمجھایا کہ کوئی اور چیز لے لو مگر وہ بار بار یہی عرض کرتے رہے کہ جوڑا مبارک عطا ہو جائے اور جوڑا مبارک عطا ہوا اور مولانا بنگالی روانہ ہوئے تو اس جوتا مبارک کو اپنے دانتوں میں دبائے تین کوس پچھلے پاؤں چلتے گئے، ازاں بعد اس جوتا مبارک کو سر پر باندھا اور بنگال پہنچ گئے اور اپنے گھر میں ایک چبوترا بنایا اس پر وہ جوڑا مبارک بڑے ادب سے رکھ دیا اور جو کوئی بیمار یا دعا کا خواستگار آتا مولانا فرماتے پیالے میں پانی لاؤ اور آپ اس جوتا مبارک کی نوک اس پیالہ میں پھیر دیتے تو وہ مریض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو جاتا اور اگر کسی کی قسمت میں شفا نہ ہوتی تو وہ پیالہ ٹوٹ جاتا اور زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا

اور پھر جب مولانا بنگالی کا وصال ہوا تو وہ پاپوش مبارک ان کی قبر میں سر کی طرف ایک خاص جگہ رکھ دی گئی۔(ملفوظات خواجہ خواجگان غلام نبی للّٰھی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۶)

فائدہ: ایک ولی کے جوتے مبارک کا ادب کرنے سے مولانا حمید الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر باذن اللہ دار الشفا بن گیا اور جن کے وسیلہ سے ولی، ولی بنتے ہیں ان کا ادب کرنے سے کیا کچھ عطا ہوگا، انشاءاللہ جنت ملے گی۔

اللھم ارزقنا ھذا بجاہ حبیبک الکریم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

(۸)......سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا ان کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت ہی گنہگار اور کردار کا گندہ تھا، اس نے سو سال اور ایک قول کے مطابق دوسو سال نافرمانیوں میں گزار دیئے اور جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اس کا غسل و کفن گوارا نہ کیا بلکہ اسے ایک ٹانگ سے پکڑ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک آئے، ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہو گیا ہے اور اسے لوگوں نے گندگی پر پھینک دیا ہے، آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کو اٹھائیں اور عزت و احترام کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کریں اور پھر آپ اس کا جنازہ پڑھائیں یہ سن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر وہاں پہنچے اسے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی پاپی ہے لیکن مامور تھے اسے اعزاز کے ساتھ اٹھا کر تجہیز و تکفین کر کے جنازہ پڑھایا اور دفن کر دیا۔ بعد میں موسیٰ علیہ السلام نے دربار الٰہی میں عرض کیا یا اللہ! یہ شخص اتنا بڑا مجرم و گنہگار ایسے اعزاز کا حقدار کیسے ہو گیا۔ ربّ ذوالجلال نے فرمایا اے میرے نبی تھا تو یہ بڑا گنہگار اور سخت سزا کا حقدار مگر ہوا یوں کہ ایک دن اس نے تورات کھولی اور اس میں میرے حبیب کریم کے نام مبارک محمد پر اس کی نظر پڑی اور اس کے دل میں میرے حبیب کی محبت نے جوش مارا، اس نے نام محمد کو بوسہ دیا، آنکھوں پر رکھ کر اس نے درود پاک پڑھا تو میں نے اس کے اس تعظیم و ادب کرنے کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور اس کو اپنے بندوں میں شامل

کرلیا ہے۔(مقاصد السالکین، القول البدیع، حلیۃ الاولیاء، سیرت حلبیہ)

(۹)......سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نشہ میں دھت کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی، اس کو اٹھایا دیکھا تو اس پر لکھا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

خواجہ بشر نے اس کاغذ کو صاف کیا، عطر لگایا اور اونچی جگہ رکھ دیا کیونکہ اس پر اللہ ذوالجلال کا نام پاک لکھا ہوا تھا، اسی رات کسی اللہ والے کو حکم ہوا کہ بشر کو خوش خبری سناؤ کہ تو نے ہمارے نام کو معطر کر کے بلند مقام پر رکھا ہے لہٰذا ہم بھی بشر کو بلند مقام عطا کریں گے۔ اس اللہ والے نے یہ سوچ کر کہ بشر تو شرابی کبابی ہے کہیں میرا الہام غلط نہ ہو، پھر دوسری بار حکم الٰہی ملا پھر تیسری بار یہی فرمان ملا وہ بشر کے گھر گئے تو وہاں پتہ چلا کہ بشر شراب خانے گیا ہوا ہے اور جب وہ اللہ والا شراب خانہ گئے تو وہاں پتہ چلا کہ بشر تو شراب کے نشے میں بدمست لیٹا ہوا ہے، اس اللہ والے نے فرمایا بشر کو پیغام دو کہ میں تیرے لئے ایک خاص پیغام لایا ہوں، جب بشر نے پیغام سنا تو ڈرتے ہوئے ننگے پاؤں دوڑے اور پیغام الٰہی سن کر ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔ اس کے بعد خواجہ بشر حافی نے کبھی جوتا نہیں پہنا اسی لئے آپ کا لقب حافی ہوا اور حافی کا معنی ہے "پابرہنہ"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بشر کو جو شرابیوں کا سردار تھا اللہ تعالیٰ کا نام پاک کا ادب کرنے کی وجہ سے ولیوں کا سردار بنادیا۔(تذکرۃ الاولیاء)

(۱۰)......تفسیر روح البیان میں ہے کہ سلطنت عثمانیہ کا مورث اعلیٰ عثمان غازی ایک دن کہیں جا رہا تھا، رات ایک جگہ قیام کیا تو دیکھا کہ قرآن مجید معلق ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ مصحف (قرآن مجید) ہے اس نے کہا قرآن مجید کے سامنے بیٹھنا بے ادبی ہے، دست بستہ کھڑا ہو گیا اور رات کھڑے کھڑے گزار دی صبح ہوئی تو وہاں سے روانہ ہوا، راستے میں ایک شخص ملا اس نے کہا میں آپ کی تلاش میں ہوں، پوچھا کیوں، تو اس آنے والے نے کہا چونکہ آپ نے قرآن مجید کا ادب و تعظیم کی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کے لئے سلطنت عطا کر دی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَظَّمَکَ وَ اَعْطَاکَ وَ ذُرِّیَّتَکَ السَّلْطَنَةَ بِسَبَبِ تَعْظِیْمِکَ لِکَلَامِہٖ (روح البیان، سورہ انبیاء، پارہ ۱۷)

الحاصل اسے سلطنت عطا ہوگئی قرآن پاک کی تعظیم کے سبب۔

(۱۱)......ملکہ زبیدہ خاتون زوجہ ہارون رشید سہیلیوں میں بیٹھی تھی کہ اذان شروع ہو گئی ان خواتین میں سے کسی عورت نے اذان کے دوران کوئی بات کرنا چاہی تو ملکہ زبیدہ نے اشارے سے منع کر دیا، پھر جب ملکہ زبیدہ کا وصال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے، ملکہ نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے، پوچھا کس سبب سے، تو بتایا کہ اذان کا ادب کرنے کی وجہ سے بخشش ہوگئی۔(تعطیر الانام)

بے ادبی کا وبال

(۱)......شیطان (ابلیس) نے لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، ایک قول کے مطابق شیطان نے چھ لاکھ سال عبادت کی اور وہ صرف ایک بے ادبی کی وجہ سے چھ لاکھ سالہ عبادت ضائع کر بیٹھا اور وہ بے ادبی تھی خلیفۃ اللہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تنبیہ کی ہے:

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات:۲)

خبردار! کہیں میرے حبیب (ﷺ) کی شان میں آواز اونچی کر کے (بے ادبی) نہ کر بیٹھنا ورنہ تمہاری ساری نیکیاں ملیا میٹ کر دی جائیں گی۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

(۲)......دمشق میں ایک عالم فاضل محدث جو کہ حدیث پاک پڑھایا کرتا تھا اس کی

خدمت میں ایک طالب علم حدیث پاک پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ استاد ہر وقت چہرہ کے سامنے پردہ رکھتا ہے کبھی اپنا چہرہ نہ دکھاتا۔ جب کچھ عرصہ گذرا تو اس طالب علم کو تعجب ہوا کہ یہ استاد (محدث) ہر وقت چہرہ پر نقاب کیوں رکھتا ہے۔ زیارت کے لئے اصرار کیا تو محدث نے نقاب الٹ دیا۔ طالب علم نے دیکھا:

فرای وَجْهَهُ وَجْهَ حِمَارٍ

اس استاد کا چہرہ گدھے جیسا ہے۔ سبب پوچھنے پر استاد نے بتایا کہ جب میں نے یہ حدیث پڑھی:

اما یخشی الذی یرفع راسه قبلَ الامام ان یحول الله راسه راس حمار

یعنی، وہ شخص جو امام سے پہلے (رکوع سے) سر اٹھالے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ گدھے جیسا کردے۔

میں نے یہ حدیث پاک پڑھ کر کہا کب ایسا ہوتا ہے میں کر کے دیکھتا ہوں اور جب میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو قصداً رکوع سے امام سے پہلے سر اٹھالیا اس دن سے میرا چہرہ گدھے کا سا ہوگیا ہے (اس لئے چھپائے رکھتا ہوں)۔ (حواشی مشکوٰۃ)

تنبیہ: سید دوعالم حبیب مکرم ﷺ کی عظمت کے سامنے کسی امام کسی ولی غوث کسی استاد کسی محدث کی وقعت ہی کیا جیسے کہ مذکورہ بالا محدث کا چہرہ گدھے کا سا ہوگیا۔ اے میرے بھائی بے ادبی سے بچ اور ہمیشہ باادب رہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بے ادبی سے بچائے۔ **وھو علی ما یشاء قدیرٌ**

(۳)......سیدنا ابو ہریرہ ؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وزغ (گرگٹ) کو ایک چوٹ سے مارے اس کیلئے سو نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم اور تیسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم۔ (مسلم شریف)

اور جب پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ گرگٹ کو یہ سزا کس وجہ سے ملی تو فرمایا:

کان ینفخ علی ابراھیم (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف)

عن ام شریک رضی اللہ تعالی

جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے آگ جلائی تو یہ گرگٹ آگ بھڑکانے کے لئے پھونکیں مارتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو یہ سزا ملی کہ جو اسے ایک چوٹ میں مارے سو نیکی حاصل کرے۔ (درس عبرت)

قابل غور بات ہے کہ ایک غیر مکلف کو اتنی سی بے ادبی پر یہ سزا ملی کہ اس کی ساری نسل ہی اس وبال کی زد میں آگئی تو جو مکلف (جن وانسان) بے ادبی کرے اس کی کیا سزا ہوگی۔

لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور پھر اسی کے ساتھ ملتا جلتا مندرجہ ذیل واقعہ ہے پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

(۴)......خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ بایزید قدس سرہ لیٹے ہوئے تھے کہ ایک منچلہ آیا۔ اس نے حضرت خواجہ ؒ کے پاؤں مبارک پر پاؤں رکھا اور آگے گذر گیا کسی خادم نے کہا ارے یہ تو نے کیا کیا وہ بولا کیا ہوا خادم نے فرمایا یہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی ہیں اس نے کہا خواجہ بسطامی ہیں تو پھر کیا ہوا۔ ازاں بعد جب اس بے ادبی کرنیوالے کا آخری وقت آیا تو اس کا وہ پاؤں سیاہ ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا اور پھر اس پر بس نہیں بلکہ اس کی اولاد میں سے جس کسی کا آخری وقت آتا اس کا پاؤں سیاہ ہوجاتا۔ (رونق المجالس)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(۵)......مولانا ابوبکر لکھتے ہیں میرے دادا جان مولانا عبدالجبار غزنوی نے امرتسر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا اس میں ایک طالب علم اہلحدیث جو کہ اس مدرسہ میں پڑھتا بھی تھا اور امرتسر کی ایک مسجد تیلیا نوالی میں خطیب بھی تھا ایک دن اس نے دوران تعلیم یہ کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ سے تو میں بہتر ہوں کیونکہ ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے اس سے زیادہ یاد ہیں اور پھر جب مولانا عبدالجبار کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اس عبد

العلی کو میرے مدرسہ سے نکال دیا جائے وہ عنقریب مرتد ہو جائے گا۔

اس کو مدرسہ غزنویہ سے خارج کر دیا گیا اور پھر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ قادیانی ہو گیا پھر اس کو مسجد والوں نے بھی ذلیل کر کے نکال دیا پھر کسی نے مولانا عبد الجبار سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا تھا کہ یہ کافر ہو جائے گا۔یہ سن کے فرمایا جب میں نے اس عبد العلی کی یہ بے ادبی والی بات سنی تو میرے سامنے بخاری شریف کی حدیث پاک آ گئی:

من عادیٰ لی ولیاً فَقَد آذنته بالحرب (او کما قال)

یعنی، جس کسی نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے۔

اور میری نظر میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اس لئے ان کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے۔(کتاب سیلی و ابی مصنفه ابو بکر غزنوی)

(۶)......سلطان الہند خواجہ خواجگان سید غریب نواز سید معین الدین چشتی قدس سرہ نے فرمایا ایک مرد تھا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے متعلق بغض تھا جب کبھی کوئی اللہ کا بندہ سامنے آتا تو وہ منہ پھیر کر گزر جاتا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے قبر میں اتارا اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا تو فوراً اس کا منہ قبلہ سے پھر گیا اور بار بار ایسا ہی ہوا لوگ بڑے حیران ہو پھر اچانک ہاتف سے آواز آئی اے بندو کیوں تکلیف اٹھاتے ہو اسے یوں ہی رہنے دو کیوں کہ یہ وہ بندہ ہے جو دنیا میں میرے ولیوں سے منہ پھیر لیا کرتا تھا اور جو شخص میرے ولیوں سے منہ پھیر لے اس سے میری رحمت بھی منہ پھیر لیتی ہے اور ایسا شخص راندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔(دلیل العارفین)

تنبیہ: اسی لئے حضرت خواجہ شاہ شجاع کرمانی علیہ الرحمہ نے فرمایا جو شخص ولیوں کی شان میں بے ادبی کر لے: ''یخشی علیه سوءَ الخاتم'' ڈر ہے کہ اس کا انجام بُرا ہو۔

جو شخص اپنے دل میں ولی کے متعلق بغض رکھے وہ بے ایمان مرتا ہے تو جو نبیوں کے نبی رسولوں کے امام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے متعلق دل میں بغض رکھے جیسے کہ بعض

لوگ ہر مسئلہ میں منفی پہلو اختیار کرتے ہیں ان کا کیسے ایمان پر خاتمہ ہو گا۔

اے میرے مسلمان بھائی جس دل میں محبت ہو وہ تو بے چون و چرا مان لیتا ہے لیکن جو شخص سینکڑوں احادیث مبارکہ کی موجودگی کا انکار کرتا جائے اس کے دل میں یقیناً بغض ہے پڑھ کر دیکھیں کتاب خلیفۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عشق و محبت سے وافر حصہ عطا کرے۔آمین

(۷)......سنجار میں ایک شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔ جب وہ بیمار ہو کر قریب المرگ ہوا تو وہ ہر قسم کی باتیں کرتا مگر کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا بار ہا لوگوں نے اسے کلمہ شہادت سنایا مگر وہ کسی طرح کلمہ طیبہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔لوگ پریشان ہو گئے اور پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری علیہ الرحمہ کو بلا لائے۔آپ تشریف لا کر اس مرنے والے کے پاس بیٹھے اور مراقبہ کیا اور جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو اس مرنے والے نے کلمہ شہادت پڑھا اور کئی بار پڑھا حضرت خواجہ سوید سنجاری علیہ الرحمہ نے فرمایا چونکہ یہ شخص اولیاء کرام کی شان میں بے ادبی کیا کرتا تھا اس لئے اس کی زبان کو کلمہ شریف پڑھنے سے روک دیا گیا تھا اور جب میں نے مراقبہ کیا اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے دربار الٰہی میں اس کی طرف سے سفارش کی اور مجھے فرمایا گیا اے پیارے ہم نے تیری سفارش قبول کی لیکن شرط یہ ہے کہ جن میرے ولیوں کی شان میں یہ بے ادبی کیا کرتا تھا وہ بھی راضی ہو جائیں یہ ارشاد سن کر میں حضرۃ الشریفہ میں داخل ہوا اور جن اولیاء کرام کی شان میں یہ نکتہ چینی کیا کرتا تھا مثلاً خواجہ معروف کرخی، خواجہ سری سقطی، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم ان حضرات سے میں نے اس شخص کی طرف سے معافی چاہی تو ان حضرات نے میری سفارش کی وجہ سے اسے معاف کر دیا اور اس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔پھر اس شخص نے بتایا کہ جب میں کلمہ شریف پڑھنا چاہتا تھا ایک سیاہ چیز میری زبان کو پکڑ لیتی تھی اور کہتی تھی میں تیری بد زبانی ہوں۔میں تجھے کلمہ نہیں پڑھنے دوں گی ازاں بعد ایک چمکتا ہوا نور آیا اس نے آتے ہی بلا کو دفع کر دیا اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے

ولیوں کی رضا ہوں پھر اس شخص نے بتایا کہ اب میں زمین و آسمان کے درمیان نورانی گھوڑے دیکھ رہا ہوں جن کے سوار بھی نورانی ہیں اور سب پڑھ رہے ہیں:

سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الۡمَلَائِکَةِ وَالرُّوۡحِ (قلائد الجواھر)

اور پھر وہ شخص کلمہ شہادت پڑھتے پڑھتے دنیا سے رخصت ہوگیا۔

درس عبرت: اے میرے مسلمان بھائیو! بے ادبی سے بچو بچو ورنہ پچھتانے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ نیز غور کریں کہ اس مرنے والے کی قسمت اچھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ولی خواجہ سوید سنجاری علیہ الرحمہ پہنچ گئے اور اس کی قسمت اچھی ہوگئی ورنہ ہر بے ادب گستاخ کے لئے کون آئے گا جو اسے معافی لے دے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ولا تکونوا من الغافلین

(۸)۔۔۔۔حدیث پاک میں ہے ایک شخص نے نماز پڑھائی اور اس نے قبلہ رو تھوک دیا حالانکہ رسول اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے اور جب نماز ختم ہوئی تو والی دو جہاں ﷺ نے نمازیوں کو بلایا اور فرمایا آئندہ اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں پھر جب وہ دوسری نماز کے لئے آگے بڑھا تو نمازیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کردیا اور اس کے استفسار پر نمازیوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ وہ دربار رسالت میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے منع فرمایا ہے تو شاہ کونین ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے منع کیا ہے اور فرمایا:

قد آذیتَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَهٗ (رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ)

یعنی تو نے (قبلہ رو تھوک کر) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔

درس عبرت: جو شخص جہت قبلہ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے تو نماز سے منع کیا جائے اور جو شخص کعبہ کے کعبہ حبیب خدا ﷺ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہونا چاہئے۔ آج کل کا ہر زبان دراز کہہ دیتا ہے کہ ہر ایک کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ سب

قرآن ہی پڑھتے ہیں سوال یہ ہے کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا تھا کیا وہ قرآن نہیں پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین

فقیر ابوسعید غفرلہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

امام احمد رضا

اور

اصلاح معاشرہ

تالیف

محمد قمر الزماں مصباحی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ
مؤلف	:	محمد قمر الزماں مصباحی
سن اشاعت	:	صفر المظفر ۱۴۳۰ھ/فروری ۲۰۰۹ء
تعداد اشاعت	:	۳۰۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

اسلام ایک ستھرا اور پاکیزہ دین فطرت ہے، جو نبی پاک ﷺ کے صدقے و وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ملا، جس نے کائنات کی تاریکیوں کو اپنی تعلیمات کے نور سے روشن و منور کیا۔

معاشرہ کی بنیاد اس کے افراد، تہذیب و تمدن، عقائد، رہن سہن کے طریقے پر ہوتی ہے، جو کسی مذہب کے پیرو ہوتا ہے اس حال میں جب معاشرہ برائیوں، فسادات، عقائد باطلہ کا پرچار اور طرح طرح کے دیگر مسائل سے دوچار ہو اس وقت ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ کوئی مردِ مجاہد ان تمام مسائل کا حل اور معاشرہ کی اصلاح کی کوشش کرے، ایسے میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرِفہرست ہے جنہوں نے اپنی قلمی کاوشوں اور جہاد کی بناء پر باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مذہب حق اسلام کا صحیح آئینہ پیش کیا اور فرقہ واریت کا خاتمہ کیا، کون کہتا ہے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرقہ واریت کی داغ بیل ڈالی بلکہ انہوں نے تو تمام باطل فرقوں وہابی، دیوبندی، شیعہ، غیر مقلد، نیچری، پرویزی اور دیگر کی مخالفت کی اور ان کے باطل عقائد کا رد کیا، بدعات سیئہ کا قلع قمع کیا اور اسلام کی حقانیت کے نور کو مسلمانوں کے دلوں میں رچایا بسایا، عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کی اور باور کرایا کہ یہی ایمان کی جان ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اصلاح معاشرہ کے حوالے سے آپ کی خدمات کا احاطہ بہت مشکل امر ہے

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چاروں طرف ہیں دین کے دشمن بیچ میں تنہا احمد رضا
ایسے میں اسلام بچانا سب کے بس کی بات نہیں
صحرائے نجد کے جو پرخچے اُڑا گیا

آیا نہ کوئی شہید احمد رضا کے بعد

خود فرماتے ہیں:

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے
کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں
کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اُس پہ یہ جرأتیں
ارے کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

زیر نظر کتاب محمد قمر الزمان مصباحی کی مختصر مگر دیدہ زیب تصنیف ہے آپ نے بہت جامع اور مختصر انداز میں امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ کی خدمات کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ اسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے ماہانہ رسالہ میں 178 نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مُصنّف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لئے اس کتاب کو نافع و ناصح اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کے اراکین و جملہ مؤمنین کے لئے شافع بنائے۔

طالب علم جامعۃ النور
محمد رضوان کاسانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نگاہِ اولیں

امام احمد رضا قدس سرہ ایک بالغ نظر فقیہ نکتہ رس مصنف، نابغۂ روزگار محقق، بلند پایۂ محدث ومفسر اور دنیائے سنیت کے اس مجدد اعظم کا نام ہے جسے قدرت نے روز اول میں ہی اپنے دین حنیف کی حفاظت، مذہب حق کی صیانت، شریعت مقدسہ کی بقاء اور ایمانی سوز وحرارت کے تحفظ کے لئے منتخب فرمالیا تھا۔

خانقاہ سے لے کر درسگاہ تک اسلامی مراسم شرعی معمولات اور مذہبی تقدس کی جو بہار ہے اسی مرد قلندر کی رہین منت ہے اور آج ایمانی حرارت و پاکیزگی کی ساری لذتیں اسی روحانی مقتداء کی آہ صبح آگاہی اور نالۂ شبی کا نتیجہ ہے۔

یہ ایک سچائی ہے کہ مجدد اپنے وقت کی ضرورت اور اپنے عصر کی پکار ہوتا ہے جس سے لوگ اکتساب فیض کرتے ہیں۔ سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہابی تحریک کی ساری انرجی ایمان وعقیدے کی روح کو فنا کرنے پر صرف ہورہی ہے۔ بدعقیدگی کے کہرے بڑی تیزی سے پھیل رہے ہیں اور فاسد خیالات کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، تنقیص الوہیت اور اہانت رسالت سے مملو تحریروں کو دیکھ کر آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، دل خون کے آنسو رونے لگا کرب کا یہ عالم کہ کسی پہلو قرار نہیں اور قرار ملتا بھی کیسے جس کے نزدیک ایمان کی آواز یہ ہے ع

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

جان ہے عشق مصطفٰی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

مسئلہ صرف اپنے ایمان وعقیدے کے تحفظ کا نہیں تھا اگر صرف اپنی بات ہوتی تو جس معطر فضا اور پاکیزہ ماحول میں آپ نے پرورش پائی اس کے کنج خمولی میں بیٹھ کر صرف سجدہ کرتے جب بھی بدعقیدگی کے ناپاک سائے قریب آنے سے لرز جاتے مگر بات پوری ملت کی تھی معاشرے اور سماج کی تھی، پوری انسانیت کی تھی، اسلامی کلچر اور تہذیب کی تھی، قوم کے نونہالوں اور مستقبل کی ان تازہ فصلوں کی تھی جسے لہلہانے سے پہلے باد سموم مرجھا نہ دیں، چنانچہ بصیرت و بصارت حکمت و دانائی۔ عشق و یقین اخلاص و ایثار، ایمان وعرفان اور عزم وحوصلے کی بھرپور توانائی کے ساتھ تجدیدی صلاحیتوں سے لیس ہوکر بر کاتی کچھار کے اس شیر نے عصری تقاضوں کے چیلنج کو قبول کیا شرار بولہبی کی تیز آندھیوں میں چراغ مصطفوی کو روشن کیا، ملت کی سچی رہنمائی فرمائی۔ شریعت سے متصادم رسوم کا خاتمہ فرما کر اسلام کے درخشاں اصول بتائے، بدعات وخرافات کے تاج محل پر چھاپہ ماری کی، روحوں کی طہارت فرمائی، قلم کی آوارگی کو لگام دیا، غلط افکار ونظریات پر پہرے بٹھائے، آزادیٔ فکر کو مہمیز دی، ایقان وعرفان کو صبح مسرت کا اجالا بخشا۔ دلوں کو عشق رسالت کا نور وسرور عطا کیا، فتنہ اندر کا ہو یا باہر کا سب کو دبایا، ہر ایک کا محاسبہ کیا، ہر ایک کی خیریت پوچھی اور اصلاح وتذکیر، دعوت الی اللہ، تبلیغ وارشاد اور ابلاغ حق کی راہ میں مسلسل چوٹ کھاتے رہے، آگے بڑھتے رہے حوصلوں میں تازگی آتی رہی، عشق نکھرتا رہا اور محبت رسول کے جلووں میں گم ہوتے رہے، نہ تنہائی کا شکوہ، نہ اکیلے پن کا احساس بلکہ ہر ہر قدم پر ثبات و استقلال کا قلعہ تعمیر کرتے جارہے تھے اور نقوش پا کا ہر تیور پکار کر کہہ رہا تھا ع

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

یہ آپ کی داعیانہ قوت، قائدانہ عظمت وشوکت اور پاکیزہ قیادت کا ہی ثمرہ ہے کہ

آج دلوں کی فصیل پر عظمت نبوت کے پرچم لہرا رہے ہیں، افکار و نظریات کے صحرا میں محبت رسول کے گلاب مسکرا رہے ہیں، خانقاہوں کی پاکیزگی، دار الافتاء کا تقدس اور روانش کدوں کی شوکتیں محفوظ ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے انہیں احسانات کو دیکھ کر پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

> اے وقت کے دانشورو! غور کرو امام احمد رضا کا ایک ایسا وجود مسعود جو تن تنہا لاکھوں پر بھاری بھرکم تھا انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اگر زبان و قلم کا پورا سرمایہ اکٹھا کر دیا جائے تو اس کی زندگی کے چند لمحات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ناکافی ہوگا۔ عقل حیران ہے کہ زبان و قلم کے لئے نیازمندیوں کی بھیک کہاں سے مانگی جائے اور کس خزانۂ عامرہ سے گوہر آبدار چن چن کران کے قدموں پر نچھاور کئے جائیں جس سے امام احمد رضا جیسی قد آور شخصیت کی دینی و قلمی خدمات کا حق ادا کیا جا سکے۔ (دیو بندی کی خانہ تلاشی، صفحہ ۱۲)

یہ اس فاضل کا تاثر ہے جس کے قلمی اور لسانی خدمات کی ضیا پاشیوں سے علاقے کا علاقہ روشن ہے، مگر برا ہو عصبیت کا جو علم و ادب سے کورے اور بالکل تہی دست ہیں وہ اس آفتاب فضل و کمال سے آنکھیں ملانے چلے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمات کو سراہتے ان کی بارگاہ عبقری میں سجود نیاز لٹاتے، ان کے قلمی سرمایہ سے دلوں کی تجوری کو بھرتے، ان کے علم و شعور کے گل و لالہ سے قلب و نظر کو تازگی بخشتے ان کی پرکشش شخصیت کے جلوؤں سے دل و نگاہ کی وادی سجاتے اور اسلامی نظریات کو پیغام رضا کی شکل میں عام و تام کرتے لیکن یہ تاریخ کے ساتھ کتنا بھیانک مذاق ہے کہ عمل کی تطہیر، فکر کی تقدیس اور عشق مصطفٰی کی تفسیر میں جس کی حیات کا لمحہ لمحہ مصروف ہو، عمر بھر جس نے سماج میں جنم لینے والی برائیوں کے خلاف جہاد بالقلم سے کام لیا ہو اور جس کے قلم کی بوند بوند خیر و صلاح اور نجات و فلاح کا ابر کرم بن کر دلوں کی بنجر زمین پر برستی رہی اور سیرابی کے بعد

قلب و جگر کی کشت ویراں پر اتباع شریعت، حب رسالت اور رب کی خشیت کے نہ جانے کتنے شاداب پھول مسکرانے لگے اور آج اسی پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ بدعتی فرقہ کا بانی تھا مگر کوئی دردمند دل بتائے کہ اگر شرک کی مسموم فضا میں توحید کا چراغ جلانا، توہینِ نبوت کے پرآشوب ماحول میں محبت رسول کی شمعیں روشن کرنا اور بدعات کی آندھی میں اولیاء عظام کی عظمتوں کی قندیلیں فروزاں کرنا یہی بدعت ہے تو پھر ہم ان کی علمی مفلسی، ذہنی قلاشی اور یتیم العقلی پر کوئی ماتم نہیں کرتے۔

کہتے ہیں کہ تاریخ حقیقت کا ایک بے غبار آئینہ ہوا کرتی ہے جو گردش ایام کا اثر قبول کئے بغیر اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ اس نادر روزگار شخصیت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا مخالفین نے جس قدر حقائق پر پردے ڈالے، الزامات کا نشانہ بنانا چاہا اور پر وقار ذات کو مجروح کرنے کی جتنی سازشیں رچی گئیں حقیقتیں طشت ازبام ہوتی چلی گئیں، افکار کی خوشبو پھیلتی رہی، تابندہ خیالات کی کرنوں سے دلوں کے آفاق جگمگانے لگے اور آج اس عالمی شخصیت پر تحقیق و ریسرچ کرنے والے اسکالرز اور محققین حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہیں جس موضوع پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھتے ہیں، تلاش و جستجو اور لوح و قلم کی ساری پونجی لٹا دینے کے بعد انہیں یہی احساس ہوتا ہے کہ فضل و کمال، علم و فن اور فکر و دانائی کے اس بحر بیکراں کا نہ کوئی پاٹ ہے نہ دھارا اور پھر انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس ایک پیکر میں علم و شعور کی اس قدر رسائی یہ کسب کی بنیاد پر نہیں بلکہ تائید ربانی اور فیضانِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔

ایک داعی اس فلسفہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ جہاں سے خیر و شر کے چشمے ابلتے ہیں وہ انسان کا دل ہے اگر معاصی کے جراثیم سے دل پاک و صاف ہوگیا تو دوسرے اعضاء کو سنوارنا بہت آسان ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ قلب کی پاکیزگی پر زیادہ زور دیتے ہیں، آیئے اس پرسوز مصلح کی آواز کو آپ بھی کان سے لگا کر سنئے:

> قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ جب معاصی اور کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے اب اس میں حق

کو دیکھنے سمجھنے اور غور کرنے کی قابلیت نہیں رہ جاتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے۔(ملفوظ شریف)

مندرجہ بالا تحریر کو پڑھنے کے بعد اس مخلص داعی کے اضطراب اور درد و کسک کو آپ محسوس کیجئے، کرب کا یہی وہ داعیہ تھا جو امام احمد قدس سرہ کو عمر بھر قلمی جہاد کرنے پر مجبور کرتا رہا کہ ایک سچے عاشقِ رسول، پر سوز قائد اور مذہبی رہنما کی نگاہ میں ہر لمحہ اسلامی احکام شرعی اصول قرآنی تعلیمات اور نبوی ارشادات و فرمودات کے حسین جلوے ہوتے ہیں جس کے اجالے میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا وہ اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔

''امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ'' کے حوالے سے ایک مختصر رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے تعصب و تنگ نظری کی سطح سے اوپر اٹھ کر اس کا مطالعہ کیجئے اور قبول حق کی کوئی ہلکی چنگاری بھی ذہن و فکر کے کسی گوشے میں سلگ رہی ہو تو انصاف و دیانت کا خون کئے بغیر جواب دیجئے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے بدعات اور غیر شرعی رسومات کو فروغ دیا ہے یا اس کے خلاف جنگ لڑی ہے۔

قاطع نجدیت حضرت علامہ مفتی محمد امان الرب صاحب، حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب، حضرت علامہ مفتی ایاز احمد مصباحی، حضرت علامہ مفتی منظور احمد مصباحی، حضرت علامہ محمد عیسیٰ رضوی مصباحی، حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی ان اہم شخصیات کی نیک تمنائیں اور پُر خلوص دعائیں ہمارے ساتھ ہیں جب بھی کٹھن لمحات آتے ہیں تو مذکورہ حضرات ہماری دستگیری فرماتے ہیں۔ رب کائنات سب کو دارین میں عافیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد قمر الزمان مصباحی مظفر پوری
خادم جامعہ قادریہ کونڈوا، پونہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقدیم

کیا حال ہوتا کشتی ملت کا اگر امام احمد رضا نے بروقت اس کی پاسبانی نہ فرمائی ہوتی، کیا حال ہوتا عقیدہ وعقیدت کے گل و غنچہ کا اگر بدعات کی بادِ سموم کے سامنے آپ نسیم سحری نہ بن گئے ہوتے، اور کیا حال ہوتا ایمان و عمل کے درِّ بے بہا کا اگر لٹیروں کے ظاہری و خفی حملے سے آپ نے لوگوں کو متنبہ نہ کیا ہوتا، اگر میں یہ کہوں کہ بالکل حق بجانب ہوگا کہ دین و ضروریات دین پر چومکھی حملے ہو رہے تھے تن تنہا امام احمد رضا چھپن علوم و فنون کے خزانہ و اسلحہ سے لیس ہو کر ان تمام طوفان جفا کے سامنے سدِّ سکندری بنے ہوئے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عہد رضا میں علم و فکر کی بزم سونی تھی، میں یہ نہیں کہتا کہ خانقاہیں حق، ہو کی صدائے لاہوتی سے خالی تھی، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اسلام کے جیالے اور جانثار فرزندوں سے اسلام کی گود غیر آباد تھی، میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام و ایمان کے گلشن کو تاراج کرنے کی جب صیہونی اسکیمیں اپنے شباب پر تھیں، عقیدہ وعقیدت کے خزانے پر جب شب خون مارے جا رہے تھے، عمل کے نام پر ایمان جب لوٹا جا رہا تھا تو اس کالی رات اور گھنگھور فضا میں وہ کون تھا جس نے جان جوکھم میں ڈال کر اور سر ہتھیلی پر لے کر وقت کی طاغوتی طاقتوں کو للکارتے ہوئے کہا تھا۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں   تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

برصغیر کی پوری ۱۹ رویں صدی چھان ڈالئے صرف اور صرف ایک نوری چہرہ نظر آتا ہے جسے سب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کہتے ہیں۔ ہاں اہلِ علم نے آپ کا ساتھ دیا ہے، خانقاہوں نے آپ کی حمایت کی ہے، سجادہ نشینوں نے تائید کے پھول برسائے ہیں، اسلام کے جیالے فرزندوں نے حوصلوں سے آپ کا دامن بھرا ہے مگر ہر محاذ پر جو مقدمۃ الجیش کا

تاج زریں سجائے کبھی قلبِ لشکر، کبھی میمنہ اور کبھی میسرہ پر جھپٹ جھپٹ کروار کر رہا تھا وہ صرف بریلی کا تاجدار ہے۔ آپ کی زندگی کی سب سے عظیم خوبی جو آپ کے معاصرین پر آپ کو مشرف وممتاز کرتی ہے وہ یہی آپ کی جوانمردی وحق گوئی وبیباکی ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ شمشیرِ شریعت کی زد پر پڑنے والا کون ہے بلکہ ہمیشہ یہ دیکھا کہ عقیدہ وعمل میں بدعات وخرافات کا حامل کون ہے، اپنا ہو یا بیگانہ اسی نقطۂ نظر سے آپ نے سب کی خبر لی ہے اور حق یہ ہے کہ خوب لی ہے، ہم تو ان کی نگارشات وملفوظات میں دیکھتے ہیں کہ جنہیں اپنی علمی حذاقت وممارست پر ناز تھا، اردگرد تلامذہ کا جم غفیر تھا، حلقۂ ارادت وعقیدت بھی وسیع تھا لیکن خلاف شرع عمل وحرکت پر حضرت رضا بریلوی نے ان کی پرواہ نہیں کی، ادب سے ٹوکا، محبت سے متنبہ کیا، پیار اور نرمی سے سمجھایا، مان گئے تو ٹھیک ہے ورنہ شریعت مطہرہ کا دوٹوک فیصلہ سنا دیا، کوئی خانقاہ اگر بدعات ومنکرات میں پھنس گئی ہے تو آپ نے اسے بھی ہدایت کی، عقیدت میں اگر کہیں غلو اور فکر وعمل میں کجی پائی جارہی ہے تو وہاں بھی خبر دار کیا، روشِ حیات اگر غلط ڈگر پر چل پڑی ہے تو آپ وہاں بھی چراغِ حق وہدایت لئے رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں، اور اگر کوئی شومئی قسمت سے تنقیصِ الوہیت اور توہینِ رسالت کا مرتکب ہوا ہے تو پھر آپ کا ہر وار رضا کے نیزے کی مار کا منظر پیش کرتا نظر آتا ہے۔ اس وقت آپ کا قلم، قلم نہیں برقِ خاطف نظر آتا ہے۔ غرض کہ امام احمد رضا صرف عمل کے داعی ومصلح نہیں بلکہ عقیدہ وعمل دونوں کے آپ محسن ومصلح نظر آتے ہیں، وہ بھی کوئی اصلاحی تحریک ہے کہ عمل کا جسم ظاہری زینت وسنگھار سے آراستہ کردیا جائے اور اس میں ایمان کی روح نہ پھونکی جائے۔ امام احمد رضا اس نصب العین سے بخوبی واقف تھے انہوں نے جسم وجان دونوں کی آراستگی ومشاطگی کا فریضہ انجام دیا ہے، لہٰذا میرا خیال ہے کہ جب بھی امام احمد رضا کی نسبت سے اصلاح معاشرہ کی بات کی جائے تو دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنا چاہئے۔ معاشرہ کی اصلاح صرف عمل سے نہ کبھی

ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہوسکتی ہے اور نہ یہ اسلامی تصور ہے۔ ایک پاکیزہ، صالح اور بامقصد معاشرہ کی تشکیل کے لئے ضروری ہے اس کے سنگِ بنیاد میں ہی ایمان وعقیدہ کی روح رچا بسا دی جائے پھر عمل کی دیوار چنی جائے، اسلام صرف عمل کا نام نہیں بلکہ ایمان وعمل دونوں کے حسین مجموعہ کا نام ہے۔

زیرِ نظر کتاب عزیز گرامی مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کے زرنگار قلم کا حسین شاہکار ہے، بس پڑھتے جایئے جھومتے جایئے۔ عزیز موصوف نے مختصر اوراق پر جامع اور بسیط مضامین کو سمیٹنے کی بڑی محمود کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کا انہیں دارین میں صلہ و ثمرہ عطا فرمائے۔ (آمین) تاہم عقیدہ کی بحث کو شاید انہوں نے قلت صفحات کی شکوہ سنجی کے پیشِ نظر چھیڑنے کی کوشش نہیں کی ہے، اس تعلق سے دو چار گوشے ہدیۂ ناظرین ہیں تا کہ قاری کو کسی جہت سے کتاب میں تشنگی کا احساس نہ ہو۔

(۱) دین سے دوری اور شریعت سے بے خبری نے لوگوں کو اس نتیجہ پر پہنچا دیا ہے کہ اللہ اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے تعلق سے بھی آج کا انسان بڑا بے باک ہوگیا ہے یہاں تک کہ جسارت جا پہنچی ہے کہ اگر شریعت کا ضابطہ سمجھایا جائے تو بعض ناعاقبت اندیش لوگ یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ ''ہم خدا اور رسول کو نہیں جانتے'' ایسا ہی سوال جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ہوا تھا تو آپ کے قلم کا تیور دیکھئے: ''وہ لفظ جو اس نے کہا کہ ہم خدا ورسول کو نہیں جانتے یہ صریح کلمۂ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ اس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور از سر نو مسلمان ہو اور اگر عورت رکھتا ہے تو نئے سرے سے نکاح چاہئے''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم)

(۲) ان کی غیرت عشق اپنے خدا اور رسول ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ کے استعمال سے بھی گریزاں تھی جو دشمنانِ خدا ورسول ﷺ نے استعمال کیا ہو اور وہ ان کا تکیہ کلام بن چکا ہو، لفظ صاحب کے تعلق سے آپ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جائز ہے حدیث میں ہے:

اللھم انت الصاحب فی السفر و الخلیفۃ فی المال و

الاصول و الولد

اور سرورِ کائنات ﷺ کے لئے تو قرآن عظیم میں صاحب فرمایا گیا:

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى﴾

لیکن اللہ صاحب کہنا اسماعیل دہلوی کا محاورہ ہے اور حضور ﷺ یقیناً ہمارے صاحب ہیں نامِ پاک کے ساتھ صاحب کہنا آریہ و پادریوں کا محاورہ ہے اس لئے نہ چاہئے''۔(الملفوظ،سوم)

(۳) آج کل جاہل صوفیوں کا جیسے ہیضہ آیا ہوا ہے، نیلا پیلا رنگ چڑھالیا بس وہ قید و بندِ شریعت سے آزاد ہو گئے جو جی میں آیا کیا جو منہ میں آیا بک دیا۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''عشق'' کا استعمال دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ علم تو ہے نہیں کہ کبھی اس کے لغوی و اصطلاحی معنی کی طرف غور کرتے اور نہ علماء کی قربت و رفاقت ہی ہے کہ ان کی اصلاح ہوتی، اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور ﷺ کو اس کا معشوق کہنے کے تعلق سے جب امام احمد رضا سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ''ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے ایسا لفظ بے ورود ثابت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا قطعی ممنوع''۔(فتاوٰی رضویہ،جلد نہم)

(۴) بدقسمتی سے آج کچھ لوگ حضور عالم ماکان و مایکون ﷺ کے علم پاک میں بھی قیل و قال سے نہیں چوکتے حالانکہ علمائے اہل سنت نے خاص اس عنوان پر علمی تحقیقات کے دریا بہا دیئے ہیں، جب علمائے اہل سنت کی وزنی دلیلیں کسی طرح نہیں اٹھتیں تو یہ بے تکا الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ علمِ مصطفیٰ اور علمِ خدا کو مساوی قرار دیتے ہیں، اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا موقف کیا ہے امام اہلسنّت کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں: ''علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے، اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے''۔(خالص الاعتقاد)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''علمِ الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، یہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز الفناء، وہ

ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل''۔(انباء المصطفیٰ)

علمِ خدا اور علمِ مصطفیٰ میں برابری کے تصورات و الزامات کے تار و پود بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''برابری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ اور وہ غیر متناہی، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے''۔(الملفوظ،اول)

(۵) اسلام اور نظریات اسلام کی روح اس وقت مجروح ہو جاتی ہے جب کہیں سے یہ آواز آتی ہے کہ ''کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے'' کیا ظلم ہے، چاہے وہ اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ اور پیارے دین اور ضروریات دین کے بارے میں کچھ بھی لکھے اور کہے ''معاذ اللہ'' اس مذموم نظریئے سے آج دین کا جتنا نقصان ہو رہا ہے شاید ہی کسی دور میں ہوا ہو، اسی ظالم نظریے نے ظالم و مظلوم، حق و باطل، نور و ظلمت کو آج ایک پلیٹ فارم پر لاکھڑا کیا ہے، معاشرہ ایسا مخلوط ہو گیا ہے کہ اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن، وفادار و غدار کی پہچان مشکل ہو گئی ہے، اگر یہ چھوٹ دے دی جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ ایک نیا اسلام گڑھ کر رکھ دیں گے، اسلام مذہب حق ہے اور حق کو حق، باطل کو باطل کہنے کا داعی۔ اسلام کی پالیسی بالکل صاف اور روشن ہے اس میں کسی طرح تاریکی اور ژولیدگی نہیں ہے۔ وہ لوگ جو چکے بے دین، بدعتی ہو جائیں اس کے بارے میں اسلام کا نظریہ اور ہے اور وہ لوگ جو ابھی شک و ریب میں مبتلا ہیں، مذبذب ہیں ان کے تعلق سے اسلام کا نظریہ اور ہے، جو لوگ اپنے قول و فعل سے جس خانے میں چلے جائیں ان کی اصلاح اسی علامت اور زاویے سے ہوگی، ان کے تعلق سے شریعت کا فیصلہ امام احمد رضا کے قلم سے یہ ہے: ''رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔

یہ انہیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

تو بے شک بڑے خُلق پر ہے۔(الملفوظ)

اور جو لوگ ابھی نیم پختہ ہوں، مذبذب ہوں ان کے بارے میں شریعت کی سنجیدہ طبعی اور امام احمد رضا کی نرم گفتاری کا منظر ملاحظہ ہو: "دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے، جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔(الملفوظ)

آپ کا مطمح نظر ہمیشہ یہ رہا کہ حق کوئی و بیبا کی کا دامن نہ چھوٹے، اچھی اور سچی بات ہر کسی کو دو ٹوک بتائی جائے، چاہے وہ اپنا ہو یا بیگانہ، آپ کی حیات کا ہر لمحہ گواہی دے رہا ہے کہ آپ نے اپنی پوری توانائی و جگر کاوی اور اولوالعزمی و بلند ہمتی سے خدا و مصطفٰی کی خوشنودی کے لئے اس فریضہ کو انجام دیا ہے، اپنے منصب کا جتنا وقار آپ نے سمجھا اور بلند رکھا ہے آپ کے عہد زریں میں شاید ہی کسی نے رکھا ہو، رضائے خدا اور رضائے مصطفٰی میں اپنے آپ کو فنا کر کے بقا کا شیریں جام نوش فرمالیا، دیکھئے کتنی پیاری التجا ہے جو انہوں نے کی ہے ؎

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہے نام رضا تم پہ کروڑوں درود

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور اصلاحِ معاشرہ

ولادت با کرامت

امام احمد رضا کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء روز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف، محلّہ جسولی میں ہوئی، خود امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے اپنا سن ولادت استخراج فرمایا:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالٰی نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی۔(کنز الایمان)

آپ کا پیدائشی نام "محمد" ہے اور تاریخی نام "المختار" ہے، ۱۲۷۲ھ جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء) نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا جس نام سے آپ مشہور رہیں بعد میں آپ نے اپنے اسم شریف کے ساتھ عبدالمصطفٰی کا اضافہ فرمایا، چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفٰی
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

خاندانی نجابت

آپ کا خاندان فضل و کرامت، امارت و سیادت اور علمی و فکری عبقریت میں شروع سے ہی یگانہ روزگار رہا، آپ کے والد گرامی امام المتکلمین مجاہد آزادی حضرت علامہ شاہ نقی علی خان علیہ الرحمہ صاحب تصانیف کثیرہ، بلند پایہ فقیہ اور نابغۂ روزگار عالم دین تھے، حضرت علامہ شاہ رضا علی خاں قدس سرہ درویش کامل اور مرجع خلائق بزرگ تھے۔ حضرت

حافظ شاہ کاظم علی خاں رحمۃ اللہ علیہ فوج کے سپہ سالار اور ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ایسے آغوشِ علم وکرم، فضل وکمال اور گہوارۂ شعور وادب میں آپ کی تربیت ہوئی۔

ذہانت وفطانت

آپ بچپن ہی سے اعلیٰ ذہن، بلند دماغ اور زبردست حافظہ کے مالک تھے، آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

''میرے استاذ جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ کتاب دیکھ کر بند کر دیتا جب سبق سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا، روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے اک دن مجھ سے فرمانے لگے احمد میاں یہ کہو تم آدمی ہو یا جن مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی''۔

آپ نے چار سال کی عمر شریف میں ناظرہ قرآن عظیم مکمل فرمالیا، ۶ سال کی عمر میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر منبر پر جلوہ افروز ہو کر نہایت بلیغ اور مؤثر خطاب فرمایا اور گیارہ سال کی عمر میں ''ہدایۃ النحو'' کی عربی شرح لکھی، یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔

فراغت

۱۳ برس ۱۰ ماہ ۵ دن کی عمر میں ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ میں سند فراغت سے نوازے گئے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

''وسط شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اس وقت ۱۳ سال ۱۰ ماہ ۵ دن کا تھا اور اسی تاریخ سے مجھ پر نماز

فرض ہوئی اور میں احکام شرعیہ کی طرف متوجہ ہوا''۔

قوت حافظہ

ایک مرتبہ آپ پیلی بھیت شریف تشریف لے گئے اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کے مہمان ہوئے، اثنائے گفتگو میں ''**عقود الدریہ فی تنقیح فتاوی الحامدیہ**'' کا ذکر چل پڑا، حضرت محدث سورتی نے فرمایا کہ وہ کتاب میرے کتب خانے میں ہے اعلیٰ حضرت نے اس وقت تک اسے دیکھا نہیں تھا، فرمایا جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی نے کتاب لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دی اور یہ بھی فرمایا کہ ملاحظہ فرمانے کے بعد بھیج دیجئے گا، آپ کے یہاں بہت کتابیں ہیں اور میرے پاس تو گنتی کی چند کتابیں ہیں جن سے فتاویٰ دیا کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کو اسی دن آنا تھا مگر ایک جان نثار کی دعوت پر رکنا پڑا آپ نے رات میں ''عقود الدریہ'' کی دو ضخیم جلدوں کا مطالعہ فرمالیا، دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد بریلی کا قصد فرمایا، عقود الدریہ کو سامان میں رکھنے کے بجائے محدث صاحب کے یہاں واپس بھجوا دی۔ اس واقعہ کے بعد محدث صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ میری اتنی گزارش پر کہ مطالعہ کے بعد میری کتاب واپس فرما دیں گے، آپ کو اتنا ملال ہوا کہ آپ کتاب ابھی واپس کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کل جانا ہوتا تو بریلی لے جاتا لیکن جب رک گیا تو شب میں اور صبح میں پوری کتاب دیکھ ڈالی، اب لے جانے کی ضرورت نہیں۔ محدث صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ کا دیکھ لینا کافی ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دو تین سال تک جہاں کی عبارت چاہوں گا فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔

وسعت علمی

ایک مرتبہ شہر بریلی میں ۱۲ ربیع الاول شریف کے عظیم الشان جلسہ میں اعلیٰ حضرت

نے صرف بسم اللہ کے باء جارہ اور اسم اللہ پر مسلسل کئی گھنٹے ایسی تقریر فرمائی جس سے حضور علیہ السلام کے جودونوال، جاہ وجلال اور حسن وکمال کے دریا امنڈنے لگے آپ نے انہیں دولفظوں باء جارہ اور اسم اللہ خالص علمی روش پر فضائل رسول ﷺ کے متعلق ایسی باتیں بیان فرمائیں جس سے اہل علم کے بھی کان نا آشنا تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے عرس میں بدایوں تشریف لے گئے اور آپ نے صرف سورۂ والضحیٰ پر صبح نو بجے سے ۱۲ بجے تک مسلسل تین گھنٹے تقریر فرمائی، یہ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کی تقریر خالص علمی تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتی تھی۔

پھر اسی مجلس میں اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سورۂ والضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۸۰ جز تک لکھ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھوں۔

فقہی عبقریت

جدید تحقیق کی روشنی میں آپ کو اکسٹھ علوم وفنون پر کامل درک اور ملکۂ تامہ حاصل تھا، آپ کی فکری عبقریت، علمی وجاہت، فقہی بصیرت، طرز استدلال، قوت تحریر، استحضار ذہن، قلمی بانکپن اور خداداد شوکت وجلالت کو اپنے اور غیر سب نے تسلیم کیا ہے، ڈاکٹر اقبال لاہوری نے اپنا تاثر ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔

"وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغۂ روزگار تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا، ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد

عدل ہیں۔

مولوی عبدالحی لکھنوی نے یوں لکھا ہے:

یندر نظیرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ

یعنی، فقہ حنفی اور اس کے جزئیات میں جو ان کو عبور حاصل تھا اس کی نظیر شاید کہیں ملے۔

مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی نے ان لفظوں میں اعتراف کیا ہے:

"حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علماء حرمین نے بعض سوالات کئے تو ان کے جواب بھی تحریر کئے، متون فقہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت دیکھ کر سب کے سب حیران وششدر رہ گئے۔

بیعت وارادت

امام الفضلاء، بدر الکملاء، قدوۃ العارفین، سید السالکین خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے، بیعت ہونے کا واقعہ بھی بڑا انوکھا ہے، حضرت مولانا شاہ حسنین رضا ابن استاذ زمن حضرت حسن رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیرت اعلیٰ حضرت میں رقمطراز ہیں:

"ایک دن دوپہر کو اعلیٰ حضرت قبلہ روتے روتے سو گئے، خواب میں اپنے دادا جان حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کو دیکھا وہ تشریف لائے اور فرمایا وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے اس درد کی دوا کرے گا چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے جا کر حضرت شاہ

آل رسول قدس سرہ سے مرید کرا دیا، حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے تھے وہ یہ تھے ”آیئے ہم تو کئی دن سے آپ کے انتظار میں تھے“ مرشد برحق کی بے انتہا نوازشوں کو دیکھ کر مریدوں کو حیرت بھی ہوئی تو حضرت اقدس خاتم الاکابر نے فرمایا یہ دونوں باپ بیٹے صاف دل لے کر آئے تھے بس تھوڑی سی توجہ کی ضرورت تھی جو نسبت حاصل ہونے کے ساتھ ہی حاصل ہوگی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ مجھے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی بیعت پر فخر ہے“۔

حضرت مولانا عنایت محمد غوری رضوی فیروز پوری اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت فاضل ہندوستان خلد مکان کے پیر و مرشد حضرت امام العارفین مولانا سید شاہ آل رسول قادری مارہروی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں اگر خدائے بزرگ و برتر مجھ سے فرمائے گا کہ میرے واسطے تو کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔

تجدیدی کارنامے

آپ نے اپنی شوکت علمی اور طہارت فکری کے ذریعے احیائے دین، اشاعت اسلام، ابلاغ حق اور دعوت الی اللہ کا جو زریں کارنامہ انجام دیا ہے وہ یقیناً بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تجدیدی کارنامے سے متاثر ہو کر آپ کے علمی عبقریت کے آستانے پر جبینِ نیاز جھکاتے ہوئے محافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل خلیل مکی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

”بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرنِ لکان حق و صدقا“

ترجمہ: ”بلکہ میں کہتا ہوں کہ ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو بے شک یہ بات سچ اور صحیح ہے“۔

الغرض عرب و عجم کا گوشہ گوشہ آپ کی دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں کا معترف ہے اور الحمد للہ آج بھی آپ کے علم و دراست کی ضیاء باری، فکر و تحقیق کی پاکیزگی اور طنطنۂ فضل و کمال کی چاندنی ہر جگہ محسوس کی جارہی ہے۔

سرورِ کونین محمد عربی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

اِنَّ اللّٰہ یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنةٍ من یُجَدِّدُ لها دینها

یعنی، پروردگار عالم ہر سو سال کے بعد امت کے لئے مجدد مبعوث فرماتا ہے جو اس مقدس دین کو زندہ کرتا ہے۔

فرسودہ مراسم اور بدعتوں کی آلودگیوں کو ختم کرکے شریعت مقدسہ کے پاکیزہ اصول سے امت کو روشناس کراتا ہے اور خود اس کے نقوش گم گشتگانِ راہ کے لئے خط مستقیم اور جادۂ حیات بن جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح آپ پر واضح ہو جائے گی کہ آپ کے وجود مسعود کا لمحہ لمحہ اس حدیث مبارکہ کا کامل ترجمان ہے۔ فکر و عمل سے لے کر زبان و قلم تک زندگی کی ہر ادا اور حیات کی ہر روش اپنے دامن میں اتباع شریعت کی چاشنی، احیاء سنت کی دلکشی، تجدید دین کی تازگی اور عشق رسالت پناہی کی دلربائی کے نہ جانے کتنے نازوانداز لئے ہوئے ہے۔

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا است

میں نے آپ کے سامنے امام احمد رضا قدس سرہ کی حیات کا اجمالی خاکہ پیش کردیا ہے تاکہ آپ کی عبقریت و آفاقیت کا صحیح اندازہ ہو سکے اور وہ لوگ جو آپ کی عظمت و

خداداد شوکت کے منکر ہیں انہیں حق وصداقت کی راہ نظر آجائے۔

اصلاح معاشرہ کے تعلق سے امام احمد رضا قدس سرہ نے کتنا انقلابی اور کلیدی رول ادا کیا ہے اسے ان کی تحریر کے آئینے میں پڑھنے سے پہلے آیئے ان کی سیرت وکردار کے بہتے ہوئے اس صاف وشفاف چشمہ کا سراغ لگائیں جس کے کنارے بیٹھ کر اگر کسی نے ایک جرعہ بھی پی لیا تو اس کی ایمانی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا اور جس کے نوکِ قلم سے نکل کر صفحۂ قرطاس پر مچلنے والا حرف حرف افکار ونظریات اور اعتقاد وخیالات کے اندر کیف وسرمستی کی ایسی ضیائیں بکھیر گیا جس کے اجالے میں ہر حق پسند، منصف مزاج اور گم گشتہ راہ کے لئے سفر کرنا نہایت آسان ہو گیا۔

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

آج بے پردگی اور حیاء سوزی کا بھیانک اور زہریلا اثر جس تیزی کے ساتھ مسلم سماج کے اندر سرایت کر رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے، یہ کتنا زبردست المیہ ہے کہ مسلم خواتین شریعت اور قرآنی ارشادات سے دور ہو کر آزادانہ طرز حیات اور غیر اسلامی روش کو اپنی زندگی میں داخل کرتی چلی جارہی ہیں۔ ہوٹلوں، پارکوں، اور تفریح گاہوں سے لے کر مقدس مقامات تک ایسی غیرت فروشی کا مظاہرہ کرتی ہیں کہ جسے دیکھ کر شیطان بھی شرمندہ ہے۔ امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ مزارات پر عورتوں کا جانا کیسا ہے تو آپ فرماتے ہیں:

غنیّۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور صاحب مزار کی طرف سے۔ جس وقت گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی

اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیم قریب بواجبات ہے اور قرآن نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے۔

اولیاء کرام کے مقدس آستانے جہاں ہر لمحہ رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور ہر پل سعادت وبرکات کی خیرات تقسیم ہوتی ہے جب ایسے باعظمت اور پاکیزہ مقامات پر عورتوں کی حاضری موجب لعنت ہے تو وہ جگہیں جو شیطانوں، اوباشوں اور شرپسندوں کی آماجگاہ ہوں وہاں عورتوں کا بے حجابانہ گھومنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ مگر برا ہو نئی تہذیب اور فیشن پرستی کا کہ آج ہر خاص وعام اس مہلک مرض میں مبتلا ہے۔ کاش کہ لوگ امام احمد رضا قدس سرہ کی تحریرات کی روشنی میں اپنا محاسبہ کرتے اور ہر اس فعل سے اپنے آپ کو روکتے جو خدا اور رسول کی ناراضگی اور غضب کا سبب ہے نیز مخالفین کی جماعت جو الزام تراشی کرتی ہے کہ امام احمد رضا نے عورتوں کو مزارات پر جانے کی اجازت دی ہے اسے تعصب وتنگ نظری، بہتان تراشی اور افتراء پردازی کی سطح سے اوپر اٹھ کر امام اہل سنّت علیہ الرحمہ کی پُرنور تحریر کا مطالعہ کرنا چاہئے ورنہ پھر داورِ محشر کے حضور جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

آج کل بے شرع پیروں کا سیلاب آگیا ہے جسے دیکھو کاکل (زلفیں) بڑھائے، انگلیوں میں انگوٹھیاں سجائے، رنگین کپڑے پہنے، پیری مریدی کی دکان لگائے بیٹھا ہے۔ یہ وقت کی کتنی بڑی ٹریجڈی (TREGEDY) ہے کہ بیعت وارادت اور رشد وہدایت نیابت رسالت کا اہم باب ہے مگر کچھ ناعاقبت اندیش اور ان پڑھ پیروں نے اس پاکیزہ رشتہ کو بھی کمائی کا بہترین ذریعہ اور حصول زر کا اچھا وسیلہ بنا رکھا ہے نہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی، نہ احکام شرعیہ پر عمل، نہ اسلامی اصول سے واقفیت اور نہ ہی علم وآگہی سے کوئی تعلق، اگر ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھئے تو بڑی بے باکی اور جرأتمندی سے جواب دیتے ہیں کہ شریعت الگ شئے ہے اور طریقت الگ۔ امام احمد رضا ایسے پیروں کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا، محض جنون وجہالت

ہے دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق طریقہ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے، اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک۔ جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآنِ عظیم باطل و مردود فرما چکا ہے۔

دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں اصلاً باہم کوئی تخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بد دین۔ شریعت حضور اقدس سید عالم ﷺ کے اقوال ہیں اور طریقت حضور کے افعال، حقیقت حضور کے احوال اور معرفت حضور کے علوم بے مثال ﷺ۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت، ولہٰذا حدیث میں آیا حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: **المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون** بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

ان تحریروں کو حقائق کے اجالے میں پڑھئے اور آپ خود فیصلہ کیجئے کہ وہ پیر جو شریعت کو بالائے طاق رکھ کر صرف طریقت کی بات کرتے ہیں وہ اسلام اور شرع کی نظیر میں سخت مُجرم ہیں یا نہیں لہٰذا آپ ایسے ہی پیروں کے ہاتھ میں ہاتھ دیجئے جن کے دامن

پُر بہار سے اسلامی اور شرعی اصول و ضوابط کی ساری برکتیں وابستہ ہوں۔

آج کے اس پُرفتن ماحول میں کچھ ایسے پیر بھی ملیں گے جو اپنی مریدہ سے مصافحہ کرتے اور اپنے ہاتھ پاؤں کا بوسہ دلواتے ہیں اور مریدہ بھی اس طرح کہ غیر شرعی افعال کر گزرنے میں کوئی شرم و عار محسوس نہیں کرتی۔

شرمِ نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بیعت رضوان کے موقع پر حضور سید عالم نور مجسم ﷺ جب مردوں کی بیعت سے فرصت کے بعد مکان کے اندر تشریف لے گئے اسی وقت عورتیں بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو حضور سید عالم ﷺ نے توقف فرمایا تو فوراً طائر سدرہ یہ آیت پاک لے کر حاضر خدمت ہوئے، آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی موضع ولادت میں) اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے مغفرت چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

حضور رحمت عالم ﷺ نے اس آیت کے بموجب عورتوں کو بھی بیعت کرلیا حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ سے عورتوں کی بیعت صرف کلام سے ہوئی اور حضور کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے مَس نہ ہوا۔...... (۱۸)

یہ حدیث اَن پڑھ اور غیر شرعی پیروں کے لئے تازیانۂ عبرت بھی ہے اور چراغ راہ بھی جو اپنی مریداؤں سے ہاتھ پاؤں کا بوسہ دلواتے ہیں، اب امام احمد رضا قدس سرہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے:

> بے شک غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ و رسول نے حکم دیا (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہوجاتا نبی ﷺ سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا یقیناً وہ ابوالروح ہے اگر پیر ہوجانے سے آدمی محرم ہوجایا کرتا تو چاہئے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

آج اکثر اولیاء کرام کے مزارات پر قرآن و حدیث اور اسلام و سنت کے فیضان اور باطنی عرفان سے محروم سجادگان مزامیر کے ساتھ محفل سماع کا انعقاد اور قوالی کی مجلس گرم کرتے ہیں ڈھول باجوں کی آواز پر خود بھی تھرکتے ہیں اور مریدوں کو بھی خوب ٹریننگ دیتے ہیں اور اب تو نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ عرس کے ایام میں مرد و عورت کا شاندار مقابلہ ہونے لگا ہے نعوذ باللہ منہ، ان سجادگان کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اس فعل شنیع سے جہاں اسلام کا تقدس اور شریعت کا وقار مجروح ہورہا ہے وہیں صاحب مزار کی روح اضطراب کی کروٹیں لے رہی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

> مزامیر جنہیں مٹانے کے لئے حضور پرنور سید عالم ﷺ تشریف لائے تھے (کما فی الحدیث) مطلقاً حرام ہے۔
>
> ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ اس عرس کرنے والے اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ عرس کرنے

والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ اور قوالوں کے جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔

مزامیر یعنی آلات لہو و لعب بروجہ واجب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق ہذا کے کلمات عالیہ میں مصرح ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرت عَلیّہ سادات بہشت برائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم ارضاہ عنا کی طرف نسبت محض باطل و افتراء ہے۔

حضرت سید فخر الدین رازی قدس سرہ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلۂ خلفاء سے ہیں جنہوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور میں بلکہ خود بحکم والا مسئلہ سماع میں رسالہ ''کشف القناع عن اصول السماع'' تالیف فرمایا اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

''سمع بعض المغلوبین السماع مع المزامیر فی غلبات الشوق و اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن ھذہ التھمة و ھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من کمال صنعته اللہ تعالیٰ''

یعنی، بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ شوق و حال میں سماع

> مع مزامیر سنا اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے ہیں''۔
>
> فوائد الفوائد شریف میں تصریح فرمائی ہے کہ ''مزامیر حرام است''
>
> حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لئے سند کافی اور ان اہل ہوا وہوس مدعیان چشت پر حجت وافی۔

اب آیئے ذرا مجلس سماع میں قوالی سے متعلق سلسلۂ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے محبوب مرید وخلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کا ایمان افروز واقعہ سماعت فرمایئے:

> حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں ہیں باہر ہی مجلس سماع میں تشریف فرما تھے، ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے، حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جاننے والے ہو مواجۂ اقدس میں حاضر ہو اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں، انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ ''ایں بد بختاں وقت مارا پریشان کردہ اند'' واپس آئے اور قبل اس کے عرض کریں فرمایا آپ نے دیکھا۔

خدارا انصاف سے بتایئے کہ محفل سماع میں قوالوں سے اس قدر حضرت نے اپنی ناراضگی اور پریشانی کا اظہار فرمایا تو پھر سماع مع مزامیر سے ان پاک ہستیوں کی روح کس

قدر بے چین ہوں گی لیکن برا ہو ان ہوا وہوس کے پجاریوں کا کہ اس قدر دلائل وشواہد کے باوجود سماع مزامیر کے جواز پر قائم رہنا اور اکابر سلسلۂ چشت کی طرف ان قبیح حرکتوں کی نسبت کر کے خالص بہتان اور ظلمات نفس کو فروغ ہی دینا تو ہے۔

مسلمان اسلامی روایات سے ہٹ کر شادیوں میں بڑے فخر کے ساتھ ناچ گانے، ڈھول باجے، آتش بازی اور پٹاخے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس بے ہودہ رسم میں ہر خاص و عام مبتلا ہے کل تک جس چیز کا تصور کرنا بھی حرام تھا آج ان لغو رسموں کو بجا لانے میں مسلمان اپنی شان وعظمت سمجھتا ہے مگر اس بات سے بالکل بے خبر ہے کہ ان ناجائز رسموں کے پیچھے عیسائیت ویہودیت کی پوری مشنری لگی ہوئی ہے، کس طرح ان کے سینے سے جذبۂ حب رسول، مذہبی وقار، اسلامی روح اور شرعی رنگ وآہنگ کو فنا کر دیا جائے اور انہیں نئی روشنی اور مغربی تہذیب کا دیوانہ بنا دیا جائے۔

آج شادیوں میں جو غیر اسلامی کاموں کے لئے روپے کو خرچ کیا جارہا ہے اس سے مذہبی تقدس تو مجروح ہوتا ہی ہے لیکن دوسری طرف اس سے تضیع مال اور اسراف سے مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشی زندگی میں جو بحران ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، کاش کہ! سنجیدہ اور دانشور طبقہ ٹھنڈے دل سے اس اہم مسئلے پر غور وخوض کر کے کوئی ٹھوس اور مثبت اقدام کرتا اور اسلام کی روشنی میں کوئی اہم اصول کی بنیاد رکھتا جس سے قوم مسلم کا وہ سرمایہ جو غلط راہوں پر خرچ ہو رہا ہے اس کی صحیح روک تھام ہو سکے، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

> یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول اور رائج ہیں بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں، خصوصاً وہ ملعون وناپاک رسم کہ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود وملاعین بے بہود سے سیکھی، یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا، خصوصاً ان ملعون بے حیا رسم کا مجمع زنان میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا،

اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظ بے حیا بے غیرت خبیث، بے حمیت مردوں کو مشہدین کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا یہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاجر و فاسق مرتکبِ کبائر مستحق غضب جبار و عذاب نار ہیں۔ والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

جن شادیوں میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں شریک نہ ہوں، آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برأت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا احرام ہے کہ اس میں تضیع مال، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ

وَ لا تبذر و تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین و کان الشیطن لربہ کفورا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (کنزالایمان)

عوام الناس میں یہ توہم پرستی، غلط نظریات اور فاسد خیالات عام طور سے پائے جاتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید رہتے ہیں اور فلاں کے جسم پر فلاں بزرگ آئے ہیں اور ہر جمعرات کو اس درخت کے پاس جا کر شیرینی وغیرہ فاتحہ دلاتے ہیں، لوبان اگر بتی سلگاتے اور ہار و پھول لٹکاتے ہیں، یعنی شہدائے کرام اور اولیاء اللہ کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں

تو وہ درختوں اور انسانی جسموں کو اپنی اپنی پناہ گاہ بنانے لگے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ شہدائے عظام اور اولیائے فخام کی وہ پاکیزہ جماعت ہے جس کی رفعتِ شان اور عظمتِ مکان کی شہادت قرآن پیش کر رہا ہے اور ان کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا ان کی کھلی توہین اور گمراہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ یوں ہی عورتیں شادی کے موقع سے مسجدوں میں جا کر طاق بھرتی ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”یہ سب واہیات، خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہے ان کا ازالہ لازم ہے“۔

یہ سب رسوم جہالت و حماقت و ممنوعات بے ہودہ ہیں مگر بت پرستی اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہاں گنہگار و مبتدع ہیں۔

لوگوں میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ محرم الحرام اور صفر کے مہینے میں نکاح کرنا منع ہے اسی طرح ۳، ۱۳، ۲۳ اور ۸، ۱۸، ۲۸ کی تاریخوں اور پنج شنبہ (جمعرات) اور چہارشنبہ (بدھ) کے ایام میں شادیاں نہیں کرتے کیونکہ ان تاریخوں، مہینوں اور دنوں میں شادی مسرت کے بجائے کلفت کا پیام لاتی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

نکاح کسی مہینے میں منع نہیں یہ غلط مشہور ہے۔

یہ سب باطل اور بے اصل ہے۔

آج کچھ لوگ اپنے گھروں میں پیر کی تصویر سجا کر رکھتے ہیں اور ہر روز اس پر ہار پھول پیش کرتے ہیں، حضور سید عالم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

”لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب و صورۃ“

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا جاندار کی تصویر ہو“۔

مگر عقیدت کے بہاؤ میں انسان ہر وہ کام کر بیٹھتا ہے جو شریعت کی نظر میں ناجائز و حرام اور ناپسندیدہ و مردود ہے، امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

حضور سید عالم ﷺ نے ذی روح کی تصویر بنانا بنوانا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں، اور ان کے دور کرنے اور مٹانے کا حکم دیا، حدیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں، یہاں چند مذکور ہوتی ہیں:

صحیحین ومسند امام احمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"کل مصور فی النار یجعل اللہ لہ بکل صورۃ صَوَّرَھا نفساً فتعذبہ فی جھنم"

ہر مصور جہنم میں ہے اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ جو جہنم میں اسے عذاب کرے گی۔

انہیں میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"اِنَّ اَشَدَّ النَّاس عذاباً یوم القیامۃِ المصوِّرُوْنَ"

بے شک نہایت سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں پر ہے۔

صحیحین وسنن نسائی میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ان الذین یصنعون ھذہ الصُّوَر یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم اَحیُوْا ما خَلَقْتُم"

بے شک یہ جو تصویر بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے ان سے کہا جائے گا یہ صورتیں جو تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈالو۔

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ ابن عمر اور صحیح مسلم میں ام المؤمنین

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نیز اسی میں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور راور مسند امام احمد میں بسند صحیح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی:

اِنَّا لا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَّ صُوْرَةٌ

ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس ﷺ نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں مٹا دو، عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر امتثالِ حکمِ اقدس میں سرگرم ہوئے، زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر باہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹا دیئے جب حضور اقدس ﷺ سے فرمایا کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نشان باقی رہ گیا تھا پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دھلی تھی، حضور پرنور ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بنفسِ نفیس کپڑا اتار کر ان کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

قارئین کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ اور برتر وبالا ہیں مگر سرور عالم ﷺ نے ان کی تصویر کو کعبہ شریف سے مٹایا تو پھر پیروں کی تصویروں کو اپنے گھروں میں سجانا اور بطور تبرک رکھنا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے،

پروردگار عالم ہر مسلمان کو ان غلط حرکتوں سے محفوظ رکھے۔

محرم الحرام کے موقع پر ملک کے اکثر حصوں میں تعزیہ بنایا جاتا ہے اور کہیں ہاتھی، گھوڑے اور اونٹ کی شکلیں بنائی جاتے ہیں، اور معاذ اللہ تصور کیا جاتا ہے اس میں امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف ہے اس پر پھول، ہار، چادر وغیرہ ڈالتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں شیرینی، مالیدہ، شربت پر نیاز دلاتے ہیں، پیسہ اور لڈو لٹاتے ہیں، پھر دسویں محرم کو اس تعزیہ کو دفن کیا جاتا ہے، ان خرافات سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ حضور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بنیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہ ہر غیر جاندار کی بنانا رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کے معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بنیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقہ بہ طبقہ ائمہ دین علمائے معتمدین نعلین شریفین حضور سید الکونین ﷺ کے نقشے بنائے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرمائے ہیں جسے اشتباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے، مگر جہال بے خرد نے اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں اول تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراشیں نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ

دشت بہ دشت اشاعت غم کے لئے اس کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا، منتیں مانتا ہے حاجت روا جانتا ہے پھر باقی تماشے باجے مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بے ہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کو اگلی شریعتوں سے اس شریعتِ پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا، پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا۔ ریا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے تاشے باجے بجتے چلے طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے جنازے ہیں کچھ نوچ ناچ باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقۂ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے۔ اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے

آمین ۔اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و
ناجائز وحرام ہے ہاں اگر اہل اسلام صرف جائز طور پر حضرات
شہدائے کرام علیہم الرضوان القام کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی
سعادت پر اقتصار کرتے تو اس قدر خوب ومحبوب تھا اور اگر نظر شوق و
محبت میں نقل روضۂ انور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کہ
صحیح نقل بغرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم
اور تصنع الم ونوحہ زنی و ماتم و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے
اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب ایسی نقل میں بھی اہل بدعت
سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی
اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے لہٰذا روضۂ
اقدس کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت
کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے ۔

دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور
تعظیم وعقیدت سخت حرام و اشد بدعت ۔اللہ سبحانہ تعالیٰ مسلمان
بھائیوں کو راہ حق کی ہدایت فرمائے ،آمین

محرم الحرام کی مجلسوں میں غیر مستند کتابوں کے واقعات اور شہادت نامے پڑھے جاتے ہیں اور نا خواندہ مقرر عوام خوش کرنے کے لئے من گھڑت روایات بیان کرتے ہیں، مرثیہ پڑھا جاتا ہے،امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

شہادت نامے نظم یا نثر جو آج کل عوام میں رائج نہیں اکثر روایات
باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا

پڑھنا سننا وہ شہادت نامہ ہو خواہ کچھ اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ
کہیں وہ مطلقاً حرام وناجائز ہے خصوصاً جب کہ وہ بیان ایسے خرافات
کو متضمن ہو جس سے عوام کے عقائد میں زلل آئے کہ پھر تو اور بھی
زیادہ زہر قاتل ہے ایسے ہی وجوہ پر نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد غزالی
قدس سرہ وغیرہ ائمہ کرام نے حکم دیا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے ۔

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ و روایات
باطلہ پر مشتمل ہیں یوہیں مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا گناہ وحرام
ہے حدیث میں ہے:

نهى رسول الله ﷺ عن المراثي

رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

آج معاشرہ میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ چکا ہے کہ اگر کسی کے گھر میں تیترا لڑکا پیدا ہو تو لوگ اسے نحوست سے تعبیر کرتے ہیں زحمت اور پریشانی کا باعث بتاتے ہیں اور اگر تیتری لڑکی ہو تو اسے فال نیک اور بلند نصیب تصور کرتے ہیں۔امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ محض باطل، زنانے اوہام اور ہندوانہ خیالات شیطانیہ ہیں ان کی
پیروی حرام ہے۔

فلم سے معاشرے میں جہاں اخلاقی بے راہ روی اور بے شمار بداعمالیاں پیدا ہو گئیں ہیں وہیں یہ لعنت بھی بری طرح گھر کر گئی ہے کہ مرد عورتوں کا لباس پہننے لگے ہیں اور عورتیں مردوں سا لباس استعمال کرنے لگی ہیں، مردوں نے عورتوں کی طرح کاندھے سے نیچے لمبے لمبے بال رکھنا شروع کر دیے ہیں اور عورتیں مردوں کی طرح چھوٹے چھوٹے بال رکھنے لگی ہیں اور المیہ یہ ہے کہ اس میں ہمارا مسلم معاشرہ بھی ملوث ہے اور اس بد چلنی، بے

حسی اور بد اخلاقی کو ترقی اور نئی روشنی کا نام دیا جاتا ہے مگر سچ بتایئے یہ ترقی ہے یا تنزلی، یہ روشنی ہے یا تاریکی آیئے پڑھئے امام احمد رضا کیا فرماتے ہیں:

> حرام ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
>
> **لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء و التشبھات من النساء بالرّجال**
>
> اللہ کی لعنت ان مردوں پر کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر کہ مردوں سے۔
>
> ایک عورت مردوں کی طرح کمان کاندھے پر لٹکائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ فرمایا۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ خود پہنتی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع مردانی اختیار کرے، کمان اجزائے بدن نہیں جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ سخت تر ہوگی، لہٰذا عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے یو ہیں مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام و موجب لعنت ہے۔

آج کا مسلمان فیشن پرستی میں اس قدر اندھا ہو چکا ہے کہ اپنے مذہبی شعار کو خود اپنے ہاتھوں دفن کر رہا ہے، داڑھی اسلام کا شعار اور نبی محترم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت جلیلہ و عادت کریمہ تھی مگر مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس سنت سے محروم نظر آرہا ہے، مگر یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہم اپنے مذہبی شعار سے گریزاں ہیں اور غیروں کی تہذیب کو اپنی زندگی میں داخل کر کے ہی فخر و انبساط اور مسرت و شادمانی

محسوس کرتے ہیں، امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

> داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سید عالم ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع و حرام اور کفار کا شعار۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
>
> **عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعف باللحیۃ** الحدیث
>
> یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان میں سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا رواہ مسلم۔
>
> شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح میں فرماتے ہیں حلق کردن لحیہ حرام است۔ اور حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:
>
> **خالفوا المشرکین و اوفوا اللحی و اعفوا الشوارب**
>
> مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کردو۔
>
> اور بعض احادیث میں وارد مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوسی کی شکل نہ بناؤ۔ سنت سنیہ رسول اللہ ﷺ کو ترک اور مشرکین اور مجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں علاوہ بریں اس میں تغیر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے۔

آج بعض ناعاقبت اندیش یہ کہتے ہوئے نہیں جھجکتے کہ داڑھی رکھ کر بھی بہت سے لوگ جھوٹ بولتے ہیں، غلط کام کرتے ہیں اور نماز روزے سے کوسوں دور ہیں تو پھر ایسی داڑھی رکھنے سے کیا فائدہ! اس سے تو بہتر ہے کہ اس کا ظاہر خلاف سنت ہے اور باطن آراستہ ہو اور نماز و روزہ کی پابندی کرتا ہو۔ امام احمد رضا قدس سرہ یہ فرماتے ہیں:

> اس میں شک نہیں کہ اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر و ارتکاب محرمات و ممنوعات کی کس نے اجازت دی۔

تعمیل حکم شرع و اتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے وہ اپنے دعوے میں ہی جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگر فی الواقع باطن اس کا زیور صلاح سے مزین اور بحکم خدا و رسول منقاد ہوتا تو اتباع سنت چھوڑ کر شعار کفر و شرک و بدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکم شرع سن کر سر جھکاتا اپنے فعل شنیع پر مصر نہ ہوتا۔

آج کثرت سے لوگ اپنی داڑھی اور بالوں کو سیاہ کرنے کے لئے کالا خضاب استعمال کرتے ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ خضاب لگانے سے خوبرو اور جوان نظر آتا ہوں مگر شاید وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ چہرے کی شکنیں ان کی کہولت و بڑھاپے کا اعلان کر رہی ہیں، آیئے ذرا امام احمد رضا قدس سرہ کی تحریر پر تنویر کا مطالعہ کیجئے:

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناطق۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا: **غیّروا ھذا بشیئ و اجتنبوا السواد**۔ اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

غیروا الشیب و لا تقربوا السواد

سپیدی تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حضور والا ﷺ فرماتے ہیں:

یکون قومٌ فی آخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحۃ الجنۃ

آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ و نیلگوں ہوتے ہیں نبی ﷺ نے ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی، ابن سعد عامر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرسلاً راوی سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لا ینظر الی من یخضِبُ بالسَّوَادِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

نیز کبیر طبرانی میں بسند حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور پُر نور ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ مَثَّل بالشَّعر فلیس لَهٗ عِنْدَ اللّٰہِ خلاقٌ

جو بالوں کی ہیئت بگاڑے اللہ کے یہاں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں ہیئیات بگاڑنا یہ کہ داڑھی مونڈھے یا سیاہ خضاب کرے۔ ابن سعد طبقات میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

نھی رسول اللہ ﷺ عن الخضاب بالسواد

رسول اللہ ﷺ نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔

افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لئے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے، جمہور ائمہ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں تو اس سے کراہت تحریم مراد لیتے ہیں جس کا مرتکب گناہگار و مستحق عذاب نار ہے۔

اس توہم پرستی کے دور میں جہاں بہت سے غلط افکار نے فروغ پایا انہیں میں ایک

یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھلا کر اپنے اچھے برے کی تقدیر کو دریافت کرتے ہیں اور اس مرض میں عورتیں زیادہ مبتلا ہیں، دیکھئے اما احمد رضا قدس سرہ کیا تحریر فرماتے ہیں:

کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا بُرا دریافت کرنا اگر بطور اعتقاد ہو یعنی جو یہ بتائیں حق ہے تو کفرِ خالص ہے اسی کو حدیث میں فرمایا:

فقد کفر بما نزل علی محمد ﷺ

اور اگر بطور اعتقاد فیض نہ ہو مگر میل و رغبت کے ساتھ ہو تو گناہ کبیرہ ہے اس کو حدیث میں فرمایا:

لم یقبل اللّٰہ لہ صلاۃ اربعین صباحاً

اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔

اور اگر بطور ہزل و استہزا تو عبث و مکروہ وحماقت ہے، ہاں اگر بغرضِ تعجیز ہو تو حرج نہیں۔

آج کچھ لوگ عقیدت میں مزارات کو سجدہ کرتے ہیں اور اسلام کے اس اصول سے بے خبر ہیں کہ ہماری شریعت نے غیر اللہ کے لئے سجدہ عبادت کو کفر وشرک اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے، اسی سلسلہ میں امام احمد رضا نے الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ کے نام سے ایک جامع اور مبسوط رسالہ تحریر فرمایا جس میں متعدد آیات قرآنی، چالیس احادیث مقدسہ اور تقریباً ڈیڑھ سو نصوص فقیہ سے ثابت فرمایا کہ عبادت کی نیت سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک وکفر ہے اور تعظیم کی نیت سے حرام۔ امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کے سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے

نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفر مبین ہے اور سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔ اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین، ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عند التحقیق کفر صوری پر محمول۔

صحابہ کرام نے حضور سے سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ایسا سخت حرام ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا جب خود حضور اقدس ﷺ کے لئے سجدۂ تحیت کا ایسا حکم پھر اوروں کا کیا ذکر۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے چالیس احادیث سے سجدۂ تحیت کے حرام ہونے کا ثبوت فراہم فرمایا ہے یہاں پر صرف تین احادیث نقل کرتا ہوں:

قال جاءت امرأۃ الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله اخبرنی ما حق الزوج علی الزوجة قال لو کان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لأمرت المراۃ ان تسجد لزوجها اذا دخل علیها لما فضله الله علیها

ایک عورت نے بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟ فرمایا: اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے اس فضیلت کے سبب جو اللہ نے اس پر رکھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی:

دخل النبی ﷺ حائطًا فجاء بعیرٌ فسجد له فقالوا هذه

بهيمة لا تعقل سجدت لک و نحن نعقل فنحن احق ان نسجدَ لک فقال ﷺ لا يصلح لبشر ان يسجد لبشر لو صلح لأمرت المرأة انْ تسجدَ لزوجها لما له من الحق عليها

حضور اقدس ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک اونٹ نے حاضر ہو کر حضور کو سجدہ کیا، صحابہ نے عرض کی یہ بے عقل چوپایہ ہے اس نے حضور کو سجدہ کیا ہم تو عقل رکھتے ہیں ہمیں زیادہ لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے اس حق کے سبب جو اس کا اس پر ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے:

قال دخل النبي ﷺ حائطًا للانصار و معه ابو بكر و عمر في رجالٍ من الانصار في الحائط غَنَمٌ فسجدن له فقال ابو بكرٍ يا رسول الله كُنَّا نحن اَحقُّ بالسجودِ لکَ من هذه الغنم قال اِنَّهٗ لا ينبغي في اُمَّتي ان يسجد اَحَدٌ لاحدٍ و لو كان ينبغي اَنْ يَسْجُدَ اَحَدٌ لِاَحدٍ لَاَمَرْتُ الْمَراَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوجِهَا

حضور انور ﷺ انصار کے ایک باغ میں تشریف فرمائے صدیق و فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمرکاب تھے باغ میں بکریاں تھیں انہوں نے حضور کو سجدہ کیا صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہم حقدار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں، فرمایا: بے شک میری امت میں نہ چاہئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا۔

قبروں پر چراغ بتی جلانا ایک عام بات ہو چکی ہے بلکہ کچھ لوگوں نے اسے ضرورت میں شامل کر لیا ہے امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنيات

اور جو کام دینی فائدے اور دنیاوی نفع جائز سے خالی ہو عبث ہے اور عبث مکروہ ہے اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

یونہی لوبان اور اگربتی کے سلسلہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عود، لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز کرنا چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو اور قریب قبر سلگانا بلکہ یوں کہ صرف قبر کے لئے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے۔ اسراف اور اضاعت مال۔ میت صالح اس غوغے ے سبب جو اس قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں، بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں دنیا کے اگربتی لوبان سے غنی ہے۔

آج کچھ ناخواندہ حضرات اور علم شریعت اور طریقت سے ناآشنا سجادگان کو یہ دیکھا گیا کہ وہ مزارات کا طواف کرتے ہیں اور اپنی اندھی عقیدت کا سہارا لے کر وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں جس کی شریعت قطعی اجازت نہیں دیتی۔ امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بہ خانہ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہئے، علماء اس میں مختلف

ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے، آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس میں شریعت میں ممانعت نہیں آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی۔

آج کل اکثر لوگ حضور سید عالم ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ صلعم یا ع یا ص یا صلل لکھ دیتے ہیں۔ اور یہ بدعت شنیعہ وہابیوں سے شروع ہوئی ہے اور اب اس مرض میں سنّی حضرات بھی مبتلا ہیں۔

صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نام پاک کے ساتھ تحریراً یا تقریراً درود شریف لکھنا مومن کے لئے ضروری ہے۔ بخل، کنجوسی، حسد، وقت اور کاغذ کی بچت کی وجہ سے درود شریف کے بجائے مہمل اشارات پر عمل کرنا خارجیوں کا طریقہ کار ہے۔ سب سے پہلے اس کی ابتداء بنو اُمیّہ کے زمانے میں ہوئی۔ نجدیہ نے اسے اپنایا اور وہابیہ نے اسے پروان چڑھایا اور یہ ناپاک حرکت آج بھی ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

درود شریف جو ایک نہایت پاکیزہ اور جامع دعائیہ کلمہ ہے اور وہ زبان و دہن کس قدر مقدس ہیں جن سے درود شریف کا ورد ہوتا ہے اور اس پاکیزہ لب کو کیا کہیے جس کو ملائکہ اپنے نوری پَروں سے مس کرتے ہیں اور خوش ہو کر چوم لیتے ہیں ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر معراج زندگی اور کیا ہوسکتی ہے کہ جب بھی سردار مدینہ سرور قلب و سینہ ﷺ کا نام نامی آئے تو قلب و زبان سے درود شریف کے نغمے ابلنے لگیں۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سب سے پہلے جس شخص نے درود پاک کا کلمہ مہمل میں لکھا تھا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا قانونِ قدرت بھی یہی تھا کہ جو چور مال کی چوری کرتا ہے اس کے متعلق قرآن حکیم کا یہ فیصلہ ہے:

﴿فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا﴾

کاٹ دو ان کے ہاتھ۔

اور اس بدنصیب نے مال تو نہیں مال سے قیمتی چیز عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کی چوری کرنے کی کوشش کی تو پروردگار عالم کے نزدیک مال کی چوری سے عظمت ﷺ کی چوری کی سزا سخت سے سخت تر ہے:

قُطِعَ ذريّتُهٗ و لَمْ يبق منهم احداً

اس کی نسل ہی ختم کردی گئی۔

امام محی الدین علیہ الرحمہ کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں:

يكره الزمر بالصلوٰة و الترقم بالكتابة بل يكتب بكماله و لا ليسام منه الاّ حرم خطاً عظيماً

درود شریف کو اشاروں کنایوں سے لکھنا مکروہ تحریمہ ہے بلکہ پورا درود شریف لکھے کلمۂ مہمل سے درود شریف لکھنا حرام، گناہ عظیم ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

(تحفۃ الصلوٰۃ الی النبی المختار، ص ۶۲۔۶۳)

اب آیئے امام احمد رضا قدس سرہ کی تحریر پرتنویر سے دل و نگاہ کو تازگی بخشتے ہیں:

درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم یا ع یا م یا ع یا ص یا صلعم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے القلم احدی اللسانین جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے، میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ "فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ" میں نہ داخل ہوں، نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے ﷺ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

خصائص مصطفیٰ ﷺ پر کیے گئے مخالفین کے سوالات کے دندان شکن جوابات

اَلْقِلَادَۃُ الطَّیِّبَۃُ الْمُرَصَّعَۃُ
عَلٰی
نُحُوْرِ الْأَسْئِلَۃِ السَّبْعَۃِ

مؤلفہ

مولانا ابوالفتح عبیدالرضا **محمد حشمت علی خان** صاحب قادری رضوی لکھنوی علیہ الرحمہ

(ولادت ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۱ء......وفات ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء)

تخریج و حواشی

حضرت علامہ مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمعیۃ اشاعۃ أھل السنۃ)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : اَلْقِلَادَۃُ الطَّیِّبَۃُ الْمُرَصَّعَۃُ علی نُحُوْرِ الْأَسْئِلَۃِ السَّبْعَۃِ

مؤلف : مولانا ابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی خان قادری

تخریج وحواشی : حضرت علامہ مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی

سنِ اشاعت : ربیع الاول ۱۴۳۰ھ/مارچ ۲۰۰۹ء

تعدادِ اشاعت : ۳۳۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

حرفِ آغاز

علمِ کلام تمام علومِ دینیہ کی بنیاد اور سرچشمہ ہے۔اس لئے تمام علوم اس بات کو ثابت کرنے کے محتاج ہیں کہ واجب اور اس کی صفات کا وجود ہے اور اس نے رسولوں کو بھیجا، کتابیں اتاریں، شریعت کے قوانین اور احکام جاری کئے۔جب تک یہ باتیں ثابت نہ ہوں اور علوم ثابت نہیں ہوسکتے۔اور ان امور کے اثبات کی ذمہ داری علمِ کلام ہی کے سر ہے، لہٰذا اس علم سے واقف ہونا، اس کے اصول وفروع کا جاننا اور اس کے حفظ ونشر کا اہتمام ضروری ہے۔

علمِ کلام عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں دیگر علوم وفنون کی طرح مدوّن ومرتب نہیں تھا نہ صحابہ کرام کو اس کی ضرورت تھی بلکہ وہ اسی پر اکتفا کرتے تھے جو قرآن وسنت میں پاتے تھے یا ان کا دینی شعور جن عقائد واضحہ کا ادراک کرتا۔وہ فروع کی باریکیوں میں نہ پڑتے تھے۔لیکن جب فتنے اٹھنے لگے، نئی نئی جماعتیں وجود میں آئیں اور غیر دینی عقائد تراشے جانے لگے تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کی گمراہیوں کا پردہ چاک کر کے حق کو واضح کیا جائے اور صحیح وفاسد کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ دیا جائے، چنانچہ علمائے اسلام نے اس جانب توجہ کی اور دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں علمِ کلام کے اصول وفروع مقرر کئے اور ایک مستقل علم کی حیثیت سے اسے مرتّب کیا تا کہ قوم کو ہدایت حاصل ہو اور فرقِ باطلہ کی گمراہیوں سے باخبر ہوکر ان سے عوام بچ سکے۔

جب بھی کسی بدمذہب نے اپنا نیا عقیدہ ظاہر کیا تو ائمہ اسلام نے کھل کر اس کا ردکیا۔

مثلاً جب قدریہ نے کہا کہ ”بندہ اپنے افعال کا خالق ہے، بندے کے افعال نہ مقدّر رمن اللہ ہیں نہ مخلوق خدا“ تو علمائے اسلام نے اس کا جواب دیا اور صراحت فرمائی کہ ”خیر وشر جملہ افعال تقدیرِ الٰہی سے ہیں کائنات میں اس کے سوا کوئی خالق نہیں“۔

خوارج نے کہا کہ ”گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے“ تو علمانے فرمایا: ”گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ مومن کو اسلام سے خارج نہیں کرتا۔جب تک وہ اسے حلال نہ جانے یا کوئی باطل عقیدہ نہ رکھے“۔معتزلہ نے جب کہا کہ ”قرآن مخلوق ہے“ تو علمائے حق نے صاف طور سے بیان کیا

کہ ”قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے“۔

اور جب فرقۂ مجسمہ اور مشبہہ پیدا ہوئے اور انھوں نے اللہ کے لئے مخلوق کی طرح جسم، جہت، ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور شکل وصورت ثابت کئے تو علماء اسلام نے ان کا ردکیا اور عقیدہ کی کتابوں میں صراحۃً یہ عقیدہ بیان کیا کہ ”اللہ تعالیٰ جسم وجہت سے پاک ہے اور اس کی ذات مخلوق کے مثل ہونے سے منزّہ ہے“۔

اسی سبب سے علم کلام میں کافی وسعت پیدا ہوگئی۔اس علم کا تقاضا ہے کہ انسان اسلامی فرقوں کو پہچانے اور ان کے ان باطل عقیدوں کو جانے جن کا علماء نے ردکیا اور اپنی کتابوں میں عقائد حقہ کی صراحت کی ہے تا کہ انسان حق پر قائم رہے اور باطل سے گریز کرے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء اہلسنّت نے ہر زمانے میں نو پید فتنوں کے ردّ میں تصانیف لکھیں تا کہ عوام ان عقائد باطلہ سے آگاہ رہے اور گمراہوں کی گمراہی سے محفوظ رہے۔جمعیت اشاعت اہلسنّت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والثناء کی امت کی خیر خواہی کے لئے علمائے اہلسنّت کی تصانیف عوام اہلسنّت تک پہنچائیں۔

اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اراکین ادارہ کی درخواست پر شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النور حضرت علامہ مولانا مفتی عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی نے شیر بیشۂ اہلسنّت حضرت علامہ ابوالفتح مولانا حشمت علی خان ابن نواب علی خان لکھنوی علیہ رحمۃ الرحمان المتوفی ۱۳۸۰ھ کے اس نایاب رسالے القلادة الطيبة المرصّعة علی نحور الاسئلة السبعة میں موجود عبارات کی تخریج وحواشی مستند کتب کے حوالے سے تحریر فرمائے، اس طرح آپ کی اس کاوش نے رسالے کی اہمیت اور افادیت کو بڑھا دیا ہے اور اسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلہ مفت اشاعت نمبر ۱۷۹ شائع کر رہی ہے۔دعا ہے اللہ عزوجل مصنف علیہ الرحمہ، محشی اور اراکین ادارہ کی اس کاوش کو اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے عوام اہلسنّت کے لئے نافع بنائے۔آمین

محمد عارف نوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت علیہ الرحمہ

از قلم

مولانا محمد حسن علی قادری رضوی بریلوی

حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت مظہر اعلیٰ حضرت امام المناظرین غیظ للمنافقین علامہ ابوالفتح مولانا عبید الرضا حافظ قاری الحاج شاہ محمد حشمت علی خان صاحب قادری رضوی لکھنوی قدس سرہٗ العزیز دنیائے اہلسنّت میں ایک نہایت ممتاز مقام اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، آپ بیک وقت نہایت کامیاب مناظر مقبول خاص و عام مقرر و خطیب، جید عالم و فاضل، بلند پایۂ مفتی و مدرس اور بہترین ادیب و مصنّف اور اعلیٰ درجہ کے نعت گو شاعر ہیں، وہ ہمت و جرأت و استقامت اور دلیری میں اپنی مثال آپ تھے، فتح آپ کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی، آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ ہر میدان میں فتح و نصرت نصیب ہوئی، وہ صحیح معنوں میں ابوالفتح تھے، آپ بکثرت مناظروں میں شریک اور متعدد مقدمات میں ماخوذ ہوئے لیکن ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی اور آپ ہر میدان میں اور عدالت میں ظفر مند ہوئے اور ہر میدان و عدالت میں عظمت و ناموسِ رسالت کا علم اور سُنّیت کی حقانیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی عظمت کا پرچم بلند فرماتے رہے، آپ کی آمد کی خبر اور نعرۂ حق کی گونج سے دشمنانِ دین و کفار و مرتدین مخالفینِ اہلسنّت کے بڑے بڑے مایہ ناز علماء اور مناظرین کے دل دہل جاتے تھے اور بسا اوقات وہ مناظرہ گاہ میں پہنچنے کے بعد یا آپ کا سامنا کئے بغیر ہی راہ فرار اختیار کرتے تھے اور آپ کے علمی و تحقیقی دلائل کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے، ایسے موقعوں پر آپ تحدیثِ نعمت کے طور پر اکثر اپنی نعت کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

سگ ہوں میں عبید رضوی غوث و رضا کا
آگے سے مرے بھاگتے ہیں شیر ببر بھی

جب آپ عشق و محبت مصطفوی ﷺ سے سرشار ہو کر والہانہ انداز میں تقریر فرماتے اور اپنے مرشد برحق سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت مجدّد دین و ملّت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام بلاغت نظام عرش واحتشام۔

زمین و زمان تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

جھوم جھوم کر پڑھتے تو مجمع تڑپ اٹھتا اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں آتیں اور تکبیر و رسالت و غوثیت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھتی اور بقول مولانا ابوالنور محمد بشیر مدیر ''ماہ طیبہ''۔

فلک سے سنتے آتے تھے ملائک داستان ان کی

ابتدائی حالات:

شیر بیشۂ اہلِ سنّت مولانا محمد حشمت علی خان صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ کی ولادت جناب مولوی نواب علی خان صاحب کے ہاں ۱۳۰۹ھ میں ہوئی، آپ ''سگ بارگاہِ بغداد'' کے جملہ سے اپنا سن ولادت بیان فرمایا کرتے تھے، حضرت اسد السنّۃ مجاہد ملّت مولانا مفتی قاری محمد محبوب علی خان صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ خطیب مدن پورہ بمبئی آپ کے چھوٹے بھائی تھے، آپ کے والدین نے بچپن ہی سے ان حضرات کو دینی تعلیم کی طرف راغب کردیا تھا، حضرت شیر بیشۂ سنّت نے صرف دس سال کی عمر شریف میں قرآن عظیم حفظ کرلیا تھا، بارہ برس کی عمر میں قرأت کی سند بروایت حفص حاصل کی اور تیرہ برس کی عمر میں سند قرأت سبعہ اور چودہ سال کی عمر میں سند عشرہ حاصل کی اور ابتداءً بعض بدعقیدہ علماء سے کچھ پڑھا مگر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان صاحب نوری رضوی قدس سرّہٗ کی برکت سے اس سے نجات مل گئی اور دار العلوم جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور حضرت صدر الصدور صدر الشریعت

بدرالطریقت مولانا علامہ محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی مصنّف ''بہارِشریعت'' و حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا علامہ محمد حامد رضا خان صاحب قدس سرّہ اور بعض اسباق خود سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت قدس سرّہ العزیز سے پڑھے اور دارالعلوم منظر الاسلام میں تعلیم مکمل فرمائی اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ کے سالِ وصال ۱۳۴۰ھ میں آپ جملہ علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے۔

دستار بندی:

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی دستار بندی وجبّہ پوشی سیدنا حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قدس سرّہ، سیدی صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ، حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضور مفتی اعظم شیخ العلماء مولانا شاہ مصطفیٰ رضا شاہ مصطفیٰ رضا خانصاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے مبارک ہاتھوں سے ۱۳۴۰ھ میں ہوئی، اسی سال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہوا مگر فتویٰ نویسی کا کام آپ نے اعلیٰ حضرت کی حیاتِ مبارکہ میں ہی خود حضور پُرنور سے شروع فرمادیا تھا۔

شرفِ بیعت:

حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت علیہ الرحمہ کو شرفِ بیعت امامِ وقت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہے اور انہی کی خدمت بابرکت میں رہ کر اپنے قلب کو نورِ ایمان سے منوّر فرمایا اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے، زمانۂ طالب علمی میں آپ اکثر سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرّہ کی بارگاہ میں حاضر رہتے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی آپ پر خاص شفقت فرماتے اور آپ کو اپنی عنایات سے نوازتے تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرّہ نے آپ کو ''ولد مرافق و

غیظ المنافق'' کے خطاب سے مشرّف فرمایا، اعلیٰ حضرت جیسی عظیم شخصیت کے دربار میں حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت کے اس مقام وقرب سے ہی آپ کی عظمت و شان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اجازت وخلافت:

سندِ فراغت و دستارِ فضیلت کے بعد حجۃ الاسلام امام الاولیاء مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قادری نوری، سیدی صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہما اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم قبلہ سجادہ نشین بریلی شریف نے آپ کو اپنی اجازتوں اور خلافتوں سے سرفراز فرمایا۔ حضرت حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کے خلفِ اکبر حضرت مفسرِ اعظم ہند علامہ مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خان صاحب جیلانی میاں قدس سرّہ العزیز کا بیان ہے: ابا جی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ایک مولانا سردار احمد صاحب اور ایک مولانا حشمت علی خاں صاحب۔ اور یہ سیدنا امام حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی نگاہ مبارک کا اثر ہے کہ دونوں ہی ہم ذوق و ہم مزاج، سخت و متصلّب اور جذبۂ تبلیغ سنّیت سے سرشار تھے۔

پہلا مناظرہ:

حضرت مولانا محمد حشمت علی خانصاحب علیہ الرحمہ کی طبیعت مناظرانہ تھی، جب بھی موقع ملتا آپ شیر بن کر گرجتے اور احقاق حق و ابطال باطل فرماتے، سیدنا اعلیٰ حضرت بھی آپ کے اس جوہرِ درخشاں کو پہچانتے اور قدر و عزت افزائی فرماتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ کا واقعہ ہے کہ ہلدوانی میں ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے مولوی یاسین خام سرائی خلیفہ تھانوی سے مناظرہ و مقابلہ کے لئے شیر بیشۂ سنّت علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا، اس وقت حضرت مولانا کی عمر صرف ۱۹ سال تھی، اور

اہلسنّت کی طرف سے آپ تنہا مناظر تھے،اس کے باوجود آپ نے سرد وگرم چشیدہ مولوی یاسین خام سرائی کو حفظ الایمان کی کفری عبارت پر مناظرہ کر کے ساکت وصامت کر دیا اور مسئلہ علم غیب پر وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔زمانۂ طالب علمی ہی میں یہ آپ کا پہلا مناظرہ تھا جس میں نے آپ نے بے مثال فتح وکامیابی حاصل کی، جب سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرّہ نے اس مناظرہ کی روئیداد سنی تو بہت خوش ہوئے اور آپ کو اپنے سینہ مبارکہ سے لگایا، بے شمار دعاؤں سے نوازا،ابوالفتح کی کنیت عطا کی اور فرمایا آپ ابوالفتح ہیں، نیز اپنا عمامہ شریف اور انگرکھا مبارکہ عنایت فرمایا، پانچ روپے نقد انعام عطا فرما کر پانچ روپے مہینہ وظیفہ مقرر فرما دیا اور اس طرح عزت افزائی فرما کر سربلندی عطا فرمائی، چنانچہ اعلیٰ حضرت ہی کا یہ فیضانِ نظر اور آپ کی عطا کردہ کنیت ابوالفتح کا اثر تھا کہ آپ ہر جگہ وہر موقعہ پر ہمیشہ فتح مند وسربلند رہے،موافقین ومخالفین نے بارہا آپ کی فتح مندی اور کامیابی وکامرانی کے جلوے اور مظاہرے اپنی آنکھوں سے دیکھے، آپ نے ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ میں مذہب اہلسنّت و جماعت کی حقانیت و مسلک اعلیٰ حضرت کے ڈنکے بجائے، شاتمانِ رسول گستاخانِ شانِ نبوت و رسالت کو تہس نہس فرمایا، بے دینیت کے پرچم سرنگوں اور بدمذہبیت کے قلعے زمین بوس کئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بھولے بھٹکوں کو بے دینوں کے دام وفریب سے بچایا،عقائدِ باطلہ،نظریاتِ فاسدہ سے توبہ کرائی اور سچا پکا سُنّی بنایا۔جزاہ اللہ خیر الجزا

خواب میں اعلیٰ حضرت کی زیارت وبشارت:

حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خانصاحب علیہ الرحمہ ایک دفعہ وظائف ذکر واذکار کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت کے بیاض مبارک سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے وظائف واعمال کو کثرت سے پڑھنا شروع فرمادیا، خواب میں سرکار اعلیٰ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے،اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرمارہے ہیں:

"مولانا ابھی ہمیں آپ سے بہت کام لینا ہے، ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ کا سب سے بڑا وظیفہ ہے کہ بے دینوں، بدمذہبوں، گستاخوں کا رد کیا جائے،عظمت وشانِ رسالت کا تحفظ ہمارا سب سے بڑا عمل ہے"۔

مولانا حشمت علی خان صاحب جو جز وقتی طور پر تبلیغ ومناظرہ سے دست بردار ہو گئے تھے،اعلیٰ حضرت کی حسب ہدایت دوبارہ اس میدان میں سرگرم عمل ہو گئے اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں سرگرم ہو گئے اور دشمنانِ رسول اللہ ﷺ سے برسرپیکار رہنے لگے۔

خدماتِ تدریس:

آپ صرف مقرر ومناظر ہی نہ تھے بلکہ مسندِ علم وتدریس پر ایک کامیاب مدرّس اور بے مثال استاد بھی تھے چنانچہ تحصیلِ علم کے بعد متعدد سال دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں مدرّس رہے، پھر دارالعلوم اہلسنّت مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ اور پادرہ ضلع بڑودہ میں مدرسہ اہلسنّت میں صدر مدرّس رہے اور بڑی صلاحیت سے درسی کتب پڑھائیں، کچھ عرصہ کے لئے گوجرانوالہ کی مشہور مرکزی جامع مسجد "زینت المساجد" جس میں آج کل مخدوم اہلسنّت شیخ طریقت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی خلیفہ مجاز سیدی محدث اعظم پاکستان قدس سرّہٗ خطیب ہیں میں بھی بطور خطیب ومدرس رہے۔

تاریخی مناظرہ:

یوں تو حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت نے سنبھل،مرادآباد،ادری،اعظم گڑھ،ہلدوانی، سورت، نینی تال،شہر سلطان،مظفر گڑھ،سلانوالی،سرگودہا،جہلم،ملتان شریف،لاہور وغیرہ میں متعدد کامیاب مناظرے فرمائے لیکن راندیر سورت کا مناظرہ کئی لحاظ سے اہم اور بے مثال ہے، راندیر کے مناظرے میں مخالفین اہلسنّت کی طرف سے ان کے مایہ ناز عالم مولوی محمد حسین مناظر تھے جس کو اپنی عربی دانی پر بڑا ناز تھا اور وہ خود کو درسیات کا ماہر وحافظ

کہتا تھا، شیر رضا کے سامنے اس کی عربی دانی خاک میں مل گئی اور سیاست میں مہارت کے دعاوی غبارہ بن کر اُڑ گئے، مولوی محمد حسین راندیری کو ذلّت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا، اہلسنّت کی طرف سے اس فتح مبین کی خوشی میں عظیم الشان جلسہ تہنیت منعقد ہوا جس میں گجرات کے علماء و اعیان نے آپ کو ''شیر بیشۂ سنّت'' کا خطاب دیا جو اتنا مشہور ہوا کہ بمنزلہ علم ہو گیا۔

فیصل آباد کا تاریخی مقدمہ:

یوں تو حضرت شیر بیشۂ سنّت علیہ الرحمہ پر مخالفین نے متعدد جھوٹے مقدمات کئے اور اپنی میدانِ مناظرہ میں شکست کا بدلہ عدالت میں لینا چاہا لیکن مولانا محمد حشمت علی خان صاحب پر ان کے آقا سیدنا امام احمد رضا کا فیضانِ کرم تھا، لہٰذا یکے بعد دیگرے ان تمام مقدمات میں عدالت نے آپ کا موقف سن کر آپ کو بری کر دیا اور آپ نے عدالت میں حسام الحرمین کا پرچم بلند فرمایا۔

فیض آباد یوپی کا مقدمہ اپنی نوعیت کا سنگین مقدمہ تھا جو موضع بھدرسہ کے دیوبندیوں، وہابیوں نے اپنی اکابر کی شہ پر شیر بیشۂ سنّت علیہ الرحمہ کا منہ بند کرنے کے لئے مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ درجہ اول شہر فیض آباد کی عدالت میں دائر کیا تھا اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰، ۱۵۳، ۲۹۸ کے تحت کارروائی کرنے کی استدعا کی تھی، اہل دیوبند کا کہنا تھا کہ ملزم (مولانا حشمت علی خاں) ہمیں کافر و مرتد، بے ایمان اور دیو کا بندہ کہتا ہے اور ہمارے اکابر کو خارج از اسلام قرار دیتا ہے، مدعیان جذبۂ انتقام سے مغلوب الغضب ہو کر وقوعہ کی صحیح تاریخ لکھنا بھول گئے تھے کیونکہ شیر رضا کی بھدرسہ میں ۲۳ مئی ۴۶ء تا ۸ جون ۴۶ء تاریخ گھڑی، حضرت شیر بیشۂ سنّت نے جرم کی صحت سے انکار نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا میں دیوبندیوں وہابیوں کو اس طرح نہیں کہتا جس طرح انہوں نے استغاثہ میں ظاہر کیا ہے بلکہ میں بحکم شریعتِ اسلامیہ ان کے عقائدِ باطلہ کفریہ یقینیہ کی بنا پر (جو کتاب

تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتویٰ گنگوہی کے لکھے ہوئے) کافر و مرتد کہتا ہوں آپ نے اپنی دعویٰ کے ثبوت میں حسام الحرمین میں اکابر و مشاہیر علماء عرب و عجم اور الصوارم الہندیہ سے برصغیر ہند و پاک کے جلیل القدر علماء و مفتیانِ شریعت و مشائخِ طریقت کے فتاویٰ پیش فرمائے اور اہم کتب حوالہ جات سے عدالت کو آگاہ کیا، مخالفین نے چوٹی کے وکلاء کے علاوہ اپنے علماء میں سے ابوالوفا کو بھی پیش کیا تھا، شیر بیشۂ سنت اپنی مقدمہ کی پیروی خود فرما رہے تھے اور انہوں نے اپنی تحریری مدلّل بیان بھی عدالت میں پیش کیا، عدالت نے فریقین کے دلائل اور حقائق کا پتہ چلانے کے بعد ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو مقدمہ خارج کر کے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا۔ اس سے دیوبندیوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی، انہوں نے سوچا یہ تو غضب ہوا، عدالت سے ان کے کفر ارتداد کی ڈگری ہو گئی تو انہوں نے اپنی متحدہ کوششوں سے مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف دیوبندیوں نے سیشن جج فیض آباد کی عدالت میں اپیل دائر کر دی۔

الحمد للہ کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت رضی اللہ عنہ کی فتویٰ مبارکہ حسام الحرمین کی صداقت رنگ لائی اور سیدنا مجدّدِ اعظم فاضلِ بریلوی قدس سرّہ العزیز کی روشن و بیّن کرامت یوں ظہور پذیر ہوئی کہ فیض آباد کے سیشن جج مسٹر یعقوب علی صاحب نے ۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء کو بدیں الفاظ فیصلہ صادر کیا:

> لائق مجسٹریٹ مہابیر پرشاد اگروال کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ فیصلہ صحیح کیا کہ ملزم (مولانا حشمت علی خاں) نیک نیتی کے ساتھ کتابوں (تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتویٰ گنگوہی، حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ وغیرہ) کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستہ پر تھا، لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بنا پر بالکل صحیح اور درست ہے،

مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلہ میں کوئی قانونی غلطی یا کوئی اور غلطی نہ بتا سکے، درحقیقت اس اپیل میں کوئی جان نہیں میں اس کو خارج کرتا ہوں۔ دستخط: یعقوب علی شیشن جج فیض آباد، ۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء

یہ مقدمہ دو برس دو ماہ تیرہ دن جاری رہا اور اس کی مفصل و جامع روئیداد "فرحت افزا فتح مبین" نامی کتابچہ میں موجود ہے جس میں فریقین کے دلائل و بیانات اور مجسٹریٹ و شیشن جج کا مفصل فیصلہ اردو انگریزی میں مذکور ہے۔

رنگون میں رشوت کی پیشکش:

رنگون میں بدمذہبت پر پُرزے نکال رہی تھی، میدان خالی دیکھ کر ان بڑے بڑھے وہاں اپنی علمیت اور بزرگی کے ڈھول پیٹ رہے تھے مسلمانانِ اہلسنّت رنگون نے حضرت مولانا محمد حشمت علی خان صاحب علیہ الرحمہ کو دعوت دی، آپ نے رنگون جیسے دوردراز علاقہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سرزمین رنگون کو زینت بخشی اور وہاں پہنچ کر خرمن باطل پر قہر خداوندی کی بجلی بن کر گرے، بدمذہب لرزا ٹھے سازشیں ناکام ہوگئیں حضرت شیر بیشۂ سنت نے ان کے ارتداد و بدعقیدگی کو بے نقاب فرمایا تو رنگون کے وہابی دیوبندی سیٹھوں نے آپ کو رشوت کی پیش کش کی اور ان کے سب سے بڑے سیٹھ حاجی ہاشم بھڑوچہ نے تو یہاں تک کہا "میں آپ کو دو سو روپیہ ہر ماہ تا زیست ادا کرتا رہوں گا اور آپ کے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دونوں صاحبزادوں کی خدمت میں سو سو روپیہ ہر ماہ تا زیست روانہ کرتا رہوں گا، آپ یہاں رنگون سے تشریف لے جاویں یہاں تقاریر کا سلسلہ بند فرمادیں یا کم از کم ہمارے اکابر دیوبند کی کتابوں کے حوالے نہ دیں"۔

اتنا سننا تھا کہ شیر بیشۂ سنت نے جلال میں آکر فرمایا: خبیثو! نکل جاؤ یہاں سے میرے ایمان کا سودا کرنے آئے ہو دفعہ ہو جاؤ یہاں سے، تم کون ہوتے ہو مجھے حق بات

سے روکنے والے۔

الغرض آپ نے رنگون میں چند روز قیام فرمایا اور بدمذہبت کا صفایہ کردیا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا، رنگون اہل دیوبند نے اپنے چھوٹوں بڑوں کو آپ کے مقابل لانے اور مناظرہ کرانے کی لاکھ کوشش کی مگر کوئی دَم نہ مار سکا اور شیر رضا فتح و کامرانی کے ساتھ واپس ہوا۔

جرأت و حوصلہ:

شیر رضا کی جرأت اور حوصلہ مثالی تھا، وہ "بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق" کے مظہر تھے خوف ڈر لچک و جھجک نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی، مولانا علامہ قاضی احسان الحق صاحب مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ غالباً رنگون ہی کے وہابیوں نے تنگ آکر مناظرہ کا چیلنج دے دیا، حضرت شیر بیشۂ سنت نے بلاخوف و خطر قبول فرمالیا، چند مخلصین نے باربار حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت مصلحتِ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت تشریف نہ لے جائیں اور کچھ دن خاموشی اختیار فرمائیں انہوں نے کسی شرارت کی نیت سے یہ چیلنج دیا ہے، آپ نے فرمایا: میں یہ سننے کے لئے تیار نہیں بارگاہِ رضوی کا یہ سگ بھاگ گیا ہے میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا، قاضی صاحب آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا، قاضی صاحب کا فرمانا ہے کہ میں نے ہنس کر عرض کیا حضرت بڑی مرمت ہوگی، آپ رہنے دیں ورنہ مجھے معاف فرمائیں، حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت نے ہنس کر فرمایا: مولانا انشاء اللہ یہاں تک نوبت نہ آئے گی، آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا، چنانچہ قہر درویش بر جان درویش جانا پڑا لیکن میں نے وعدہ لیا کہ آپ ردّ تو ضرور فرمائیں گے لیکن تقریر کا انداز بدلنا ہوگا، حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت نے فرمایا وعدہ نہیں کرتا کوشش کروں گا، الغرض وہاں پہنچ کر حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت مسند سلطانی پر رونق افروز ہوئے، تقریر شروع فرمائی، ان کے سوالات کے نہایت علمی و تحقیقی جوابات ارشاد فرماتے رہے، جہاں توہینِ رسول ﷺ کا ذکر طوفانی

موجیں سمندر کا سینہ چیر نے لگیں چنانچہ گستاخانِ رسالت کو انہی القابات جن کے وہ مستحق ہیں نوازنا شروع فرمایا، مولانا قاضی احسان الحق صاحب مدظلہ کا کہنا ہے میں نے پاؤں کو ہاتھ لگا کر وعدہ یاد دلایا، پاؤں کا دبانا تھا کہ غضب ہو گیا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چابی بھر دی ہے مجمع پر سکوت اور سناٹا طاری تھا، میں نے سوچا یہ خاموشی کہیں طوفان کا پیش خیمہ نہ ہو، لہٰذا میں نے کھڑے ہو کر عرض کی اچھا حضرت میں تو چلا حضرت اپنا کام کر چکے تھے فرمایا: ٹھہرو! میں تقریر ختم کرتا ہوں، چند منٹ کے بعد تقریر ختم فرمائی اور فرمایا: جس میں ایمان اور عشقِ رسالت کی بُو ہے وہ صلوٰۃ وسلام کے لئے کھڑا ہو جائے، دنیا نے دیکھا بدعت و حرام کے فتوے دینے والے بھی سلام میں قیام کے ساتھ مظہر اعلیٰ حضرت کے ہمنوا ہو کر **یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک** پڑھ رہے تھے اور مناظرہ کے خواب ٹھنڈے ہو چکے تھے۔

جرأت و استقامت کا دوسرا واقعہ سعودی عرب کا ہے ۵٦ھ میں لائلپور شریف سے نائب اعلیٰ حضرت محدِّث اعظم پاکستان قبلہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرّہ حرمین شریفین حاضر ہوئے تھے اپنی نماز باجماعت علیحدہ پڑھتے رہے پاکستانی و ہندی وہابیوں نے شرارت کی اور فتنہ برپا کرنا چاہا لیکن محدِّث اعظم پاکستان ہر سازش کو ناکام بناتے ہوئے اپنے عقیدہ و مسلک پر قائم رہے نجدی قاضی القضاۃ سے بھی مباحثہ ہوا جس میں وہ اور ان کے نجدی علماء لاجواب رہے یہ واقعہ پاک و ہند میں بہت مشہور رہا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اگلے سال ۱۳۷۷ھ میں حضرت مولانا محمد حشمت علی خان صاحب بھی حج و زیارت کے لیے مدینہ منورہ و مکہ معظّمہ حاضر ہوئے اور اسی انداز سے اپنی نماز باجماعت علیحدہ پڑھنے لگے دربار نبوی اور حرم کعبہ میں سنّیت کی تبلیغ فرماتے رہے الیاسیوں تبلیغیوں نے نجدیوں سے شکایت کی اور پولیس کو اطلاع دی پولیس نے آپکو قاضی (جج) کی عدالت میں پیش کیا قاضی نے دریافت کیا کہ تم **المستغاث یارسولَ اللّٰہ المدد یا حبیبَ اللّٰہ** کہتے ہو آپ نے فرمایا کہتا ہوں اور جائز سمجھتا ہوں یہی میرا عقیدہ و مذہب، جج نے اپنی

دلیل پیش کی آپ نے اس کی دلیل کا توڑ کیا اور خود دلیلیں پیش فرمائیں ساڑھے تین گھنٹے بحث رہی قرآن و حدیث کے علاوہ خود ابن تیمیہ و ابن قیم، و ابن عبدالوہاب نجدی کی کتابوں سے رد فرماتے رہے جس میں وہ قاضی لاجواب و مبہوت ہوا۔ حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت نے فرمایا "تلوار تمہارے ہاتھ میں ہے قتل کرا سکتے ہو لیکن دلائل کے دفاتر اور تمہارے اکابر کے فتاویٰ میری تائید کرتے ہیں قاضی نے فوراً قاضی القضاۃ کو فون کیا کہ ایک ہندی مولوی سے پالا پڑا ہے وہ ہمارے اکابر کے فتوؤں سے ہمارا مذہب باطل ثابت کر رہا ہے اس نے جواب دیا تم نے غلطی کی ہے تم اس کو مدینہ پاک بھیج دو قاضی نے معذرت کے ساتھ چائے پیش کی اور آپ کو مدینہ پاک بھیج دیا گیا۔"

شیر بیشۂ سنت حمد الٰہی بجالائے کہ نعرہ حق بلند کرنے کے صلہ میں یہ انعام ہے کہ مدینہ طیبہ بلایا گیا ہوں اور سرکار اعظم ﷺ میں حاضر ہو رہا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کا روحانی تصرُّف:

شیر بیشۂ اہلِ سنت علیہ رحمہ پر اُن کے مُرشد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا بڑا ہی فیضان کرم تھا ہر میدان اور ہر عدالت میں اعلحضرت کا روحانی کا روحانی تصرّف مولانا حشمت علی خان علیہ رحمہ کی اعانت و دستگیری فرماتا رہا اور شیر بیشۂ اہلسنّت اپنے آقا سرکار اعلحضرت کی زبان میں بارگاہ رسالت میں عرض کرتے رہے۔

المدد یا حبیب خدا المدد، بحر غم میں میرا ناخدا کون ہے

حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خان صاحب اکثر ایک مناظرہ کا ذکر فرمایا کرتے اور اعلحضرت کی روشن کرامت تصرّف و اعانت کا ذکر فرماتے تھے مولانا مشاہد رضا خان صاحب پیلی بھیتی نے بھی یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیر بیشۂ اہلسنّت ایک مناظرے کے دوران جوابی تقریر فرما رہے تھے اور مخالفین کی اپنی کُتب سے حوالے پیش کر رہے تھے کہ تقریر کے دوران ہی ایک مُلّا مخل ہوا اور ایک کتاب ہاتھ میں لیکر پڑھتے ہوئے

کہنے لگا۔آپ غلط پڑھ رہے ہیں ہماری کتاب میں ایسے لکھا ہے اور خود غلط عبارت پڑھنے لگا ایک شیر بیشۂ اہلسنّت نے دیکھا کہ سامنے حضور سیدنا اعلحضرت جلوہ فرما ہیں اور کہہ رہے ہیں حشمت علی یہ خبیث تم کو دھوکا دے رہا ہے اور غلط پڑھ کر سنا رہا ہے، مولانا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور کتاب چھین کر دیکھا تو اسی طرح تھا جس طرح مولانا حشمت علی صاحب پڑھ رہے تھے، خدا کے فضل و کرم سے اس مناظرہ میں وہابیہ، کذابیہ کی بہت ذِلّت و رسوائی ہوئی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ دوران مناظرہ ایک مخالف ملّاں سیدنا اعلحضرت کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے غلط عبارت پڑھنے لگا سیدنا اعلحضرت رضی اللہ عنہ رونق افروز ہوئے فرمایا یہ عبارت غلط پڑھ رہا ہے الملفوظ میں ایسے ہے اب جو مولانا حشمت علی خان صاحب آگے بڑھے اور کتاب چھین کر دیکھا تو اس کی کتاب میں ایک چٹ لکھ کر رکھی ہوئی تھی اور ملاں کتاب کی بجائے چٹ سے پڑھ رہا تھا اور اعلحضرت سے غلط عبارت منسوب کر کے تہمت باندھ رہا ہے

مکرمی حکیم مرتضی خانصاحب بریلی جو سیدنا حضرت قبلہ مفتی اعظم مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ رضویہ کے خصوصی معالج ہیں نے سیدنا اعلحضرت قدس سرہ کے مزار پر یہ واقعہ شہید اللہ خان صاحب بریلوی کے ایک قریبی دوست جناب محمد عاشق صاحب بریلوی کو سنایا ایک مرتبہ غالباً اب سے ۳۳،۳۴ سال قبل مزار اعلحضرت پر حاضر ہوا خانقاہِ عالیہ میں داخل ہوا تو ایک عجیب نظر نواز منظر سامنے آیا حضور امام اہلسنّت سیدنا اعلحضرت رضی اللہ عنہ جلوہ آراء ہیں مولانا حشمت علی خان صاحب سامنے بڑے مؤدّب بیٹھے ہوئے ہیں اعلحضرت ان کو چند سوالات کے جوابات ارشاد فرما رہے ہیں مولانا حشمت علی خان صاحب عرض کرتے ہیں سیدنا اعلحضرت جواب ارشاد فرماتے جاتے ہیں جناب حکیم مرتضی صاحب کا بیان ہے کہ میں دل میں خیال کیا ایک مدت کے بعد پیر و مرشد کی زیارت نصیب ہوئی ہے دوڑ کر قدموں سے لپٹ جاؤں مگر معاً خیال آیا معلوم نہیں کس ضرورت دینی کے تحت اس خاص مجلس کا انعقاد ہوا ہے میری مداخلت سے یہ نشست برخاست نہ ہو جائے اس

لئے صرف زیارت پر اکتفا کیا کافی دیر دور کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے جب نشست برخاست ہوئی اور مولانا حشمت علی خان صاحب باہر تشریف لائے تو حکیم صاحب نے مولانا حشمت علی خان صاحب کا راستہ روک فرمایا مولانا صاحب مجھے بھی ایسی ترکیب بتاؤ یہ شرف مجھے بھی حاصل ہو جائے مولانا اس مداخلت بے جا سے گھبرا اُٹھے اور حکیم صاحب سے وعدہ لیا وہ اس راز کو راز رکھیں گے اور پھر ایک وظیفہ بتایا اور فرمایا صدق دل خلوص نیت سے پڑھتے رہو کامیابی ہوگی ان واقعات سے بارگاہ رضوی میں مولانا حشمت علی خان صاحب کی قدر و منزلت کا پتا چلتا ہے اور اعلحضرت کے روحانی تصرّف کا حال معلوم ہوتا ہے

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھائی سعید خان صاحب عرف چنّن خان صاحب نے بیان کیا مولانا حشمت علی خان صاحب نے ان سے ملفوظات اعلحضرت حاصل کئے غالباً اس میں کوئی وظیفہ دیکھنا تھا پھر مولانا رات کو ملفوظ پڑھ کر وظیفہ کرتے کرتے سو گئے خواب میں سیدنا اعلی حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا فرما رہے ہیں"

مولانا آپ ان جھنجھٹوں میں نہ پڑیئے، ہمارے سلسلہ کا سب سے بڑا وظیفہ خدا رسول جل جلالہٗ و صلے اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا رد ہے"

ایک روشن کرامت:

محدِّث اعظم پاکستان کے تلمیذ ارشد علامہ مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی مہتمم دارالعلوم امجدیہ اوری کا بیان ہے اوری کے مناظرے کا صدر ایک منہ بند چھپا ہوا وہابی تھا اس نے وقت دینے مین بد دیانتی سے کام لیا شروع کر دیا چند بار ایسا ہوا حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت نے گرفت فرمائی اور غضبناک ہو کر فرمایا" خیانت کرتے ہو تمہاری آنکھیں سلامت نہیں رہیں گی" یہ حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت کی زندہ و روشن کرامت ہے تھوڑے ہی عرصے بعد اسی کی آنکھیں خیانت کی نظر ہو گئیں اور وہ شخص اندھا ہو گیا۔

بدمذہبوں سے نفرت اور قلبی عداوت:

بدمذہبوں سے نفرت وقلبی عداوت کا یہ عالم تھا کہ جب سخت علیل ہوئے تو علاج کے لئے پیلی بھیت سے بریلی شریف حاضر ہوئے کسی نے ایک طبیب سے علاج کا مشورہ دیا کہ اس کی تشخیص شہرت یافتہ ہے فرمایا وہ بدمذہب تو نہیں ہے کسی نے کہا سخت وہابی ہے فوراً لاحول پڑھتے ہوئے صاف انکار فرمایا اپنی جان اور صحت تک کی پروا نہیں کی اور سرکارِ رسالت کے گستاخ سے علاج کرانا مناسب نہ سمجھا۔

محدّث اعظم پاکستان سے خصوصی تعلق:

صرف اور صرف اس بناء پر تھا کہ وہ مذہب اہلسنّت و مسلک اعلیٰحضرت کے بہت بڑے ستون تھے دونوں ایک ہی ذوق کے حامل اور متعصب عالم دین اصول وفروعات میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے مسلک حق پر تھے بدمذہبوں کو جس طرح ان دوحضرات نے نیست ونابود کیا اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔مولانا مولوی سید زاہد علی صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی پیلی بھیت کے رہنے والے اور حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت کے محلّہ دار تھے وہ پیلی بھیت سے لائلپور جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے، دن رات مولانا حشمت علی صاحب کی زبان پر محدّث اعظم پاکستان کا خطبہ رہتا تھا، شیر بیشۂ اہلسنّت فرماتے تھے: منظور سنبھلی مدیر"الفرقان" سے میں نے بہت مناظرے کئے اور وہ ہر جگہ ذلیل ورسوا ہوا مگر میدان مناظرہ سے اس کا مستقل فرار یہ کرامت ہے محدّث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کی اسی لئے ہم انہیں ابوالمنظور کہتے ہیں، محدّث اعظم پاکستان سے شکست کے بعد آج تک منظور میدان مناظرہ میں نظر نہ آیا اور مناظرہ سے توبہ کر لی۔

آخری تمنّا:

جب بیماری کی زیادتی ہوئی اور کمزوری حد سے بڑھی تو آپ نے حاضری مدینہ طیبہ

کا قصد فرمایا، مدینہ منورہ جو دارالامن، دارالایمان اور روحانی جسمانی دارالشفاء ہے جس طرح بھی ہو وہاں کی حاضری نصیب ہو جائے، ہوائی جہاز سے جانے کا پروگرام بنایا مگر عمر اور وقت نے وفا نہ کی اگرچہ ظاہری طور پر آپ کی یہ آخر تمنا پوری نہ ہو سکی لیکن اس حسرت میں جان دے کر اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی دائمی وابدی حاضری کی سعادت حاصل کر لی۔

انتقال پُر ملال:

ایمانی غیرت، دینی ولولہ، مضبوطی عقیدہ واستقامت فی الدین میں آپ کا مقام بہت بلند ہے، وہ عظمتِ شان رسالت کے نڈر وبے خوف پاسبان تھے، ۷۱ سال کی عمر میں ۷ محرم ۱۳۸۰ھ میں بیش بہا دینی خدمات اور اعلاءِ کلمۃ الحق فرمانے کے بعد آپ نے اس دنیائے فانی سے دار جاودانی کو رحلت فرمائی اور پیلی بھیت شریف میں مدفون ہوئے، آپ کی قبر مبارک سے بزبان حال آج بھی یہ صدا آرہی ہے:

"سنیّو، سنّی رہنا، سنّی مرنا، سنّی اٹھنا، اپنے بدعقیدہ و مذہب میں کوئی کمزوری، کوئی لچک، کوئی تبدیلی نہ آنے دینا۔خبردار! کسی بدمذہب و کسی بدعقیدہ و گستاخ و بے دین سے ہرگز ہرگز رشتہ و یارانہ نہ رکھنا۔

رَحْمۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِم

(ماخوذ از روئیداد مناظرہ اُدری)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

ایک اشتہار بعنوان ''مسائل سبعہ ہفت ہزاری کا اشتہار ضروری الاظہار'' بمبئی سے شائع ہوا۔ اس کا شائع کرنے والا عبد المالک زمیندار اعظم گڑھی مقیم مکان یوسف میاں پہلا مالا مسجد کے بازو میں مسجد گلی کھیت باڑی پوسٹ نمبر 4 بمبئی ہے، وہ اشتہار علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ ان مسائل سبعہ (یعنی سات مسائل) کے جواب عطا فرمائیں خدا سے اجر پائیں، وہ اشتہار یہ ہے:

''اسلام بھائیو! دینی دوستو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ سبحانہ وبرکاتہ

متعدد امام مقتضی ہوئے ہیں کہ میں نے علم غیب کا مسئلہ خواجہ صاحب سے دریافت کیا تھا تو آپ نے جواباً حضرت سید جید غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فیض انتساب کے حوالہ سے فرمایا:

وَ مَنۡ يَّعۡتَقِدَ (۱) أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَعۡلِمُ الۡغَيۡبَ
فَهُوَ كَافِرٌ لِأَنَّ عِلۡمَ (۲) الۡغَيۡبِ صِفَةٌ من صِفَةِ اللّٰهِ سُبۡحَانَه (۳)

خلاصہ مطلب کہ جناب ابو القاسم سیدنا محمد رسول اللہ صلعم (٤) کے عالم الغیب جاننے والے مسلمان کو حضرت پیر صاحبؒ بھی کافر فرما گئے ہیں اور علۃ غائی یہ ہے کہ خاصۂ شے اسے ہی کہا کرتے ہیں کہ اسی مخصوص ہی میں پایا جائے نہ غیر میں۔ پس رسول اللہ ﷺ کا عالم الغیب ہونا شرعی اور عقلی بھی محال ہے یعنی مخصوص صفۃ خالق اور پھر مخلوق میں جلوہ گر۔ حافظ صاحبؒ شعر صلاح کجا و من خراب کجا ببین تفاوت کجا رہ از مجاست تا بہ کجا۔ ع ما للتراب و ربّ الارباب ۔ چہ نسبتہ (٥) خاک را با عالم پاک فی الجملہ نہ تو اللہ صاحب ہی نے

۱۔ اشہار میں اسی طرح ہے۔
۲۔ اشتہار میں رفع کے ساتھ ہے۔
۳۔ مرأۃ الحقیقہ، ص ۱۸، س ۷، مطبوعہ مصری
۴۔ مشتہر کی عادت ہے کہ صلعم یا ؑ لکھتا ہے اور رضی اللہ عنہ کی جگہ ؓ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ؒ ۱۲
۵۔ اشتہار میں یونہی ہے ۱۲

اپنے قرآن مجید ہی میں بھی کہیں فرمایا کہ میں نے محمد رسول اللہ کو علم غیب دیا ہے (البتہ دینی علوم تو وقتاً فوقتاً (٦) بذریعہ وحی بالضرور مکمل تعلیم دیتے ہیں جملہ امور مغیبات کی بھی آپ کو اطلاع اسی قبیل سے ہے) وبدیں وجہ مخصوص حنفی بزرگوںؒ نے ایسے عقیدے والے مسلمان کو تو خصوصاً کافر ہی کہا ہے (حنفی کتب فقہ ملاحظہ ہوں) وخود بدولت نے بھی تو بست (۷) وسہ سالہ عرصۂ طویلہ میں (جو نبوی عمر معدود ہے) نہ مردوں میں نہ عورتوں میں نہ عوام نہ خواص میں نہ روز و شب میں، ایک دفعہ بھی تو اقرار نہیں فرمایا ہے کہ اللہ صاحب نے مجھے علم غیب بھی عطا فرمایا ہے اور نہ ہی خلفائے راشدینؓ نے نہ اہل بیتؓ نے نہ اصحابؓ نہ تابعینؒ نے نہ تبع تابعین نے باوجود ایسے صحیح وصریح دلائل پھر بھی رسول اللہ ﷺ کو صفاتی، جزئی، مجازی، محدودی عالم الغیب جاننے والا تو البتہ کافر ہی ہے اور اللہ و رسول اللہ دونوں ہی پر بہتان عظیم ثابت کرنے والا نہیں تو آپ ہی بتائیں پھر وہ کون ہے (یا بے ایمانی تیرا ہی آسرا) اللہ صاحب تو قرآن شریف میں متعدد مواقع پر رسول اللہ ؐ کو یہی حکم فرماتے تھے کہ آپ کہہ دیجئے مجھے تو اللہ صاحب نے علم غیب نہیں دیا (میں عرض کرتا ہوں اور آج کل کے نام کے مسلمان تو بڑے زور وشور سے بآواز دُہل للکارتے پھرتے ہیں، بمبئی بولی بوم مارتے رہتے ہیں کہ رسول اللہ تو عالم الغیب ہیں تو آپ ہی انصاف فرمایئے گا۔

معاذ اللہ ایسی اللہ صاحب کو کیا کٹھن مشکل، سخت مصیبت آخر بھی ایسی کیا حاجت کہ خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے جھوٹ بلوائیں مع ذٰلک، دونوں سے ایک تو کاذب و کافر ہوا، الٰہی توبہ الٰہی توبہ وَ لَهُمُ الۡوَيۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ۔

المختصر سائل راقم کے مجموعۂ سوالات کے ادلۂ قاطعہ سے حضرات خواجہ صاحب نے ایسے ایسے دندان شکن جوابات دیئے ہیں کہ بھائیو میں باللہ العظیم حواس باختہ ہی ہو گیا ہوں، لہٰذا اس تمام رام کہانی کے بعد تو مسائل مستفتی کی جانب بھی اہلِ اسلام ذوی الکرام و

٦۔ اشتہار میں یونہی ہے ۱۲
۷۔ اشتہار میں یونہی ہے ۱۲

الاحترام للہ توجہ فیض موجہ مبذول فرمائیں۔ دہلوی، دیوبندی، سہارنپوری، میرٹھی، لکھنوی، بریلوی، بدایونی، بمبئی عموماً وخصوصاً خواجہ صاحب مجددیؒ بھی مکرر توجہ فرمائیں عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور رہوں۔ (۱) علم غیب، (۲) ندائے غائبانہ غیراللہ، مثل یا رسول اللہ یا ولی اللہ یا خواجہ وغیرہا (۳) نذر غیراللہ، (۴) محفل میلاد، (۵) قیام، (۶) تقبیل ابہامین (انگوٹھے چومنا)، (۷) تعمیر قبر، پختہ قبر بنانا۔

قرآن شریف، احادیث مبارکہ، کُتب ائمہ اربعہ، چاروں بزرگوں کی تصانیف (بہاؤالدین، محی الدین، شہاب الدین، معین الدین، شعر مرشدین اولین و آخرین، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) سے بھی جو کوئی مولوی صاحب مستفسرۂ اَسوِلہ کے اَجوِبہ سند مذکورہ عطا فرمائیں گے تو حق الحجۃ فی مسئلۃ انشاءاللہ سبحانہ ہزار روپیہ پیش کروں گا، وبتوفیقہ کیا بڑی بات ہے، جو صاحب بھی نجدیۃ، غیرمقلدیۃ، وہابیۃ، نیچریۃ، القاب و خطاب سے اخبار سازی، اشتہار بازی سے اس مذہبی آزادی حکومت کے اندر بے علم مسلمانوں میں حیلہ بازی وفتنہ پردازی کریں گے تو اولاً یہ ان کی ہرزہ درآئی زٹل قافیہ بمبئی محاورہ ٹھنڈے بھگت کی بات سمجھائی جائے گی، ثانیاً دفع فتانی فتنہ کما قال رسول اللہ صلعم

يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَ لَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَ اِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَ لَا يَفْتِنُوْنَكُمْ (۸)

الغرض آخر زمانہ میں جہلا مولویوں کی صورتوں میں اپنی کھچڑی و بزرگی کے سبب بے علم مسلمانو تمہیں ایسی جھوٹی بناوٹی حدیثیں سنائیں گے کہ جو نہ تو تم ہی نے نہ ہی تمہاری بزرگوں نے بھی کہیں نہیں سُنی ہیں، اسی لئے اگر تمہیں دینداری منظور ہے تو ایسے رنگین مولویوں و شوقین صوفیوں سے بھی مت ملو۔ ایسوں کا مرید بھی ہرگز نہ ہونا چاہئے، کما قال اللہ تعالیٰ:

۸۔ ابوہریرہؓ مسلم

اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ لا مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ

مولانا رومیؒ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

ولا تمہیں گمراہ کر کے مشرک ہی بنا دیں گے۔ پس دینداروں سے ملتے رہو اور بدعتیوں سے بچتے ہی رہو، ملخصاً۔ بقاعدۂ برطانوی دولۃ ججی کورٹ میں مشتہر صاحب سے مجبوراً عاجز سائل کو بھی مقدمہ بازی کر کے کیا (سونے کا گھر مٹی ہی کا ہو جائے) مگر ایسے ضالِ مُضِل۔ شہر آشوب۔ فتّان مُشتہِر کو (انشاءاللہ سُبحانہٗ) حتی المقدور بغیر تحت قید و سزا زنہار ہرگز رنہیں کر سکتا اور جو مولوی صاحب سائل کے سوالات کا حسب مشروط شروط ثبوت بھی دیں تو خداواسطے مجھے ایک ہفتہ قبل ہی ذریعہ پبلک اشتہار ہذا کی مانند آگاہی بخش دیں تا کہ سرکاری قانون کے مطابق حسب ارشاد مجیب صاحب کسی سرکاری بینک میں انعامی ہفت ہزاری روپیہ موعودہ امانۃً رکھ دیا جائے، تا کہ معینہ وقت پر بحضوری علمائے اہلِ اسلام بعوض مشروطی ثبوت پولیس کمشنر صاحب بہادر کی معرفت مولوی صاحب موصوف کی خدمت بابرکتہ میں ہدیہ منذورہ حاضر کر دوں۔

(الف) تحقیق مسائل ضروریہ کو بھی جو مسلمان فساد سمجھتے خراب کہتے برا جانتے ہیں یا تو وہ مسلمان ہی نہیں ولا منافق تو بالضرور ہے (ج) اور یہ بھی غیرضروری ہے کہ ساتوں مسئلوں ہی کا جواب دیا جائے بلکہ اگر ممکن ہو تو ایک ہی مسئولہ مسئلہ کا جواب عنایت ہو، مگر جوابی ادلّہ مشروط مسئلہ طمانیۃً ضرور درج اشتہار رہوں، (د) اور یہ تو ہر مُجیب صاحب کے نصب العین رہے، غیرمشروطی جواب بالکل مردود و قابل ماخوذ مجیب مُشتہِر ہے، (س) اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ الحدیث

وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ وَ السَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

الجواب

و باللّٰہ اصابة الحق و الصّواب

جواب مسئلہ اولیٰ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس سید عالم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا اُنہیں شاہد بنایا، دریاؤں کا کوئی قطرہ ریگستانوں کا کوئی ذرہ پہاڑوں کا کوئی ریزہ سبزہ زاروں کا کوئی پتا ایسا نہیں جو حضور عَالِم مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْن ﷺ کے علم میں نہ آیا، قرآن وحدیث وائمہ قدیم وحدیث کے ارشادات جلیلہ اس مسئلہ میں اس قدر ہیں کہ ان کا احصاء (یعنی شمار) یقیناً دُشوار جسے ان میں کثیر پر اطلاع منظور ہو حضور پر نور مُرشِد برحق امام اہلسنّت مُجدِّد دین وملّت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف قدسیہ ''انباؤ المصطفیٰ بحال سر و أخفی'' (۱) و ''خالص الإعتقاد'' (۲)، و ''الدولة‌المكية بالمادة الغيبية''، و ''الفيوض الملكية لمحب الدولة المكية'' (۳) کی طرف رجوع لائے یا ''العذاب البئس علی الخس حلائل إبليس'' و ''ادخال السنان إلى حنك الحلقي بسط البنان''(٤) وغیرہ تصانیف مبارکہ قدسی اصحاب واحباب حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطالعہ کرے کہ بعونہ تعالیٰ تحقیقات کے باغ پائے گا لہکتے اُلفتِ نبوی ﷺ کے گلشن، مہکتے عشق محمدی ﷺ کے غنچے، چمکتے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے چاند، چمکتے فضائل محمد رسول اللہ ﷺ کے سورج، دمکتے بادۂ عشق نبی ﷺ کے ساغر، چھلکتے شراب مصطفیٰ ﷺ کے جام چھلکتے

۱۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۴۸۵ میں موجود ہے۔

۲۔ یہ رسالہ ''فتاویٰ رضویہ'' ۲۹/ ۴۳۳ میں موجود ہے۔

۳۔ الدولة المكية امام اہلسنّت امام احمد رضا کی تصنیف ہے جو آپ نے ۱۳۲۳ھ میں تحریر فرمایا اور اس پر ۱۳۲۶ھ میں ''الفیوض المکیہ'' کے نام سے تعلیقات رقم فرمائیں اور ''الدولة المکیہ'' مع التعلیقات عرصہ دراز سے طبع ہو رہا ہے۔ الحمد للہ

۴۔ یہ رسالہ حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔

دیو کے بندے، زیر خنجر بلکتے وہابیت کے بوم مذبوح، پھڑکتے نجدیت کے زاغ جاں بلب سسکتے و الحمد للّٰہ رب العالمین، یہاں فیض حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستعین ومتوسّل ہو کر دو حرف مختصر لکھنا مناسب اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ الآیة (٥)

یعنی، اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو اپنے غیب (٦) پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا (٧) سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔(٨)

اور فرماتا ہے عزّ وعلا:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ الآیة (٩)

ترجمہ: اور اللہ اس لئے نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب بتا دے لیکن اس لئے کہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔(١٠)

۵۔ الجن: ۷۲/ ۲۷، ۲۸

۶۔ یعنی اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے بحوالہ خازن وبیضاوی وغیرہما (تفسیر خزائن العرفان)

۷۔ یعنی اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشفِ تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ حاصل ہو۔(تفسیر خزائن العرفان)

۸۔ تو انہیں غیب پر مسلّط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشفِ تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے (تفسیر خزائن العرفان) اور علامہ اسماعیل حقّی اس آیت کے لکھتے ہیں ابن الشیخ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو اس کے ساتھ مختص ہے رسول مرتضیٰ کے سوا کسی کو مُطّلع نہیں فرماتا اور جو غیب اس کے ساتھ مختص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مُطّلع فرماتا ہے۔(تفسیر روح البیان، ۱۰/ ۲۳۶)

۹۔ آل عمران: ۳/ ۱۷۹

۱۰۔ اس آیت کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: تو ان برگزیدوں رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید انبیا حبیب خُدا ﷺ رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کے علم آپ کا معجزہ ہے۔(تفسیر خزائن العرفان)

اور فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ:

﴿وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍO﴾ (۱۱)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (ﷺ) غیب کی بات بتانے پر بخیل۔

الحمد للہ حضور محبوب ربّ العالمین جلّ جلالہٗ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنے والے یہ نُصوص قطعیہ قرآنیہ ہیں، مُنکرین سے جب جواب نہیں بنتا تو مجبور ہو کر وہ ان آیات کریمہ کے مقابل وہی آیاتِ نفی احاطۂ و استقلال پیش کر دیتے ہیں گویا چاہتے ہیں کہ قرآن عظیم کا قرآن ہی سے ردّ کریں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّاO﴾ (۱۲)

إن أرادوا من القرآن علی القرآن ردّاً و لا يمكن أن يروا القرآن الكريم علی آياته الكريمة ردّاً۔ أقول و باللّٰه التّوفيق، (۱۳) توضیح مقام وازاحتِ اوہام یہ ہے کہ ان آیات کریمہ سے ایک قضیہ موجبہ جزئیہ ثابت ہوا کہ اللہ عزّ وجلّ کے بعض بندگانِ خدا محبوبانِ کبریا کو بھی علم غیب ہے بلکہ تھانوی جی کے اقرار سے تو ہر پاگل بلکہ ہر چوپائے کو بھی علم غیب حاصل ہے (۱٤) اور جو آیت نفی ہیں مثل:

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ الآية (۱۵)

ترجمہ: زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی شخص غیب نہیں جانتا۔

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (۱٦)

۱۱۔ التکویر: ۸۱/ ۲٤

۱۲۔ مریم: ۱۹/ ۹۰ ترجمہ: قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر۔

۱۳۔ یعنی، اگر وہ قرآن کریم کا قرآن کریم سے رد کرنا چاہتے ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ وہ دیکھیں کہ قرآن کریم کو آیات کریمہ کا رد کرتے دیکھیں، میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔

۱۴۔ دیکھئے تھانوی کی تصنیف "حفظ الایمان" ص ۱۳۔

۱۵۔ النمل: ۲۷/ ٦٤

۱٦۔ الأنعام: ٦/ ۵۹

ترجمہ: اسی کے پاس غیب کی کُنجیاں ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ان سے ایک قضیہ سالبہ کلیہ نکلتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی شخص غیب نہیں جانتا، اب مُنکرین کے لئے تین ہی احتمال ہیں یا اِن آیات کی نفی پر ایمان لائیں اور اُن آیات اثبات سے کفر کریں تو قطعاً کافر کہ قرآن عظیم کی کسی آیت بلکہ کسی حرف کا بھی مُنکر قطعاً کافر، وہ فرماتا ہے عزّ جلالہٗ:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (۱۷)

ترجمہ: تو کیا تم کتابِ الٰہی کے بعض حصہ پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے ہو تو جو تم میں سے ایسا کرے اس کی سزا کیا ہے سوا اس کے کہ دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے روز سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ یا معاذ اللہ! ان دونوں قسم کی آیات کریمہ میں تناقض مانیں گے کہ موجبۂ جزئیہ سالبۂ کلیہ کا نقیض ہے اگر ایسا کہیں گے تو معاذ اللہ قرآن عظیم کے کتابِ الٰہی ماننے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے کہ کتابِ الٰہی تناقض محال اور جس کتاب میں تناقض ہو وہ ہرگز کتابِ الٰہی نہیں، خود قرآن پاک فرماتا ہے:

﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (۱۸)

ترجمہ: اور اگر یہ کتاب غیر خدا کی ہوتی تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

یا آیاتِ نفی و نصوصِ اثبات دونوں پر ایمان لائیں گے اور دونوں میں تطبیق دیں گے اب بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مقصود حاصل ہے کہ آیاتِ نفی میں اور علم مُراد ہے اور نصوصِ اثبات

۱۷۔ البقرة: ۲/ ۸۵

۱۸۔ النساء: ٤/ ۸٤

میں دوسرا علم یعنی آیاتِ نفی کا یہ مفاد کہ اللہ کے سوا کسی کو ذاتی علم غیب نہیں اور الحمد للہ کہ اس پر ہمارا ایمان ہے، بے شک جو شخص کسی غیر خدا کو بالذات علم غیب مانے وہ یقیناً کافر ہے ہرگز مسلمان نہیں اور نصوصِ اثبات سے یہ مراد بلکہ ان میں بالتصریح ارشاد ہے کہ محبوبانِ خدا رُسُلِ کبریا علی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والثنا کو خدا کے دیے سے اس کی عطا سے علم غیب ہے(۱۹) الحمد للہ کہ اس پر بھی ہمارا ایمان ہے بے شک جو شخص حضور مُحِبّ ومحبوب، طالب ومطلوب دانائے غیوب ﷺ کے بالعطا مُطّلع علی الغیوب ہونے کا مُنکِر ہو وہ اِن نصوصِ اثبات کا مُنکِر اور قطعاً کافر ہے ہرگز مومن نہیں۔ مسلمان کی شان تو قرآن عظیم نے ساری کتاب ایمان لانا فرمائی، صاف فرمادیا:

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ﴾ (۲۰)

والحمد لله رب العالمين یہ تو مطلق علم غیب کا مسئلہ تھا جو بحمد اللہ تعالیٰ قرآن عظیم نے روشن فرمادیا اب تفصیل علم اقدس حضور پر نور سید عالم ﷺ کا علم اجمالی حاصل کرنے کے لئے بھی اسی قرآن پاک کی طرف رجوع کیجئے، دیکھئے وہ کیا فرماتا ہے، فرماتا ہے:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (۲۱)

اور فرماتا ہے:(۲۲)

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ الآية (۲۳)

۱۹۔ امام واحدی نے آیت وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ کے تحت یہی لکھا کہ "جسے وہ چاہے وہی غیب پر مطلع ہوسکتا ہے بغیر اس کے بتائے کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۲۰۔ آل عمران:۱۱۹/۳، ترجمہ: تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو۔ (کنز الایمان)

۲۱۔ النحل:۸۹/۱۶، ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (کنز الایمان)

۲۲۔ ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ نہ اٹھا رکھا (کنز الایمان) یعنی جملہ علوم اور تمام مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ کا اس میں بیان ہے اور جمیع اشیاء کا علم اس میں ہے اس کتاب سے قرآن کریم مراد ہے یا لوح محفوظ بحوالہ جمل وغیرہ۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۲۳۔ الأنعام:۳۸/۶، ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔ (کنز الایمان)

اور فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ الآية (۲٤)

اے حبیب ہم نے تم پر یہ کتاب اُتاری کہ ہر شئے کا روشن بیان ہے، ہم نے اس کتاب میں کوئی شئے اٹھا نہ رکھی، یہ کتاب کوئی گڑھی ہوئی بات نہیں لیکن اگلی کُتُب الٰہیہ کی تصدیق اور ہر شئے کی تفصیل ہے اور شئے مذہب اہلِ سنّت میں ہر موجود کو کہتے ہیں اور موجودات میں مکتوباتِ قلم ومکتوباتِ لوحِ محفوظ بھی داخل تو قرآن عظیم کا تبیان عُلومِ لوح و قلم کو بھی شامل۔ اب لوحِ محفوظ میں لکھا ہے یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھئے، فرماتا ہے:

﴿وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ (۲٥)

ترجمہ: ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍO﴾ (۲٦)

ترجمہ: کوئی تر وخشک ایسا نہیں جو روشن کتاب لوحِ محفوظ میں نہ ہو۔(۲۷)

اور فرماتا ہے:

﴿وَ لَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍO﴾ (۲۸)

ترجمہ: ذرہ سے کوئی چیز چھوٹی اور بڑی ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

۲۴۔ یوسف:۱۱۱/۱۲، ترجمہ: یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنوں سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان۔ (کنز الایمان)

۲۵۔ القمر:۵۳/٥٤

۲٦۔ الأنعام:٥٩/٦

۲۷۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اس کے تحت لکھتے ہے: کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے اللہ تعالیٰ نے مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ کے علوم اس میں مکتوب فرمائے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۲۸۔ یونس:٦١/١٠

اور فرماتا ہے:

﴿وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ۝﴾ (۲۹)

ترجمہ: ہم نے ہر شئے کو لوح میں محفوظ کر رکھا ہے۔

اب اگر کوئی وہابی کہے کہ اگرچہ قرآن عظیم میں ہر شئے کا روشن بیان ہے مگر یہ کیا ضرور ہے کہ حضور بھی تمام مطالبِ قرآن سے واقف ہوں، والعیاذ باللہ تعالیٰ، تو قرآن عظیم نے اس کے منہ میں بھی پیشگی پتھر دے دیا، فرماتا ہے:

﴿اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ﴾ (۳۰)

ترجمہ: بے شک ہم پر ہے اس قرآن کا بیان فرمانا۔

اور اس سے قبل فرمایا:

﴿اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ﴾ (۳۱)

ترجمہ: بے شک ہمارے ذمہ ہے (اے محبوب تمہارے سینے میں) اس کا جمع فرمانا اور اس کا پڑھانا۔

جب خود اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے محبوب ﷺ کے قلب میں قرآن عظیم جمع فرمایا، خود ہی پڑھایا، خود ہی اپنے حبیب ﷺ سے اس کے مطالب کو بیان فرمایا تو اب کون بے ادب گستاخ کہہ سکتا ہے کہ قرآن پاک کے بعض معانی حضور مُہبطِ قرآن ﷺ پر مخفی رہے ہوں تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے روشن ارشاداتِ قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا تمام مَا کَانَ وَ مَا یَکُوۡنُ لوحِ محفوظ میں لکھا ہے اور جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے سب کا روشن تفصیلی بیان قرآن پاک میں ہے اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے سب کا کامل علم اللہ عزّ وجلّ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا تو بعونہٖ تعالیٰ آفتاب نصف النہار سے زائد روشن طور پر ثابت ہوا کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو ہوگا

۲۹۔ یٰس: ۱۲/۳۶ — ۳۰۔ القیامۃ: ۱۹/۷۵

۳۱۔ القیامۃ: ۱۷/۷۵

سارا مَا کَانَ وَ مَا یَکُوۡنُ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے ﷺ کو بتایا و الحمد للہ ربّ العالمین، ناظر مُنصِف کے لئے یہی دو حرف کافی اور مُکابر مُتعسِّف کے لئے دفتر ناوافی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) انبیاء و اولیاء و غیرہم محبوبانِ کبریا ﷺ علیٰ سیدہم و علیہم و بارک وسلم کو وسیلہ واسطہ جان کر ندا کرنا بھی جائز و مستحسن و مستحب ہے، جو تفصیل چاہے رسالۂ مبارکہ ''أنوار الإنتباہ في حلّ نداء یا رسول اللہ'' (۳۲) تصنیف حضور پُرنور مُرشِدِ برحق سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاحظہ کرے، بالاجمال یہاں چند کلمے گزارش، اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:

﴿وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ﴾ (۳۳)

ترجمہ: اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اور فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ﴾ (۳۴)

سیدنا عُزیر و سیدنا عیسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام کی مدح فرمائی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی طرف وسیلہ لے جاتے ہیں، اُسے جو اللہ سے زیادہ قُرب رکھنے والا ہے۔ احادیث اس مسئلہ میں بکثرت و بے شمار ہیں۔ ڈھائی سو احادیث صحیحہ سے حضور پُرنور امام اہلسنّت مُرشِدِ برحق سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال فرمایا، من شاء فلیراجع رسالتہ المبارکتہ ''الأمن و العُلی لناعتي المُصطفی بِدافع البلاء'' (۳۵) یہاں کتاب مبارک ''الامن والعلی'' سے صرف چار حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔ **اول** حضور اقدس ﷺ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

۳۲۔ یہ رسالہ ''فتاویٰ رضویہ'' ۵۳۹/۲۹ میں ہے۔

۳۳۔ المائدۃ: ۳۵/۵ — ۳۴۔ بنی إسرائیل: ۵۷/۱۷

۳۵۔ یہ رسالہ ''فتاویٰ رضویہ'' ۳۵۹/۳۰ میں ہے۔

اَللّٰهُم إِنِّیْ أَسْأَلُکَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ إِنِّیْ أَتَوَجَّهُ بِکَ إِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ رواه النسائی و الترمذی و ابن ماجة و ابن خزیمة و الطبرانی و الحاکم و البیهقی عن سیّدنا عثمان بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه (۳۶)

الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور ﷺ کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں(۳۷)

۳۶۔ سنن الترمذی، کتاب الدّعوات، باب (۱۱۹) بعد باب فی دعاء الضّیف، برقم:۳۵۷۸، ۴۰۷/۴۔ أیضاً سُنَن ابن ماجة، کتاب إقامة الصّلاة و السنّة فیها، باب ما جاء فی صلاة الحاجة، برقم:۱۱۸۵، ۱۷۲/۱۔ أیضاً صحیح ابن خزیمة، کتاب الصّلاة، جماع أبواب التّطوّع غیر ما تقدّم، باب صلاة الترغیب و الترهیب، برقم:۱۲۱۹، ۶۰۳/۱۔ أیضاً السُّنَن الکبری، للنّسائی، کتاب عمل الیوم و اللیلة، ذکر حدیث عثمان بن حنیف، برقم:۱۰۴۹۴، ۱۰۴۹۵، ۱۰۴۹۶، ۱۶۸/۶، ۱۶۹۔ أیضاً عمل الیوم و اللیلة، للنسائی،ذکر حدیث عثمان بن حُنَیف، برقم:۶۶۴، ص۲۰۴، ۲۰۵۔ أیضاً المسند للإمام أحمد، ۱۳۸/۴۔ أیضاً مشکاة المصابیح، کتاب الدّعوات، باب جامع الدّعاء، الفصل الثالث، برقم:۲۴۹۵، ۱۔۲/۴۶۴، ۴۶۵۔ أیضاً لواقح الأنوار القدسیة للشعرانی، برقم:۵۲، ۸۲

۳۷۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے جیسا کہ نبی ﷺ نے خود اپنے غلاموں کو اس کی تعلیم فرمائی اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارکہ تھی جب قحط سالی ہوتی تو آپ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ وسیلہ لے کر بارش طلب کرتے اور کہتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْا رواه البخاری (مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب فی سجود الشکر، الفصل الثالث، ص۱۳۲) یعنی، اے اللہ! بے شک ہم اپنے نبی کا وسیلہ لے کر دعا کرتے تھے، تو تُو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اور

تاکہ میری حاجت روا ہو، الٰہی انہیں میرا شفیع کر اِن کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

مُشتہر صاحب دیکھیں سیّد عالم ﷺ نے نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں عرض کرو ہمارا نام پاک لے کر ندا کرو، ہم سے استمداد و التجا و استعانت کرو(۳۸) وَلِلّٰهِ الْحُجَّة

ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ لے کر دعا کرتے ہیں پس تو بارش برسا تو بارش برسائے جاتے اور قاضی یوسف بن اسماعیل نبہانی لکھتے ہیں کہ امام طبرانی (المعجم الصغیر، ۱/۱۸۳، ۱۸۴) اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ابو امامہ بن سہل بن حنیف اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی کام تھا وہ بار بار جاتا مگر آپ نہ اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ ان کی حاجت پوری کرتے تو وہ حضرت عثمان بن حنیف سے ملے اور اپنی پریشانی ذکر کی تو حضرت ابن حنیف نے فرمایا تم ایسا کرو کہ وضو کر کے مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر حضور ﷺ کا وسیلہ لے کر اس طرح دعا کرو اَللّٰهُم إِنِّیْ أَسْأَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ إِنِّیْ أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ اور میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گیا جیسے ہی پہنچا دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا اور آپ نے اس شخص کو اپنے ساتھ بٹھایا اور کام پوچھا، اس نے کام بتایا آپ نے وہ کام کر دیا اور فرمایا جب بھی تیرا کوئی کام ہو تو مجھے بتانا، وہ شخص باہر نکلا تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ملے، وہ شخص آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو میری بات سنتے ہی نہ تھے آپ نے ان سے میری سفارش کر دی تو حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا بخدا میں نے تیرے بارے میں اُن سے کچھ بھی نہیں کہا اصل بات یہ ہے کہ ایک نابینا حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو اچھا ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ساتھ کوئی نہیں ہوتا اور مجھے نظر آتا نہیں اس لئے مجھے پریشانی ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے اُسے فرمایا تھا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگ (جو میں نے تجھے سکھائی) یعنی یہ اس دعا کی برکت ہے۔
شواهد الحق، الباب السادس، الفصل الثانی، ص۲۲۴، ۲۲۵

۳۸۔ اور صحابہ کرام نے اپنی مشکل میں نبی ﷺ کو پکارا اور اُن کی فریاد رسی ہو گئی چنانچہ امام طبرانی نے روایت کیا کہ امّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کی باری کی

السّامية أيضاً

دوم کہ فرماتے ہیں ﷺ:

إِذَا ضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا وَ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ، أَعِيْنُوْنِيْ (٣٩) يَا عِبَادَ اللّٰهِ (٤٠)، أَعِيْنُوْنِيْ أَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ، فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَّا يَرَاهُمْ رواه الطبراني عن عتبة بن غزوان رضي الله تعالىٰ عنه (٤١)

رات اُن کے ہاں تشریف فرما تھے تو رات کو اُٹھے نماز تہجد کے لئے وضو فرمانے لگے، میں نے سنا کہ آپ نے وضو کرتے وقت تین بار لبیک (یعنی میں تیرے پاس پہنچا) فرمایا اور تین بار نُصِرتَ (یعنی تو مدد کیا گیا) فرمایا۔ (تو امّ المؤمنین نے عرض کی) گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرمارہے تھے تو کیا حضور کے پاس کوئی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ راجز بنی کعب مجھ سے فریاد کر رہا تھا (المعجم الصغير للطبراني، باب الميم، من اسم محمد ٢/٧٣) یہ راجز یعنی عمر بن سالم تھا جسے کُفارِ قریش قتل کرنا چاہتے تھے تو وہ مکہ مکرمہ سے نکلا جب کسی مشکل میں گھر جاتا تو حضور ﷺ کو پکارتا اور اس کی مدد ہو جاتی ایک بار وہ دشمنوں کے گھیرے میں آگئے تو حضور ﷺ کو پکارا کہ یا رسول اللہ! مجھے بچایئے ورنہ دشمن مجھے قتل کر دیں گے تو اس وقت حضور ﷺ اپنی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے، اور جب وہ حضور ﷺ کی مدد سے مدینہ طیبہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں چند اشعار ہدیہ کیے جن میں سے ایک شعر یہ ہے

فَانْصُرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَتَدًا
وَ ادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَأْتُوْا مَدَدًا

یعنی، پس رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگ کیونکہ آپ کی مدد ہر وقت تیار ہے اور اللہ کے بندوں کو پکار وہ تیری مدد کو پہنچیں گے۔ یہ پورا واقعہ بمع اشعار "الاصابہ" لابن حجر (٢/٥٢٩) اور "الاستیعاب" للقرطبی (٢/٥٣٣) میں مذکور ہے۔ (فلاح کا راستہ شریعت کے آئینے میں، ص ٦٦،٦٧)

۳۹۔ "المعجم الکبیر" المطبوع میں "اعینونی" کی جگہ "اغیثونی" ہے جبکہ علامہ ہیثمی نے المعجم الکبیر کے حوالے سے "اعینونی" نقل کیا ہے۔

۴۰۔ "المعجم الکبیر" اور "مجمع الزوائد" میں یہ کلمات صرف دوبار ذکر کئے گئے ہیں۔

۴۱۔ المعجم الكبير للطبراني برقم: ١٧/١٧٠٢٩٠، ١١٨٠١١٧ ـ أيضاً التوسّل للسّندي ص ٥٧ ـ أيضا مجمع الزوائد كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا انفلت دابته الخ برقم: ١٣٨/١٠٠١٧١٠٣

جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہئے یوں پکارے، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میرے مدد کرو، کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔ (٤٢) والحمد للہ ربّ العالمین

سوم کہ فرماتے ہیں ﷺ جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے:

فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوْا رواه ابن السني عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه (٤٣)

تو یوں ندا کرے اے اللہ کے بندو روک دو۔
عباد اللہ اُسے روک دیں گے۔

چہارم کہ فرماتے ہیں ﷺ یوں ندا کرے:

أَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ رواه ابن أبي شيبة و البزار عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما (٤٤)

میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔

اور حضور پُر نور سیّد الاسیاد فرد والافراد قطب الارشاد سلطان بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے نام مبارک باعثِ حَلِّ مُشکلات فرمایا ہے، امام اجل سیّدی

۴۲۔ المعجم الکبیر اور مجمع الزوائد میں آگے ہے کہ قال جرب ذلك یعنی یہ مجرب ہے۔

۴۳۔ عمل اليوم والليلة لابن السني، برقم ٥٠٩ـ أيضا مسند أبي يعلى، مسند عبد الله بن مسعود، برقم: ٥٢٦٦، ص ٩٥٩ـ أيضا مجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا انفلت دابته، برقم ١٣٩/١٠٠١٧١٠٥

۴۴۔ المصنف لابن أبي شيبة كتاب الدعاء باب ما يدعو به الرجل إذا ضلت منه الضالة برقم: ٣٣٩، ١/٣٤٥، أيضاً التوسّل للسّندي ص ٥٧ـ أيضاً مجمع الزوائد كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا انفلت الخ برقم ١٣٨/١٠٠١٧١٠٤ و قال رواه الطبراني و رجاله ثقات

ابوالحسن نورالملّة والدّین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قُدِّس سرّہٗ العزیز جن کو امام فنِ رجال شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ''حسن المحاضرہ'' میں الإمام الأوحد کہا یعنی بے نظیر امام، اپنی کتاب مستطاب ''بہجۃ الاسرار شریف'' میں محدّثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ حَاجَةً فَاسْأَلُوْهُ بِيْ

جب اللہ تعالیٰ سے حاجت کے لئے دعا مانگو تو میرا وسیلہ لے کر دعا کرو۔(٤٥)

اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مَنِ اسْتَغَاثَ بِيْ فِيْ كُرْبَةٍ، كُشِفَتْ عَنْهُ، وَ مَنْ نَادَانِيْ بِاسْمِيْ فِيْ شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ(٤٦)

جو کسی بے چینی میں مجھ سے فریاد کرے اس کی بے چینی دُور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر پکارے وہ سختی زائل ہو۔

ولله الحمد ، احسانِ خدا کہ پیر پایا اور پیر بھی دستگیر پایا۔ و الحمد لله ربّ العالمین. واللّٰه تعالیٰ أعلم

(۳) غیرِ خدا کے لئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے اولیائے کرام کے لئے ان کے حیاتِ ظاہری یا باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذرِ فقہی نہیں عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ پیش کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں۔ شاہ رفیع الدین صاحب برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مُحدِّث دہلوی ''رسالۂ نذور'' میں لکھتے ہیں:

۴۵۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مَنْ تَوَسَّلَ بِيْ إِلَى اللّٰهِ عزّ و جلّ فِيْ حَاجَةٍ قُضِيَتْ لَهٗ ۔(البهجة الاسرار، ذکر فضل أصحابه و بشراهم ص ۱۹۷) یعنی، جو شخص اپنی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ لے تو اس کی حاجت پوری ہو۔

۴۶۔ بهجة الأسرار و معدن الأنوار، ذکر فضل أصحابه و بشراهم ص ۱۹۷

نذر یکہ اینجا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی ست چہ عُرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند نذر ونیاز می گویند(٤٧)

۴۷۔ یعنی، لفظ نذر جو وہاں مستعمل ہوتا ہے وہ شرعی معنی پر نہیں ہے (کہ وہ ایجاب غیر واجب ہے جو عبادات مقصودہ کی جنس سے ہے بطریق تقرب الی اللہ ہے بلکہ معنی عرفی مراد ہے) کیونکہ عرف یہ ہے کہ جو بزرگوں کی خدمت میں لے جاتے ہیں (رسالہ نذور، ص۳) اور شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی لکھتے ہیں میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم قُدِّس سرہٗ مخدوم اللہ دیہ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے قصبہ ڈالنہ تشریف لے گئے اور رات کو ایک ایسا وقت آیا کہ اس حالت میں فرمایا کہ مخدوم صاحب ہماری ضیافت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھانا کھا کے جا چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھی مزار شریف پر رُک گئے اور باقی سب لوگ چلے گئے یہ دیکھ کر آپ کے سب ساتھی رنجیدہ خاطر ہوئے، اس وقت ایک عورت سر پر طبق رکھے ہوئے آئی، جس میں چاول اور مٹھائی تھی اور مائی صاحبہ نے کہا میں نے منّت مانی تھی کہ میرا شوہر واپس آئے تو میں اُسی وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیہ صاحب کے دربار میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی، اس وقت وہ آیا ہے اور میں نے نذر کو پورا کیا اور میری آرزو تھی کہ وہاں پر کوئی ہو جو اس کھانے کو تناول فرمائے، چنانچہ سب نے کھانا کھایا (انفاس العارفین، ص۴۴) اور شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی لکھتے ہیں کہ وہ کھانا جو امام حسن اور امام حُسین کی نیاز کے لئے پکاتے ہیں جس پر فاتحہ و درود شریف اور قُل شریف پڑھتے ہیں وہ تبرک ہو جاتا ہے اس کا کھانا بہت اچھا ہے (فتاویٰ عزیزیہ، ۱/۷۱) اور اسماعیل دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ پس اُمور مروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عُرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں (صراط مستقیم، ص۶۴)۔ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری اس وقت کے لوگ انکار کرتے ہیں (امداد المشتاق، ص۹۲) اور قبلہ استاذی شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی لکھتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہئے کہ عوام الناس جو اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کرتے ہیں اس نذر سے مراد نذر شرعی نہیں ہے کہ وہ عبادت ہے بلکہ مسلمان کا نذر، یہ صدقہ اور ایصال ثواب سے مجاز ہے اور مجاز پر محمول کرنا ہی ایک مسلمان کے ساتھ حُسنِ ظن کو مقتضی ہے اور حُسنِ ظن اسی میں ہے کہ اولیاء اللہ کے واسطے نذر و نیاز کو صدقہ اور ایصال ثواب سمجھا جائے جیسا کہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی (حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، اس لئے کہ مسلمان کے حال سے یہ ظاہر ہے کہ وہ نذر سے مراد مخلوق کے لئے نذر نہیں لیتا اس لئے کہ وہ عبادت ہے اور عبادت غیر خدا کے واسطے جائز نہیں، لہٰذا مسلمان کی نذر سے مراد اس کے مجاورین پر تصدق کرنا ہے کیونکہ مسلمان کا حال اس بات پر قرینہ ہے کہ وہ نذر سے مراد عبادت نہیں لیتا، بحوالہ بیاض واحدی (فلاح کا راستہ شریعت کے آئینہ میں، ص۱۰۸، ۱۰۹)

امام اجل سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرّہ القدسی "حدیقہ ندیہ" میں فرماتے ہیں:

و من ھذا القبیل زیارةُ القُبورِ و التبرُّک بضرائحِ الأولیاءِ و الصّالِحین و النّذرُ لھم بتعلیق ذٰلک علی حُصولِ شفاءٍ أو قُدوم غائب فإنّه مجازٌ عن الصّدقة علی الخادمین بقُبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفَعَ الزّکاةَ لفقیرٍ و سمّاھا قرضاً صحّ لأنّ العبرة بالمعنی لا باللّفظ (۴۸)

یعنی، اسی قبیل سے ہے زیاراتِ قبور اور مزاراتِ اولیا و صُلحا سے برکت لینا اور بیمار کی شفایا مسافر کے آنے پر اولیائے گزشتہ کے لئے مَنّت ماننا کہ مقصود محض ان کے خادمانِ قُبور پر تصدُّق ہے جیسے فقہاء نے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے زکوٰۃ ادا ہوگئی کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا۔

کیوں مُشتہر صاحب! اب بھی سمجھے نذر و نیاز فقہی نہیں بلکہ حقیقتاً متوسّلین اولیا پر تصدُّق ہے اب قرآن عظیم سے پوچھئے تو آیاتِ قرآنیہ کے شیر گونج رہے ہیں کہ

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ﴾ (۴۹)

ترجمہ: بے شک اللہ بہتر جزا دے گا تصدُّق کرنے والوں کو۔

مسلمانوں کی نیت یہی ہوتی ہے اور ان کا یہی عُرف ہے کہ ان صدقات سے وجہ الٰہی مقصود رکھتے ہیں اور اُن کا ثواب اُن اولیائے کرام کی خدمات میں پہنچاتے ہیں، اب قرآن و حدیث میں جتنے فضائل صدقات نافلہ وارد ہوئے ہیں وہ سب نذر اولیا کو بھی شامل اور انہیں آیات کثیرہ سے اس کا جواز بھی حاصل، کہئے مُشتہر صاحب اب تو آپ کی شرائط کے مطابق قرآن عظیم ہی سے نذر اولیا کا اثبات ہوگیا، تفصیل کے لئے دیکھو "السنیة

۴۸۔ الحدیقة الندیة الطریقة المحمدیة، ۱۵۱/۲

۴۹۔ یوسف: ۸۸/۱۲

الانیقه فی فتاوی افریقه (۵۰)" تصنیف حضور پُرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴، ۵، ۶) محفلِ میلاد اس کا نام ہے کہ مسلمانوں کو بُلا کر حضور اقدس ﷺ کے فضائل رَفیعہ و مَراتبِ مَنیعہ انہیں سُنائے جائیں اور حضور کی ولادت شریفہ کا ذکر کیا جائے یہ تو حقیقت ہے اس مجلس کریم کی، اب قرآن عظیم سے اس کے جواز کا ثبوت لیجئے، فرماتا ہے جَلَّتْ آلاؤُہٗ:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ﴾ الآیة (۵۱)

ترجمہ: بے شک ضرور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظمت والا رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔

اس آیت کریمہ نے صاف فرمادیا کہ حضور اقدس ﷺ کی ولادت قُدسیہ ایک ایسی نعمت جلیلہ ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر احسان جتاتا ہے اور کیوں نہ ہو آدم و عالم، کرسی و عرشِ اعظم، لوحِ محفوظ و قلم سب حضور ہی کی ولادت پاک کا صدقہ اور طفیل ہے، حضور کی ولادت نہ ہوتی تو کچھ پیدا ہی نہ ہوتا، فرمادیا گیا:

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا (۵۲)

۵۰۔ فتاویٰ افریقہ ص ۴۳ تا ۸۶

۵۱۔ آل عمران: ۱۶۴/۳

۵۲۔ جامع الاحادیث کتاب المناقب ۳۳۰/۴ بحوالہ تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر اور امام حاکم نیشاپوری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی جس کے الفاظ یہ ہے فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ (المستدرك للحاكم، كتاب آيات رسول الله الخ بعد كتاب تواريخ الانبياء الخ برقم ٤٢٨٥، ٥١٦/٣) یعنی، اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو آدم کو پیدا نہ کرتا، نہ جنت و دوزخ بناتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ (المستدرك للحاكم، ١٦٥٣، برقم ٤٢٨٦، ٥١٥/٣) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: اگر محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو تجھے پیدا نہ

اے محبوب! اگر میں تمہیں پیدا نہ کرتا تو جہان ہی کو نہ بناتا۔

صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیه و علی خُلفَائِه من الأنبياء و المُرسَلين و آله و صحبه أجمعين و بارک و سلّم

اور خدا کی نعمت کا ذکر اور چرچا کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب و مرغوب فرماتا ہے، عَظُمَتْ نُعْمَاؤُهٗ:

﴿وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ﴾ (۵۳)

ترجمہ: اپنے ربّ کی نعمت کا خُوب چرچا کرو۔

تو بحمدہٖ تعالیٰ قرآن پاک ہی سے ثابت ہوا کہ حضور کی ولادت باسعادت کا ذکر اور چرچا کرنا، عینِ مطلوبِ الٰہی ہے وللہ الحمد۔

اب اس کے ساتھ مسلمانوں کے عُرف میں بعض اُمور اور زائد ہوتے ہیں مثلاً چند آدمیوں کا آوازیں ملا کر نعت اقدس حضور اقدس ﷺ پڑھنا تو یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ غزوۂ احزاب میں صحابۂ کرام آوازیں ملا کر حضور اقدس ﷺ کی نعت میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نَحۡنُ الَّذِيۡنَ بَايَعُوۡا مُحَمَّدًا   عَلَی الۡجِهَادِ مَا بَقِيۡنَا اَبَدًا

ہم وہ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں بک چکے ہیں اس بات پر کہ ہماری عمر میں جب کبھی جہاد کا موقع ہو تو اپنی جانیں نثار کریں گے۔

اور حضور اقدس ﷺ اپنے جانثاروں کی جانثاری ملاحظہ فرما کر خوش ہو ہو کر جواب فرما رہے تھے:

کرتا۔ ان احادیث کے تحت امام اہلسنّت امام احمد رضا لکھتے ہیں یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیلی ہیں، تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا، جنت و نار کس کے لئے ہوتیں، اور خود جنت و نار اجزائے عالم ہیں جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا، بحواله تجلى اليقين ص ۷۳

۵۳۔ الضحی: ۱۱/۹۳

لَا عَيۡشَ اِلَّا عَيۡشُ الۡاٰخِرَة   فَاغۡفِرِ اللّٰهُمَّ الۡاَنۡصَارَ وَ الۡمُهَاجِرَة (۵۴)

عیش تو صرف آخرت ہی کا ہے تو اے اللہ انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

یا عمدہ فرش بچھانا، روشنی اور گلدستوں اور مختلف قسم کی آرائشوں سے آراستہ کرنا تو یہ زینت ہے اور فرماتا ہے جلّ جلالُہٗ:

﴿قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِيۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ الآية (۵۵)

ترجمہ: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی۔

نیز یہ اُمورِ فرحت وسُرور ہیں اور انہیں میں داخل ہے خوشبو لگانا اور گلاب پاشی کرنا وغیرہ اور اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

﴿قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَ بِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ﴾ (۵۶)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہی پر چاہئے کہ خوشیاں منائیں یہ ان کی دھن دولت سے بہتر ہے۔

اور معلوم ہو چکا کہ حضور کی ولادتِ مقدسہ بہت بڑی نعمتِ الٰہیہ، رحمتِ جمیلہ اور اللہ کا فضلِ عظیم ہے تو اس پر یہ خوشیاں منانا حسبِ فرمانِ قرآن جائز و مستحب ہے یا شیرینی تقسیم کرنا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ بڑا احسان ہے اور فرماتا ہے جلّ وعلا:

۵۴۔ صحيح البخاري، كتاب الجهاد و السير، باب التحريض على القتال، برقم: ٢٨٣٤، و باب حفر الخندق، برقم: ٢٨٣٥، ٢٣٢/٢، و باب البيعة في الحرب أن لا يفرّوا الخ، برقم: ٢٩٦١، ٢٦٣/٢، و كتاب مناقب الأنصار، باب دُعاء النبي ﷺ الخ، برقم: ٣٧٩٦، ٤٨٧/٢، و كتاب المغازي، باب غزوة الخندق، برقم: ٤٠٩٩، ٤١٠٠، ٤٤/٣، و كتاب الرقاق، باب ما جاء في الرقاق الخ، برقم: ٦٤١٤، ١٨٩/٤، و كتاب الأحكام، باب كيف يُبايع الإمامُ النّاسَ، برقم: ٧٢٠١، ٣٩٢/٤

۵۵۔ الأعراف: ٣٢/٧   ۵۶۔ يونس: ٥٨/١٠

﴿و تعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی﴾ الآية (٥٦)

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

گزشتہ آیت زینت میں ہے:

﴿وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ الآية (٥٧)

اللہ نے جو پاک چیزیں بندوں کے کھانے کے لئے پیدا فرمائیں۔ان کا حرام کرنے والا کون یا اس کے واسطے تداعی مسلمانوں کے ذِکرِ خُدا اور رسول جل جلالہٗ و ﷺ کے لئے بُلانا تو یہ بھی جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ و عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (٥٨)

کیا صاف فرمایا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے یا منبر بچھانا، قیام کرنا نام اقدس سُن کو آنکھوں سے لگانا تو ظاہر ہے کہ یہ اُمور اُمورِ تعظیم ہیں منبر و قیام میں تو ظاہر اور انگوٹھے چُومنا بھی اسی قبیل سے ہے جیسے حجر اسود کو بوسہ دینا اور اگر قریب نہ جا سکے تو عصا سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس عصا ہی کو چُوم لیا، یوں ہی مسلمان چاہتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا نام پاک جو منہ سے نکلا ہے اُسے چُومے آنکھوں سے لگائے مگر ایسا نہیں کرسکتا تو انگوٹھوں ہی کو مونھ سے لگا کر آنکھوں سے لگاتا ہے تو یہ اُمور اُمورِ تعظیم وتوقیر ہیں۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبُ﴾ (٥٩)

ترجمہ: جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

۵۶۔ المائدة:۲/۵ ۵۷۔ الأعراف: ۳۲/۷

۵۸۔ حٰمٓ السجدة: ۳۳/۴۱، ترجمہ: اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بُلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔ (کنز الایمان)

۵۹۔ الحج:۳۲/۲۲

اور فرماتا ہے:

﴿و مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ (٦٠)

ترجمہ: جو شخص اللہ کی حُرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لئے اس کے ربّ کی یہاں بہتر ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾ الآية (٦١)

ترجمہ: ہمارے رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

تعظیم نبوی کا حکم عام ہے سوا اُن باتوں کے جن کی ممانعت کی تصریح شریعت میں آ چکی ہے جیسے سجدۂ تعظیمی باقی تمام طُرُق تعظیم اسی صیغۂ عامہ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ میں داخل اور ان سب کے جواز و استحباب کی دلیل اسی سے حاصل، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "منیر العین" (٦٢) و "إقامة القيامة" (٦٣) و "رشاقة الكلام" وغيرها تصانیف قدسیۂ حضور پُر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ نیز نعت اقدس حضور سرور عالم ﷺ کے لئے منبر بچھانا خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے، حدیث میں ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِماً يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَوْ يُنَافِحُ، وَ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ أَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (٦٤)

۶۰۔ الحج:۳۰/۲۲ ۶۱۔ الفتح:۹/۴۸

۶۲۔ فتاوٰی رضویہ،۴۲۹/۵ ۶۳۔ فتاوٰی رضویہ،۴۹۵/۲۶

۶۴۔ سُنَن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء في الشِّعر، برقم:٥٠١٥، ١٧٦/٤، أيضاً سُنَن الترمذی، كتاب الأدب، باب إنشاء الشِّعر، برقم:٢٨٤٦، ٣ ٥٦١١٨، ٥٦٢۔ أيضاً المسند للإمام أحمد، ٧٢/٦۔ أيضاً نقله التبريزی فی "مشكاته" فی الأدب، باب البيان و الشعر، الفصل الثالث، برقم:٤٨٠٥، ٣۔ ١٨٨/٤ و قال رواه البخاری

رسول اللہ ﷺ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھاتے وہ اس پر قیام کر کے حضور کے فضائل بیان کرتے یا دشمنوں کا رد کرتے اور حضور فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس سے حسان کی تائید فرماتا ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفعِ اَعدا کرتے رہتے ہیں۔ رواہ البخاری عن أم المؤمنين الصديقة صلى الله تعالىٰ على بعلها و أبيها و عليها و بارك و سلم، **والله تعالىٰ أعلم**

(۸) **مزارات طیبۂ اولیائے کرام پر بنائے قبہ سلف سے اب تک معمول ہے،** "مجمع بحار الانوار" جلد ثالث میں ہے:

قد أباح السّلفُ البناء علٰى قُبورِ الفُضلاءِ و العُلماءِ و الأولياءِ يزُورُهم النّاسُ و يستريحُونَ فيه (٦٥)

بے شک سلف نے بزرگوں یعنی علماء واولیاء کی قُبور پر عمارت بنانے کو جائز رکھا ہے کہ لوگ اس کی زیارت کریں اور اس میں آرام کریں۔

یوہیں اگر بدنِ میت کے گرد اگرد اینٹیں نہ ہوں اور اس سے اوپر اگر پکی ہو تو منع نہیں اگرچہ تعویذ بھی پکا ہو، اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں اس سے منع نہیں فرمایا جو مدعی جواز ہے اسے اتنا ہی کافی۔

ہاں جو نا جائز کہے بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے وہ ثبوت لائے کہاں سے اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور جو ثبوت نہ دے سکے تو دل سے نئی شریعت گڑھتا خود شارع بنتا اور اللہ جل جلالہٗ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرتا ہے جس بات کو اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حرام نہیں فرمایا ہے، یہ اسے اپنی طرف سے حرام کہتا ہے حالانکہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ

٦٥۔ تکملہ مجمع بحار الأنوار، تحت لفظ قبر، ٣/ ١٤٠

وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (٦٦)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ پوچھو وہ باتیں کہ اگر ان کا حکم تم پر کھول دیا جائے تو تمہیں بُرا لگے اور اگر اس زمانے میں پوچھو گے جب تک قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر کھول دیا جائے گا اللہ تمہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

کیسا صاف ارشاد ہے کہ شریعت نے جس بات کا ذکر نہ فرمایا وہ معافی میں ہے جب تک کلام مجید اُتر رہا تھا احتمال تھا کہ معانی پر شاکر نہ ہو کہ کوئی پوچھتا اُس کے سوال کی وجہ سے منع فرما دی جاتی اب کہ قرآن کریم اُتر چکا دین کامل ہو لیا، اب کوئی نیا حکم آنے کو نہ رہا جتنی باتوں کا شریعت نے نہ حکم دیا نہ منع فرمایا، ان کی معافی مقرر ہو چکی جس میں اب تبدیلی نہ ہوگی، وہابی کہ اللہ کی معافی پر اعتراض کرتا ہے مردود ہے وللہ الحمد اور یہی ایک دلیل محفلِ میلاد و قیام و تقبیل ابہامین (انگوٹھے چومنے) و نذر و ندائے محبوبانِ کبریا علیٰ سیّدہم وعلیہم الصّلاۃ والثنا اور ان تمام مسائل میں جاری و کافی جنہیں وہابیہ محض اپنی زبان زوری سے بدعت و نا جائز کہتے ہیں اور پھر بکمال عیاری غریب سُنّیوں ہی سے کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے اس کا جواز ثابت کرو حالانکہ یہ اوندھا مطالبہ ہے ابھی آیت کریمہ سُن چکے کہ قائلِ جواز کو کسی دلیل کی حاجت نہیں اُسے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ جل وعلا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے منع نہیں فرمایا لہٰذا بحکم آیت کریمہ ارشاد "عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا" میں داخل اور اُسی سے اس کا جواز حاصل، تم جو اسے نا جائز کہتے ہو قرآن و حدیث سے ثبوت لاؤ کہاں منع فرمایا ہے، مگر ہم نے تبرعاً مُشتہِر صاحب کی خاطر سے بحمدہٖ تعالیٰ قرآن عظیم ہی سے ان امُور کا جواز روشن و مُبرہَن کر دیا، **وَلِلّٰهِ الحمد و اللّٰه تعالیٰ أعلم**

تنبیہ: مُشتہِر صاحب نے "مرآۃ الحقیقۃ" کو حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ

٦٦۔ المائدة: ٦/ ١٠١

تعالیٰ عنہ کی تصنیف قرار دے کر اس کی عبارت پیش کی ہے:

من یعتقد أن محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعلم الغیب
فھو کافر لأن علم الغیب صفۃ من صفۃ اللہ تعالیٰ

قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت بھی غلط ہے اور قطع نظر اس سے کہ یہاں علم غیب سے علم غیب بالذات مراد ہے کہ وہی خدا کی صفت ہے عطائی علم غیب ہرگز صفتِ خداوندی نہیں ہوسکتا جو شخص خدا کے لئے عطائی علم غیب مانے وہ قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے اور اوپر معلوم ہو چکا کہ حضور اقدس سرورِ دو عالم ﷺ کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے جو شخص کسی مخلوق کے لئے ذاتی علم غیب مانے کافر ہے اور قطع نظر اس کے کہ یہ عبارت ہرگز ہمارے لئے مُضر اور مُنکرین کو مفید نہیں کہ اس میں جس علم غیب کو خدا کی صفت بتایا اُسی کو حضور کے لئے ثابت کرنے کو کافر کہا اور ابھی معلوم ہوگیا کہ ذاتی علم غیب ہی صفتِ الٰہیہ ہے عطائی کوئی صفت بھی اس کے لئے ممکن نہیں، کہنا تو یہ ہے کہ یہ کتاب ''مرآۃ الحقیقہ'' ہرگز حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہی نہیں حضور کی طرف اس کی نسبت اِفترا ہے سب سے پہلے ایک پر لے سرے کے حیادار سیف النقی والے شقی نے اس سے استدلال کیا اور اس نے تو عجیب ہی کمال کیا وہ تدبیر سوچی کہ اس کے پیشوا ابلیس ملعون کو بھی باوجود ادعائے ''اَنَاخَیْرٌ مِنْہُ'' نہ سوجھی یعنی دل سے کتابیں گڑھ لو جی سے اُن کے صفحات تراش لو، طبیعت سے اُن کے مطابع اختراع کرلو خود ہی اللہ جل جلالہٗ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین و تنقیص پر مشتمل ان کی عبارات ڈھال لو اور اہلِ سُنّت کے پیشوایانِ عظام قدست اسرارہم کی طرف اُن کا افترا کر کے سُنّیوں سے کہو کہ دیکھو تمہارے عقائد تو یہ ہیں اور تمہارے آقایانِ کرام اللہ جل جلالہٗ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یوں گستاخیاں کرتے ہیں تم بھی گستاخیاں کیوں نہیں کرتے، اس کا مُفصّل ومُشرّح بیان کتاب مستطاب ابحاث اخیرہ و رسالۂ مبارکہ ''رماح القھار علی کفر الکفار'' میں ملاحظہ

ہو۔ کیا مُشتہر صاحب یا ان کا کوئی بڑا ثابت کرسکتا ہے کہ یہ کتاب ''مرآۃ الحقیقۃ'' حضور کی تصنیف ہے اور کسی عالم معتبر نے اس سے استناد کیا اور اسے حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف بتایا:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا﴾ الآیۃ (٦٧)

﴿فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ﴾ (٦٨)

اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نفس کریم کے لئے فرماتے ہیں:

وَ عِزَّۃِ رَبِّیْ اِنَّ السُّعَدَآءَ وَ الْاَشْقِیَآءَ لَیُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ، عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ رواہ الإمام الأوحد سیدی نور الدین أبو الحسن علی الشطنوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد صحیح (٦٩)

یعنی، عزتِ الٰہی کی قسم بے شک سب سعید اور شقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، میری آنکھ لوحِ محفوظ میں ہے۔

نیز قصیدۂ مقدسہ خمریہ میں فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ (٧٠)

میں ہمیشہ علی الاتصال تمام بلادِ الٰہیہ یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ایک رائی کا دانہ۔

نیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ایست

حضرت خواجہ بہاؤالحق والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام پاک نقل کرکے فرماتے:

٦٧۔ البقرۃ:٢/٢٤، ترجمہ: پھر اگر نہ لاسکو ہم فرمائے دیتے ہیں ہرگز نہ لاسکو گے۔ (کنز الایمان)
٦٨۔ یوسف:١٢/٥٢، ترجمہ: اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ (کنز الایمان)
٦٩۔ بھجۃ الأسرار، ذکر کلمات أخبر بھا عن نفسہ الخ، ص ٥٠
٧٠۔ قصیدہ غوثیہ مع ختم قادریہ، ص ٣٨

و ما می گوئیم چوں روی نا ختے ست۔(۷۱)

مُشتہر جی اب ذرا اپنے شیطانی کُفر کے فتوے کی خبر لو، دیکھوتم نے کس کس محبوب خُدا کو کافر کہہ دیا مگر ان کا کیا بگڑا وہ کفر اُلٹا تمہارے ہی گلے کا ہار رہوا، ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَقَدْ بَآءَ بِهٖ أَحَدُهُمَا (۷۲)

کفر کو بھی تم سے کتنی محبت ہے، ہر پھر کر تمہارے ہی گلے لگتا ہے: ذٰلِکَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللّٰہ۔

﴿وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (۷۳)

مزہ دار تناقض:

دعویٰ تو یہ ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب مانے وہ کافر ہے اور پھر خود ہی کہا ''دینی علوم وقتاً فوقتاً بذریعہ وحی بالضرور مکمل تعلیم دیئے ہیں جملہ اُمور مغیبات کی بھی آپ کو اطلاع اسی قبیل سے ہے'' لیجئے خود بھی جملہ غیوب کا علم حضور اقدس

۷۱۔ نفحات الأنس للجامی، ص۲٤۹،ترجمہ: اس گروہ (اولیاء) کی نظر میں زمین ایسے ہے جیسے دسترخوان اور ہم کہتے ہیں کہ (زمین اس گروہ کی نظر میں ایسے ہے) جیسا ناخن کو دیکھنا۔

۷۲۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم یا کافر، رقم:٦۰، ۷۹/۱۔ أیضاً صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من آکفر أخاہ بغیر تأویل فهو کما قال، برقم:٦۱۰٤، ۱۱۰/٤۔ أیضاً المؤطا لمالك، کتاب الکلام، باب ما یکرہ من الکلام، ۸۲۰/۱/٥٦، ص٦۰۳۔ أیضاً المسند، ۱۸/۲۔ أیضاً سُنَن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فیمن رمی أخاہ یکفر، برقم:۲٦۳۷، ٤٥۳/۳۔ أیضاً جامع الصغیر للسیوطی، برقم:۲۳۹، ۱۷٦/۳۔ أیضاً المسند لأبی عوانه، بیان المعاصی، ۲۲/۱

۷۳۔ الزمر: ۲٦/۳۹، ترجمہ: بے شک آخرت کا عذاب سب سے بڑا، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (کنز الایمان)، یعنی، ایمان لاتے تکذیب نہ کرتے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مان لیا، ہم بھی تو بذریعہ وحی ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علوم غیب مانتے ہیں، کہنا یہ ہے کہ اب خود مُشتہر صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع غُیوب کی اطلاع مان کر اپنے ہی قول سے کافر ہوئے یا نہیں خود جواب نہ دے سکیں تو اپنے بڑوں سے پوچھ کر دیں۔

بے مزہ جہالت:

مُشتہر صاحب کہتے ہیں'' نہ تو اللہ صاحب ہی نے اپنے قرآن مجید ہی میں کہیں فرمایا کہ میں نے محمد رسول اللہ کو علم غیب دیا ہے'' آنکھیں ہوں تو دیکھو جواب سوال اول کی آیاتِ کریمہ دیکھ کر خدا توفیق دے تو حضور عَالِمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مُطّلع علی الغُیوب ہونے پر ایمان لاؤ، کیسا صاف وواضح فرمایا جا رہا ہے کہ ''اللہ اپنے چُنے ہوئے رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے''،(۷٤) ''اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مُسلّط فرماتا ہے''(۷٥) حتی کہ صاف فرمایا ''یہ نبی غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں'' (۷٦) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وکرم۔ پھر کہتے ہیں'' خود بدولت (ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بھی تو بست وسہ سالہ عرصہ طویلہ میں ایک دفعہ بھی تو اقرار نہیں فرمایا کہ اللہ صاحب نے مجھے علم غیب عنایت فرمایا ہے'' ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب راچہ گناہ (۷۷)

حدیثِ معراج منامی میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَرَأَيْتُهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدًا أَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَ عَرَفْتُ رواہ الترمذی عن معاذ بن

۷٤۔ سورہ آل عمران: ۱۷۹/۳   ۷٥۔ سورة الجن: ۲۷/۷۲، ۲۸

۷٦۔ سورة التکویر: ۲٤/۸۱

۷۷۔ یعنی، چمگادڑ کو اگر دن میں نظر نہ آئے تو اس میں سورج کی روشنی کا کیا گناہ۔

جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷۸)

میں نے ربّ عزّ وجلّ کو دیکھا کہ اس نے اپنی کفِ رحمت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھی تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو میرے لئے ہر شئے ظاہر ہوگئی اور میں نے ہر چیز پہچان لی۔

(رواہ الترمذی عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۷۹)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ رواہ الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۸۰)

میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔(۸۱)

۷۸۔ سُنَن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ص، برقم:۳۲۳۵، ۲۱۳/٤، ۲۱٤۔ أیضاً المعجم الکبیر، ۱۰۹/۲۰

۷۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب ہے کہ پس مجھ پر ہر چیز کے علوم ظاہر اور روشن ہوگئے پس میں نے سب کو پہچان لیا (أشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد، الفصل الثالث، ۳٤۲/۱)

۸۰۔ سُنَن الدارمی، کتاب الرؤیا، باب فی رؤیۃ الرّبّ تعالی فی النوم، برقم:۲۱۹٤۔ ۱۰٦/۲۔ أیضاً المعجم الکبیر للطبرانی، ۱٤۱/۲۰عن معاذ بن جبل ﷺ۔ أیضاً مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الثانی، برقم:۷۲۵، ۱۔۱۵۲/۲

۸۱۔ اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فرمان ''پس میں نے جان لیا'' کا مطلب ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب میں نے یہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں فرشتے، اشجار وغیرہما ہیں تعلیم فرمایا، یہ عبارت ہے آپ ﷺ کے وسعتِ علمی سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھول دیا، علامہ ابن حجر نے فرمایا: ''فی السماوات'' سے آسمانوں بلکہ اُن سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصۂ معراج سے مستفاد ہے اور ''ارض'' بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں ہیں بلکہ اُن سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہوگئیں جیسا کہ حضور کا ثور اور حوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں

نیز حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَ إِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ جِلْيَانٌ مِنَ اللّٰهِ جَلَّاهُ لِيْ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِيِّيْنَ مِنْ قَبْلِي (۸۲)

ہیں الخ (مرقات شرح مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الثانی، برقم:۷۲۵، ٤۰۰/۲) اور شیخ محقق عبدالحق مُحدِّث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان ''پس میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے جان لیا'' یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکُلی کے حاصل ہونے اور ان کا احاطہ کرنے سے اور حضور ﷺ نے اس حال کے مناسب بقصدِ استشہاد یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی: ''وَ كَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ الآيَة'' اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملکِ عظیم دکھایا تا کہ ابراہیم علیہ السلام وجودِ ذات وصفات اور توحید کے ساتھ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور اہلِ تحقیق نے فرمایا کہ دونوں روایتوں میں فرق ہے اس لئے کہ خلیل علیہ الصلاۃ والسلام نے آسمانوں اور زمینوں کا مُلک دیکھا اور حبیب علیہ الصلاۃ و السلام نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا، ذات وصفات، ظواہر وبواطن سب دیکھا اور خلیل کو وجوبِ ذاتی اور وحدتِ حق کا یقین ملکوت آسمان وزمین دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہلِ استدلال اور اربابِ سلوک اور محبوں اور طالبوں کی حالت ہے اور حبیب کو وصول إلی اللہ اور یقین اول حاصل ہوا پھر عالم اور اس کے حقائق کو جانا جیسا کہ مطلوبوں، محبوبوں اور مجذوبوں کی شان ہے (أشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد الفصل الثانی، ۲۳۳/۱) اور علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیم کو علیہ السلام آسمانوں اور زمینوں کے مُلک دکھائے ایسے ہی حضور ﷺ پر غیوب کے دروازے کھول دیئے (حضور نے فرمایا) حتّی کہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ذات، صفات، ظواہر مُغیبات سب کچھ (شرح الطّیبی علی مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الثانی، برقم:۷۲۵، ۲۹۱/۲)

۸۲۔ کتابُ الفِتَن للحافظ نعیم بن حماد، ما کان من رسول اللہ ﷺ من التکلم و أصحابہ من بعدہ الخ، برقم:۲، ص۲۹، ۳۰۔ أیضاً تقریب البُغیۃ بترتیب أحادیث الحلیۃ، برقم:۳۰۹۵، ۲۵/۳۔ أیضاً جمع الجوامع للسیوطی، قسم الأقوال، حرف الھمزۃ،

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھالیا تو میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، (۸۳) اللہ تعالیٰ کے روشن کر دینے کے سبب کہ اس نے میرے لئے یہ علم منکشف کر دیا ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے منکشف فرما دیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم و بارک وسلم۔ رواہ الطبرانی فی "کبیرہ" ونعیم ابن حماد فی "کتاب الفتن" و أبو نعیم فی "الحلیۃ" عن سیدنا ابن سیدنا عبداللہ بن عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

"اور نہ ہی خلفائے راشدینؓ (۸٤) نے، نہ تبع تابعینؒ (۸۰) نے" امام قسطلانی نے

برقم:۹٤۸٤، ۲/۱۳/٤۔ أیضاً مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، باب إخبارہ ﷺ بالمغیبات، برقم:۱٤۰٦۷، ۸/۳٦٥ و قال رواہ الطبرانی۔ أیضاً کنز العمال، برقم:۳۱۸۰۷، ۱۱/۱۷۰

۸۳۔ اس کے تحت علامہ زرقانی لکھتے ہیں: "إن اللہ قد رَفع" أی أظھرَ و کَشف لِی الدُّنیا بحیث أحطتُ بِجمیع ما فیھما "فأنا أنظر إلیھا و إلی ما ھو کائنٌ فیھما إلی یوم القیامۃ کأنّما أنظر إلی کفّی ھذہ" إشارۃ إلی أنّہ نَظَرَ حقیقۃً دفع بہ احتمال أنّہ أرید النظر العلم (زرقانی علی المواھب، المقصد الثامن، الفصل الثالث فی أنبائہ ﷺ بالانباء المغیبات، القسم الثانی فیما أخبرہ علیہ الصلاۃ و السلام من الغیوب سوی ما فی القرآن الخ، ۷/۲۰٤، ۲۰٥)

یعنی، (حضور ﷺ نے فرمایا) بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا ظاہر اور منکشف فرمائی ہے اس طرح کہ میں نے جو کچھ اس میں ہے سب پر احاطہ کر لیا پس میں دنیا کی طرف اور جو کچھ دنیا میں تا قیامت ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں، اس حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے بے شک آپ ﷺ نے حقیقت میں دیکھا اس نظر و دیکھنے سے مراد صرف جاننا لیا جائے اس احتمال کا رد کیا گیا بلکہ حقیقۃً دیکھنا مراد ہے۔

۸٤۔ ہم مسلمان کہتے ہیں رضی اللہ عنہم وعنا بہم اجمعین ۱۲

۸۵۔ ہم مسلمان کہتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲

"مواہب لدنیہ شریف" میں فرماتے ہیں:

قد اشْتَھَر وانْتَشَرَ أمرُہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بَیْنَ أصْحَابِہٖ بِالاطّلاعِ عَلَی الغُیوبِ (۸٦)

بے شک صحابۂ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

اسی کی شرح زرقانی میں ہے:

أصحابُہٗ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم جازِمُوْن بِاطلاعِہٖ عَلَی الغَیبِ (۸۷)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یقین کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔

وللہ الحمد اور اقوال کثیرہ "الفیوض الملکیہ" میں ملاحظہ ہوں، خدا انصاف دے تو اتنے ہی ارشادات ہدایت کے لئے کافی ہیں اور مرضِ تعصّب کا علاج ہمارے پاس نہیں۔ واللہ الموَفّق

تمام صحابۂ کرام کو مُشتہر نے کافر کہہ دیا:

ابھی "مواہب" و "زرقانی" سے سُن چکے کہ تمام صحابۂ کرام اعتقاد رکھتے تھے کہ حضور کو علم غیب ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم و بارک وسلم۔ اب مُشتہر بکمال دریدہ ذہنی یہ ملعون عبارت لکھتا ہے: "رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو صفاتی جزئی مجازی محدودی عالم الغیب جاننے والا تو البتہ کافر ہی ہے" مسلمانو! لِلّٰہ انصاف، یہ ناپاک ملعون تکفیر کہاں تک پہنچتی ہے، صحابۂ کرام حتی کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے علم

۸٦۔ المواھب اللدنیۃ، المقصد الثامن، الفصل الثالث فی إنبائہ ﷺ بالأنباء المغیبات، ۳/۹۱، ۹۲

۸۷۔ شرح العلامۃ الزرقانی علی الواھب اللدنیۃ، المقصد الثامن، الفصل الثالث فی إنبائہ ﷺ بالأنباء المغیبات، ۱۰/۱۱۳، ۱۱٤

ما فی السمٰوٰت و الأرض إلی یوم القیامۃ کا اثبات فرمایا۔خود ربّ العزۃ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ ''ہم نے اپنے غیب پر مسلّط فرما دیا''۔تو اب اس ناپاک عبارت نے صحابہ و مصطفیٰ و کبریا جلّ وعلاو صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلّم سب کو کافر کہہ دیا۔اَلا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰافِرِیْنَ و العیاذُ باللّٰہ تعالیٰ،مُشتہر نے جو آیاتِ نفی سے استدلال کیا ہے اس کا جواب ہو چکا کہ ان میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے اور ان آیات پر بھی ہمارا ایمان ہے۔وللہ الحمد

دریدہ دہنی اور بدزبانی:

مُشتہر عجب مسخرہ ہے خود ہی سنّیوں کی شکایت کرتا ہے کہ وہ نجدیت،دہریت،غیر مُقلّدیت،نیچریت،القاب وخطاب سے اخبار سازی واشتہار بازی کرتے ہیں نیز اس پر بھی دھمکاتا ہے کہ اب اگر کسی نے یہ لفظ کہے تو وہ یا مجسٹریٹ الغیاث یا کلکٹر المدد یا پولیساہ اور واہ گورنمنٹاہ کہہ کہہ کر گورنمنٹ سے فریاد کر کے اُسے سزا دلوائے گا،خیر اس سے تو ہمیں غرض نہیں وہ سے جو چاہے کروائے مگر خود اس کی بدزبانی ملاحظہ ہو،غربائے اہلسنّت و علمائے اسلام کو اس نے فتنہ گر گمراہ گمراہ گر ضال مُضِل شہر آشوب،فتّان حیلہ باز فتنہ پرداز ہرزہ دراز مُل قافیہ مشرک گر جھوٹی حدیث سُنانے والا ابلیس خنّاس وغیرہ کُھلے لفظوں میں گالیاں دی ہیں مگر ہمارے ربّ عزّ وجلّ نے ہمیں حکم فرمادیا ہے:

﴿ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (۸۸)

بارگاہِ رسالت میں مُشتہر کی گستاخی

مُشتہر لکھتا ہے مخصوص صفت خالق اور پھر مخلوق میں بھی جلوہ گر۔صلاح کار کجا من خراب کجا،ماللتراب ورب الارباب،چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

مُشتہر نے علم غیب کو تو صلاح کار ٹھہرایا اور معاذ اللہ! حضور محبوب کبریا سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم کو ''منِ خراب'' کے ناپاک لفظ سے تعبیر کیا،پھر حضور کی شان

۸۸۔ آل عمران:۳/۱۸٦،ترجمہ:اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔(کنز الایمان)

میں مٹی،تراب اور خاک کا لفظ استعمال کیا،تمام اُمّت کا اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین کرنے والا قطعاً و یقیناً کافر و مرتد ہے،اُس کی جُورو اس کے نکاح سے نکل گئی اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی برتاؤ کرنا حرام،اس پر تمام احکام مُرتدین جاری ہو گئے والعیاذ باللہ تعالیٰ،مولیٰ عزّ وجلّ توبہ و تجدید نکاح اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مُشتہر کی عیاری

مسلمانو! مسلمانو! اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربانو! اصل بات یہ ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کے طواغیت اربعہ گنگوہی انبہٹی نانوتوی تھانوی نے اللہ جل وعلا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں سخت سخت گستاخیاں،گندی گندی توہینیں کیں حضور کو شیطان سے کم علم بتایا۔اپنے پیر ابلیس کے علم کو حضور کے علم اقدس پر بڑھایا،صاف لکھا شیطان و ملک الملکوت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے،شیطان و ملک الملکوت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی،فخر عالم کی وسعت علم کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔دیکھو ''براہین قاطعہ'' گنگوہی وانبہٹی صفحہ ۵۱ سطر ۲۱ مطبع قاسمی دیوبند حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء ہونے کو جاہلوں عوام کا خیال ٹھہرایا،حضور کے زمانہ میں بلکہ حضور کے بعد نیا نبی آنے کو جائز اور ختم نبوت میں کچھ خلل نہ ڈالنے والا بتایا صاف لکھا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (۸۹) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں،دیکھو ''تحذیر الناس'' مذکور صفحہ ۱۴ سطر ۱۵۔صاف لکھا بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی

۸۹۔ ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

صلعم(۹۰) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، دیکھو "تحذیر الناس" مذکور صفحہ ۲۸ سطر ۷ (۹۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں جانوروں کی مثل بتایا صاف لکھا آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ دیکھو "حفظ الایمان" (۹۲) اشرفعلی تھانوی مطبع انتظامی کانپور، بار دوم صفحہ ۸ سطر ۱۵، یہ وہ اقوال ملعونہ ہیں کہ جن پر علمائے عرب و عجم مفتیانِ حل و حرم نے ان کے قائلین پر نام بنام فتویٰ کفر دیا، صاف فرمادیا:

مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَ عَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (۹۳)

جو ان میں کسی کے اقوال پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے یا اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔(۹۴)

وہابیاں، عیارنجدیانِ خامکار اپنی یہ باتیں چھپاتے اور فرعی مسائل مجلس میلاد، قیام، نداء و نذر اولیاء، تقبیل ابہامین وغیرہ میں چھیڑ کرتے اور بھولے مسلمان دھوکے میں آ کر

۹۰۔ ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۹۱۔ تحذیر الناس، صفحہ ۳۴، سطر ۴، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی

۹۲۔ حفظ الایمان، ص ۱۳

۹۳۔ دیکھئے "الدولة المکیة" و "حسام الحرمین"

۹۴۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں: أجمع العلماءُ أن شاتم النبي ﷺ المُتنقِّص له كفر و الوعيد جارٍ عليه بعذابِ الله له، و حُكمُه عِندَ الأُمّةِ القتلُ، و مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَ عَذَابِهٖ كَفَرَ (كتاب الشفا بتعريف حقوق سيدنا المصطفى ﷺ، القسم الرابع، الباب الأول في بيان ما هو في حقه ﷺ الخ، ص ۳۷۰)

یعنی، علماءِ اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم نبی ﷺ، آپ ﷺ میں تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ (بھی) کافر ہے۔

اُن میں بحث کرنے لگتے ہیں، بھائیو جو لوگ اللہ و رسول کی عزت پر حملے کر رہے ہیں ان کو کسی فرعی فقہی مسئلے میں بحث کا کیا حق یہاں ایک بات ان کے جواب کو کافی ہے اور ایک اپنے سمجھنے کو **اوّل** یہ کہ تم لوگ پہلے اللہ جل وعلا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا ایمان تو ٹھیک کر لو، **دوم** یہ کہ ان مسائل میں مخالف وہ لوگ ہیں جن کے اللہ جل وعلا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ کچھ حملے ہیں پھر ان کی کس بات کا اعتبار، واللہ الموفق۔

و العياذُ باللّٰهِ ربِّ العالمين و صلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ خير خَلْقه و قاسم رزقه و عروس مملكته سيِّدنا و مولينا محمدٍ و آله و صَحبِه و ابنه و حِزبه و بارک وسلّم و اللّٰه تعالىٰ اعلم۔

فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی غفرلہ و لابویه رب المولى العزيز القوى

(۱) تصدیق مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ القادری البرکاتی علیہ الرحمہ

صح الجواب واللّٰه تعالىٰ أعلم بالصواب، حرّرهٗ الفقير مصطفیٰ القادری البرکاتی عفی عنہ

(۲) تصدیق صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

الجواب صحيح و اللّٰه تعالىٰ أعلم فقیر ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ

(۳) تصدیق علامہ محمد امین علیہ الرحمہ

مجیب صاحب نے جو ساتوں سوالوں کا جواب دیا ہے بالکل صحیح ہے، واللّٰه أعلم بالصواب، راقم آثم محمد امین ابن مولوی محمد مسعود

(۴) تصدیق علامہ نثار احمد علیہ الرحمہ

هٰذا هُو الحقّ و أحقُّ أن يُقْتَدىٰ بِهٖ و خلافُه مردودٌ، و اللّٰه تعالىٰ أعلم

نثار احمد عفا اللہ عنہ

مآخذ ومراجع

۱. **الاستیعاب**، للقرطبي، الإمام أبي عمر یوسف بن عبدالله (ت۴۶۳ھ) ، مطبع مصطفی محمد، مصر

۲. **أشعة اللّمعات** (شرح مشکاة)، للدّهلوی، الشیخ عبد الحق بن سیف الدین الحنفی (ت۱۰۵۲ھ) ،مکتبة نوریة رضویة،سکـــهر

۳. **الإصابة** فی معرفة الصحابة، للعسقلانی، الإمام أحمدابن حجر (ت۸۵۲ھ)، مطبع مصـــطفی محمد،مصر

۴. **إمداد المشتاق**، للتهانوی، المولوی أشرف علي، کتب خانه شرف الرّشید، شــاه کــوت

۵. **أنفاس العارفین**، للدّهلوی، الشّاه ولی اللّٰه بن شاه عبدالرحیم (ت۱۱۷۶ھ)، کتب خانه حالي مشتاق أحمد،ملتــان

۶. **براهین قاطعة** للگنگوهي، والأنبیٹهي، مطبوع درمطبع بلالے واقع ساڈهور، والمشهرالمولوی محمدیحیٰ مدرس فی المدرسة مظاهر عـــلوم، سهارنفور

۷. **بهجةالأسرار** ومعدن الأنوارفی مناقب القطب الرّبانی، الشیخ الإمام عبدالقادر الجیلانی، للشطنوفی،الإمام نور الدین أبي الحسن علی بن یوسف (ت۷۱۳ھ)،دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولی۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

۸. **بیاض واحدی**، للسّیوستانی، المخدوم عبدالواحد الحنفی (ت۱۲۲۴ھ)، مخطوط مصور

۹. **تجلي الیقین**، للإمام أحمد الرّضا بن نقی علی خان الحنفی(ت۱۳۴۰ھ)،

۱۰. **تحذیر الناس**،للنّانوتوی،المولوی قاسم،دار الإشاعة ،کراتشي

۱۱. **تفسیر خزائن العرفان**، لصدر الأفاضل، السیّدمحمدنعیم الدّین المراد آبادی الحنفی(ت۱۳۶۷ھ)، المکتبة الرضویة ،کراتشي

۱۲. **تفسیر روح البیان**، للحقّی، الشیخ إسماعیل البروسی الحنفی (ت۱۱۳۷ھ) الشیخ أحمدعزّوعنایة، دارأحیاء التراث العربی بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م

۱۳. **تقریب البغیة** بترتیب أحادیث الحلیة، للهیثمی و العسقلانی ألفه الحافظ نورالدین علی بن أبی بکر(ت۸۰۷ھ)، وتمّة الحافظ أبی الفضل أحمد بن بحر (ت۸۵۲ھ)،تحقیق محمد حسن محمد حسن إسماعیل،دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۱ھ۔۱۹۹۹م

۱۴. **التّوسّل** و أحکامه وأنواعه، للأنصاری، الشیخ محمدعابدالسّندی (ت۱۲۵۷ھ)، تحقیق أبی عبداللّٰه محمدجان بن عبداللّٰه النّعیمی، المکتبة المجدّدیّة النّعیمیّة، الطبعة الأولی ۱۴۲۸ھ . ۲۰۰۷م

۱۵. **جامع الأحادیث**، رتّبه العلامة محمد حنیف خان الرّضوی، مرکز أهل السّنّة برکات رضـــا،الهند،الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۱م

۱۶. **الجامع الصغیر**، للسّیوطی،الحافظ جلال الدین بن أبی بکر الشافعی (ت۹۱۱ھ) مع شرحه فیض القدیر، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۲۲ھ. ۲۰۰۱م

۱۷. **جمع الجوامع**، للسّیوطی، الحافظ جلال الدین بن أبی بکر (ت۹۱۱ھ)،تعلیق خالد عبدالفتاح شبل،دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰م

۱۸. **الحدیقة النّدیة**(شرح الطّریقةالمحمّدیة)، للنّابلسی،الإمام عبدالغنی الحنفی(ت۱۱۴۳ھ) ،مکتبة فاروقیة،بشاور

۱۹. **حفظ الإیمان**، للتهانوی المولوی أشرف علي،کتب خانه مجیدیة، ملتان

۲۰. **سُنَن ابن ماجة**، للإمام أبی عبدالله بن یزیدالقزوینی (ت۲۷۳ھ /۲۷۵ھ)،تحقیق محمودمحمد محمود حسن نصّار، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸م

۲۱. **سُنَن أبي داود**، للإمام أبي داودسلیمان بن أشعث(ت۲۷۵ھ)، تعلیق عزت

عبیدالدّعاس و عادل السّید، دارابن حزم، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م

۲۲. **سُنَن التّرمذی**، للإمام أبی عیسٰی محمدبن عیسٰی التّرمذی (ت ۲۷۹ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

۲۳. **سُنَن الدّارمی**، للإمام أبی محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن (ت ۲۵۵ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی ۱۴۲۱ھ۔۱۹۹۹م

۲۴. **السّنَن الکبریٰ** للنّسائی ، الإمام أبی عبدالرحمٰن أحمدبن شعیب (ت ۳۰۳ھ)،دار الکتب العلمیة،بیروت، الطبعةالأولی ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۱م

۲۵. **شرح الطیبی** (علی مشکاة المصابیح) المسمّی کاشف عن حقائق السّنن، للطیبی، الإمام شرف الدّین الحسین بن محمد(ت ۷۴۳ھ)، تعلیق أبو عبد الله محمد علی سمک، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ ۔ ۲۰۰۱م

۲۶. **شرح العلامة الزرقانی** (علی المواهب اللدنیة)، للإمام محمد بن عبدالباقی (ت ۱۱۲۲ھ)، ضبطه محمدبن عبدالعزیز الخالدی، دارالکتب العلمیة ، بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ ۔۱۹۹۷م

۲۷. **شواهدالحق** فی الاستغاثة سیّدالخلق ﷺ، للنّبهانی، القاضی یوسف بن إسماعیل(ت ۱۳۵۰ھ)، ضبطه الشیخ عبدالوارث محمد علی، مرکز أهل السنّة برکات رضا، الهند، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ ۔۲۰۰۴م

۲۸. **صحیح ابن خزیمة**، للإمام أبی بکرمحمدبن إسحاق السّلمی النیسابوری(ت ۳۱۱ھ)، تحقیق الدکتور محمدمصطفٰی الأعظمی، المکتب الإسلامی، الطبعة الثّالثة ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م

۲۹. **صحیح البخاری**، للإمام أبی عبدالله محمدبن إسماعیل الجعفی (ت ۲۵۶ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹م

۳۰. **صحیح مسلم**، للإمام أبی الحسین مسلم بن حجّاج القُشیری (ت ۲۶۱ھ)

۳۱. **صراط مستقیم**، للدّهلوی، إسماعیل القتیل، (ت ۱۲۴۶)، همدرد

پریس، سهارنپور

۳۲. **عمل الیوم واللیلة** لابن السّنی، أبی بکر أحمدبن محمد بن إسحاق الدّینوری(ت ۳۶۴ھ)، تحقیق عبدالقادر أحمدعطا، دارالمعرفة ، بیروت، ۱۳۹۹ھ ۔ ۱۹۷۹م

۳۳. **عمل الیوم واللیلة**، للنّسائی، الإمام أبی عبدالرحمٰن أحمدبن شعیب(ت ۳۰۳ھ)، تعلیق مرکزلخدمات الأبحاث الثّقافیة، مؤسّسة الکتب الثّقافیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۹م

۳۴. **فتاویٰ أفریقه**، للإمام أحمد الرّضا بن نقی علی خان الحنفی (ت ۱۳۴۰ھ)، نوری کتب خانه، لاهور

۳۵. **فتاویٰ رضویة**(مع التخریج)، للإمام أحمد الرّضا بن نقی علی خان الحنفی(ت ۱۳۴۰ھ)، رضا فاؤنڈیشن، لاهور

۳۶. **فتاوٰی عزیزیة**، للدّهلوی، الشّاه عبدالعزیز بن الشّاه ولی الله (ت ۱۲۳۹ھ)، مجتبائی دهلی

۳۷. **فلاح کا راسته** شریعت کے آئینے میں، للنّعیمی، المفتی محمد أحمد بن محمد مبارک النقشبندی النّتوی، ضیاء الدّین پبلی کیشنز کراتشی

۳۸. **قصیده غوثیه** للقطب الربانی الشیخ عبدالقادر الجیلانی، سبزواری پبلی کیشنز، کراتشی

۳۹. **کتاب الشفابتعریف حقوق المصطفٰی** ﷺ، للقاضی أبی الفضل عیاض الیحصبی المالکی (ت ۵۴۴ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م

۴۰. **کتاب الفِتن**، للمروزی، الحافظ نعیم بن حمّادالخزاعی (ت ۲۲۹ھ)، تحقیق أحمدعینی، دارالغدالجدید، القاهرة، الطبعة الأولی ۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۶م

۴۱. **کنزالإیمان** فی ترجمةالقرآن، للإمام أحمد الرضا بن نقی علی خان الحنفی (ت ۱۳۴۰ھ)، المکتبة الرضویة، کراتشی

۴۲. **كنزالعمال** في سُنَن الأقوال والأفعال، للهندي، العلامة علي المتّقي بن حسام الدّين(ت ۹۷۵ھ)، تحقيق محمودعمر الدّمياطي، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثّانية ۱۴۲۴ھ ـ ۲۰۰۶م

۴۳. **مجمع بحار الأنوار**، للنّبهاني، القاضي يوسف بن إسماعيل (ت ۱۳۵۰ھ)، مطبع منشي نول كشور

۴۴. **مجمع الزوائد**ومنبع الفوائد، للهيثمي، الحافظ نور الدّين علي بن أبي بكر(ت۸۰۷ھ)، تحقيق محمد عبدالقادر أحمدعطا، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ ـ ۲۰۰۰م

۴۵. **مرقاة المفاتيح** (شرح مشكاة المصابيح)، للقاري ،الإمام علي بن سلطان محمد الحنفي(ت ۱۰۱۴ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى۱۴۲۲ھ ـ ۲۰۰۱م

۴۶. **المستدرک على الصّحيحين**، للحاكم، أبي عبدالله محمدبن عبدالله النّيسابوري(ت ۴۰۵ھ)، دارالمعرفه، بيروت، ۱۴۲۷ھ ـ ۲۰۰۶م

۴۷. **مسند أبي عوانة** للإمام أبي عوانة يعقوب بن إسحاق الأسفرائيني (ت ۳۱۶ھ)، دارالمعرفة، بيروت

۴۸. **مسند أبي يعلىٰ**، الإمام أبي يعلى أحمد بن علي الموصلي (۳۰۷ھ)، تحقيق الشيخ خليل مامون شيحا، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ ـ ۲۰۰۵م

۴۹. **المسند**، للشيباني، الإمام أحمد بن حنبل(ت ۲۴۱ھ)،المكتب الإسلامي ، بيروت

۵۰. **مشكاة المصابيح**، للتّبريزي، ولي الدين أبي عبدالله محمد بن عبدالله الخطيب(ت ۷۴۱ھ)، تحقيق الشيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى۱۴۲۴ھ ـ ۲۰۰۳م

۵۱. **المصنَّف لابن أبي شيبة**، الإمام أبي بكر عبدالله بن محمد العبسي الكوفي (ت ۲۳۵ھ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمي، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۲۷ھ ـ ۲۰۰۶ء

۵۲. **المعجم الصغير**، للطبراني، للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد (ت ۳۶۰ھ)دارالكتب العلمية، بيروت

۵۳. **المعجم الكبير**،للطبراني، لإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد (ت ۳۶۰ھ)، تحقيق حمدي عبدالمجيد، دارإحياء التراث العربي، بيروت، ۱۴۲۲ھ ـ ۲۰۰۲م

۵۴. **الموطّأ**، للإمام مالک بن أنس(ت ۱۷۹ھ) رواية يحى بن يحى، دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعةالأولى ۱۴۱۸ھـ۱۹۹۷م

۵۵. **المواهب اللّدنيّة** بالمنح المحمّديّة، للقسطلاني، الشيخ أحمدبن محمد(ت۹۲۳ھ)، تعليق مامون بن محي الدين الجنان، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۶ھ۱۹۹۶م

۵۶. **نفحات الإنس**، للجامي، العلامة نور الدين عبدالرحمٰن بن أحمد (ت۸۹۸ھ)، مطبع منشي نول كشور

قرآن کریم کی فضیلت پر چالیس احادیث کا مجموعہ

جمع الأربعین

فی فضائل القرآن المبین

للملا علی القاری متوفی ١٠١٤ھ

مترجم

حضرت علامہ محمد مختار اشرفی مدظلہ

تخریج و حواشی

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمعیۃ إشاعت أھل السنۃ)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : جمع الأربعین فی فضائل القران المبین

مؤلف :

مترجم : علامہ محمد مختار اشرفی مدظلہ

تخریج وحواشی : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

سن اشاعت : ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/اپریل ۲۰۰۹ء

تعدادِ اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

انسان کیا ہے جو اللہ عزّ وجلّ کے پاک کلام کے فضائل اوراس کے فیوض وبرکات کا اندازہ لگا سکے وہ تو اسی قدر جانتا ہے جس قدر اللہ عزّ وجلّ نے قرآن کریم میں، اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے ارشادات میں صراحۃً بیان فرمادیا یا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے فیض سے شرح صدر عطا فرمایا ہے وہ اسی قدر جانتے ہیں جس قدر انہیں عطا ہوا، پھر قرآن کریم کی خدمت کے شعبے مختلف اور اُن شعبوں سے وابستہ اہلِ عرفان کی فہرست بہت طویل ہے حضرات صحابہ کرام میں قرآن کریم کے قاری، مُعلّم، اس کی آیات کی تفسیر کرنے والے اور آیات قرآنی سے مسائل کا استخراج و استنباط کرنے والے کثرت سے تھے پھر اُن سے یہ سلسلہ تابعین عظام کے ذریعے آگے بڑھا، اُمّت میں آیات سے مسائل استنباط کرنے والے اوران سے احکام اخذ کرنے والے آئمہ مُجتہدین پیدا ہوئے، قرأت کے امام پیدا ہوئے، بڑے بڑے مفسّر پیدا ہوئے، غرض یہ کہ اُمّت میں قرآن کریم کی ظاہری و باطنی تعلیم دینے والوں، تقریر و تحریر کے ذریعے کلام اللہ کی خدمت کرنے والوں کا سلسلہ جاری وساری رہا ان میں سے ایک مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری بھی ہیں جو بہت بڑے مُحدِّث و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے حافظ اوراس کی قرات کے ماہر تھے، قرآن کریم کی تحریری خدمت میں آپ کی کُتب میں سے ''مقدمة الجزرية'' کی ''المنح الفكرية'' کے نام سے شرح، اورابیات ابن المقری کی شرح اور ''أنوار القران و أسرار العرفان'' اور ''جمع الأربعين في فضائل القران المبين'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اُن میں سے مُلّا علی قاری کی مؤخر الذکر تالیف جو قرآن کریم کی فضیلت میں وارد چالیس احادیث مبارکہ کا مجموعہ ہے، اسے جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کی کمیٹی

شعبہ نشر واشاعت نے اپنی ماہ اپریل کی اشاعت کے لئے منتخب کیا، رسالہ چونکہ عربی میں تھا اردو ترجمہ کی ذمہ داری ہمارے ادارے کے شعبہ درس نظامی یعنی ''جامعۃ النور'' کے صدر مدرّس حضرت علامہ محمد مختار اشرفی مدظلہ کو سپرد کی گئی، آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود بہت جلد ترجمہ کا کام بحسن خوبی مکمل فرمادیا، اس کے بعد تخریج احادیث اور عربی اور اردو حواشی تحریر کرنے کی خدمت ''جامعۃ النور'' کے شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ نے انجام دی اور آخر میں حضرت مولانا حافظ محمد عرفان المانی صاحب نے اسے ترتیب دیا اس طرح قرآن کریم کے فضائل پر مشتمل ایک حسین تحریر ہمارے قارئین کے لئے تیار ہوگئی، جسے ادارہ اپنی مفت سلسلہ اشاعت نمبر 180 پر شائع کر رہی ہے۔

دعا ہے اللہ عزّ وجلّ مصنّف علیہ الرحمہ، مُترجم، مُخرِّج، مُحشّی اور اراکین ادارہ کی اس کاوش کو اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے عوام اہلسنّت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقط

محمد عرفان الضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

ہماری کاوش

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ کی تالیف ''جمع الأربعين في فضل القرآن المبين '' کا قلمی مخطوطہ مکتبہ المتحف الوطنی بغداد (برقم: ۱۳۱۹۵/۱۸) میں موجود ہے جس پر محمد شکور بن محمود الحاجی امریر المیادینی (۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م) نے تحقیق کی اور بعض الفاظ حدیث کی تشریح رقم کی اور اسے مکتبہ المنار، زرقاء، اُردن نے پہلی بار ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء میں شائع کیا، ادارہ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نے مُلّا علی قاری کی اس مختصر ومفید تالیف کو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کرنے کے لئے منتخب کیا اور اشاعت کے لئے اس پر جو کام اس ادارہ کے زیر اہتمام کیا گیا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ رسالہ کا عربی متن اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء پر اعراب
۲۔ محقق محمد شکور نے مخطوطہ اور اصل کے تقابل کے وقت جو فرق ذکر کیا حاشیہ میں اس کا ذکر
۳۔ مکمل تخریج احادیث، اس میں اولین ترجیح مؤلف کے ذکر کردہ مآخذ میں حدیث کی تلاش کو دی گئی، اکثر جگہ کامیابی ہوئی اور کہیں کہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔
۴۔ کہیں کہیں عربی مختصر حواشی
۵۔ آسان اردو ترجمہ
۶۔ ترجمہ میں ضروری تشریح قوسین میں
۷۔ اردو حواشی
۸۔ مآخذ ومراجع کی مکمل فہرست
۹۔ مؤلف کے مختصر حالات

اس پورے کام میں متنِ حدیث کے اعراب مکمل تخریجِ احادیث، عربی مختصر حواشی، اور ضروری اردو حواشی تحریر کرنے کی خدمت رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت و شیخ

الحدیث جامعۃ النور حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی نے انجام دی۔

اور رسالہ کا آسان اردو ترجمہ اور درمیان ترجمہ قوسین میں ذکر کردہ ضروری تشریح جمعیت اشاعت اہلسنّت کے زیر اہتمام چلنے والے شعبہ درس نظامی بنام ''جامعۃ النور'' کے صدر مُدرِّس حضرت علامہ مولانا محمد مختار اشرفی کی کاوش ہے۔

اور مآخذ ومراجع کی مکمل فہرست کی ترتیب شعبہ کمپوزنگ کے انچارج حضرت علامہ حافظ محمد عرفان المانی کی ہے۔

اور ملا علی قاری کے مختصر مگر جامع حالات تحریر کرنے کی خدمت جمعیت اشاعت اہلسنّت کی لائبریری کے انچارج جناب محمد عارف نوری صاحب نے انجام دی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی اس ادنیٰ خدمت کے صدقے سب کی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

مؤلّف

نورالدین ابوالحسن علی بن سلطان محمد الھروی ثم المکی القاری الحنفی جومُلّا علی قاری کے نام سے معروف ہیں ہمارے علم کے مطابق کسی نے آپ کی تاریخ ولادت کا ذکر نہیں کیا سب نے یہی کہا کہ آپ ہرات میں پیدا ہوئے وہیں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور تجوید وقرأت کا علم شیخ معین الدین ہروی سے حاصل کیا اور وہاں کے علماء سے مروجہ علوم وفنون حاصل کئے اور پھر مکہ مکرمہ ہجرت کی اور مؤرّخین نے ہجرت کا سال ذکر نہیں کیا مگر یہ کہ آپ ۹۵۲ھ کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ۔

آپ کے اساتذہ میں سے

۱۔ ابوالحسن علی بن محمد البکری متوفی ۹۵۲ھ

۲۔ صاحب کنزالعمال علی المتقی الہندی متوفی ۹۷۵ھ

۳۔ شہاب الدین اُحمد بن حجر الہیتمی متوفی ۹۷۳/۹۷۴ھ

۴۔ الشیخ عبداللہ بن سعدالدین السندی ثم المکی الحنفی متوفی ۹۸۴ھ

۵۔ علامہ قطب الدین محمد بن علاؤالدین احمدالنہروالی الہندی ثم المکی الحنفی متوفی ۹۹۰ھ

۶۔ شیخ سنان الدین یوسف بن عبداللہ الأماسی الرومی الحنفی المتوفی ۱۰۰۰ھ وغیرہم ہیں

اور آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ شیخ محی الدین عبدالقادر بن محمد الطبری الشافعی مفتی وخطیب حرم مکی متوفی ۱۰۳۳ھ

۲۔ فقیہ قاضی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن مرشد العمری المرشدی المکی الحنفی شیخ الاسلام و خاتمۃ العلماء المحققین مکہ مکرمہ، متوفی ۱۰۳۷ھ

۳۔ شیخ محمد ابوعبداللہ الملقب بہ عبدالعظیم المکی الحنفی متوفی ۱۰۶۱ھ وغیرہم

علامہ محبّی نے ''خلاصۃ الأثر'' میں لکھا ہے مُلّا علی قاری کواَحد صدرالعلم، فردعصر، الباہر السمت تھے اور عصامی نے کہا کہ وہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، جماہیر الاعلام اور

مشاہیر اولی الحفظ والافہام میں سے ایک تھے ۔

علامہ شامی حنفی نے ''رفع التردد في عقد الأصابع عند التشهد'' میں مُلّا علی قاری کو خاتمۃ القراء والفقہاء والمحدّثین ونخبۃ المحققین والمدققین لکھا ہے ۔

اور علامہ کوثری نے اپنے رسالہ ''فقه أهل العراق و حديثهم'' میں آپ کو مذہب حنفیہ کے کبار حُفّاظ اور کبار مُحدِّثین میں سے شمار کیا ہے ۔

مُلّا علی قاری کی تالیفات تحقیق، تنقیح اور تدقیق میں بہترین مؤلّفات میں سے ہیں، آفاق میں مشہور ہیں اور آپ کی تالیفات سے استفادہ کرنے والے علماء کی تعداد بے شمار ہے ۔اور علماء کرام نے ہمیشہ سے آپ کی تحریر و تالیف کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور کثرت سے اُن سے نقل بھی کیا ہے ۔

اسماعیل پاشا بغدادی نے اپنی کتاب ''ہدیۃ العارفین'' میں آپ کی کُتُب و تصانیف کے نام ذکر کئے ہیں جو سو(۱۰۰) کے قریب ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (مطبوعه)

۲۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط (مطبوعه)

۳۔ فتح باب العناية بشرح كتاب النقاية (مطبوعه)

۴۔ تزيين العبارة لتحسين الإشارة (مطبوعه)

۵۔ شرح الشفاء (مطبوعه)

۶۔ شرح الشمائل (مطبوعه)

۷۔ شرح نخبة الفكر (مطبوعه)

۸۔ الزبدة في شرح قصيدة البردة (مطبوعه)

۹۔ الحظ الأوفر في الحج الأكبر (مطبوعه)

۱۰۔ شرح عين العلم و زين الحلم (مطبوعه)

۱۱۔ جمع الأربعين في فضائل القران المبين (یہ وہ کتاب ہے جو آپ کے

ہاتھوں میں ہے۔

ملا علی قاری بڑے متقی پرہیز گار، زاہد، عابد وعفیف تھے اوران علماء میں سے تھے جنھوں نے حکام وسلاطین کے وظائف وہدایا قبول نہیں کئے، آپ اپنی گزربسراپنے ہاتھ کی کمائی سے فرماتے، کہا جاتا ہے کہ آپ ایک مصحف (قرآن کریم) اپنے خوبصورت خط میں لکھتے اس سے جو ہدیہ ملتا وہ آپ کے لئے ایک سال تک کافی ہوجاتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ دو عدد مصحف لکھتے، ایک کے ہدیہ سے گزربسر کرتے اور دوسرے سے ملنے والے ہدیے کو حرم شریف کے فقراء پر صدقہ کردیتے تھے۔

آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں ۱۰۱۴ھ میں ہوا اور جنت المعلی میں دفن ہوئے، مُحبی نے ''خلاصة الأثر'' میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات کی خبر جب مصر کے علماء کو پہنچی تو انہوں نے جامع ازہر میں چار ہزار سے بڑے مجمع میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی (اگرچہ فقہ حنفی میں غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے)۔

مُلّا علی قاری اور آپ کی تالیفات کا تذکرہ تراجم کی مشہور کُتُب میں موجود ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں: كشفُ الظُّنون، إيضاحُ المكنون، خلاصةُ الأثر، الفوائدُ البَهِيئة، عُقودُ الجوهر، سِمْطُ النُّجوم، البدرُ الطَّالع، جواهرُ الدُّرر، التاجُ المُكلل، الأعلام للزركلي، معجمُ المؤلِّفين وغيرها

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا یا کریم"

الحمد للّٰهِ الّذی أنزل الفُرقانَ و نزّل القُرآنَ، و أنعم علَینا بالإیمان، و أتمّ لنا بالإحْسَان۔

و الصّلاۃُ و السّلامُ الأتمان الأکملان علی سید الخلق، و سند الحق محمدِ بن عبدِ اللّٰهِ من بَنِی عَدْنان، و علی آله الکرام و أصحابه الفخامِ فی کلّ زمانٍ و مکان

أما بعد! فیقولُ خادمُ کتابِ اللّٰهِ القدیم، و حدیثِ نبیّهِ الکریم، المحتاجُ إلی بِرِّ ربِّهِ البَاری علیُّ بنُ سلطان محمد القاری۔

هذه أربعون حدیثاً فی فضائل القرآنِ، و من تلاهُ علی وجهِ الإحسانِ بقدرِ الإمکان۔

سب خوبیاں اللہ کو جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب قرآن کو نازل فرمایا اور ایمان کی توفیق عطا فرما کر ہم پر انعام فرمایا اور ہمارے لئے احسان کو تام فرمایا۔

تام و کامل درود و سلام نازل ہوں سیدُ الخَلق سندُ الحق حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) پر جو بنی عدنان سے ہیں اور آپ کی آلِ کرام اور اصحابِ فخام (یعنی بزرگ) پر ہر زمانے اور ہر مکان میں۔

حمد و صلاۃ کے بعد پس اللہ تعالیٰ کی قدیم کتاب (یعنی قرآن) اور اس کے کریم نبی (ﷺ) کی حدیث کا خادم جو اپنے رب کی بِر کا محتاج ہے (یعنی) علی بن سلطان محمد القاری کہتا ہے کہ

یہ قرآن کریم کے فضائل کے باب میں چالیس احادیث ہیں اس کے لئے جو انہیں علیٰ وجہ الاحسان بقدرِ امکان پڑھے۔

الحدیث الأول

فعن عثمان بن عفّان رضی الله عنه عن النّبیّ ﷺ قال: "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ" رواه أحمد (١)، و أصحاب الکُتُبِ السّتّة (٢)

و فی روایة لا بن ماجة عن سعد و لفظه "خِیَارُکُمْ"

و رواه ابن أبی داؤد (٣) عن ابن مسعود و لفظه "خِیَارُکُمْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ أَقْرَأَهُ"

١۔ المسند للإمام أحمد بن حنبل (٦٩/١) عن عثمان بن عفّان رضی الله تعالٰی عنه أیضاً المسند للإمام أحمد (١٥٣/١) عن علی المرتضیٰ رضی الله عنه

٢۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلّم القران و علّمه، برقم:٥٠٢٧، و برقم:٥٠٢٨ بلفظ "إنّ أفضَلَکُمْ......" عن عثمان، ٣٥٣/٣، أیضاً سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ثواب قرأۃ القرآن، برقم:١٤٥٢، ١٠٠/٢ عن عثمان، أیضاً جامع و سنن الترمذی، ثواب القرآن، باب ما جاء فی تعلیم القرآن، برقم:٢٩٠٧۔ أیضاً سنن ابن ماجة، المقدمة، باب فضل من تعلّم القرآن وعلّمه برقم:٢١١ بلفظ أفضَلُکُم...... عن عثمان عن عفان، ١٢٩/١، و برقم:٢١٣ بلفظ خِیارُکُم...... عن مصعب بن سعد عن أبیه۔ أیضاً السنن الکبریٰ للنّسائی، کتاب فضائل القران، باب فضل من علّم القران، برقم:٨٠٣٦، و باب فضل من تعلّم القران، برقم:٨٠٣٧، ٨٠٣٨، ١٩/٥۔ أیضاً سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب خیارکم من تعلّم القرآن و علّمه، برقم:٣٣٣٧، ٣٢٤/٢، و برقم:٣٣٣٨، ٣٢٤/٢، ٣٢٥، و برقم:٣٣٣٩، ٣٢٥/٢ عن مصعب بن سعد عن أبیه۔ أیضاً مصنّف ابن أبی شیبة کتاب فضائل القرآن، باب فیمن تعلّم القرآن و علّمه، برقم: ١ عن عثمان بن عفان، و برقم:٢ عن علی، ١٧٤/٧۔ أیضاً تاریخ بغداد، تحت ترجمة محمد بن صالح، برقم:١٩٦١، ٤٣٩/٢، و برقم:٢٣٩٧ تحت ترجمة أحمد بن عثمان، ٥٩/٥، برقم:٢٨٧٠ تحت ترجمة أحمد بن محمد ٣٣٦/٥

٣۔ فی المخطوطة "ابن مردویة" وهو خطأ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے سب سے بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اس کو سکھایا“۔(٤)

ابن ابی داؤد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت لی اس میں ”خِیَارُکُمْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَ أَقْرَأَهُ“ ہے یعنی ”تم سب سے بہترین وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھا اور قرآن پڑھایا“۔

الحديث الثاني

و عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ (بِهٖ) (٥) حَسَنَةٌ، وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُوْلُ: "الٓمٓ" حَرْفٌ وَ لٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ" رواه الترمذي، و قال: حديث حسن صحيح (٦)

٤۔ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرأتِ قرآن تمام نیک اعمال میں سے افضل ہے کیونکہ جب قرآن سیکھنے والا اور سکھانے والا تمام لوگوں میں افضل ہے (تو اس بات) نے اس پر دلالت کی جو ہم نے (اوپر) کہا۔
اور فرماتے ہیں اگر تو کہے کہ قرآن سیکھنا افضل ہے یا فقہ؟ تو میں جواب میں کہوں گا کہ ابن الجوزی نے کہا کہ دونوں میں سے لازمی وضروری علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے اور اس سے زائد کا حاصل کرنا فرض کفایہ، اس کو اگر ہم فرض کریں کہ ہمارا کلام اعیان کے حق میں قدر واجب سے زائد میں ہے تو فقہ کے حصول میں مشغول ہونا افضل ہے اور وہ انسان کی حاجت کی طرف راجع ہے اس لئے فقہ کا حصول قرأت سے افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں قاری قرآن زیادہ فقیہ ہوتے تھے اسی لئے قاری قرآن کو نماز میں آگے کیا جاتا۔(عمدة القاری، برقم:٢٠٢٧، ١٣/ ٥٧٠)

٥۔ زيادة من "سنن الترمذی"

٦۔ جامع و سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن ماله من الأجر، برقم: ٢٩١٠، ٤/ ٢٢

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف تلاوت کیا اس کے لئے نیکی (ثواب) ہے اور ایک نیکی اس کی دس مثل ہے (٧)، میں نہیں کہتا ”الٓمٓ“ ایک حرف ہے بلکہ ”الف“ ایک حرف ہے ”لام“ ایک حرف ہے اور ”میم“ ایک حرف ہے۔(٨)

الحديث الثالث

و عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالى عنه، أن النبی ﷺ قال: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَ يَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ"۔ رواه مسلم (٩) و ابن ماجة (١٠)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (پر ایمان وعمل رکھنے کی وجہ سے) قوموں کو بلندیاں عطا فرماتا ہے اور (ایمان وعمل نہ کرنے کی

٧۔ مطلب یہ کہ جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس ایک حرف کے بدلے ایک نیکی عطا فرماتا ہے پھر رب تبارک وتعالیٰ اس ایک کو دس گنا فرمادیتا ہے اور یہ تضاعف موعود کم از کم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ (الأنعام:٦/ ١٦٠)
ترجمہ: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔
اور فرماتا ہے: ﴿وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (البقرہ:٢/ ٢٦١)
ترجمہ: اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے۔

٨۔ نبی ﷺ نے حرف کے معنی کی تفسیر بیان فرمادی کیونکہ حرف بول کر حرف ہجاء، معانی، مفید جملہ مراد لئے جاتے ہیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں نہیں کہ ”الم“ ایک حرف ہے ....

٩۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافر، باب فضل من یقوم بالقران و یعلمه برقم:١٨٤٩/ ٢٦٩ (٨١٧)، ص ٣٦٣

١٠۔ سنن ابن ماجة المقدمة باب فضل من تعلّم القرآن و علّمه برقم:٢١٨، ١/ ١٣٢، ١٣٣

وجہ سے) کئی قوموں کو پستیوں میں ڈال دیتا ہے"۔(۱۱)

الحديث الرابع

و عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: "يَقُوْلُ الرَّب تبارك و تعالى: "مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَ مَسْأَلَتِي، أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِيْنَ، وَ فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ، كَفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهِ"۔ رواه الترمذي، و قال: حسن غريب (۱۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول

۱۱۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم پر ایمان لائے اس کی شان کو عظیم جانے، قرآن سیکھے اور سکھائے اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرے یعنی اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں شرف و بلندی عطا فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلة:۵۸/۱۱)
ترجمہ: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔
اور جو اس پر صدق دل سے ایمان نہ لائے اور نہ عمل کرے اور اس کے نہ اوامر بجالائے اور نہ نواہی سے رُکے تو اللہ تعالیٰ اُسے پستیوں میں گرا دیتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰىO قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًاO قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ (طٰہٰ:۲۰/۱۲۴۔۱۲۶)
ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھیارا تھا۔ فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

۱۲۔ جامع و سنن الترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب (۲۵)، برقم:۲۹۲۶، ۴/۳۰ و فيه "من شغله القران و ذكري عن مسألتي"۔ أيضاً سنن الدارمي، كتاب فضائل القران، باب فضل كلام الله على سائر الكلام، برقم:۳۳۵۶، ۲/۳۲۷

اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جس کو قرآن نے میرے ذِکر اور مجھ سے سوال (دعا) سے دُور رکھا میں اس کو ان (ذکر و دعا کرنے والوں) سے افضل عطا کروں گا اور اللہ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت اس کی مخلوق پر"۔(۱۳)

الحديث الخامس

و عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ (۱۴) رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا، وَ طَعْمُهَا حُلْوٌ، وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ"۔

۱۳۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص (فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد) تلاوتِ قرآن میں مشغول رہا اور اُسے ذکر و دعا کے لئے وقت ہی نہ ملا تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کا مقصود اور اس کی مراد عطا فرمائے گا اور اُن لوگوں سے افضل عطا فرمائے گا جو اس سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور اللہ عز وجل کا کلام تمام کلاموں سے فائق ہے اور اس سے مشغول رہنے والے کا اجر تمام اجروں سے بڑھ کر ہے۔

۱۴۔ و قال السندي الأُتْرُجّة: بضم همزة و راء و تشديد جيم وهي أفضل الثمار لكبر جرمها و حسن منظرها و طيب طعمها و لين ملمسها و لونها يسرّ الناظرين و فيه تشبيه الإيمان بالطعم لكونه خيراً باطنياً لا يظهر لكلّ أحد و القران بالريح الطيب ينتفع بسماعه كل أحد و يظهر سمحاً لكل سامع و الله تعالىٰ أعلم (حاشية السندي على السنن للنسائي، ۴/۸/۱۰، ۹۱) و في "قاموس أطلس الحديث": الشجرة دائمة الخُضرة في المناطق الإستوائيّة أو شبه الإستوائيّة ذات ثمار تؤكل، جريب فروت ليمون الجنّة ثمرة كبيرة مستديرة تُنتجها هذه الشجرة ذات قشرة صفراء و لُبّ حامض (ص ۵۸۱)

و فی روایة: "مَثَلُ الْفَاجِرِ" بدل "الْمُنَافِقِ" (١٥) ۔ رواه أحمد(١٦)، و البخاری (١٧)، و مسلم (١٨)، و أبو داؤد(١٩)، و الترمذی (٢٠)، و النسائی (٢١)، و ابن ماجة (٢٢)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے چکوترا(٢٣) (Grapefruit) کہ اس کی خوشبو بھی اچھی اور ذائقہ بھی

١٥۔ فی روایة شعبة "المنافق" و فی روایة همام "الفاجر"

١٦۔ المسند: ٣٩٧/٤، ٣٠٣، ٤٠٨

١٧۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل، باب فضل القران علی سائر الکلام، برقم: ٥٠٢٠، ٣٥٢/٣، و باب إثم من رآيا بقرأة القران أو تأكل به أو فخر به، برقم: ٥٠٥٩، ٣٦٠/٣، و کتاب الأطعمة باب ذکر الطعام، برقم: ٥٤٢٧، ٤٥٧/٣، و کتاب التوحيد باب قرآة الفاجر و المنافق، برقم: ٧٥٦٠، ٤٩٣/٤

١٨۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب فضيلة حافظ القران، برقم: ١٨١٠/ ٣٤٣ (٧٩٧)، ص ٣٥٦

١٩۔ سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، برقم: ٤٨٢٩، ١٠٧/٥، ١٠٨

٢٠۔ جامع و سنن الترمذی، کتاب الأمثال، باب ما جاء مثل المؤمن القاری للقران و غير القاری، برقم: ٢٨٦٠، ٥٧٣/٣

٢١۔ سنن النسائی، کتاب الإيمان، باب مثل الذی يقرأ الخ، برقم: ٥٠٣٨، ٨/٤/ ٩٠، ٩١

٢٢۔ سنن ابن ماجة، المقدمة، باب فضل من تعلّم القران و علّمه، برقم: ٢١٤، ١٣٠/١۔ أيضاً سنن الدارمی، کتاب فضائل القران، باب مثل المؤمن الذی يقرأ القران، برقم: ٣٣٦٣، ٣٢٨/٢

٢٣۔ ایک پھل کا نام ہے جو ترنج اور نارنج سے پیوند دے کر بنایا گیا ہے (فرهنگ آصفیه ١١٤/٢) اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ مشہور پھل ہے جو اچھے ذائقے اور اچھی خوشبو کا جامع ہے یعنی ہر وہ پھل جو خوشبودار ہو اور اس کا ذائقہ بھی اچھا ہو۔ (أشعة اللّمعات، کتاب فضائل القران، فصل اول، ١٢٤/٢)

مزیدار(٢٤) اور قرآن مجید نہ پڑھنے والے مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھجور کہ اس میں خوشبو تو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ریحانہ کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا، اور جو منافق قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے حنظل (اندرائن) کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔(٢٥)

ایک روایت میں ''منافق'' کی مثال کی جگہ ''فاجر'' کی مثال کا لفظ بھی آیا ہے۔

الحديث السادس

و عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا، وَ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَ مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِی يَقْرَأُ

٢٤۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ابو زید سے حکایت ہے کہ چکوترے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ تمام ممالک میں جو پھل پائے جاتے ہیں یہ ان سے افضل پھل ہے اور بہت سی صفات کا جامع ہے اس کا حجم بڑا، دیکھنے میں اچھا، ذائقہ اچھا، چھونے میں نرم، نظروں کو بھاتا ہے کہ کھانے سے قبل ہی دل اس کی طرف کھنچتا ہے، ذائقہ کی لذت کے بعد کھانے والے کو فائدہ دیتا ہے معدہ کی کمزوری اور ہاضمے وغیرہ میں مفید ہے الخ (عمدة القاری، ٥٦٣/١٣)

٢٥۔ علامہ عینی حنفی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بندے کے باطن اور ظاہر پر اثر کرتا ہے اور بندوں کے حالات بھی اس معاملہ میں مختلف ہیں کچھ تو وہ ہیں کہ جن کا اس تاثیر سے وافر حصہ ہے اور وہ مومن قاری ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جن کا اس میں سے کوئی حصہ نہیں وہ حقیقی منافق ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے ظاہر پر اثر ہوتا ہے اور باطن میں نہیں تو وہ ریاکار ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جن کے باطن میں اثر ہوتا ہے ظاہر پر نہیں تو یہ وہ مومن ہیں جو قرآن کریم نہیں پڑھتے۔ (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، برقم: ٥٠٢٠، ٥٦٣/١٣)

الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَ مَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَ لَا رِيْحَ لَهَا، وَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَكَ مِنْ رِيْحِهِ وَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ (٢٦) السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيْرِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ، أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ" ـ رواه أبو داؤد (٢٧)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے چکوترا جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ مزیدار اور جو مومن کہ قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال چھوہارے کی مانند ہے کہ جس میں خوشبو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانہ کی مانند ہے کہ جس کی خوشبو اچھی ہے لیکن مزہ تلخ ہے اور جو فاجر قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال حنظل (اندرائن) کی ہے کہ مزہ تلخ ہے اور خوشبو نہیں ہے، اور ہم نشین صالح کی مثال مُشک والے کی سی ہے اگر تمہیں اس سے کچھ نہ ملے تو خوشبو ضرور ملے اور ہمنشیں طالح (بُرے) کی مثال کی بھٹی والے (یعنی لوہار) کی صحبت کی مانند ہے اگر تم کو اس سے کالک (یعنی سیاہی) نہ ملے تو اس کی بھٹی کا دھواں ضرور پہنچے"۔(٢٨)

٢٦۔ فی الأصل "جليس"

٢٧۔ سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، برقم:٤٨٢٩، ١٠٧/٥

٢٨۔ اس حدیث شریف میں صالح ہمنشیں کا ذکر کیا گیا اور اُسے مُشک والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی جیسا کہ اس کی ہمنشینی فائدہ سے خالی نہیں کہ کم از کم اس سے اچھی خوشبو تو سونگھنے کو ملے گی اس طرح اللہ عز وجل کے پیاروں، نیک لوگوں کی صحبت بھی فائدے سے خالی نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الحديث السابع

و عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، قالت: قال رسول الله ﷺ: "اَلْمَاهِرُ (٢٩) بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ، وَ هُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، فَلَهُ أَجْرَانِ" و فى رواية: "اَلَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَ هُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجْرَانِ"(٣٠) رواه البخارى (٣١)، و مسلم (٣٢)و اللفظ له، و أبو داؤد (٣٣)، و الترمذى (٣٤)، و النّسائى (٣٥)، وابن

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (التوبة:٩/١٩٩)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

اور بُرے ہمنشیں کا ذکر ہے اور اُسے لوہار کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو بھٹی دھونکتا ہے کہ اس کی صحبت نقصان سے خالی نہیں یا تو کپڑے اور منہ کالا ہو ورنہ کم از کم بھٹی کا دھواں تو آئے گا جو ناگوار لگے اور پیٹ میں داخل ہو تو ایذاء کا سبب بنے اللہ تعالیٰ ہمیں نیکوں کی صحبت عطا فرمائے اور بُروں کی صحبت سے بچائے، آمین

٢٩۔ و جاء فى رواية البيهقى فى "السنن الصغير" (برقم:٩٤٦، ٣٢٦/١): "اَلَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ هُوَ لَهُ حَافِظٌ" الخ

٣٠۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل الماهر بالقران و الذى يتتعتع، برقم:١٨١٣/٢٤٤ (٧٩٨)، ص ٣٥٧

٣١۔ صحيح البخارى، كتاب التفسير، باب سورة عبس، برقم:٤٩٣٧، ٣٢١/٣

٣٢۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل الماهر بالقران و الذى يتتعتع، برقم:١٨١٢/٢٤٤ (٧٩٨)، ص ٣٥٦، ٣٥٧

٣٣۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ثواب قرآة القران، برقم:١٤٥٤، ١٠٠/٢

٣٤۔ جامع و سنن الترمذى، كتاب ثواب القران، باب ما جاء فى فضل قارئ القران، برقم:٢٩٠٤، ١٨/٤

٣٥۔ السنن الكبرىٰ للنّسائى، كتاب فضائل القران، باب الماهر بالقران، برقم:٨٠٤٥، و باب المتتعتع فى القران، برقم:٨٠٤٦، ٨٠٤٧، ٢٠/٥، ٢١، و كتاب التفسير، باب "عبس" برقم:١١٦٤٦، ٥٠٦/٦

ماجة (۳٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو قرآن مجید میں ماہر ہو وہ اُن فرشتوں کے ساتھ ہو گا جو معزز و برزگ ہیں (اور نامۂ اعمال یا لوحِ محفوظ کو لکھتے ہیں) اور وہ شخص جو قرآن تو پڑھتا ہے مگر اس کی زبان غیر ماہر ہونے کی وجہ سے متردد ہوتی ہے (یعنی اٹک اٹک کر پڑھتا ہے) اور وہ پڑھنا اس پر دشوار ہوتا ہے تو اس کے لئے دو اجر ہیں (ایک پڑھنے کا، دوسرا مشقت و محنت کا)''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ''جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر بھاری ہے اس کے لئے دو اجر ہیں''۔(۳۷)

الحدیث الثامن

و عن أبی ذرّ رضی اللّٰہ تعالی عنه قال: "قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

۳٦۔ سنن ابن ماجة کتاب الأدب، باب ثواب القران، برقم:۳۷۷۹، ٤/۲۷۳۔
أیضاً سنن الدارمی، کتاب فضائل القران، باب فضل من یقرأ القران و یشتدّ علیه برقم:۳۳٦۸، ۲/۲۳۹۔
أیضاً المسند للإمام أحمد، ٦/٤۸، ۹٤، ۹۸، ۱۱۰، ۱۷۰، ۱۹۲، ۲۳۹، ۲٦٦

۳۷۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان قرآن مجید کے حفظ اور اس کی کثرت تلاوت اور اس کے مطالب پر غور میں منہمک رہتا ہے اور اُسے قرآن کریم میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے تو اُسے یہ انعام عطا کیا جاتا ہے کہ معزز و بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو مہارت میں یہ درجہ حاصل نہیں کر پاتا مگر اس کی تلاوت میں کوشاں رہتا ہے، صلاحیت کی کمی کے باوجود اپنا رابطہ قرآن کریم سے نہیں ٹوٹنے دیتا تو اُسے دو اجر عطا کئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ''ماہر'' کی جگہ ''حافظ'' کا لفظ آیا ہے اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص قرآن کریم کا حافظ ہے وہ ان فرشتوں کی مثل ہے جو معزز و بزرگ ہیں اور نامۂ اعمال یا لوحِ محفوظ کو لکھتے ہیں۔ الخ (السنن الصغیر للبیهقی، برقم:۹٤٦، ۱/۳۳٦)

أَوْصِنِیْ، قَالَ ﷺ: عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰہِ، فَإِنَّهَا رَأْسُ الْأَمْرِ كُلِّهِ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِیْ، قَالَ: عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ نُوْرٌ لَّكَ فِی الْأَرْضِ، وَ نُوْرٌ لَّكَ فِی السَّمَآءِ"۔ (۳۸) رواه ابن حبان، و صحّحه فی حدیثٍ طویلٍ و رواه ابن الضّریس و أبو یعلی۔

عن أبی سعید: "عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰہِ، فَإِنَّهَا جِمَاعُ كُلِّ خَیْرٍ، وَ عَلَیْكَ بِذِكْرِ اللّٰہِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ نُوْرٌ لَّكَ فِی الْأَرْضِ، وَ ذِكْرٌ لَّكَ فِی السَّمَآءِ، وَ اخْزُنْ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَیْرٍ، فَإِنَّكَ بِذٰلِكَ تَغْلِبُ الشَّیْطَانَ" (۳۹)

حضرت ابو ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ سے ڈر یہ ہر معاملہ کی اصل ہے، میں نے دوبارہ عرض کی اور زیادہ (وصیت) فرمائیے، فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت کو لازم پکڑ کہ وہ یقیناً تیرے لئے زمین میں بھی نور ہے اور آسمان میں بھی نور ہے''۔

ابو سعید سے مروی ہے کہ فرمایا: ''تم پر اللہ کا تقویٰ لازم ہے کہ وہ ہر خیر (بھلائی) کا جامع ہے اور تم پر اللہ کا ذکر لازم ہے اور قرآن کی تلاوت پس بے شک وہ تیرے لئے زمین میں نور ہے اور آسمان میں

۳۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲/۱۵۷، برقم:۱٦۵۱۔
أیضاً المسند للإمام أحمد:٤/۳۰۵۔
أیضاً مجمع الزوائد، کتاب الوصایا، باب وصیة رسول اللہ ﷺ، برقم:۷۱۱۳، ٤/۲۷۹

۳۹۔ مسند أبی یعلی، مسند أبی سعید الخدری، برقم:۱۰۰۱، ۲/۲۷، ص ۲٤۵

تیرے تذکرے کا باعث اور روک اپنی زبان کو مگر خیر سے (یعنی تیری زبان سے خیر کے سوا کچھ نہ نکلے) پس بے شک تو اس وجہ سے شیطان پر غالب آجائے گا"۔(۴۰)

الحدیث التاسع

و عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، عن النبی ﷺ قال: "اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَ مَاحِلٌ (۴۱) مُصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَ مَنْ جَعَلَهُ خَلَفَ ظَهْرِهِ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ" (۴۲)۔ رواہ ابن حبان فی "صحیحہ" (۴۳) و البیہقی فی "شعبہ"

۴۰۔ یہ دونوں حدیثیں نبی ﷺ کی اپنے صحابہ کو وصیتوں میں سے ہے اور ان میں چار اُمور کا ذکر فرمایا: (۱) تقویٰ کو لازم پکڑنا، (۲) تلاوت قرآن کو لازم پکڑنا، اور قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والے لئے ایسا نور پیدا ہوتا ہے جس سے اس کے لئے دنیا میں راہِ حق روشن ہوجاتی ہے اور وہ دنیا میں تباہی و بربادی سے بچ جاتا ہے اور اہل زمین میں وہ شخص مقبول ہوجاتا ہے جیسے کہ وہ اہل آسمان میں مقبول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے اور اپنے اس بندے کے ساتھ اپنے فرشتوں کو محبت رکھنے کا حکم فرماتا ہے اور انہیں حکم دیتا ہے کہ اس بندے کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیں، (۳) زبان کی حفاظت کرنا، اور جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے شیطان اس پر غالب نہیں آتا، (۴) اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم پکڑنا، قرآن کریم میں ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸/۱۳)

ترجمہ: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا وہ اس سے بھی غافل نہیں ہوگا جو بندے سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ یعنی اللہ و رسول کی اطاعت سے غافل نہیں رہتا۔

۴۱۔ قال المنذری: ماحل: أی ساعی، قیل: خصم مجادل

۴۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۹۸/۱۰، برقم: ۱۰۴۵۰۔

أیضاً موارد الظمآن، کتاب التفسیر، باب إتباع القرآن، برقم: ۱۷۹۳، ص ۴۴۳۔

أیضاً الترغیب و الترھیب فی قرآۃ القرآن فی الصلاۃ و غیرھا الخ برقم: ۱۱، ۲۰۹/۲

۴۳۔ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب العلم ذکر البیان بأن القرآن من جعلہ إماماً الخ، برقم: ۱۲۴، ۱۶۷/۱

عنہ (۴۴) و البیہقی عن ابن مسعود (۴۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: "قرآن مجید شفاعت کرنے والا مُشَفَّع (مقبول الشفاعۃ) ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے پڑھنے والے کا سچا دفاع کرنے والا ہے جس نے اس کو امام بنایا اس کو جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پسِ پُشت ڈالا اس کو جہنم میں دھکیل دے گا"۔

الحدیث العاشر

و عن أبی أمامۃ الباھلی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: "اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهِ......" الحدیث (۴۶)۔ رواہ مسلم (۴۷)

حضرت اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سُنا ہے "تم سب قرآن پڑھو کہ بے شک یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا"۔(۴۸)

۴۴۔ الجامع لشعب الإیمان، فصل فی إدمان تلاوۃ القرآن، برقم: ۱۸۵۵، ۳۸۹/۳، ۳۹۰

۴۵۔ ساق ابن عدی ھذا الحدیث فی ترجمۃ الربیع بن بدر فی "الکامل" (۹۸۸/۳) بروایتہ عن الأعمش، عن أبی وائل، عن ابن مسعود مرفوعاً ثم قال ما نقلہ عنہ المؤلّف

۴۶۔ و فی الأصل "فإنّہ یأتی" ......

۴۷۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قرآۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، برقم: ۱۸۲۵/ ۲۵۲ (۸۰۴)، ص ۳۵۹۔

أیضاً المسند للإمام أحمد، ۲۴۹/۵، ۲۵۱

۴۸۔ قرآن کریم قیامت کے روز اپنے پڑھنے والے اور عمل کرنے والے کی شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اسی طرح حجر اسود کے لئے بھی مذکور ہے کہ وہ اپنے استلام کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

الحديث الحادي عشر

و عن سهل بن معاذ الجُهَنِي، عن أبيه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: إن رسول الله ﷺ قال: "مَنْ (٤٩) قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ضُوْؤُهُ أَحْسَنَ مِنْ ضُوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ (٥٠) فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمَلَ هٰذَا؟"۔ رواه أبو داؤد (٥١) و الحاكم و قال: صحيح الإسناد (٥٢)

حضرت سہل بن معاذ الجُہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل پیرا ہوا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا کہ اس تاج کی چمک (روشنی) سورج کی چمک (روشنی) سے زیادہ ہوگی جو دنیا کے گھروں میں ہوتی ہے، اگر وہ شخص تم میں ہوتا تو اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے (گمان) ہے

اور شفاعت شہداء، علماء، صُلحا اور حُفّاظ کے لئے بھی مذکور ہے لیکن شفاعت کا دروازہ کھلوانے والے ہمارے آقا نبی آخر الزماں ﷺ ہیں اور اس حدیث میں ان لوگوں کے باطل عقائد و نظریات کا رد ہے جو شفاعت کا برے سے انکار کرتے ہیں۔

٤٩۔ کلمة "من" غير موجودة في المخطوطة و هي من الأصل

٥٠۔ جملة "لو كانت فيكم" غير موجودة في المخطوطة أخذناها عن الأصل

٥١۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في ثواب قرأة القران، برقم: ١٤٥٣، ٢/١٠٠۔ أيضاً المسند للإمام أحمد: ٣/٤٠

٥٢۔ المستدرك للحاكم كتاب فضائل القران، ذكر فضائل السُّوَرِ و آيٍ متفرقة، برقم: ٢١٣١، ٢/٢٧٧، ٢٧٨

جس نے اس پر عمل کیا۔(٥٣)

الحديث الثاني عشر

و عن أبي بريدة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ تَعَلَّمَهُ وَ عَمِلَ بِهِ، أُلْبِسَ وَالِدَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجًا مِنْ نُوْرٍ ضُوْؤُهُ مِثْلَ ضُوْءِ الشَّمْسِ وَ يُكْسَ وَالِدَاهُ حُلَّتَانِ لَا تَقُوْمُ بِهِمَا الدُّنْيَا، فَيَقُوْلَانِ: لِمَ كُسِيْنَا هٰذَا فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ"۔ رواه الحاكم (٥٤)، و قال صحيح على شرط مسلم (٥٥)

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے قرآن پڑھا اور اُسے سیکھا اور اس پر (کماحقّہ) عمل پیرا ہوا اس کے والدین کو روزِ قیامت نور کا ایک تاج پہنایا جائے گا اور انہیں جوڑے پہنائے جائیں گے جو انہوں نے دنیا

٥٣۔ اس حدیث اور آئندہ حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن پڑھنے کا ثواب پڑھنے والے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا ثواب اس کے والدین کی جانب بھی متعدی ہوتا ہے، جب قرآن پڑھنے والے کے والدین کو یہ عزت و کرامت عطا ہوگی تو خود پڑھنے اور عمل کرنے والے کا ثواب کتنا ہوگا اور اس حدیث میں والدین کے لئے ہدایت ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن کا حافظ اور عالم بنائیں اور پھر انہیں قرآن کریم پڑھتے رہنے اور اس پر عمل پیرا رہنے کی تلقین کرتے رہے تا کہ قیامت کے روز جب اولین و آخرین سب ہوں گے وہ اس عزت و کرامت کے حقدار ہو سکیں جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے، اور یاد رہے کہ ان تمام اُمور میں ایمان کی حفاظت اولین شرط ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔

٥٤۔ و في المخطوطة "رواه مسلم" وهو خطأ

٥٥۔ المستدرك للحاكم كتاب فضائل القران، ذكر فضائل السُّوَرِ و آيٍ متفرقة، برقم: ٢١٣٢، ٢/٢٧٨، و وافقه الذهبي

میں کبھی نہ پہنے ہوں گے، وہ کہیں گے یہ ہمیں کیوں پہنایا گیا ہے؟ تو کہا جائے گا تمہارے بیٹے کو قرآن سکھانے کی وجہ سے"۔

الحديث الثالث عشر

و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: إن رسول الله ﷺ قال: "يَجِيءُ صَاحِبُ الْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: يَا رَبِّ حَلِّهِ، فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ، وَ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، وَ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ، فَيَرْضٰى عَنْهُ، فَيُقَالُ: اقْرَأْ، وَارْقَ، وَ يُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً"۔ رواه الترمذي، و حسّنه (٥٦)، و ابن خزيمة، و الحاكم و قال: صحيح الإسناد (٥٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن قرآن (پڑھنے اور عمل کرنے) والے آئیں گے تو قرآن اللہ کی بارگاہ میں عرض کرے گا اے ربّ! اس کو حُلّہ (جوڑے) سے مُزیّن فرما پس تاج کرامت پہنایا جائے گا اور کہے گا اے ربّ! اس پر مزید عنایتیں فرما تو کرامت والا لباس پہنایا جائے گا اور کہے گا اے ربّ! اس سے راضی ہو جا، پس اللہ اس سے راضی ہو گا پس اُسے کہا جائے گا تو پڑھ اور بلند ہوتا جا اور ہر آیت پر حَسَنات بڑھائی جائیں گی۔(٥٨)

٥٦۔ جامع و سنن الترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب (١٨)، برقم: ٢٩١٥، ٤٦/٤، و فيه يجيء القرآن ......

٥٧۔ المستدرك للحاكم، كتاب فضائل القرآن، أخبار في فضائل القرآن جملة، برقم: ٢٠٧٣، ٢٥٢/٢

٥٨۔ حدیث شریف میں تلاوت قرآن پر مداومت کرنے والے اور اس پر عمل پیرا رہنے والے کے لئے قیامت کے دن ثواب کا ذکر ہے کہ اُسے کرامت کا تاج، کرامت کا جوڑا عطا ہو گا اور رضاء الٰہی کے بعد درجاتِ جنت پر بلندی اور نیکیوں میں زیادتی عطا ہو گی۔

الحديث الرابع عشر

و عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله: "يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ وَارْقَ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا"۔ رواه الترمذي (٥٩)، و أبو داؤد (٦٠)، و ابن ماجة (٦١)، و ابن حبان في صحيحه (٦٢)، و قال الترمذي: حديث حسن صحيح

اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قرآن (پڑھنے اور عمل کرنے) والوں سے کہا جائے گا: تو پڑھ اور ترقی کرتا جا اور ترتیل کے ساتھ پڑھ جیسا تو دنیا میں پڑھتا تھا، بے شک تیری منزل اس آخری آیت پر ہے جس کو تو تلاوت کرے گا"۔(٦٣)

٥٩۔ جامع و سنن الترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب (١٨)، برقم: ٢٩١٤، ٢٣/٤

٦٠۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل في القراءة، برقم: ١٤٦٤، ١٠٤/٢

٦١۔ سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب ثواب القرآن، برقم: ٣٧٨٠، ٢٧٤/٤ من حديث أبي سعيد الخدري

٦٢۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، برقم: ٧٦٣، ٧١/٢۔ أيضاً السنن الكبرى للنسائي، كتاب فضائل القرآن، باب الترتيل، برقم: ٨٠٠٥٦، ٢٢/٥ أيضاً المسند: ١٩٢/٢ عن عبدالله بن عمرو و ٤٧١/٢ عن أبي هريرة و عن أبي سعيد أيضاً المستدرك للحاكم، كتاب فضائل القرآن، أخبار في فضائل القرآن، أخبار في فضائل القرآن جملة، برقم: ٢٠٨٤، ٢٥٣/٢ و قال الذهبي في التلخيص: صحيح

٦٣۔ شارح سنن أبی داؤد علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اثر میں آیا ہے کہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہیں کہ جتنے آخرت میں جنت کے درجات ہیں، پس قرآن کے قاری سے کہا جائے گا کہ جتنی تو قرآن کریم کی آیات تلاوت کرے اتنے درجے بلند ہوتا جا اور جو قرآن کریم کی تلاوت پوری کرے گا وہ جنت کے اقصیٰ درجات پر فائز ہو گا یعنی اس کے ثواب کا منتہیٰ وہی ہو گا جو اس کی تلاوت کا منتہیٰ ہے۔

الحديث الخامس عشر

و عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہما قال: قال رسول الله ﷺ: لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ: رَجُلٍ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ، فَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَ آنَاءَ النَّهَارِ، وَ رَجُلٍ أَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى مَالًا، فَتَصَدَّقَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَ آنَاءَ النَّهَارِ ۔ رواہ البخاری (٦٤) و مسلم (٦٥)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ: ''دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر حسد (یعنی رشک) نہیں کرنا چاہئے (٦٦) ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا اور وہ دن و رات اس کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہے اور دوسرا وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا کیا پس وہ دن رات اس کو صدقہ کرتا رہتا ہے''۔

الحديث السادس عشر

و عن أبي هريرة رضى اللّٰه تعالى عنه، أن رسول الله ﷺ قال: ''لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ: رَجُلٍ عَلَّمَهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَتْلُوهُ

٦٤۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل القران، باب اغتباط صاحب القران، برقم:٥٠٢٥، و کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ: ''رجل آتاه اللّٰه القران......'' برقم:٧٥٢٩، ٤/٤٨٠

٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب فضل من یقول بالقران و یعلّمه، برقم:١٨٤٦/٢٦٦ (٨١٥)، و ١٨٤٨/٢٦٨ (٨١٥)، ص ٣٦٢، ٣٦٣

٦٦۔ حسد کا معنی ہے صاحبِ نعمت سے نعمت کے زوال کی تمنا کرنا اور یہ بالاجماع حرام ہے، احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے بھی اس کی حرمت ثابت ہے اور رشک کا معنی ہے کسی صاحبِ نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس کے پاس بھی ہو اور اس کی مثل مجھے بھی مل جائے، یہ دنیاوی اُمور میں مباح اور عبادات میں مستحب ہے اور حدیث شریف میں حسد بمعنی رشک ہے۔

آنَاءَ اللَّيْلِ، وَ آنَاءَ النَّهَارِ، فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ، فَقَالَ: يَا لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ، فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ۔

وَ رَجُلٍ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَهْلِكُهُ فِي الْحِلِّ (٦٧) فَقَالَ رَجُلٌ: لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ'' ۔ رواہ البخاری (٦٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو اشخاص کے سوا کسی اور پر حسد (یعنی رشک) نہیں کرنا چاہئے ایک وہ جس نے قرآن سیکھا پس اب وہ دن و رات کی ہر گھڑی میں اس کی تلاوت کرتا ہے، اور اس کا پڑوسی جب سنتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ اے کاش! مجھے وہ عطا کیا جاتا جو اس شخص کو عطا کیا گیا تو میں اس کی مثل عمل کرتا۔ (یعنی دن رات قرآن پڑھتا ہے اور عمل کرتا ہے)۔

دوسرا وہ شخص جس کو خدا بزرگ و برتر نے مال عطا کیا اور وہ اُسے راہِ حق میں خرچ کرتا ہے تو ایک شخص یہ تمنا رکھتا ہے کاش! مجھے وہ عطا کیا جاتا جو اس کو عطا کیا گیا تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسے وہ (راہِ خدا میں خرچ) کرتا ہے''۔

الحديث السابع عشر

و عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ''ثَلَاثَةٌ لَا يَهُولُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ، وَ لَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ، هُمْ عَلَى كَثِيبٍ مِنْ مِسْكٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ حِسَابِ

٦٧۔ و فی الأصل ''الحق'' مكان ''الحِلّ''

٦٨۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل القران، باب اغتباطِ صاحب القران، برقم:٥٠٢٦، ٣/٣٥٣

الْخَلَائِقِ: رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَ أَمَّ بِهِ قَوْمًا، وَ هُمْ رَاضُوْنَ

وَدَاعٍ يَدْعُوْ إِلَى الصَّلَاةِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ عَبْدٌ أَحْسَنَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ رَبِّهِ وَ فِيْمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ مَوَالِيْهِ"۔

رواه الطبراني في "الأوسط" (٦٩) و "الصغير" (٧٠) لا بأس به، و في "الكبير" نحوه، و زاد في أوّله: قال ابن عمر: لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَّا مَرَّةً، وَ مَرَّةً، حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ لَا حَدَّثْتُ بِهِ و لفظ "الكبير" على ما في "الجامع الصغير" (٧١) "ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ، وَ لَا يَفْزَعُوْنَ حَتّٰى يَفْرَغَ النَّاسُ: رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، فَقَامَ بِهِ يَطْلُبُ وَجْهَ اللّٰهِ وَ مَا عِنْدَهُ وَ رَجُلٌ نَادٰى فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ خَمْسَ صَلَوَاتٍ يَطْلُبُ وَجْهَ اللّٰهِ وَ مَا عِنْدَهُ وَ مَمْلُوْكٌ لَمْ يَمْنَعْهُ رِقُّ الدُّنْيَا عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ" (٧٢)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تین آدمیوں کو فزعِ اکبر کا خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ حساب لئے جائیں گے، وہ مُشک کے ڈھیر پر ہوں گا یہاں تک کہ مخلوق حساب سے فارغ ہو جائے گی۔ ایک وہ آدمی جس نے محض اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا اور قوم کی امامت کی اور قوم والے اس سے راضی

٦٩۔ المعجم الأوسط للطبراني، من اسمه محمد، برقم: ٦٩٢٨، ٤٢٥/٦

٧٠۔ المعجم الصغير للطبراني، باب الواو، من اسمه الوليد، ١٢٤/٢۔

أيضاً مجمع الزوائد كتاب الصلاة، باب فضل الأذان، برقم: ١٨٤٥، ٦١/٢

٧١۔ الجامع الصغير، حرف الثاء، برقم: ٣٤٩٩، ٧٢٣/٢، ٧٢٤

٧٢۔ المعجم الكبير للطبراني، ٣٣١/١٢، برقم: ١٣٥٨٤

تھے۔ (دوسرا) جو نماز کی طرف لوگوں کو صرف اللہ کی رضا کی خاطر بُلاتا تھا اور (تیسرا) وہ جس نے احسان کیا (یعنی احسن عبادت کی) جو اس کے اور اس کے ربّ کے مابین ہے اور وہ (احسان) جو کچھ اس کے اور اس کے آقاؤں کے بیچ ہے''۔

اس کو طبرانی نے ''الاوسط'' میں اور ''الصغیر'' میں ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح ''الکبیر'' میں بھی مروی ہے مگر اس کے اول میں یہ بات زائد ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں: اگر میں نے نہ سُنی ہوتی حضور علیہ السلام سے مگر اتنی اتنی مرتبہ یہاں تک کہ سات مرتبہ شمار فرمایا تو میں اس کو کبھی روایت نہ کرتا اور ''کبیر'' کی ''جامع صغیر'' میں روایت میں یہ الفاظ زائد تھے ''تین آدمی قیامت کے روز مُشک کے ڈھیر پر ہوں گے ان کو فزع کا خوف نہ ہوگا، نہ وہ لوگوں کے حساب سے فارغ ہونے تک خوفزدہ ہوں گے، ایک وہ آدمی جس نے قرآن سیکھا پس اس پر رضاءِ الٰہی کی خاطر قائم رہا اور وہ شخص جو دن رات میں پانچوں نمازوں کے لئے ربّ کی رضا کی خاطر نداء کرتا (یعنی اذان دیتا) رہا اور وہ غلام جس کو دنیا کی غلامی نے ربّ کی اطاعت سے نہ روکا ہو''۔

الحديث الثامن عشر

و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: "بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْثًا، وَ هُمْ ذُوْ عَدَدٍ، فَاسْتَقْرَأَهُمْ، فَاسْتَقْرَأَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ۔ يعني مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ۔ فَأَتٰى عَلٰى رَجُلٍ مِنْ أَحْدَثِهِمْ سِنًّا، فَقَالَ: مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ: مَعِيَ

كَذَا و كَذَا، وَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، قَالَ: أَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: اذْهَبْ، فَأَنْتَ أَمِيْرُهُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ: وَ اللّٰهِ مَا مَنَعَنِيْ أَنْ أَتَعَلَّمَ الْبَقَرَةَ إِلَّا خَشْيَةَ أَلَّا أَقُوْمَ بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ، وَاقْرَأُوْهُ، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ، فَقَرَأَهُ وَ قَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا، يَفُوْحُ رِيْحُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ، وَ مَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَ هُوَ فِيْ جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ". رواه الترمذي و اللفظ له، و قال: حديث حسن (٧٣)، و ابن ماجة مختصراً (٧٤) و ابن حبان في "صحيحه" (٧٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جو ذو عدد یعنی تعداد میں کئی تھے تو آپ نے انہیں قرآن پڑھنے کے لئے فرمایا، اُن میں سے جسے جتنا قرآن یاد تھا پڑھنے کا حکم فرمایا تو ایک ایسے شخص کی باری آئی جو اُن میں عمر میں سب چھوٹا تھا تو آپ نے اُسے فرمایا تجھے کچھ قرآن یاد ہے، اس نے عرض کی کہ مجھے یہ یہ اور سورۃ بقرہ یاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے سورۂ بقرہ یاد ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں، فرمایا جا تو ان کا امیر ہے، لوگوں کے اشراف میں سے ایک نے عرض کی: بخدا مجھے سورۂ بقرہ یاد کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوئی مگر یہ خوف کہ میں اسے یاد نہ

٧٣۔ جامع و سنن الترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل سورة البقرة و آية الكرسي، برقم: ٢٨٧٦، ٤/٤

٧٤۔ سنن ابن ماجة المقدمة، باب فضل من تعلّم القرآن و علّمه، برقم: ٢١٧، ١٣٢/١

٧٥۔ الترغيب و الترهيب، الترغيب في قرآة القرآن في الصلاة، برقم: ٢٠، ٢١١/٢

رکھ پاؤں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سب قرآن کا علم حاصل کرو اور اس کی تلاوت کرو کہ بے شک قرآن مجید کی مثال اس شخص کے لئے جس نے اس کا علم حاصل کیا اور اس کو تلاوت کر کے اس پر قائم رہا اس ظرف کی مانند ہے جو مُشک سے بھرا ہوا ہے اور اس کی مہک ہر طرف پھیلتی ہے اور مثل اس شخص کی جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی مگر سوتا رہا حالانکہ وہ علم اس کے سینے میں ہے اس ظرف (برتن) کی مانند ہے جس کے اندر مُشک ہے اور اس کے منہ پر بندش کی گئی ہو۔ (یعنی کسی کو اس کی خوشبو بھی نہیں ملتی)۔(٧٦)

الحديث التاسع عشر

و عن عبد اللّٰه بن عَمْرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ، فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوْحٰى إِلَيْهِ، لَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَجِدَ مَعَ جِدٍّ، وَ لَا يَجْهَلَ مَعَ جَهْلٍ، وَ فِيْ جَوْفِهِ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالىٰ". رواه الحاكم، و قال: صحيح الإسناد (٧٧)

٧٦۔ اس مثال میں یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی برکت سامعین کے آخر تک پہنچتی ہے اور انہیں سننے کا ثواب ملتا ہے اور انہیں اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے پس وہ مُشک سے بھرے ہوئے برتن کی مانند ہے کہ جسے کھولا جائے تو ارد گرد والوں کو اس کی خوشبو پہنچتی ہے اور وہ شخص قرآن سیکھتا ہے پھر پڑھتا نہیں تو وہ خود برکت سے محروم ہے اور اس کی برکت کو دوسروں سے روکنے والا ہے اور وہ مُشک سے بھرے ہوئے اس برتن کی مانند ہے جس کا منہ مضبوطی سے بند کر دیا جائے پھر اس کی خوشبو کسی کو نہیں آتی۔

٧٧۔ و قال الذهبي في التلخيص: صحيح۔ المستدرك للحاكم، كتاب فضائل القرآن، أخبار في فضائل القرآن جملة برقم: ٢٠٧٢، ٢٥٢/٢

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے قرآن پڑھا گویا اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان نُبوّت مندرج کی گئی (نبی علیہ السلام کو عطا کردہ نعمت درج کی گئی) سوائے اس کے کہ اس کو وحی نہیں کی جاتی (یعنی حافظ قرآن کو وحی نہیں آتی مگر وہ شرف والی نعمت جو انبیاء کے ساتھ خاص ہے اس کے پاس حفظ و قرأت قرآن کی وجہ سے ظاہراً موجود ہے اس میں فضیلت کی طرف اشارہ ہے) تو قرآن کے علم حاصل کرنے والے کو یہ بات مناسب نہیں کہ جِد (غصہ و شتم) کرنے والوں کے ساتھ غضبناک ہو اور جاہلوں (فاسقوں) کے ساتھ فسق میں شامل ہو حالانکہ اس کے جوف (دل) میں قرآن ہے''۔(۷۸)

الحديث العشرون

و عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله تعالى عليه وسلم: "الصِّيَامُ، وَ الْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: رَبِّ إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ، وَ الشَّرَابَ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ۔ وَ يَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ۔ فَيُشَفَّعَانِ"

رواه أحمد (۷۹) و ابن أبي الدنيا في "كتاب الجوع" (۸۰)، و الطبراني في "الكبير"، و الحاكم (۸۱)، و اللّفظ له و قال:

۷۸۔ اس پر تو لازم ہے کہ وہ صالحین کے اخلاق سے متخلق ہو اللہ عزوجل کی نافرمانی نہ کرے اور اپنے اخلاق کو خراب نہ کرے۔

۷۹۔ المسند للإمام أحمد:۲/۱۷٤

۸۰۔ لم أعثر عليه في كتاب الجوع لإبن أبي الدنيا المطبوع في ضمن موسوعته

۸۱۔ المستدرك للحاكم كتاب فضائل القران، أخبار في فضائل القران جملة، برقم: ۲۰۸۰ ۲/۲۵۵

صحيح على شرط مسلم (۸۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تیرے اس بندے کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا تو اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے اس بندے کو رات میں نیند سے روکے رکھا پس تو اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما تو وہ دونوں ہی بندے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں اس کی بخشش کا اذن طلب کریں گے۔

الحديث الحادي و العشرون

و عن أبي ذر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إِنَّكُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ۔ يعني القرآن۔ ظَهَرَ مِنْهُ" ۔رواه الحاكم (۸۳) و صحّحه(۸٤)، و رواه أبو داؤد في "مراسيله" (۸۵)

بے شک تم اللہ کا قُرب حاصل نہیں کر سکتے کسی شے کے ذریعے مگر وہ جو کہ افضل ہے ہر شے سے اور نازل ہوئی ہے اسی کی طرف سے یعنی قرآن مجید (جو اس سے ظاہر ہوا اپنے نبی علیہ السلام پر)''۔

۸۲۔ و قال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم

۸۳۔ المستدرك للحاكم كتاب فضائل القران، أخبار في فضائل القران جملة، برقم: ۲۰۸۳، ۲/۲۵٦

۸٤۔ و قال الذهبي في التلخيص: صحيح

۸۵۔ المراسيل، كتاب الأدب، باب البدع (برقم: ۵۳٤) ص ۲٤۹

الحديث الثاني و العشرون

و عن أنس رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله ﷺ: إِنَّ لِلّٰهِ أَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ، قَالُوْا: مَن هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهُ" ۔ رواه النّسائي (٨٦) و ابن ماجة (٨٧) و الحاكم (٨٨) و صحّحه المنذري (٨٩)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگوں میں سے کچھ اللہ والے ہوتے ہیں، عرض کی اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ قرآن (پڑھنے) والے ہیں اور اس کے خاص بندوں میں سے ہیں''۔

الحديث الثالث و العشرون

و عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهما قال: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَ ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ قَالَ: إِلَّا الَّذِيْنَ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ۔ (٩٠)

٨٦۔ السنن الكبرىٰ للنّسائي، كتاب فضائل القران، باب أهل القران، برقم:٨٠٣١، ٥/١٧

٨٧۔ سنن ابن ماجة المقدمة، باب فضل من تعلّم القران و علّمه، برقم:٢١٥، ١/١٣١۔
أيضاً سنن الدارمي، كتاب فضائل القران، باب فضل من قرأ القران، برقم:٣٣٢٦۔
أيضاً المسند للإمام أحمد:٣/١٢٧، ١٢٨، ٢٤٢

٨٨۔ المستدرك للحاكم كتاب فضائل القران، أخبار في فضائل القران جملة، برقم:٢٠٩٠، ٢/٢٥٩۔
و قال الذهبي في التلخيص: روى من ثلاثة أوجه عن أنس هذا أجودها

٨٩۔ الترغيب و الترهيب، كتاب قرأة القران، الترغيب في قرأة القران الخ، برقم:٢٦، ٢/٢١٢

٩٠۔ الجامع لشعب الإيمان، برقم:٢٤٥٠، ٤/٢٣٤، ٢٣٥

رواه الحاكم و قال: صحيح الإسناد (٩١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا ''جس شخص نے قرآن پڑھا وہ عمر کے رذیل ترین حصہ میں نہ لوٹایا جائے گا اور اس کی دلیل وہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ میں فرمایا کہ (إِلَّا الَّذِيْنَ آمنوا سے مراد ہے کہ) ''سوائے ان کے جنہوں نے قرآن پڑھا''۔ (اللہ تعالیٰ ان کو تازگی سے شرف بخشے گا اور قوۃ و عقل کا کمال عطا فرمائے گا)۔

الحاديث الرابع و العشرون

و عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "أَشْرَافُ أُمَّتِيْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ، وَ أَصْحَابُ اللَّيْلِ" ۔ رواه البيهقي في "شعب الإيمان" (٩٢) و ابن أبي الدنيا (٩٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''میری اُمت کے مکرم ترین لوگ وہ ہیں جن کے سینوں میں قرآن ہے (یعنی حُفّاظِ قرآن و عاملینِ قرآن ہیں) اور راتوں کو (زندہ) کرنے والے (صلاۃ و ذکر و تلاوت و استغفار و آہ زاری کرنے والے اور یہ سعادت شرف عظیم ہے)''۔

الحديث الخامس و العشرون

و عن عبدالرحمن بن شبل الأنصاري رضي اللّٰه تعالیٰ عنه

٩١۔ المستدرك للحاكم كتاب فضائل القران، أخبار في فضائل القران جملة، برقم:٢٠٩٠، ٢/٢٥٩، ووافقه الذهبي

٩٢۔ الجامع لشعب الإيمان، برقم:٢٤٤٧، ٤/٢٣٣، ٢٣٤، و برقم:٢٩٧٧، ٤/٤٥٠

٩٣۔ المعجم الكبير للطبراني، ١٢/٩٧، برقم:١٢٦٦٢

أن النبيّ ﷺ، قال: "اقْرَأُوا الْقُرْآنَ، وَ اعْمَلُوْا بِهِ، وَ لَا تَجْفُوْا عَنْهُ، وَ لَا تَغْلُوْا فِيْهِ، وَ لَا تَأْكُلُوْا بِهِ، وَ لَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهِ"۔ رواه أحمد (٩٤) و أبو يعلى (٩٥) و الطبراني و البيهقي (٩٦)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "قرآن مجید کی تلاوت کرو اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی تلاوت کو پسِ پُشت نہ ڈالو (یعنی، اس کی تلاوت سے دُوری اختیار نہ کرو) اس میں نہ غُلو کرو (٩٧) اور نہ ہی اس کے ذریعے دنیا کا رزق لو اور نہ ہی اسے دنیاوی مال میں کثرت کا ذریعہ بناؤ"۔

الحديث السادس و العشرون

و عن عمران بن حُصين رضي الله تعالى عنه: "أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَارِئٍ يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

٩٤۔ المسند للإمام أحمد ٢٤٩/٥

٩٥۔ مسند أبي يعلىٰ، برقم:١٥١٨، ص٣٤١

٩٦۔ الجامع لشعب الإيمان، التاسع عشر وهو باب في تعظيم القران، فصل في ترك قرأة في المساجد و الأسواق ليعطى و ليتآكل به، برقم:٢٣٨٣، ١٩٤/٤، ١٩٥۔
أيضاً السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصلاة، باب وجوب تعلّم ما تجزى به الصلاة الخ، برقم:٢٢٧٠، ٢٧/٢
أيضاً السنن الصغير للبيهقي، كتاب فضائل القران، باب الترغيب في تعلّم القران الخ، برقم:٩٥٠، ٣٣٧/١۔
أيضاً المصنّف لعبد الرزاق، برقم:١٩٤٤٤، ٣٨٧/١٠

٩٧۔ غُلو نہ کرو یعنی حد سے تجاوز نہ کرو مراد یہ ہے کہ اپنی پوری کوشش اس کی تلاوت میں صرف نہ کرو کہ تم اس طرح دوسری عبادات کو ترک کر دو اس سے جفا تقصیر ہے اور اس میں غلو تعمق ہے اور یہ دونوں شنیع ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُمور میں میانہ روی پسندیدہ ہے۔

ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ، فَلْيَسْأَلِ اللّٰهِ بِهِ فَإِنَّهُ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ"۔ رواه الترمذي و قال: حديث حسن (٩٨)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک قاری قرآن کے پاس سے گزرے وہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا پھر اس نے (لوگوں کے سامنے) دستِ سوال دراز کیا تو آپ نے استرجاع کیا (یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا) (٩٩) پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا ہے جو قرآن کریم پڑھے اور اُسے چاہئے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے (١٠٠) کیونکہ عنقریب ایسی اقوام آئیں گی جو اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے۔

الحديث السابع و العشرون

و عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ"۔ رواه البخاري (١٠١)

٩٨۔ جامع و سنن الترمذي، كتاب فضائل القران، باب (٢٠) برقم:٢٩١٧، ٢٥/٤۔
أيضاً المسند للإمام أحمد: ٤٣٢/٤، ٤٣٣

٩٩۔ یعنی قاری قرآن کو اس معصیت میں مبتلا دیکھ کر استرجاع کیا یا حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے اس بُری حالت کا مشاہدہ کیا اس وجہ سے آپ نے استرجاع کیا۔

١٠٠۔ یعنی قرآن کریم کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اُمورِ دنیا اور اُمورِ آخرت میں سے جو چاہے طلب کرے یا مراد یہ ہے کہ قاری جب آیتِ رحمت تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور جب آیتِ عذاب تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگے۔

١٠١۔ صحيح البخاري، كتاب التوحيد باب (٤٤) برقم:٧٥٢٧، ٤٨٤/٤ من حديث أبي هريرة رضي الله عنه

و رواہ أحمد (١٠٢) و أبو داؤد (١٠٣) و ابن حبان و الحاكم عن سعد (١٠٤)

قال جمهور العلماء: أی لم یحسن صوته، و قال بعضهم: لم یستغن به عن غیره (١٠٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کو خوب خوش الحانی سے نہیں پڑھتا (یعنی بلند آواز سے نہیں پڑھتا کہ خوش الحانی دلوں کو بھاتی ہے)''۔(١٠٦)

١٠٢۔ المسند للإمام أحمد: ١/١٧٢، ١٧٥، ١٧٩

١٠٣۔ سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل في القراة، برقم: ١٤٧١، ٢/١٠٦ من حديث أبي لبابة رفاعة بن عبد المنذر رضى الله عنه۔
أيضاً سنن ابن ماجة، کتاب في إقامة الصلاة، باب حسن الصوت بالقران، برقم: ١٣٣٧، ٢/١٤٦۔
أيضاً سنن الدارمي، کتاب الصلاة، باب التغنیّ بالقران، برقم: ٣٤٨٨، ٢/٣٤٥، من حديث سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه

١٠٤۔ المستدرك للحاكم کتاب فضائل القران، ذکر فضائل السُّور و آيِ متفرقة برقم: ٢١٣٧، ٢١٣٨، ٢٠/٢٨٠، وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح و برقم: ٢١٣٩، ٢١٤٠، ٢/٢٨١ عن سعد رضی الله عنه ٢١٤١، ٢١٤٢، ٢/٢٨١، ٢٨٢ عن ابن عباس رضى الله عنهما

١٠٥۔ وقال النووی: قال جمهور العلماء: معنی لم يَتَغَنَّ: لم يُحَسِّنْ صَوْتَهُ (التبيان في حملة القران، فصل في استحباب تحسين الصوت بالقران، ص ٨٥)

١٠٦ اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی آوازوں سے قرآن کریم کو مُوَیّن کرو''۔ اس لئے علماء کرام نے فرمایا جو شخص تجوید و قرأت کے قوانین کے تابع ہو کر قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھے تو یہ جائز ہے اور جو قواعد کو خوش الحانی کے تابع کر کے پڑھے تو مکروہ ہے جیسے جہاں مد نہ ہو وہاں مد کے ساتھ پڑھے، جہاں مد ہو وہ مد نہ پڑھے یا غُنّہ کے طول و قصر میں قواعد

الحديث الثامن و العشرون

و عن بُرَيدة رضی الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ''مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ'' ۔ رواه البيهقي (١٠٧)

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے قرآن پڑھا تا کہ اس کے ذریعے لوگوں سے کھائے (یعنی اس کو حُکّام دنیا تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا) تو وہ شخص قیامت کے روز آئے گا اور اس کا چہرہ ہڈیوں سے پُر ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا''۔

الحديث التاسع و العشرون

و عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، أنّه عليه الصّلاة و السّلام قال: ''قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ، وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَ التَّكْبِيْرِ، وَ التَّسْبِيْحُ (١٠٨) أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ، وَ الصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ، وَ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ'' ۔(١٠٩) رواه الدار

کے خلاف پڑھے کما في ''التبيان للنووی'' (فصل في استحباب تحسين الصوت بالقران، ص ٨٥، ٨٦، ٨٧) و شرح صحيح مسلم للنووی (کتاب فضائل القران، باب استحباب تحسين الصوت بالقران)
جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو قرآن کریم کو اچھی آواز سے نہیں پڑھتا اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں معنی یہ ہے کہ جو اس کے ذریعے اس کے غیر سے مستغنی نہیں ہوتا۔

١٠٧۔ الجامع لشعب الإيمان، التاسع عشر و هو باب في تعظيم القران، فصل في ترك قرآة القران في المساجد و الأسواق ليعطى و ليستأكل به، برقم: ٢٣٨٤، ٤/١٩٥، ١٩٦

١٠٨۔ و کلمة التسبيح غير موجودة في المخطوطة

١٠٩۔ الجامع الصغير، حرف القاف، برقم: ٦١١٢

قطني في "الإفراد"، و البيهقي في "شعب الإيمان"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کی تلاوت نماز میں کرنا غیر نماز میں تلاوت کرنے سے افضل ہے اور غیر نماز میں تلاوت کرنا تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح کرنا صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ کرنا (نفلی) روزہ سے افضل ہے اور روزہ تو ڈھال ہے۔

الحديث الثلاثون

و عن أوس بن أبي أوس الثقفي مرفوعاً: "قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ، وَ قِرَاءَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ تَضَاعَفُ عَلَى ذٰلِكَ إِلَى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ". رواه الطبراني (١١٠) و البيهقي (١١١)

حضرت اوس بن ابی اوس الثقفی سے مرفوعاً روایت ہے ''ایک آدمی کا بغیر مصحف میں نظر کئے قرآن پڑھنا ہزار درجہ اجر کا باعث ہے اور جبکہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنا اس کے اجر کو دوگنا کرتا ہے یہاں تک کہ دو ہزار درجات تک پہنچ جاتا ہے'' (نظر کرنے کا ثواب، قرآن مجید کو اٹھانے، چھونے اور اس میں تفکّر کر کے معانی کے استنباط کرنے وغیرہ کا ثواب جمع ہو جاتا ہے یا یہ کہ قرآن کریم کو دیکھنا ایک عبادت ہے اور اسے پڑھنا دوسری عبادت ہے)۔

١١٠۔ المعجم الكبير للطبراني، ١/٢١١، برقم:٦٠١

١١١۔ الجامع لشعب الإيمان، فصل في قرأة القرآن من المصحف، برقم:٢٠٢٦، ٣/٥٠٧

الحديث الحادي و الثلاثون

و عن ابن عمرو رضي الله عنهما مرفوعاً: "اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ، اقْرَأْهُ فِيْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، اقْرَأْهُ فِيْ عَشْرٍ، اقْرَأْهُ فِيْ سَبْعٍ وَ لَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ". رواه الشّيخان (١١٢)، و أبو داؤد (١١٣)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے ''(قرآن پڑھنا ہے) تو ایک ماہ میں (پورا) پڑھو (اگر طاقت رکھتے ہو تو) بیس روز میں (یا) دس روز میں (یا) سات روز میں اور اس سے مت بڑھنا''۔(١١٤) (یعنی اس سے کم ایام میں مت پڑھو)۔

١١٢۔ صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب قول المقرئ "للقاري: حسبك" برقم:٥٠٥٣۔ و صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به الخ، برقم:٢٧٠٢/ ١٨٤ (١١٥٩)، ص ٥٢١

١١٣۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في كم يقرأ القرآن، برقم:١٣٨٨، ٢/٧٦

١١٤۔ احادیث نبویہ علیہا التحیۃ والثناء میں سات روز سے کم پانچ روز کا بھی ذکر ہے جیسا کہ "الجامع لشعب الإيمان" (برقم:١٩٧٩، ٣/٤٧٨، ٤٧٩) میں ہے اور ایک روایت میں تین دن کا ذکر ہے جیسا کہ سنن أبي داؤد، (برقم:١٣٩١، ٢/٧٧) میں ہے، خود امام بخاری نے اسی حدیث شریف کے تحت لکھا ہے کہ بعض راویوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے تین دن کا ذکر کیا اور بعض نے پانچ کا اور اکثر رُوات نے سات دنوں کا ذکر کیا ہے، اس کے تحت علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت تحریمی نہیں ہے جیسا کہ ہر امر وجوب کے لئے نہیں ہوتا اور دوسری حدیث (برقم:٥٠٥٤) کے تحت لکھتے ہیں کہ یا یہ ممانعت تنزیہی ہے اور حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ آٹھ روز میں قرآن کریم ختم کرتے اور اسود چھ روز میں اور علقمہ پانچ روز میں اور ایک جماعت پورا قرآن ایک رات یا ایک رکعت میں ختم کیا اور یہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض ایک رات میں تین بار قرآن ختم کرتے اسے ابوعبید نے ذکر کیا اور صاحب توضیح فرماتے ہیں، زیادہ سے زیادہ جو خبر ہمیں پہنچی وہ دن اور رات میں آٹھ بار قرآن کریم ختم کرتا ہے اور سُلمی نے کہا کہ میں نے ابوعثمان مغربی سے سنا کہ ابن الکاتب دن میں

....

چار بار اور رات میں چار بار قرآن کریم ختم فرماتے۔(عمدة القاری، ۵۹۲/۱۳)

اور امام نووی شافعی لکھتے ہیں کہ اسلاف رضی اللہ عنہم کی اس بارے میں عادات مختلف تھیں، ابن ابی داؤد نے بعض اسلاف رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ وہ ہر دو ماہ میں ایک بار قرآن کریم ختم فرماتے اور بعض سے مروی ہے کہ وہ ہر ماہ ایک بار اور بعض سے مروی ہے کہ وہ ہر دس راتوں میں ایک بار اور بعض سے مروی ہے کہ وہ ہر آٹھ راتوں میں ایک بار اور اکثر سے مروی ہے کہ وہ ہر سات راتوں میں ایک بار اور بعض سے مروی ہے کہ وہ ہر چھ راتوں میں ایک بار اور بعض سے مروی ہے کہ وہ ہر پانچ راتوں میں ایک بار اور بعض سے مروی ہے کہ وہ ہر چار راتوں میں ایک بار اور کثیرین سے مروی ہے کہ وہ ہر تین دنوں میں اور بعض سے ہر دو راتوں میں اور کثیرین سے مروی ہے کہ وہ ہر دن اور رات میں ایک بار اور ان میں سے بعض تو وہ تھے جو ہر دن اور رات میں دو بار اور کوئی تو تین بار اور بعض نے تو آٹھ بار قرآن کریم ختم کیا، چار دن میں اور چار رات میں۔

اور ان میں سے جو دن اور رات میں قرآن کریم ختم کرتے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر، مجاہد، امام شافعی رحمہم اللہ اور دوسرے ہیں اور وہ جو تین بار قرآن ختم کرتے وہ سُلیم بن عتر ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے قاضی تھے، ابو بکر بن ابی داؤد نے روایت کیا کہ وہ ہر رات میں تین بار قرآن کریم ختم فرماتے اور ابو عمر کندی نے اپنی کتاب "قضاۃ مصر" روایت کیا ہے کہ وہ ہر رات چار بار قرآن کریم ختم فرماتے اور شیخ صالح ابو عبدالرحمٰن سُلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے شیخ ابو عثمان مغربی سے سنا کہ (ابو علی حسین بن احمد) ابن الکاتب (متوفی ۳۴۰ھ) دن میں چار بار اور رات میں چار بار قرآن کریم ختم فرماتے اور یہ زیادہ سے زیادہ مقدار ہے جو ان رواۃ کے بارے میں ہمیں پہنچی۔

اور سید جلیل احمد دورقی (بغدادی متوفی ۲۴۶ھ) نے اپنی سند کے ساتھ منصور بن زاذان (متوفی ۱۳۱ھ) عبادت گزار تابعین میں سے تھے، آپ ظہر اور عصر کے درمیان قرآن کریم ختم فرماتے اور آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان بھی قرآن کریم ختم کیا اور رمضان میں مغرب اور عشاء کے درمیان دو بار مکمل قرآن کریم ختم کیا اور کچھ زیادہ۔

اور ابن ابی داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت مجاہد رمضان میں ہر رات مغرب سے عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کرتے اور منصور سے مروی ہے کہ علی ازدی رمضان کی ہر رات مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کرتے۔

الحديث الثاني و الثلاثون

و عن ابن عمرو رضی اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰهﷺ: "إِقْرَإِ الْقُرْآنَ مَا نَهَاكَ، فَإِذَا لَمْ يَنْهَكَ فَلَسْتَ تَقْرَأُهٗ" ۔ رواه الديلمي في "مسند الفردوس" (۱۱۵)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (کچھ فقہ کے حامل غیر فقیہ ہوتے ہیں جن کو ان کا علم فائدہ نہیں دیتا اور ان کا جہل نقصان دیتا ہے) تو قرآن پڑھ کر اس کے منع کردہ سے بچ پس جب تو اس کی نہی سے نہ بچا تو (گویا) تو نے قرآن کو نہیں پڑھا"۔(۱۱٦)

الحديث الثالث و الثلاثون

و عن بُرَيْدة رضی اللّٰہ تعالى عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِالْحَزَنِ، فَإِنَّهٗ نَزَلَ بِالْحَزَنِ" ۔ رواه أبو يعلى و الطبراني في "الأوسط" (۱۱۷)، و أبو نعيم في

اور وہ جنہوں نے ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کیا وہ بے شمار ہیں اور متقدمین میں سے حضرت عثمان بن عفان، تمیم داری اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم ہیں (التبيان للنووي، الباب الخامس في آداب حامل القرآن، ص ۴۸، ۴۹، ۵۰)

۱۱۵۔ الجامع الصغير، حرف الهمزة، برقم: ۱۳۳۳، ۲۸۷/۱

۱۱٦۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی طرف کلیۃً متوجہ نہیں ہوتا ظاہراً حسنِ تلاوت کے ذریعے اور باطناً قرآن کریم میں تدبر اور تفکر اور اس کے احکام پر عمل اور نواہی سے اجتناب کے ذریعے تو وہ حقیقت میں قرآن پڑھنے والا نہیں ہے۔

۱۱۷۔ المعجم الأوسط للطبراني، من اسمه إبراهيم، برقم: ۲۹۰۲، ۱٦٦/۲۔ أيضاً مجمع الزوائد كتاب التفسير، باب القرآة بالحزن، برقم: ۱۱٦۹۴، ۲۵۳/۷۔ أيضاً الجامع الصغير، برقم: ۱۱٦۲

"الحلية"(١١٨)

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
"قرآن مجید کو رِقّتِ قلبی (تامل) کے ساتھ تلاوت کرو کہ یہ (کفار کی طغیانی پر) غمگین خبریں لے کر نازل کیا گیا ہے"۔(١١٩)

١١٨۔ تقریب البغية بترتيب أحاديث الحلية، باب القرآة بالحزن، برقم:١١١٦، ١/٣٩٨، ٣٩٩
آیضاً فردوس الأخبار، باب الألف، برقم:٣١٢، ١/٦٦

١١٩۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن مجید سناؤ، تو حضرت ابن مسعود نے عرض کیا میں (کیسے) آپکو قرآن سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن مجید نازل ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں، تو میں نے آپ کو سورۂ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں جب میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر پہنچا "اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ لائیں گے" تو حضور ﷺ پر گریہ طاری ہوگیا الخ (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فصل استماع القرآن، برقم:١٨١٧/ ٢٤٨ (٨٠٠)، ص ٣٥٨)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قرآن مجید کی تلاوت کرو تو رو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی سی صورت بنالو (سنن ابن ماجة، برقم:١٣٣٧، ٢/١٤٦، الجامع لشعب الإيمان، برقم:١٩٦٠، ٣/٤٦٧)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تم پر ایک سورت کی تلاوت کرتا ہوں تو جو رو دیا اس کے لئے جنت ہے اور جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونے جیسی صورت بنالے (شعب الإيمان، برقم:١٨٩٣، ١٨٩٤، ٣/٤١٢، ٤١٣)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کر پاتے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ میں آپ کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کر رہا تھا کہ آپ نے سورۂ یوسف تلاوت فرمائی اور میں آخری صف میں تھا اور میں نے آپ کے رونے کی آواز سنی (شعب الإيمان، برقم:١٨٩٦) اور حضرت عبداللہ بن عروہ کی حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ تمام صحابہ کرام کی حالت یہی تھی جب قرآن مجید سنتے تو ان کے آنسو بہنے لگ جاتے جیسا کہ شعب الإيمان

الحديث الرابع و الثلاثون

و عن جُندُبَ رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "اقْرَأُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ فَقُومُوا"۔ رواه أحمد (١٢٠) و الشيخان (١٢١) و النّسائي (١٢٢)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
"قرآن مجید پڑھو جب تک تمہاری دل جمعی باقی رہے، پس جب

(برقم:١٩٠٠، ٣/٤١٧) میں ہے۔

اور ابو صالح سے مروی ہے یمن کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور قرآن کریم پڑھنے اور رونے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اسی طرح تھے، یاد رہے کہ قرآن کریم رِقّتِ قلبی کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں بہت جلد اثر کرتا ہے۔

اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت اور سماعت کے وقت رونا مستحب ہے اور اس کیفیت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل میں حُزن وملال کو حاضر کرے اور غم سے رونا آتا ہے وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں ذکر کردہ تہدید (ڈرانے)، وعید (عذاب کے وعدے)، وثائق (عہد و پیمان) میں تامل کرے پھر اپنی کوتاہی پر غور کرے، پھر اگر خواص کی طرح حُزن وبکاء (رونے) کی کیفیت حاصل نہ ہو تو اس کے حاصل نہ ہونے پر روئے کیونکہ یہ مصائب میں سے بڑی مصیبت ہے۔ ملخصاً (إحياء العلوم، كتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الثاني في ظاهر آداب التلاوة، ١/٣٦٨)

١٢٠۔ المسند للإمام أحمد: ٤/٣١٥

١٢١۔ صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب اقرؤا القرآن ما ائتلفت عليه قلوبكم، برقم:٥٠٦٠، ٣/٣٦٠
و صحيح مسلم، كتاب العلم باب النّهي عن اتباع متشابه القرآن الخ، برقم:٦٨٧١/٣، ٦٨٧٢/٤ (٢٦٦٧)، ص ١٢٨٠۔
أيضاً فردوس الأخبار، باب الألف، برقم:٣١٤، ١/٦٦

١٢٢۔ السنن الكبرىٰ للنّسائي، فضائل القرآن، باب ذكر الأختلاف، برقم:٨٠٩٧، ٥/٣٣

تمہارے دل مختلف فیہ ہو جائیں (حالانکہ زبان پڑھتی ہو) تو کھڑے ہو جاؤ (یعنی پڑھنا ترک کر دو جب تک دوبارہ دلجمعی قائم نہ ہو جائے)''۔(۱۲۳)

الحديث الخامس و الثلاثون

و عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه، عن النبي ﷺ: "اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُ قَلْبًا وَعَى الْقُرْآنَ" ۔ رواه تمام(۱۲٤)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام سے کہ ''قرآن پڑھو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اُس دل پر عذاب نہیں فرمائے گا جس نے قرآن یاد کیا''(۱۲٥) (اس میں تدبر کیا اور عمل کیا)

الحديث السادس و الثلاثون

و عن أنس رضي اللّٰه تعالى عنه أن رسول اللّٰه ﷺ قال: "اَلْقُرْآنُ غِنًى لَا فَقْرَ بَعْدَهُ، وَ لَا غِنًى دُوْنَهُ" ۔ رواه أبو يعلى (۱۲٦)

۱۲۳۔ پھر کیا ہوگا زبان سے قرآن کریم پڑھ رہا ہوگا مگر دل قرآن کریم کی طرف متوجہ نہ ہوگا اسی لئے حکم ہے کہ ایسی صورت میں قرأت ترک کر دے یہاں تک کہ دلجمعی حاصل ہو۔

۱۲٤۔ أي أبو القاسم تمام بن محمد بن عبد الله بن جعفر بن عبد الله بن الجنيد (و ۳۰۰ھ، ت ٤١٤ھ) في "فوائده"، ٧٦/٤

۱۲٥۔ اس کا مطلب ہے کہ جس نے قرآن کریم کو یاد کیا اور اس میں تدبر کیا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا۔

سہل فرماتے ہیں اللہ عز وجل کی محبت کی علامت قرآن کریم سے محبت ہے اور قرآن کریم سے محبت کی علامت نبی ﷺ سے محبت ہے اور نبی ﷺ سے محبت کی علامت سنّت ہے اور سنّت سے محبت آخرت کی محبت ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض ہے الخ۔

۱۲٦۔ مسند أبي يعلى، مسند أنس بن مالك، برقم:۲۷۷٤/۱۸، ص۵٦۹۔ أيضاً الجامع الصغير، حرف القاف، برقم:٦١٨٣، ٢٦١/٣

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''قرآن مجید (غیر کی محتاجی سے) ایسا بے پرواہ کرنے والا ہے کہ اس کے بعد کوئی فقر نہیں اور اس کے دولت مند کرنے والا ہے جس کے سوا کوئی دولت مندی نہیں''۔

الحديث السابع و الثلاثون

و عن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "اَلْقُرْآنُ أَلْفُ أَلْفِ حَرْفٍ وَ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ أَلْفَ حَرْفٍ، فَمَنْ قَرَأَهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ" ۔ رواه الطبراني في "الأوسط" (۱۲۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''قرآن مجید میں دس لاکھ حروف اور ستائیس ہزار حروف ہیں جو اس کی تلاوت صبر و ثواب کی نیت سے کرے اس کے لئے ہر حرف کے بدلے حور عین (بڑی آنکھوں والی حور) ہے''۔

الحديث الثامن و الثلاثون

و عن رجل، عن النبي ﷺ قال: "اَلْقُرْآنُ هُوَ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ، وَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ، وَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ" ۔ (۱۲۸) رواه البيهقي(۱۲۹)

۱۲۷۔ مجمع الزوائد كتاب التفسير، باب منه في فضل القران و من قرأه، برقم:١١٦٥٣، ٢٤٤/٧ وقال راوه الطبراني في "الأوسط"

۱۲۸۔ الجامع الصغير، حرف القاف، برقم:٦١٨٦، ١٢٦٢/٣

۱۲۹۔ الجامع لشعب الإيمان، التاسع عشر وهو باب في تعظيم القران، فصل في تعلّم القران، برقم:١٧٨٩، ٣٣٦/٣

حضور علیہ السلام سے کسی شخص نے روایت کی کہ ''قرآن واضح نور ہے اور حکمت والا ذکر ہے اور راہِ مستقیم ہے''۔

الحديث التاسع و الثلاثون

و عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:
"اَلْقُرْآنُ هُوَ الدَّوَاءُ" (١٣٠)۔ رواہ القضاعی (١٣١)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''قرآن مجید دواء ہے'' (ہر قسم کے امراضِ قلبیہ کے لئے شفاء ہے اس میں اور اعتقاداتِ فاسدہ اور شکوکِ قاتلہ وغیرہ کے لئے اسی طرح امراضِ بدنیہ کے لئے تعویذ و جھاڑ پھونک ہے، اور اس پر قرآن شاہد ہے ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ﴾ الآیۃ) (١٣٢)

الحديث الأربعون

و عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال:
"أَهْلُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ"۔ (١٣٣) رواہ الضیاء

١٣٠۔ الجامع الصغیر، باب القاف، برقم:٦١٨٧، ١٢٦٢/٣ و قال رواہ السنجری فی الإبانۃ و القضاعی عن علی

١٣١۔ مُسند الشِّہاب للقضاعی، برقم:٢٨، ٥١/١ بلفظہ و رواہ ابن ماجۃ فی "سننہ" فی کتاب الطّب، باب (٢٨) الاستشفاء بالقران، برقم:٣٥٠١، ١٣٠/٤، و باب (٤١) الاستشفاء بالقران، برقم:٣٥٣٣، ١٣٠/٤ عن علیّ رضی اللہ عنہ بلفظ "خَیْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ"

١٣٢۔ الاسراء:٨٢/١٧، ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا ہے

١٣٣۔ نوادر الأصول، الأصل:١٢١ فی أن الروحانیین قراء أهل الجنة الخ، ٦١١/١ عن سہل بن ولد أبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ۔ أیضاً الجامع الصغیر، حرف الهمزة، برقم:٢٧٦٧، ٥٧٣/٢

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن (پڑھ کر اس پر عمل کرنے والے) جنت کے عرفاء ہیں'' (یعنی قائد و لیڈر رہیں کہ عریف امام کے ماتحت ہوتا ہے اور اس کا سلطنت میں کچھ عہدہ ضرور ہوتا ہے)۔

قال المصنّف رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: "تم أحادیث الأربعین، و اللّٰہ حسبی و نعم المعین"

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چالیس احادیث مکمل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے اور اچھا مددگار۔

☆-----☆-----☆-----☆-----☆-----☆

مآخذ ومراجع

☆ **إحياء علوم الدين**، للإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي، (ت ٥٠٥ هـ)، دار الخير بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٣ هـ ـ ١٩٩٣م

☆ **الإحسان** بترتيب صحيح ابن حبان، للأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي (ت ٧٣٩ هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٧ هـ ـ ١٩٩٦م

☆ **أشعة اللمعات**، للإمام المحدث عبد الحق بن سيف الدين الدهلوي (ت ١٠٥٢ هـ)، مكتبه نوريه رضويه، سكهر

☆ **تاريخ بغداد**، للإمام أبي أحمد بن علي الخطيب البغدادي (ت ٤٦٣ هـ) تحقيق: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ ـ ١٩٩٧م

☆ **التبيان** في آداب حملة القرآن، للإمام أبي زكريا يحيى بن شرف النووي الشافعي (ت ٦٧٦ هـ)، تحقيق بشير محمد عيون، دار البيان، دمشق، الطبعة الرابعة ١٤٢٦ هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **الترغيب و الترهيب** من الحديث الشريف، للحافظ زكي الدين عبدالعظيم بن عبد القوي المنذري (ت ٦٥٦ هـ)، تحقيق العلامة السيّد علي عاشور، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **تقريب البغية** في ترتيب أحاديث الحِلْية، للحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (ت ٨٠٧ هـ) و أتمّه الحافظ ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢ هـ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ ـ ١٩٩٩م

☆ **الجامع الصحيح هو السنن الترمذي**، للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى (ت ٢٧٩ هـ)، تحقيق محمود محمد محمود حسن نصّار، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ ـ ٢٠٠٠م

☆ **الجامع الصغير** من حديث البشير، للإمام جلال الدين أبي الفضل عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي (ت ٩١١ هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش محمد نزار مصطفى

الباز، مكة المكرمة، الطبعة الثانية ١٤٢٠ هـ ـ ٢٠٠٠م

☆ **الجامع لشعب الإيمان**، للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (ت ٤٥٨ هـ) تحقيق الدكتور عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ ـ ٢٠٠٣م

☆ **حاشية السندي** على السنن للنّسائي، للإمام أبي الحسن الكبير نور الدين محمد بن عبد الهادي الحنفي (ت ١١٣٨ هـ) دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ هـ ـ ٢٠٠٣م

☆ **سنن ابن ماجة**، للإمام أبي عبدالله محمد بن يزيد القزويني (ت ٢٧٣ هـ) تحقيق محمود محمد محمود حسن نصّار، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ ـ ١٩٩٨م

☆ **سنن أبي داؤد**، للإمام أبي داؤد سليمان بن أشعث السجستاني (ت ٢٧٥ هـ)، تحقيق عزت عبيد الدعّاس و عادل السيّد، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ هـ ـ ١٩٩٧م

☆ **سنن الدارمي**، للإمام أبي عبدالله بن عبدالرحمن (ت ٢٥٥ هـ) تخريج الشيخ محمد عبدالعزيز الخالدي، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ ١٩٩٦م

☆ **السنن الصغير** للبيهقي، للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (ت ٤٥٨ هـ)، تحقيق الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي، جامعة الدراسات الإسلامية كراتشي، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ ـ ١٩٨٩م

☆ **السنن الكبرى** للبيهقي، للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (ت ٤٥٨ هـ)، تحقيق محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية بيروت، ١٤٢٠ هـ ـ ١٩٩٩م

☆ **السنن الكبرى** للنّسائي، للإمام أبي عبدالرحمن أحمد بن شعيب الخراساني (ت ٣٠٣ هـ) تحقيق دكتور عبدالغفار سليمان البنداري و سيد كسروي حسن، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١١ هـ ـ ١٩٩١م

☆ **سنن النّسائي**، للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب الخراساني (ت ٣٠٣ هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ هـ ـ ٢٠٠٣م

☆ **شرح صحيح مسلم** للنووي، للإمام أبي زكريا يحيى بن شرف الشافعي

(ت٦٧٦ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ ـ ١٩٩٩م

☆ **صحيح البخاری**، للإمام أبی عبد الله محمد بن إسماعيل الجعفی (ت٢٥٦ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ

☆ **صحيح مسلم**، للإمام أبی الحسين مسلم بن الحجاج القشيری (ت٢٦١ھ)، دار الأرقم، بيروت

☆ **عمدة القاری** شرح صحيح البخاری، للإمام بدر الدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی الحنفی (ت٨٥٥ھ)، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ ـ ١٩٩٨م

☆ **فردوس الأخبار** بمأثور الخطاب المخرّج على كتاب الشهاب، للحافظ شيرويه بن شهردار بن شيرويه الديلمی، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ ـ ١٩٩٧م

☆ **فرهنگ آصفیه** للمولوی السيّد أحمد الدهلوی، أردو سائنس بورڈ، لاهور

☆ **فوائد** تمام، للعلامة أبی القاسم تمام بن محمد (ت٤١٤ھ)، مكتبة الرشد الرياض ١٤١٨ھ

☆ **قاموس أطلس الحديث**، انجليزی، عربی، المكتبة الوطنية، الأردن

☆ **مجمع الزوائد** و منبع الفوائد، للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (ت٨٠٧ھ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠١م

☆ **المراسيل** مع الأسانيد، للإمام أبی داؤد بن أشعث السجستانی (ت٢٧٥ھ)، تحقيق الشيخ عبد العزيز عز الدين السيروان، دار القلم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦ھ ـ ١٩٨٦م

☆ **المستدرك** على الصحيحين، للإمام أبی عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيشابوری (ت......ھ) دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ھ ـ ٢٠٠٦م

☆ **المسند** للإمام أحمد بن حنبل (ت٢٤٠ھ) المكتب الإسلامی، بيروت

☆ **مسند أبی يعلى**، الإمام أبی يعلى أحمد بن علی (ت٣٠٧ھ)، تحقيق الشيخ خليل بن مأمون شيحا، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦ھ ـ ٢٠٠٥م

☆ **مسند الشّهاب**، للقاضی أبی عبد الله محمد بن سلامة القضاعی (ت٤٥٤ھ)

تحقيق حمدی عبد المجيد السلفی، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ ـ ١٩٨٥م

☆ **المصنّف** للإمام عبد الرزاق بن همام الصنعانی (ت٢١١ھ)، تحقيق أيمن نصر الدين الأزهری، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ ـ ٢٠٠٠م

☆ **المصنّف** فی الأحاديث و الآثار، للإمام عبد الله بن محمد بن أبی شيبة (ت٢٣٥ھ)، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ھ ـ ١٩٩٤م

☆ **المعجم الأوسط** للطبرانی، الإمام أبی القاسم سليمان بن أحمد اللّخمی (ت٣٦٠ھ)، تحقيق محمد حسن بن حسن إسماعيل الشافعی، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ ـ ١٩٩١م

☆ **المعجم الصغير** للطبرانی، الإمام أبی القاسم سليمان بن أحمد اللّخمی (ت٣٦٠ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٠٣ھ ـ ١٩٨٣م

☆ **المعجم الكبير** للطبرانی، الإمام أبی القاسم سليمان بن أحمد اللّخمی (ت٣٦٠ھ)، تحقيق حمدی عبد المجيد السلفی، دار أحياء التراث العربی، بيروت

☆ **موارد الظمآن** إلى زوائد ابن حبّان، للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (ت٨٠٧ھ)، تحقيق محمد عبد الرزاق حمزه، دار الكتب العلمية، بيروت

☆ **موسوعة الإمام ابن أبی الدنيا**، للإمام أبی بكر عبد الله بن محمد القرشی (ت٢٨١ھ)، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦ھ ـ ٢٠٠٦م

☆ **نوادر الأصول** فی معرفة أحاديث الرسول، للإمام أبی عبد الله محمد الحكيم الترمذی (من علماء القرن الثالث الهجری) تحقيق الدكتور عبد الرحيم السايح و السيد الجميلی، دار الريان للتراث، القاهره، الطبعة الأولى ١٤٠٨ھ ـ ١٨٩٨م

کیا
اولیاءاللہ اور بت
ایک ہیں؟

مؤلف
حضرت علامہ مولانا محمد خان قادری مدظلہ

ناشر
جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : کیا اولیاءاللہ اور بت ایک ہیں؟

مؤلف : حضرت علامہ مولانا محمد خان قادری مدظلہ

سن اشاعت : جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/مئی ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net
پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

دُکھ کی بات ہے کہ اُمّت میں انتشار کم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھ رہا ہے اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اختلاف و افتراق حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خود محبوب خدا نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات میں کیا گیا، یوں تو اس اختلاف کی تاریخ بہت قدیم ہے اور اس مخالفت کا بانی شیطان لعین ہے اور یہ معاملہ دیگر امتوں میں بھی رہا اور ہماری اس اُمّت میں بھی ایسے لوگ موجود رہے اور موجود ہیں۔

اور ہماری امت سے مراد امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے اور لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں اور درحقیقت شیطان کے چیلے ہیں۔ نبی ﷺ کی حیات ظاہری میں بھی یہ لوگ موجود تھے، نزولِ وحی کا زمانہ تھا حضور ﷺ ظاہری حیات کے ساتھ جلوہ افروز تھے، ان کا پردہ چاک ہوتا رہا، حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور مختصر رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے شیطان کے یہ کارندے اپنا سر نہ اٹھا سکے، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اَدوار میں انہوں نے اپنے کرتب دکھانا شروع کئے یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی ہستی پر ان لوگوں نے شرک کا حکم لگا دیا، اس طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی اسی طرز کا معاملہ کیا گیا۔ اس کے بعد ابن تیمیہ نے اُمّت کے عقائد و نظریات میں فتور ڈالا، ایسے ایسے نظریات اُمّت کے سامنے پیش کئے جو جمہور کے بالکل خلاف تھے اور اس وقت کے علماء نے انہیں ردّ کر دیا، پھر ایک عرصے کے بعد انگریز کی کاوش سے نبی ﷺ اور اخیارِ اُمت کی عظمت کو اہلِ اسلام کے دلوں سے نکالنے کے لئے محمد بن عبد الوھاب کو سامنے لایا گیا اور اپنے آقا کے اشارے پر اس نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی شان میں گستاخیاں کیں، مزارات

صحابہ و اہلِ بیت کو مسمار کیا، بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات اُن پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی، بہر حال اُمّت میں نہ ختم ہونے والے فتنے کا بیج بو گیا، اور اس کا وہابی دین سرزمین نجد سے نکل کر اطراف عالم میں پھیلنے لگا، اٹھارویں صدی عیسوی میں یہ باطل دین سرزمین ہند و پاک میں بھی پہنچا، آہستہ آہستہ اس کے پیروکار بڑھتے چلے گئے، اس وقت سے علماءِ حقّہ نے ان کا تقریراً تحریراً ہر طرح مقابلہ کیا، اس سے جن کے مقدر میں ایمان تھا وہ محفوظ رہے، یوں یہ سلسلہ چلتا رہا، یہ لوگ نام بدل بدل کر عوام المسلمین کو گمراہ کرنے کی سعی کرتے رہے، وطن آزاد ہو رہا تھا تو یہ لوگ اپنے آقا کے اشارے پر ہندوؤں کے ساتھ رہے، پاکستان بنا تو یہاں آ گئے، بیرونی امداد سے چلتے رہے، پھیلتے رہے اور اہلِ اسلام کا کشت و خون کرتے رہے، بم دھماکے، پھر خودکش حملے اور مزارات اولیاء کی بے حرمتی، بموں سے اُن کو اُڑانا، مشائخ و علماء اہلسنّت کو شہید کرنا، اہل اسلام کی جان مال اور عزت کو حلال جاننا ان کے شیوہ رہا، جیسا کہ سرحد کے حالات خصوصاً سوات کا معاملہ اس پر شاہد ہے کہ وہ لوگ مزارات اولیاء کو بت قرار دیتے ہیں، اس لئے ان کا انہدام واجب اور ضروری سمجھتے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ جو فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ کی تالیف ہے اسی موضوع پر ہے، ہماری جمعیت کی نشر و اشاعت کی علماء کمیٹی نے حالات حاضرہ کے پیشِ نظر اسی کو اشاعت کے لئے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف مدظلہ اور اراکینِ جمعیت کی اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے اور اس مختصر تحریر کو عوام المسلمین کے لئے نافع بنائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم قارئین کرام! کی توجہ اس طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہر جگہ خدا ساختہ اور خود ساختہ میں فرق رکھنا لازمی ہے اگر ہم یہ فرق نہیں کریں گے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حجرِ اسود کی مثال

اسے ہم ان مثالوں کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں مثلاً کائنات کا کس قدر اور کتنا ہی قیمتی و خوبصورت پتھر ہو ہم اسے بوسہ نہیں دیں گے اور نہ اسے اپنا شفیع بنا کر اس کا احترام کریں گے بلکہ اگر ہم اسے اپنا شفیع سمجھ کے احترام کریں گے تو یہ سراپا ظلم و زیادتی ہوگی اور یہ خود ساختہ تصوّر ہوگا جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش وا جازت نہیں۔

پتھروں کی پوجا کرنے والوں سے سُن لیجئے، امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب وفد ابی بنی حنیفہ کے تحت حضرت ابو رجاء عطاردی تابعی سے نقل کیا۔

کنا نعبد الحجر فاذا او جدنا حجرا هو خير منه القيناه

واخذنا الاخر فاذا لم نجد حجرا جمعنا جثوة من تراب ثم

جئنا بالشاة فحلبنا عليه ثم طفنا له (البخاری ۲/ ٦٢٨)

ہم پتھر کی عبادت کرتے، جب اس سے بہتر خوبصورت پتھر پاتے تو

اسے پھینک کر دوسرا لے لیتے جب پتھر نہ پاتے تو مٹی کا ڈھیر بناتے

اس پر بکری کا دودھ ڈال کر اس کا طواف کرتے۔

بحمد اللہ! کوئی مسلمان ایسا کرنا تو کجا سوچ بھی نہیں سکتا۔

مگر ایک پتھر ایسا بھی ہے جس کی زیارت و بوسہ کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اسے دیکھنا سعادت سمجھتے ہیں بلکہ اسے اپنے حق

میں روز قیامت شفاعت کرنے والا مانتے ہیں اور وہ حجرا سود ہے آخر اس کا اس قدر احترام وعزت کیوں؟ اس لئے کہ یہ خدا ساختہ ہے یعنی اسے یہ مقام اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ لہٰذا اسے محترم نہ ماننا ظلم وستم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجرِ اسود کے بارے میں فرمایا

الحجرُ يمينُ اللهِ تعالىٰ فى الأرضِ (الکامل لابن عدی، ١/ ٣٣٦)

یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا حجرا سود اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کا درجہ رکھتا ہے۔

يُصافِحُ بها عِبَادَهٗ (سبل الهدى، ١/ ١٨٠)

اس سے وہ اپنے بندوں کو مصافحہ کا شرف عطا کرتا ہے۔

گویا حجرا سود کا چُومنا اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کا بوسہ لینا ہے۔

شفاعت حجرِ اسود

امام دارمی، ابن خزیمہ وابن حبان اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز قیامت اللہ تعالیٰ حجرِ اسود کو اس حال میں لائے گا:

لَهٗ عَيْنَانِ يبصرُ بهما وَلسانٌ يَنطِقُ بِهٖ يَشهدُ لِمَن اسْتلمَه بحقٍّ

(سنن الدارمی:٢/ ٤٠٢)

اس کی دو آنکھیں ہونگی جن سے وہ دیکھے گا۔ بولنے والی زبان ہوگی

جس سے یہ اپنے سلام کرنے والے کے بارے میں گواہی دے گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا حجر اسود کو روزِ قیامت اس حال میں لایا جائے گا:

لَہٗ لِسانٌ ذَلِقٌ یشھدُ لِمَن یستلِمُہٗ بالتّوحِید

(شعب الإیمان:۳/۴۵۱)

اس کی زبان ہوگی جس سے یہ بول کر اپنے سلام کرنے والے کی توحید پر گواہی دے گا۔

خُدا ساختہ تصوّر کی وضاحت

اسی خُدا ساختہ تصور کی وضاحت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کر دی ہے۔امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں،امام حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔آپ نے حجر اسود سے مخاطب ہوکر فرمایا ہم پتھروں کے سامنے جھکنے والے نہیں۔

وَلَو لَا أنِّي رَأيتُ رَسولَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ

(شعب الایمان:۳۔۴۵۱)

اگر ہم نے تجھے رسول اللہ ﷺ کو چُومتے نہ دیکھا ہوتا تو ہم تجھے کبھی نہ چُومتے۔

آپ نے واضح کر دیا کہ ہم جو تجھے چُومتے ہیں تو یہ ہمارا خودساختہ تصوّر نہیں بلکہ تجھے بوسہ دینے اور احترام کا حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس قدر دیا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بوسہ دیا کرتے تو تیرا اِحترام خُدا ساختہ ہے۔

شفاعت کی مثال

اس طرح اگر کوئی آدمی اپنے طور پر کسی شخص، درخت اور بُت کے بارے میں یہ

کہے یہ روزِ قیامت ہماری شفاعت کرے گا جیسے اہلِ کفر اپنے بُتوں کے بارے میں کہتے ہیں تو یہ سراسر زیادتی اور ظلم وشرک ہے اس لئے قرآن میں واضح کیا کہ ان کے پاس ان پر کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ خودساختہ ٹھہرے۔

لیکن اُمت مُسلمہ مانتی ہے کہ حجر اسود ہماری شفاعت کرے گا تو یہ خودساختہ تصوّر نہیں بلکہ خُدا ساختہ تصوّر ہے جیسے اوپر احادیث آئی ہیں۔

مقام محمود والے کی شفاعت

اگر ہم حبیب خدا ﷺ کو ہر جگہ دنیا و آخرت میں اپنا شفیع مانتے ہیں اور آپ ﷺ کی شفاعت کو اپنے ایمان کا حصہ مانتے ہیں تو یہ ہمارا خودساختہ تصوّر نہیں بلکہ خُدا ساختہ ہے اور اس سے کتاب وسنّت معمور و مالا مال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو شفاعت کُبریٰ کا مقام عطا فرمایا ہے۔قرآن مجید میں آپ کے اسی مقام کا ذکر و اعلان ان الفاظ میں کیا:

﴿عَسٰىٓ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (الاسراء:۱۷/ ۷۹)

ترجمہ: قریب ہے تمہارا ربّ تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ سے مقام محمود کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

هِيَ الشَّفَاعَةُ

یہ مقام شفاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لوگ گروہ در گروہ ہر نبی کے پاس سفارش و شفاعت کے لئے جائیں گے مگر بات نہیں بنے گی حتی کہ تمام مخلوق شفاعت کے لئے سرورِ عالم شفیع المذنبین ﷺ کے پاس آئے گی۔

فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ (الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر)

تو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا فرمائے گا۔

تو اگر اُمّتِ مُسلِمہ آپ ﷺ کو شفیع مانتی ہے تو اس کی بنیاد قرآن وسنّت نے فراہم کی ہے یہ بُتوں کی طرح از خود گھڑی ہوئی اور خود ساختہ چیز نہیں اس کے بعد بتایئے یہ کہنا کس قدر ظلم ہے کوئی بُت اور نبی و ولی شفاعت نہیں کر سکتا۔ کہاں خود ساختہ بُت اور کہاں محبوبانِ بارگاہِ الٰہی عزّ وجل۔

حضرت مُلّا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے اہلِ اسلام اور اہلِ شرک کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھا:

لا يظنّ بأربابِ العقولِ ولو كانوا كُفّارًا أن يعتقدوا أن الحجر ينفعُ ويضرُّ بالذّات وإنما كانوا يُعظّمون الأحجارَ أو يَعبُدونها مُعلّلين بأن بهؤلاء شُفَعائنا عند اللهِ و مقرّبونا إلى اللهِ زُلفى فهم كانوا يمسّونها و يُقبّلونها تسبياً للنّفع وإنما الفرقُ بيننا و بينهم أنهم كانوا يفعلون الأشياءَ مِن تِلقاءِ أنفسِهم ما أنزلَ اللهُ من سلطان بخلافِ المسلمين فإنهم يُصلّون إلى الكعبةِ بناءً على ما أمر اللهُ و يُقبّلون الحجرَ بناءً على مُتابعةِ رسول الله ﷺ وإلا فلا فرق في حدّ الذّات ولا في نظرِ العارفِ بالموجو داتِ بين بيتٍ و بيتٍ و لا بين حجرٍ و حجرٍ سبحان مَن عظّم بأشياء مِن مخلوقاته مِن الأفرادِ الأنسانية كرَسُولِ اللهِ و الحَيوانية كَناقةِ الله و الجمادية كبيتِ الله و المكانية كرم الله و الزّمانية كلَيْلةِ القدرِ و ساعةِ الجمعةِ و خلق خواصِ الأشياءِ في مكتوباته و جعل التفاوُتَ و التمايُزَ بين اجزاءِ أرضه و سَماواتِه۔ (مرقاة المفاتیح ۳۲۵/۵)

اہلِ عقول واصحابِ دانش اگر چہ کفار ہی کیوں نہ ہوں ان کے متعلق یہ ظن وگمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہ عقیدہ رکھیں کہ پتھر بالذات خود نفع و نقصان دیتے ہیں مشرکین ان پتھروں اور اصنام کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی عبادت کرتے تھے تو صرف اس علت کے پیشِ نظر کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے شفیع ہیں اور یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب تر کرنے والے ہیں تو ان کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے تھے اور انہیں نفع حاصل کرنے کے اسباب وذرائع سمجھتے تھے۔ ہمارے اور ان کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ ان اشیاء کو اپنی طرف سے کرتے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل وحجت نازل نہیں فرمائی بخلاف اہلِ اسلام یہ کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم وامر کی وجہ سے۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو متابعت رسول اللہ ﷺ کی بناء پر ورنہ ذات کے اعتبار سے اور موجودات کا صحیح عرفان رکھنے والے کی نظر میں ایک مکان کا دوسرے مکان اور ایک پتھر کا دوسرے پتھر کے ساتھ کوئی تفاوت وتمایز نہیں ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہا عزت وعظمت سے نواز دیا، افراد انسانیت میں سے رسول اللہ ﷺ کو افرادِ حیوانیت میں سے ناقۃ اللہ (حضرت صالح کی اونٹنی) کو، افرادِ جمادات میں سے بیت اللہ کو، افرادِ مکانات میں حرمِ الٰہی کو زمانہ کے اجزا اور افراد میں سے لیلۃ القدر، ساعت جمعہ کو اور اپنے تقادیر میں خواص اشیاء کو تخلیق فرمایا اور زمینوں اور آسمانوں کے اجزاء میں باہم تفاوت اور امتیاز پیدا فرمایا۔

اعتراض برہمن

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدّث دہلوی نے برہمن ہندو کے اعتراض کے جواب میں جو گفتگو کی ہے نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

شما از قبور مدد وشفاعت می طلبید باید کہ برشما ہم شرک عائد شود القصہ
ہر چہ مقصدِ شما و مرادِ شما از اہل قبور است ہماں قسم مقصود من از صورت
کنہیا رو کالکا ست بحسب ظاہر نہ قوت اہلِ قبور و نہ بُت

تم اہلِ قُبور سے مدد و استعانت اور شفاعت طلب کرتے ہو تو چاہیئے تم یہ بھی ہماری طرح مشرک ہو جائیں کیونکہ جو مقصود تمہارا اہلِ قُبور سے استعانت ہے وہی کنھیا اور کالکا وغیرہ کی صورتوں سے ہمارا ہے ظاہری اعتبار سے نہ اہلِ قبور میں طاقت وقدرت ہے اور نہ بُتوں میں۔

متعدد جوابات

اس کا جواب متعدد وُجوہ سے دیتے ہیں:

ایسی چیزیں جن کی عطا اللہ تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے مثلاً اولاد دینا، بارش عطا کرنا اور امراض دُور کرنا اگر ذہن اللہ تعالیٰ سے خالی ہو اور ان کا سوال کسی ولی سے ہو تو یہ شرک ہے اور مسلمان ہرگز ایسا نہیں کرتے البتہ ہندو اپنے بتوں سے ایسی التجا کرتے ہیں۔

آگے چل کر لکھا:

و این گفتہ کہ ہر چہ شما زاہلِ قُبور است ہماں قسم مقصود من از صورت
کھیا و کالکا ہست نیز خطا درخطا ست کہ ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ
درقبر مدفون است البتہ می باشد زیرا کہ مدّت دراز دریں بودہ واندو

این ہا قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکہ ازطرف خود صورت ہا وسنگ
ہاتراشیدہ و درختان و دریا ہا را قرار مدہند کہ صورت فلانے ہست بے
آنکہ چیز را تعلق بان روح باشد(فتاویٰ عزیزی :۲۔۱۰۸)

یہ جو کہا کہ جو مسلمان کا مقصود اہلِ قُبور سے ہے وہی ہمارا مقصود کنہیا اور کالکا سے ہے یہ سراسر غلط بات ہے کیونکہ (ہر کوئی جانتا ہے) ارواح کا جو قبر میں مدفون بدن کے ساتھ بلاشبہ تعلق قائم ہے اس لئے کہ دراز عرصہ تک اس میں قیام پذیر رہے ہیں اور ہندو و برہمن اپنے معبودوں کی قُبور کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ صورتوں پتھروں اور درختوں اور دریاوں کو اپنے طور پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں کی صورت ہے حالانکہ اس کے ساتھ اس شخص کی روح کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

بندوں کو عطا کردہ قوّتوں اور علوم کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ میں نے اپنے بندوں خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کو اور ان کے ظاہری و باطنی حواس کو ایسی قوتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے لئے دور و نزدیک کا کوئی معاملہ نہیں اگر تمہارے اندر ایسی قوتیں نہیں تو ان کا انکار نہ کیا کرو کیونکہ ایسی قوتیں انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر عطا کیں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اشیاء کے حقائق سے آگاہی

قرآن مجید نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں واضح کیا:

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (البقرۃ:۲/۳۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی۔

اس کی تفسیر میں اہلِ تفسیر کے اقوال کا مطالعہ کیجئے اور بتایئے کونسی چیز تھی جس کا نام سیدنا آدم علیہ السلام نہ جانتے تھے بلکہ تمام مفسّرین نے تصریح کی ہے کہ صرف اشیاء کے نام ہی نہیں بتائے بلکہ ان اشیاء کے خصائص، صفات اور حقائق سے بھی آگاہی فرمائی۔

امام فخرالدین رازی (ت ۶۰۶ھ) کہتے ہیں۔

أی علّمه صفاتَ الأشیاء و نعوتَها و خواصّها

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کی صفات، نُعوت اور خواص کا علم عطا فرمایا۔

حتیٰ کہ مفسّرین نے لکھا پیالہ اور چمچ تک کے نام بتا دیئے۔ امام ابن کثیر (ت ۷۷۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

الصحیح انه علمه اسماء الأشیاءَ کلّها ذواتَها و صفاتَها و أفعالَها

صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کی ذات، ان کی صفات اور افعال سے آگاہ فرما دیا۔

اس پر بخاری و مسلم کی روایت سے تائید لا کر لکھا:

فدلّ هذا علی أنه علّمه اسماءَ جمیعِ المخلوقات

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے اسماء سے آگاہ کر دیا۔

کیا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھے یہ مقام حاصل ہے؟ ہرگز نہیں یہ مقام صرف اس کے برگزیدہ نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابرہیم اور آسمان و زمین سے آگاہی

اسی طرح سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں

بیان کیا:

﴿ وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ (الأنعام:٦/٧٥)

اور اس طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

۱۔ امام ابن جریر طبری (ت ۳۱۰) اور امام ابن ابی حاتم (ت ۳۲۷) نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے:

جلی له الأمر سرّه و علانیة فلم یخف علیه شیءٌ من أعمال الخلائق (جامع البیان ، تفسیر ابن ابی حاتم)

ان پر ہر معاملہ کا ظاہر و باطن آشکار کر دیا حتیٰ کہ تمام مخلوق کا کوئی عمل بھی ان پر مخفی و پوشیدہ نہ رہا۔

۲۔ امام آدم بن ابی ایاس، ابن منذر، ابو حاتم، ابوالشیخ اور امام بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں حضرت مجاہد تابعی سے یہ تفسیر ذکر کی ہے۔

فُرِجَت له السموات السبعُ فنظر إلی ما فیهنّ حتی انتهیٰ بصره إلی العرشِ وضُرِبَت له الأرضوان السبع فنظر إلی ما فیهنّ

سات آسمانوں کو ان کے سامنے مُنکشِف کر دیا تو انہوں نے عرش تک تمام اشیاء کو دیکھ لیا پھر سات زمینوں کو ان پر مُنکشِف کر دیا تو جو کچھ ان میں تھا انہوں نے اسے ملاحظہ کیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علمی مقام یہ ہے کہ تو خود ہی غور کر لیجئے حبیبِ خُدا ﷺ کا علمی مقام کیا ہوگا؟

صاحب مشکوٰۃ کے استاذ امام شرف الدین حسین بن محمد الطیبی (ت ۷۴۳) اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: جب ہم حضور ﷺ کے فرمان، مجھے دیدار

الٰہی ہوا اس نے میرے دونوں شانوں کے درمیان دست مبارک رکھا جن سے میں نے سینے میں ٹھنڈک پائی:

"فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ"

تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اورحضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس رؤیت پر غور کرتے ہیں تو نہایت ہی واضح فرق سامنے آتا ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اشیاء کو دیکھا پھر انہیں ان کے خالق کا ایقان ہوا لیکن حبیب ﷺ نے پہلے خالق کا دیدار کیا اور پھر اشیاء کی طرف متوجہ ہوئے پھر حبیب ﷺ کو عین الیقین باللہ جبکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو علم الیقین باللہ حاصل ہوا پھر:

الحبیب علم الأشیاء کلّھا والخلیل رأی ملکوت الأشیاء

(الکاشف: ۲: ۲۹۲)

حبیب ﷺ نے تمام اشیاء کو جان و پہچان لیا جبکہ خلیل علیہ السلام ملکوتی اشیاء کو دیکھ پائے۔

ایک دلچسپ سوال وجواب

معراج حبیب خدا ﷺ کے بیان میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (الأسراء: ۱۷/ ۱)

پاکیزگی ہے اس ذات کو جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

سورۃ النجم میں ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾ (النجم: ۵۳/ ۱۸)

ترجمہ: آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

امام فخر الدین رازی (ت ۶۰۶) نے یہاں دلچسپ سوال کر کے جواب دیا ہے جس سے مذکورہ مسئلہ پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

سوال: دونوں مقامات پہ لفظ "مِـــنْ" بعضیہ بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ کو بعض آیات کا مشاہدہ عطا ہوا حالانکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے

﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾

(الأنعام: ۶/ ۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو دکھائے سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں۔

یہ الفاظِ آیت آشکار کر رہے ہیں کہ انہیں سماوی و ارضی تمام آیات کا مشاہدہ کروایا تو اس سے

فیلزم أن یکون معراجُ إبراھیم علیه السلام أفضل مِن معراج محمد ﷺ

لازم آرہا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معراج حضور ﷺ کے معراج سے افضل ٹھہرے۔

جواب: دونوں معراجی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر آشکار کیا کہ حضور ﷺ نے آیاتُ اللہ کا جبکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آیاتِ سماوی و ارضی کا مشاہدہ کریا اور بلاشبہ آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ ان سے کہیں افضل ہے۔ امام رازی کے الفاظ ہیں:

وَ الّذی راہ إبراھیم ملکوت السموات والأرض والّذی راہ محمد ﷺ بعض آیات اللہ تعالیٰ ولا شكّ أن آیاتِ اللہ أفضل (مفاتیح الغیب: ۲/ ۲۹۲)

جو آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھیں وہ سماوی ارضی ہیں
جبکہ حضور ﷺ نے بعض آیات اللہ کا مشاہدہ کیا اور بلاشبہ آیات
اللہ سماوی وارضی آیات سے کہیں افضل ہیں۔

جب زمین وآسمان کی اشیاء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظر ہے تو پھر حبیبِ خُدا ﷺ کی نظر وعلم کہاں تک ہوگی؟

حضرت یعقوب علیہ السلام اور خوشبوئے قمیص

حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام سے جُدا ہوئے کافی سال ہوگئے وہ کنویں اور جیل سے ہوتے ہوئے مصر کے بادشاہ بنے یہ نہایت ہی صبر وشکر کی خوبصورت داستان ہے جب راز کُھل جانے کا وقت آگیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا اب تم مصر غلہ لینے جاؤ گے تو وہاں

﴿فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ﴾ (یوسف:۱۲/۸۷)

ترجمہ: یوسف اور اس کے بھائی کو تم تلاش کرنا۔

اسی سفر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اظہار کردیا:

﴿اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیْ﴾ (یوسف:۱۲/۹۰)

ترجمہ: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

بھائیوں سے کہا:

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا﴾
(یوسف:۱۲/۹۳)

ترجمہ: میرا یہ کُرتہ لے جاؤ اس کو میرے باپ کے منہ پہ ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا جب قافلہ قمیص یوسف لے کر مصر سے چلا تو ادھر حضرت

یعقوب علیہ السلام نے اپنے خاندان ان کو جمع کر کے فرمایا:

﴿اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ﴾ (یوسف:۱۲/۹۴)

ترجمہ: میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔

ملک شام میں بیٹھ کر مصر سے چلنے والے قمیص کی خوشبو پالینا انبیاء علیہم السلام کی ہی شان ہے۔

اس سے بھی دُور کی خوشبو پانا

مصر سے شام، بنسبت شہر مدینہ سے سِدرہ قریب ہے سوچئے کہاں ہے سدرۃ المنتہٰی اور کہاں شہر مدینہ، سِدرہ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا سفر نوری پانچ سو سال کا ہے مگر سنئے، امام احمد خفاجی (ت ۱۰۶۹ھ) حضور ﷺ کے ارشاد گرامی:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِیْلًا

اگر میں اُمت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔

کی وضاحت وتفسیر میں لکھتے ہیں یہ ارشاد گرامی آشکار کررہا ہے کہ باطنی طور پر آپ ﷺ بشروں کے ساتھ نہیں فقط ظاہر طور پر ہمارے ساتھ ہیں:

الحاصل أن بواطنهم وقواه الرُّوحانية ملكية ولذا ترى مشارق الأرض ومغاربها و تسمع الطيط السماء و تشمّ عليه الصّلوٰة والسّلام إذا أراد النزول إليهم كماشمّ يعقوب عليه الصّلوٰة و السّلام رائحة يوسف عليه السّلام و لذاعرج به ﷺ إلى السّماء (نسیم الریاض: ۵/۱۴۱)

حاصل یہ کہ ان کا باطن اور روحانی طاقت ملکی ہے اسی لیے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی آواز سنتے ہیں اور جبریل

علیہ السلام جب آپ کی طرف نزول کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ ان کی خوشبو پا لیتے ہیں جس طرح یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی تھی اس لیے آپ ﷺ کو آسمان کی معراج کرائی گئی۔

اور آگے فرمان نبوی ﷺ:

لٰكِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ الرَّحْمٰن

لیکن تمہارے نبی رحمٰن کے خلیل ہیں۔

کے تحت خوبصورت نوٹ لکھا:

ظهر إشارة إلى أن مناسبته لهم بحسب الظّاهر و أنه بين أظهر هم لا بحسب الحقيقة (ایضًا)

واضح کیا کہ آپ کے صحابہ سے مناسبت فقط ظاہری ہے کہ وہ ان کے درمیان ہیں، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ:

تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

کے حوالے سے لکھا:

يدلّ على أن باطنه ملَكيّ و ظاهره و بشريّ

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا باطن ملکی اور ظاہر بشری ہے۔

توجہ کیجئے جو ہستی سدرۃ سے آمدِ جبریل کی خوشبو پا لیتی ہے وہ ہمارا صلوٰۃ وسلام کیوں نہیں سن سکتی؟

حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کی آواز

اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر روانہ ہوا راستہ میں چیونٹیوں کی بستی تھی، ان کی سربراہ نے انہیں حکم دیا اپنے بلوں میں چلی جاؤ ورنہ تم ختم ہو جاؤ گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ (النحل:١٦/ ١٩)

ترجمہ: تو اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنسے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت ہے کہ انہوں نے کئی میل دُور سے چیونٹی کی آواز سُن لی اور سُن کر مسکرا دیے ورنہ ہے کوئی قوت جو کسی چیونٹی کی آواز سُن سکے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی کا مقام

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُمتی کا مقام بیان فرمایا کہ انہوں نے فرمایا:

﴿اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ﴾ (النمل: ٢٧/ ٣٨)

ترجمہ: تم میں سے کون ہے وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

تو اس کے جواب میں ایک جن نے کہا:

﴿اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ﴾ (النمل:٢٧/ ٣٩)

ترجمہ: وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا اس سے پہلے کہ آپ مجلس برخاست کریں۔

آپ نے فرمایا اس سے بھی پہلے چاہیئے تو:

﴿قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ﴾ (النمل: ٢٧/ ٤٠)

ترجمہ: اس نے عرض کیا جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اس کو

لاؤں گا۔

پوچھا تم کتنی دیر میں لاؤ گے تو بتایا:

﴿قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ﴾ (النمل:۲۷/۳۸)

ترجمہ: حضور میں اس ایک پل مارنے سے پہلے حاضر کردوں گا۔

عِبادُ الرّحمٰن اور قرآن

یہاں اس طرف بھی توجہ کیجئے کہ جس قدر قرآن وسنّت میں بتوں کی مذمّت ہے شاید ہی کہیں ہو کوئی سورت و پارہ ان کی تکذیب و مذمّت سے خالی نہیں بلکہ ان کی مدح و تعریف سے کفر کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی کوئی سورت دکھایئے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی شانیں، مدح وثناء نہ کی ہو۔ پورے پورے رکوع اور سورتیں اس کے مقبول بندوں کی شانوں پر مشتمل ہیں۔ خصوصاً اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں نہایت واضح طور پر کہا۔ ان کی رضا و ناراضگی، اطاعت و نافرمانی اللہ تعالیٰ کی رضا و نافرمانی ہی ہے۔ بتایئے کس بُت اور خود ساختہ کے بارے میں ایسی بات ہے، ہرگز نہیں تو پھر انبیاء و اولیاء کو بُتوں میں شامل کرنا کونسا ایمان ہے؟ آیئے کچھ فرق سامنے لے آتے ہیں۔

اللہ کے دوست

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْآ اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ لا یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(البقرہ:۲/۲۵۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے جو انہیں ظلمتوں سے نور کی

طرف نکالتا ہے (اور کُفر سے اسلام تک پہنچاتا ہے) اور کُفّار و مشرکین کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں تاریکی و کُفر تک لے جاتے ہیں، یہ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے مُقربین و اولیاء کا تذکرہ کُفّار کے بُتوں اور طاغوت کے مقابل فرمایا ہے، اگر طاغوت کو اولیاء اللہ میں شامل مانیں تو ان کا بھی (العیاذ باللہ) طاغوت و شیطان ہونا لازم آئے گا اور یہ بھی دوزخی اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور ایسی بات کوئی مسلمان تصوّر بھی نہیں کرسکتا تو ماننا پڑے گا طاغوت وبُت اور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوست اور ہیں۔

۲۔ طاغوت کے ساتھ عداوت لازم جب کہ اولیاء سے عداوت اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ

اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

﴿لا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ لا قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ج فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی﴾

(البقرہ:۲/۲۵۶)

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں ہے دین میں بے شک خوب جُدا ہوگئی نیک راہ گمراہی سے تو جو طاغوت کے ساتھ کُفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی۔

یہ ارشادِ الٰہی واضح اور آشکار کر رہا ہے طاغوت کا انکار لازم بلکہ اس کے ساتھ ایمان کُفر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے دوست انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لانا لازم ہے گویا معبودانِ باطلہ اور طاغوت کے ساتھ عداوت و دشمنی اہلِ ایمان پر فرض اور اولیاء کرام

سے محبت عین ایمان ہے بلکہ ان سے دشمنی وعداوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ ہے جس کی نشاندہی رسالت مآب ﷺ نے اس مقدس فرمانِ قدسی میں کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (البخاری)

جس نے میرے دوست سے دشمنی اختیار کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

۳۔ اولیاء اللہ کے راستہ پر چلنے کی دُعا

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا کہ مجھ سے یہ دعا کیا کرو:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ۝﴾ (الفاتحہ: ۱/ ۶،۷)

ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہے نہ ان لوگوں کی راہ جن پر غضب ہوا اور نہ ان کی راہ جو بھٹک گئے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے انعام یافتہ بندوں کا تذکرہ بھی فرمادیا ہے:

﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ۝﴾ (النساء: ۴/ ۶۹)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی رفاقت نصیب ہوگی یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہ رفاقت کس قدر حسین ہے۔

تمام مسلمان ہر وقت بالخصوص ہر رکعت نماز خواہ فرض ہو یا واجب سنّت ہو یا نفل میں ان کی سنگت و رفاقت کی اللہ تعالیٰ سے اس کے حکم پر دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی راہ پر گامزن فرما۔

اگر نعوذ باللہ یہ مقدس ہستیاں، معبودانِ باطلہ اور بتوں میں شامل ہیں اور ان میں کوئی فرق ہی نہیں تو ان کی راہ پر چلنا کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی ہوتا نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو اس کی تعلیم دیتا اور ان کے نقوش اقدام کو ہمارے لئے منزل ٹھہراتا، لہٰذا قطعی طور پر واضح ہوگیا کہ یہ مُقدس ہستیاں اور مُقربانِ بارگاہِ خداوندی معبودانِ باطلہ اور اربابِ مِن دُونِ اللہ میں داخل نہیں ہے۔

۴۔ انہیں خوف وغم نہیں

معبودانِ باطلہ کے حوالہ سے فرمان ہے:

﴿اِنَّکُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۹۸)

ترجمہ: یقیناً تم اور جن کی پوجا پاٹ کرتے ہو اللہ کے علاوہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

لیکن اہل اللہ کے بارے میں فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (یونس: ۱۰/ ۶۳)

ترجمہ: سنو بلاشبہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں اور پیارے ہیں نہ ان پر کوئی خوف اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اگر اولیاء اللہ مِن دُونِ اللہ اور بتوں میں شامل ہوتے تو جہنم کا ایندھن بنتے اور لعنت کے مستحق العیاذ باللہ، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ محبوبانِ خدا اس زمرہ میں شامل ہی نہیں۔

۵۔ ملائکہ کا نزول

اللہ تعالیٰ کے دوستوں انبیاء واولیاء پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو انہیں دنیا و آخرت

کے حوالہ سے بشارت وخوشخبریاں دیتے ہیں کہ تمہارے ربّ کے ہاں تمہاری منشاء کے مطابق ہے۔ارشادفرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○﴾

(حم السجدہ:۴۱/ ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: بلاشبہ وہ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش رہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو۔

حالانکہ طاغوت اور معبودانِ باطلہ خود شیاطین ہیں اور ان پر شیاطین ہی اُترتے ہیں، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ○﴾ (الانعام:۶/ ۱۲۱)

ترجمہ: اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

۶۔ جہنم کا ایندھن

بُت اور معبودانِ باطلہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ارشادِ الٰہی ہے، اے مشرکین:

﴿اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا

وٰرِدُوْنَ ○ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (الانبیاء:۲۱/ ۹۸، ۹۹)

ترجمہ: تم اور تمہارے معبودانِ باطلہ جہنم کا ایندھن ہیں اور تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو اگر تمہارے معبود درحقیقت خدا ہوتے تو دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوتے اور سب ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

مفسّرین نے لکھا جب حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ مشرکین کے سامنے تلاوت کی تو ابن زبعری نے کہا: ہمارے بُت، اَصنام اور اَنصاب اگر جہنم میں داخل ہوں گے تو عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی، یہودی حضرت عزیز علیہ السلام اور بنو ملیح ملائکہ کی پوجا کرتے ہیں لہٰذا یہ نبی جہنم میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان بدباطن لوگوں کا ردّ اور معبودانِ باطلہ اور اپنے مقربین کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○﴾ (الانبیاء:۲۱/ ۹۹ تا ۱۰۱)

ترجمہ: جن لوگوں سے ہم نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے وہ نارِ جہنم سے دُور رکھے جائیں گے وہ نارِ جہنم کے جوش کی آواز بھی سنیں گے اور اپنی پسندیدہ نعمتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں انہیں سب سے بڑا دھماکہ (وحشت قیامت) غم میں نہیں ڈالے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور مبارک دیتے ہوئے کہیں گے یہ ہے تمہارا دن جن کا وعدہ تھا۔

خوب غور کر لیجئے دونوں کا انجام ملاحظہ ہو: ایک جہنم کا ایندھن اور اس میں دائمی رہنے والے ہیں اور ایک گروہ کے بارے میں واضح کیا کہ یہ جہنم سے دُوری کی وجہ سے اس کی آواز تک نہیں سُنیں گے بلکہ انہیں کوئی بڑے سے بڑا قیامت کا دھماکہ بھی غمگین نہیں کرسکتا۔

امام العصر علامہ محمد اشرف سیالوی ان آیات کے تحت رقمطراز ہیں:

"دونوں آیات نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اولیاء کرام اور اربابِ استقامت کے لئے منہ مانگی نعمتیں موجود ہیں اور ہر طرح کے انعام و اکرام انہیں حاصل ہیں، لہٰذا ان کو اور شہداء صالحین کو ما یملکون من قطمیر کا مصداق بنانا لغو و باطل اور اس طرح شہداء کرام کے حق میں وارد قول باری تعالیٰ:

﴿بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ O فَرِحِیْنَ﴾ (آل عمران:۳/۱۶۹،۱۷۰)

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں، خوش ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ کے لئے ارشاد ربانی:

﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی O وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾ (الضحیٰ:۹۳/۴، ۵)

ترجمہ: اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وغیر ذالک من الآیات قول منکرین کے بُطلان و خُذلان پر اوّل دلیل ہیں لہٰذا اَصنام و اَنصاب اور صور و تماثیل کے حق میں وارد آیات کو انبیاء کرام رُسل عظام علیہم السلام اور اولیاء اللہ تعالیٰ اور شہدا و صالحین پر چسپاں کرنا قطعاً باطل ہے بلکہ جس طرح ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی﴾ الآیۃ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام اور ملائکہ مقربین کو ﴿اِنَّکُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ سے مستثنیٰ کر دیا اور کفار کے زعم فاسد اور قول باطل کو رد کر دیا ہے اسی طرح ہماری پیش کردہ آیات بینات نے اور اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں مذکورہ دلائل نے خارجیوں کے اس زعم فاسد اور قول باطل کا فساد و بُطلان بھی واضح کر دیا ہے۔

نیز ان کی قرآن دانی اور مطالب فہمی کا بھانڈا بھی عین چوراہے میں پھوٹ گیا ہے جو

اعتراض کفار و مشرکین نے آنحضرت ﷺ پر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ فرمایا اور اپنے مقربین کو علیحدہ فرما دیا، وہی اعتراض اب ان اسلام و ایمان کے دعویداروں نے اہلِ اسلام اہلِ سنّت و جماعت پر کر دیا اور یہ پتہ نہ چلا کہ یہ اعتراض کن لوگوں کا ہے اور کس پر ہے اور اس کا جواب تو کئی صدیاں پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرما دیا"۔

(جلاء الصّدور، ص ۲۴۳، ۲۴۴)

۷۔ بارگاہِ اقدس کے آداب

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کی بارگاہِ اقدس کے آداب سکھائے، ان کی خدمت میں یوں بیٹھو، ان سے یوں بات کرو، ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو، اگر تم نے اس میں احتیاط سے کام نہ لیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O﴾ (الحجرات:۴۹/۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

برائے تقویٰ منتخب لوگ

اور فرمایا جو اپنی آوازوں کو میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں پست کر لیں گے ایسے ہی لوگ صاحب تقویٰ ہیں اور تقویٰ خلاصہ دین اور اس کی روح ہے، فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ

امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ﴾

(الحجرات:۴۹/۳)

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

رَاعِنَا نہ کہو

یہ بھی حکم دیا کہ گفتگو و تحریر میں ایسا کوئی لفظ استعمال نہ کرو جس میں میرے حبیب ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ یا بو ہو جیسے کہ صحابہ راعنا کہتے ہیں، مخالفین نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تم اگرچہ اچھی نیت سے یہ لفظ کہتے ہو مگر دشمن اس کی آڑ میں میرے حبیب ﷺ کی بے ادبی کرنا چاہ رہے ہیں لہٰذا تم یہ لفظ ہی بدل ڈالو، آئندہ اُنظُرنا کہا کرو، بڑے ارشادِ الٰہی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَ قُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَ اسۡمَعُوۡا ؕ وَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں کہو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کے تحت تمام مفسّرین کرام نے یہ اصول بیان کر دیا ہے کہ ہر وہ لفظ نہ بولو اور نہ لکھو جس میں حبیبِ خُدا ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ ہو، یہاں ہم علامہ محمد علی شوکانی کے الفاظ نقل کر رہے ہیں:

و في ذلك دليلٌ على أنه ينبغي تجنب الألفاظ المحتملة للسبّ و النقص و إن لم يقصد المتكلّم بها ذلك المعنى المفيد للشتم سدًّا للذريعة دفعاً للوسيلة و قطعاً لمادة

المفسدة و التطرّق إليه (فتح القدير، ۱/ ۱۲٤)

اس آیت میں دلیل و اصول ہے کہ تمام الفاظ سے اجتناب لازم ہے جن میں سب و شتم کا احتمال و شائبہ ہو اگرچہ متکلم کا مقصد مذکورہ معنی نہ ہوتا ہو کہ بے ادبی کا دروازہ ہی بند رہے اور اس کی وجہ سے فتنہ و فساد نہ پھیل سکے۔

کیا کسی بُت یا معبودِ باطل کو یہ شان حاصل ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کی اعلانیہ مذمّت کرنا ضروری اور ایمان کا حصہ ہے جو ان کا احترام کرے گا وہ ایمان سے فارغ ہو جائے گا۔

۸۔ اتباع کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی اتباع و تعظیم کا حکم دے رکھا ہے یہاں تک کہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی صورت ہی یہی ہے کہ تم اس کے رسول کی اطاعت کرو:

﴿مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٤/ ٨٠)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

محبوب بن جانا

بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے سیّد الانبیاء علیہ السّلام کو یہ امتیاز بخشا کہ جو آپ ﷺ کی اتباع کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لے گا یعنی باقی انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنے والوں کو قُربِ الٰہی اور انعامات ملیں گے مگر وہ محبوبِ الٰہی نہیں بن سکیں گے، یہ شان اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے حبیب ﷺ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ﴾ (آل عمران:۳/ ۳۱)

ترجمہ: اے محبوب فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے

فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

جن ہستیوں کی اتباع و تعظیم سے انسان، اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے انہیں بُتوں اور خود ساختہ اشیاء میں شامل کرنا ظلم عظیم نہیں ہے تو اور کیا ہے، کیا یہ شان کسی بُت کو حاصل ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی اتباع تو کجا ان پر لعنت ڈالنا ایمان ہے۔

۹۔ یہ شعائر اللہ ہیں

جیسے اذان، نماز، روزہ، اسلام کے شعائر ہیں اس سے کہیں بڑھ کر قرآن، صاحبِ قرآن اور حضرات انبیاء علیہم السلام شعائر اللہ ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حوالہ سے کہتے ہیں:

چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں: پیغمبر، قرآن، کعبہ اور نماز۔

(حجة الله)

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾ (الحج: ۲۲/۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو بے شک اس میں دلوں کا تقویٰ ہے۔

کیا بُت شعائر اللہ ہوتے ہیں، کیا ان کی تعظیم و عزت تقویٰ کہلاتی ہے؟

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ ان کی توہین و مذمت ہر باشعور کا فریضہ ہے، ان کا گرانا سنّت و طریقہ، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام ہے، خواہ وہ کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو لیکن جن چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے مُقرب بندوں سے ہو ان کا حسب درجہ احترام لازم ہو جاتا ہے، مثلاً صفا و مروہ، مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود، عرفات، منٰی، مزدلفہ۔

شہر حبیب ﷺ کی قسم

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے شہر کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ○ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (البلد: ۹۰/۱،۲)

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہو جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔

امام بدرالدین زرکشی (ت ۷۹۴ھ) نے ان آیات مبارکہ سے یہ استدلال کیا کہ یہ مکہ و مدینہ دونوں کی قسم ہے کیونکہ ان دونوں کو محبوبِ خدا ﷺ کے تلووں کا بوسہ نصیب ہوا۔

یمکن أن یرید به المدینة و یکون فی الآیة تعریض بحرمة البلدین حیث أقسم بهما و تکرار البلد مرّتین دلیلٌ علی ذلك و جعل لاسمَین المَعْنَین أولیٰ من أن یکونا لمعنی واحد و أن یستعمل الخطاب فی البلَدَیْن اولی من استعماله فی أحدهما بدلیل وجود الحرمة فیهما (البرهان فی علوم القرآن، ۲/۱۵۳)

یہاں بلد سے شہر مدینہ بھی مراد ہو سکتا ہے تو اس آیت میں دونوں شہروں کی حُرمت کا ذکر ہو جائے گا کیونکہ یہ دونوں کی قسم ہے، لفظ بلد کا تکرار اس پر دلیل ہے، دو اسماء کے دو معانی کرنا واحد معنی سے اولیٰ ہوتا ہے، خطاب کا دونوں شہروں کے لئے قرار دینا ایک سے اولیٰ ہے تاکہ دونوں میں حُرمت کا ثبوت وجود واضح ہو جائے۔

بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ مقام جہاں حضور ﷺ کا قدم لگے یہ اس کی قسم ہے:

بأبی و أمی یا رسولَ الله قد بلغت من الفضیلة عنده أن أقسم تُرابَ قدمَیك فقال: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (نسیم الریاض، ۱/۱۹۶)

یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا

کس قدر مقام ہے کہ اس نے آپ کے قدموں کی خاک قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾

کیا یہ معبودِ باطل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ایسا تصوّر کرنا ہی کفر ہے۔

۱۰۔ درِ محبوب سے ہوتے ہوتے آؤ

بُتوں اور معبودانِ باطلہ کے پاس جانے سے اور ان کی عزت کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے لیکن حبیب ﷺ کو یہ مقام بخشا کہ اگر کوئی آدمی اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے تو فرمایا میرے حبیب ﷺ کے در پر آ جائے، وہاں آکر اللہ تعالیٰ سے توبہ و معافی اور میرا حبیب ﷺ اس کی سفارش کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، پڑھیے ارشادِ الٰہی:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:٤/٦٤)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی شفاعت فرما دے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

مَاذُوْنٌ مِنَ اللّٰهِ

اوپر آپ نے پڑھا رسول کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دوسرے مقام پر فرمایا، ہم نے:

﴿وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ (الاحزاب:٣٣/٧٤)

ترجمہ: آپ کو اللہ کی طرف داعی اپنے اذن سے بنایا۔

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاءاللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسب درجہ ماذون ہوتے ہیں، یہ بُتوں کی طرح لوگوں کے ہاتھوں سے تراشتے ہوئے نہیں ہوتے، یعنی خود ساختہ نہیں بلکہ خُدا ساختہ ہوتے ہیں اور اس فرق کو سمجھ لینا ایمان ہے۔

حدیث بخاری

آخر میں اس حدیث کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے جو صحیح اور بخاری میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب بندہ میری اطاعت وفرمانبرداری کر کے میرا ہو جاتا ہے تو پھر وہ میری صفاتِ مقدسہ کا مظہر بن جاتا ہے، الفاظ حدیث ہیں:

فَاِذَا اَحببته فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَ يَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَ اِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَ لَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ (الصحیح البخاری، باب التواضع)

جب میں بندے کو اپنے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بنتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے، میں اس کے پاؤں کی قوت ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں اور وہ پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یعنی جب بندہ اپنے کو ذاتِ الٰہی کے سامنے فنا کر دیتا ہے تو اس کے ظاہری جسم و صورت کے علاوہ کچھ نہیں رہتا پھر اس میں تصرّف اللہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے یہ کوئی اتحاد حلول نہیں بلکہ یہ مقام فنا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی (ت ٦٠٦ ھ) اس حقیقت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

اس زبان کے ذریعے سمجھاتے ہیں:

و لهذا قال علی بن ابی طالب کرم الله وجهه: وَ اللّٰهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ لِقُوَّةٍ جَسَدَانِيَّةٍ وَ لٰكِنْ قُوَّةٍ رُوْحَانِيَّةٍ

(مفاتیح الغیب، ٥/٦٨٧)

اس قوت روحانی کی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ اپنی جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ ربّانی طاقت سے اکھاڑا تھا۔

حبیبِ خُدا کی توانیاں اور قرآن

یہاں اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی اور کی توانیاں میں شک کی گنجائش ہوسکتی ہے تو ہو لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سیّد الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں شک کرنے کی ہرگز ہرگز گنجائش نہیں کیونکہ قرآن مجید میں واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ کی توانیاں اپنی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توانیاں حاصل ہیں۔

اللہ کا ہاتھ

بیعتِ رضوان کے موقع پر چودہ صد (۱۴۰۰) صحابہ نے جب حضور ﷺ کی بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اپنے دست اقدس پر بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾

(الفتح ٤٨/١٠)

ترجمہ: جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

یہ کنکریاں اللہ نے پھینکیں

ایک غزوہ کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے دفاع کی خاطر سنگریزے کفار کی طرف پھینکے جس سے کافروں کے منہ اور آنکھیں بھر گئیں، آپ کے اس عمل کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال:٨/١٧)

ترجمہ: نہیں پھینکا جب آپ نے پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

زبان ودل کی ضمانت

آپ ﷺ کے زبان و دل اقدس کے بارے میں فرمایا: ان کی ذاتی خواہش ہی نہیں بلکہ ان فکر اور ان کا قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حق ہی ہوتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾

(النجم:٥٣/٣، ٤)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے مگر وحی جو نہیں کی جاتی ہے۔

جب آپ ﷺ کی توانیاں یقینی اور قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی توانیوں کا مظہر ہیں تو پھر آپ کے کمالات کو چیلنج کرنا کیسے درست ہے، آیئے ہم اہل علم و معرفت کی بات نقل کرتے ہیں۔

امام شیخ زادہ امام بوصیری کے شعر

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا وَ مِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ

(یارسول اللہ ﷺ! دنیا و آخرت آپ کی سخاوت کا مظہر اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا حصہ ہے) کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

أما من اکتملت بصیرته بالنور الإلهی فیری بها بالذوق أن علوم اللوح و القلم جزء من علومه کما هی جزء من علم

اللہ تعالیٰ سبحانہ لأنہ علیہ السّلام عند الانسلاخ عن البشریۃ کما لا یسمع و لا یبصر و لا یبطش ولا ینطق إلا بہ جلّت قدرتہ و عمّت نعمتہ کذلك لا یعلم إلا بعلمہ الذی لا یحیطون بشیٔ منہ إلا بما شاء کما أشار الیہ بقولہ ﴿وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ﴾ (حاشیۃ شیخ زادہ، ص ۲۱۹)

جس کی بصیرت نے نورِ الٰہی سے فیض پایا تو وہ اس سے دیکھتا ہے کہ لوح و قلم کے علوم آپ ﷺ کے علوم کا جُز ہیں کیونکہ آپ ﷺ جب شریعت سے فنا ہوتے تو اب آپ ﷺ کا سننا، دیکھنا، اور بولنا اس ذات اقدس کی توانائی سے ہے جس کی قدرت غالب اور انعامات عام ہیں اس طرح آپ ﷺ کا علم اس کے علم کا فیض ہے جس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا مگر جس قدر وہ چاہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ارشاد کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام سکھادیا جسے نہ جانتے تھے۔

تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''شانِ انبیاء و اولیاء'' (حدیث ولی کی تشریح) کا مطالعہ کیجئے۔ الغرض قرآن و حدیث اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی شانوں، کمالات، مقامات، معجزات و کرامات سے مالا مال ہیں تو ان مقدس ہستیوں کو بُتوں میں شامل کرنا اور انہیں ان کے برابر قرار دینا سوائے جہالت کے کچھ نہیں، اگر ہم خود ساختہ اور خُدا ساختہ تصوّر کو اچھی طرح سمجھ لیں تو معاملہ حل ہوجائے گا۔

نوٹ: اگر کوئی آدمی ان کے آداب میں جہالت سے کام لیتا ہے تو اس سے ان کے کمالات و تصرفات میں کمی نہیں آئے گی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر ان کی کسی نے عبادت کی تو اس سے ان کے مرتبہ میں کمی تو نہیں آئی، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو حبیب اللہ، کسی

کو اسد اللہ اور کسی کو سیف اللہ کا درجہ دیا ہے تو ہمیں دل و جان سے تسلیم کرلینا چاہئے اور انہیں کبھی بھی خود ساختہ بُتوں کی صف میں لانے کا تصوّر بھی نہیں کرنا چاہئے۔



JUNE 2009

سلسلہ اشاعت نمبر 182

Regd. # SC-1177

سنّت کی آئینی حیثیت

مؤلف

علامہ بدر القادری

جمعیّت اِشاعت اہلِسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-2439799 Website : www.ishaateislam.net

سنت کی آئینی حیثیت

مؤلف

علامہ بدر القادری

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : سنت کی آئینی حیثیت
مؤلف : علامہ بدر القادری
سن اشاعت : جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ/ جون ۲۰۰۹ء
تعداد اشاعت : ۳۵۰۰
ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799
خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوششیں اغیار نے ہمیشہ سے کیں، ان کا طریقہ ہائے واردات مختلف رہے، اُن میں سے ایک طریقہ جو اُن کے لئے سودمند اور اہلِ اسلام کے لئے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا وہ یہ کہ اپنے ایسے ایجنٹ بنا دیئے جو بظاہر مسلمان تھے اور ہیں پھر وہ اسلام کے نام پر اہلِ اسلام کو کفر و ضلالت کی عمیق گہرائیوں میں پہنچانے کے لئے مصروف و مشغول ہو گئے، اہلِ اسلام کے دلوں میں اسلام اور نبیٔ اسلام، قرآن و حدیث، فقہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگ گئے اور اپنے تئیں مذہبی اسکالر اور دین و قوم کے خیر خواہ کہلانے لگے، اُن لوگوں نے کئی فتنے پیدا کئے ان میں سے ایک بڑا فتنہ حدیثِ رسول ﷺ کے حُجت ہونے کا انکار ہے۔ اس موضوع پر حضرت علامہ بدر القادری صاحب کی تحریر "سنّت کی آئینی حیثیت" مختصر و مفید تھی تو جمعیت اشاعت اہلسنّت کی شعبہ نشر و اشاعت کی کمیٹی نے اسے اس ماہ اپنے سلسلہ اشاعت کے 182 ویں نمبر پر شائع کرنے کے لئے منتخب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی
(خادم دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت)

فہرست مضامین

تقدیم

از محمد احمد مصباحی رکن المجمع الاسلامی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

قرآن کریم خدا کا آخری پیغام اور لافانی سرچشمۂ ہدایت ہے۔ وہ رہتی دنیا تک عالمِ انسانیت کی ہدایت وفلاح کا ضامن ہے۔ ربّ کریم نے اپنے رسول انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر اسے ہر چیز کے واضح بیان کی صورت میں اُتارا، اور مسلمانوں کے لئے اُن کا دین کامل کر دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (النحل: ۱۶/۸۹)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لئے۔

اور فرماتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۵/۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

لیکن کیا ہر شخص قرآن کریم سے ہر طرح کے تمام معانی ومطالب نکال سکتا ہے؟ یا کم از کم دین وشریعت کے تمام احکام صرف قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح اور قطعی طور پر جان سکتا ہے؟ یہ ایک ضروری اور اہم سوال ہے جس کا جواب اُن کے ذمہ ہے جو حدیثِ رسول سے بے نیازی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص تو درکنار یہ کام ہر عالم کے بس کا بھی نہیں، بلکہ اُمّت کے بڑے سے بڑا عالم بھی سنّتِ رسول سے بے نیاز ہو کر اسے انجام نہیں دے سکتا۔ اجلّہ صحابۂ کرام بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتفہیم کے محتاج رہے، جس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اسی لئے ربّ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

رُجوع کریں۔ اس طرح عوام کا مرجع علماء، علماء کا مرجع حدیث، حدیث کا مرجع قرآن کوٹھہرایا، اور بلاشبہ انتہا ربّ ہی کی جانب ہے۔

جیسے یہ ہے کہ مجتہدین اگر حدیث ترک کردیں اور صرف قرآن کی طرف رجوع لائیں تو گمراہ ہوجائیں اسی طرح یہ بھی کہ اگر عوام مجتہدین کو چھوڑ دیں اور خود حدیث کی جانب رجوع کرنے لگیں تو گمراہ ہوجائیں۔ اسی لئے امام اعظم وامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب زمانہ کے ایک جلیل القدر امام حدیث حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''غیر فقہاء کے لئے حدیث گمراہی کی جگہ ہے'' (یعنی آدمی فقاہت سے خالی ہے تو حدیث سے گمراہی میں پڑسکتا ہے جیسے حدیث وفقاہت کے بغیر خود قرآن سے گمراہی میں پڑسکتا ہے) اسے امام ابن الحاج مکی نے امام موصوف سے ''مدخل'' میں نقل فرمایا۔

عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں:

تأمّل یا أخی لو لا أن رسول الله ﷺ فصّل بشریعته ما أجمل فی القران لبقی القران علی إجماله کما أن المجتهدین لو لم یفصّلوا ما أجمل فی السّنة لبقیت السّنة علی إجمالها، وهکذا إلی عصر نا هذا

برادرم، غور کر اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے قرآن عظیم کے مُجمل اُمور کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن کریم یوں ہی مُجمل رہ جاتا، اسی طرح ائمہ مجتہدین اگر حدیث کی مُجمل باتوں کی تفصیل نہ فرماتے تو حدیث یوں ہی مُجمل رہ جاتی، اسی طرح ہمارے زمانے تک۔

یہی وجہ ہے کہ دین حق کی بنیاد اور احکام شرعیہ کی اساس چار چیزوں پر رکھی گئی:

(۱) قرآن (۲) سنّت (۳) اجماع (۴) قیاس

اس کی نشاندہی خود قرآن میں موجود ہے۔ قرآن وسنّت کے مرجع ہونے سے متعلق تو بہت آیات ہیں بعض اوپر نقل بھی ہوئیں۔ اب سنّت واجماع دونوں کے حُجت ہونے سے متعلق یہ آیت کریمہ ملاحظہ ہوں:

﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا﴾ (النساء:۳/۱۱۵)

اور جو رسول کے خلاف کرے اس کے بعد کہ حق راستہ اس پر کُھل چکا، اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کریم کی مخالفت اور مسلمانوں کے اجتماعی طریق سے سرتابی جہنم رسی کا باعث اور عذابِ الٰہی کا سبب ہے۔ اس سے جہاں اتباعِ رسول کا وُجوب ثابت ہوتا ہے وہیں ''سبیل مومنین'' (مسلمانوں کے اجتماعی راستے) کی پیروی کا وُجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔

قیاسِ مجتہدین کی حُجیت، فقہائے دین کی جانب رجوع، ان کی تعلیم پر اعتماد اور ان کے ارشادات کے اتباع سے متعلق درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

''اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں''۔ (سورۃ النحل: ۱۶/۴۳)

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾

(النساء: ۴/۸۳)

اور جب اُن کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں، اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رُجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں استنباط اور کاوش کرتے۔

معلوم ہوا کہ ربّ کریم نے اُمّت کے کچھ افراد کو استنباط کی قوت بخشی ہے وقتِ حاجت عام مسلمانوں کو ان کی جانب رجوع کرنے ہی میں نجات ہے:

﴿وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبه: ۹/۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تا کہ دین میں فقاہت حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم

کوڈر سُنائیں اس اُمید پر کہ وہ بچیں۔

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱......درجۂ فقاہت تک رسائی سب کے لئے میسر نہیں۔

۲......ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو دینی فقاہت کے کمال سے آراستہ ہوں۔

۳......انکی ذمہ داری یہ ہے کہ فقہ کی تحصیل کے بعد وہ اپنی قوم کے سامنے تبلیغ کر دیں۔

۴......قوم کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان پر اعتماد کرے، ان کا اتباع کرے، خُدا سے ڈرے اور معاصی سے بچے۔

۵......اُن کا اتباع اسی لحاظ سے ہوگا کہ انہوں نے خُدا کے دین اور اس کی شریعت کا وہ علم حاصل کر لیا جو ہمارے پاس نہیں، اور فقہ واجتہاد کی صلاحیت سے کام لے کر احکام کے استخراج اور جزئیات کی معرفت تک پہنچ چکے ہیں، ان کے علم کا سرچشمہ کتاب وسنّت اور اجماع مجتہدین ہے۔ اُن کے دینی اخلاص وتقویٰ کا سونا نکھرا ہوا ہے اس لئے ان کا بتایا ہوا حکم دراصل کتاب وسنّت کا ارشاد اور خُدا اور رسول کا فرمان ہے اور اُن کی اطاعت خُدا اور رسول ہی کی اطاعت ہے۔

امّتِ مُسلمہ کا سوادِ اعظم ان چاروں اُصول کتاب، سنّت، اجماع، قیاس کو حُجت مانتا ہے اور عہدِ صحابہ سے لے کر دَورِ حاضر تک کے مسلمانوں کا عمل درآمد اسی پر جاری ہے۔ لیکن جب کسی سر میں آزادی کا سودا سماتا ہے اور نفس کی غلامی کا جذبہ اُبھرتا ہے تو وہ ان چار اُصول میں سے کسی ایک سے انکار کے چکر میں پڑتا ہے تا کہ پابندی میں کچھ کمی ہو اور نفس کو ذرا آزادی وعیاشی نصیب ہو۔ اسی لئے کوئی کہتا ہے کہ فقہاء کی پیروی اور آئمہ کی تقلید ایک لغو اور بے معنی چیز ہے یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے مشرکوں نے ایک خُدا کو چھوڑ کر بہت سے "ارباب" ٹھہرا لئے، خُدا کی کتاب اور رسول کی سنّت کافی ہے، آئمہ کی تقلید شرک ہے دوسرا اُٹھتا ہے اور کہتا ہے رسول کی اِطاعت بھی غیر خُدا کی اطاعت ہے سنّتِ رسول بھی کوئی چیز نہیں بس اللہ کی کتاب کافی ہے یہ مُنکرین کبھی تقلید کی مخالفت میں فقہاء و آئمہ پر طعن وتشنیع کے تیر برساتے ہیں، کبھی سنّت کی مخالفت میں مُحدّثین اور کُتبِ حدیث کو ہدف بناتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اجماعِ اُمّت کا انکار کرتے ہیں جس قدر انکار بڑھتا جاتا ہے آزادی کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، عیاشی، نفس پروری اور ہوس پرستی کی نئی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

کتاب وسنّت میں جو مسائل تفصیلاً مذکور ہیں وہ بہت کم ہیں، اُصول وکُلیات ضرور موجود ہیں۔ جن سے روزمرہ جزئیات کے استخراج، استخراج کے لئے قانون سازی اور تفریع وتاصیل کا بہت سا کام فقہاء وآئمہ نے انجام دیا جو اُمّت کے لئے مینارۂ نور اور مشعلِ راہ ہے۔ اب اس کی روشنی میں یہ سہولت بہم ہو چکی ہے کہ ہر دَور کے علماء اپنے زمانہ کے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ مُشکل کی توضیح، مُجمل کی تفصیل، مُرسل کی تقیید وغیرہ اُمور کی صلاحیت رکھنے والے علماء ہر زمانے میں ہوتے رہیں گے اور دین کی خدمت سرانجام دیں گے۔ جیسا کہ "بخاری" و"مسلم شریف" کی حدیث "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ حَتّٰی یَاْتِیَ أَمْرُ اللّٰهِ" سے یہ مضمون علماء نے واضح کیا ہے۔

مگر جو لوگ فقہاء وعلماء سے بے نیازی کے مُدّعی ہیں وہ ذرا اُن سے خوشہ چینی کے بغیر صرف کتاب وسنّت سے عبادت، معاملت، معیشت، تمدن، حکومت، سیاست وغیرہ متنوع شعب زندگی کے جزئیات کی تفصیل پیش کریں۔ یقیناً وہ اس سے عاجز ہیں، بلکہ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایسے لوگ دو راہ اختیار کرتے ہیں، پہلی یہ کہ گذشتہ فقہاء وآئمہ کے اقوال تلاش کر کے دیکھتے ہیں کہ کون زیادہ آسان یا زیادہ منفعت بخش ہے۔ یا کون ہماری خواہش اور مزاج سے زیادہ قریب ہے، اسی کو لے لیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے کتاب وسنّت سے اخذ کیا۔ حالانکہ انہوں نے فقہاء وعلماء سے سرقہ کیا (یعنی چوری کی)، مزید یہ کہ فقہا نے جو حکم بیان کیا تھا وہ اُن کے اخلاص واجتہاد پر مبنی تھا مگر انہوں نے وہی حکم لیا تو اخلاص واجتہاد کے تحت نہیں بلکہ محض ہوائے نفس، راحت طلبی اور منفعت جوئی کے زیر اثر لیا۔

دوسری راہ یہ کہ اپنی بے نور عقل کا گھوڑا دوڑاتے ہیں، اور جو سمجھ میں آیا بتا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث میں تفصیل موجود نہیں، اور اُن کے پاس علوم کی مہارت اور اجتہاد کی قوّت بھی نہیں مگر ایک قوم کی پیشوائی کا سہرا باندھ کر نکل پڑے۔ اب یہ ہر شعبۂ زندگی کے ہر باب کے ایک ایک مسئلہ کے بارے میں بتائیں تو کہاں سے بتائیں۔ اپنی عقل میں جو آیا کہہ دیا۔ اور اسکی پیروی اپنی قوم پر لازم کر دی۔ دراصل یہ آئمہ کرام اور رسولِ اِسلام علیہ وعلیہم السلام سے برگشتہ کر کے خود اپنے آگے جھکانے اور اپنی اطاعت کرانے کی تدبیر ہے۔

کہتے یہ ہیں کہ کتاب کی اطاعت کرو، یا کتاب وسنّت کی پیروی کرو، لیکن ظاہر ہے کہ جو قوم عربی زبان سے نابلد ہے وہ کتاب وسنّت کی اطاعت کیسے کرے؟ ترجمہ دیکھئے تو یہ دراصل مُترجم کی پیروی ہے نہ معلوم اس نے کہاں سے اور کیسے ترجمہ کیا۔ اس کی تقلید اور اس پر کامل اعتماد کے بغیر اس کے ترجمہ پر کاربند ہونا ممکن نہیں پھر جس طرح اصل کتاب وسنّت سے اُن کے لئے تمام احکام کا استخراج ممکن نہیں صرف ترجمہ سے بھی ممکن نہ ہوگا۔ اسی طرح اُن میں جو عربی زبان کے ماہر ہوں وہ بھی کتاب وسنّت کی اصل زبان پڑھ کر اس سے جملہ احکام کے استخراج پر قدرت نہیں رکھتے۔ صحابہ کرام تو بیانِ رسول اور بیانِ مجتہدین کے محتاج تھے۔ آج کا کوئی ماہر اُن سے بے نیاز کیسے ہوسکتا ہے؟ لامحالہ وہی ہوگا جس کے بہکانے سے اس نے آئمہ کا دامن چھوڑا اُسی کو امام بنالے گا اور وہ جو کچھ بتادے گا اسی کی تقلید کرے گا۔ اسی طرح جس نے رسول کی اطاعت سے ہٹایا اُسی کو رسول کی جگہ مرجع بنائے گا اور وہ جو جو بتاتا جائیگا اُسے مانتا جائے گا۔

یہ کہاں کی دانشمندی ہوئی کہ رسول کی اِطاعت تو شرک سمجھی اور ایک عامی کی اِطاعت کو ایمان بنالیا؟ یا آئمہ کی اطاعت کو تو شرک قرار دیا اور صدیوں بعد جنم لینے والے کسی نفس پرست کی غلامی کا قلادہ (یعنی ہار) گردن میں ڈال لیا اور بزعم خویش مست رہے کہ ہم تو صرف اللہ کے فرمانبردار ہیں:
ہم محض خُدا اور رسول کے مُطیع ہیں۔ صرف کتاب وسنّت ہمارا مرجع وماخذ ہے۔

جو شخص بھی اِن چار اُصول میں سے کسی ایک کا منکر ہو آپ اس کا جائزہ لے لیں وہ اپنے نفس کا مُتّبع ہوگا یا اپنے سے بھی گھٹیا کسی دوسرے نفس پرست کا اِطاعت شعار ہوگا۔ عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی طرف رُجوع کرتے اور اگر یہ میسر نہ ہوتا تو اُن صحابہ کرام کی تقلید کرتے جو علم وفضل، دیانت وتقویٰ اور قوتِ اجتہاد واستنباط میں اُن سے اعلیٰ وافضل ہوتے۔ اسی کی قرآن نے انہیں ہدایت دی۔ اسی طرح ہر زمانے میں غیر مجتہد افراد زیادہ رہے اور شریعت کے معاملہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرتے رہے۔ مگر جب آزادی کی ہوا چلی تو طرح طرح کے فرقے پیدا ہوئے۔ فقہ وقیاس اور تقلیدِ آئمہ کے منکرین، اِجماعِ اُمّت کے منکرین، حدیثِ رسول اور سنّت نبوی کے مُنکرین یہاں تک کہ قرآن کریم کے منکرین جو قرآن کو "بیاض عثمانی" اور ناقابل اعتبار بتاتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

اور المیہ یہ ہے کہ یہ سب کلمہ گو ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے مستشرقین کا انکار اس سے مختلف ہے وہ تو سرے سے اسلام ہی کے مُنکر ہیں اس لئے وہ قرآن کو خُدا کا کلام نہ مانیں، حدیثوں میں تشکیک کریں۔ آئمہ وفقہا کو بے اعتبار ٹھہرائیں۔ علماء وصلحا سے اُمّت کو بیزار اور متنفر کریں۔ سیرتِ رسول پر اعتراضات جڑیں، اسلامی قوانین کو ناپائیدار اور کمزور بتائیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں کچھ بھی کریں۔ حیرت انگیز نہیں، مگر کلمہ گویوں کا قرآن کی تعلیمات اور رسول کے ارشادات سے انحراف حیرت انگیز بھی ہے اور الم انگیز بھی۔ ربّ کریم مسلمانوں کی حفاظت وصیانت فرمائے۔

زیر نظر کتاب "سنّت کی آئینی حیثیت" منکرینِ حدیث کے لئے دعوتِ حق اور سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت کے لئے سامانِ بصیرت وذریعۂ استقامت ہے۔ برادر محترم مولانا بدر القادری دام فضلہٗ نے بہت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس موضوع سے عُہدہ برآ ہونے کی کوشش کی ہے۔ یوں تو مُنکرین کے بے ہودہ خیالات، بے جا اعتراضات، غلط تاویلات اور من مانی تفہیمات کی کمی نہیں۔ سب سے تعرض ہو تو ضخیم دفتر بھی ناکافی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو طبقہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک کی تمام موقر اسلامی شخصیات کو بے اعتبار سمجھتا ہو وہ خود کس قدر اعتنا کے قابل ہے؟ وہ علماءِ اسلام کی ساری جدوجہد اور تمام دینی وعلمی خدمات کو صفر کے درجہ میں شمار کرے اور ہم اس کی ہر بات کو درخورِ اعتنا سمجھیں جب کہ وہ محض کج فہمی، گمراہی اور قصداً گمراہ گری کی پیداوار ہیں۔

ہاں اجمالاً اتنا جان لینا ضروری ہے کہ انہوں نے تمام اُصول ومآخذ کو چھوڑ محض اپنی دماغی اُپج اور ذہنی اختراع کو امام بنایا ہے۔ جس سے دُور رہنے میں ہی مسلمانوں کی سلامتی کا راز مُضمر ہے۔ واللہ الھادی إلی سواء السبیل

محمد احمد مصباحی

۲ صفر ۱۴۱۶ھ/ ۲ جولائی ۱۹۹۵ء

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

فتنۂ انکارِ حدیث

ربِّ کائنات کا سچا دین، اسلام روزِ اول ہی سے مخالفت و معاندت کا نشانہ بنا ہوا ہے، خارجی فتنوں کے علاوہ اس کو ہمیشہ اور ہر دَور میں داخلی فتنوں سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا ہے، رفض و خروج اور اعتزال جیسی مُہلک دراڑیں ابتدا ہی سے اس مضبوط قلعے کو کمزور کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن ﴿وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) فرمانے والے ربّ نے "ہر فرعونے را موسیٰ" کا انتظام کیا ہے۔

نکالیں سینکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر اب بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

(شفیق)

انہی فتنوں سے ایک فتنۂ انکارِ حدیث کا بھی ہے۔ علماءِ اسلام نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے، اور تاہنوز غلط اندیشی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ٹولی کو صراطِ مستقیم کی جانب حکیمانہ ہدایات کا یہ کام جاری و ساری ہے۔ اس عنوان پر تحقیق و تدقیق کرنے والے محققین کے علوم مبارکہ کی خیرات کا یہ متمنی راقم الحروف عرض گزار ہے کہ:

سنّت متعلق ہے رسول اللہ ﷺ سے، اور شریعت نام ہے شارع ﷺ کے احوال و اقوال و اعمال کا، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہو اور حضور کی سنّت سے بے تعلقی پائی جائے"۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ توجہ شے رسول اللہ ﷺ کی حیثیت اور آپ کا مرتبہ ہے۔ یہ عقیدۂ اسلام کی اوّلیات میں ہے کہ خدا اور بندہ کے درمیان نبی اور رسول واسطہ اور و ہوتے ہیں، اور تمام اَدیانِ سماوی اِسی بنیادی عقیدہ کے پابند ہیں، نیز وحی الٰہی رسولانِ عظام پر نازل ہوتی رہی اور وہ قوم کے سامنے اس کی تلاوت کرتے اور احکامِ الٰہیہ کی توضیح و تشریح فرماتے، یہاں تک

ایک نکتہ نہایت اہم ہے کہ قوم کا بلا واسطہ خدائے تعالیٰ، ملائکہ اور وحی سے کوئی تعلق نہیں، ان سب کا واسطہ عظیم، انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ اور ایمان بالوحی ان سب کا مدار جب صرف زبانِ رسول ہے جیسا کہ ارشادِ ربّی ہے:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (النساء:٤/١٣٦)

اور جو منکر ہوا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور روزِ قیامت کا وہ کُھلی گمراہی میں چلا گیا۔

تو اب شریعت و سنّت میں یہ بے اعتباری کے جراثیم کہاں سے گُھس آئے۔ ایمان و اعتقاد تو اعمال کی اصل ہیں جن کے بغیر کسی بھی عمل کا کوئی وقار نہیں۔ یاد رہے کہ ایمان اس کے بغیر ایمان ہی نہیں کہ رسول آخرالزماں ﷺ کو اعتقاد و اعمال تمام میں مرکزیت نہ دے دی جائے۔ ذاتِ رسول ہی ایمان کا وہ معیار ہے جس پر مومن اور کافر پرکھا اور آزمایا جاتا ہے۔ اسی "معیار" پر کھرے کھوٹے کی جانچ ہوتی ہے۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:٤/٦٥)

تو ہرگز نہیں، آپ کے ربّ کی قسم لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے تمام نزاعات میں آپ کو حاکم نہ تسلیم کر لیں پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور آپ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کا حق ادا کریں۔

دیکھا آپ نے! وہی قرآن جسے لوگ (العیاذ باللہ) رسول پاک ﷺ سے برگشتہ سمجھتے ہیں "شانِ رسول" بیان فرما رہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ ان کے ہر فیصلہ اور ہر حکم کو ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش رکھے بغیر تسلیم کرنے کا نام ہی ایمان ہے جس کے اندر یہ نہیں وہ اپنے ایمان کا احتساب کرے، مفسرِ قرآن پیر کرم شاہ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت و اتباع کو پھر، نہایت، واضح، مؤکد اور مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا جا رہا ہے، واؤ قسم کے لیے ہے، نفی ایمان کی دلالت کرنے کے لیے لانفی کو دوبارہ ذکر کیا

ہے۔ایک بار قسم سے پہلے اور دوسری بار قسم کے بعد یعنی تیرے ربِّ جلیل کی قسم، وہ ہرگز ہرگز ایماندار نہیں ہوسکتے۔ اگر ایک لائے نفی پر اکتفا کیا جاتا تو عبارت لغوی لحاظ سے تو درست ہوگی لیکن یہ زورِ بیان مفقود ہوتا۔ امام ابن جریر وغیرہ کا قول ہے کہ اس آیت کا تعلق بھی واقعہ سابقہ (ایک یہودی اور منافق کے مقدمہ جس میں حضور نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا جس کے بعد منافق حضرت ابوبکر اور عمر کی خدمت میں گیا اور حضرت عمر نے اس کی گردن مار دی) سے ہے۔ اور یہ حکم بھی حضور کی ظاہری حیات تک نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ ہر شخص کے لیے ہے اور یہی ایمان کی اساس ہے۔ جو شخص اطاعتِ رسول سے سرتابی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قسم سے مؤکد کرکے یہ فیصلہ دیتا ہے کہ وہ مومن نہیں، وہاں تو وہی اطاعت قبول ہے جو اس کے رسول کے اتباع اور پیروی میں ہو، اور وہی مطیع مطیع ہوگا جو مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا طوق زیب گلو کیے حاضر ہوگا۔ فاعتبروا یا أولي الأبصار (تفسیر ضیاء القرآن، ج۱،ص ۳۰۶)

منصبِ رسالت:

رسول اکرم ﷺ قرآن کو لانے والے بھی ہیں، اور قرآن کی تلاوت فرما کر سنانے کے ساتھ ساتھ اس کے رموز و اسرار کو سمجھانے والے بھی ہیں۔ حجیتِ حدیث اور سنت کی آئینی حیثیت کی تفہیم کے لیے حضور اکرم ﷺ کی اِن حیثیات کا قرآن ثبوت پیشِ نظر ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعه:۶۲/۲)

وہی (اللہ) ہے جس نے ان پڑھوں میں، انہی میں سے ایک رسول بھیجا، کہ وہ اُن پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں، اور ان میں کتاب اور حکمت کی تعلیم عطا فرماتے ہیں۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران:۳/۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر، کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا، اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۲/۱۵۱)

جیسا ہم نے بھیجا ایک رسول تم میں سے، کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمھیں پاک کرتا ہے، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ دعاءِ خلیل اور نوید مسیحا ہیں۔ قرآن مجید میں دعاءِ ابراہیمی کے مبارک الفاظ پر بھی غور فرمایئے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ (البقرہ: ۲/۱۲۹)

اے ہمارے ربّ! مبعوث فرما ان میں انھیں میں سے ایک رسول جو اُن پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انھیں پاک فرمائے۔

تلاوت، تعلیم اور تزکیہ:

تینوں الگ الگ چیزیں ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی منصبی ذمہ داریوں میں سے ہیں۔ ان تینوں کاموں کے لیے صرف قرآن مجید کے الفاظ مبارکہ کا پڑھ دینا کافی نہیں ہوسکتا۔ تلاوتِ قرآن کے علاوہ یقیناً تعلیم اور تزکیہ الگ کام ہیں جن کے لیے حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔ تلاوتِ قرآن مجید بذاتِ خود بھی ایک اہم ذمہ ہے اور بے شمار فوائد دینیہ پر منتج ہے مگر آیات مبارکہ میں نہایت فصاحت، اور لاریب طریقہ سے حضور اکرم ﷺ کا مُعلّم اور مُزکّی ہونا بتایا گیا ہے۔ فی الوقت عمیق نظر سے صرف ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ، وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ پر غور کرنا ہے۔

کیا منکرینِ حدیث کی طرح صحابہ کرام، تابعین اور اسلام کی عبقری شخصیتوں نے بھی مُعلّمِ کتاب، اور مُعلّمِ حکمت کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ صرف تلاوتِ قرآن فرمانے کے ذمہ دار ہیں، اور زبانِ رسالت سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ میں سے صرف قرآن ہی حُجتِ شرعیہ ہے، جمہور علماءِ اُمّت جواب تک سنّت کو بھی آئین کا ماخذ قرار دیتے ہیں گویا وہ حقیقت کی کُنہ تک رسائی نہ پاسکے تھے، اب دَورِ جدید کے ذہنوں نے یہ عقدہ حل کیا ہے؟ قابلِ غور ہے کہ رسول کی بعثت اگر صرف بحیثیت ایک قرآن خواں کے تھی، تو قرآن مجید کعبہ کی دیواروں سے اہلِ مکہ کو نہ سُنوا دیا جاتا؟ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر شجر کے ذریعہ کلام ہوا۔ یا صحیفہ کاملہ کوئی فرشتہ نورانی لاکر کعبہ کی چھت پر اُتار دیتا اور کہتا کہ اے مکہ والو! لو یہ خدا کی کتاب ہے۔ اس میں جو کچھ ہے پڑھ کر خود مطلب سمجھ لو، کیونکہ تمہاری زبان خود عربی ہے، اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ انسانوں میں سے رسول بھیجا تاکہ انسانوں کے مسائل حل کرے اور قرآن مجید کی تشریح وتفسیر وخود قولاً وعملاً کرکے دکھادے۔ کیوں نہ ہو کہ وہ رسول خُدا کا نائب ہے۔ لہٰذا اُصولِ دین سمجھانے میں بھی وہ نیابت کا حق ادا کرتا ہے۔

قرآن میں دیکھئے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۱۶/ ۴۴)

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب (قرآن) اُتاری، کہ تم لوگوں پر واضح کردو، جواُن کی طرف اُترا تاکہ وہ غوروفکر کریں۔

یہ آیۂ کریمہ رسول اکرم ﷺ کو قرآن مجید کا مُفسّر، شارح، اور وضاحت کرنے والا ثابت کررہی ہے کیونکہ تبیین معانی اور مفاہیم کی ہوتی ہے۔ الفاظِ قرآن کی تلاوت اور قرأت ہوتی ہے ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ سے بھی قرآن مجید کے عُلوم ومعارف ہی مراد ہیں، تو ثابت ہوا کہ:

......رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

......رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کے رموز واسرار کی توضیح وتبیین کرنے والے ہیں۔

......رسول اکرم ﷺ علم وحکمت کی تعلیم دینے والے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ ہم جو کچھ جانتے تھے وہ سب کچھ بتانے والے ہیں۔ اس مقام پر کوئی ذہن یہ سوچ سکتا ہے کہ کیا حضور اکرم ﷺ قرآن کی توضیح وتشریح اپنے جی سے فرمانے والے ہیں۔ عام انسان جس طرح کسی بات کا اپنے ذہن اور علم کے مطابق مطلب نکالتا ہے، اس میں اور توضیح وتشریحِ رسول میں کیا فرق ہے؟ غوروفکر کا یہی غیر سنجیدہ طریقہ ہے جو ضلالت وگمراہی کے دروازے کھولتا ہے اور اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی آتشِ جہنم کا ایندھن بناتا ہے۔

رسول کے تشریعی اختیارات:

رسول زمین پر خُدا کا نائب ہے۔ احکام، تشریع اور تمام فیصلوں میں وہ ربّ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اس کے اعمال، ارشادات، یا کسی کے فعل کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرلینا ہی اسلامی قانون سازی کی بنیادیں ہیں۔ دیکھو ربّ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی عطا سے جو اختیارات تفویض فرمائے ہیں اُن کا بیان کس طرح کرتا ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف: ۷/ ۱۵۷)

اور اللہ کا رسول اُن کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

ارشادِ ربّ العالمین ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ ''خزائن العرفان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اوران کے بھائی عبداللہ بن جحش اوران کی والدہ اُمیمہ بنت عبد المطلب کے حق میں نازل ہوئی، اُمیمہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ جن کو رسول کریم ﷺ نے آزاد کیا تھا، اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔حضور نے ان کے لیے زینب کو پیغام دیا۔اس کو زینب نے اوران کے بھائی نے منظور نہیں کیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔اور حضرت زینب اوران کے بھائی اس حکم کو سُن کر راضی ہوگئے اور حضور سید عالم ﷺ نے زید کا نکاح ان کے ساتھ کردیا۔اور حضور نے ان کا مہر دس دینا ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس مد (ایک پیمانہ ہے) کھانا تیس صاع کھجور دیں۔

مسئلہ......اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے، اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ......اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

(خزائن العرفان، تحت آیت مذکورہ بالا ص ۶۱۲)

آیت مبارکہ اور شانِ نزول کا بغور مطالعہ فرمایئے اور رسول اکرم ﷺ کے من جانبِ اللہ مفوضہ اختیارات کا جلوہ دیکھئے، یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ کسی عورت یا کسی مرد کا شخص مخصوص کے ساتھ نکاح کرنا فرض نہیں ہے۔یہ ایک مرضی اور منشا کی بات ہے مگر اسی بات کو اگر رسول خود فرمادیں تو وہی امر مستحب ومندوب واجب بن جاتا ہے۔یہ وقار اور عظمت ہے زبانِ رسالت مآب ﷺ کی اور ذرا آیت مبارکہ کا تیور دیکھئے کہ ایسے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے حق میں وہی الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جو اسی قرآن عظیم میں گمراہوں، بدمذہبوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں، اور ایک رُخ اور بھی قابل توجہ ہے کہ فرامینِ رسول اور احکامِ مصطفیٰ ﷺ کو حکمِ ربّ کے سوا کچھ اور نہ خیال کیا جائے بلکہ مرضی رسول ہی مرضئ خدا ہے احکامِ مصطفیٰ ہی احکامِ کبریا ہیں۔اس لیے کسی فاسد ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ نکاح واجب تو نہیں تھا۔ہاں بات تو ایسی ہی ہے مگر اس مستحب کام کا حکم جب رسولِ خُدا نے فرمادیا تو اب وہ تمہارے حق میں واجب ہوگیا۔اس لیے کہ رسول احکامِ شرعیہ کے بتملیکِ خُدا مالک ومختار ہیں۔

سورۂ توبہ میں ایک مقام پر ارشادِ ربّ العالمین ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ : ۹/ ۲۹)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اُس چیز کو جس کو حرام کردیا ہے اللہ اور اُس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بھی بانگ دُہل اعلان کررہی ہے کہ حِلّت وحُرمت کا اختیار رسول اعظم واکرم ﷺ کو بھی ربّ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔سطور بالا میں یہی مفہوم سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ سے بھی صاف متبادر ہے۔

رسول جو دیں وہی شریعت ہے:

خُدا اور خُدائی کے درمیان رسول اس مستحکم رابطۂ عظمیٰ کا نام ہے جس پر عدم اعتماد کی ہلکی سی لکیر بھی دین وایمان کے سارے قلعہ کو انہدام تک پہنچادے گی۔ان دیکھے ربّ پر ایمان اور اعتماد کا واحد ذریعہ ذاتِ رسول ہے۔اور وہ ذات، الٰہی تربیت سے اس طرح مستحکم اور پائیدار ہے کہ احکام دین و شرع کی تبلیغ میں اس سے کسی قسم کا سہو ونسیان ناممکن ہے، وہ خُدائی اور اوامر ونواہی کو مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہ اُمّت تک پہنچاتے ہیں۔مخلوق کو اس پر کیسا اعتماد رکھنا چاہیے اس کے لیے خالقِ کائنات کا مستحکم اعتماد مشعلِ راہ ہے۔

ارشادِ ربّ العالمین ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر:۵۹/ ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

توجہ فرمائیں ان کی عطا پر راضی رہنے کا نام ایمان ہے اور ان کے ممنوعات سے لاپروائی کرنے کا نام ہی معصیت ہے، جس نے اُن کے اوامر ونواہی سے رُوگردانی کی اس کو خُدائی عذاب کی تہدید قرآن مجید کی زبان سے سُنائی جارہی ہے۔

حضرت العلامہ امام عبدالوہاب شعرانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ اکبر قدس سرہٗ سے نقل فرماتے ہیں:

أی لأنّی جعلتُ لہ أن یأمُرَ وینھیٰ زائدًا علی تبلیغ صریح أمرِنا و نھینا إلی عبادنا (کتاب الیواقیت والجواھر، للامام شیخ عبد الوھاب شعرانی، ج ۲ ص ۴۵)

یعنی، بے شک میں نے (اللہ تعالیٰ) اپنے حبیب کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ آپ ہمارے صریح امرونہی سے زائد امراور نہی فرمائیں۔

تشریعی اختیارات کی مثالیں:

سرورعالم ﷺ کی تشریعی اختیارات کے جلوے ذخیرۂ احادیث میں وافر ملتے ہیں:

حضور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کردیا گیا، پس حج کرو، ایک شخص نے عرض کیا، کیا ہر سال یارسول اللہ! آپ خاموش رہے حتی کہ اس شخص نے تین بار یوں ہی کہا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲۲۱)

اگر میں ہاں فرمادیتا تو حج ہر سال کے لیے واجب ہوجاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حدیث مبارکہ کے مذکورہ الفاظ مبارکہ کی شانِ جلالت پر غور فرمایئے اور طمطراقِ نبوّت کو ملاحظہ فرمایئے۔ صحابیِ رسول کے یہ پوچھنے پر کہ کیا ہم پر ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ حضور اقدس ﷺ کا سکوت اُمّت کو ایک ناقابل برداشت ذمہ داری سے سبکدوش فرمارہا ہے۔ برخلاف اس کے اگر وہی لب ہائے مبارکہ محض ہاں فرمادیتے تو قیامت تک آنے والے تمام مُستطیع اہلِ احلام کو سالانہ حج کرنا واجب ہوجاتا۔ شیخ محقق علامہ الشاہ عبدالحق مُحدّث دہلوی قدس سرہٗ اس حدیث کے تحت ''اشعۃ اللمعات'' میں رقمطراز ہیں:

ظاہراً ایں حدیث دراں است کہ احکام مفوض اند بآں حضرت (ﷺ) (اشعة اللمعات للعلامہ الشیخ عبد الحق المحقق الدھلوی ج ۲ ص ۳۰۲)

یعنی، یہ حدیث اس بارے میں ظاہر ہے کہ احکامِ الٰہی حضور قدس ﷺ کے سپرد ہیں۔

حضور نے مدینہ کو حرم بنادیا:

اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات کا استعمال فرماتے ہوئے مدینہ کو حرم قرار دیا چنانچہ ''صحیحین'' میں حضرت انس صحابیِ رسول ﷺ و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: (ایک سفر کے دوران) نبی اکرم ﷺ کے سامنے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو حضور نے فرمایا ''یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم بنادیا:

وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۴۰)

اوردوہ پہاڑیوں کے درمیان جو (مدینہ) ہے میں اسے حرم بناتا ہوں۔

اسی کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ''صحیح مسلم شریف'' میں نقل کیا ہے۔ رسول اکرم واعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرام کرکے حرم بنادیا۔ اور میں نے مدینہ کے دونوں کناروں کو جو کچھ ہے اس حرم بنا کر حرام کردیا کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے۔ نہ لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کو کاٹا جائے سوائے جانوروں کو چارہ دینے کے لیے۔

اس حدیث پاک میں بھی ہمارے مُستدل یہ الفاظ مبارکہ ہیں:

إِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۳۹)

جو حضور اقدس ﷺ کے تشریعی اختیارات کو ثابت کررہے ہیں۔

اسی طرح فتحِ مکہ کے موقع کی حدیث مبارکہ جسے ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' دونوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے مفہوم حدیث سامنے رکھیے۔

اِذخر کو مستثنیٰ فرمایا:

سرورِ عالم ﷺ نے فتحِ مکہ کے روز فرمایا کہ ''یہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دن حرم بنایا جب زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ پس وہ تا قیامت اللہ کی حُرمت سے حرام ہے اور یقین رکھو

کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں جنگ کرنا حلال نہیں کیا۔ اور میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت ہی میں حلال کیا۔ لہٰذا وہ اللہ کے حرام کرنے سے تا قیامت حرام ہے۔ اس کا ایک کانٹا نہ کاٹا جائے نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اٹھائے کوئی اس کی گری ہوئی چیز کو، سوائے اس کے جو اس کا اعلان کرے اور نہ اس کی گھاس قطع کیا جائے'' تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! مگر اذخر گھاس (کو استثناء فرمائیے) اس لیے کہ وہ گھاس لوہاروں اور لوگوں کے گھروں کے کام آتی ہے۔

فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخَرَ (مشکوٰة المصابیح، ص ۲۳۸)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِذخر کے سوا (یعنی وہ مستثنیٰ ہے)۔

اس حدیث پاک پر اپنی جانب سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے دو مشہور و مُحقق شارحینِ حدیث کے اقوال نذرِ قارئین ہیں:

امام عبدالوہاب شعرانی ''میزان الکبریٰ'' میں گوہر فشاں ہیں:

حق تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی جانب سے مقرر فرمادیں۔ جس طرح حرم کے نباتات کو حرام کرنے والی حدیث میں ہے کہ حضور کے چچا عباس نے عرض کی یارسول اللہ! اِذخر گھاس کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ تو حضور نے اِذخر کو اس حکم سے نکال دیا یعنی اس کا کاٹنا جائز کردیا۔

وَلَو أنَّ اللہ تعالیٰ لَم یَجعَلُ لَہ أن یشرع مِن نفسِہ لم یتجرا ﷺ أن یستثنی شیئاً مما حرّمہُ اللہ تعالیٰ (میزان الشریعة الکبریٰ، ج ۱ ص ۲۸)

اور اگر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ منصب نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمادیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو شئے خُدا نے حرام کردی اس میں سے کچھ مستثنیٰ کردیں۔

مُحقق عصر علامہ شاہ عبدالحق مُحدّث دہلوی قدست اسرارہم اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

در مذہب بعضے آن است کہ احکام مفوض بود، بوے ﷺ، ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد

حلال وحرام گرداند (اشعة اللمعات، ج ۲ ص ۳۸۵)

یعنی بعض حضرات کا مذہب ہے کہ احکام حضور اقدس ﷺ کو سپرد ہیں، جو کچھ اور جس پر چاہیں حلال وحرام فرمادیں۔

خصوصی مراعات دینے کا اختیار:

چنانچہ ''ترمذی'' و''ابن ماجہ'' میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر اُمت کی مُشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی دو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کردیتا''۔

اور عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے انھیں اس کام کا حکم دیا کہ صحابہ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کردیں۔ انھوں نے حسبِ فرمانِ رسالت مآب بکریاں تقسیم فرمادیں۔ ایک بکری باقی رہ گئی جو ابھی چھ ماہ کی تھی۔ انھوں نے سرکار کے حضور اس کا ذکر کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے عقبہ بن عامر کے حق میں خصوصی حکم نافذ کردیا:

ضَحِّ بِهِ أَنْتَ (مشکوٰة المصابیح، ص ۱۳۷)

اس کو تو اپنی طرف سے قربانی کرلے۔

حالانکہ سارے عالمِ اسلام کے لیے حضور اقدس ﷺ ہی نے قانون مرحمت فرمایا ہے کہ ایک سال سے کم کی بکری کی قربانی جائز نہیں ہے۔ مگر مختارِ کونین جس کو چاہیں عام احکام سے استثناء عطا فرمادیں۔

پانچویں مثال:

اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ الآية﴾ نازل ہوئی جس میں ربِّ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے، اچھے کام میں حضور کی نافرمانی نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مردوں کو بین نہ کرنے پر حضور اقدس ﷺ سے بیعت کا حکم تھا۔ اُمِّ عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ! فلاں گھر والوں کو نوحہ کے اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیجئے۔ کیونکہ انھوں نے جاہلیت کے زمانے میں میری مدد کی تھی، پس ضروری ہے کہ میں رونے میں اُن کی مدد کروں اس پر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

إلّا آلَ فُلَانٍ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۰۴)

آلِ فلاں کے علاوہ۔

یہ حضور اقدس ﷺ کے خصوصی اختیارات کے مظاہر ہیں کہ نوحہ گری معصیت اور گناہ کا کام ہے مگر جسے چاہا اس حکم سے الگ فرمادیا امام ابوزکریا محی الدین ابن شرف نووی ''شرح'' میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ حضور اقدس نے اُمِّ عطیہ کو آلِ فلاں کے بارے میں خاص رُخصت عطا فرمائی تھی، جیسا کہ ظاہر ہے:

وللشّارعِ أن يختصَّ من العمومِ ماشاءَ (شرح مسلم للنووی، ج ۱ ص ۳۰۴)

اور شارع کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہیں خاص فرمادیں۔

چھٹی مثال:

ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا عرض گزار ہوا یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ کہنے لگا میں نے رمضان میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرلی حضور نے دریافت فرمایا کیا غلام آزاد کرسکتے ہو؟ اُس نے عرض کی نہیں حضور نے پوچھا کیا دو ماہ کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ اُس نے عرض کی نہیں حضور نے پھر سوال کیا، کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتے ہو؟ اُس نے عرض کی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اتنے میں خدمتِ رسول میں کھجوروں کا ٹوکرا حاضر کیا گیا حضور اقدس نے سائل کو بلوایا اور فرمایا یہ ٹوکرا لے جاؤ اور خیرات کردو اس نے عرض کیا اے رسولِ خدا! کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج کو خیرات کروں؟ خُدا کی قسم مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں اس کی یہ بات سُن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے پھر آپ نے فرمایا:

أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۶۲)

اپنے گھر والوں کو کھلادو۔

عالمِ اسلام میں زمانۂ نبوی سے قیامت تک جو مسلمان بھی روزے کے زمانے میں اس گناہ کا

مرتکب ہوگا اس کے لیے کفّارہ کا مذکورہ طریقہ ہی ہے مگر دورِ رسالت کے اس خوش نصیب کے لیے مختارِ کونین مالکِ دارین ﷺ نے خصوصی قانون نافذ فرمایا کہ اگر وہ غلام آزاد نہیں کرسکتے تھے، تو روزہ بھی نہ رکھیں، مسکین کو کھانا بھی نہ کھلائیں بلکہ دربارِ رسالت ﷺ سے خود کھجوروں کا ٹوکرا مرحمت ہوتا ہے اور اس خصوصی رعایت کے ساتھ لے جاکر اپنے اہل وعیال کے ساتھ مل کر کھالیں تو ان کے لیے گناہوں کا کفّارہ ہوجائے گا۔ (فتح القدیر، ج ۱ ص ۳۹۴)

ساتویں مثال:

اسی طرح ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کی کہ: یارسول اللہ! سالم (آزاد کردہ غلام) میرے سامنے آتا جاتا ہے وہ جوان ہے اور ابوحذیفہ کو یہ ناپسند ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

أَرْضِعِيهِ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيْكَ (مسلم ج ۱ ص ۴۶۹۔ نسائی ج ۲ ص ۶۹۔ ابن ماجہ ص ۱۴۱)

تم اس کو دودھ پلادو تا کہ وہ آتا جاتا رہے۔

قانونِ شرع کے مطابق کسی جوان مرد کو عورت کا دودھ پینا جائز نہیں ہے اور اگر پی لے پھر بھی اس سے رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ مگر وہ مختارِ قوانینِ شرع ﷺ اپنے خصوصی اختیارات سے سالم مولیٰ کے حق میں جو حکم فرمادیں اس کی رُو سے وہ رضاعی بیٹے ثابت ہوگئے۔ اور تمام اُمّہات المؤمنین کی شہادت موجود ہے کہ یہ رُخصت سرورِ دوعالم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ سالم کو عطا فرمائی ہے۔

آٹھویں مثال:

رسول اکرم ﷺ کی شہزادی، سیدنا ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ، حضرت بی بی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوۂ بدر کے موقع پر سخت علیل تھیں۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم مرحمت فرمایا کہ وہ مدینہ طیبہ ہی میں رہیں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کریں اور فرمایا کہ:

إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَ سَهْمَهُ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۶۲)

تمہیں حاضرینِ بدر کا ثواب بھی ملے گا اور مالِ غنیمت کا حصہ بھی۔

یہ اختیارِ سیّدِ کونین ﷺ کہ حضور نے غزوۂ بدر میں شرکت کے بغیر جہاد کا ثواب اور مالِ غنیمت کا حصہ دار قرار دیا۔ اسی قبیل سے حضرت خُزیمہ بن ثابت انصاری کی تنہا شہادت (گواہی) کو دو شہادتوں کے برابر قرار پانا سرورِ دوعالم ﷺ کے فرامین خصوصی میں سے ہے۔ انہی حضرت خزیمہ کی روایت موزوں پر مسح کے سلسلہ میں ہے کہ:

نویں مثال:

رسول اللہ ﷺ نے (مسح موزہ) کی مدت تین رات مقرر فرمائی:

وَلَوْ مَضَى السَّائِلُ عَلٰى مَسْئَلَتِهٖ لَجَعَلَهَا خَمْسًا (سنن ابن ماجه، ص ۴۲)

اور اگر پوچھنے والا اپنے سوال سے بڑھتا جاتا، تو ضرور حضور پانچ کر دیتے۔

''شرح معانی الآثار'' میں اسی بات کو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے بالفاظ دیگر روایت کیا کہ:

وَلَوِ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا (شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۴۲)

اگر ہم آپ سے زیادہ مانگتے تو آپ مدت اور بڑھا دیتے۔

اِن احادیث نے کیا مزاج دیا:

کوئی شخص یہ الزام نہ دے کہ احادیث مذکورہ کے یہ مطالب صرف دَورِ حاضر کے علماءِ اہلسنّت بیان فرماتے ہیں حاشا وکلا ایسا کہنا دَورِ رسالت پناہ سے آج تک کی تمام تواریخ شرائع واحکام کو بیک زبان مسخ کرنا ہے اور دین ومذہب کے ذخائر اور مآخذ ومراجع سے محض بےخبری کی دلیل ہے کیونکہ تمام غوّاصانِ بحرِ تفسیر وحدیث، فقہاء ومُحدِّثین، ائمہ ومجتہدین رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے بعد سنّت ہی کو دین وشرع کا مدار سمجھا اور مانا ہے، اور صاحبِ سنّت ختم الرُّسل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مالک ومختارِ احکام، بتفویضِ الٰہی تسلیم کیا ہے۔ قرآن کتابِ الٰہی ہے اس لیے دین وشریعت کی اولین بنیاد ہے۔ قرآن کے ذریعہ احکامِ الٰہیہ جاری ہیں سنّت، قرآن کے بعد دوسرا ماخذ ہے۔ اس کو دلیلِ شرع تسلیم کرنا ہی رسول کو شارع ماننا ہے۔

علامہ شیخ احمد قسطلانی شارح بخاری حضور کے خصائص کے ضمن میں لکھتے ہیں:

مِن خصائصه عليه الصلاة والسلام أنه كان يخصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ (المواهب اللدنيه، بحواله، انوار محمدية، ص ۳۱۹)

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص عالیہ میں سے ہے کہ جسے چاہتے جس حکم سے خاص کر دیتے۔

سلطان المحققین حضرت العلامۃ الشاہ عبدالحق مُحدِّث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

حضرت رسول اکرم ﷺ، سلطنتِ الٰہیہ کے مُتوَلّی، اور دربارِ خُدا کی جانب سے مقرر شُدہ حاکم ہیں کون ومکاں کے تمام معاملات واحکام آپ کے سپرد ہیں اور کوئی سلطنت آپ کی مملکت وسلطنت سے زیادہ ووسیع نہیں ہے۔ (اشعة اللمعات، ج ۱ ص ۶۴۴)

کسی کے ذہن میں یہ شبہہ نہ در آئے کہ مذکورہ بالا احکامات حضور اقدس ﷺ نے اپنی جانب سے دیئے نہیں بلکہ ربّ تعالیٰ کی جانب سے حضور کو یہ اختیارات بخشے گئے ہیں:

﴿قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (یونس: ۱۰/۱۵)

ردوبدل کروں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔

بہت پیاری بات:

سنّت کی آئینی حیثیت کو سمجھنے کے لیے خود منصبِ رسالت کے تعارف سے واقفیت لازمی اور ضروری ہے۔ اس کے بغیر احادیثِ رسول کی اہمیت اور کتابُ اللہ سے اس کے ارتباط کی نوعیت کو سمجھنا دشوار ہے۔ اسی بات کے پیشِ نظر سطور بالا میں حضور سرورِ دوعالم ﷺ کے تشریعی اختیارات کی عملی مثالیں حدیث کی کتابوں کے حوالے سے پیش کر دی گئیں۔ قرآن مجید سے احادیثِ رسول کے تعلق کو بہت پیارے انداز میں "مقدمہ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" کے اندر حکیم الامّت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے تمثیلی زبان میں بیان فرمایا ہے:

اسلام میں کلامُ اللہ کے بعد کلامِ رسول کا درجہ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول کا مرتبہ ہے قرآن گویا لیمپ کی بتی ہے، اور حدیث اس کی رنگینی چمنی جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ

ہے قرآن سمندر ہے، حدیث اس کا جہاز، قرآن موتی ہے اور مضامینِ حدیث اس کے غواص، قرآن اِجمال ہے، حدیث اس کی تفصیل، قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح۔ قرآن روحانی طعام ہے، حدیث رحمت کا پانی، کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جائے، حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی نوروں کا محتاج کیا ہے، نور بصر کے ساتھ نور قمر وغیرہ بھی ضروری ہے۔ اندھے کے لیے سورج بے کار، اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ، ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے، حدیث مومن کی آنکھ کا نور، یا قرآن ہماری آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتابِ نبوت کی شعاعیں، کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للعلامہ أحمد یار خان القادری ج ۱ ص ۲)

یقیناً کلام اللہ کو کلامِ رسول سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ جرأت اور اُپج یقیناً فتنہ پردازانِ دہر کی ہے ورنہ خود ربِّ کائنات اپنے محبوب اعظم ﷺ ہی کی زبان مبارک کے ذریعہ اپنا مقدس کلام دنیا کو عطا فرما رہا ہے اور متعدد مقامات اسی کلام اللہ میں ایسے بھی ہیں جہاں خود شانِ رسول ظاہر کرنے کے لیے ربِّ تعالیٰ جلّ شانہ اپنی بات کو زبانِ محبوب سے کہلوایا ہے۔

قرآن بھی قولِ رسول ہے:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ الآیۃ، قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا الآیۃ، قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ الآیۃ﴾ جیسی سینکڑوں آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔

حتی کہ ربِّ دوعالم اسی قرآنِ عزیز میں ایک مقام پر قرآنِ مجید کو قولِ رسول فرما رہا ہے:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ○ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ○ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ﴾

(الحاقۃ:۶۹/۳۸، ۳۹، ۴۰)

تو مجھے قسم اُن چیزوں کی جنھیں تم دیکھتے ہو اور جنھیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا قول ہے۔

مُنکرینِ سنّت آنکھیں کھولیں، زبانِ رسالت مآب ﷺ کی عظمتوں کا نظارہ کریں، کہ خود ربُّ العالمین اپنے کلام کو، ان کی بات فرما کر زبانِ رسول کا وقار ظاہر فرما رہا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید

قولِ خُدا ہے یہی ہم سارے عالَمِ اسلام کا عقیدہ ہے۔

دوسری طرف آیت کریمہ:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (النجم ۵۳/۳-۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی، جو انھیں کی جاتی ہے۔

نے یہ عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ سنّتِ رسول بھی خُدا ہی کی باتیں ہیں۔

اسی طرح ربِّ کائنات نے رسول اللہ ﷺ کی رمی کو اسی مقدس قرآن میں اپنی رمی فرمایا ہے:

﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾ (الأنفال: ۸/۱۷)

اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اور رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام نے بیعتِ رضوان فرمائی تو اللہ ربُّ العزت نے اسے بعینہٖ اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا۔ اور بیعت کے بعد نقض عہد کرنے والوں کو وعید شدید سنائی اور بیعت پر عمل کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی بشارت سے نوازا۔

سورۂ فتح کی آیت کریمہ تلاوت کیجیے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (الفتح: ۴۸/۱۰)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تو جس نے عہد توڑا، تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔

ہوش سے کام لو، اے مُنکرینِ سنّت! اور خود بارگاہِ صمدیّت صاحبِ سنّت ﷺ کی عظمت و بزرگی دیکھو قرآن، جو کلامُ اللہ ہے، خود خُداوند قدوس اسے قولِ رسول فرما رہا ہے۔

زبانِ رسالت کی باتوں کو عام انسانوں کی باتوں پر قیاس نہ کرو، بلکہ حضور کی باتیں وحی ربانی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے جو خاک پھینکتے ہیں اسے خالق کائنات اپنا پھینکنا فرما رہا ہے۔

دستِ رسول کی بیعت خُداوند قدوس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔

دستِ احمد عین دستِ ذوالجلال   آمدہ در بیعت و اندر قتال

انہی حقائق وکمالاتِ رسول کا ادراک حاصل ہونے کے بعد ڈاکٹر اقبال نے کہا:

ذرّۂ عشقِ نبی از حق طلب   سوزِ صدیق و علی از حق طلب
روح را جز عشقِ اوتر رام نیست   عشق کو روزیست اُو را اشام نیست
کہ عشقِ مصطفی سامانِ اُو   بحر و بر در گوشۂ دامانِ اُو

اطاعتِ رسول اطاعتِ خُدا ہے:

اسلام وایمان اور شریعت کے سارے قوانین رسولِ خدا کو مُطاع تسلیم کرنے کے بعد ہی تسلیم کیے گئے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کی اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (النساء: ٤/ ٧٩)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس آیت کی شانِ نزول ''خزائن العرفان'' میں ہے کہ:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی، اس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح، اُس زمانے کے بعض منافقوں نے کہا "محمد ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انھیں ربّ مان لیں، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو ربّ مانا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ردّ میں یہ آیت نازل فرما کر، اپنے نبی ﷺ کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ "بے شک رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے"۔ (خزائن العرفان، ص ١٣٢)

آج کے مُنکرینِ حدیث اور دیگر باغیانِ رسول فرقوں کے ذہن میں بھی وہی منافقانہ خیالات اُبھر رہے ہیں اور وہ رسولُ اللہ کو اللہ سے الگ اور کتابُ اللہ صاحبِ وحی سے اِلگ کر کے اسلام و شریعت کا شیرازہ مُنتشر کرنا چاہتے ہیں اور یہ سب دشمنانِ اسلام طاقتوں کے ہتھکنڈے اور ان کی مفسدہ پردازیاں ہیں جس طرح اسلام کے دشمنوں نے ہر دَور اور ہر زمانے میں نئے نئے فتنے پھیلا کر اس دینِ حق کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوششیں کیں اسی طرح چند نام نہاد، مذہب بیزار

مسلمانوں کو آلۂ کار بنا کر آج کے زمانے میں بھی "انکارِ حدیث" کی وبا پھیلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں مگر......

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ﴾ (التوبة: ٩/ ٣٢)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، پڑے بُرا مانیں کافر۔

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ﴾ (الصف: ٦١/ ٨)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں، اور اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے اگرچہ بُرا مانیں کافر۔

انکارِ حدیث کے فتنے کو بھی علماءِ حق نے دلائل و براہین کی قوت سے کُچل کر رکھ دیا ہے۔ حُجیتِ حدیث، حضور اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات اور تدوینِ حدیث کے عنوان پر بے بہا لٹریچر تیار ہو چکے ہیں جن سے یہ موہومہ بھی ہوا ہو گیا اور مُنکرینِ حدیث اپنی موت آپ مرگئے۔ یہ سب ربِّ کائنات کا فضل واحسان ہے۔

کہیں پھونکوں سے بجھتی ہے تجلّی نورِ ایمان کی   ہوا روکے تو کشتی تیز جاتی ہے مسلماں کی

قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل:

قرآن اجمال ہے اور سنّت اس کی تفصیل، گویا رسول کریم ﷺ کلامِ الٰہی کے شارحِ حقیقی ہیں اور خُدا کی باتوں کو محبوبِ خُدا سے زیادہ سمجھ بھی کون سکتا ہے؟ مُنکرینِ حدیث کا یہ خیال باطل کہ قرآن جب خود مکمل کتاب ہے تو ہمیں حدیث یا کسی اور علم کی ضرورت کیا؟ جواباً عرض ہے کہ یقیناً قرآن جامعُ العلوم ہے، ہر لحاظ سے کامل ہے مگر اس کامل ومکمل کتاب سے لینے کے لیے کامل شخصیت بھی درکار ہے۔ وہ کامل ذات، افضلُ الخلق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ اعتراض بھی سامنے آتا ہے قرآن مجید کو خود ربّ تعالیٰ نے آسان فرمایا ہے۔ یہ بات بھی

درست ہے مگر ''لِلذِّکر'' کی قید بھی ساتھ میں ہے۔ چنانچہ ہم شب و روز مشاہد کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ مگر اس کے معانی اور مفاہیم تک رسائی کے لیے ''اُولُو الْعِلْمِ ۔قَـانِتِیْنَ فِی الْعِلْمِ'' کی شرطیں بھی لگی ہوئی ہیں چنانچہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے علم وشعور کا نور حاصل فرمانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹ کتابوں سے بوجھل ہو جائیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن میں وہ دقّتِ نگاہ حاصل ہے کہ فرمایا "اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو تو اسے قرآن میں ڈھونڈ لوں" مگر علوم و معارف کا بحر ذخّار اپنے سینوں میں موجزن رکھنے والے ان اُولُو العزم صاحبانِ کمال نے کبھی بھی حدیثِ رسول اور سنّتِ مصطفیٰ سے (صد بار معاذ اللہ) برگشتہ ہونے کا خیال نہیں کیا۔ اور کیوں کر یہ خیال فاسد اُن کے قریب آتا کہ علوم و فنون، شریعت و معرفت کا سارا خزانہ تو انھیں دربارِ رسول ﷺ سے حاصل ہوا تھا۔

دلائلِ شرعیہ کا منتہا:

محققِ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی مقدمہ ''نزہۃ القاری شرح بخاری'' میں "حُجیتِ حدیث" کو اپنے مخصوص علمی پیرائے میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قرآن خُدا کی کتاب ہے واجبُ القبول ہے، یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عزّ وجلّ نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی۔ اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اُتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کتابِ خُدا ہے کہیں سے بھی اڑ کر آ سکتی ہے۔ کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقے سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا کوئی فرشتہ ہے، کوئی جن، کوئی شیطان، کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں، میں فرشتہ ہوں، یہ خدا کی کتاب لایا ہوں۔ غرض کہ رسول کے مُطاع ماننے سے انکار کے بعد، قرآن کے کتابُ اللہ ہونے پر کوئی یقینی، قطعی دلیل نہیں رہ جاتی۔ ساری دلیلوں کا مُنتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا، یہ خُدا کی کتاب ہے یہ جبرئیل ہیں یہ آیت لے کر آئے ہیں، کتابُ اللہ کی معرفت اور کتابُ اللہ لے کر آنے والے مَلک مُقرّب جبرئیل کی معرفت، قولِ رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی نا قابلِ قبول

ہو جائے۔ تو کتابُ اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجئے! رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں۔ انھیں میں فرمایا مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی۔ سُننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتابُ اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا اَحادیث ہوئیں، اب کوئی بتائے ایک منھ سے دو قسم کی باتیں نکلیں۔ ایک قسم مقبول اور دوسری مردود۔ یہ کس منطق سے درست ہے؟ ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہوگا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا۔ غرض یہ کہ حدیث کو نا قابلِ قبول ماننے کے بعد، قرآن کا بھی نا قابلِ قبول ہونا لازم ہے۔ (مقدمہ نزهة القارى شرح صحيح البخارى للعلامة المفتى محمد شريف الحق امجدى، ج ١ ص ١٠)

عصمتِ انبیاء:

سنّتِ رسول کی اہمیت اور حیثیت کی تفہیم کے لیے، حضور اقدس سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ عصمت بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کا ہر ہر قدم ربّ تعالیٰ کے احکام، اور وحی کے تابع ہے۔ آپ ربّ ذوالجلال کی مرضی ہی کے تابع ہو کر ہر کام کرتے ہیں، اور آپ اپنی زبان مبارک سے کوئی کلام خداوندِ قدّوس کی وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ٥٣/ ٣،٤)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ (الانعام: ٦/ ٥٠)

میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔

ان قرآنی انوار سے قلب ونظر روشن کرنے کے بعد اب ہمیں اس سلسلہ کے اہم موضوع انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام کی عصمت پر غور کرنا ہے۔ عام انسانوں میں اور انبیاء و رُسل میں بہت فرق ہے۔ پروردگارِ عالم نے ان حضرات کی حفاظت وصیانت اور عصمت کا قدرتی انتظام فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے معصوم، ہونے پر قرآن مجید اس طرح دلالت کرتا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۱۷/۷۴)

اگر تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی جانب کچھ تھوڑے مائل ہو جاتے۔

انبیاء کرام کے معصوم ہونے پر تمام اُمّت کا اتفاق ہے۔ اِن پاک ذاتوں میں ربّ تعالیٰ نے ایسا صفاء جوہر ودیعت فرمایا ہے جوصرف انہی کے ساتھ خاص ہے، خلافتِ الٰہیہ کا منصبِ عظیم پانے کے لیے وہ مالک حیّ وقیّوم کی طرف سے تیار کیے جاتے ہیں، اسی لحاظ سے ان کے نفوس، اور اجسام بھی افضل ترین ہوتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی نُصرتِ خاص سے انھیں ثابت قدمی کی قوت عظیم بخشی جاتی ہے۔ وہ ہر انسانی کج رَوِی سے پاک، مُنزّہ اور معصوم ومحفوظ ہیں، عصمتِ انبیاء کے مآخذ کی نشاندہی کے طور پر چند اہم حوالے نقل کیے جاتے ہیں۔ جوغزالیِ دَوراں علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے مقالہ سے ماخوذ ہیں۔ (از مقالات کاظمی ج۱ ص ۲۶۹، شرح عقائد نسفی ص ۷۳، مفردات امام راغب اصفہانی ص ۲۴۱، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۳۹۳، مسائرہ اور اسکی شرح سامرہ ج ۲ ص ۸۱، تعریف الاشیاء للسید شریف الجرجانی ص ۶۵، اقرب الموارد ج ۲ ص ۳۹۱، دستور العلماء ج ۲ ص ۳۲۵)

معیارِ فکر ونظر:

اب ان حقائق کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کی جانب جو بھی نظر اٹھے گی، اور سرکار کے اعمال واقوال کے سلسلہ میں جو بھی ذہن سوچے گا، اسے پتہ چلے گا کہ رسول اعظم ﷺ ہر لحاظ سے خُدا کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اُن کا ہر حکم حکمِ الٰہی ہے۔ اُن کا ہر فرمان فرمودۂ ربّانی ہے۔ اُن کی اطاعت خُدا کی فرمانبرداری ہے اور ان سے بغاوت ربّ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ ہے اُن کا مخالف ربّ کا دشمن، اُن کو خُدا سے الگ کرنے اور سمجھنے والا دین ودانش سے دُور اور آلۂ طاغوت ہے۔ انکارِ حدیث یقیناً رسول سے کُھلی ہوئی بغاوت ہے جس سے قرآن نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے اور ڈرایا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰی ط وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾
(المجادلہ:۵۸/۹)

اے ایمان والو! جب تم آپس میں مشورہ کروتو گناہ کرنے، حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

رسول کی نافرمانی اور رسول سے بغاوت کا تصوّر اسلام سے خروج کا پھاٹک ہے۔ مسلمانو خبردار! اس معاملہ میں خُدا سے ڈرو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، دراصل رسول کی اطاعت ہے۔ اس کے سوا کچھ اور نہیں۔ اس لیے رسول کے احکام، اقوال اور رضامندی کو زندگی کے ہر موڑ پر ملحوظ رکھو۔ یہی جنت کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (النساء: ۴/۱۳)

یہ اللہ کی حدّیں ہیں، اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا، اللہ اُسے جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے لوگو! اپنے ایمان کی خیر مناؤ، رسول کا مقام ومرتبہ سمجھو، جاہل کُفارِ مکہ نے بھی یہ کہا تھا کہ: ''کیا رسول تم جیسا ایک بشر نہیں ہے، اگر تم لوگوں نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی تو ضرور خسارہ میں رہوگے''۔

آج مُنکرینِ حدیث بھی سنّت کو اپنے جیسے کسی بشر کی بات سمجھ کر اُسے جھٹلا رہے ہیں۔ اُس وقت قرآن مجید نے کُفار کے اس خیال کی تردید فرمائی اور یہ ثابت کیا کہ رسول کی اطاعت کرنے والے عام انسانوں کی پیروی نہیں کررہے ہیں بلکہ رسول کی اطاعت دراصل خُدا کی اطاعت ہے۔

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ۴/۷۹)

جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے خُدا کی اطاعت کی۔

ربّ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ہدایت ورہنمائی کا امام بنایا ہے۔ مسائلِ شرعیہ کا فیصلہ اُن کی صوابدید پر ہی ہوگا۔ اور جو فیصلہ وہ کریں گے وہ خُدائی فیصلہ ہوگا۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء: ٤/ ٥٩)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور اسلامی حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات پر نزاع ہو تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور اس کا انجام بہت بہتر ہے۔

''سنتِ خیر الانام'' کے فاضل مصنف پیر محمد کرم شاہ (فاضل ازہر) جسٹس شریعت کورٹ اسلام آباد، پاکستان مذکورہ آیت کریمہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اِن مختصر سے الفاظ میں قانون وسیاست کے تمام قواعد وضوابط جس حُسن وخوبی سے سمیٹ کر رکھ دیئے گئے ہیں، اسی میں قرآن کی عظمت کا راز پنہاں ہے یہی چیز اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کا نتیجۂ فکر نہیں، بلکہ خود کتاب ہستی کے خبیر وعلیم مصنّف کا بے مثل کلام ہے۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو اُن اُصولوں کی تعلیم دی ہے، جن کی برکت سے ہمارا نظام تشریعی، تمام دنیا کے تشریعی نظاموں سے زیادہ ترقی یافتہ، اور ہمارا سیاسی دستور تمام ممالک کے دستوروں سے زیادہ مستحکم ہوسکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر، اور یوم قیامت پر ایمان لانے کے بعد ہم پر فرض ہوجاتا ہے کہ ہم اِن اُصولوں پر عمل کریں۔

اِن اُصولوں کا خلاصہ یہ ہے:

(١) قرآنِ کریم اور اُس پر عمل، اِسے اطاعتُ اللہ کے لفظوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(٢) سنتِ نبی کریم ﷺ کی پیروی جسے اطاعتِ رسول کہا گیا ہے۔

(٣) اپنے (اسلامی) اُمراءِ حکومت کے احکام کی اطاعت سے ہی اجماعِ اُمّت بھی کہا جاتا ہے۔

(٤) اور اگر خلافتِ الٰہیہ کے کارکنوں کے درمیان کسی بات پر اختلافِ رائے ہوجائے تو اس کا تصفیہ کرنے کے لیے کتابُ اللہ اور سنّتِ رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔

(سنت خیر الانام، ص ٩٧)

عُروہ وُثقیٰ:

سنتِ رسول کو ترک کرکے قرآن مجید کی تفہیم ہی ممکن نہیں، دینِ اسلام کے یہی دو مستحکم ستون

ہیں مذہب وشریعت کی عظیم عمارت جس پر قائم ہے۔ ان دونوں سے تمسک اور تعلق ہی ہدایت یابی کا ذریعہ ہے۔ اور ان میں سے کسی سے لاپرواہی اور بغاوت کا مطلب یہ ہوا کہ دین سے بغاوت کی گئی اور گمراہی اور ضلالت کا دروازہ کُھل گیا۔

علاّمُ الغیوب کے محبوب، رسولِ اکرم ﷺ قبل از وقت مسلمانوں میں اُبھرنے والے متعدد فتنوں کی نشاندہی فرما چکے ہیں، انھیں میں کا ایک فتنہ انکارِ حدیث بھی ہے، چنانچہ زمانۂ انکارِ حدیث جو شدید دَورِ فتن ہوگا اس کی نشاندہی فرماتے ہوئے سرکار نے تمسک بالسنّۃ کی اہمیت کس طرح تعلیم فرمائی ہے اسے ملاحظہ کیجیے ''سنن ابوداؤد'' میں عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایسی بلیغ نصیحت فرمائی کہ ہمارے آنسو نکل آئے، دل لرز گئے، کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! گویا یہ جُدا ہونے والے کی نصیحت ہے؟ براہِ کرم کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں، اور حاکم کی اطاعت کا حکم دیتا ہو چاہے تمہارا حاکم کوئی حبشی غلام کیوں نہ ہو''۔

فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، برقم: ٤٦٠٧. أيضاً سنن الترمذي، برقم: ٢٦٧٦. أيضاً سنن ابن ماجة، برقم: ٤٢. أيضاً سنن الدارمي، برقم: ٩٥. أيضاً المسند، ٤/ ١٢٦)

تو جو میرے بعد زندہ رہا اُمّت میں اختلاف کثیر دیکھے گا۔ لہٰذا تم پر یہ لازم ہے کہ میرے طریقہ، اور میرے خلفاءِ راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو، اسی کو تھامے رہو، اور دانتوں میں سختی سے دبائے رکھو، اور اپنے آپ کو نو پیدا اُمور سے بچائے رکھو، کیونکہ دین میں اختراع شُدہ باتیں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

گویا فتنہ وفساد کی ایسی آندھیاں چلیں گی جن میں حق وصدات کا دامن مسلمانوں کے ہاتھ سے چھوٹنے کا اندیشہ ہے۔ حکیم غیب داں ﷺ نے اس وقت کے لیے نسخۂ شفا تجویز فرمادیا ہے کہ اس وقت میری سنّت اور میرے خلفائے راشدین کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑنا ہی کام آئے گا۔

حضرات خلفاءِ راشدین بھی صحبتِ رسول میں ڈھل کر آئینۂ انوارِ رسالت بن گئے ہیں، اس لیے سنّتِ رسول، تشریحِ قرآن ہے اور سنّتِ خلفاءِ راشدین تشریح و تکمیلِ سنّت۔ ''ترمذی'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو اس حال میں صبح و شام کرو، کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ اور کینہ نہ ہو'' پھر فرمایا:

يَا بُنَيَّ! وَ ذَالِكَ مِنْ سُنَّتِيْ، وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَ مَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (سنن الترمذي، برقم:۲۶۷۸۔ أيضاً مشكاة المصابيح، برقم:۱۷۵)

اے بیٹے! یہ میری سنّت ہے اور جس نے میری سنّت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

امام حاکم نے سندِ متصل کے ساتھ ابنِ عباس سے طویل حدیث نقل کی ہے، جس کا ایک حصہ حدیثِ رسول کی حُجیت پر دلیلِ قاطع ہے:

إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تُضِلُّوْا أَبَدًا: كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّهٖ (المستدرك للحاكم ج ١ ص ٩٣۔ أيضاً أخرجه مالك في "المؤطا" برقم:۳ من كتاب القدر مرسلاً بلفظ آخر)

بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں کہ اگر انھیں پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے کتاب اللہ اور اللہ کے نبی کی سنّت۔

جو بھی مسلمان ہے، وہ اپنے دل میں آقا و مولا سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ضرور رکھتا ہے کیونکہ خُدا کی اطاعت رسولِ اکرم ﷺ کے اتباع کا نام ہے، اور دین و شرع کا اصل محور ہے ذاتِ محمد رسول اللہ ﷺ پھر یہ ناممکن ہے کہ سرکار سے محبت ہو اُن کی احادیث، اُن کی سنّت سے محبت نہ ہو؟ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کے انمول موتی ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں جن سے ثابت ہے کہ قرآن پاک اسلامی قانون کا اولین مآخذ ہے اور اس میں ہر چھوٹی بڑی چیز موجود ہے۔ وہ ''تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ'' ہے۔ مگر اس تبیان کا ذریعہ، فرمانِ رسول، اور زبانِ مصطفیٰ ہے۔ جس طرح ذاتِ رسول "آئینۂ خُداوندی" ہے اسی طرح فرمانِ رسول ارشاداتِ رَبّانی کی توضیح و تشریح ہے۔

حضرت علامہ امام شاطبی قرآن و سنّت کے باہمی ربط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

السُّنَّةُ راجعةٌ في معنا ها إلى الكتاب فهي تفصيلُ مُجملِه و بيانُ مُشكلِه و بسطُ مُختصرِه (الموافقات ج ٤ ص ١٢)

سنّت حقیقت میں قرآن کی طرف راجع ہے یہ قرآن کے مجملات کی تفصیل، مشکلات کا بیان، اور اس کے مختصرات کی تشریح ہے۔

حافظ ابنِ قیّم سنّت کے قرآن سے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سنّت کا قرآن سے تین قسم کا تعلق ہے۔ ایک تو یہ کہ سنّت مکمل طور پر قرآن کے موافق ہو، پس قرآن و سنّت کا توارد ایک ہی حکم کے بارے میں ایسا ہو، جس طرح کوئی دلائل ایک ہی حکم کے بارے میں وارد ہوں، دوسرا یہ کہ سنّت قرآن کے لیے بیان ہو اور تفسیر بن رہی ہو، تیسرا یہ کہ وہ ایسے حکم کو واجب کر رہی ہو جس سے قرآن خاموش ہو، یا کسی ایسی چیز کو حرام کر رہی ہو جس کے حرام کرنے سے قرآن ساکت ہو۔ (اس سے معلوم ہوا کہ سنّتِ رسول بھی ذریعۂ تحلیل و تحریم ہے جو لوگ رسول کو بالکل بے اختیار سمجھتے ہیں وہ ابنِ قیّم کے اس قولِ صریح سے سبق لیں)

''سنن ابوداؤد'' میں حضرت مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یاد رکھو مجھے خدا کی کتاب دی گئی ہے اور اس کی مثل (سنّت) بھی اس کے ساتھ عطا ہوئی ہے۔ خبردار! عنقریب کچھ شکم سیر مزین تختوں کی ٹیک لگا کر کہیں گے، صرف قرآن کو لازم پکڑو۔ اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو، اور جو حرام ہے اسے حرام جانو۔ (سنن ابی داؤد، برقم:٤٦٠٤۔ أيضاً سنن الترمذي، برقم:٢٦٦٤۔ أيضاً سنن ابن ماجة، برقم:١٢۔ أيضاً سنن الدارمي، برقم:٥٨٦۔ أيضاً المسند: ٤/١٣٢)

اس حدیث پاک نے منکرینِ حدیث کا بارے میں مسلمانانِ عالم کو بہت پہلے ہی خبردار فرما دیا تھا۔ جو مسلمان اب تک بے خبر تھے باخبر ہوں۔

کیا حدیث کے بغیر قرآنی احکام پر عمل ممکن ہے:

قرآنی احکام مجمل ہیں، ان پر عمل کرانے ہی کے لئے تو ربِّ تعالیٰ نے رسولِ اعظم واکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ معلّمِ کتابِ مبین بن کر اور حقیقی شارح ومفسرِ کتاب بن کر تشریف لائے گویا ربّ تعالیٰ نے جب قرآن کو بلا واسطہ نازل نہیں فرمایا۔ بلکہ رسول کے ذریعہ عالم تک پہنچایا۔ اسی سے یہ بات متبادر ہے کہ ہر کس وناکس کو قرآنی آیات کا ازخود مطلب متعیّن کرنے کا بھی حق نہیں بلکہ ہوا یہ کہ قرآن اُتارنے سے پیشتر ایک باوقار، امین وصادق پاکیزہ خصال برگزیدہ رسول کو مبعوث فرمایا گیا اور اُس کی سیرتِ طیبہ پر کامل اعتبار ووُثوق کو بھی دینِ صادق کی دلیل قرار دیا گیا، پھر اس باعظمت بزرگ رسول پر قرآن کو نازل کیا گیا اور پھر قرآن کو رسول کی تشریح وتوضیح اور بیان وتفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی ہدایت کی گئی۔ آیت پاک پھر تلاوت کیجئے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ﴾

(النحل: ۱۶/۴۴)

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یادگار (کتاب) اُتارا کہ تم لوگوں کو بیان کردو جو اُن کی طرف اُترا تاکہ وہ دھیان دیں۔

یہ روشن قرآنی ہدایت ہے۔ جو لوگ اپنے کو اہلِ قرآن کہتے ہیں۔ وہ کس قرآن پر عمل کرنا چاہتے ہیں جس میں یہ آیت نہیں ہے؟ یا اُن کے نزدیک اطاعتِ رسول، تبیینِ رسول کی آیات قرآنیہ معاذ اللہ کالعدم ہیں۔؟

قرآن مجید کو سمجھنے اور آیات واحکام کے مطالب مقرر کرنے کے لئے حدیثِ رسول سے مفر ممکن نہیں مثلاً

﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ (نماز قائم کرو اور زکوۃ دو) ہی کو لیجئے۔ ''الصلوٰۃ'' کو اگر لُغتِ عرب کے ذریعہ حل کریں گے تو آپ کو ملے گا کہ ''صلوٰۃ'' بمعنی دعا، صلوٰۃ، صَلَوَیْن کا مفرد ہے اور یہ پیٹھ کی دو رگوں کو کہتے ہیں، ''صلی اللحم'' اس وقت کہتے ہیں جب گوشت کو بھونا جائے یا جلانے کے لئے آگ میں ڈالا جائے، اکثر اہلِ لُغت اِسے دُعا کے معنی میں لکھتے ہیں۔ ''صَلَّیْتُ

لہ'' میں نے اس کے لئے دعا کی۔ ''تاج العروس'' میں ہے:

الصلوٰۃُ عبادۃٌ فیھا رکوعٌ و سجودٌ و ھذہ حقیقۃٌ شرعیّۃٌ الخ

یعنی، صلوٰۃ اس عبادت کا نام ہے جس میں رکوع وسجود ہوتے ہیں اور اس لفظ کا یہ معنی حقیقتِ شرعیہ ہے۔

گویا ''تاج العروس'' کی یہ توضیح ''صلوٰۃ'' کا مدلول خارج میں متعین ہونے کے بعد ظہور میں آئی ہے۔ ورنہ لُغتِ عرب سے تو ''صلوٰۃ'' بمعنی دعا سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ پھر بتایئے کیا مسلمانانِ عالم، منکرینِ حدیث کے بقول ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ'' کا مطلب خود مقرر کریں گے اور جتنے نمازی ہوں گے اتنی ہی قسم کی نمازیں پڑھیں گے۔ یا کیا طریقہ ہوگا؟؟

لامحالہ نہایت بداہت سے سمجھا جاتا ہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم ربِّ کائنات کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ عربی داں صحابہ کی نگاہِ استفسار کتاب وحکمت سکھانے والے، تبیین وتوضیح فرمانے والے، اور قوانینِ الٰہیہ کو اُسوۂ حَسَنہ کا نورانی جامہ عطا فرمانے والے رسول کی جانب اٹھی اور آپ نے اپنے عمل وبیان کے ذریعے مکمل نماز جو خُدائے تعالیٰ کو مقصود تھی ہمیں عطا فرمادی اور ارشاد ہوگیا:

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (صحیح البخاری، برقم:۶۳۱۔ أیضاً سنن الدارمی، برقم:۱۲۵۳۔ أیضاً المسند: ۵/۵۳)

جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسے تم سب بھی پڑھو۔

اسی طرح حکمِ زکوٰۃ پر عمل کرنے کے لئے بھی نصاب کا تعیُّن، کس شے پر زکوٰۃ ہے، اور کس شے پر نہیں۔ ان سب کی تفصیلی تعیین حدیثِ رسول ہی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح حج کو لیجئے، قرآن مجید کے ذریعہ حج کے مہینوں کا تعین ہوجاتا ہے۔

عرفات سے لوٹنے کا ذکر مل جاتا ہے، طوافِ بیت اللہ کا حکم بھی ہے، اب دنیا کا کوئی مسلمان حدیثِ رسول سے بے گانہ ہوکر قرآن مجید کی آیۂ کریمہ:

﴿لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً﴾ (آل عمران:۳/۹۷)

اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

پر کس طرح عمل کرے؟ ''اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ''یعنی حج کے مقررہ مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن) میں کون مقرر کرے گا حج کب ہوگا؟ عرفات میں کب قیام ہوگا؟ خانہ کعبہ کا طواف کس طرح کتنی بار ہوگا؟ کہاں سے طواف کی ابتداء کرنی ہے اور دورانِ طواف کیا کرنا ہے؟ قرآن میں احرام کا حکم بھی ہے مگر اس کی کیا صورت ہوگی، کب کہاں سے باندھا جائے گا؟ اس کی کیا کیا پابندیاں ہوں گی؟ اِن سب کی وضاحت کیسے ہوگی، خُدا نخواستہ منکرینِ حدیث کی اسکیم پر چل پڑتے تو دنیائے اسلام میں مرکزِ توحید میں جمع ہوکر اس عالمگیر اسلامی فریضۂ خداوندی کی ادائیگی کے مقاصد ہی فوت ہوجائیں اور اسلامی حج محض تفریح اور سیر سپاٹے جیسی کوئی چیز بن جائے کہ جو جب چاہے ان مہینوں میں حج کرے، جب چاہے قیامِ عرفات کرے، جیسے چاہے احرام باندھے اور جیسے چاہے طواف کرے اِس سے اور سب کچھ تو ہوگا، مگر مقصودِ الٰہ فریضۂ حج جو اسلام کا اہم رُکن ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس فریضۂ حج کی کامل ادائیگی کے لئے لامحالہ رسولِ خُدا ﷺ کی سنّت مبارکہ، حدیث کی جانب نگاہ اٹھانی پڑے گی، پھر سنّتِ رسول کے ذریعہ حج کے تمام اُمور واضح ہوکر سامنے آجائیں گے اور ''اَلدِّیْنُ یُسْرٌ'' کا منظر دنیا کے سامنے آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (النساء:۴/۴۳)

اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

تیمم کے سلسلہ میں طریقۂ تیمّم اور صرف وضو کے لئے تیمم ہے یا غسل کے لئے بھی؟ قرآن سے اس کی توضیح کہاں ہورہی ہے؟ چنانچہ ایک صحابی کو دورانِ سفر غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہیں تھا تو انھوں نے اپنے پورے جسم پر مٹی سے مسح کرلیا۔ اور خیال کیا کہ یہی طریقہ ہوگا مگر حضور سید عالم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو تیمّم کا وضو کا ہے وہی غسل کا بھی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکم ابن ابان نے دریافت کیا کہ اُمِ ولد کا کیا حکم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ آزاد ہیں۔ انھوں نے اس بارے میں دلیل قرآنی دریافت کی تو حضرت عکرمہ نے آیت کریمہ:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ

مِنْكُمْ﴾ (النساء:۴/۵۹)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو صاحبِ امر ہے اس کی''۔ تلاوت کردی۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (چور اور چورنی اُن کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو) مگر قرآن مجید نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کہ کتنا مال یا دولت چوری کرنے پر قطع ید ہے۔ اور ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے یا دونوں ہاتھ بیک وقت کاٹ لیے جائیں، یا ایک قطع ہوگا تو پہلے کون سا؟ داہنا یا بایاں؟؟

اسی طرح قرآن مجید میں ہے ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (اللہ نے تجارت کو حلال اور زیادتی کو حرام فرمایا) لُغتِ عرب میں ربٰو زیادتی کو کہتے ہیں۔ اب اس کا تعیُّن کیسے ممکن ہے کہ کتنی زیادتی اور کس نوعیت کی زیادتی حرام ہے؟

اب اس کی تشریح وتوضیح مثلاً یہ حدیث پاک ہے:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَ الْبُرُّ بِالْبُرِّ وَ الشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَ التَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَ الْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ، وَ الْفَضْلُ رِبًا (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربا)

بیع کرو سونے کو سونے کے بدلے میں، چاندی کو چاندی کے عوض، اور گیہوں کو گیہوں کے، جَو کو جَو کے، کھجور کے کھجور کے، اور نمک کو نمک کے بدلے، جنس بجنس برابر برابر دست بہ دست اور زیادتی ربٰو (یعنی سود) ہے۔

یہ اور اسی طرح دیگر احادیث پیش نگاہ نہ ہوں تو بیع اور ربوا میں تفریق کس ذریعے سے ہوگی؟

بعض احکامِ حدیث قرآن کی طرح واجبُ العمل ہیں:

مُحقّقِ عصر علامہ مفتی شریف الحق امجدی ادام اللہ انوارہٗ ''نزہۃ القاری شرح بخاری'' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں، جو قرآن مجید میں مذکور نہیں، صرف حضور اقدس ﷺ نے

ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجبُ العمل قرار پائے مثلاً

(۱) "اذان" قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں، کہ نماز پنجگانہ کے لیے اذان دی جائے، مگر اذان عہدِ رسالت سے لے کر آج تک شعارِ اسلام رہی اور رہے گی۔

(۲) نمازِ جنازہ، قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں، مگر یہ بھی فرض ہے۔ اس کی بنیاد ارشادِ رسول ہی ہے۔

(۳) بیتُ المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں، مگر تحویلِ قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا۔ یہ بھی صرف ارشادِ رسول سے ہی تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں، مگر یہ بھی عبادت ہے، اس کی بنیاد صرف ارشادِ رسول ہی ہے اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی، تو کوتاہی کرنے والے کو تنبیہ کی گئی، مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں ایک قافلہ آ گیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (الجمعہ:۶۲/۱۱)

انھوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے آپ فرما دیں وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

یہ صرف اس بناء پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشادِ رسول بھی واجبُ الاعتقاد والعمل ہے۔ اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

بابِ استدلال میں کیفیتِ احادیث:

احادیث میں جن چیزوں کا اثبات ہوتا ہے۔ ''نزہۃ القاری'' کے مقدمہ میں علامہ موصوف نے اُن کی چار قسمیں درج کی ہیں:

عقائدِ قطعیہ: جیسے توحید، رسالت، قرآن کا کتاب اللہ ہونا، اِن کا اثبات صرف حدیثِ

متواتر سے ہوگا۔

عقائدِ ظنیہ: جیسے احوالِ قبر، میزانِ عمل وغیرہ ان کا اثبات خبرِ واحد سے بھی ہوتا ہے۔

احکام: اِن کے اثبات کے لیے حدیث صحیح یا کم از کم حسن لغیرہ کی ضرورت ہے۔

فضائل ومناقب: خواہ فضائلِ اعمال ہوں یا فضائلِ شخصیات اِن سب کے لئے حدیثِ ضعیف بھی بالاتفاق معتبر ہے۔ (مقدمة نزهة القاری شرح صحيح البخاری للعلامة الشيخ محمد شريف الحق الامجدی، ج ۱ ص ۴۲،۴۳)

خلافتِ راشدہ اور مشعلِ سنّت:

آیئے ذرا رسول ﷺ سے بلا واسطہ اسلام و ایمان اور شریعت کے قوانین سیکھنے والوں اور سارے عالم میں نائبِ رسول کی حیثیت سے قرآن وحدیث کی تعلیمات کی اشاعت فرمانے والوں کے حالات میں بھی سنّت کی حیثیت کو تلاش کیا جائے۔

دربارِ صدیق میں ایک عورت آئی، اس کے نواسے کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے حقِ وارثت کا مطالبہ کیا، نائبِ رسول اکرم ﷺ نے فی الوقت اُسے جواب دیا کہ تمہارے حق میں قرآن مجید کے اندر کوئی حکم نہیں ہے اور جہاں تک مجھے معلوم سنّت میں بھی نہیں، اب تم جاؤ میں اس سلسلہ میں لوگوں سے معلوم کروں گا۔ آپ نے اس سلسلہ میں صحابہ سے دریافت فرمایا، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

''میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، سرکار نے اسی طرح کے ایک قضیہ میں نانی کو وارثت سے چھٹا حصہ دلوایا تھا'' امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ اس حدیث کا اور بھی کوئی راوی ہے؟ تو انصار میں سے حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی اس روایت کی تصدیق کی اور اس مجلسِ رسول میں اپنی موجودگی کی شہادت دی۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس خاتون کے حق میں چھٹے حصے کا فیصلہ صادر فرما دیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض باب فی الجدة)

حضرت جابر بن زید صحابی نے کہا کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بار طواف کے

دوران مجھ سے فرمایا کہ تم بصرہ کے فقہاء میں سے ہو، قرآن مجید اور سنتِ رسول کے سوا کسی اور شے کے ذریعہ مسائل نہ بتانا، فتویٰ نہ دینا، اگر اس سے آگے بڑھے تو تم خود بھی ہلاک ہو جاؤ گے، اور دوسروں کو بھی برباد کرو گے، حضرت حسن بصری سے حضرت ابوسلمہ نے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ کیجئے گا جب تک قرآن یا سنت میں سے کوئی پیش نظر نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر کا ارشاد ہے کہ کوئی قول عمل کے بغیر، اور قول وعمل بلا نیت قابل قبول نہیں اور قول وعمل ونیت سب کے سب اس وقت تک مردود ہیں جب تک موافقِ سنّت نہ ہوں۔ کسی شخص نے حضرت مطرف بن عبداللہ سے کہا آپ ہمارے سامنے قرآن کے سوا کچھ اور نہ بیان کیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم قرآن کے بجائے کوئی اور چیز آپ لوگوں کے سامنے کبھی بیان نہیں کرتے۔ ہاں حدیثِ مصطفیٰ سُنا کر اس ذات کا ذکر کرتے ہیں جو ہم سب سے زیادہ قرآن کے عالم تھے، اسی طرح حضرت سعید بن جبیر نے حدیثِ رسول بیان کی ایک شخص نے کہا، قرآن مجید میں تو اس کے خلاف ہے۔ سعید بن جبیر نے فرمایا ''میں ایک حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر قرآن لا رہے ہو۔ رسول اکرم ﷺ تمہارے لحاظ سے کتاب اللہ کو بہتر جانتے تھے''۔ (جامع بیان العلم، ج ۲ ، موافقات الإمام الشاطبي ج ٤ ص ٢٦)

دربارِ فاروقی میں ایک بار ایک ثقفی نے دریافت کیا کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے کے بعد اگر کسی خاتون کو حیض آ جائے تو اُسے کُوچ کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے اپنے اجتہاد سے فرمایا نہیں، اس پر ثقفی نے کہا کہ اس مسئلہ میں رسول اکرم ﷺ نے اس کے خلاف حکم صادر فرمایا تھا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ یہ سُن کر جلال میں آ گئے اور اس ثقفی کو دُرّے سے مارا اور فرمایا جس چیز کے بارے میں حضور کوئی حکم دے چکے ہیں اس بارے میں مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟

گویا صحابۂ کبار اور خلفاءِ راشدین بعض اوقات کسی بات کا فیصلہ اگر اپنے اجتہاد سے کر دیتے اور بعد میں اس بارے میں حضور کی سنّت دریافت ہو جاتی تو فوراً اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیتے تھے۔ حتی الوسع ہر نامعلوم مسئلہ میں پہلے احادیثِ رسول معلوم کرنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

شوہر کی دیت سے عورت کو وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ کسی کو شاید حضور کا کوئی فیصلہ معلوم ہو؟ چنانچہ ضحاک بن

سفیان نے انھیں بتایا کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے انھیں لکھا تھا کہ اشیم ابن الضبی کی زوجہ کو اس کی دیّت میں سے حصہ دیا جائے۔ (معالم السنن كتاب الديات ج ٤ ص ١٠٥، ١٠٦)

حضرت عمر اس سلسلہ میں اپنے اجتہاد سے بیوی کو دیت سے وراثت نہ دینے کا فیصلہ دے چکے تھے، اس حدیثِ پاک کی دریافت کے بعد اپنے فیصلہ سے رُجوع فرما لیا۔

اس طرح جنین (ناپختہ حمل) کی دِیت کے بارے میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیاس کیا تھا کہ، گائے بکری وغیرہ دے دی جائے مگر مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ انصاری نے بتایا کہ رسولِ خُدا ﷺ نے غلام یا باندی آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اس حدیث پاک کے علم ہونے کے بعد آپ نے اس کے مطابق فیصلے صادر فرمائے۔ (معالم السنن كتاب الديات ج ٤ ص ١٠٥، ١٠٦)

یہی سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک شام کا سفر فرما رہے تھے۔ دورانِ سفر کسی مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے آپ یہ سُن کر بہت متردّد ہوئے کہ سفر جاری رکھنا چاہیے یا لوٹ کر مدینہ طیبہ جانا چاہیے۔ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ موجود تھے انھوں نے خبر دی اور حدیثِ رسول سُنائی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شہر میں وبا پھیلی ہوئی ہو تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر تم خود کسی وبا زدہ شہر میں ہو تو اس کے خوف سے شہر نہ چھوڑو، یہ سُن کر امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسی مقام سے مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔

تمسّک بالسُّنّہ کے بارے میں دو صحابہ کا ایک واقعہ:

عمران بن حصین صحابیِ رسول کا ایک واقعہ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ شبیب بن فضالہ مکی سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کے سامنے شفاعت کے موضوع پر روشنی ڈالی، اور حدیثِ رسول بیان کی، اس مجلس میں ابوالجنید نامی ایک شخص نے کہا، آپ تو ہمارے سامنے وہ احادیث لا رہے ہیں قرآنِ مجید میں جن کا سُراغ نہیں ملتا۔

ابوالجنید کی یہ بات سُن کر عمران رضی اللہ عنہ سخت برہم ہوئے اور فرمایا:

حضرت عمران: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

ابوالجنید: جی ہاں

حضرت عمران: کیا تم نے قرآن میں کہیں یہ پایا کہ فجر کی فرض رکعتیں دو ہیں، مغرب کی تین ظہر وعصر وعشاء کی چار چار؟

ابوالجنید: نہیں

حضرت عمران: کیا ان سب رکعتوں کا علم تم لوگوں نے ہم سے نہیں حاصل کیا، اور کیا ہم نے حضور اکرم ﷺ سے نہیں سیکھا؟

عمران بن حصین: کیا تم لوگوں کو قرآن میں کسی ایسی آیت کا علم ہے، جس میں بتایا گیا ہو کہ اتنی بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ کی اور اتنے اونٹوں میں ایک اونٹ زکوٰۃ کا؟ اور اس قدر درہموں میں ایک درہم زکوٰۃ کا، واجب الادا ہیں۔

ابوالجنید: نہیں، ہمیں تو ایسی آیات کا علم نہیں۔

عمران بن حصین: کیا ان تمام چیزوں کا نصاب تم نے ہم سے اور ہم نے رسولِ خُدا ﷺ سے نہیں سیکھا؟ قرآن مجید میں ہے **﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾** تو کیا قرآن نے یہ بھی بتایا کہ سات طواف کیا کرو، اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرو؟

کیا تمہیں قرآن میں یہ بھی نظر آیا لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ، اسلام میں نہ جلب ہے نہ جنب نہ شغار۔ (واضح رہے کہ جلب وجنب زکوٰۃ وصول کنندگان کا یہ رویہ کہ زکوٰۃ کے مویشیوں سے دُور خیمہ لگا کر ان کے مالکان کو زکوٰۃ کی ادائیگی پر مجبور کرے، اور شغار کا مطلب یہ کہ اپنی بیٹی یا بیٹے کا اس شرط پر نکاح کا منظور کرنا کہ فریق ثانی اپنے بیٹے یا بیٹی کا رشتہ اس کے ساتھ بطور بدل کرے۔)

کیا تم نے سُنا نہیں، یہ ارشاد قرآن ہی کا ہے:

﴿وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر:۵۹/۷)

اسلامی احکام (جن کا تعلق عبادات ومعاملات سب سے ہے) ہم سب لوگوں کو رسول اکرم ﷺ سے ملے ہیں۔ یہ وہ چیزوں ہیں جن سے تم ناواقف ہو، باوجودیکہ قرآن مجید پڑھتے ہو۔ (مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة ص ۶۰۵)

اساطینِ اُمّت کے اقوال:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''کوئی شے ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو، مگر ہماری عقل اور فہم کی رسائی وہاں تک نہیں ہو پاتی، اس لیے رب تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو خطاب فرما کر یہ اہم ذمہ سرکار کو سپرد کیا''۔

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل:۱۶/۴۴)

تاکہ تم لوگوں سے بیان کردہ جو ان کی طرف اُترا۔

امام شافعی کا فرمان ہے کہ سنت ثابتہ قرآن کے منافی نہیں ہے بلکہ قرآن کی تائید کرنے والی ہے، خواہ قرآن میں الفاظ سنّت کی صریح نص نہ ہو، اس لیے کہ قرآن مجید کو کوئی بھی اس طرح نہیں سمجھ سکتا جس طرح رسول اکرم ﷺ نے سمجھا ہے۔

امام یحییٰ بن کثیر نے فرمایا کہ:

سنّت کتاب اللہ پر حکم کرنے والی ہے، اور کتاب سنّت پر حکم نہیں کرتی۔

حضرت مکحول دمشقی کا فرمان ہے کہ:

قرآن کو سنت کے زیادہ احتیاج ہے۔ باعتبار اس کے کہ، سنّت کو قرآن کی ضرورت ہو۔

حافظ الحدیث ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا کہ حضرت مکحول کے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ، کتابُ اللہ (قرآن) کے لیے سنت (حدیث) مُبیّن ہے یعنی ان کے حقیقی مراد کو واضح کر دیتی ہے۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۱)

سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اَلسُّنَّةُ قَاضِيَةٌ عَلَى الْكِتَابِ (یعنی سنت کتاب کتاب اللہ پر حکم کرنے والی ہے) کے بجائے اس کی تعبیر یوں ہونی چاہئے:

إِنَّ السُّنَّةَ تُفَسِّرُ الْكِتَابَ وَ تُبَيِّنُهُ (جامع بیان العلم، ج ۲ ص ۱۹۱)

حدیث قرآن کی مُفسِّر اور مُبیِّن ہے۔

عُروجِ اسلام اور موجودہ دَور کا فرق:

عُروجِ اسلام کے اَدوار میں بھی وقتاً فوقتاً ایسے شوریدہ سر اُبھرتے رہے ہیں جن افکار و خیالات کو شیطان نے اپنی آماجگاہ بنا کر فتنہ و فساد کی بناء ڈالی، مگر جب تم مسلمانوں میں دین کی محبت راسخ تھی، علمی سرگرمیاں زوروں پر تھیں فتنوں کی آواز بہت جلد دب جایا کرتی تھی، بخلاف عصرِ حاضر کے، جب کہ آزادی کے نام پر ہر جہالت و ضلالت کو پنپنے کے خوب خود مواقع ملتے ہیں۔ اور مادی تائیدیں بالخصوص اسلام دشمن ہر فرقے کو عالمگیر مخرب قوتیں شیرِ حیات بہم پہنچاتی ہیں۔ موجودہ دَور میں مرزائیت، قادیانیت اور بہائیت اس بات کی واضح مثالیں ہیں، جو نصرانیت و یہودیت کے تخم سے برآمد شدہ پودے ہیں، اور انہی مراکز سے انھیں فروغ پانے کے تمام وسائل میسر آتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ہمیں صبیغ بن عسل تمیمی نامی ایک شخص کا سراغ ملتا ہے، جو بدمذہب ہو گیا تھا، اور قرآن مجید کی آیات متشابہات کے ذریعہ لوگوں میں کچھ نئے، خیالات جو قرآن و حدیث سے الگ تھے، پھیلا رہا تھا۔

دَورِ فاروقی میں بدمذہبی کا انسداد:

امام احمد رضا قادری قدست اسرارہم "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد دہم کتاب الحظر والاباحۃ کے تحت ایک فتوے کے ذیل میں اس کے اَحوال (امام) دارمی، نصر مقدسی اور ابن عساکر کی روایتوں کے ذریعہ، کتاب الحجۃ لابن انباری، کتاب المصاحف اور کتاب السنۃ کے حوالوں سے نقل کرتے ہیں کہ:

عراق میں ایک شخص صبیغ بن عسل تمیمی کے ذہن میں کچھ خیالات بدمذہبی گھومنے لگے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور، عرضی حاضر کی گئی، طلبی کا حکم صادر فرمایا، وہ حاضر ہوا، امیر المؤمنین نے کھجور کی شاخیں جمع کر رکھیں، اور اسے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا، فرمایا تو کون ہے؟ کہا میں عبد اللہ صبیغ ہوں فرمایا اور میں عبد اللہ عمر ہوں اور ان کی شاخوں سے مارنا شروع کیا، خون بہنے لگا،

پھر قید خانے بھیج دیا، جب زخم اچھے ہوئے پھر بلایا، اور ویسا ہی مارا، پھر قید کر دیا، سہ بارہ **پھر** ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ وہ بولا یا امیر المؤمنین! واللہ وہ ہَوا، اب میرے سر سے نکل گئی، امیر المؤمنین نے اسے حاکمِ یمن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اور حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے، وہ جدھر گزرتا اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے سب متفرق ہو جاتے، یہاں تک کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرضی بھیجی، یا امیر المؤمنین اب اس کا حال صلاح پر ہے، اس وقت مسلمانوں کو پاس بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (الفتاویٰ الرضویۃ ج ۱ ص ۲۵۶، ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۸۱)

یہ فتنہ نیا نہیں:

حُجیتِ حدیث کے انکار کا فتنہ دورِ حاضر کی مذہب بیزار فضا پا کر دیگر فتنوں کی طرح پھیل گیا۔ اور مستشرقین کی اسلام دشمن فکر نے نئے شوشے گوشے دے کر نام نہاد موڈرن مسلمانوں کو آگے بڑھا دیا اور وہ لوگ جو مردم شماری کے رجسٹر میں اپنا نام مسلمانوں کے خانے میں لکھوانا بھی بجبر و اکراہ گوارا کرتے ہیں وہ ان کے مؤید ہیں۔ آج آپ نظر اٹھایئے تو انکارِ حدیث کے علم برداران میں وہی سرخیل نظر آئیں گے۔ ویسے پتہ یہ چلتا ہے کہ اس فتنے کی ابتداء نویں صدی ہجری میں ہوئی تھی اور کسی سرپھرے نے دبی زبان سے یہ جسارت کی ہوگی، چنانچہ اس دَور کے جید عالمِ ربانی حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کی تردید کرتے ہوئے "مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ" نامی کتاب تصنیف فرمائی تھی، ابن حزم اندلسی نے اپنی تصنیف "احکام الاحکام" میں فتنہ انکارِ حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

> "دنیا میں اس سے بدتر فتنہ نہیں ہوسکتا کہ انسان قرآن کو کتابِ خدا تسلیم کرے، اور رسالتِ محمدی ﷺ کا اقرار کرے اور اس کے باوجود احادیثِ رسول کی تشریعی حیثیت کا منکر ہو"۔ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۱۰۲)

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم:

چند ایک مادر زاد اندھے مل کر اگر یہ غوغا کریں کہ سورج کا کوئی وُجود ہی نہیں، کائنات میں

روشنی کا کوئی ایسا منبع و مرکز موجود ہی نہیں ہے جس سے عالم مُنوّر ہے، تو اس سے حقیقتاً آفتابِ عالم تاب کے وُجودِ مسعود اور اس کی فیض رسانیاں کم نہیں ہو جاتیں، قُرونِ اُولیٰ سے رہتی دنیا تک اہلِ اسلام کتابُ اللہ کے بعد حدیثِ رسول ﷺ کو دین وشریعت کی اساس مان رہے ہیں اور مانتے رہیں گے۔ اور اس سے الگ ہو کر نہ دین دین رہ جائے گا اور نہ ہی شریعت شریعت اور بحمدہٖ تعالیٰ احادیثِ مصطفیٰ کا استناد تاریخِ عالم میں ایسا مثالی ہے کہ وُجودِ عالم سے قیامت تک آنے والی کوئی قوم وملّت اس کے پائے کو پہنچ ہی نہیں سکتی۔ خُدا کی بے شمار رحمتیں ہوں علماءِ جرح وتعدیل پر جنھوں نے محنتِ شاقہ سے کام لے کر ایک ایک حدیث کے سلسلۂ رُواۃ میں آنے والی شخصیات کی زندگی کے شب وروز کھنگال کر رکھ دیے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی احادیث کو منقّح کر دیا۔

دَورِ نبوی اور دَورِ صحابہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک علم نام ہی تھا حدیثِ رسول کا۔ اِن مقدّس حضرات میں سب سے زیادہ عالم وہی ہوتا تھا جو کتابُ اللہ کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ احادیثِ رسول کا علم رکھتا تھا۔

ذخیرۂ احادیثِ نبوی مسیحی بائیبل نہیں:

مستشرقین میں سے سر ولیم میور، اور گولڈ زیہر نے دراصل ''انکارِ حدیث'' کے بیج بوئے ہیں اور فتنہ پھیلایا ہے کہ حدیثِ رسول کی کتابت کا کام حضورؐ کی وفات کے نوے برس بعد شروع ہوا۔ پھر ہندوپاک میں ان کے پیروؤں نے کچھ اور بڑھا چڑھا کر یہ پروپیگنڈہ کیا کہ حدیث کی کتابت دو برس بعد ہوئی۔ کم نظر مسیحی معترضین نے احادیثِ رسول آخر الزماں ﷺ کو بھی اپنے موجودہ اناجیل (Bible) پر قیاس کیا۔ جن کے بارے میں مسیحی دنیا کہتی ہے کہ بعد مسیح علیہ السلام ان کے حواریوں نے الہام کے ذریعہ مرتب کیں اور جن کی دونوں اقسام عہد نامہ قدیم Old Testament اور عہد نامہ جدید New Testament میں بہت بڑا حصہ ایسا ہے جن کی صحت پر دَورِ قدیم سے آج تک کے مسیحی ذمہ داران کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ اور قسطنطین اول (۳۲۷ء) نے اپنے دَور میں انتشار وافتراق کے شکار مسیحی ذمہ علماء کو شہر نائس میں بٹھا کر اناجیل کے ڈھیروں مختلف نسخوں میں سے کچھ پر متفق ہونے پر مجبور کیا۔ ۳۲۵ھ کی اس کانفرنس نے مسیحیوں کو موجودہ

بائیبل دی۔ اور اس میں بھی مسیحی علماء، وقت اور حالات کے مطابق حذف واضافہ کرتے رہتے ہیں۔ مسیحیوں کے محقق اذہان بھی ہرزمانے میں اس کی کُرید کرتے رہے کہ آخر پطرس جسے خود عیسیٰ مسیح نے اپنے حواریوں سے خارج کر دیا تھا۔ موجودہ مسیحیت کی ساری اساس وہی شخص بنا۔ پھر ایسے غیر معتمد شخص کے ذریعہ منصۂ شُہود پر آنے والے مذہبیت کا اپنا وقار کیا کچھ ہے؟ مسیحیوں کی اساس اوّلین میں عہد نامہ قدیم کا معاملہ تو بہت پُرانا ہے۔ خود اناجیل اربعہ (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) کا یہ حال ہے کہ نہ ان کو کوئی سند موجود ہے، نہ یہ واضح ہوتا ہے کہ واقعی وہ ان حواریوں ہی کی تحریر کردہ ہیں، یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی؟ مسیحی علماء اور شارحینِ اناجیل نے انھیں اصلی اور حقیقت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا، مگر آج تک وہ بھی ظن وتخمین سے بلند ہو کر یقینی دلائل نہ لا سکے، اور تھک ہار کر دبی ہی زبان سے سہی مگر یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ دوسری صدی مسیحی سے پیشتر ان انجیلوں کا کہیں نام ونشان موجود نہیں تھا۔ اناجیل اربعہ کے سلسلہ میں مسیحیوں کی اندرونِ خانہ بے چینی کا حال معلوم کرنے کے لیے ہزاروں معترضانہ تحریروں میں سے، یہاں محض ایک قول، مسٹر برنٹ ہلمین اسٹریٹر کا نذرِ ناظرین ہے۔ وہ اپنی کتاب Four Gospels، میں لکھتے ہیں:

> عہد نامہ جدید کی تحریروں کو جو الہامی نسخوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے، کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا، جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے اداروں نے اتفاق کر لیا تھا؟ یہ ہمیں معلوم نہیں ہے ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ۱۸۰ء کے لگ بھگ اناجیل کو انطاکیہ افسس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ (فور گاس پیلس مطبوعہ نیویارک ص Four Gospels P7۷)

اشاعتِ حدیث کی ترغیب:

رسولِ خُدا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ کریمہ کی **اشاعت وتعلیم منصب نیابتِ رسول** کی اہم مسئولیت ہے۔ یہ دین وشریعت کا خزینہ ہے۔ **علمِ حدیث، معالیِ اسلام، تشریحِ شرائع** اور اصولِ حیات کا گنجینہ ہے۔ یہی وہ **نورانی سلسلہ ہے جس کے سبب اسلام تمام ادیانِ عالم پر فائق** ہے۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے **احادیث پاک کی تعلیم وتعلم پر جاں باز صحابہ** کو آمادہ فرمایا۔ شوق دلایا،

ترغیب دی اور علمِ حدیث میں مشغول ہونے والوں کے لیے دعا بھی فرمائی ہے۔ ارشادِ رسول ہے:

حَدِّثُوْا عَنِّیْ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴)

میری حدیث دوسروں کو پہنچاؤ۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے ترویجِ حدیث میں انہماک رکھنے والوں کو کیسی پیاری دعا سے نوازا ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (مشكوٰة كتاب العلم بحواله ابن ماجه و دارمی ج ۱ ص ۳۵)

خدا اُس شخص کو شاداب رکھے جس نے ہم سے کچھ سُن کر لوگوں کو اسی طرح پہنچا دیا جیسے سنا تھا۔

حجۃ الوداع کے خطبہ بلیغہ کے ذریعہ عالمِ انسانیت کو رسول اکرم و اعظم ﷺ نے امن و سلامتی کا منشور عطا فرمایا تھا اس وقت بھی آپ نے حاضرین و سامعین پر یہ ذمہ داری عائد فرمائی تھی:

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (صحيح مسلم كتاب القيامة باب تغليظ تحريم الدماء الخ ج ۲ ص ۶۰)

جو موجود ہے وہ غائب تک پہنچا دے۔

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (صحيح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، بحواله نزهة القاری ج ۱ ص ۲۵)

میری ہر بات دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور جو بالقصد مجھ پر جھوٹ باندھے گا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ: الَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِيْ وَ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ (الترغيب والترعيب ص ۸۷ بحواله نزهة القاری ج ۱ ص ۲۵)

اے اللہ! میرے جانشینوں پر رحمت فرما، ہم (صحابہ) نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے جانشین کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں میری احادیث کو روایت

کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ (سنن ابی داؤد کتاب العلم ج ۲ ص ۱۲۶، جامع ترمذی کتاب العلم ج ۲ ص ۹۰، بحواله نزهة ج ۱ ص ۲۵)

اس شخص کو اللہ تر و تازہ رکھے، جس نے میری حدیث سُنی پھر اسے یاد کیا تا کہ دوسرے تک پہنچائے

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاملینِ فرامینِ رسول ہیں۔ ایمان اور عشقِ رسول کی پوری سرگرمی کے ساتھ انھوں نے حدیثِ رسول کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیا۔ ایک ایک حدیث کی سماعت کے لیے مہینے مہینے بھر کا سفر صعوبت برداشت کرنا ان کے کمالِ عشق کی دلیل ہے۔

صحابہ اور علمِ حدیث:

دنیاوی تاریخ، اقوام و ملل اور سلاطین و مدن کی تواریخ کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ عرصۂ دراز تک قصوں اور کہانیوں کی شکل میں لوگوں میں عام رہیں اور بعد میں کسی لکھنے والے نے انھیں لکھ دیا۔ بعد والوں کے لیے وہی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ روایت کرنے والے اور تاریخ کے مدوّن و مرتب کرنے والوں کے خود ذاتی حالات کیا تھے؟ زمانے اور حالات سے وہ کتنے متاثر تھے اور صدق و کذب کی صفات میں سے اُن کی فطرت پر کس کا غلبہ تھا؟ ان کی تحقیق کے کیا ذرائع ہیں؟ یوں ہی قدیم قلمی کتابوں، آثارِ قدیمہ کے کتبوں اور دیگر ذریعہ معلومات کا حال ہے۔ اُن کے ذریعہ حاصل شُدہ مواد محض قیاسی اور ظنّی ہوتا ہے۔ آج کے دور کا عام رجحان یہ ہے کہ کرم خوردہ قلمی کتابیں چاہے جو بھی مل جائیں لوگوں میں بہت مستند سمجھی جاتی ہیں۔ بہر حال عرض یہ ہے کہ موجودہ دنیا میں جس چیز کا نام تاریخ ہے اس کی تو یہ حالت ہے اور اسلام کے سوا دیگر اکثر ادیان کی تاریخ کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔ مگر اسلام جو خدا کا آخری پسندیدہ دین ہے اس کے مآخذ روزِ اوّل سے تا امروز سب کے سب آفتاب کی طرح روشن ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ بھی قرونِ اُولیٰ سے تا امروز حفاظت و صیانت کے اعلیٰ ترین قدرتی انتظامات سے بہرور رہا ہے جسے عام دنیاوی یا مذہبی تواریخ چیلنج نہیں کر سکتیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو زبان

رسول کے اوّلین مُخاطَب تھے۔ اطاعت وانقیاد، اور محبت ومودّتِ رسول میں اس قدر سرشار تھے کہ مؤرّخینِ عالم کو ان کی مثال تلاش کرنا ناممکن ہے۔ وہ رسول کے حکم کی تعمیل میں احادیث کو پڑھتے پڑھاتے لکھتے لکھاتے اور عمل میں لاتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے حزم واحتیاط کا عالَم نہ پوچھے۔

کس ذات پر جلال کا ذِکرِ جمیل ہے — لرزیدہ جسم، رونگٹے استادہ با ادب

روایتِ حدیث میں حَزم واحتیاط:

آپ ہیں مشہور عاشقِ رسول صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے مخصوص جذباتِ عشق ومحبت کے اسلوب میں فرماتے ہیں:

أَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ أَبُو الْقَاسِمِ......أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ

آگے کچھ زبان سے ادا نہیں کر پاتے اور غش کھا کر گر پڑتے ہیں، کبھی چیخ مار کر بے ہوش ہوجاتے ہیں۔ اور یہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ سے ...ثِ رسول کی سماعت کرنے والوں کا بیان ہے کہ آپ حضور اقدس ﷺ کی طرف منسو... ے بہت کم حدیثیں بیان کرتے اور جب بیانِ حدیث میں سرورِ عالَم ﷺ کا نام نامی آتا تو آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا، لباس جو زیبِ تن ہوتا اس سے جسم کی تھرتھراہٹ ظاہر ہوتی، گردن کی رگیں بھول جاتیں اور آنکھیں اشکوں سے تر ہوجاتیں۔ (مستدرك حاكم)

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث کا بیان شروع کیا، پھر فرمایا ڈر لگتا ہے کوئی زیادتی یا کمی نہ ہوجائے، مگر اس حدیث کو عمّار نے بھی سُنا اس لیے بیان کرتا ہوں۔ عمّار سے بھی بُلوا کر پوچھ لو، حضرت عمّار کو بُلوا کر دریافت کیا تو انھوں نے بھی تصدیق کی۔ (نزهة القاری شرح صحيح البخاری، ج ١ ص ٢٦)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہوگئے تو آپ نے حدیث بیان کرنا بند کردیا۔ کوئی اگر حدیث دریافت کرتا تو فرماتے اب ہم بوڑھے ہوگئے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کی حدیث بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ (سنن ابن ماجة ص ٤، بحواله نزهة القاری ج ١ ص ٢٧)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے تلامذہ کو تاکید فرماتے کہ جب حدیث بیان کرو تو اس کو پہلے

تین دفعہ دہرالو۔ (سنن الدارمی ص ٧٨، بحواله نزهة القاری ج ١ ص ٢٧)

حضرت زبیر ابن العوام کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے عرض کیا جیسے اور لوگ حدیث بیان کرتے ہیں اسی طرح آپ کیوں نہیں بیان کرتے تو فرمایا بیٹے! میں ہمیشہ سفر وحضر میں حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ رہا مگر چونکہ حضور کا ارشاد ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔

گویا مجھے اندیشہ ہے کہ سہواً کبھی ایسا نہ ہوجائے کہ کوئی کلمہ حضور کی جانب غلط منسوب کر بیٹھوں اس لیے بیانِ حدیث سے احتیاط کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے دو ہزار چھیاسی احادیث مروی ہیں، فرماتے ہیں:

"بہت زیادہ احادیث بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (صحيح البخاری ج ١ ص ٢١، بحواله نزهة القاری ج ١ ص ٢٦)

آپ کو جس حدیث کے بارے میں ذرا بھی شبہ ہوتا کہ اچھی طرح یاد نہیں، اُسے بیان نہیں کرتے اور فرماتے غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو بیان کرتا۔ (سنن الدارمی ص ٢٢، بحواله نزهة القاری ج ١ ص ٢٦)

بایں ہمہ حزم واحتیاط، بیانِ حدیث چونکہ ضرورتِ دین میں ہے، اور احکام وشرائع کا مآخذ ہے اس لیے صحابہ کرام نے اس کی تعلیم، اشاعت اور کتابت میں بنیادی کام سر انجام دیئے اس کا اندازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا قرآن مجید میں اگر یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو کوئی شخص حدیث بیان نہ کرتا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ (البقرہ:٢/١٥٩)

جو لوگ ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور آیات کو چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے کتاب میں واضح فرما چکے۔ اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے

والوں کی لعنت۔

﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ بَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ﴾ (البقرہ:۲/۱۶۰۔ نزهة القاری ج ۱ ص ۲۶،۲۷)

مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں، تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

راویانِ حدیث صحابہ کی تعداد:

یہ انتظامِ قدرت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی احادیث کریمہ کو ہزارہا صحابہ کرام اور صحابیات نے دنیا تک پہنچایا یہ کثیر التعداد مقدس گروہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم صحبت یافتہ اور عینی شاہد کی حیثیت سے حضور انور ﷺ کی حدیثوں کا امانت دار تھا۔ رسولِ خُدا کو اس پاکیزہ خصلت جماعت نے کس عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھا تھا یہ محتاجِ بیان نہیں۔

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں اُنگشتِ زناں — سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

فنِ رجال کے عظیم امام حضرت علی ابن ابی زرعہ سے دریافت کیا گیا کہ جن صحابہ نے حضور ﷺ کی احادیث کریمہ بیان کیں اُن کی تعداد کیا تھی تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی:

وَمَنْ رَاٰهُ وَ سَمِعَ مِنْهُ زِيَادَةٌ عَلٰى مِاۃِ اَلْفِ اِنْسَانٍ مِنْ رَجُلٍ وَ امْرَاَةٍ كُلُّهُمْ قَدْ رَوٰى عَنْهُ سِمَاعًا وَ رُؤْيَةً (الإصابة فى معرفة الصحابة ج ۱ ص ۳)

اُس وقت اُن حضرات کی تعداد جنھوں نے حضور کو دیکھا اور آپ سے سُنا تھا ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اُن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ سب حضور سے سُن کر اور دیکھ کر روایت کرتے تھے۔

کسی کو یہ شُبہہ نہ گزرے کہ امام ابن زرعہ نے اس وقت کے کُل صحابہ کی تعداد بتائی ہے نہیں بلکہ گروہِ صحابہ سے صرف راویانِ حدیث کی تعداد بتا رہے ہیں۔

اُمُّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا:

آقا و مولیٰ ﷺ سے جاں بازانہ محبت اور متابعتِ اَمر کے معاملات میں جس طرح مرد صحابہ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، عورتیں بھی پیچھے نہ رہیں، بلکہ صحابیاتِ رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہن نے بھی روایاتِ حدیث میں حصہ لیا ان میں بالخصوص اُمّہاتُ المؤمنین ہی کے توسط سے رسولِ اکرم ﷺ کی خانگی سیرتِ طیبہ، اور احوالِ خلوت بھی طالبانِ حق کے لیے مشعلِ راہ بنے۔ یہی نہیں بلکہ فقہ و کلام اور حدیث میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہاں بطور مثال اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لیجئے، آپ کا شمار مُکثِرینِ حدیث میں ہے، دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ شیخین (امام بخاری و امام مسلم) ایک سو چوہتر پر متفق ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ احکامِ شرعیہ میں چوتھائی حصہ آپ کے منقولات پر مشتمل ہے۔ آپ کا شمار مجتہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔ روایتِ حدیث اور فقاہت کے باب میں حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر حضرات عمر و علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ ابن عباس کے ساتھ ہوتا ہے۔ خلفاءِ راشدین کے اَدوار میں آپ فتویٰ دیا کرتی تھیں، علمِ کلام، اسرارِ دینیہ اور اسلامی تاریخ سب کے سب آپ کی روایات، دِقّتِ نظر، فقاہت اور منقولات سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ رؤیتِ باری، علمِ غیب، عصمتِ انبیاء، معراج، ترتیبِ خلافت، سماعِ موتی اور ترتیبِ قرآن، مدینہ میں فروغِ اسلام کے عِلل واسباب، جمعہ کا غسل، قصر نماز کی عِلّت، عاشورہ کے روزے کی حکمت، اسرارِ حج، ان کی علمی برتری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اسی طرح تاریخِ عرب کا علم، رسومِ جاہلیت کا بیان، انسابِ عرب، عربی معاشرت اُن کے ذریعہ ذخیرۂ احادیث میں آئے۔ آغازِ وحی کے احوال، واقعاتِ ہجرت، واقعۂ افک، نماز کی صورت، حضور کے احوالِ مرض الموت، غزواتِ بدر و اُحد و خندق، قُریظہ کے حالات، صلوٰۃ الخوف کی کیفیت اور فتحِ مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے حالات، حضور اقدس ﷺ کے اخلاق و عاداتِ کریمہ، خلافتِ صدیقی، حضرت فاطمہ کا دعویٰ میراث اور اسی کے سبب حضرت علی کا ملال ور پھر بیعت کے حالات کی تفصیل یہ سب کی سب عظیم معلومات و واقعات انہی کے ذریعہ ذخیرۂ احادیث کی زینت بنے ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ:

"ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات درپیش نہیں ہوئی کہ جس کو ہم نے اُمّ المؤمنین عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کی کوئی معلومات نہ ملی ہو"۔

عُروہ بن زبیر کا قول ہے:

قرآن، فرائض، حلال، حرام، فقہ، شاعری، طِب، تاریخِ عرب اور علمِ الانساب کا عِلم میں نے عائشہ سے بڑھ کر کسی میں نہیں دیکھا۔

تابعین کے سردار امام زہری فرماتے ہیں:

عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عِلم والی تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اکابر صحابہ کرام اُن سے سوالات کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۶)

اسی طرح صحابیات میں حضرت اُمِ سلمہ، اُمِ عطیہ، اسماء بنت ابی بکر، اُمِ ہانی، فاطمہ بنت قیس کثیر الروایۃ ہیں۔ حضرت اُمِ سلمہ سے ۳۷۸ حدیثیں روایت ہیں۔

اسناد اور جرح وتعدیل:

حضور رسول ﷺ کے اقوال، افعال، احوال اور تقاریر جو آج دنیا میں "حدیث" کے نام سے شائع ہیں ان کے سلسلہ میں مُحدّثین کرام اور علماء جرح وتعدیل نے احتیاط وتحفظ کی جن سخت پابندیوں کو اپنایا ہے۔ وہ دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں......؟

ایک طرف اشاعتِ حدیث کے سلسلہ میں سرورِ عالم ﷺ کی ترغیبات ومراعات اور ضرورتِ دینیہ کو مدِّ نظر رکھیے۔ دوسری طرف، حضور کی حدیثوں میں بے احتیاطی، خلط ملط اور کِذب بیانی کی مذمّت اور اس کا وبال بھی سامنے رہے، فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ (مقدمة صحيح مسلم ج ۱ ص ۷،۶)

جس نے میرے متعلق ایسی بات نقل کی جس میں کِذب (جھوٹ) کا گمان ہو تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (مقدمة صحيح مسلم ج ۱ ص ۷،۶)

جو مجھ پر قصداً جھوٹ لگائے اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّمَا سَمِعَ (مقدمة صحيح مسلم ج ۱ ص ۷،۶)

آدمی کا جھوٹا ہونے کے لیے یہ بہت ہے کہ وہ جو بات بھی سُنے اُسے (بلاتحقیق) بیان کردے۔

محض اتنی ترغیب وترہیب ہی پر بس نہیں بلکہ احادیث کو بیان کرنے میں اصول اوّلین یہ ہے کہ سند کے ساتھ ہو۔ یعنی جو مُحدِث بھی حدیث بیان کرے اُسے پہلے یہ بتایا ہے کہ اس نے یہ کس سے سماعت کی اور اس سنانے والے اس کے شیخ نے اس سے سُنی۔ اسی طرح اس صحابی تک کا نام لے کر فلاں صحابی نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سُنا، یہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس طرح دنیا میں حضور اکرم ﷺ کی جتنی احادیث ہیں ہر ایک کے ساتھ راویوں کے اسماء اور سند حدیث بھی لگی ہوئی ہے۔ اور بتایا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث فلاں صحابی سے روایت ہے اور ان واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے، درمیان میں اگر کسی راوی کا نام چھوٹ گیا ہے تو ایسی سند کو منقطع قرار دے کر نا قابلِ اعتماد گردانتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نام تو تمام راویوں کے بیان کیے گئے مگر سلسلہ رواۃ میں کوئی راوی ایسا ہے جو غیر ثقہ ہو، کمزور حافظے کا ہو یا ایسا ہو اس کے احوال نامعلوم ہیں یا اس کے حافظے کا حال مخفی ہے، تو ایسی صورتوں میں اس سند کو مجروح قرار دیتے ہیں تاوقتیکہ وہی حدیث کسی قوی سند سے ثابت نہ ہو جائے۔

مزید برآں فنِ اَسماء الرِّجال نے رُواۃِ حدیث کا مکمل سوانحی انسائیکلوپیڈیا تیار کردیا، حدیثِ رسول کے وضّاعین کے خلط سے محفوظ رکھنے کے لئے اور کھرے کھوٹے کو پرکھنے کے لیے ہزاروں مُحدِّثین کرام نے آبادیوں، شہروں اور قریوں کی خاک چھان کر لاکھوں راویانِ حدیث کی زندگی کے حالات اکٹھا کیے۔ کسی نے رسولِ خدا ﷺ کی ایک حدیث کی روایت صحابی، تابعی، یا تبع تابعین سے کی تو اس کے حالات پیدائش سے وفات تک مجتمع کردیئے گئے۔ آج کسی بھی راویٔ حدیث کے بارے میں یہ معلومات فراہم کی جاسکتی ہے کہ:

کہاں اور کب پیدا ہوئے اور کہاں وفات پائی؟ ان محدثین سے علم حدیث [illegible] کون سے ہیں؟ اس کا [illegible] اور مشاغل کیا تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ [illegible] کار تھے یا کبھی جھوٹ

بھی بولتے تھے؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ، دیگر علوم میں کیسے تھے؟اس کے بارے میں ناقدین حدیث کیا رائے رکھتے ہیں؟

اَسماءُالرِّجال میں جرح وتعدیل ایسا صبرآزما فن ہے جس سے صاحبانِ تقویٰ اور خُدا تُرس دَہر اہلُ اللہ ہی عہدہ برآ ہو سکتے تھے اور انھیں مقدس نفوس نے اس فن کے ذریعہ حدیث رسول کو بے غبار کر کے رکھا۔ (فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ عَنّا خَیرَ الجزاء فِی الآخِرَۃِ)

حضرت ابن المدینی علیہ الرحمہ جو جرح وتعدیل کے امام ہیں، ان سے کچھ لوگوں نے ان کے والد کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ روایتِ حدیث میں کیا درجہ رکھتے ہیں۔تو انھوں نے سائلین سے کہا کہ اس بارے میں میرے علاوہ کسی اور سے پوچھو،مگر پوچھنے والوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔امام مدینی نے فرمایا:

یہ دین کی بات ہے اس لیے میں کہتا ہوں وہ ضعیف ہیں۔

حدیث کے مشہور امام معاذ بن معاذ کو ایک شخص نے دس ہزار سونے کی اشرفیاں دینے کی پیشکش کی اور کہا کہ آپ فلاں راویٔ حدیث کے بارے میں صرف خاموشی اختیار کر لیں۔معتبر یا غیر معتبر کا حکم نہ لگائیں آپ نے جھڑک کر فرمایا:

میں کسی حق کو چھپالوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مختلف علماء اہلسنت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماعات

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے زیر اہتمام ہر پیر رات بعد نماز عشاء نورانی اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں اور ہر اتوار نماز فجر کے فوراً بعد صرف ایک گھنٹہ درس قرآن ہوتا ہے۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکین روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شب جمعہ نماز تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا



JULY 2009

اشاعت نمبر 183

Regd. # SC-1177

علمِ دین کی اہمیت

مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

ایڈیٹر سہ ماہی تبلیغ سیرت کلکتہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-2439799 Website : www.ishaateislam.net

علم دین کی اہمیت

مرتب

مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

نظر ثانی

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

مہتمم دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ، رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : علم دین کی اہمیت

مرتب : مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

نظر ثانی : علامہ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۰ھ/ جولائی ۲۰۰۹ء

تعدادِ اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوۃ و السَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَ سَلَّمَ وَ عَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَ عَلٰی اَصْحَابِهِ الْمَهْدِیِّیْنَ
وَ عَلٰی اَحِبَّائِهِ الکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

علم دین کے حصول کی اہمیت سے کسی ذی شعور کو انکار نہیں، اسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے علماء کرام اس موضوع پر مختلف کتابیں لکھتے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی زور شور سے جاری وساری ہے۔

البتہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ آج کل دینی علم سے بے رغبتی اور غفلت عام ہوتی جارہی ہے، اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو علم دین کی اہمیت کے بارے میں بتایا جائے اور دین سے جہالت وغفلت کی برائی کے بارے میں آگاہ کیا جائے۔

زیر نظر کتاب مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی کی ہے جنہوں نے اس کتاب میں مستند روایات کو جمع کر کے حصول علم دین کی ترغیب دینے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس مختصر تالیف کو پہلے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کشمیر نے شائع کیا۔

اب جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے ماہانہ مفت سلسلہ اشاعت میں اسے 183 نمبر پر شائع کررہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عوام وخواص کے لئے اس کتاب کو نافع وناصح اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کے اراکین وجملہ مؤمنین کے لئے شافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد عطاء اللہ نعیمی

فہرست

نوٹ: کمپوزنگ کی تصحیح میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع کریں تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

علم دین کی ضرورت کیوں؟

یہ ایک اہم سوال ہے صاحبان علم ودانش نے شرح وبسط کے ساتھ اس کے بہت سارے جوابات تحریر کیے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ علم کی ضرورت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ سے سمجھ میں آرہا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (طور:۵۲/۵۶)
ترجمہ: اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں۔
معلوم ہو کہ انسان کی تخلیق عبادت کے لیے کی گئی ہے اور علم کے بغیر عبادت کرنا ممکن نہیں اس لیے علم کا حاصل کرنا فرض ہوا۔ نیز قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اپنے محبوب ﷺ کی پیروی کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۝ ترجمہ: ”جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو“۔
ظاہری بات ہے کہ جب آدمی کے پاس دینی تعلیم نہیں ہوگی وہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنا سکتا ہے اور نہ ہی منع کی ہوئی باتوں سے خود کو روک سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ علم حاصل کرے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کر سکے۔

علم دین کی فرضیت میں حکمت کیا ہے؟

ہر مسلمان مرد وعورت پر علم کے فرض کرنے کی حکمت کیا ہے۔ اسے مفسر قرآن امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کی اس تحریر سے سمجھیں فرماتے ہیں۔ **اول**:- اللہ تعالیٰ نے مجھے فرائض کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے اور میں علم کے بغیر ان کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوسکتا۔ **دوم**:- خدائے تعالیٰ نے مجھے گناہوں سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے

اور میں علم کے بغیر اس سے بچ نہیں سکتا۔ **سوم:**۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا شکر مجھ پر لازم فرمایا ہے اور میں علم کے بغیر ان کا شکر نہیں کرسکتا۔ **چہارم:** خدائے تعالیٰ نے مجھے مخلوق کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور میں علم کے بغیر انصاف نہیں کرسکتا۔
پنجم:۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بلا پہ صبر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور میں علم کے بغیر اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ **ششم:**۔ خدائے تعالیٰ نے مجھے شیطان سے دشمنی کرنے کا حکم دیا ہے اور میں علم کے بغیر اس سے دشمنی نہیں کرسکتا۔ (علم اور علما۔ بحوالہ تفسیر کبیر ج۱، ص۲۷۸)

پھر سمجھنے کی بات یہ بھی کہ ہر شخص پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے حقوق عائد کیے ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ اور ان دونوں حقوق کی ادائیگی بے علم ممکن نہیں اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ ص:۳۴) ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد عورت) پر فرض ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ شارحین حدیث نے فرمایا ہے کہ علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جس کا حاصل کرنا بندہ پر ضروری ہے۔ جیسے خدائے تعالیٰ کو پہچاننا، اس کی وحدانیت، اس کے رسول کی شناخت اور ضروری مسائل کے ساتھ نماز پڑھنے کے طریقے کو جاننا۔ اس لئے کہ ان چیزوں کا علم فرض عین ہے۔ (مرقات ج۱، ص۲۳۳)

اور اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ علم سے مراد اس حدیث میں وہ علم ہے جو مسلمانوں کے لئے وقت پر ضروری ہے۔ مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو پہچاننا، رسول کی رسالت ونبوت کو جاننا واجب ہوگیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہوگیا جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں۔ جب نماز کا وقت آگیا تو اس پر نماز کے احکام کا جاننا ضروری ہوگیا اور جب ماہ رمضان آگیا تو روزہ کے احکام کا سیکھنا ضروری ہوگیا، جب مالک نصاب ہوگیا تو زکوٰۃ کے مسائل کا جاننا واجب ہوگیا اور اگر مالک نصاب ہونے

سے قبل مرگیا اور زکوٰۃ کے مسائل کو نہیں سیکھا تو گنہگار نہیں ہوا۔ جب عورت کو نکاح میں لایا تو حیض ونفاس وغیرہ جتنے مسائل کا میاں بیوی سے تعلق ہے جاننا واجب ہوگیا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ (اشعۃ اللمعات)

حصول علم کے لیے سفر کرنا

علم دین کی تحصیل کی رغبت دلاتے ہوئے آقا علیہ السلام نے فرمایا اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ۔ (جامع صغیر ص:۴۷) ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں ملک چین جانا پڑے۔ یعنی حصول علم کے لیے دشوار سفر بھی کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہ کرو۔
اسی حدیث رسول کے پیش نظر صحابہ کرام نے حصول علم کے لیے دور دراز کے ممالک کا سفر فرمایا اور علم میں کمال پیدا کیا۔ ایک صحابی حضور حضور علیہ السلام کی صرف ایک حدیث سننے کے لئے مصر تشریف لے گئے۔ حدیث رسول سنا سواری پہ سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کی راہ چل پڑے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں علم دین حاصل کرنے کا کیسا جذبہ موجزن تھا۔ بعد کے بزرگوں نے بھی صحابہ کے نقوش قدم کی پوری پوری پیروی کی۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تحصیل علم کے لئے متعدد دفعہ مکہ شریف، مدینہ شریف اور بصرہ تشریف لے گئے۔

سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ عین جوانی کے عالم میں تحصیل علم کے لئے جیلان سے بغداد تشریف لے گئے۔ طرح طرح کی صعوبتوں کا سامنا کیا۔ فاقہ کی نوبت بھی آئی مگر تحصیل علم میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں فرمائی۔ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز اپنے شیخ خواجہ عثمان ہارونی کی بارگاہ میں بیس برس رہے اور کسب علم کرتے رہے۔
یہ ہے ہمارے بزرگوں کی تعلیمی تڑپ اور ان کی نگاہ میں تعلیم کی اہمیت مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بزرگوں کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، دامن نہ چھوڑنے کے نعرے لگاتے ہیں اور فاتحہ دلا لیتے ہیں۔ جب کہ بزرگوں کی اصل محبت یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو اپنائیں اور اسی ڈگر کو اپنائیں جس پر چل کر انہوں نے زندگی گزاری ہے۔

علم کی اہمیت پر صحابی رسول کی ولولہ انگیز تقریر

ایک موقع پر صحابی رسول حضرت معاذ نے علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایمان افروز تقریر فرمائی جس کا ذکر فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب تنبیہ الغافلین میں اس طرح فرمایا ہے۔

لوگو! علم حاصل کرو، علم حاصل کرنا نیکی، اس کی طلب عبادت، اس کا پڑھنا پڑھانا تسبیح اور جستجو جہاد ہے۔ جاہل کو علم سکھانا صدقہ ہے اور اہل علم کے سامنے علمی گفتگو قرب الٰہی کا سبب ہے۔ علم جنت کا راستہ، وحشت کا مونس، مسافرت کا ساتھی، تنہائی میں باتیں کرنے والا، راحت وآرام کی راہ بتانے والا، مصیبتوں میں کام آنے والا، دوستوں کی مجلس کی زینت اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔ اسی کے ذریعہ علما قوم کے امام ورہنما بنتے ہیں۔ فرشتے ان سے دوستی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ برکت کے لیے ان سے مصافحہ کرتے اور استقبال کے لیے پیروں تلے بازو بچھاتے ہیں، ہر تر وخشک چیز ان کے لیے دعا کرتی ہے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں، زمین کے کیڑے مکوڑے اور جنگلوں کے درندے بھی دعا کرتے ہیں۔ علم، جہالت کی موت سے نکال کر دلوں کو زندگی بخشنے والا، تاریکیوں میں چراغ اور کمزوریوں میں طاقت ہے، اس کے ذریعہ انسان دنیا وآخرت کے بلند درجات حاصل کرتا ہے، علم کا مطالعہ نفلی روزوں اور اس کا مذاکرہ تہجد کے قائم مقام ہے، اس سے انسان صلہ رحمی سیکھتا اور حلال وحرام میں تمیز پیدا کرتا ہے، علم امام ہے عمل مقتدی اور علم نافع صرف نیک لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

علم کی اہمیت امام غزالی کی نظر میں

امام غزالی علم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں، علم کا نفع بہت زیادہ ہے کیونکہ بندہ عبادت کے معاملے میں علم کا سخت محتاج ہے اور عبادت کی دیوار علم ہی پر قائم ہوتی ہے۔ (منہاج العابدین مترجم ص:۳۱)

پھر دو صفحے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حاصل نہ کرے وہ عبادات اور ان کے ارکان کو ٹھیک طریقہ سے ادا نہیں کرسکتا۔ بالفرض اگر کوئی تمام آسمانوں کے فرشتوں جتنی عبادات کرے مگر علم نہ ہو تو خسارے میں ہی رہے گا۔ اس لیے جس طرح بھی ہو علم ضرور حاصل کرو اور اس کے حاصل کرنے میں سست نہ بنو ورنہ گمراہی کے خطرات سے دوچار ہو جاؤ گے۔ (منہاج العابدین ص:۳۴)

اور اکثر ایسا دیکھنے میں بھی آتا ہے کہ دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے بعض عبادت گذار حضرات کفریات تک بک جاتے ہیں۔

کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا من الناس آدمی کون ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ آدمی کہلانے کے حق دار علماء ہیں۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں جو عالم نہ ہو، امام عبداللہ بن مبارک نے اسے آدمی شمار نہیں کیا۔ اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں فرق علم ہی سے ہے اور علم ہی کے باعث اس کا شرف ہے۔ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقت ور ہے، نہ اس کا شرف جسم کے سبب ہے کہ ہاتھی انسان سے کہیں زیادہ بڑا جسم والا ہے۔ نہ اس کا شرف بہادری کے باعث ہے کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے۔ نہ خوراک کی وجہ سے اس کا شرف ہے کہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں بڑا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا ہے اور علم ہی اس کا شرف ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

علم عمل کا رہنما ہے

اسلام کی نگاہ میں علم جس طرح ایمان کا رہنما ہے اسی طرح عمل کا بھی رہنما ہے۔ امام بخاری نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں ایک باب ہی اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ ''قول وعمل سے پہلے علم'' مطلب یہ ہے کہ علم شرط ہے قول وعمل کی درستی کی۔ علم کے بغیر نہ قول کا اعتبار کیا جاسکتا ہے نہ فعل کا۔ اس لئے علم کا مرتبہ ان دونوں سے پہلے ہے اور وہی عمل کی نیت درست کرتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل کی روایت میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علم عمل کا رہنما ہے

اور عمل اس کے تابع ہے کوئی عبادت اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتی جب تک کہ عبادت کرنے والا یہ نہ جانے کہ اس عبادت کے ارکان اور ضروری شرائط کیا ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے، جس نے نماز اچھی طرح ادا نہیں کی تھی، فرمایا تھا کہ جاؤ دوبارہ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (متفق علیہ)

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس شخص نے آپ ہی کے سامنے نماز پڑھی تھی لیکن چونکہ اس کے پاس علم نہیں تھا اس لئے ارکان ٹھیک ڈھنگ سے ادا نہ کرسکا اس لئے حضور نے اس کی نماز کو باطل قرار دیا۔

اسی طرح بہت سے معاملات ہیں چاہے وہ ذاتی ہوں یا خاندانی یا سماج کے دیگر تقاضوں سے متعلق صحیح غلط اور حلال وحرام کا جاننا ضروری ہے تا کہ لاعلمی میں حرام کام میں مبتلا نہ ہوجائے۔

اسی لیے قرآنی آیات اور احادیث رسول میں تحصیل علم کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے، ساتھ ہی ساتھ علم، صاحبان علم اور طلبہ کے فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔

مگر افسوس کہ آج مسلمان علم دین کی ناقدری میں مبتلا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔ ایسے میں اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کریں۔ رب کو راضی کریں۔ رسول خدا ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔ تو ہمیں چاہیے کہ علم دین کی تلاش وجستجو میں لگ جائیں۔ یہی رب تک پہنچنے اور دنیاوی واخروی آفات وبلیات سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے۔

علم جهالت سے بهتر هے

کسی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا مجھے علم حاصل کرنے کا شوق تو بہت ہے مگر اس لیے حاصل نہیں کرتا کہ پتہ نہیں اس پر عمل کرسکوں گا یا نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ علم ہر حال میں جہالت سے بہتر ہے۔ سائل نے یہی بات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے پوچھی۔ انہوں نے فرمایا آدمی قیامت کے دن اسی حالت پر اٹھے گا جس پر مرا ہے، موت کے وقت عالم تھا تو عالم اور جاہل

تھا تو جاہل اٹھے گا۔ اتفاق سے سائل کی ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ آدمی کے لیے علم سے بے پرواہ ہونے سے زیادہ کوئی چیز نقصاندہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ علم دین سے بہتر کوئی چیز نہیں، ایک فقیہ (عالم) شیطان پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے ہر عمارت کا ستون ہوتا ہے، دین کا ستون علم ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

علم دین دولت سے بہتر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں علم مال سے سات وجوہات کی وجہ سے افضل ہے۔ **اول:** ...... علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی میراث ہے۔ **دوم:** ...... علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں جب کہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ **سوم:** ...... مال کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ علم صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے۔ **چہارم:** ...... جب آدمی مرجاتا ہے اس کا مال دنیا میں باقی رہتا ہے جب کہ علم آدمی کے ساتھ قبر میں جاتا ہے۔ **پنجم:** ...... مال مومن اور کافر دونوں کو حاصل ہوتا ہے جب کہ علم دین صرف مومن کو حاصل ہوتا ہے۔

ششم: ...... سب لوگ دینی معاملات میں صاحب علم کے محتاج ہوتے ہیں صاحب ثروت کے نہیں۔ **ہفتم:** ...... علم کی برکت سے پل صراط پر گزرنے میں آسانی ہوگی اور مدد ملے گی جب کہ مال پل صراط سے گزرنے میں رکاوٹ بنے گا۔ (علم اور علما، بحوالہ تفسیر کبیر ج، ۱۔۲۷۷)

اہل علم کی فضیلت اور قرآنی آیات

قرآن کریم میں علم اور علم سے متعلق چیزوں کا ذکر کم وبیش ساڑھے آٹھ سو مرتبہ آیا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا سکھائی گئی۔ وقل رب زدنی علماً
(ترجمہ: اور کہیے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ (طٰہٰ ۱۱۴)
امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی چیز علم سے افضل اور برتر ہوتی تو اللہ

تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا کہ وہ اس میں سے مزید طلب کریں جیسا کہ علم کے سلسلے میں مزید طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(الجامع لاحکام القرآن)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ اہل علم کی رفعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمارہا ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ:۱۱/۵۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا ہے درجوں بلند فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ ساتھ علم دین کا ملنا بلندی درجات کا ذریعہ ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (زمرہ۔۹/۳۹) ترجمہ: آپ فرمادیں کیا وہ جو علم والے ہیں اور وہ جو علم سے بے بہرہ ہیں برابر ہوسکتے ہیں۔

پتہ چلا کہ علم، علم والے کو دیگر لوگوں پر فضیلت اور شرف بخشتا ہے۔

ایک جگہ یوں ارشاد ہے۔ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا۔ (سورہ بقرہ ۲۶۹/۲) ترجمہ: جسے حکمت (دینی سمجھ) دی گئی تو اسے بے شمار خوبیاں دی گئیں"۔ یہاں حکمت سے مراد علم ہے یعنی جسے علم دیا گیا ہے اسے خیر کثیر عطا کیا گیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد پاک ملتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورہ فاطر ۲۸/۳۵) ترجمہ: بیشک اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ علما ہی ڈرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر اس سے ڈر تو اسی کے دل میں پیدا ہوگا جو کائنات اور اس کے وجود کے اسرار و رموز میں غور و فکر کے نتیجے میں اللہ کی عظیم قدرت اور مخلوق پر حاصل اقتدار کو جانے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ معرفت اہل علم ہی کو حاصل ہوسکتی ہے اور یہی خوف نیک اعمال اختیار کرنے اور برے کاموں سے رکنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا سب سے افضل ذریعہ ہے نیز علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور علم ہی کے ذریعہ بلند و بالا درجات تک رسائی ممکن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ "اور جنہیں علم دیا گیا وہ درجوں بلند کیے گئے"۔ پیارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر

ضروری ہے کہ علم نافع حاصل کرو کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ علم نافع کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا علم اس کی خواہشات پر غالب ہو تو وہی علم نافع ہے۔ (ریاض الناصحین مطبوعہ ترکی)

مذکورہ بالا تمہید پڑھ کر آپ علم دین کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگا چکے ہوں گے۔ اب آیئے حدیثوں کی روشنی میں علم دین کی فضیلت سمجھنے کی کوشش کریں۔

علم دین کی فضیلت

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ (عالم) بنادیتا ہے۔ (بخاری، جلد اول کتاب العلم۔ ص۱۴)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا موت کے بعد مومن کو اس کے جن اعمال اور نیکیوں کا فائدہ پہنچتا ہے ان میں سے ایک علم بھی ہے جسے اس نے حاصل کیا اور لوگوں میں پھیلایا ہو۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم ص۳۶)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع کردیا جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو (۳) اولاد صالح جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم ص۳۴)

یعنی دینی علم کا فائدہ صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی حاصل ہوگا۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن کبھی اچھی بات سننے سے آسودہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا ٹھکانا جنت ہوجاتا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم ص۳۴)

یعنی مومن ہمیشہ اچھی بات سننے کا خواہش مند رہے تا کہ ان پر عمل کے ذریعہ جنت کا مستحق بن جائے۔

☆ حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنا علم حاصل کرنے پر آدمی فقیہ ہوجاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میری امت کو ان کے دینی معاملات سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے

دن فقیہ بنا کر اٹھائے گا۔ اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کی جانب سے گواہی دوں گا۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم ص ۳۶)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علم حاصل کرو۔ اور اسے لوگوں کو سکھاؤ۔ فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ۔ اس لیے کہ میں رحلت کر جاؤں گا اور علم عنقریب اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ یہاں تک کہ جب دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہوگا تو وہ کسی ایسے آدمی کو نہیں پاسکیں گے۔ جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردے۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص:۳۸)

اس حدیث پاک کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طلب علم کے ساتھ ساتھ اشاعت علم کی بھی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں ہمیں جس طرح کی آفت ومصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ صد ہزار افسوس کہ آج ہم ان حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں جن کا ذکر آقا علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا علم اٹھتا جارہا ہے اختلافات بڑھتے جارہے ہیں۔ اور تصفیے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بڑھ کر ہے۔ (حاشیہ احیاء العلوم مترجم جلد اول ص:۴۴)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علم حاصل کرو کیونکہ اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ (نزہۃ المجالس۔ ص:۳۰۱)

سبحان اللہ یہ وہ فضائل ومناقب ہیں جو احادیث مبارکہ میں علم دین کے بیان ہوئے ہیں۔ اور اب جبکہ ہم مذکورہ بالا حدیثوں کے ذریعہ علم کی اہمیت اور فضیلت جان چکے ہیں تو یہ جاننا بھی کسی حد تک ضروری ہے کہ تلاش علم میں سرگرداں رہنے والے طلبہ پر اللہ رب العزت کی کیسی کیسی عنایتیں اور نوازشیں ہوتی ہیں۔ ان باتوں کے سبب تحصیل علم کا ذوق وشوق ہمارے اندر مزید دوبالا ہوگا۔ اس لیے آیئے طلبہ کی فضیلت احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی فضیلت

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان فرمادے گا۔ اور جب کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر اللہ کی کتاب پڑھتی ہے آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دیتی ہے تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت الٰہی انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم صفحہ ۳۲)

یعنی اللہ تعالیٰ طالب علموں کا ذکر فرشتوں اور نبیوں کے درمیان فرماتا ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو علم حاصل کرنے کیلئے راستہ چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت کے راستوں میں سے کسی راستے کو اس کے لئے آسان فرمادیتا ہے۔ اور بیشک فرشتے طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے بازوؤں کو بچھادیتے ہیں۔ اور عالم کے لیے آسمان وزمین کی تمام مخلوقات دعائیں کرتی ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر کی گہرائی میں دعائیں کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیگر ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور علما انبیائے کرام کے وارث ہیں۔ اور انبیائے کرام نے دینار ودرہم وراثت میں نہیں چھوڑا بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا۔ اس نے وافر حصہ پالیا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم صفحہ ۳۴)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو علم دین حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۴)

یعنی جب تک کوئی علم کی تلاش میں ہوتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو علم حاصل کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۴ بحوالہ ترمذی)

یہاں گناہوں کے معاف کیے جانے سے مراد صغیرہ گناہوں کا معاف کیا جانا ہے۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے اس حال میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہوتا کہ اس علم کے ذریعہ وہ دین کو نئی زندگی بخشے۔ تو جنت میں اس کے اور انبیائے کرام کے درمیان صرف ایک درجے کا فاصلہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم صفحہ ۳۶)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستہ کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان فرما دے گا۔ (کچھ آگے ارشاد فرماتے ہیں) اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی اصل تو وہ پرہیز گاری ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم ص:۳۶)

یعنی علم حاصل کرنے کے ساتھ اگر تقوئی اور پرہیز گاری اختیار نہیں کیا تو علم کے فیضان سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کی ایک گھڑی بیدار رہ کر سبق پڑھنا پڑھانا پوری رات بیدار رہ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۶)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو بھوکے کبھی شکم سیر نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک علم کا متلاشی ہے۔ جبکہ دوسرا دنیا کا چاہنے والا۔ اور یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ علم کا متلاشی تو وہ برابر اللہ کی رضا حاصل کرتا رہتا ہے اور دنیا کا چاہنے والا تو وہ سرکشی میں مزید بھٹکتا رہتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی ''خبردار ہو جاؤ بیشک انسان جب دولت دیکھتا ہے تو سرکشی پر اتر آتا ہے۔ اور دوسری جماعت کے بارے میں فرمایا بیشک اللہ کے بندوں میں اللہ سے سب سے زیادہ علما ہی ڈرتے ہیں (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۷)

معلوم ہوا کہ صاحب علم بے پناہ علم کے بعد بھی تلاش علم میں سرگرداں رہتا ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو دو چار کتابیں پڑھ کر شکم سیر ہو جاتے ہیں۔ اور مزید کچھ پڑھنے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ہرا بھرا اور خوش رکھے جس

نے میری بات سنی اور یاد کر لی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۴)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے علم حاصل کیا اور اسے پا لیا تو اسے دو اجر ملے گا اور جو نہ پا سکا تو اسے ایک اجر ملے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص:۳۶)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علم دین کو ہر آنے والی نسل میں سے اچھے لوگ حاصل کریں گے جو علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو، باطل کے جھوٹ کو، اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص:۳۶)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ دینی تعلیم انہیں لوگوں کو عطا فرماتا ہے جو لوگوں میں اچھے ہوتے ہیں

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص دین میں سمجھ پیدا کرے (یعنی تعلیم حاصل کرے) اللہ تعالیٰ اسے رنج سے بچائے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان تک نہ ہوگا۔ (احیاء العلوم مترجم۔ صفحہ ۴۷)

اس حدیث پاک میں طالبان علوم نبویہ کو اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ فکر معاش اور دیگر مصائب سے گھبرا کر تحصیل علم میں ڈھیلے نہ پڑیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی اپنے ذمہ کرم پہ لے لی ہے۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی علم کا کچھ حصہ اس لیے سیکھے کہ وہ لوگوں کو سکھائے گا۔ تو اس کو ستر پیغمبروں جتنا ثواب دیا جائے گا۔ (احیاء العلوم مترجم جلد اول ص:۵۴)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اپنے گھر سے علم کا کچھ حصہ حاصل کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے تا کہ اس علم کے ذریعہ اپنی اصلاح کرے یا کسی دوسرے کو اس کی تعلیم دے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم کے بدلے ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ گویا اس نے یہ پوری مدت دن میں روزہ رکھ کر اور رات میں قیام کر کے گزارا ہے۔ اور فرشتے اسے آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں۔ اور علم کی تلاش میں نکلنے والے کے لئے آسمان پہ پرواز کرنے والے پرندے، سمندر کی تہہ میں تیرنے والی مچھلیاں اور زمین پہ چرنے والے چوپائے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ستر صدیقوں کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ اور آدمی کا یہ عمل (یعنی علم کا حاصل

کرتا) اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ اگر پوری دنیا اس کی ہو جاتی تو وہ اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتا۔ (مفتاح النجاۃ صفحہ ۱۰)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا طالب علم کی فضیلت عام لوگوں پر ایسی ہے جیسے ابو بکر صدیق کی فضیلت میری تمام امت پر ہے۔ اور جیسے جبرئیل امین کی فضیلت دوسرے فرشتوں پر ہے۔ (نزہۃ المجالس ص:۳۰۵)

یعنی طالب علم عام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور قدر و منزلت کا حق دار ہے۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو جنتی لوگوں کو دیکھنا چاہے اسے طلبہ کی زیارت کرنی چاہیے۔ نیز آپ نے فرمایا جو طالب علم کسی عالم دین سے علوم شرعیہ حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے۔ اس کے نامۂ اعمال میں قدم قدم پر ایک ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہیں اور ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک ایک شہر دیے جاتے ہیں۔ جب وہ زمین پر چلتا ہے تو ہر ذرہ اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ (نزہۃ المجالس ص:۳۰۶)

جذبۂ تحصیل علم

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی ابو یوسف (شاگرد امام اعظم) کا پندرہ یا سولہ سال کا ایک لڑکا تھا۔ حضرت کو اس سے غایت درجہ محبت تھی اسے بے پناہ چاہتے تھے۔ لیکن اچانک اس لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ (اسی دن قاضی ابو یوسف کو امام اعظم کے حلقۂ درس میں جانا تھا) تو قاضی ابو یوسف نے اپنے خادموں سے کہا کہ میں اس کی تدفین کا کام تم لوگوں کے ذمہ کر رہا ہوں۔ مجھے اپنے استاذ کی مجلس میں جانا ہے۔ ہو سکتا ہے استاذ کی محفل میں علم کی کوئی ایسی بات بیان ہو جو میں نہیں جانتا تو ایسی صورت میں میں اس سے محروم رہ جاؤں۔ جبکہ میری خواہش یہ ہے کہ میں کسی بھی بات سے محروم نہ رہوں۔ پھر جب قاضی امام ابو یوسف کا انتقال ہوا تو ان کو ایک بزرگ نے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کے ایک محل کے دروازے پر کھڑے ہیں اس محل کی بلندی عرش تک پہنچ رہی تھی۔ بزرگ نے پوچھا کہ یہ جنتی محل کس آدمی کا ہے۔ امام

ابو یوسف نے کہا یہ میرا محل ہے۔ بزرگ نے پھر پوچھا تم نے کس عمل کے ذریعہ اس محل کو حاصل کیا۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ علم اور تعلیم پر حریص ہونے کی وجہ سے میں نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ تم بھی علم حاصل کرو تا کہ دونوں جہان میں محبوب اور عزیز ترین بن جاؤ۔ (ریاض الناصحین ص:۳۵۷)

مذکورہ بالا سطور پڑھ کر طلب علم کی اہمیت و فضیلت کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا۔ اس لیے اب آیئے اس علم کے حامل علما کے فضائل و مناقب بھی احادیث کی روشنی میں ملاحظہ کر لیں۔ تا کہ حصول علم کا شوق مزید دوبالا ہو۔

علما کی فضیلت

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اے میرے صحابہ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا کون ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا میں ہوں اور میرے بعد وہ آدمی سب سے بڑا سخی ہے جس نے علم حاصل کیا اور اسے پھیلایا۔ تو قیامت کے دن یا تو وہ تن تنہا آئے گا یا اس کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۷)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں علما کا مقام نہایت ہی بلند و بالا ہے۔ جب ہی تو حضور نے علما کو اپنے بعد قوم کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش قرار دیا ہے۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا رشک تو صرف دو لوگوں پر جائز ہے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص پر جسے اللہ نے علم عطا فرمایا تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم ص:۳۲)

یعنی اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو ان دو لوگوں کی طرح بننے کی کوشش کرو۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھوں میں سب سے اچھے تو وہ علمائے حق ہیں۔

(مشکوۃ، کتاب العلم ص:۳۷) کیوں کہ وہ بے لوث دین کی خدمت کرتے ہیں۔ کسی سے اجرت یا معاوضہ کے طلب گار نہیں ہوتے بلکہ خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور دین کی سربلندی کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو زندہ فرمائے گا اور علما سے فرمائے گا میں نے اپنا علم تم میں اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ تمہیں بخش دیا۔ (احیاء العلوم مترجم جلد اول صفحہ ۴۹)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن تین طرح کے افراد لوگوں کی شفاعت کریں گے (۱) انبیائے کرام (۲) علما (۳) شہدا۔ (احیاء العلوم مترجم جلد اول ص:۴۸)

اس حدیث میں انبیا اور شہدا کے ساتھ علما کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس سے علما کی قدر و منزلت بخوبی عیاں ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) میں علیم ہوں اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہوں۔ (احیاء العلوم مترجم جلد اول ص:۴۸)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ لوگوں کو میری سنت کی تعلیم دو یہ بات تمہارے لیے قیامت کے دن روشن نور پانے کا ذریعہ ہوگی جسے دیکھ کر اگلے پچھلے لوگ تم پر رشک کر رہے ہوں گے۔ (مفتاح النجاۃ ص:۱۸)

معلوم ہوا کہ وہی علما خدائے تعالیٰ کے اعزاز سے سرفراز ہوں گے جنہوں نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دینی تعلیم بھی دی ہوگی۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ میرے خلفا پر رحم فرمائے۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے خلفا کون ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میرے خلفا وہ ہیں جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ (مفتاح النجاۃ صفحہ:۱۷)

معلوم ہوا کہ وہ علما جو حضور علیہ السلام کی سنت و شریعت کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہا کرتے ہیں وہ حضور کے خلفا اور جانشین ہیں۔ اور یہ بڑے اعزاز کی بات ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں اہل جنت میں سے سب سے

زیادہ مرتبہ والے آدمی کا پتہ نہ بتاؤں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ میری امت کے علما ہیں۔ (منہاج العابدین ص:۲۳)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علم سعادت مند لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے جبکہ بدبخت لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔ (منہاج العابدین ص:۲۷)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عالم کا سونا جاہل کی نماز سے بہتر ہے۔ (منہاج العابدین ص:۲۷)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے خدا نے علم سے نوازا گویا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسے جنت عطا فرمادی۔ (نزہۃ المجالس مترجم ص:۲۹۸)

☆ حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے علما کی شان دریافت کی تو انہوں نے کہا علما آپ کی امت کے دنیا و آخرت میں چراغ ہیں۔ وہ شخص خوش نصیب ہے جو ان کی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے۔ اور ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ بڑا بد نصیب ہے جو ان سے مخاصمت (جھگڑا) رکھتا ہے۔ (نزہۃ المجالس ص:۳۰۲)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عبادت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے فرمائے گا۔ جنت میں جاؤ۔ علما عرض کریں گے۔ الٰہی انہوں نے ہمارے بتانے سے عبادت کی اور جہاد کیا، اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہو۔ تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ وہ سفارش کریں گے۔ اور خود جنت میں داخل ہوں گے۔ (احیاء العلوم جلد اول ص:۵۴)

معلوم ہوا کہ بارگاہ خداوندی میں عالم کی حیثیت عابد اور مجاہد سے بڑھ کر ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا درجہ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔ اہل علم تو اس وجہ سے کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو اللہ کے رسول لائے اور اہل جہاد اسلئے کہ انہوں نے پیغمبران عظام کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کے لیے اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔ (احیاء العلوم مترجم جلد اول: ص:۴۷)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو علم شریعت حاصل کرے اور میری امت کو سکھائے۔ عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ وہ جنت میں اتنا ثواب پائے گا کہ کوئی اس سے افضل نظر نہیں

آئے گا اور جنت میں اس کی منزل کا نام منزل شرافت ہوگا۔ (نزہۃ المجالس ص:۳۰۷)

معلوم ہوا کہ جنت میں بلند و بالا مقام اسی عالم کو دیا جائے گا جو تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ علم سے بے بہرہ غافل لوگوں کو دین کی تعلیم بھی دیتا ہو۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علما کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان کے ستارے جن سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ کا پتہ چلتا ہے اگر یہ ستارے مٹ جائیں تو راستہ چلنے والے راستہ بھول جائیں۔ (بہار شریعت، سولہواں حصہ، صفحہ:۲۲۷)

یعنی جس طرح آدمی ستاروں کے ذریعہ راستہ معلوم کرتا ہے اور منزل مقصود تک با آسانی پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح علمائے حق کی پیروی کرنے والے منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب رہیں گے۔

علم چھپانے پر وعیدیں

علمائے دین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دینی تعلیم اور نظریہ کو فروغ دیں اس لیے کہ احادیث مبارکہ میں جہاں ایک طرف علم کی اشاعت پر بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں وہیں دوسری طرف حضور آقا علیہ السلام نے ہمیں اس بات سے بھی باخبر فرمایا ہے کہ علم کو چھپانا سخت عذاب کا موجب ہوگا۔ لیکن بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے علماء و مشائخ کی بڑی تعداد اس سلسلے میں غفلت برت رہے ہیں۔ جس کے کئی وجوہات ہیں پہلی بات تو یہ کہ خود ان کا عمل بہت حد تک قرآن وحدیث کے خلاف ہو چکا ہے شاید اسی خوف سے وہ قرآن وحدیث کے احکامات و تعلیمات کا ذکر نہیں کرتے کہ تعلیم کو عام ہونے کی صورت میں ہم خود گرفت میں آجائیں گے۔ اس طرح دین داری کا سارا بھرم کھل جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے علماء و مشائخ کچھ ایسے حکام یا صاحبان دولت و ثروت سے جڑے جن کی زندگی قرآن وسنت اور حدیث اور اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف گزر رہی ہے۔ ایسے میں علماء ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر حق کو چھپاتے ہیں کہ کہیں صحیح بات

کہہ دینے پر یہ ہم سے روٹھ نہ جائیں اور داد و دہش کا دروازہ ہم پر بند نہ ہو جائے۔ اور اگر کبھی احکام و مسائل بیان بھی کرتے ہیں تو انہیں توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں تاکہ ان کے عطیات وصلہ جات کا دروازہ ان کے لئے ہمیشہ کھلا رہے۔ ایسے علماء و مشائخ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ فرماتے ہیں اگر اہل علم اپنے علم کی قدر کرتے اور اس کو اس کے حقداروں کے سامنے پیش کرتے تو اس کے ذریعہ سے وہ اپنے زمانے کے لوگوں کی سرداری کرتے۔ لیکن انہوں نے دنیاداروں سے صلہ حاصل کرنے کے لئے اور علم کو ان کی مقصد برآریوں کے لئے استعمال کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نگاہوں میں ذلیل ہو کر رہ گئے۔ غرض کہ علم دین کو جس مقصد کے لئے بھی چھپایا جائے گا یہ چھپانا عذاب کا باعث بنے گا۔

کلام پاک کی ایک آیت ہے۔ ”بے شک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں اللہ جن پر لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ جو اس روش سے باز آجائیں اپنے عمل کی اصلاح کرلیں اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگیں، ان کو معاف کردوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں“ (سورہ بقرہ، آیت ۱۵۹، ۱۶۰)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام دین کی کسی بھی بات کو خود تک محدود نہیں رکھتے تھے، سخت پریشانی کے عالم میں بھی وہ اسلامی تعلیمات کا درس دیا کرتے تھے۔ ذیل کی دو حدیثوں سے آپ بخوبی اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے بہت

احادیث بیان کی ہیں۔ (جب کہ بات یہ ہے کہ) اگر قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہیں کرتا۔ پھر انہوں نے مندرجہ بالا دونوں آیتوں کی تلاوت کی۔ حضرت ابو ہریرہ کا مطلب یہ تھا کہ میں اس ڈر کے مارے ہر حدیث بیان کردیتا ہوں کہ میں دینی احکام کو چھپانے کے گناہ کا مرتکب نہ ٹھہرایا جاؤں۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابوذر نے ایک مرتبہ اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اس پر تلوار بھی رکھ دو اور میں یہ سمجھوں کہ تمہارے مجھ پر تلوار چلانے سے پہلے پہلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ایک کلمہ بیان کرسکتا ہوں تو میں اسے بیان کردوں گا۔ اللہ اللہ یہ تھا صحابہ کرام کا جذبہ کے وہ ایسے خطرناک موقع پر بھی علم دین اور احادیث رسول کی تبلیغ سے غافل نہیں رہتے تھے۔ کاش دور حاضر کے علماء ومشائخ بھی یہی ذہن وفکر بنالیں تو کیا ہی بہتر ہو۔

علمائے سو حضور کی نظر میں

علمائے سو ایسے علما کو کہتے ہیں جو دینی علم وشعور کے باوجود بدعملی اور دنیا طلبی میں مصروف رہتے ہیں۔ دین کا کوئی کام کرتے بھی ہیں تو اس سے مقصود دنیا اور دولت حاصل کرنا ہی ہوتا ہے۔ ایسے علما کے لیے حضور علیہ السلام نے سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بروں میں سب سے برے علمائے سو ہیں۔
(مشکوۃ کتاب العلم ص:۳۷)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن لوگوں میں مرتبے کے اعتبار سے سب سے بدترین وہ عالم ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ (مشکوۃ کتاب العلم ص:۳۷)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جب الحزن سے اللہ کی پناہ طلب کرو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ جب الحزن کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا جب الحزن جہنم کی ایک ایسی خوفناک وادی ہے جس سے خود جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس میں کون لوگ داخل کیے جائیں گے فرمایا اپنے اعمال کی نمائش کرنے والے قاری (عالم وغیرہ)۔ (مشکوۃ کتاب العلم ص:۳۸)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی صرف رسم رہ جائے گی۔ ان کی مسجدیں لوگوں سے بھری ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علما آسمان کے نیچے سب سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ انہی کی طرف سے فتنہ نکلے گا پھر انہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ (مشکوۃ کتاب العلم ص:۳۸)

یعنی آخری زمانے میں بہت سے فتنے عالموں کے پیدا کیے ہوئے ہوں گے۔ جسکا خمیازہ خود انھیں کو بھگتنا پڑے گا۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز تمام لوگوں میں سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع اٹھانے نہ دیا ہو۔ اور فرمایا انسان عالم نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ (احیاء العلوم مترجم ص:۱۳۳)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ایک عالم کو لایا جائے گا پھر اسے جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔ اس کی آنتیں نکل پڑیں گی۔ وہ انہیں لے کر اس طرح چکر لگائے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا چکر لگاتا ہے۔ اہل جہنم اس کے پاس جمع ہوجائیں گے۔ پوچھیں گے یہ تیرا کیا حال ہے۔ وہ کہے گا میں اوروں کو عمل کے سلسلے میں ترغیب دیتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا۔ دوسروں کو برائی سے روکتا تھا لیکن خود برائی کیا کرتا تھا۔ (احیاء العلوم جلد اول ص:۱۳۴)

یعنی عالم کے لیے صرف دوسروں کو نیکی کی ترغیب دینا ہی کافی نہیں بلکہ خود باعمل ہونے کی ذمہ داری زیادہ ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن جن تین آدمیوں کا حساب لیا جائے گا ان میں سے ایک عالم بھی ہے۔ جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا ہوگا اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کروائے گا تو عالم اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا تو نے میرے لیے کیا کیا؟۔ عالم کہے گا میں نے تیرے لیے علم حاصل کیا اور تیرے ہی لیے دوسرے کو تعلیم دی اور تیرے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

تو جھوٹا ہے تو نے اس لیے علم حاصل کیا تا کہ تو عالم کہلائے اور تو نے اس لیے قرآن پڑھا تا کہ تو قاری کہلائے۔ تو تو جو چاہتا تھا وہ تجھے کہا جا چکا ہے پھر اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا (کہ اسے جہنم میں ڈال دو) تو اسے منھ کے بل کھینچا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص:۳۴)

علم کے ساتھ عمل بھی ضروری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بے عمل عالم سے جاہل بھی نفرت کرتا ہے۔ اسی لیے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر پاتا۔ بے عمل عالم علم سے نہ خود کو فائدہ پہنچاتا ہے نہ دوسروں کو، چاہے اس کے پاس کتنا ہی زیادہ علم کیوں نہ ہو۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے کتابوں کے اسی صندوق جمع کیے تھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کے ذریعہ اسے یہ کہلوایا۔ اتنے ہی صندوق اور جمع کر لے تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک کہ ان باتوں پر عمل نہ کرے۔ (۱) دنیا کی محبت دل سے نکالے کیوں کہ یہ مومن کا گھر نہیں، (۲) شیطان کا ساتھ چھوڑے کہ وہ مسلمانوں کا دوست نہیں، (۳) مسلمانوں کو نہ ستائے کہ یہ اللہ والوں کا کام نہیں۔ (تنبیہ الغافلین) حضرت امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ علم عبادت سے افضل ہے۔ لیکن علم کے ساتھ ساتھ عبادت بھی ضروری ہے۔ بغیر عبادت علم کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ علم درخت کی مانند ہے اور عبادت پھل کی طرح ہے اور درخت کی قدر پھل ہی سے ہوتی ہے۔ اگر چہ درخت اصل ہے۔ لہٰذا بندے کے لیے علم اور عبادت دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ (منہاج العابدین مترجم ص:۲۶)

عابد پر عالم کی بزرگی

بیشتر عبادات کا فائدہ صرف عبادت کرنے والوں تک ہی محدود رہتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، عمرہ، ذکر و تسبیح سے عبادت گزار ہی کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں لیکن معاشرے کو اس کی عبادتوں سے براہ راست کوئی

فائدہ نہیں پہنچتا۔ جب کہ علم کا فائدہ صاحب علم ہی تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ ہر سننے والے یا پڑھنے والے کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے، چاہے اس کے اور علم والے کے درمیان کتنے ہی طویل فاصلے کیوں نہ ہوں۔ اس سلسلے میں حدیثیں پڑھیے اور عابد پر عالم کی بزرگی کا خود ہی اندازہ لگائیے۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر حضور نے فرمایا فرشتے اور آسمان و زمین کے دوسرے مخلوقات یہاں تک کہ چونٹیاں اپنی سوراخوں میں، اور مچھلیاں سمندر کی تہہ میں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے عالم کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔
(مشکوٰۃ، کتاب العلم صفحہ۔۳۴)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک فقیہ (عالم) شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۴)

یعنی شیطان کے لئے ہزار عابدوں کو راہ راست سے ہٹا دینا ایک عالم کے بہ نسبت آسان ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ کا گزر مسجد نبوی میں دو مجلسوں کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دونوں جماعتیں نیکی سے جڑی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک جماعت کو دوسری جماعت پر فضیلت حاصل ہے۔ کچھ لوگ اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور اس کے شوق میں مچل رہے ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو انہیں عطا فرمائے اور چاہے تو ان کی دعا مسترد کر دے لیکن دوسری جماعت کے افراد جو مسائل اور علم سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو تعلیم دے رہے ہیں تو وہ افضل ہیں اور میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھر آپ ﷺ اسی مجلس میں بیٹھ گئے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۶)

اس سے ثابت ہوا کہ علم کی مجلس ذکر کی محفل سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ جبھی تو حضور نے ذکر کی محفل چھوڑ کر علم کی محفل کو اختیار فرمایا۔

☆ حضور اقدس ﷺ سے قوم بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ان میں سے ایک عالم تھا وہ صرف فرض نماز پڑھتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا اور دوسرا شخص دن میں روزہ رکھتا اور رات بھر بیدار رہ کر عبادت کرتا تھا تو ان

دونوں میں افضل کون ہے۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا۔ وہ شخص جو فرض پڑھ کر لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا تھا اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن میں روزہ رہتا اور رات جاگ کر عبادت کرتا تھا اس پر ایسی ہی ہے جیسے مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر فضیلت حاصل ہے۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم صفحہ ۳۶)

مذکورہ بالا تمام حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم کو عابد پر درجوں فضیلت حاصل ہے۔

مجلس علم کی فضیلت

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز پڑھنے اور ہزار بیماروں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔ کسی نے پوچھا اور تلاوت قرآن سے بھی؟ آپ نے فرمایا قرآن بغیر علم کے کب مفید ہے۔ (احیاء العلوم مترجم جلد اول ص:۵۳)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر لازم ہے کہ تم علما کی صحبت میں بیٹھنا اور دین کی باتیں سننا کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو حکمت بھری دینی باتوں سے اسی طرح زندہ فرمادیتا ہے جس طرح مردہ زمین بارش کے قطرات سے جی اٹھتی ہے۔ (تنبیہ الغافلین ص:۷)

اور یہ بات مشاہدے میں بھی ہے کہ جو حضرات علمائے حق کی صحبت میں رہا کرتے ہیں۔ ان میں اور لوگوں کی بہ نسبت آخرت کی فکر زیادہ ہوتی ہے۔ اور وہ ہر طرح کی نیکی میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ جبکہ علمائے دین سے دور رہنے والے زیادہ تر افراد گناہ اور سرکشی کے کاموں میں سرتاپا ڈوبے نظر آتے ہیں۔ (الامان والحفیظ)

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجلس علم میں ایک صاحب آئے اور مجلس میں ذرا سی جگہ دیکھ کر وہیں بیٹھ گئے۔ دوسرے صاحب نے تکلف سے کام لیا اور سب سے پیچھے بیٹھے۔ تیسرے صاحب نے دیکھا کہ جگہ نہیں ہے واپس چلے گئے۔ مجلس علمی تھی وہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ مجلس سے فراغت کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان تینوں میں پہلے ایک شخص نے اللہ کی

طرف ٹھکانا حاصل کرنا چاہا تو اللہ نے ٹھکانا دے دیا۔ دوسرا شرم کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تو اللہ نے اسے پیچھے کردیا۔ تیسرے نے اللہ سے اعراض کی تو اللہ نے اس سے اعراض کیا کہ وہ مجلس سے واپس چلا گیا جو محرومی کا سبب ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

معلوم ہوا کہ جہاں کہیں علمی حلقہ میسر آجائے اللہ کی رحمت سمجھ کر اس میں شامل ہوجانا چاہیے۔ مجلس علم سے روگردانی یقیناً محرومی کا سبب ہے۔

حکایت: حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے مسجد میں لوگوں کے دو گروہ دیکھے۔ ایک حلقہ وعظ اور اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ تو دوسرا حلقہ فقہی مسائل کی گفتگو میں مصروف تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا اگر میں ذکر یا وعظ کی محفل میں بیٹھوں گا تو وہ لوگ میرے لیے دعا کریں گے۔ اور میں انہی میں شریک رہوں گا اور اگر میں اس گروہ کے ساتھ بیٹھوں جو مسائل پہ گفتگو کررہے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ میں کوئی ایسا مسئلہ سن لوں جو میں نے نہیں سنا ہے۔ میں اسی تردد میں رہا پھر میں ان دونوں محفلوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ بیٹھ گیا مجھے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے تو فقہی مسائل کی گفتگو میں کیوں شریک نہیں ہوا جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار مقرب فرشتوں کے ساتھ فقہی مسائل کی محفل میں شریک ہوئے تھے جو کوئی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے وہ نیک بخت ہوتا ہے ایسے آدمی کا بدبختی سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ (ریاض الناصحین)

سبحان اللہ یہ ہیں مجالس علم میں شریک ہونے کے برکات وثمرات کاش مسلمان ان احادیث سے عبرت حاصل کریں اور مجالس علم میں شرکت کے عادی بن جائیں۔

مجلس علم کے سات فائدے

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ جو شخص عالم کی مجلس میں جاتا ہے اس کو سات فائدے حاصل ہوتے ہیں اگرچہ اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ کرسکے۔

اول: جب تک اس مجلس میں رہتا ہے گناہوں اور فسق وفجور سے بچا رہتا ہے۔

دوم: طلبہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

سوم: طلب علم کا ثواب پاتا ہے۔

چہارم: اس رحمت میں جو مجلس علم پر نازل ہوتی ہے شریک ہوتا ہے۔

پنجم: جب تک علمی باتیں سنتا ہے عبادت میں ہوتا ہے۔

ششم: جب کوئی دقیق بات عالم کی، اس کی سمجھ میں نہیں آتی دل اس کا ٹوٹ جاتا ہے تو شکستہ دلوں میں لکھا جاتا ہے۔

ہفتم: علم وعلما کی عزت اور جہل وفسق کی ذلت سے واقف ہوجاتا ہے۔

دینی ودنیوی مجلس کے اثرات

یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس ماحول میں رہتا ہے اور جیسے لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے اس کے اثرات اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے اسلاف دینی مجالس اختیار کرنے کی ہمیں خصوصی تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ دین ومذہب کی محبت ہماری فطرت میں بیٹھ جائے۔ اس سلسلے میں حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمہ نے کیا ہی پیاری بات تحریر کی ہے لکھتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا۔ بیٹا جہاں کہیں اللہ کے ذکر کی مجلس ہو تم اس میں ضرور بیٹھنا، اگر تم عالم ہو تو تمہارا علم تمہیں نفع پہنچائے گا۔ جاہل ہو تو جہالت دور ہوگی، اس مجلس پر رحمت نازل ہوگی تو تم بھی اس میں شریک رہو گے۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ علما کی مجلس دین کو درست کرتی اور بدن کو زینت بخشتی ہے اور فساق وفجار کی مجلس دین کی بربادی اور جسم کی برائی کا سبب ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

مرنے کے بعد بھی اہل علم کو علم سے فائدہ پہنچتا ہے

علم کا فائدہ صرف آخرت کے ثواب ہی کی صورت میں نہیں ملتا ہے بلکہ علم دنیا وآخرت دونوں جگہ فائدہ پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی آدمی کا مرتبہ بلند

کرتا ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی صاحب علم کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اس کے فائدے فوری بھی ہیں اور دوررس بھی۔ عالم بعد وفات بھی اس کائنات میں لمبی عمر پاتا ہے خاص طور پر وہ جس کی تصانیف ہوں۔ کیوں کہ کتابوں کی عمر زیادہ لمبی ہوتی ہے اور اس کا اثر زیادہ دیر تک رہتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ لوگ آج بھی ماضی کے علماء ومشائخ کے علمی ذخیروں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جب کہ ان علماء ومشائخ اور ہمارے درمیان صدیوں کا لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ۔ سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی۔ حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ وغیرہ۔ ان سبھی مقتدر ہستیوں کے وصال کو عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن ان کے دینی خدمات اور تصانیف نے انہیں آج تک زندہ رکھا ہے اور انشاء اللہ العزیز یہ سبھی صبح قیامت تک زندہ رہیں گے۔

قرآنی تعلیم کی فضیلت

قرآن جو تمام علوم وفنون کا سرچشمہ ہے اس کا پڑھنا پڑھانا سب عبادت ہے مگر مسلمانوں کا حال زار یہ ہے کہ اس مقدس کتاب کی تعلیم سے غفلت برتا جارہا ہے۔ جب کہ حضور علیہ السلام نے احادیث طیبہ میں اس کی اہمیت کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ چند حدیثیں اس ضمن حاضر خدمت ہیں۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔ (بخاری شریف)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی، پھر تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جس نے قرآن پڑھ کر اس کے مطابق عمل کیا ہو۔ (فضائل قرآن، بحوالہ الترغیب والترہیب)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اپنے لڑکے کو قرآن کی تعلیم دے گا کہ وہ اس میں غور کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ (فضائل قرآن بحوالہ الترغیب والترہیب)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھ کر اسے یاد کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کی شفاعت اس کے گھر کے دس ایسے افراد کے حق میں قبول کرے گا جن میں سے ہر ایک پر جہنم کی سزا واجب ہو چکی ہوگی۔

(فضائل قرآن ص:۸۶ بحوالہ۔الترغیب والترہیب)

سبحان اللہ قرآن کریم سے رشتہ جوڑنے کی کیا ہی رفعت ہے مگر یاد رہے مذکورہ بالا فضائل انہیں لوگوں کو حاصل ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ قرآن پڑھیں اسے سمجھیں احکامات پر عمل کریں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں۔ ورنہ قرآن کے فیضان سے خاطر خواہ حصہ نہیں ملے گا۔

اسکول کے بچوں کو ناظرہ قرآن اور مسائل کی تعلیم

آج کل مسلمانوں کے بچے اور بچیاں بڑی تعداد میں اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور یہ کوئی بری بات بھی نہیں۔ لیکن اسکولوں میں ایک بڑی دشواری یہ ہوتی ہے کہ وہاں، ہمارے بچوں کو قرآن اور دینیات کی تعلیم نہیں دی جاتی ایسے میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان بچوں کی دینی تعلیم کا بھی اہتمام کریں ایسے مدارس قائم کئے جائیں جہاں اسکول میں پڑھنے والے طلبہ و طالبات کی دینی خطوط کے مطابق نصاب مقرر کر کے تعلیم دی جائے تا کہ وہ دین سے غافل نہ رہیں۔

ناظرہ قرآن پڑھایا جائے۔ کلمے یاد کرائے جائیں۔ روزمرہ کی دعائیں یاد کرائی جائیں، غسل، وضو اور نماز کی تعلیم دی جائے اور ضروری مسائل بتائے جائیں۔ نشست و برخاست کے آداب سکھائے جائیں۔

مگر یہ سب کچھ ایک معیاری نصاب کے تحت ہو تو انشاء اللہ العزیز اس کے دوررس نتائج سامنے آئیں گے اور ایسے میں ہم اپنی نئی نسل سے امید کر سکتے ہیں کہ وہ اسلام سے جڑی رہے گی۔

عالم اور طالب علم کی قدر و منزلت

مسلم معاشرہ میں جہاں بہت ساری خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں وہیں ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ لوگ علمائے دین اور طالبان علوم نبویہ کی خاطر خواہ تعظیم نہیں کرتے۔ بلکہ بعض نام نہاد مسلمان تو ایسے بھی ہیں جو علما اور طلبہ کو حقارت سے دیکھتے ہیں جب کہ آقا علیہ السلام نے اپنی امت کو واضح ہدایات دیئے کہ علما اور طلبہ کا مقام اللہ کی بارگاہ میں کافی اونچا ہے۔ اس سلسلے میں حضور کے چند ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے ان لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں جو عالم یا طالب علم نہ ہوں۔ (مفتاح النجاۃ صفحہ:۹)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عالم بنو یا طالب علم بنو یا علم کی بات سننے والے بنو یا علما سے محبت رکھو۔ پانچواں نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے (مفتاح النجاۃ ص:۱۰)

☆حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جب کسی عالم یا طالب علم کا کسی شہر یا بستی سے گزر ہوتا ہے تو چالیس دنوں تک وہاں کے قبرستان سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔

(نزہۃ المجالس ص:۳۰۰ بحوالہ شرح عقائد)

☆ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا رات دن نوسو ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ علما اور طلبہ پر نازل فرماتا ہے اور باقی لوگوں کے لیے (صرف) ایک۔ (نزہۃ المجالس ص ۲۰۲)

مذکورہ بالا حدیثوں سے علما اور طلبہ کی فضیلت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

عالم اور طالب علم کا مشغلہ کیا ہو؟

عالم اسلام کے جلیل القدر عالم دین شمس العلما حضرت علامہ شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم اور طالب علم کو چاہیے کہ

لوگوں سے میل جول کم رکھیں۔فضول باتوں میں نہ پڑیں۔ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ برابر جاری رکھیں۔ دینی مسائل میں مذاکرہ کرتے رہیں۔کتب بینی کریں کسی سے جھگڑا ہو جائے تو نرمی اور انصاف سے کام لیں۔ جاہل اور اس میں اس وقت بھی فرق ہونا چاہیے۔(قانون شریعت حصہ دوم صفحہ ۳۴۹ بحوالہ عالمگیری)

کس عالم کی صحبت اختیار کی جائے

یہ ایک اہم سوال ہے کہ کس عالم کی صحبت اختیار کی جائے۔کیوں کہ بعض علما کی صحبت دین کی محبت پیدا کرنے کی جگہ دین سے دوری کا سبب ہوا کرتی ہے اس لیے اچھی طرح جانچ پڑتال کے بعد ہی کسی عالم کی صحبت اختیار کی جائیاور یہی ہمارے آقا علیہ السلام کی تعلیم بھی ہے۔ذیل کی حدیثوں سے آپ خود اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک یہ علم' دین ہے تو تم دیکھ لو کہ کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص:۳۷)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو۔ بلکہ اس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ چیزوں سے نکال کر دوسری پانچ چیزوں کی طرف بلائے (۱) شک سے یقین کی طرف (۲) نام و نمود سے اخلاص کی طرف (۳) دنیا سے آخرت کی طرف (۴) تکبر سے تواضع (خاکساری کی طرف) (۵) عداوت سے خیر خواہی کی طرف (بلائے اسی کے پاس بیٹھو)۔ (احیاء العلوم، جلد اول مترجم ص:۱۴۶)

یعنی دینی تعلیم دینداروں ہی سے حاصل کرنی چاہیے کیوں کہ اگر عالم باعمل سے آپ تعلیم حاصل کریں گے تو یقینی طور پر آپ کے دل میں دین کی محبت پیدا ہوگی۔ جو آپ کو اچھائیوں کا خوگر بنا دے گی۔ بدقسمتی سے اگر کسی کو عالم صالح کی صحبت میسر نہ ہو سکی بلکہ دنیادار عالم سے پالا پڑ گیا تو بجائے دین کے قریب ہونے کے اور دور ہوگا۔اس لیے ضروری ہے کہ علم دین دیندار علما سے حاصل کیا جائے۔

علمائے حق کی صفات

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پانچ ایسے صفات ہیں جو علمائے آخرت کی علامت ہیں۔(۱) خوف (۲) خشوع (۳) عاجزی (۴) حسن اخلاق (۵) آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا۔(احیاء العلوم مترجم جلد اول ص:۱۷۹)

علمائے حق کے صفات سے متعلق فقیہ ابو اللیث سمرقندی تحریر فرماتے ہیں کہ عالم کے اندر حسب ذیل دس صفات ہونی چاہئے۔

۱۔اخلاص: (کیونکہ جس عمل میں اخلاص نہیں اس پر ثواب نہیں)

۲۔خوف خدا: (یہ اخلاص کی بنیاد ہے اور یہی بندے کو ہر گناہ سے روکنے والا ہے۔)

۳۔نصیحت: (یہ علم کا مقصد ہے کہ آدمی علم پر خود عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کرے)

۴۔شفقت: (یہ وعظ و نصیحت میں ضروری ہے، شفقت ہی کی وجہ سے آدمی ہر ایک کو نیک بنانے کی کوشش کرتا ہے)

۵۔صبر و بردباری: (دعوت و تبلیغ کی راہ میں جو ناگوار اور تکلیف دہ باتیں پیش آتی ہی ہیں ان پر صبر ضروری ہے ورنہ تبلیغ ممکن نہیں)

۶۔تواضع: (یہ علم کی شان ہے، صحیح علم تواضع سکھاتا ہے یہ اللہ کو بھی پسند ہے، بندوں کو بھی)

۷۔عفت: (پاک دامنی) (یہ ہر انسان کا زیور ہے خصوصاً عالم کے لیے نہایت ضروری ہے ورنہ وعظ و نصیحت بے اثر ہو جائیں گے)

۸۔مطالعہ: (اس سے علم بڑھتا اور محفوظ رہتا ہے، یہ ہر عالم کے لیے بہت ضروری ہے)

۹۔افادہ: (فائدہ پہنچانا) (عالم کے لیے جس طرح خود عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح دوسروں کو نصیحت کرنا اور مسائل بتانا بھی ضروری ہے، جانتے ہوئے کسی مسئلہ کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے اس پر سخت وعید آئی ہے۔)

۱۰۔قلت حجاب: (علم حاصل کرنے میں شرم جائز نہیں بلکہ محرومی کا سبب ہے، علم سوال سے بڑھتا ہے۔فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (انبیا:۲۱/۶۳) ترجمہ

اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے دریافت کرلو۔(تنبیہ الغافلین) اب جب کہ علمائے حق کے صفات سے آگہی ہوگئی ہے تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ ایسے علما کی صحبت اختیار کریں جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں۔

عالم کی زیارت

ابھی ماضی قریب تک مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ وہ علما کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر کرکے حاضر ہوتے، ان کی خدمت کرتے اور دعائیں لیتے تھے مگر دین سے دوری کے سبب لوگوں میں یہ جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے۔ جب کہ حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو اس کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ اس عنوان کے تحت چند حدیثیں حاضر خدمت ہیں۔

☆حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ایک آدمی نے قریب کے گاؤں کے ایک عالم سے دوستی کرلی۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے آتے جاتے تھے۔ ایک روز وہ آدمی عالم کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو آدمی کی شکل میں راستے میں بھیجا تاکہ فرشتہ اس آدمی سے پوچھے کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ چنانچہ فرشتے نے سوال کیا ۔تو کہاں جارہا ہے؟ اس آدمی نے کہا فلاں عالم سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے کہا تیرا اس سے کوئی رشتہ ہے۔ اس نے کہا کوئی رشتہ نہیں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تجھے اس سے دنیا کا کوئی کام ہے۔ اس نے کہا مجھے اس سے کوئی کام نہیں۔ فرشتے نے سوال کیا پھر کیوں اس سے ملنے جارہا ہے اس آدمی نے کہا میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور محض خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس کی زیارت کے لیے جارہا ہوں۔ جب اس کی زبانی یہ باتیں سنیں تو فرشتے نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور میں تجھے اللہ کے حکم سے یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کی دوستی کی برکت سے تجھے بخش دیا ہے۔ (ریاض الناصحین)

☆ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالم کے چہرے کی طرف ایک بار دیکھنا اللہ تعالیٰ کو اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ بندہ ساٹھ سال اس طور پر عبادت کرے کہ

دن کو روزے سے رہے اور راتوں کو بیدار رہ کر عبادت کرے۔ (ریاض الناصحین)

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے عالم کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی۔ جو عالم کی محفل میں بیٹھا گویا وہ میرے پاس بیٹھا اور جس نے میری ہم نشینی کا اعزاز حاصل کیا وہ جنت میں میرا ہم نشیں ہوگا۔ (نزہۃ المجالس مترجم ص:۲۹۹)

سبحان اللہ یہ ہے علما کی رفعت شان نیز ان کی رفاقت اور زیارت کے فوائد وثمرات کاش مسلمان علما کی صحبت اختیار کرلیں تو کیا ہی بہتر ہو۔

عالم کی موت پر غمگین ہونا

☆حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عالم کی موت پر غمگین نہیں ہوتا وہ منافق ہے۔ اس لیے کہ قوم کے حق میں عالم کی موت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے۔ جب عالم انتقال کرتا ہے تو آسمان اور اہل آسمان ستر دنوں تک اس کے فراق میں روتے اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ اور جب کسی عالم حقانی کا وصال ہوتا ہے تو دین میں رخنہ پڑ جاتا ہے کہ پھر قیامت تک اسکی تلافی نہیں ہوسکتی (ریاض الناصحین ص:۳۵۸)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اسی لئے ثقہ علماء کے انتقال پر اہل ایمان سخت رنج وغم کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے صبر اور نعم البدل عطا کرنے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "دن کو روزے رکھنے والے اور راتوں کو نماز پڑھنے والے ایک ہزار عابدوں کی موت ایک ایسے عالم کی موت سے کم اہمیت رکھتی ہے جو حلال وحرام کی باریکیوں سے واقفیت رکھتا ہو۔ (احیاء العلوم)

علم کا اٹھنا دنیا کی تباہی کا پیش خیمہ ہے

احادیث میں ایک اہم حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ علم کے بغیر دنیا کو باقی رہنے کا حق نہیں۔ علم کا اٹھ جانا دنیا کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ اور آج کی سچائی یہ ہے کہ دین کا علم لوگوں سے تقریباً رخصت ہو چکا ہے وہ کون سا گناہ ہے جو

ہمارے معاشرے میں کھلے بندوں انجام نہ دیا جا رہا ہو۔ بے حیائی و بدکاری، شراب نوشی و جوابازاری بلکہ ہزاروں طرح کے گناہ انجام دیئے جا رہے ہیں۔ ان گناہوں کے عام ہونے کا سبب بڑی حد تک علم و عمل کا فقدان ہے۔ گویا قیامت بس دستک دے رہی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کا دور دورہ ہوجائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ علم کی کمی اور جہالت کی زیادتی ہوجائے گی) اور شراب وزنا عام ہوجائیں گے۔

یہاں علم سے مراد علم دین ہے جو لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے انہیں اچھی بات کا حکم دیتا اور بری بات سے روکتا ہے اور حرام وحلال سے واقف کراتا ہے۔

علم اور اسلام

انسانیت نے اپنی طویل تاریخ میں کسی اور مذہب کو اسلام کی طرح علم کو اہمیت دیتے نہیں دیکھا۔ علم کی دعوت دینے، اس کا شوق دلانے، اس کی قدر و منزلت بڑھانے، اہل علم کی عزت افزائی کرنے، علم کے آداب بیان کرنے، اس کے اثرات ونتائج واضح کرنے، علم کی ناقدری اور اہل علم وہدایت کی مخالفت و بے عزتی سے روکنے میں اسلام نے جو بھرپور اور مکمل ہدایات پیش کیں ہیں۔ ان کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ جو پچھلے مذاہب کا مطالعہ کرے گا وہ اس سلسلے میں اسلام کی عظمت کا مزید قائل ہوجائے گا۔

علم کا نام سامنے آتے ہی ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے گھٹاٹوپ اندھیرے میں بجلی چمک اٹھی ہو یہ علم ہی ہے جو انسان کو اس کے مقصد زندگی سے آگاہ کرتا ہے۔ ہر نیک و بد اور مفید و مضر کی پہچان کراتا ہے اور اسے حیوانوں کی سطح سے بلند کرکے انسانیت کی سطح تک پہنچاتا ہے۔ اسی علم سے افراد اور قومیں آگے بڑھتی ہیں۔ کیا علم کی اہمیت کا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی جو سب سے پہلی آیت اپنے رسول پر نازل فرمائی وہ یہ تھی۔ اقراء باسم ربک الذی خلق

ترجمہ: پڑھئے اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے

پڑھنا اللہ کے نام سے ہی ہے، نفس کی خواہشوں اور کسی قسم کے غلط مقصد کے لئے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علم کو اسلام میں ایک خاص قسم کا تقدس حاصل ہے۔ اور کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ اسے کسی ایسے مقصد کے لئے استعمال کرے جو حق سے ٹکراتا ہو۔ اسلامی تعلیمات میں دینی و دنیوی تمام علوم پر علم کا اطلاق ہوتا ہے جب کہ مغربی ممالک علم کو محض دنیوی کامیابی کا ذریعہ وزینہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اسلام اسے آخرت میں سرخروئی اور دنیا میں کامیابی دونوں کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

مگر سخت افسوس کہ عرصہ دراز سے مسلمان علم کو جتنا نظر انداز کرتے نظر آرہے ہیں۔ اتنا دنیا کی کسی اور قوم نے نہیں کیا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دنیوی علوم میں بھی پیچھے ہیں اور دینی علوم میں بھی۔ مسلمانوں پر یہ ضروری ہے کہ اگر وہ زمانے کی رفتار سے آگے نہیں تو کم از کم ساتھ ساتھ چلنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اس کے لئے عالمی حالات سے واقفیت بھی ضروری ہے اور بنیادی دینی علوم میں مہارت کے ساتھ دینوی علوم بھی۔ آج پورا عالم اسلام پسماندہ اور مجبور کیوں ہے؟ شراب نوشی اور جوا لاٹری کا چلن ہمارے معاشرے میں بڑھ رہا ہے۔ یوں ہی حرام کاری، وزنا کاری کے رجحانات میں بھی زبردست اضافہ ہوا ہے۔ **دوسری طرف جہالت کی وجہ سے ملت کے مستقبل کی تعمیر اور اس کے افراد کی ترقی و دادرسی کے ضروری کام سے لوگ غافل** ہیں۔ ہماری نئی نسل بہت حد تک مذہب بیزار ہوچکی ہے۔ انہیں مذہب کے قریب لانے کی کوشش نہیں ہورہی ہیں۔ تعلیم نسواں پر بھی توجہ نہیں ہو پارہی ہے۔ قوم وملت کے صدہا مسائل ہیں جو تشنہ کام ہیں اگر حقیقی معنوں میں علم کی روشنی سے دل منور ہوجائے تو انشاء اللہ ان سارے مسائل کے حل کی راہیں آسان ہوجائیں گی۔

کتنا علم سیکھنا ضروری ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو علم سیکھنے پر انتہائی زور دیا ہے اور ہر ممکن

رغبت دلائی ہے۔ یہاں تک کہ ہر مسلمان کے لئے اسے لازمی فریضہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد پاک ہے علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ) لیکن کتنا اور کون سا علم سیکھنا فرض ہے۔ اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں۔

میں بہت سے معتبر و مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اتنا علم جس سے مسلمان اپنے عقیدے کے بارے میں یقینی وحقیقی معرفت حاصل کر سکے۔ اپنے رب کی عبادت اور حضور کی اطاعت کر سکے۔ اپنے نفس اور دل کا تزکیہ کر سکے۔ نجات دلانے والی چیزوں کا علم ہو اور تباہ کن گناہوں کا علم ہو تا کہ ان سے بچا جا سکے۔ اپنے ساتھ، اپنے خاندان والوں اور پڑوسیوں کے ساتھ معاملات کو درست کیا جا سکے۔ حلال وحرام میں فرق ہو سکے اس قدر علم بہر حال ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے لازم ہو ہے۔ جو درس گاہوں میں پڑھ کر، مسجدوں میں سن کر اور مختلف ذرائع سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اب یہ والدین اور سر پرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دینی علم سیکھنے کے لئے مدرسوں میں بھیجیں۔ انہیں جہالت کے اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے نہ چھوڑیں اور نہ انہیں دینی تعلیم حاصل کرنے سے روکیں۔

علم دین حاصل کرنے کے مختلف ذرائع

دینی تعلیم کے حصول کے لئے مذکورہ ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

۱- دینی درسگاہوں میں داخلہ لے کر علم حاصل کر سکتے ہیں۔

۲- دینی و مذہبی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

۳- اہل علم کی صحبت اختیار کر کے ان کی باتوں کو سن کر علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۴- دینی اجتماعات، کانفرنسوں میں شریک ہو کر علماء اور اسلامی اسکالرس کے بیانات کے ذریعہ دینی شعور و آگہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت مسلمانوں کے روز مرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مختلف علماء اہلسنت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نمازِ عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا

عورت اور آزادی

مصنف

علامہ غلام مصطفیٰ قادری رضوی

مدرسہ مدینۃ العلوم پھول پورہ، باسنی، ضلع ناگور (راجستھان)

تقدیم

ماہر رضویات علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب	:	عورت اور آزادی
مرتب	:	علامہ غلام مصطفیٰ قادری رضوی
تقدیم	:	ماہر رضویات علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ/اگست ۲۰۰۹ء
تعداد اشاعت	:	۳۵۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

عرب کے ایک مفکر نے کہا:

اَلْاُمُّ مَدْرَسَۃٌ اِذَا ھَذَّبْتَھَا اَعْدَدْتَ شَعْبًا طَیِّبَ الْاَعْرَاقِ

ماں ایک مدرسہ ہے اور جب ماں کو آپ کو مہذب بنادیں (اصلاح کردے) تو آپ نے تیار کرلیا ایک قوم کو جو کہ پاکیزہ ہے۔

موجودہ حالات میں عورت کی تعلیم پر زور تو ہر طرف سے دیا جارہا ہے مگر یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ کونسی تعلیم ہے جس سے عورت کا عورت ہونا محفوظ رہتا ہے اور وہ کونسی تعلیم ہے کہ جس سے عورت اپنے نام سے ہی محروم ہوجاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبال۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں کو بہترین عورتوں میں شمار کروایا اُن کے کردار کا مطالعہ ضروری ہے جن میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جو کہ اگرچہ فرعون کے گھر میں تھیں اُن کا ایمان لانا اور سختیاں برداشت کرنا قابل مطالعہ ہے۔ دوسری حضرت مریم کی پاکدامنی کا تذکرہ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ بھی ہیں اور انتہائی مطیع و فرمانبردار بندوں میں شمار ہوئیں۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کی والدہ محترمہ حیادار وصدق وصفا کی پیکر کہ آپ اپنی قوم میں شادی سے قبل بھی حکیمۃ القوم یعنی پوری قوم میں عقلمند و دانا شمار ہوئی تھیں اور ''البدایۃ والنہایۃ'' میں یوں بیان کیا گیا کہ و ھی یومئذٍ سیلۃ نِساءِ قومھا کہ اپنی قوم کی سیدہ و سردار ہیں۔

اِسی طرح حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کہ جن سے Direct اللہ تعالیٰ نے ''یا نِساءَ النّبی'' سے خطاب فرمایا اور خصوصاً حضرت خدیجہ الکبریٰ و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عظیم کردار کہ جب حراء سے سید عالم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور دعوتِ حق کا اظہار کیا

کرتے ہیں تو سب سے پہلے دعوت حق پر لبیک کہنے والی عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں جو کَلَّا وَ اللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا سے نعتِ رسول بیان کررہی تھیں اور ساتھ ہی یہ سبق کہ جس وقت شوہر کو کوئی اہم معاملہ پیش آئے تو یہ نہیں کہ اس کے خلاف ہوجائیں بلکہ اُس کا ساتھ دیں یعنی اچھے کام میں ساتھ دیں حوصلہ بڑھائیں۔

اِسی طرح صدیقۂ کائنات اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کردار دیکھیں تو دین کا ۲۵ فی صد حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ۲۲۱۰ روایات پر مشتمل ہے اور بعضوں نے کہا کہ نصف دین اُن کی روایت سے ہے اور حضرت مسروق تابعی کو سنئے کہ وہ قسم اٹھاتے تھے کہ مجھے خدا کی قسم میں نے اصحاب رسول کو دیکھا ہے وہ فرائض کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ لیتے تھے۔ اسی طرح آلِ رسول سیّدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے بارے میں یہ بات موجود ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارَأیتُ احداً کانَ أصْدَق لَھجَۃٍ من فَاطِمَۃَ رضی اللہ عنھا اِلاَّ آنْ یَکُوْنَ اَلْنِبیُ وَلَدَھَا

مجھے سب سے زیادہ سچا لہجہ جن کا ملا ہے میرے (مطالعہ کے) مطابق وہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مگر آج کی عورت کو ''تاریخ النِساء حول النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' دے دی جائے تو ہاتھ تک نہ لگائیں گی کہ عمل نہ کرنا پڑ جائے۔ اگر عورت کو کردار کے حوالہ سے دیکھا جائے تو اُس کی ہر حیثیت پر چاہے ماں ہو بیٹی ہو، زوجہ ہو یا بہن بہر صورت اسلام نے اُس کے احکام وضع فرمائے ہیں، نیز پیدائش سے لے کر بلوغت و نکاح و بعد النکاح زندگی و سفر و حضر و موت تک کے احکامات شرع نے بتادیئے، اَب عورتوں کو چاہئے کہ جدید NGO's اور Womenright کو غلط انداز میں تشریح کرنے والے اداروں کے بجائے اسلام کا مطالعہ کریں۔ شرعی پردہ و شرعی آزادی کا صحیح مطلب سمجھیں اور مردوں کو بھی چاہئے کہ ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ'' کی ذمہ داریاں پوری کریں ورنہ یہ بات صادق آتی ہے کہ بقول اکبر الٰہ آبادی۔

بے پردہ نظر آئیں چند بیبیاں — اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ وہ مردوں کی عقل پر پڑ گیا

ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کیسی ہونی چاہئے تو کہنے لگا:

أَفْضَلُ النِّسَاءِ أَطْوَلُهُنَّ إِذَا قَامَتْ — وَ أَعْظَمُهُنَّ إِذَا قَعَدَتْ
وَ أَصْدَقُهُنَّ إِذَا قَالَتْ — الَّتِيْ إِذَا ضَحِكَتْ تَبَسَّمَتْ
وَ إِذَا حَوَّدَتْ — الَّتِيْ تُطِيْعُ زَوْجَهَا
وَ تَلْزَمُ بَيْتَهَا — الْعَزِيْزَةُ فِيْ قَوْمِهَا
الذَّلِيْلَةُ فِيْ نَفْسِهَا الْوَلُوْدُ — الَّتِيْ كُلُّ أَمْرٍ مَحْمُوْدٌ

ترجمہ: عورتوں میں افضل وہ جو کہیں کھڑی ہو جائے تو طویل القامۃ ہو اور جب کہیں بیٹھے تو عظیم المرتبت ہو اور بات کرے تو سب سے سچی ہو اور ہنسے تو مسکراہٹ بکھیرے اور زوج کی مطیع و فرمانبردار اور گھر کی ذمہ داری کو لازم پکڑ لے اپنی قوم میں ہر دل عزیز اور اپنی نظر میں ذلیل زیادہ بچے جننے والی ہو اور اُس کا ہر معاملہ قابل تعریف ہو۔

اِن صفات کو شرعی پیمانہ پر میزان میں تولئے تو ہر صفت وہ نظر آئے گی جو ایک مسلمان خاتون میں ہونی چاہئے اور قرآن کی آیات اور نبی ﷺ کے ارشادات انہی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جو زیر نظر کتاب میں مصنّف نے مکالمہ کی صورت میں قلمبند فرمائے ہیں۔ یہ کتاب ’’عورت اور آزادی‘‘ جمعیت اشاعت اہلسنّت کے مفت سلسلہ اشاعت کی 184 کڑی ہے، یہ کتاب یقیناً عورتوں اور مردوں کے لئے مفید ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف و جمعیت اشاعت اہلسنّت کے شعبۂ نشر و اشاعت کے کارکنان و علماء کی سعی کو قبول فرمائے، آمین

الفقیر محمد مختار اشرفی
(ناظم جامعۃ النور)

تقدیم جلیل

ماہر رضویات، مناظر اہل سنت، حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب قبلہ برکاتی
(مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات)

گردش ایام یا شامت اعمال نے آج مسلمانوں کو جس خطرناک موڑ پر لاکر کھڑا کر دیا ہے وہ کون سی آنکھ ہوگی جو ہماری زبوں حالی اور ذلت و رسوائی پر آنسو نہ بہاتی ہو، مسلمانوں کی ذلت و رسوائی، حقارت و ہتک، خوارگی، بدنامی، بے عزتی و محرومی کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، کیا کل بھی مسلمانوں کے احوال و کوائف یہی تھے جو آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، انگریزی تہذیب و تمدن ایک فتنہ بار گھٹا بن کر افق عالم پر چھائی ہوئی ہے، اور اکثر ممالک میں یورپی تہذیب ایک فتنہ اور اجتماعی و معاشرتی مفاسد و شرور کی آگ لگی ہوئی ہے، یوں لگتا ہے کہ یہ شرور و فتن کی لو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، اور دنیا سے امن و امان، چین و سکون، عزت و آبرو، عصمت و عفت کے تاج محل جلا کر خاکستر کر دے گی۔

آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیاء و حمیت کے صحیح مذہب و مسلک پر چلتے تھے حتی کہ ایک غیور مسلمان خاتون کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر تک نہیں پڑ سکتی تھی اور آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسوم و عادت کی تقلید کو مایۂ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے، جن کے نزدیک شرم و حیاء کا مفہوم نہیں۔ غرض عورتیں اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ (تنہائی) میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سفر ہونا اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

یہ افسوس ناک اور الم انگیز حالات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان مصائب و آلام کی طرف رواں دواں ہیں جب تک مسلمان اسلامی آداب و اطوار سے سختی کے ساتھ متمسک تھے، اپنے نبی ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا تھے، اسلامی قوانین کے آگے اپنی گردنوں کو جھکائے ہوئے تھے، تو فتح و کامرانی، عزت و آبرو ان کے گھر کی کنیز تھی اور جب مسلمانوں نے

اپنے طریقہ اسلامی کو ترک کر دیا، اپنے پیغمبر کی ہدایات کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ اور دشمنان اسلام کے اطوار کو گلے لگایا تو آج در بدر ٹھوکریں ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہیں۔

آج دشمنان اسلام نے عورت کو جو خلاف فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کا بے نقاب و حجاب سیر و تفریح، مردوں کے ساتھ مصاحبت و مکالمت، مصافحہ و معانقہ کو جائز رکھا ہے، دراصل اس میں عورت کی تنقیص شان ہے، عورت کی زینت و عزت اسی میں ہے کہ وہ چھپا کر رکھی جائے کیونکہ قیمتی اور نایاب چیز کو مخفی ہی رکھا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں اسلام نے اتنا جامع و مکمل نظام حیات دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ پاکیزہ انسانی معاشرہ کی تشکیل میں اس سے بہتر کسی دوسرے نظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیجا میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردے کا حکم دیا جو عزت و عصمت کا ضامن اور معاشرتی و تمدنی امن کا کفیل ہے، جن مذاہب میں پردہ نہیں یا جو قوم پردے کی پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کے کھلم کھلا میل ملاپ کو صحیح سمجھتی ہیں، مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے، مرد اور عورت خواہ کسی بھی قوم کے ہوں ان کا تخلیہ میں ملنا ایسا ہے جیسے آگ اور بارود۔

آج یہ کہنا کہ یہ پردہ اس ترقی کے دور میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے بالکل غلط ہے، یہ تمام باتیں صرف یورپ کی طرز زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے مزاج کی ہیں، ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ ترقی کے لئے مانع نہیں، کیونکہ جب مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی بڑی بڑی قوموں سے آگے تھے، اسلامی پردہ اس وقت سے رائج و مروج ہے، اس وقت بھی مسلم خواتین تعلیم یافتہ تھیں، وعظ و تقریر کیا کرتی تھیں، تلقین و ہدایت کے بھی فرائض انجام دیتی تھیں، اور یہ سب امور پس پردہ انجام پاتے تھے۔

مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ بھی لیتی تھیں، اہل فوج کے لئے آب رسانی کا بندوبست اور زخم خوردہ لوگوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں، مگر وہ حجاب کو ہر حالت میں لازم سمجھتی تھیں، اس وقت کے غیور اور باعزت

مردوں کے دلوں میں بھی کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ پردہ ترقیات کی راہوں کے لئے رکاوٹ ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی امراء المؤمنین کی خدمات میں یہ درخواستیں کیں کہ ہمیں پردہ سے نجات ملنی چاہئے۔

عورت کو جو درجات و مقامات اسلام نے دیئے وہ کسی مذہب میں نہیں، جس وقت عورت مردوں کے لئے بازیچۂ اطفال سمجھی جاتی تھی، شہوانی و نفسانی خواہشوں کا سامان، ظلم و ستم اور قید و بند کی زندگی سے دوچار تھیں، اہل عرب کے اخلاقی خصائل شرم و حیاء کی پابندیوں سے آزاد تھیں، مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط اور میل ملاپ تھا، عورتوں کے ساتھ عیش کرنا اور پھر مجلس میں اس پر فخریہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا جاتا تھا، اسلام نے آتے ہی ان رزیل اخلاق عامہ کی کایا پلٹ دی، ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا جو ناجائز اختلاطات کا باعث ہوتے تھے، بازاروں کو شر الاماکن (سب جگہوں میں بری جگہ) قرار دیا، مردوں کے ساتھ تشبہ کرنے والی عورتوں کو مستوجب لعنت بتایا، گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ ”شیطان ان کی تاک میں بیٹھتا ہے“ نامحرم مرد و عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ حرام قرار دیا، عورتوں و مردوں سب کو نیچی نظر رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو آزادی دی اور ان کے جو حقوق تھے، اسلام نے انہیں وہ حقوق دلائے مگر افسوس کہ آج اسلام کو ظلم و ستم کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔

اسلام نے بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی کہ ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے، لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھے، صاحب ثروت اور عفت مآب خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جائیں تو اسلامی پردہ ہرگز خلاف نہیں، جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے وہ تعلیم و ہنر کا دشمن ہے، مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا وہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر

طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیورِ ہنر سے اپنے آپ کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت شرافت وعصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے، پردہ کے ساتھ دائرۂ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے۔

عزیزم مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی سلمہ القوی نے اس قومی وملی مرض کو صحیح طور پر پہچانا اور موجودہ ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے چند نصائح کو بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے جو ہماری ماؤں اور بہنوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا، دو بہنوں کا مکالمہ کتبِ معتبرہ ومستندہ کے حوالوں سے مرتب کر کے ایک انوکھے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے جو ان کے تفہیم و تسہیل کا پتہ دیتا ہے۔

عزیزم موصوف سے راقم الحروف کے بڑے گہرے مراسم ہیں۔ ان کے دینی، قومی، ملی جذبات وخدمات کو دیکھ کر قلوب واذہان کے سکون کو طمانیت کا سامان ہوتا ہے، مسلک اعلیٰ حضرت پر استحکام، تصلب فی السنہ اور ملی ہمدردی دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوتی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، ان کے علم اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے، اور اس کتاب کو ہماری ماؤں اور بہنوں کے لئے مفید سے مفید تر بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ

اور خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کا

ادنیٰ سوالی

عبدالستار ہمدانی، مصروف، برکاتی، نوری

آئندہ صفحات میں مسلم معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں کے بارے میں سلمہ اور فاطمہ نامی دو اسلامی بہنوں کی قرآن وحدیث کی روشنی میں سنجیدہ گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔ احکام قرآنی اور فرامین رسالت ﷺ پر عمل کر کے ہی ایک عورت پاکیزہ نظام معاشرت کے تحت زندگی گزار سکتی ہے ورنہ مغربی طرز کو اپنا کر اسے ذلت و رسوائی اور دنیوی واخروی نقصان کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلمہ: بہن آج سے چند ماہ پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے میں نے مقدس اور نیک بیبیوں کی بے مثال زندگی سُنی تھی جن کو سُننے کے بعد میں نے اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کو اپنانے کی کوشش کر دی ہے، لیکن آج میں پھر آپ کو زحمت دے رہی ہوں یعنی ہمارے اس معاشرے میں عورتوں کی بے راہ روی اور غلط طریقوں کے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتی ہوں نیز جن گناہوں کی آج ہماری ماں بہنیں شکار ہو رہی ہیں، ان کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں انہیں سننا چاہتی ہوں، تو سب سے پہلے آپ مجھے بتایئے کہ اسلام میں ایک عورت کے شرم اور پردے کی کتنی تاکید کی گئی ہے کیونکہ آج ہماری ماں بہنیں سڑکوں اور بازاروں میں اتنی بے حیائی اور بے شرمی سے پھرتی ہیں کہ الامان والحفظ، اس لئے ذرا قرآن و احادیث کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان کیجئے نا؟

فاطمہ: بہن سب سے پہلے آپ یہ جان لیں کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اس صنف نازک یعنی عورت کے کیا حالات تھے اور اس کی کیا حیثیت تھی؟ لوسنو! اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی آمد سے قبل عورت انتہائی پریشاں اور زبوں حال تھی، تمام تہذیبوں میں اس کو عیاشی کا سامان سمجھا جاتا تھا، صرف ملکِ عرب میں عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا، اگر اس کا سن لو تو کلیجہ منہ کو آئے گا، جب جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو باپ ناراض ہوتا اور اپنی لڑکی کو اپنے ہاتھ سے زمین میں زندہ گاڑ دیتا اور اس میں اسے کچھ شرم محسوس نہیں ہوتی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں انگلینڈ کے اندر عورت کی کیا پوزیشن (Position) تھی؟ یونان میں اس عورت کے ساتھ کیا ظلم ڈھایا جاتا تھا، روم میں کیا حالت تھی؟ ایران میں اسے کیا حیثیت دی جاتی تھی؟ پوری تاریخ اس کی گواہ ہے کہ عورت کا معاشرے اور سوسائٹی میں کوئی لائق مقام نہیں تھا۔ ۵۷۶ء میں یونان کے علماء کا خیال تھا کہ سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کی برائی کا علاج ممکن نہیں، عورت ہماری

راحتوں اور آرام کو مٹاتی ہے اور ہماری روح کو بے چین کرتی ہے۔

طامس ہارڈنگ کہتا ہے کہ "عورت ایک خطرناک اژدہے کی طرح ہے جس کا مقابلہ آسان نہیں، عورت ایک شیطانی جادو ہے، اس کے شر سے بچنا دشوار ہے"۔ (عورت کیا ہے، ص ۶،۷)

الغرض پوری دنیا میں عورت کے ساتھ نازیبا سلوک کیا جاتا تھا مگر رب قدیر کے فضل و کرم سے اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے تشریف لاکر اس صنف نازک اور کمزور عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ دیا اور اس کے مقام کو معاشرے کے اندر اس طرح بلند کر دیا کہ ہر طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں:

ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اسلام کی آمد کے بعد عورت کو صرف مرد کی ہی راحت کا سبب قرار نہیں دیا بلکہ اس کی عزت و عصمت کی بھی حفاظت کا ذریعہ پردے کی صورت میں بتایا گیا، اسے صرف آزاد اور آوارہ ہی نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے اور اس کے مختلف رشتوں اور ناتوں کی پہچان کرا کے بھی اسے گھر کی زینت بنا دیا اور باہر آزادی کی زندگی پر پابندی لگا دی اور یہ پابندی اس کی عظمت اور ترقی کا سبب بن گئی، اس کو زندہ جلا دینے سے بچا لیا، مردوں کی طرح اس کے حقوق بھی مقرر فرمائے، اس کے قدموں کے نیچے جنت جیسی عظیم نعمت کو بتایا:

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ (الجامع الصغیر للسیوطی، برقم:٣٦٤٢، ٢/٧٥٤)

جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

اسے اس طرح بھی بلند مرتبہ بتایا کہ "اے لوگو! اگر تم نفس کی پاکی چاہتے ہو تو عورت سے شادی کرو"۔ اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ دلہن جب گھر میں آئے تو اس کے پاؤں دھو کر

گھر کے چاروں کوشوں میں چھڑک دو تا کہ برکتیں چلی آئیں، اسلام نے اشارہ دیا کہ عورت تمہارے لئے زینت ہے اور تم اس کے لئے زینت ہو، اسلام نے بتایا کہ اپنے نکاح کے بہترین عورت کا انتخاب کرو۔ اور فرمایا: ایمان کے بعد بڑی نعمت عورت ہے۔ اور یہ بھی تاکید کی کہ عورت کو غلام کی طرح مت مارو...... نیز بتایا کہ اگر کسی عورت سے شوہر تکلیف اٹھاتا ہے تو وہ اس کے بدلے میں جنت میں جائے گا، بہن سلمہ! اسلام کے آنے کے بعد عورت کی عظمت وشوکت کتنی بڑھی اس کا اندازہ لگانا بہت دشوار ہے۔ فالحمد لله علی ذلك

سلمہ: بہن آج یورپ اور مغرب کے ترقی یافتہ انسان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو پردے میں رکھ کر اس پر ظلم کیا ہے، ان کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

فاطمہ: بہن! آج مغرب کے لوگ عورت کی آزادی اور اسے بازاروں میں گھومنے کی جو بات کرتے ہیں، اس میں ان کی خطرناک سازش شامل ہے، اسلام نے اسے پردے میں اور گھر میں رکھ کر عزت دی ہے، اگر یہ عورت گھر سے باہر نکل جاتی اور اسے مکمل آزادی اور چھوٹ دے دی جاتی تو پتہ نہیں مسلم معاشرے اور سماج کا کیا حال ہو جاتا۔ یہی کیا کم ہے کہ آج فیشن ایبل عورتوں کو دیکھ کر اور فلم سینما کو دیکھ کر کئی جگہوں پر عورتیں تباہی و بربادی کی طرف قدم بڑھا چکی ہیں، ظاہری ٹیپ ٹاپ کے ساتھ بڑے فخر کے ساتھ ادھر ادھر پھر رہی ہیں، نہ غیرت ایمانی کا انہیں پاس ہے اور نہ خاندان و معاشرے اور اسلام کے پاکیزہ جاہ و جلال کی فکر، یہاں تک کہ خاندان والوں کے رشتے اور ان سے شرم و حیاء کا خیال بھی مٹ رہا ہے۔

اگر اسے بالکل چھوٹ دی جاتی تو اس کے خطرناک نتائج سامنے آتے، برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک میں اس بے پردگی اور پوری آزادی کا اثر یہ ہوا کہ وہاں تقریباً ۷۰ فیصد لڑکیاں شادی سے پہلے ہی جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہیں اور ۳۳ فیصد لڑکیاں شادی کے بغیر ہی ماں بن جاتی ہیں۔

سلمہ! اگر عورت کو مکمل آزادی دی گئی ہوتی تو پھر اس طرح کے واقعات پیش آتے اور اسلام کی عظمت پر حرف آتا جیسا کہ ایک صاحب ایک کسی دوکان میں داخل ہوئے تو وہاں

ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چھوٹے چھوٹے بال بالکل لڑکوں کی طرح کٹے ہوئے تھے، ان صاحب نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص سے پوچھا: کیوں جناب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ اس نے جواب دیا: یہ لڑکی ہے اور میری بیٹی ہے۔ ان صاحب نے کہا: معاف فرمایئے گا مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ اس کے باپ ہیں، اس نے جواب دیا: میں اس کا باپ نہیں بلکہ ماں ہوں۔ (عورتوں کی حکایات، ص ٢٠٦، ٢٠٧)

الاماں تہذیب حاضر الاماں　　لڑکیاں لڑکے ہیں لڑکے لڑکیاں

بہر حال آیئے بہن اب میں اسلام کے شعار اور عورتوں کی زینت یعنی "پردہ" کے متعلق چند قرآنی اور نبوی تعلیمات پیش کرتی ہوں، اگر ہماری بہنیں بھی ان پر عمل کر کے پردے کی پابندی کر لیں تو معاشرے کے اندر عظیم نکھار پیدا ہو سکتا ہے، اور ان کی عزت و عظمت میں چار چاند لگ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس فرامین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سنئے! قرآن کریم کا پیغام کس قدر پُر کیف ہے، جو عورت کی عظمت و بلندی میں چار چاند لگا رہا ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ (النور: ٣٠، ٣١)

(میرے حبیب) اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ضیاء الملت پیر کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اب مومن عورتوں کو ان آداب و احکام کی پابندی کا حکم فرمایا جا رہا ہے جس سے وہ اپنی ناموس (عزت) اور آبرو کی حفاظت کر سکتی ہیں۔ (ضیاء القرآن، ج ٣ ص ٣١٤)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی﴾ (الاحزاب:۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ پھرو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

تفسیر: اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ مراد ہے، اس زمانے میں عورتیں اِتراتی نکلتی تھیں، اپنی زیب و زینت کا اظہار کرتی تھی تاکہ غیر مرد دیکھیں اور لباس اس طرح پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکتے تھے۔ (خزائن العرفان)

اب احادیث کریمہ سنئے اور اندازہ لگایئے کہ پردے کے بارے میں کتنی تاکیدیں آئی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عورت عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔ (ترمذی شریف)

بہن یقیناً عورت کے لئے پردہ اسلام کا ایک قیمتی شعار ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جب کسی چیز کو حسین اور خوبصورت دیکھتا ہے تو اسے پسند کر لیتا ہے، پھر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ اس کی فطرت ہے تو بھلا جب وہ کسی حسین وجمیل عورت کو دیکھے گا تو ضرور اس کے نفسانی خیالات اور جنسی خواہشات اُبھریں گی اور اس طرح ڈھیرے ڈھیرے گناہِ عظیم کے قریب ہوتا جائے گا، اسی لئے تو پہلے قرآن نے نظر بازی پر پابندی عائد کردی کہ جب نظر ہی نہ پڑے گی تو پھر گناہ کا خیال بھی نہیں آئے گا، مرد کی طرح عورت کو بھی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی اجازت نہیں۔

دیکھو ''ترمذی شریف'' کی حدیث ہے، حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ آئے حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: پردہ کرلو۔ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں

اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی؟۔ (سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال، برقم:۲۷۷۸، ۵۳/۳)

پتہ چلا کہ پردے کی پابندی کے لئے صرف غیر محرم سے اپنے کو پوشیدہ رکھنا ہی ضروری نہیں بلکہ غیر محرم مرد کی طرف خود نظر کرنے سے بھی عورت بچے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت سیدہ فاطمہ زہرہ کے پاس آیا اور آکر پوچھا:

أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ؟ قَالَتْ: لَا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَ لَا يَرَوْنَهُنَّ، فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ (صحيح البخاري، مناقب فاطمة عليها السلام، جزء۱۲، ص۱۱۵۔ أيضاً جامع الأحاديث، مسند علي بن ابي طالب جزء۳۰، ص۱۰۱، رقم:۳۲۹۰۶)

یعنی، عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ فرماتے ہیں میں نے سیدہ کا جواب حضور ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے''۔

سبحان اللہ! یعنی پتہ چلا کہ مرد اور عورت دونوں کو اجنبی مرد اور عورت سے اپنی نظر کی حفاظت کرنا لازم ہے اور یہی صحیح معنی میں نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی پارسائی کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔

بہن یہی نہیں بلکہ پردے کی اہمیت اور بے پردگی کی مذمت میں کئی ایک احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں، دیکھو! اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا قیامت میں اس تاریکی کے مثل ہے جس میں کوئی روشنی نہ ہوگی۔ (ترمذی شریف، کتاب الرضاع، باب کراهية خروج النساء في الزينة، برقم:۱۲۰۰)

یعنی بن سنور کر نکلنا اور غیر محرم کے قریب سے گزرنا، نیز خوشبو استعمال کر کے غیر محرموں کو دعوت نظارہ دینا بھی بہت بری بات ہے اور بے پردگی میں شامل ہے۔

سلمٰی! یہ قرآن و احادیث کی روشنی میں پردے کی اہمیت کا بیان تھا، اب آیئے میں آپ کو آج کے ترقی یافتہ دور کے دانشوروں اور سائنسدانوں کے تجربات بتاؤں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو پردے کی جو تاکید فرمائی ہے اس میں اس کا کتنا دنیوی و اخروی فائدہ ہے، ڈاکٹر سٹیفن کلارک لکھتے ہیں کہ

> مرد اور عورتوں کو اختلاط، کزن کا گھر میں بلا روک ٹوک آنا جانا، عام رشتہ داروں کا گھر میں بغیر اجازت کے قیام اور چائے پینا یہ تمام میری نگاہ میں نقصان دہ ہیں اور اس کا اثر نسلوں تک جاتا ہے، میں نے اس اختلاط (میل ملاپ) سے عورتوں کو دوسرے مردوں کی طرف مائل دیکھا، میں نے اس اختلاط سے طلاق کی کثرت دیکھی، زنا اور فحاشی کو بڑھتے دیکھا، گھر اجڑتے ہوئے دیکھے، خودکشی دیکھی اور عورتوں اور مردوں کو جیل جاتے دیکھا، اس کی وجہ گھروں میں بلا روک ٹوک آنا جانا ہے اور بس۔(ویکلی سن)

اگر اسلام کی شہزادیاں ان تمام باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے پردے کی پابندی پر کرنے لگ جائیں تو پھر ان کو دائمی سکون میسر آ سکتا ہے اور وہ آرام اور راحت کی زندگی گزارنے پر فخر کریں گی۔

سلمٰی: اچھا بہن یہ بتایئے کہ باریک دوپٹہ اوڑھنے سے کیا شرعی پردہ ہو جائے گا اور اس طرح اگر عورت کے بال اور چہرہ وغیرہ نظر آئے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

فاطمہ: سلمٰی! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ عورت جب بالغہ ہو جائے تو غیر مرد کے لئے اس کے کسی بھی حصۂ بدن کی طرف نظر اٹھانا جائز نہیں لیکن اگر مغربی اور یورپی تہذیب کے فریب کا شکار ہونے والی عورت خود ایسی چیزیں اختیار کرے کہ جس سے غیر مرد اس کی طرف شہوت کے ساتھ نظر دوڑائے تو اس میں عورت کا قصور اور زیادہ ہے...... رہا یہ کہ ایسا دوپٹہ یا

برقعہ وغیرہ پہننا کہاں تک درست ہے؟ تو سنو! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا ہے دوزخ والوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نہیں دیکھوں گا ایک تو وہ جن کے پاس گایوں کی دموں کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرے وہ عورتیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں (یعنی بہت باریک اور پتلے کپڑے پہنتی ہوں) اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں اور مردوں کی جانب خواہش رکھنے والی عورتیں ان کے سر جھکے ہوئے بختی اونٹ کے کوہان کی مثل ہیں، یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی اور جنت کی بو اتنی اتنی دور سے آتی ہے یعنی بہت دور سے آتی ہے۔(مسلم شریف، ج۲ ص۲۰۵)

امام مالک علقمہ بن ابی علقمہ رضی المولیٰ عنہ سے وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت بی بی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ المولیٰ عنہا کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر آئیں تو حضرت عائشہ نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹہ دے دیا۔(مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ)

تو اس واقعہ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ باریک دوپٹہ پردے کے کام نہیں آ سکتا اور ستر پوشی نہیں کر سکتا، نیز عورتوں کے باریک لباس سے جہاں شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے وہیں اس کے کچھ اور نقصانات بھی واقع ہوتے ہیں۔

اور اس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو دوپٹہ پھاڑا، وہ اس حدیث پر مکمل عمل تھا کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> جب تم میں سے کوئی کسی برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس برائی کو دل میں برا جانے۔(مسلم شریف)

ایک مرتبہ آپ (بی بی) عائشہ رضی اللہ عنہا کا کسی کے ہاں جانا ہوا، صاحب خانہ کی دو نوجوان لڑکیاں بغیر چادر باریک دوپٹہ اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں، آپ نے ہدایت فرمائی کہ

آئندہ دبیز کپڑے کی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے۔

اس سے پتہ چلا کہ باریک دوپٹہ وغیرہ جیسے بھی عورت کے لئے جائز نہیں اور نماز کی حالت میں تو بدرجۂ اولی ناجائز رہے گا اور نماز نہ ہونے کا سبب ہوگا جیسا کہ فقہ کی کتب میں ہے کہ اتنا باریک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھی جس سے بالوں کی سیاہی نظر آئے اس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوگی۔(علمہ کتب فقہ ملفوظات شریف، ج١ ص٢٥)

اور سنو! ایک بار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مصر کی بنی ہوئی ململ آئی، آپ نے اس میں سے کچھ حصہ پھاڑ کر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا اس میں سے ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتہ بنالو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لئے دے دو، مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر نہ جھلکے۔(ابو داؤد شریف)

سلمہ: آج کل فیشن کو اختیار کرنے والی ہماری ماں بہنیں مردوں کی طرح تنگ لباس اور فیشنی کپڑے پہنتی ہیں، ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

فاطمہ: اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی وہ لڑکیاں اور عورتیں جنہوں نے ایسے غیر شرعی اور لعنت برسانے والے زرق برق لباس پہننا شروع کردیئے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ کے ان ارشادات کو بغور پڑھ کر اپنا محاسبہ کریں:

١۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں“۔

٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت کی جو مردانہ لباس پہنتی ہے“

(سنن ابو داؤد، باب لباس النساء، جزء١٢، ص١٦٠، برقم:٦١٥٥۔ أيضاً السنن الكبرى للنسائي، جزء٥، ص٣٩٧، برقم:٩٢٥٣۔ أيضاً جامع الاصول من احاديث الرسول، العمام و الطيالسة برقم:٨٢٨٤۔ الآداب للبيهقي، ج١ ص٣٥٦، برقم:٥٩١) اسی لئے تو سرکار ﷺ نے فرمایا: ”عورتوں کی خانہ نشینی پر انہیں کم کپڑے دے کر مدد چاہو جب کسی کے پاس

زیادہ کپڑے ہوں تو وہ سنگھار کرکے باہر نکلنے کو چاہے گی“۔

جو عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں جن سے بدن کی ساخت بالکل صاف نظر آتی ہے ان کا پہننا گناہ تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ دنیوی نقصان بھی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر لیڈ بیٹر (Dr.Led Beater) جو بہت بڑا محقق ہے وہ لکھتا ہے کہ ”جس لباس سے نسوانی جسم کی ساخت نظر آئے اس جسم سے میں نے غلیظ اور نسوانی لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے“۔(سنن نبوی اور جدید سائنس بحوالہ تصورات اسلام)

اور اب تو آئے دن کوئی نہ کوئی نیا کپڑا نکلتا رہتا ہے جو پوری طرح بے شرمی کا نمونہ پیش کرتا ہے خاص کر عورتوں کو آزادی کے راستے پر لانے کے لئے اہل مغرب نے جو فیشنی کپڑے تیار کئے ہیں غیروں کی دیکھا دیکھی مسلمان خواتین بھی بے حیائی کے ساتھ انہیں پہنتی ہوئی نظر آتی ہیں، جس سے مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کی اس خواہش اور منصوبے کی تکمیل ہورہی ہے جس کو لے کر وہ میدان میں آئے ہیں۔ مینگو ڈولی (Mango Dolly) رس ملائی وغیرہ اسی طرح کے نام کے کپڑے جو ایک مرد بھی پہنے تو اس کا بدن ظاہر ہوتا ہے، بھلا عورت کس طرح پہننا گوارا کرے گی، ایسی بے شرم اور بے حیا عورتوں کو اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کرنی چاہئے، ورنہ وہ دن دور نہیں کہ اس کی عزت و عظمت کے ساتھ دنیا والے کھلواڑ کرنے لگ جائیں گے اور وہ کچھ نہیں کرسکے گی۔

بہن! دراصل آج ہمارے معاشرے اور سوسائٹی میں جو طرح طرح کی برائیاں جنم لے رہی ہیں ان کو فروغ دینے میں جہاں مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں نے دوسرے طریقے اپنالئے ہیں، وہیں T.V کا بھی بڑا حصہ رہا ہے، اس ناسور نے جہاں مسلمان مردوں کو بے راہ روی کا شکار کیا ہے وہیں مسلمان عورتوں کی زندگی کو بھی بے حیائی، عیاشی، فحاشی اور گندے خیالات میں ملوث اور مبتلا کردیا ہے، آج کے ٹیلی ویژن کے بارے میں یہ بات عام ہے کہ اب کوئی شریف انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ ٹی وی دیکھنے کے لئے نہیں بیٹھتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ نہ جانے کب کوئی گندہ اور فحش منظر آجائے، جس میں بے پردگی خوب

ظاہر ہو اور وہ اس کے شرم و حیا کے لئے چیلنج بن جائے کیونکہ عریانیت اور برہنہ تصویروں نے ہی آج مسلم عورتوں کو ایسے راستے کی طرف دھکیلا ہے جہاں شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور ان فحش اور بلیو (Blue) فلموں نے بجائے تعلیم و تربیت کے ان ناظرین کو تباہی اور ہلاکت یعنی ایڈز جیسی مہلک بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔

سلمہ: اچھا بہن فاطمہ! یہ بتایئے نا کہ آج کل ہماری بہنیں جو مردوں جیسا فیشنی لباس پہنتی ہیں اور اس کو پردے کا نام دیتی ہیں کیا برقعہ یہی ہوتا ہے؟

فاطمہ: یہ بات تو میں پہلے ہی بتا چکی ہوں، بہن! کہ عورتوں کو مردوں کی طرح رہنے سہنے کا شوق اسی ٹی وی نے دلایا ہے چاہے وہ کپڑوں کا معاملہ ہو یا چلنے پھرنے کا، جب تک اس لعنت والی چیز سے دوری اختیار نہیں کرے گی تب تک وہ فیشن کے قریب جاتی رہے گی اور تباہی و بربادی اس کا استقبال کرے گی، آپ یہ بات کرتی ہیں کہ ہماری ماں بہنیں برقعہ کے نام پر فیشنی کپڑے پہنتی ہیں، ارے انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ پردہ اور برقعہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ عورت مکمل طور سے اپنی ستر پوشی کرلے، اگر اس کا کوئی عضو جو ستر پوشی میں داخل ہے وہ نظر آجائے تو پھر سمجھ لو ابھی اس نے پردہ نہیں کیا بلکہ عورت کو اس طرح نامکمل پردہ کرنا بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں اس لئے کہ عورت کا معنی ہی چھپانے کی چیز ہے اور عورت سراپا عورت ہے۔

کرو لفظ عورت پہ اگر غور تم تو معلوم کر لو گے فی الفور تم
کہ عورت ہے شرم و حیا کا مقام نمائش ہو اس کی برا ہے یہ کام
ہے عورت کا مستور رہنا ہی ٹھیک ہے عورت کو مستور کہنا ہی ٹھیک
اگر عزت نفس ملحوظ ہے تو وہ اپنے گھر میں ہی محفوظ ہے
اور جو عورت ہے بے شرم اور بے حجاب ہے قسمت میں اس کی یقیناً عذاب

بہن آپ سے زیادہ مجھے معلوم ہے کہ آج ہمارے یہاں غیروں کی دیکھا دیکھی کئی لڑکیاں اور عورتیں ایسے برقعے پہنتی ہیں جو بنام برقعہ ہے، حقیقت میں وہ فیشن کے طور پر استعمال کرتی ہیں، کیا اگر وہ اسے پردے کے طور پر پہنتی ہیں تو ان کی آنکھیں اور چہرے اور

بال کھلے رہتے ہیں، کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے شب معراج جو عذابات خواتین کے متعلق دیکھے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ سرکار نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ کھول رہا ہے"۔ (یہ اس عورت کی سزا تھی جو اپنے بال غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی)

یہ بھی واضح رہے کہ فتنہ و فساد پھیلانے اور زنا وغیرہ گناہ کی دعوت دینے میں دوسرے اعضاء بدن کی بنسبت آنکھ کا زیادہ حصہ رہتا ہے اور یہی فتنہ کی جڑ ہوتی ہے، چنانچہ سرکار فرماتے ہیں:

"العينان تزنيان و زناهما النظر" (سنن ابی داؤد، برقم:۲۱۵۲۔ أيضاً مسند احمد برقم:۸۵۲۰۔ أيضاً مسند الصحابة فی الكتب التسعة مسند عبدالرحمن بن صخر (ابی هريرة)، برقم:۳٤٦ بحواله مسند احمد برقم:۷۷۰۵، ۱۰۹۲٤)

آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا "نظر کرنا" ہے۔

اور اب تو ایسے فیشن ایبل برقعے مارکیٹ میں فروخت ہو رہے ہیں جو کئی ایک رنگوں سے مزین اور خوب سجاوٹ شدہ ہوتے ہیں۔ ہماری ماں بہنیں ان فرامین مقدسہ اور ارشادات عالیہ پر غور کر کے شرم و حیا کی پوری پابندی کرنے کی کوشش کریں، انشاء اللہ انہیں راحت اور کامیابی کی زندگی میسر آئے گی۔

سلمہ: بہن جب آپ نے شریعت کا یہ حکم بتا دیا کہ عورت کو بے پردہ باہر نکلنا لباس و کپڑے فیشنی پہننا، لوگوں کو دعوت گناہ دینا، آنکھوں سے بے پردگی ظاہر کرنا، یہ سب ناجائز ہیں تو پھر ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو بڑی سج دھج کے ساتھ اولیائے کرام کے مزارات پر جاتی ہیں اور پردہ کا خیال نہیں رکھتیں؟

فاطمہ: بہن سلمہ! مزارات پر عورتوں کا جانا یہ کیسا ہے، اس کے بارے میں جاننے سے پہلے یہ سن لو کہ آج لڑکیوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور بڑی بے باکی کے ساتھ بازاروں میں گھومنا، ان کاموں میں کچھ ان کی غلطی ہے، مگر ان سے زیادہ ان کے والدین اور شوہروں کا

بھی قصور ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں انہیں کیوں آگاہ نہیں کیا؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ رب کریم کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (النساء: ٤/٣٤)

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم (افسر) ہیں۔

کیا انہوں نے یہ فرمان رسول اکرم ﷺ نہیں سنا؟

"اذا خرجت المرأۃ من بیتھا و زوجھا کارۃ لعنھا کل ملك فی السماء و کل شئ مرت علیه غیر الجن و الانس حتی ترجع" (کشف الغمه، فضائل اهلبیت، ص٢٣٥)

یعنی جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے گھر سے نکلتی ہے تو آسمان کا ہر فرشتہ اور جن و انس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے، اس پر لعنت بھیجتی ہے، جب تک واپس نہ آئے۔

یہی نہیں بلکہ یہاں تک فرمایا گیا:

"لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر اَنْ تساقر مسیرۃ یوم و لیلة" و فی روایة "ان تساقر ثلثة ایام الا و معھا زوجھا او ذو رحم محرم منھا" (سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة ان تسقر المرأۃ وحدھا بغیر محرم برقم:١٢٠٢، ج٥ ص١٥)

حلال نہیں کسی عورت کے لئے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ ایک منزل اور ایک روایت میں ہے کہ تین منزل سفر کو جائے جب تک ساتھ شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہے۔

اس حدیث پاک کے تحت محدث بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

اگر عورت حج کو جانا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج

سے واپسی تک کے لئے (کسی سے) نکاح کرے۔ اگرچہ ستر (٧٠) اسّی (٨٠) سال والے سے ہو جو اس کے ساتھ آئے جائے، مقصود صرف یہ ہے کہ محرم یا شوہر کے بغیر جانا صادق نہ ہو۔ باقی مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں اور اگر اندیشہ ہو کہ واپسی کے بعد طلاق نہ دے گا تو یوں کیا جائے کہ عورت کہے: میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو۔ مرد کہے: میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (آخر تک پوری بات کہے) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہو جائے گی اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہو جائے گی بغیر اس کے قدم رکھے گناہ میں لکھا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ ج٤ ص٦٨٤)

رہی بات مزار پر جانے کی تو اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مختلف اقوال زرین کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ امام قاضی خاں سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر (قبروں اور مزاروں) پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جانا ناجائز نہیں، یوچھتے یہ پوچھ کہ اس میں عورتوں پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے کسی قبر کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے، اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے، سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔ (حمل النور، ص٢٤)

بہن سلمہ! یہ سب دراصل گھر والوں کی عدم توجہی اور کاہلی کی وجہ سے ہوتا ہے کیا شوہر کو یا والدین کو معلوم نہیں کہ آج کے پُرفتن دور ہماری بیویوں کی عصمت و عزت کے لئے

خطرناک ہے؟ کیا وہ اس ناواقف ہیں کہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو آزاد چھوڑنے کے نتائج انہیں ذلت ورسوائی کا شکار بنادیں گے اور پھر وہ معاشرے اور قوم میں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے، اس کے نتیجے دیکھنے ہوں تو ان سرپرستوں اور حاکموں کو یہ واقعہ خواب یاد رکھنا چاہئے:

لندن کے ایک سینما ہال میں منیجر نے اعلان کیا کہ ایک لیڈی (عورت) اپنے کسی دوست کے ہمراہ کھیل دیکھنے آئی ہے، اس کے شوہر کو شکایت ہے لہٰذا پانچ منٹ کے لئے بتیاں گل کی جاتی ہیں تا کہ وہ لیڈی (عورت) خاموش کے ساتھ اپنے گھر چلی جائے۔ یہ کہہ کر منیجر نے بتیاں گل کر دیں اور پانچ منٹ کے بعد واپس بتیاں روشن کر دیں، تو دیکھا کہ سارا ہال لیڈیوں سے خالی ہو چکا ہے۔

نیک عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کبھی گھر سے نہیں نکلتی مگر ماڈرن ماحول ہمیں یورپ کے نقش قدم پر چلنے کا درس دیتا ہے، ان لیڈیوں کے نقش قدم پر جو اپنے شوہروں کی مرضی کے خلاف اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سینما ہال میں پہنچ جاتی ہیں، سینما کے منیجر نے صرف ایک لیڈی کے لئے لائٹیں بند کی تھیں مگر پتہ بعد میں چلا کہ ہال میں جتنی بھی لیڈیاں تھی، سبھی اپنے شوہروں کو چھوڑ کر اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سینما میں پہنچی ہوئی تھیں، ان مغربی لیڈیز کے نقش قدم پر چلنے والی ہماری ملک کی ماڈرن عورتیں بھی اسی راہ پر چل نکلی ہیں۔

ہو گئی ہے خبر سے لڑکی ٹرینڈ　　ساتھ اپنے لے کے پھرتی ہے فرینڈ

(عورتوں کی حکایات، ص ۵۳، ۵۴)

سلمہ: تو بہن! پھر ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو اپنے کسی کام کے پورا ہونے کے لئے اولیائے کرام کے مزارات پر چادر وغیرہ چڑھانے کی نذر مانتی ہے، کیا انہیں وہاں جانا ضروری ہے؟

فاطمہ: حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نذر کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نیاز

دلانے یا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے کا محرم کی نیاز یا شربت لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں، مگر یہ کام منع نہیں ہیں، کرے تو اچھا ہے، ہاں البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلاف شریعت اس کے ساتھ نہ ملائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۹، ص ۳۴)

اور ظاہر ہے کہ عورتیں چادر وغیرہ لے کر مزارات پر جائیں گی تو فتنہ کا اندیشہ ہوگا، اس لئے وہ ماں بہنیں ان چادر وغیرہ چیزوں کو کسی مرد کے ساتھ بھجوادیں، ان شاء اللہ ان کا مقصد اور مراد پوری ہو جائے گی کہ یہاں تو عقیدت ومحبت کا معاملہ ہے۔

سلمہ: خدائے پاک آپ کو جزائے خیر سے نوازے، بہن آپ نے مجھے پردہ اور بے پردگی کے بارے بہت سی باتیں بتائیں، اب ذرا بتایئے کہ پردہ شریعت میں کن کن سے کرنا ضروری ہے اور کن کن سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے؟

فاطمہ: اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھو کہ ہر غیر مرد خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار جس سے عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، ان سے پردہ کرنا لازم اور ضروری ہے اور جو عورت کے محرم ہوں یعنی جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہو سکتا، ان سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔

اب محرم اور غیر محرم کون کون ہیں ان کی تفصیلات سماعت فرمائیں:

عورت کے محرم　　باپ، دادا، چچا، ماموں، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، پوتا، نواسہ

عورت کے غیر محرم　　چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، جیٹھ، دیور وغیرہ

اور آج کل ہمارے یہاں عورتیں دیور سے پردہ تو دور کی بات، ان سے ہنسی مذاق کرنا فخر سمجھتی ہیں، حالانکہ جس طرح دوسرے غیر محارم سے پردہ ضروری ہے اسی طرح دیور سے عورت کے لئے اپنے کو چھپانا لازم ہے...... بلکہ دیور کے بارے میں تو اور زیادہ تاکید آئی ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایاکم و الدّخول علی النساء، فقال من الانصار یا رسول اللہ

اقرأیت الحمو؟ قال الحمو الموت" (صحیح مسلم، باب تحریم الخلوة حنبیة، ج۲ ص ۲۱٦، برقم:٤٠٣٧۔ أیضا صحیح بخاری، باب لا یخلون رجل ما مراة إلا ذو محرم جزء۱۷، ص ٣٦٥، برقم:٤٨٣١)

عورتوں کے پاس جانے سے پردہ کرو، ایک صحابی انصاری بولے، یا رسول اللہ ﷺ! دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: دیور موت ہے۔

یعنی آدمی جس طرح موت سے دور بھاگتا ہے اسی طرح دیور سے دور رہنا عورت کے لئے ضروری ہے، اس حدیث پاک کو ہماری وہ ماں بہنیں پڑھ کر اپنا محاسبہ کریں جو بلا جھجک دیوروں سے ہاتھ ملاتی رہتی ہیں اور ان سے ہنسی مذاق اور کھیل کود سے بھی دریغ نہیں کرتیں......ورنہ اس کا انجام بھی فتنہ سے خالی نہیں ہوگا۔

عورت اس کو کہتے ہیں جو ستر و حجاب میں رہتی ہو
رہنے دیا ہے عورت کو کب عورت اس عریانی نے

سلمہ: اب ذرا ان عورتوں کے بارے میں شرعی حکم بیان فرمایئے نا، جو بڑی بے باکی کے ساتھ ایسی زینت اور سنگار کرتی ہیں جو میرے خیال میں شریعت میں جائز نہیں ہوگا؟

فاطمہ: بہن سلمہ! پروردگار نے ہمیں جو مذہب عطا فرمایا اور اس کے دامن میں جگہ عطا فرمائی، اس پر اس کا زندگی بھر جتنا شکر ادا کریں کم ہے، اس لئے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، اس کی تعلیمات بے مثال ہیں، جو دوسرے کسی مذہب اور دھرم میں نہیں مل سکتیں، اسلامی معاشرہ ہی وہ معاشرہ ہے جس میں احکام قرآنی نافذ ہیں، اسلام نے جو قانون اور قاعدے ہمارے لئے متعین فرمائے ہیں، ان پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے سرخروئی کا باعث ہے، ہمارے لئے کیا جائز اور کیا ناجائز ہے؟ یہ تمام تفصیلات ہمیں بتادی ہیں، اسلام نے ہر جگہ ہمارے لئے پابندیاں اور سختیاں ہی نہیں جاری کی ہیں بلکہ سہولتوں اور آسائشوں کی ایک لمبی قطار بھی ہمارے لئے جاری کی ہے۔

اب دیکھئے عورت کے لئے ایک اچھی اور عمدہ زندگی گزارنے کے جو آداب اور طریقے

حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائے، وہیں عورتوں کے لئے زیب و زینت کا جائز طریقہ اور ادب بھی سکھایا بلکہ بعض صورتوں میں زینت و آرائش نہ کرنے پر انہیں تاکید بھی کی گئی کہ عورت اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرے۔ محسن انسانیت ﷺ نے جہاں عورتوں کو بے پردہ نکل کر اپنی زینت و آرائش کو غیر محرم لوگوں پر ظاہر کرنے سے روکا اور شدید تہدید فرمائی وہیں اس کو اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کا تاکیدی حکم بھی بتایا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بن عقبہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ (ﷺ)! بیعت کر لیجئے، فرمایا:

میں تجھے بیعت نہ کروں گا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں کو نہ بدل لے (یعنی مہندی لگا کر ان کا رنگ نہ بدل دے) تیرے ہاتھ گویا درندہ کے ہاتھ معلوم ہو رہے ہیں۔ (سنن ابو داؤد، باب فی الخضاب للنساء برقم:٤١٦٧)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں کتاب تھی، اس نے پردہ کے پیچھے سے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا یعنی حضور کو دینا چاہا، حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ فرمایا کہ معلوم نہیں مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے کہا: عورت کا، فرمایا:

اگر عورت ہوتی تو ناخنوں کو مہندی سے رنگے ہوتی۔ (سنن ابو داؤد، باب فی الخضاب للنساء برقم:٤١٦٨)

یہی نہیں بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں میاں بیوی کے حقوق کے بیان میں یہاں تک کہ شوہر بناؤ سنگھار کے لئے کہتا ہے، یہ نہیں کرتی، گھر میں میلی کچیلی رہتی ہے یا وہ اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی، اس صورت میں شوہر بیوی کو مارنے کا بھی حق رکھتا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا کہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا چاہئے کہ ان کی منگنیاں آئیں بلکہ عورت کا قدرت رکھنے کے باوجود بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ یہ مردوں سے تشبہ ہے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں: اور کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم)

مگر بہن! زینت و زیبائش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت ناجائز طریقے سے بناؤ سنگھار کرے اور حرام و حلال کا امتیاز نہ کرے، نیز فیشن کے اندر ہی ملوث ہو جائے، آج اسلامی افکار ونظریات سے دور رکھنے کے لئے اہل یورپ نے عورتوں کو بھی نت نئی فیشن کی ڈگر پر لاکھڑا کیا ہے اور اس کا سبب بھی وہی ٹی وی (T.V) وی سی آر (V.C.R) اور وی سی ڈی (V.C.D) اور فلمی کیسٹس ہیں۔

اب ہمارے ملک میں عورتیں بھی طرح طرح کے فیشنی کام کر رہی ہیں اور یہ مغربی تہذیب کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے۔ بالوں کو فیشنی رکھنا، بوبی کٹ رکھنا، ان کی فلمی ہیروئن کی طرح کٹنگ کروانا، لپ اسٹک لگانا، نیل پالش ناخنوں پر ملنا، اس طرح کے بے شمار افعال آج نوجوان لڑکیاں اختیار کر رہی ہیں، ذرا انہیں ان کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں ان پر غور کرنا چاہئے اور اپنے کو تباہی کے راستے سے ہٹانا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی لعنت اس عورت پر جو بال ملائے یا دوسرے سے بال ملوائے اور گودنے والی اور گدوانے والی پر۔ (صحیح بخاری، باب المفلجات للحس، برقم: ۵۹٤۰۔ أیضاً ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، برقم: ٤١٧٠)

آج کل عورتیں بال کٹواتی ہیں ان کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم دے تو اس سلسلے میں بھی یہی حکم ہے کہ نا جائز ہے، کیونکہ فرمایا گیا ہے:

لا طاعة لاحد فی معصیة الله

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت (کہنا ماننا) جائز نہیں۔

میک اپ، ناخن پالش اور لپ اسٹک سے عورتوں کو کتنا نقصان پہنچتا ہے اس سلسلے میں ایک مغربی مفکر اور ماہر حفظان صحت کیا کہتا ہے؟ اس کو غور سے سنئے:

میری زندگی فطرت کے مسلسل مطالعے میں گزری ہے، اس بات کو غور سے دیکھا کہ ہم فطرت کے قریب رہتے ہوئے فطرت سے دور نہیں جا رہے۔

فیشن اور رواج کی دنیا نے ہمیں صرف دھوکا دیا ہے، میک اپ حسن نسواں (عورتوں کی خوبصورتی) کے لئے تھا جتنا نقصان اس نے عورتوں کے حسن کو پہنچایا ہے شاید ہی کسی چیز نہ دیا ہو، جنگوں نے ماحول اور حالات بدلے، بارود نے تباہ کاریوں کی انتہا کر دی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کا نقصان کم ہے جتنا میک اپ سے ہوا ہے۔

اور بہن! ناخن پالش کے نقصانات تو بہت ہیں ساتھ ہی ساتھ اس کی موجودگی میں وضو اور غسل بھی صحیح نہیں ہوتے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وضو اور غسل میں ایک بال کے برابر بھی اگر کوئی جگہ چھوٹ جائے تو اس کی وجہ سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہوں گے، اگر جنابت کا غسل ہو تو پھر مرد یا عورت ناپاک کے ناپاک رہیں گے کیونکہ ناخن پالش کی وجہ سے ناخنوں تک پانی کی رسائی نہیں ہو سکتی بلکہ پانی اسی پالش پر سے گزر جاتا ہے۔

اس کو مہندی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مہندی جرم دار نہیں ہوتی اور ناخن پالش میں جرم (دلدار) ہے، ناخن پالش کے نقصانات کے بارے میں ذرا ایک دانشور کے یہ الفاظ بھی پڑھئے:

ہومیو پیتھک کے ماہرین کے مطابق رنگ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انسان جس رنگ کو بار بار دیکھتا ہے اس کا اثر اس کی زندگی پر غالب ہوتا ہے، چونکہ اکثر ناخن پالش سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور یہ رنگ اشتعال، غصہ اور بلڈ پریشر (Blood Pressure) ہائی کرتا ہے اس لئے وہ مرد یا عورتیں جو اس مرض میں پہلے سے مبتلا ہوں، ان کے امراض میں فوری اضافہ ہوتا ہے اور صحت مند آدمی بھی آہستہ آہستہ ان امراض (بیماریوں) کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ (سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ج ۱ ص ۳۲۰)

مغربی اور یورپی کلچر اور تہذیب کی چکا چوند نے مسلم عورتوں کو ایک بڑے خطرناک موڑ پر لاکھڑا کر دیا ہے اور ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی یہ کمزور عورت روز بروز اس کے فریبوں کا شکار ہوتی جا رہی ہے، اسے یہ معلوم نہیں کہ اس فیشن اور عریانیت نے اس کی عصمت و ناموس کو

برسر بازار نیلام کردیا ہے اور اب وہ اپنے جسم کے آگے نمائش کرنے میں فخر محسوس کررہی ہے۔

کپڑوں میں بھی عریاں بدن اسکن کلر کے پیرہن!
ہیں عورتوں کے زیب تن باپ اور بھائی سب مگن
ان میں حمیت و غیرت اب کہاں؟ تہذیب حاضر الاماں!

یہ دیکھو لپ اسٹک (Lip Stick) کے دنیوی نقصانات کیا ہے؟ ماہرین کے مطابق لپ اسٹک ہونٹوں کو قدرتی حسن سے محروم کرتی ہے، بالخصوص ماحولیاتی آلودگی کی تہہ جم جانے سے ہونٹوں پر بے شمار وائرس جنم لیتے ہیں، جو نہ صرف ہونٹوں کی صحت کو خراب کرتے ہیں بلکہ دانتوں اور بعض اوقات منہ کے سارے نظام کو بگاڑ دیتے ہیں، علاج نہ کرنے سے سرطان کا مرض لگتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ خواتین کو لپ اسٹک لگانے کے چھ گھنٹے تک ہونٹوں کو کھانے پینے اور آلودگی سے بچانا چاہئے ورنہ ہونٹوں پر فنگس ہونے کے خدشات ہیں، لہٰذا عورتوں کے لئے لپ اسٹک مضر (نقصان دہ) ہی ہے۔(بیوٹی رپورٹ، سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ص ۳۷)

سلمہ: بہن! زینت کے اندر خوشبو اور زیورات بھی شامل ہیں تو پھر اس سلسلے میں شریعت کا حکم عورتوں کے لئے کیا ہے؟

فاطمہ: سلمہ! ایسا کہ جس چیز کو خدا اور رسول جل وعلا و ﷺ نے ہمارے لئے جائز او روا رکھا ہے، وہ ہمارے لئے مفید ہے اور جس سے منع فرمایا ہے اس میں یقیناً ہمارا نقصان وخسارہ اور گھاٹہ ہے، شریعت میں عورتوں کے لئے خوشبو و زیورات کی اجازت دی گئی ہے مگر اس میں کچھ لوازمات اور قوانین ہیں، ان حدود و قوانین کے اندر ہی وہ یہ چیزیں اختیار کرسکتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سن لو! مردوں کی خوشبو وہ ہے جس میں بُو ہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو بُو نہ ہو۔

یعنی مردوں میں خوشبو مقصود ہے اس کا رنگ نمایاں نہ ہونا چاہئے کہ بدن یا کپڑے

رنگین ہو جائیں اور عورتیں ہلکی خوشبو استعمال کریں کہ یہاں زینت مقصود ہوتی ہے نیز خوشبو سے بلاوجہ لوگوں کی نگاہیں اٹھیں گی۔(بہار شریعت، حصہ ۱۶)

ہماری بہت سی ماں بہنیں ایسی ایسی خوشبوئیں استعمال کرکے بازاروں اور سڑکوں سے گزرتی ہیں کہ عیاش مردان کو نظر بد سے دیکھنے لگتے ہیں، ظاہر ہے کہ عورت خود لوگوں کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دے رہی ہے، رب قدیر ہماری بہنوں کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی قدر و منزلت پہچانیں۔

رہا زیورات کے بارے میں آپ کا سوال؟ تو بہن سو! اس سلسلے میں عورتوں کو سونے اور چاندی کے زیورات کی اجازت دی گئی ہے اور مردوں کو صرف چاندی اور وہ بھی فقط ایک نگینہ کی جو ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔

رہا سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے زیورات، تو اس بارے میں مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں حکم ہے یعنی دونوں کے لئے ناجائز ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں مستند کتب فقہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ

فتاویٰ شامیہ میں جوہرہ سے ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے لوہے، پیتل، تانبے اور سیسے کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور اس میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ "سونے اور پیتل کی انگوٹھی حرام ہے"۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۵)

ہاں اگر لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا (عورت کے لئے سونے کا) خول چڑھا دیا کہ لوہا بالکل دکھائی نہ دے تو اس انگوٹھی کی ممانعت نہیں، یعنی پہن سکتے ہیں۔(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲)

اور کانچ کی چوڑیاں پہننے میں حرج نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ (کانچ کی چوڑیاں) جائز ہیں: **لعدم المنع الشرعي** (یعنی کسی شرعی رکاوٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب۔(فتاویٰ رضویہ)

ہاں کسی بھی قسم کی چوڑیاں عورتیں منہار (یعنی چوڑیاں بیچنے اور بنانے والے) کو بلا کر پردہ سے ہاتھ نکال کر پہنتی ہوں، نا جائز بلکہ حرام، حرام، حرام ہے۔ ہاتھ دکھانا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، سب حرام ہیں بلکہ جو مرد اسے اپنی عورتوں کے ساتھ روا رکھے وہ دیّوث (یعنی بے غیرت) ہے۔

اسی طرح بہت سی عورتیں اپنے لباس (کپڑے) سلوانے کے لئے ان درزیوں کے پاس جاتی ہیں جو مرد ہوتے ہیں مگر لیڈیز ٹیلر ہوتے ہیں اور پھر ان سے کپڑے کا ناپ دلواتی ہیں اور وہ بے حیا اور بے شرم عورتوں کے جسم کو ہاتھ لگاتے ہیں، جو کبھی کبھی بڑے فتنے کا سبب بن جاتا ہے اگر انہیں اپنے کپڑے بنوانے ہی ہیں تو یا تو کسی عورت کے پاس جا کر ناپ بنوائے، اور اگر کوئی عورت ٹیلر نہ ملے تو اپنے پرانے کپڑے درزی کے پاس بھجوا دیں تا کہ اس کے برابر اور اس کے مطابق وہ کپڑے سی دے۔

سلمہ: بہن! آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سی عورتیں جادو ٹونا، جنتر منتر اور جھاڑ پھونک کرتی پھرتی ہیں اور شوہر کو ماں سے باپ سے اور دیگر سسرال کے گھر والوں سے جدا کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان کیجئے تا کہ ایسی عورتیں ان احکام سے کچھ عبرت حاصل کر سکیں۔

فاطمہ: اس بیماری اور برائی کے بارے میں ان شاء اللہ تفصیل سے بتاؤں گی مگر پہلے جادو ٹونے کی مذمت پر قرآن و احادیث سے چند فرمودات خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم سنو!

یہ حقیقت ہے کہ جادو ٹونا اور جھاڑ پھونک زمانہ جاہلیت سے عرب وغیرہ میں رائج تھے اور وہ ایک دوسرے کے نقصان پہنچانے کی غرض سے اس طرح کے غلط کام کیا کرتے تھے اور شرک پر مشتمل الفاظ استعمال کر کے ان کے ذریعے اپنے برے مقاصد کو پورا کرتے، اسلام نے ایسے جادو اور شرکیہ منتر سے قطعی طور سے ممانعت فرما دی بلکہ اس کی سخت مذمت کی۔

حضرت ابو اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا، (۲) رشتہ

توڑنے والا، (۳) جادو کی تصدیق کرنے والا۔

معلوم ہوا کہ جادوگر کی ہی مذمت، برائی اور حرمت نہیں بیان کی گئی بلکہ جادوگر کی تصدیق کرنے والے کو بھی تاکید کی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جو شخص جوتشی یا جادوگر یا کاہن کے پاس سوالات کرے اور اس کی باتوں کو سچ مانے، اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ ہدایات سے کفر کیا۔

اور بہن یہ بیماری اور برائی مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں ہی زیادہ پائی جاتی ہے، اس لئے قرآن کریم میں اس کو عورتوں کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا:

﴿وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ﴾ (الفلق:۱۱۳/۴)

ان کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جو پھونکے مارتی ہیں گرہوں میں۔

لہٰذا ہمیں ان ارشادات کو پڑھ کر جادو جیسی خطرناک برائی سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہئے، رہا جنتر منتر اور جھاڑ پھونک تو اس سلسلے میں بھی ہمیں شریعت نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ ایسا جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ اور دیگر ناجائز افعال اور باتیں ہوں ان سے بچنا ضروری ہے، مگر ایسے جھاڑ پھونک جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سے کوئی اسم مبارک، کوئی آیت قرآنی یا سرور دو عالم ﷺ کی زبان پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ یا جس نقش میں یا دم میں شرکیہ بات نہ ہو اس کا کرنا جائز ہے، حضور خود بھی اپنے آپ کو دم فرمایا کرتے تھے اور صحابۂ کرام پر بھی دم کرتے اور حسنین کریمین (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) کو حضور دم فرمایا کرتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۵، ص ۷۲۶)

جیسا کہ صحیح مسلم میں بھی ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، اب اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

جو پڑھ کر تم دم کیا کرتے تھے، وہ مجھے سناؤ، جھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جب تک اس میں شرک نہ ہو۔

بہن! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز اسی وقت نفع پہنچاتی ہے جب اذنِ الٰہی ہو، حکمِ ربی ہو، اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی، اگر جڑی بوٹیاں، گولیاں، شربت، معجونیں اور ٹیکے اذنِ الٰہی سے صحت و عافیت کا سبب بن جاتے ہیں تو اللہ کے اسمائے حسنٰی آیات قرآنی اور فرمودات رسالت ﷺ اذنِ الٰہی سے کیوں مؤثر (اثر کرنے والے) نہیں ہو سکتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۵ ص ۷۲۷)

اور میرے آقا نے تو اس سلسلے میں فرمایا ہے کہ

تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔ (مسلم شریف)

مگر بہن یاد رکھنا! جس طرح غلط اور شرکیہ جھاڑ پھونک اور تعویذ ڈورے کرنا ناجائز ہے، اسی طرح عورت کے لئے یہ بھی ناجائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنی ساس خسر اور اپنی ساس کے دیگر گھر والوں سے بالکل دور کرنے والے تعویذ وغیرہ کرائے، کیا اسے معلوم نہیں کہ شوہر جس طرح اپنی بیوی کے حقوق ادا کرے گا اسی طرح اسے اپنے والدین بہن بھائی وغیرہ کے بھی تو حقوق ادا کرنے ہیں، اب اگر عورت اس طرح کے تعویذ گنڈے کروا کے شوہر کو اس کے رشتہ داروں سے کاٹ دے تو پھر وہ حقوق العباد کی ادائیگی نہیں کر پائے گا تو ضرور عورت ان حقوق کی پامالی کے گناہ میں شامل ہوگی۔

لہٰذا ہماری ماں بہنوں کو اس طرح کے گندے خیالات اپنے دل و دماغ سے نکال دینے چاہئے کہ شوہر صرف ہمارا ہی مطیع و فرماں بردار رہے اور کسی کی کچھ بات نہ سنے یا نہ مانے۔ بلکہ عورت کو بھی چاہئے کہ اگر شوہر حقوق العباد سے ناواقف ہے تو اسے اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں آگاہ کرے تاکہ اسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) کی فضیلتیں حاصل ہوں اور اس کا خانہ معیشت عمدہ طریقہ سے آباد ہو جائے۔ واللہ ھو الموفق و المعین

سلمہ: اچھا بہن یہ بتایئے کہ آج کل بہت سی عورتیں باباؤں کے پاس جاتی ہیں اور ان کی مکاریوں کو دیکھ کر ان سے طرح طرح کی باتیں دریافت کرتی ہیں، وہ حاضرات

بٹھاتے ہیں اور وہ عورتیں جو کچھ پوچھتی ہیں، وہ ان کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں، کیا انہیں غیب کا علم ہے؟ کیا ان کے اندر کوئی بزرگ غوث اعظم، خواجہ غریب نواز، میراں داتا، مخدوم سمناں رضی اللہ عنہم اجمعین آتے ہیں؟

فاطمہ: یہ سب غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں، بھلا جن بزرگوں نے زندگی بھر پردے وغیرہ کا حکم دیا ہو، غیر شرعی باتوں سے خود بھی بچے ہوں اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کی ہو وہ اب بعد وصال بے پردہ عورتوں کے جسم میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں؟ یہ سب جنات کی کہانیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جن کو پروردگار عالم جل جلالہٗ نے آگ سے پیدا فرمایا جیسا کہ پاک پروردگار عالم جل وعلا نے قرآن شریف کے اندر فرمایا ہے:

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ (الرحمن: ۱۴، ۱۵)

ترجمہ: انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

تفسیر مظہری میں ہے "جن اجسام ہیں ان میں ارواح ہوتی ہیں، جس طرح حیوان، یہ انسان کی طرح عقلمند ہوتے ہیں، لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اسی لئے انہیں جن کہا جاتا ہے ان کی تخلیق (پیدائش) آگ سے کی گئی ہے، آدم (علیہ الصلاۃ والسلام) کی مٹی سے ان میں نر بھی ہیں اور مادہ بھی، ان کی اولاد بھی پیدا ہوتی ہے لیکن فرشتے نر مادہ نہیں ہوتے۔

آیات قرآنی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنات کی پیدائش انسان سے بہت پہلے ہوئی تھی، شیطان جنوں کا ہی ایک فرد تھا جو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت موجود تھا، اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث راندۂ درگاہ بن گیا تھا۔ (ضیاء القرآن، ج ۵ ص ۳۸۴)

ہاں بہن! وہ لوگ جو بابا بنے ہوئے ہیں ان کے پاس جنات آتے ہیں، جو اس آدمی کی آواز میں بات چیت کرتے ہیں، کیونکہ انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہے شکل بن جائیں اور کبھی وہ حضرات بزرگ اور پیر صاحب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو کوئی ایک وردو

وظیفہ کے مشورے بھی دیتے ہیں۔

جس طرح بعض انسانوں کو بھیڑ جمع کرنے میں لطف آتا ہے اسی طرح بعض جنات کو بھی مجمع کرنے میں مزا آتا ہے اور وہ نیکی کے کام بتا کر لوگوں کی بھیڑ جماتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز میں ہے:

بعض جنات اپنے آپ کو کسی بزرگ کے نام سے مشہور کرکے اپنی تعظیم وتکریم کرواتے اور اپنے پوشیدہ مکروفریب سے لوگوں کی خرابی کے درپے رہتے ہیں۔

بعض مقامات پر بزرگ کی حاضری کا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ حاضرات میں براہِ راست جن ہی کلام کرتا ہے، لوگ ان سے سوالات پوچھتے ہیں اور جنات جوابات دیتے ہیں ۔(جنات کی حکایات، ص ۱۷)

اب بہن! ذرا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ (جو اہلسنّت کو منہیات ومنکرات سے بچانے میں زندگی بھر کوشش کرتے رہے اور صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دیتے رہے) وہ حاضرات کے متعلق کیا فرماتے ہیں، سنئے:

حاضرات کرکے مؤکلان جن سے پوچھتے ہیں کہ فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے"۔

مزید فرماتے ہیں:

تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر ہے۔(فتاویٰ افریقہ)

اور یہ بات آپ جانتی ہیں کہ علم غیب ذاتی صرف اللہ عزوجل کو ہے اور اس کی عطا سے علم غیب عطائی اس کے محبوب ﷺ اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو حاصل ہوتا ہے پھر ان کی توسط سے اولیائے کرام اور صالحین عظام کو حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے بہن یہ بات یاد رکھنا کہ اس عقیدے کے ساتھ بابا کے پاس جانا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں اور ہمیں ہمارا مسئلہ حل کرکے دیں گے، یہ غلط ہے اور آج کل تو اب

باباؤں اور ڈھونگی عاملوں نے معاشرے اور ماحول میں نااتفاقی اور پھوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے، ایک دوسرے کو لڑانا بھڑانا، کسی کو دشمن بنا دینا، یہ سب اپنی جیب بھرنے کے لئے کر رہے ہیں مثلاً اگر کسی عورت کو کچھ نقصان یا آسیب وغیرہ کی شکایت ہوگئی تو فوراً بابا کے پاس جاتی ہیں اور پھر اپنا کیس اس کے سامنے رکھتی ہے (اب یہاں پردہ وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا) پھر اس کے بعد بابا صاحب آنکھ وغیرہ بند کرتے ہیں اور دیگر فریب کاریاں کرتے ہیں، بعد میں وہ اس طرح جواب دیتے ہیں کہ ہاں آپ پر جادو یا آسیب کا اثر ہے اور یہ جادو اور آسیب کرنے والا وہ آدمی ہے یا عورت ہے جس کے نام کا پہلا حرف میم ہے، اب وہ مریض پریشان ہو جاتا ہے اور گھر میں یا رشتہ دار میں جو بھی میم سے شروع ہونے والا نام والا ہے، اس کے بارے میں شک وشبہ کرنے لگ جاتا ہے، بھلے ہی وہ بیچارہ زندگی بھر اس کا مشفق ومہربان رہا ہو، اب وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے، اللہ رحم فرمائے ہمارے حال پر، کیا اس مریضہ کو یہ نہیں سوجھی کہ ہوسکتا ہے کہ میں کسی وقت ناپاکی کی حالت میں گھر سے باہر نکلی ہوں گی اور شاید کسی گندی جگہ جہاں شیاطین اکٹھا ہوجاتے ہیں، وہاں سے گزر رہا ہو تو اس کا اثر مجھ پر ہوگئے ہوگا یا میں نے غسل وغیرہ پوری طرح نہ کیا ہوگا جس سے نجاس کا اثر باقی رہ گیا ہوگا اور میں کسی ناپاک جگہ پر چلی گئی ہوں گی، اگر یہ سوچ کر وہ اپنا محاسبہ کرتی پھر مناسب طریقے کے مطابق کوئی علاج کرواتی تو یہ نوبت نہ آتی، کیونکہ نیل پالش یعنی ناخن پالش وغیرہ سے غسل صحیح ہوتا ہی نہیں اور نجاست کا اثر باقی رہتا ہے لیکن کیا کریں۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس لئے ہماری ماں بہنوں کو چاہئے کہ اگر خدانخواستہ ایسا معاملہ پیش آجائے تو اس کی پہلے کوئی اپنی خامی وغیرہ کے مطابق تحقیق کرنی چاہئے، پھر اگر ڈاکٹری علاج ہے تو ٹھیک ورنہ کسی نیک اور باعمل عالم ربانی اور عامل شریعت و طریقت پیر صاحب سے کوئی تعویذ یا ورد وغیرہ حاصل کرنا چاہئے، انشاء اللہ اس کے نتائج عمدہ نظر آئیں گے۔

سلمہ: بہن! اب ذرا ہماری ماں بہنوں کے لئے وہ حقوق شوہر بیان فرمائیے جس کی ادائیگی عورت پر لازم ہے اور ذرا ان کی تفصیل بھی بیان کیجئے، کیونکہ آج بہت سی عورتیں ان حقوق کی ادائیگی نہ کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں؟

فاطمہ: اسلام ہر مسلمان کو کامیابی اور کامرانی کی زندگی گزارنے کے لئے مسلمہ اصول اور قوانین پیش کرتا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر یقیناً کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے، شریعت اسلامی میں ہر مسلمان کے لئے دو قسم کے حقوق کی ادائیگی لازم کی گئی ہے:

(۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد

چنانچہ حقوق اللہ کے اندر مندرجہ ذیل حقوق داخل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (ایک ہونے) کا اقرار کرنا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا۔
۳۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ماننا۔
۴۔ سرکارِ مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ماننا اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرنا۔
۵۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ کا دین برحق ماننا۔
۶۔ اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام پر عمل کرنا۔
۷۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔
۸۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر اپنا مہربان اور مالک جاننا۔
۹۔ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک جاننا۔
۱۰۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا۔ (حقوق العباد)

ان کے علاوہ نواہی یعنی جن چیزوں سے بچنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان سے دور رہنا بھی ضروری ہے۔

حقوق العباد میں والدین کے حقوق، شوہر کے حقوق، بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، شاگردوں کے حقوق وغیرہ شامل ہیں۔

مگر نکاح ہونے کے بعد مرد و عورت دونوں کے درمیان محبت و الفت پیدا کرنے کے لئے نیز دونوں کی زندگی خوشگوار بنانے کے لئے اسلام نے شوہر اور بیوی دونوں پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق متعین فرمائے ہیں، جن کی ادائیگی سے یہ رشتہ مضبوط اور محبت سے پُر ہو سکتا ہے اور پوری ادائیگی یقیناً اسے مستحکم اور مضبوط بنا دے گی۔

آج اکثر گھروں میں مرد و عورت کے درمیان جو نا اتفاقی کی شکایتیں ملتی ہیں اور مرد و عورت کے خاندان والوں میں نفرت کی فضا قائم ہو جاتی ہے یا پھر طلاق کی نوبت آ جاتی ہے، اس کی ایک بہت بڑی وجہ حقوق زن و شوہر کی پامالی بھی ہے۔

مرد عورت کو پوری طرح قید کر کے اپنی زندگی اچھی بنانے کی کوشش کرتا ہے اور عورت شوہر کو اپنا غلام بنانے کی فکرمند رہتی ہے مگر دونوں کی سوچ و فکر غلط اور نا مناسب ہے کیونکہ جب دونوں طرف کے خیالات ایسے ہوں گے تو پھر ازدواجی زندگی کی گاڑی چلنا بڑی مشکل ہے اور یہ لڑائی جھگڑے کے اسباب ہوں گے، اس لئے ہر عورت کو اپنے شوہر کے حقوق کی پوری پابندی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ان شاء اللہ اس کا نتیجہ عمدہ اور خوب تر نکلے گا۔

اب سنئے عورت پر شوہر کا پہلا حق یہ ہے کہ ہر حال میں یعنی جائز اور مباح کام میں شوہر کی فرماں بردار رہے اور اس کی رضا و خوشنودی کا لحاظ رکھے، اس لئے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے عورت کے لئے شوہر کے حقوق کی بہت تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر شوہر بیوی کو یہ حکم دے کہ فلاں پتھر پیلے پہاڑ سے کالے پہاڑ پر لے جاؤ اور پھر کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جاؤ تو عورت کو یہ کام بھی کرنا چاہئے۔ (مشکوٰۃ شریف ج۲ ص۲۳۸)

بلکہ یہاں تک فرمایا گیا کہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کر کے ہی رب کے حقوق کی ادائیگی صحیح ہو گی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ کر، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے کل حق ادا نہ کر دے۔

ان کلمات طیبات او رارشادات رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کرے اور کسی وقت اس کی نافرمانی نہ کرے، اگر چہ شوہر کسی بڑے کام کا حکم دے۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ ایک حدیث پاک میں یہاں تک شوہر کی اطاعت کی تاکید بیان کی گئی ہے کہ

> قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو، پھر عورت اسے چاٹے تو حق شوہر ادا نہ کیا۔

اب اگر عورت شوہر کو ناراض کرے اور اس کی فرمانبرداری نہ کرے، اسے کسی طرح کی تکلیف دے، تو اس کے بارے میں وعیدیں سنائی گئیں، اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> جس عورت کو شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ جائے یہاں تک کہ شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزار دے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے ہیں۔ (بحوالہ منہاج الصادقین، حقوق العباد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

> جب عورت اپنے شوہر کو ایذا دیتی ہے تو حور عین کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے، اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (امام احمد، ترمذی شریف)

ان ارشادات گرامی سے ان ماں بہنوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو بلا وجہ اپنے

شوہروں کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں اور اپنی چرب زبانی سے انہیں تکلیفیں دیتی رہتی ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس سلسلے میں وہ اپنا دنیوی اور اخروی کتنا نقصان کر رہی ہیں اور یہ زبان درازی تو کبھی کبھی صرف اس وجہ سے شروع ہوتی ہے کہ شوہر ان عورتوں کی خواش کی تکمیل نہیں کرتے، اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ جائز چیزیں مانگ رہی ہیں تو شوہر ضرور انہیں اپنی استطاعت کے مطابق لا کر دے، مگر اب بھی ان عورتوں کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ شوہر کو وہ چیز لانے میں دشواری ہو یا مالی حالت خراب ہو، اور اگر عورت غلط خواہش کرتی ہے مثلاً یہ کہ میں فیشنی کپڑے چاہتی ہوں لا کر دو یا مزارات اولیاء پر جانا چاہتی ہوں جانے دو وغیرہ تو اس سلسلے میں عورت کو شوہر ڈانٹ سکتا ہے، مگر عورت کو لمبی زبان نکالنے کی ضرورت اور اجازت نہیں۔

اور بیوی کے لئے حدیث پاک میں یہ حکم دیا گیا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہ نکلے اور نہ نفل نماز یا روزہ رکھے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

> شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سوا فرض کے کسی دن بغیر اجازت کے روزہ نہ رکھے اگر ایسا کیا یعنی بغیر اجازت روزہ رکھ لیا تو گنہگار ہوئی اور بغیر اجازت اس کا کوئی عمل مقبول نہیں، اگر عورت نے کر لیا تو شوہر پر ثواب ہے اور عورت پر گناہ، اور بغیر اجازت گھر سے نہ جائے، اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! اگر چہ شوہر ظالم ہو؟ فرمایا: اگر چہ ظالم ہو۔

ہاں بہن! بیوی کو اس کا شوہر اگر نفلی عبادتوں کی اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب حاصل ہوگا۔

سلمہ: بہن فاطمہ! ہماری بہت سی ماں بہنیں جو نماز روزہ کی پابندی نہیں کرتی ہیں، اگر شوہر انہیں نماز وغیرہ کا حکم دیتا ہے تو زبان لمبی کرتی ہوئی اپنے شوہر کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں، ان

عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

فاطمہ: بہن سلمہ! آج ہماری بہت سی مائیں اور بہنیں جو اس طرح اپنے شوہروں کی باتوں کا چلا چلا کر جواب دیتی ہیں، ان کے بارے میں پہلے یہ حدیث پاک سماعت کر لو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید قرباں یا عید الفطر کے دن رسول اللہ ﷺ عید گاہ کو تشریف لے گئے، راستے میں عورتوں کو ایک گروہ سے گزرتے ہوئے ان سے فرمایا:

اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ اور خیرات کرو، کیوں کہ مجھے دکھلایا گیا ہے کہ تم میں سے اکثر دوزخی ہیں۔

عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس کا سبب؟ آپ نے فرمایا:

تم لعن (طعن) بہت کرتی ہو، شوہر کی ناشکری کرتی ہو اور تم میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے ہوشیار مرد کو بے وقوف نہ بنا دیتی ہو اور اس کی عقل ضائع نہ کر دیتی ہو۔

عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ایک عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی نہیں ہے؟ عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا:

یہ تو تمہاری عقل کا نقصان ہے اور جب تم حیض کی حالت میں ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ روزہ رکھ سکتی ہو۔

عورتوں نے عرض کی: یہ بھی درست ہے، آپ نے فرمایا: یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔(بخاری شریف)

تو اس حدیث پاک سے ان عورتوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو بات بات پر شوہر کا پانی اتار دیتی ہیں، حالانکہ شوہر اس کی زندگی کامیاب بنانے اور اس کو کامیابی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے، ایسی عورتوں کے بارے میں یوں تو کئی احادیث کریمہ میں وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں مگر اختصاراً و روقت کم ہونے کی بناء پر ایک حدیث پر اکتفا کرتی ہوں، ہاں بہن! یہ بھی

سن لو کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اس کی جائز خواہشوں کو حتی المقدور پورا کرے، مگر عورت اگر بے شرم اور بدچلن، بے حیا اور خلاف شرع کاموں کی مرتکب ہو، تو بعض صورتوں میں شوہر بیوی کو مار بھی سکتا ہے، مگر مارنے سے مراد ہی ایک دو بار ہلکی مار مار سکتا ہے نہ کہ خوب جم کر پٹائی کرے، تو سنو! ان امور پر شوہر اپنی بیوی پر سختی کرے:

۱۔ عورت اگر باوجود قدرت بناؤ سنگھار نہ کرے یعنی جو زینت شرعاً جائز ہے اس کے نہ کرنے پر مار سکتا ہے۔
۲۔ غسل جنابت (ناپاکی کا غسل) نہیں کرتی۔
۳۔ بغیر اجازت کے گھر سے چلی گئی جس موقع پر اجازت کی ضرورت تھی۔
۴۔ اپنے پاس بلایا اور نہیں آئی جب کہ حیض و نفاس سے پاک تھی اور فرض روزہ بھی رکھے ہوئے نہ تھی۔
۵۔ چھوٹے نا سمجھ بچہ کے مارنے پر۔
۶۔ شوہر کو گالی دی گدھا وغیرہ کہا یا اس کے کپڑے پھاڑ دیئے۔
۷۔ غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول دیا۔
۸۔ اجنبی شخص سے کلام کیا۔
۹۔ شوہر سے بات کی یا جھگڑا کیا اس غرض سے کہ اجنبی شخص اس کی آواز سنے۔
۱۰۔ شوہر کی کوئی چیز بغیر اجازت کسی کو دے دی اور وہ ایسی چیز تھی کہ عادۃً بغیر اجازت عورتیں ایسی چیز نہ دیا کرتی ہوں اور اگر ایسی چیز دی جس کے دینے پر عادت جاری ہے تو نہیں مار سکتا۔
۱۱۔ عورت اگر نماز نہیں پڑھتی تو اکثر فقہاء کے نزدیک شوہر کو مارنے کا اختیار ہے۔

(در مختار و رد المحتار۔ بہار شریعت حصہ ۹ ص ۱۱۹)

سلمہ: بہن فاطمہ! میں نے سنا ہے کہ کچھ الفاظ اور جملے ایسے ہیں کہ جن کے بولنے سے عورت اسلام سے نکل جاتی ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

فاطمہ: آج آپ نے واقعی بہت اہم سوال کیا ہے، یقیناً دنیا اور مال کی محبت نے آج مسلمانوں کو دین کی تعلیم سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں مغربی اور گندی تعلیم اور تہذیب میں زندگی گزارتے ہوئے کبھی کبھی شریعت مطہرہ کی باتوں پر ایسے ایسے جملے استعمال کر جاتے ہیں کہ جن سے کافر ہو جاتے ہیں اور ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، مگر انہیں خبر نہیں ہوتی، اس لئے چند باتیں میں آپ کو بتاتی ہوں (نقل کفر کفر نہ باشد) تا کہ تم ایسی باتیں زبان پر لانے سے بچتی رہو اور دوسری ماں بہنوں کو بچانے کی کوشش کرو، بہار شریعت حصہ ۹ میں حضور صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کلمات کو نقل فرمایا ہے:

۱۔ بسم اللہ شریف شراب پیتے وقت یا جوا کھیلتے وقت یا زنا کرتے وقت پڑھنا کفر ہے۔

۲۔ جو کوئی مرد او رعورت یہ کہے میں شریعت کو نہیں مانتا یا مانتی تو ایسا کہنے والے کافر ہو جائیں گے۔

۳۔ کسی عورت کو شوہر نے حرام کام سے منع کیا، فوٹو فلم یا بے پردگی سے روکا، تو اس پر بیوی نے کہا کہ دوسری عورتیں بھی تو ایسا کرتی ہیں، آگ لگی کیا شریعت صرف میرے لئے ہی رہ گئی ہے یا یہ کہہ دے کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے ہم تو برادری کی رسموں کی پابندی کریں گے تو ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گی۔

۴۔ یہ کہا خدا مجھے اس کام کے لئے حکم دیتا تب بھی نہ کرتی تو کافر ہو جائے گی۔

۵۔ کسی مرد یا عورت کو نماز پڑھنے کو کہا اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھتی تو ہوں مگر اس کا نتیجہ نہیں یا کہا بہت پڑھی کیا فائدہ ہوا؟ یا کہا نماز پڑھ کر کیا کریں گے؟ کس کے لئے پڑھوں؟ ماں باپ تو مر گئے، یا بہت پڑھ لی اب دل گھبرا گیا، یا کہا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں، غرض اس قسم کے کلمات کہنا جن سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر (ہلکا جاننا) ہوتی ہو یہ سب کفر ہے۔

۶۔ اولاد وغیرہ کے مرنے پر رنج اور غصہ میں اس قسم کی بولیاں بولنے لگے کہ خدا کو بس میرا بیٹا ہی مارنے کو ملا تھا یا دنیا بھر میں مارنے کے لئے میرے بیٹے کے سوا خدا کو دوسرا

کوئی ملتا نہیں تھا، یا خدا کو ایسا ظلم نہیں کرنا چاہئے تھا، اللہ نے بہت برا کیا کہ میرے اکلوتے بیٹے کو مار کر میرا گھر بے چراغ کر دیا، اس قسم کی بولیاں بول دینے سے مرد اور عورت کافر ہو جاتے ہیں، اس لئے بہن! ہمیں اس طرح کی غلط اور کفری باتیں بولنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

سلمہ: اچھا بہن! اب چلتے چلتے ذرا ان بہنوں کی رہنمائی فرمائیے جو کسی عذر سے یا بغیر کسی عذر کے نمازیں قضا کر چکی ہیں، وہ قضائے عمری کس طرح ادا کریں؟

فاطمہ: آج آپ نے بہت اہم اور ضروری بات دریافت کی ہے، میں ان شاء اللہ اس کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کروں گی، مگر پہلے یہ بھی سنتی چلیں کہ جس طرح قرآن و احادیث میں نماز کی فضیلتیں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے ثمرات و برکات کی بشارت سنائی گئی ہے، اسی طرح نماز نہ پڑھنے پر طرح طرح کے عذابات اور وعیدیں سنائی گئی ہیں، چنانچہ ہمارے پیارے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جس نے قصداً نماز چھوڑی اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں سرکار پیارے مصطفیٰ مدنی داتا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔(بخاری شریف)

آج ہماری ماں بہنیں ذرا ذرا سی بات پر نماز ترک کر دیتی ہیں یا پھر یہ کہتی ہیں کہ تھوڑی دیر بعد نماز ادا کر لی جائے گی پہلے یہ کام کر لیا جائے، کبھی کبھی یہاں تک بول دیتی ہیں وہ پہلے پورے دن کا کام کر لیا جائے بعد میں ساری نمازیں ایک ساتھ پڑھ لی جائیں گی۔ الغرض کئی ایک بہانے نماز نہ پڑھنے کے سلسلے میں بناتی ہیں۔

لیکن بہن سلمہ! اگر انہوں نے نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر نمازیں قضا کر دیں تو پھر وہ ان کی قضا کیوں نہیں پڑھتیں؟ حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے کہ یہ دنیا چند روزہ اور فانی ہے اگر نماز پڑھے بغیر وہ دنیا سے چلی گئیں تو ایک طرح کا بوجھ لے کر جائیں گی، نیز انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لیں پھر قضائے عمری

ادا کر لیں تو ان کے لئے فائدے ہی فائدے ہیں۔

ہاں! بہت سی عورتیں قضا نمازوں کو ادا کرنے سے اس لئے غفلت برتتی ہیں کہ معلوم نہیں کہ ہماری زندگی بھر میں آج تک کتنی نمازیں قضا ہوئیں، ان کی تعداد معلوم نہیں ہے، حالانکہ بہت سی عورتیں نفل نمازیں پڑھ لیتی ہیں مگر قضا نہیں پڑھتیں، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح بھوک کی کمزوری، جسم پر تیل کی مالش اور ورزش سے نہیں مٹتی یا خیرات کرنے سے کسی کا قرض ادا نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح نفلی عبادات سے قضا فرض ادا نہیں ہوتے کہ فرائض اور واجبات کو تو ادا کرنا ہی ہے۔

اب آیئے میں آپ کو قضا نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور آسان صورتیں بتادوں تا کہ آپ اور ہماری دوسری بہنیں اس طرح جلد اپنی نمازیں ادا کرسکیں۔

سب سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ آج تک آپ کے بالغ ہونے کے بعد کتنے دنوں یا مہینوں یا سالوں کی نمازیں قضا ہوئیں، آج تک کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کا میزان اور جوڑ لگالیں اور اندازے سے کچھ زیادہ ہی شمار کریں تا کہ جو زیادہ ہو جائیں وہ نوافل ہو جائیں گے مگر کم نہیں گننا چاہئے۔

میری پیاری بہن! قضا نماز صرف مکروہ اوقات (طلوع آفتاب سے ۲۰ منٹ تک، غروب آفتاب ۲۰ منٹ پہلے سے اور ضحوۂ کبریٰ زوال سے پون گھنٹہ پہلے) کے علاوہ ہر وقت ہمیشہ پڑھی جاسکتی ہیں بلکہ ہماری جو ماں بہنیں فرض نمازوں کے بعد نفل یا فرض سے پہلے جو سنت غیر مؤکدہ پڑھتی ہیں، انہیں نوافل اور سنن غیر مؤکدہ کے بجائے اپنی قضا نمازیں ہی ادا کرنی چاہئے۔

اور بہن شریعت مطہرہ نے قضا نمازوں کی ادائیگی کے لئے کئی آسانیاں اور سہولتیں بھی بتائی ہیں، اگر ان سہولتوں کے مطابق ہماری ماں بہنیں قضائے عمری ادا کریں گی، تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ بہت جلد قضا نمازیں ادا کرلیں گی، اب وہ سہولتیں اور رعایتیں ملاحظہ کریں۔

۱۔ جب قضا نماز ادا کرنا چاہیں تو سورہ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورتیں پڑھیں اور چار رکعت

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف پوری سورت پڑھنے کی بجائے صرف تین بار سبحان اللہ کہہ کر رکوع میں چلی جائیں۔

۲۔ رکوع اور سجدے میں تین بار تسبیح کے بجائے صرف ایک بار تسبیح پڑھیں۔

۳۔ وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں الحمدللہ اور سورت پڑھ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے اور دعائے قنوت کے بجائے صرف تین بار رَبِّ اغْفِرْلِی کہہ کر رکوع میں چلی جائے۔

۴۔ آخری رکعت کے تشہد یعنی التحیات **عبدہٗ و رسولہ** کے بعد درود ابراہیم اور دعائے ماثورہ کے بجائے **اللھم صل علی محمد و آلہ و صحبہ اجمعین** پڑھ کر سلام پھیر دے۔

سلمہ: اب ذرا بتایئے بہن کہ قضا نمازوں میں نیت کس طرح کریں؟

فاطمہ: قضا نمازوں میں ہر نماز کی نیت میں "سب سے پہلے جو قضا ہوئی" کا لفظ بڑھائیں مثلاً نیت کی میں نے دو رکعت نماز فرض فجر کی سب سے پہلی قضا، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ تعالیٰ کے واسطے، اسی طرح ہر نماز کی نیت کریں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمان مرد اور عورتوں کو نمازوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نمازوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے نیز قضائے عمری جلد سے جلد ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ریاکاری اور غرور سے بچائے، عبادتوں میں اخلاص اور للّٰہیت کی دولت پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہٗ علیہ و آلہ و صحبہ و بارك و سلم اجمعين

مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء

علماء اور شریعت کی افضلیت پر اہل معرفت کا کلام

تالیف

امام اہلسنّت امام احمد رضا خان محدّث بریلوی علیہ الرحمہ

ترجمہ عربی عبادات

حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن، ہری پور ہزارہ

تخریج و تصحیح

مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی فون:32439799

نام کتاب	:	علماء اور شریعت کی افضلیت پر اہل معرفت کا کلام
مرتب	:	امام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ
ترجمہ عربی عبارات	:	مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن، ہری پور ہزارہ
تخریج وتصحیح	:	مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ
سن اشاعت	:	رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ/ستمبر ۲۰۰۹ء
تعداد اشاعت	:	۳۵۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

بعض نام نہاد صوفی جو لوگوں کو طریقت کے نام پر شریعت سے دُور کرنے میں مصروف عمل رہتے ہیں جنہیں اپنی پیری مریدی کی دکان چمکانے کی فکر دامن گیر رہتی ہے، خود علم سے بے بہرہ اور دوسروں کو علم دینے سے باز کی سعی میں رہتے ہیں اور کئی جگہ تو یوں لگتا ہے کہ پیری مریدی وراثت ہے کہ پیر کا بیٹا ہی پیر بنے گا اگر چہ جاہل مطلق ہو، بے عمل فاسق و فاجر ہو پھر ایسے پیروں کو دیکھو تو فرائض، واجبات، سُنن و مستحبات پر عمل نام کی کوئی چیز اُن میں نظر نہیں آتی، اگر شرع مطہرہ کے احکام اُن کو سنائے جائیں تو شریعت وطریقت میں فرق بیان کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔

شریعت اصل ہے جو تمام احکام و جملہ علومِ الٰہیہ کو جامع ہے جس میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے، اسی لئے باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر پیش کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں تو مقبول ورنہ مردود۔

پھر جو لوگ ایسے دین کے چوروں سے ارادت وعقیدت رکھتے ہیں وہ بھی پرلے درجے کے نادان ہوتے ہیں کہ اُن گمراہ گن لوگوں کے آلودہ دامن کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، انہیں حدیث شریف سُناؤ یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ سُنا دو تو قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنے پیر کی بات کو ہی ترجیح دیں گے، اور شرع اور اہلِ شرع پر طعن کرنے لگ جائیں گے۔

اس لئے عوام المسلمین کو اپنے فریب کاروں سے بچانے کے لئے اور وہ جو خود فریبی میں مبتلا ہیں ان کی اصلاح کی غرض سے ''جمعیت اشاعت اہلسنّت'' کے شعبہ نشر واشاعت کمیٹی کے اراکین نے فیصلہ کیا کہ اس ماہ امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس موضوع پر مفید رسالہ ''مَقَالُ العُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ و عُلَمَاء''☆ شائع کیا جائے تاکہ

☆ جو کہ فتاوٰی رضویہ کی جلد ۲۱ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور میں موجود ہے۔

شریعت اور طریقت کی راہیں الگ الگ بتانے والوں کی راہیں مسدود ہو جائیں اور اُن کو رُجوع الی الحق کی توفیق ہو۔

ادارہ اس رسالہ کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 185 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عطاء اللہ نعیمی

(خادم دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و وارثانِ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہم اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث شریف "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ" (علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ت) میں علمائے شریعت وطریقت دونوں داخل ہیں، اور جامع جو شریعت وطریقت ہیں وہ وراثت کے رُتبہ اعظم واجل و درجہ اتم واکمل پر فائز ہیں، اور عمرو کا بیان ہے۔

۱۔ شریعت نام ہے چند فرائض وواجبات وسُنن ومستحبات وچند مسائل حلال وحرام کا، جیسے صورت وضو ونماز وغیرہ۔

۲۔ اور طریقت نام ہے وُصول اِلَی اللہِ تعالیٰ کا۔

۳۔ اس میں حقیقتِ نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے۔

۴۔ یہ بحرِ ناپیدا کنار و دریائے زخّار ہے اور وہ بمقابلہ اس دریا کے ایک قطرہ ہے۔

۵۔ وراثت انبیاء کا یہی وُصول اِلَی اللہِ مقصود و منشاء اور یہی شانِ رسالت ونبوّت کا مقتضی خاص اِسی کے لئے وہ مبعوث ہوئے۔

۶۔ بھائیو! علمائے صُوری وقشری کسی طرح اِس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

۷۔ نہ وہ علمائے ربّانی کہے جاسکتے ہیں۔

۸۔ اِن کے دامِ تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا العیاذ باللہ یہ شیطان ہیں۔

۹۔ منزلِ اصلی طریقت کے سدِراہ ہوئے ہیں۔

۱۰۔ یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بہت سے علمائے حقّانی واولیائے ربّانی نے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو تصریح سے لکھا ہے اِلٰی آخرِ الھذیَانات، التماس یہ کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور اس مسئلہ کی کیا تنقیح ہے، اگر عمرو غلطی پر ہے تو اس پر کوئی شرعی تعزیر بھی ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے میری غلطی جب ثابت ہوگی کہ میرے اقوال کا ابطال اولیاء کے اقوال ہدایت مآل سے کیا جائے ورنہ نہیں۔ بیّنوا بالتّفصیل التّام تُوجروا یومَ القِیَام (پوری تفصیل بیان کرو اور روزِ قیامت اَجر پاؤ۔ت)

الجواب:

الحمد للّٰه الذی أنزل الشّریعة وجعلها للوصول إلیه هی الذریعة لمن ابتغی إلیه طریقاً دونها فقد خاب وهویٰ وضلّ وغویٰ وأفضل الصّلوٰة وأکمل السلام علی أکرم الرُّسل وأفضل داعٍ إلی سُبُل السّلام الذی شریعته هی الطّریقة بعین الحقیقة فبها الوصول إلی العلیّ الأکبر ومن خالفها فسیصل ولکن إلی أین إلی سقر وعلیٰ اٰله وأصحابه وعلمائه وأحزابه وارثی علمه وحاملی اٰدابه اٰمین یاربّ العٰلمین۔ اللّٰهم لک الحمد ربّ إنّی اعوذبک ربّ أن یحضرون۔

تمام حمدیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے شریعت نازل فرمائی اور اس کو اپنی طرف وُصول کا ذریعہ بنایا یہی وسیلہ ہے اس کی طرف والے کا کوئی اور راستہ ہو تو وہ ناکام ہوا اور خواہشِ نفس، گمراہی اور ضلالت میں مبتلا رہے تمام رسولوں سے اکرم رسول پر افضل صلوٰۃ واکمل سلام ہو جو سب سے بہتر دعوت دینے والا سلامتی کی راہ کا یہ وہ ذات ہے جس کی شریعت ہی طریقت اور عین حقیقت ہے اُسی کے سبب اللہ تعالیٰ کے دربار میں وصول ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ پہنچے گا کہاں، جہنم میں۔ آپ کی آل پاک وصحابہ وعلماء اور جماعت پر جو آپ کے علم کے وارث ہیں اور آپ کے آداب کے حامل ہیں، آمین یاربّ العالمین، یااللہ! حمد تیرے ہی لئے، میرے ربّ! میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور تیری پناہ لیتا میرے ربّ! ان کے حاضر ہونے سے۔(ت)

زید کا قول حق وصحیح اور عمرو کا زعم باطل قبیح واِلحاد صریح ہے، اس کے کلام شیطنت نظام میں دس فقرے ہیں ہم سب کے متعلق مجمل بحث کریں کہ اِن شاء اللہ الکریم مسلمانوں کو مفید

وناقع اور شیطانوں کی قالع وقامع ہو وباللہ التوفیق ۔

(۱) عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض وواجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے، شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب وجملہ علومِ الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومعیار ہے، شریعت "راہ" کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکامِ جسمانی سے خاص ۔یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱) ہم کو محمد ﷺ کی راہ چلا اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ عبداللہ بن عباس وامام ابوعالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

الصّراط المستقيم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وصاحباه. رواه عن ابن عباس الحاكم (۲) في "صحيحه" وعن أبي العالية من طريق عاصم الأحول عنه عبد بن حميد وابناء جرير و أبي حاتم وعدي وعساكر وفيه فذكرنا ذٰلك للحسن فقال صدق أبو العالية ونصح (۳)

صراط مستقیم محمد ﷺ اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ابوالعالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور جریج وابی

۱۔ القرآن الکریم ٩/١

۲۔ المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، شرح الصراط المستقیم دارالفکر بیروت ٢٥٩/٢

۳۔ تفسیر القرآن العظیم لابن أبی حاتم تفسیر سورۃ الفاتحۃ مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، ریاض ٣٠/١

حاتم وعدی اور عساکر کے بیٹوں نے، اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا ابوالعالیہ نے خالص سچ کہا۔(ت)

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، قرآن عظیم میں فرمایا:

﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (٤)

"بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے، یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین گمراہ ہے۔"

قرآن عظیم نے فرمایا:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (٥)

(شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے) "اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو"۔

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وُصول اِلَی اللہ ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔

۲۔ عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وُصول اِلَی اللہ کا، محض جنون وجہالت ہے، ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق طریقہ طریقت "راہ" کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جُدا ہو تو بشہادتِ قرآن مجید خُدا تک نہ پہنچائے گی۔ بلکہ شیطان تک، جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن مجید باطل ومردود فرماچکا۔ لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت ہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جُدا ہونا محال وناسزا ہے جو اُسے شریعت سے جُدا

٤۔ القرآن الکریم ٥٦/١١

٥۔ القرآن الکریم ١٥٣/٦

جانتا ہے اسے راہِ خدا اسے تو ڈکر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا طریقت حقہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

۳۔طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اُسی نارِجحیم وعذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔

۴۔شریعت کو قطرہ طریقت کو دریا کہنا اُس مجنون پکّے پاگل کا کام ہے جس نے دریا کا پاٹ کسی سے سُن لیا اور نہ جانا کہ یہ وُسعت نہ ہوتی تو اس میں کسی گھر سے آتی، شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے، منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت، مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہوجائے فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے نہیں نہیں منبع سے اُس کا تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہوجائیگا، بوند تو بوند نم کا بھی نام نظر نہ آئے گا۔نہیں نہیں، میں نے غلطی کی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سوکھے، کھیت مُرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ یہاں سے اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا والبحرالمسجور ہوکر شعلہ فشاں آگ ہوجاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ انجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں، وہ تو:

﴿نَارُاللّٰہِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ﴾ (٦)

''اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے''۔

اندر سے دل جل گئے، ایمان خاک سیاہ ہوگئے، اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے

٦۔ القرآن الکریم ۱۰۴/۶،۷

دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دہرا، آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا، پھر دریا منبع کی مثال سے ایک اور فرق عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں مگر حاشا یہاں منبع سے تعلق نہ بھی توڑیئے کہ پانی باقی رہے اور آگ نہ ہوجائے جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جانچ پڑتال کی حاجت ہے وہ یوں کہ یہ پاکیزہ شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس دارالالتباس کی وادیوں میں لہریں لے رہا ہے، یہاں اس کے ساتھ ایک سخت ناپاک کھاری دریا بھی بہتا ہے۔

﴿ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ﴾ (٧)

ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت نمک کھاری، وہ دریائے شور کیا ہے شیطان ملعون کے وسوسے دھوکے۔تو دریائے شیریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی لہر پر اس کی رنگت مزے بُو کو اصل منبع کے لون طعم ریح سے ملاتے رہیں کہ یہ لہر اسی منبع سے آئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبُو کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے، سخت دِقّت یہ ہے کہ اس پاک مبارک منبع کی کمال لطافت سے اس کا مزہ جلد زبان سے اُتر جاتا ہے رنگت بُو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی ذائقہ شامہ باصرہ کا معنوی حِس فاسد ہوجاتا ہے کہ آدمی منبع سے جُدا ہوا اور اُسے گلاب اور پیشاب میں تمیز نہیں رہتی۔ابلیس کا کھاری بدبُو رنگ مُوت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریائے طریقت کا شیریں خوشبو خوش رنگ پانی پی رہا ہوں، لہٰذا شریعت منبع ودریا کی مثال سے بھی نہایت مُتعالی ہے ''وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی''، شریعت مطہرہ ایک ربّانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں، اس کی روشنی بڑھتے بڑھتے صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نورِ حق تجلّی فرماتا ہے یہ مرتبہ علم میں معرفت اور مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلافِ مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں، جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے، ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا اور اُس سے کہتا ہے:

''أطفي المِصْبَاح فَقَدْ أَشْرَقَ الْأَصْبَاح''

٧۔ القرآن الکریم ۲۵/۵۳

چراغ ٹھنڈا کرکہ اب توصبح خوب روشن ہوگئی۔

اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نورِ فانوس بڑھ کر دن ہوگیا، ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے، احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے۔

ابلہے کو روزِ روشن شمع کافوری نہد

(بیوقوف روشن دن کافوری شمع رکھتا ہے۔ت)

ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدوُّ اللہ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے، اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا، اس وقت وہ دغاباز خائب وخاسر پھرتا ہے اور بندہ "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ" (۸) (نور پر نور ہے اور اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ت) کی حمایت میں نورِ حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہوگیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی، ادھر فانوس بجھا اور معًا اندھیرا گھپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا:

﴿ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ (۹)

"ایک پر ایک اندھیریاں ہیں، اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں"۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے، کاش یہی ہوتا کہ اُس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی آنکھوں میں چھایا جسے دن دہاڑے جوپٹ کردیا ان کو اس کی خبر ہوتی کہ شاید توبہ کرتے فانوس کا مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے، پھر انہیں روشنی دیتا، مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معًا اپنی سازشی بتی

۸۔ القرآن الکریم ۲۴/۳۵

۹۔ القرآن الکریم ۲۴/۴۰

جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی، یہ اُسے نُور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقۃً نار ہے، یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے، ایک چراغ ہے ہمارا نُور آفتاب کو لئے جارہا ہے، وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے، اور خبر نہیں کہ وہ حقیقۃً نُور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی، آنکھ بند ہوتے ہی حال کُھل جائے گا کہ!

با کہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

(اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی۔ت)

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لحہ پر مرتے دم تک ہے، اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اس قدر ہادی کی زیادہ حاجت، ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ، رواہ ابونعیم فی الحلیۃ (۱۰) عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ.

بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں (اسے ابونعیم نے "حلیۃ" میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

امیر المومنین مولا علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہٗ فرماتے ہیں:

قَصَمَ ظهری اثنان جهل متنسک وعالم مُتهتِک.

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی (یعنی وہ بلائے بے درماں ہیں) جاہل، عابد اور عالم جو علانیہ بیباکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اے عزیز! شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی، پھر اعمال ظاہرہ وہ دیوار ہیں کہ اُس بنیاد پر ہوا میں چُنے گئے۔ اور جب تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے، دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف نیو کی بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل کا بھی محتاج ہے، اگر دیوار نیچے سے خالی کردی جائے اُوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ جس پر

۱۰۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان، دارالکتب العربی بیروت ۵/۲۱۹

شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گزر گئے ہیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے، نیو سے دیوار جُدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن مجید نے فرمایا کہ ﴿فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ (۱۱) اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ العالمین، اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

فَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ رواہ الترمذی (۱۲)

ایک فقیہ، شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے ﴿وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ (۱۳) اور وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

۵۔ عمرو کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے انبیاء صرف اس کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، صراحۃً شریعتِ مطہرہ کو معاذ اللہ معطل و مہمل و لغو باطل کر دینا ہے اور یہ صریح کفر و ارتداد و زندقہ و الحاد موجبِ لعنت و ابعاد ہے، ہاں یہ کہتا تو حق تھا کہ اصل مقصود وُصول اِلَی اللّٰہ ہے، مگر حیف اس پر جو اپنی جہالت شدیدہ سے نجانے یا جانے اور عناد و شریعت کے باعث نہ مانے کہ وصول الی اللہ کا راستہ یہی شریعت محمد رسول اللہ ﷺ ہے وبس۔ ہم اوپر قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند ہیں، طریقت اگر وہ اپنے زعم میں کسی راہ مخالف کا نام سمجھا ہے تو حاشا وہ خُدا تک پہنچائے بلکہ وہ

۱۱۔ القرآن الکریم ۱۱۰/۹

۱۲۔ جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، امین کمپنی دهلی ۹۳/۲ و ابن ماجة عن ابی عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما

۱۳۔ سنن ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۲۰

مسدود اور اس کا چلنے والا مردود اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اس کی تہمت ملعون و مطرود۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف دوسری راہ کی طرف بلایا ہے حاشا وکلا۔

۶۔ جب حضور اقدس ﷺ نے عمر بھر اسی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو اس کا حامل اس کا خادم اس کا حامی اس کا عالم کیونکر ان کا وارث نہ ہوگا، ہم پوچھتے ہیں اگر بالفرض شریعت صرف فرض واجب سنت مستحب حلال حرام ہی کے علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ ﷺ سے ہے یا ان کے غیر سے، اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے، پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم اُن کا ترکہ اُن کا، پھر اس کا پانے والا اُن کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنی۔ اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور اُن کا ہے مگر دوسرا حصہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا لہٰذا وارث نہ ٹھہرا تو اے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضرور ہے کہ مورث کا کل مال پائے، یوں تو عالم میں کوئی صدیق ان کا وارث نہ ٹھہرے گا، اور ارشاد اقدس ''اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ'' معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا، کہ اُن کا کل علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا، اور اگر بفرضِ غلط شریعت و طریقت دو جُدا راہیں بنیں اور قطرہ دریا کی نسبت جانیں، جس طرح یہ جاہل بکتا ہے، جب بھی علمائے شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہوگا، کیا ترکہ مورث سے تھوڑا حصہ پانے والا وارث نہیں ہوتا، جسے ملا ان کے علم میں سے تھوڑا ہی ملا ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ (۱۴) اگر یہ شریعت طریقت کی معاذ اللہ برائی فرض کرلیں تو انصافاً حدیث اُن مسخرگانِ شیطان پر اُلٹی پڑے گی یعنی علمائے ظاہری وارثان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ٹھہریں گے اور علمائے باطن عیاذاً باللہ اس سے محروم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی، اُن کے علوم نبوت یہ ہیں جن کو شریعت کہتے ہیں جن کی طرف وہ عام امت کو دعوت کرتے ہیں اور علوم ولایت وہ ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتا ہے اور وہ خاص خاص لوگوں کو خُفیہ تعلیم ہوتے ہیں تو علمائے باطن کہ علوم ولایت کے وارث ہوئے وارثانِ اولیاء ٹھہرے نہ کہ وارثانِ انبیاء، وارثانِ انبیاء یہی علمائے ظاہر رہے

۱۴۔ القرآن الکریم ۸۵/۱۷

جنہوں نے علومِ نبوت پائے، مگر یہ اس جاہل کی اشد جہالت ہے، حاشا نہ شریعت وطریقت دو راہیں نہ اولیاء کبھی غیر علماء ہوسکتے ہیں۔ علامہ مناوی ''شرح جامع صغیر'' پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی ''حدیقہ ندیہ'' میں فرماتے ہیں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

عِلمُ البَاطِنِ لَا یَعْرِفُه إلَّا من عَرَفَ علمَ الظَّاهِر۔

علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وما اتخذ اللّٰه وليًا جَاهلاً

اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا۔

یعنی بنانا چاہا تو پہلے اُسے علم دے دیا اُس کے بعد ولی کیا کہ جو علم ظاہر نہیں رکھتا علم باطن کہ اس کا ثمرہ ونتیجہ ہے کیونکر پاسکتا ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں:

علم ذات، علم صفات، علم افعال، علم اسماء، علم احکام۔

ان میں ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے جو سب سے آسان علم احکام میں عاجز ہوگا سب سے مشکل علم ذات کیونکر پاسکے گا، اور قرآن شریف انہیں مطلقاً وارث بتارہا ہے، حتی کہ ان کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارثِ نبی نہیں نائب ابلیس ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں ربّ عزّ وجل نے تمام علماءِ شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے، یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی، ہاں وہ ہم سے پوچھئے، مولیٰ عزّ وجل فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ﴾ (۱۵)

''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی بحکم خدا

۱۵۔ القرآن الکریم ۳۵/۳۲

بھلائیوں میں پیشی لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے''۔

دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کررہے ہیں انہیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چنے ہوئے بندوں میں گنا، احادیث میں آیا رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

سَابِقُنَا سابقٌ و مُقتصِدُنا نَاجٍ و ظالمنا مغفورٌ له والحمد للّٰه ربّ محمد الرّؤف الرّحيم عليه و علٰى اٰله أفضل الصلوٰة و التسليم رواه العقيلي و ابن لال و ابن مردوية و البيهقي في "البعث" و البغوى في "المعالم" (١٦) عن أمير المؤمنين عمر، و البيهقي و ابن مردويه عن ابن عمر و ابن النجار عن أنس رضي الله تعاليٰ عنهم

ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہوا وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے (والحمد للہ ربّ محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

اسے عقیلی، ابن لال، ابن مردویہ اور بیہقی نے ''بعث'' میں اور بغوی نے ''معالم'' میں امیر المؤمنین عمر سے اور بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے اور ابن نجار نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے)

عالمِ شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے ورنہ شمع ہے کہ خود جلے مگر تمہیں نفع دے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَ یَنْسیٰ نَفْسَهٗ مَثَلُ الْفَتِیْلَةِ تُضِیْءُ لِلنَّاسِ وَ تُحَرِّقُ نَفْسَهَا، رواه البزار (١٧) عن أبي هريرة و الطبراني عن جندب بن عبدالله الأزدي و عن أبي برزة

۱۶۔ معالم التنزیل، تحت آیۃ ۳۵/۳۲، مصطفی البابی، مصر، ۵/۳۰۲

۱۷۔ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی و البزار، مصطفی البابی، مصر، ۱/۱۲۶، ۱۲۷ و ۳/۲۳۵

الأسلمی رضی الله تعالیٰ عنهم بسندٍ حسنٍ

اس شخص کی مثال جولوگوں کی خیر کی تعلیم دیتا اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس فتیلہ کی طرح ہے کہ لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے، اس کو بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت جندب بن عبداللہ ازدی اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔(ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إذا قرأ الرجل القرآن و احتشى من أحاديث رسول الله ﷺ و كانت هناك غريزة كان خليفة من خلفاء الأنبياء. رواه الإمام الرافعي في "تاريخه" (١٨) عن أبي أمامة رضي الله عنه

جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جی بھر کے حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔(اسے امام رافعی نے اپنی تاریخ میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں، قرآن وحدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ ووارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔

(۷) جب قرآن مجید نے سب وارثانِ کتاب کو اپنے چُنے ہوئے بندے فرمایا، تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربّانی ہوئے، اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:

﴿وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ (١٩)

۱۸۔ کنز العمال بحوالہ الرافعی فی تاریخہ حدیث:۲۸۶۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۰/۱۳۸

۱۹۔ القرآن الکریم، ۳/۷۹

"ربّانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو"۔

اور فرماتا ہے:

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ﴾ (٢٠)

"بے شک ہم نے اُتاری توریت اس میں ہدایت ونور ہے اس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربّانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس سے خبردار تھے"۔

ان آیات میں اللہ عزّ وجلّ نے ربّانی ہونے کی وجہ اور ربّانیوں کی صفات اس قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا پڑھانا اس کے احکام سے خبردار رہنا اس کی نگہداشت رکھنا اس کے ساتھ حکم کرنا، ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربّانی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ربّانيين: فقهاء معلّمين. رواه ابن ابی حاتم (٢١) عن سعيد بن جبير

ربّانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس (اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا۔ت)

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد اور امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

ربّانيين: علماء فقهاء. رواه عن ابن عباس ابن جريرة و ابن أبي حاتم و عن مجاهد ابن جرير و عن ابن جبير

۲۰۔ القرآن الکریم، ۵/۴۴

۲۱۔ تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ ۳/۷۹، مکتبہ نزار مصطفی الباز، ریاض، ۲/۶۹۱

الدارمی (۲۲) فی "سننه"

ربّانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں۔ (اسے ابن عباس ابن جریر و ابن ابی حاتم سے اور مجاہد، ابن جریر و ابن جبیر دارمی کی "سنن" میں روایت کیا گیا۔ت)

(۸) جب کہ اللہ عزّ وجلّ علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا، رسول اللہ ﷺ انہیں اپنا وارث، اپنا خلیفہ، انبیاء کا جانشین بتاتے ہیں تو انہیں شیطان نہ کہے گا مگر ابلیس یا اس کی ذرّیت کا کوئی منافق خبیث، یہ میں نہیں کہتا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثَلٰثَةٌ لَا یَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ بَیِّنُ النِّفَاقِ ذُوا الشَّیْبَةِ فِی الْإِسْلَامِ وَ ذُو الْعِلْمِ وَ إِمَامٌ مُقْسِطٌ. رواه أبو الشیخ فی "التوبیخ" عن جابر و الطبرانی (۲۳) فی "الکبیر" عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنهما بسند حَسَّنه الترمذی فی غیر هذا الحدیث

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، منافق بھی کون سا کُھلا منافق، ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم دین، تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔ (اس کو ابوالشیخ نے "توبیخ" میں جابر اور طبرانی نے "کبیر" میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لَا یَبْغِی عَلَی النَّاسِ إِلَّا وَلَدُ بَغِیٍّ، وَ إِلَّا مَنْ فِیْهِ عِرْقٌ مِنْهُ. رواه

۲۲۔ تفسیر القرآن العظیم لابن أبی حاتم تحت آیة ۷۹/۳، مکتبه نزار مصطفی الباز، ریاض، ۶۹۱/۲۔ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) بحواله مجاهد و ابن عباس، المطبعة المیمنة مصر، الجزء الثانی، ص۲۱۲۔ سنن الدارمی، باب فضل العلم و العالم، حدیث۳۲۷، نشر السنّة، ملتان، ۸۱/۱

۲۳۔ المعجم الکبیر، عن ابی امامة، حدیث:۷۸۱۸، المکتبة الفیصلیة، بیروت، ۲۳۸/۸۔ کنز العمال، بحواله أبی الشیخ فی "التوبیخ"، حدیث:۴۳۸۱۱، مؤسسة الرسالة بیروت، ۳۲/۱۶

الطبرانی فی "الکبیر" (۲۴) عن أبی موسیٰ الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه

لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو (اسے طبرانی نے "کبیر" میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی "احیاء العلوم" میں فرماتے ہیں: **سُئِلَ ابْنُ الْمبارک مَنِ النَّاس فَقَالَ: الْعُلَمَاء** (۲۵) یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حدیث و فقہ و معرفت و ولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ "ناس" یعنی آدمی کون ہے؟ فرمایا: علماء۔ امام غزالی فرماتے ہیں: "جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اِس سبب سے انسان ہے، نہ جسم کے باعث کہ اُس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اُس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جُثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اُس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اُس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اُس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑونا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے اُس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے، آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا ہے اور اُسی سے اس کا شرف ہے۔ انتہی (۲۶)

(۹) بیانات بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سدِّ راہ نہیں بلکہ وہی اُس کے فتح باب اور وہی اُس کے نگاہبانِ راہ ہیں، ہاں وہ طریقت جسے بندگانِ شیطان

۲۴۔ مجمع الزوائد بحواله الطبرانی، کتاب الخلافة باب فی عمال السوء الخ، دار الکتاب، بیروت، ۲۳۳/۵، ۲۵۸/۶۔ کنز العمال بحواله طب، حدیث:۱۳۰۹۳، مؤسسة الرسالة بیروت، ۳۳۳/۵

۲۵۔ احیاء العلوم، کتاب العلم الباب الأول، مطبعة المشهد الحسینی، قاهره، ۷/۱

۲۶۔ إحیاء العلوم، کتاب العلم، الباب الأول، مطبعة المشهد الحسینی، قاهره، ۷/۱

طریقت نام رکھیں اور اُسے علمِ شریعت محمد رسول اللہ ﷺ سے جُدا کریں علماء اس کے لئے ضرور سدِّ راہ ہیں، علماء کیا خود اللہ عزوجل نے اُس راہ کو مسدُود و مردُود و ملعون و مطرود فرمایا، اوپر گزرا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ، ورنہ حدیث میں اُسے چکی کھینچنے والا گدھا فرمایا، تو اگر علماء نے تمہیں گدھا بننے سے روکا کیا گناہ کیا۔

(۱۰) عمرو کا اپنی خرافاتِ شیطانیہ توہینِ شریعت وسبّ وشتمِ علمائے شریعت علمائے مقامی واولیائے ربّانی کی طرف نسبت کرنا اُس کا محض کذبِ مہین وافترائے لعین ہے، اُس کی خواہش کے مطابق ہم صرف اولیاءِ کرام قدست اسرارہم کے ارشاداتِ عالیہ محض بطور نمونہ ذکر کریں جن سے شریعتِ مطہرہ کی عظمت ظاہر ہو اور یہ کہ طریقت اُس سے جُدا نہیں اور یہ کہ طریقت اُس کی محتاج ہے اور یہ کہ شریعت ہی اصل کار و مدار و معیار ہے، غرض جو بیانات ہم نے کئے اُن سب کا ثبوت وافی اور عمرو کے دعاوی وخرافاتِ ملعونہ کا رَدّ کافی، وباللہ التوفیق

قول ۱: حضور پُرنور سیّد الافراد وقطب الارشاد وغوثِ عالم قطبِ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لانرى لغير ربّك وجودًا مع لزوم الحدود وحفظ الأوامر والنّواهي فان انخرم فيك شيء من الحدود فاعلم إنك مفتون قد لعب بك الشيطان فارجع إلى حكم الشّرع والزمه ودع عنك الهوى لأنّ كلّ حقيقة لاتشهد لها الشريعة فهي باطلة (۲۷)

غیرِ خُدا کو موجود نہ دیکھنا اُس کے ساتھ ہو تو اُس کی باندھی ہوئی حدوں سے کبھی جُدا نہ ہو، اور اُس کے ہر امر و نہی کی حفاظت کرے اگر حدودِ شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکمِ شریعت کی طرف پلٹ

۲۷_ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ترجمة ۲٤۸، سید عبدالقادر الجیلی، مصطفیٰ البابی، مصر ۱/۱۳۱

آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی خواہش نفسانی چھوڑ اِس لئے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے۔

سعادت مند کے لئے حضور پُرنور سید الاولیاء غوث العرفاء رضی اللہ عنہ کا ایک یہی ارشاد کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرمادیا ہے، وللہ الحمد۔

قول ۲: حضور پُرنور غوث الثقلین غیاث الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إذا وجدتَ في قلبك بُغض شخصٍ أوحُبّه فاعرض أفعاله علي الكتُب والسُّنَّة فإن كانت محبوبةً فيهما فأحبّه وإن كانت مكروهةً فاكرهه لئلا تحبّه بهواك وتبغضه بهواك قال اللّٰه: "وَلَا تَتَّبِعَ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ" (۲۸)

جب تو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اُس کے کاموں کو قرآن وحدیث پر پیش، اگر اُن میں پسندیدہ ہوں تو اُس سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت، تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکادے گی خُدا کی راہ سے“۔

قول ۳: حضور پُرنور غوث الاغواث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الوِلايةُ ظلّ النُّبوّة والنُّبوّة ظلُّ الإلٰهية وكرامة الولي استقامة فعلِ على قانون قول النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم (۲۹)

ولایت پرتَوِ نبوّت ہے اور نبوّت پرتَوِ اُلوہیت، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اُس کا فعل نبی ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اُترے۔

قول ۴: حضور سیدنا محی الدین محبوب سُبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

۲۸_ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ترجمة ۲٤۸، سید عبدالقادر الجیلی، مصطفیٰ البابی، مصر ۱/۱۳۱

۲۹_ بهجة الأسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعاً بشي، سيد عبدالقادر الجيلي، مصطفیٰ البابي، مصر، ص ۳۹

الشرع حکم محق سیف سطوة قهره من خالفه وناواه واعتصمت بحبل حمايته وثيقات عرى الإسلام وعليه مدار أمر الدّارين وباسبابه انيطت منازل الكونين (٣٠)

شرع وہ ہے جس کے صولت قہر کی تلوار اپنے مخالف و مقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں، دو جہاں کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اُس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی منزلیں وابستہ ہیں۔

قول۵: حضور پُر نور سیدنا باز اشہب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الشّريعة المُطهّرة المحمّديّة ثمرة شجرة الملّة الإسلامية، شمس أضائت بنورها ظلمة الكونين، اتباع شرعه يعطي سعادة الدّارين احذر أن تخرج من دائرته، إياک أن تفارق إجماع أهله (٣١)

شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں شرع کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا خبردار اہلِ شریعت کی جماعت سے جُدا نہ ہونا۔

قول۶: حضور پر نور سیّد الاولیاء قطب الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أقرب الطُّرق إلى الله تعالىٰ لزوم قانون العُبودية و الاستمساک بعروة الشّريعة (٣٢)

اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو

٣٠۔ بهجة الأسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعاً بشيء الخ، مصطفى البابى مصر، ص ٤٠

٣١۔ بهجة الأسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعاً بشيء الخ، مصطفى البابى، مصر، ص ٤٩

٣٢۔ بهجة الاسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعاً بشيء الخ، مصطفى البابى ، مصر، ص ٥٠

لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

قول۷: حضور پر نور سیدنا وارث المصطفیٰ علیہ ﷺ غوث الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تفقّه ثم اعتزل من عبد الله بغير علم كان ما يفسده أكثر ممّا يصلحه خُذ معک مصباح شرع ربّک (٣٣)

فقہ حاصل کر اُس کے بعد خلوت نشین ہو جو بغیر علم کے خُدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا اُس سے زیادہ بگاڑے گا، اپنے ساتھ شریعتِ الٰہیہ کی شمع لے لے۔

قول۸: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی:

جعلک اللّٰه صاحبُ حديثٍ صوفياً و لا جعلک صوفياً صاحبَ حديثٍ (٣٤)

اللہ تعالیٰ تمہیں حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔

قول۹: امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی اِس دعائے حضرت سیدی سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ کی شرح فرماتے ہیں:

أشار إلى من حصل الحديث و العلم ثم تصوّف أفلح و من تصوّف قبل العلم خاطر بنفسه (٣٥)

حضرت سرّی سقطی رحمہ اللہ نے اِس طرف اشارہ فرمایا کہ جس سے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوّف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور

٣٣۔ بهجة الأسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعاً بشيء الخ، مصطفى البابى ، مصر، ص ٥٣

٣٤۔ إحياء العلوم، كتاب العلم، الباب الثانى، مطبعة المشهد الحسينى، قاهره، ١/ ٢٢

٣٥۔ إحياء العلوم، كتاب العلم، الباب الثانى، مطبعة المشهد الحسينى، قاهره، ١/ ٢٢

جس نے علم حاصل کرنے کے سے پہلے صوفی بننا چاہا اُس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

قول ۱۰: حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ:

إن التكاليف كانت وسيلةً الى الوُصول و قد وصلنا

یعنی احکامِ شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت ہے۔

فرمایا:

صدقوا في الوُصول ولكن إلى سقروا الذي يسرق و يزني خير ممّن يعتقد ذلك و لو أني بقيت ألفَ عامٍ ما نقصتُ من أورادي شيئًا إلّا بعذرٍ شرعيٍ (۳۶)

سچ کہتے ہیں کہ واصل ضرور ہوئے، کہاں تک، جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں، میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کر لئے ہیں، بے عذر شرعی اُن میں سے کچھ کم نہ کروں۔

قول ۱۱: حضرت سیدی ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ مبارکہ میں حضرت سیدی ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

من لم يحفظ القران و لم يكتب الحديث لا يقتدىٰ به من هذا الأمر لأن علمنا هذا مقيّد بالكتاب و السُّنّة (۳۷)

جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علمِ شریعت سے آگاہ نہیں، دربارہ طریقت اس کی اقتداء نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم

۳۶۔ اليواقيت و الجواهر، المبحث السادس و العشرون، مصطفى البابي، مصر، ۱۵۱/۱

۳۷۔ الرسالة القشيرية ذكر أبي القاسم الجنيد بن محمد، مصطفى البابي، مصر، ص ۲۰

طریقت بالکل کتاب و سنّت کا پابند ہے۔

نیز فرمایا:

الطريق كلّها مسدودةٌ على الخلق إلّا على من اقتفى أثر الرّسول عليه الصّلوٰة و السّلام (۳۸)

خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ ﷺ کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔

ے خلاف پیمبر کسے راہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

"جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا"۔

قول ۱۲: حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمی بسطامی کے والد رحمہما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنام ولایت مشہور کیا ہے وہ شخص مرجع ناس و مشہور بزُہد تھا، جب وہاں تشریف لے گئے اتفاقاً اس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا:

هذا رجل غير مأمونٍ على أدبٍ من اداب رسول الله ﷺ فكيف يكون مأموناً على ما يدعيه (۳۹)

یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے آداب سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں، جس چیز کا اِدعا رکھتا ہے اُس پر کیا امین ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا:

هذا رجل غير مأمون على أدب من اداب الشّريعة فكيف يكون أمينًا على أسرار الحق (۴۰)

یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں، اسرارِ الٰہیہ پر کیونکر امین

۳۸۔ الرسالة القشيرية، ذكر ابي القاسم الجنيد بن محمد، مصطفى البابي مصر، ص ۲۰

۳۹۔ الرسالة القشيرية، ذكر ابو يزيد البسطامي، مصطفى البابي، مصر، ص ۱۵

۴۰۔ الرسالة القشيرية، باب الولاية، مصطفى البابي، مصر، ص ۲۰

ہو گا۔

قول ۱۳: نیز حضرت بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لو نظرتُم إلي رجل أعطي من الكرامات حتى يرتقي (و في نسخة يتربع) في الهواء فلا تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه عند الأمر و النّهي و حفظ الحدود و آداب الشّريعة (٤١)

اگر تم کسی شخص کو دیکھو ایسی کرامت دیا گیا ہو کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اُس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب و مکروہ و حرام و محافظتِ حدود و آدابِ شریعت میں اس کا حال کیسا ہے؟

قول ۱۴: حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضرت ذوالنّون مصری سرّی سقطی رضی اللہ عنہما کے اصحاب اور سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں:

كلّ باطن يخالفه ظاهر فهو باطل (٤٢)

جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی اِس قول مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں:

لأنّه وسوسةٌ شيطانيةٌ و زخرفةٌ نفسانيةٌ حيث خالف الظاهر (٤٣)

اِس لئے کہ جب اُس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔

قول ۱۵: حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر ائمہ اولیاء معاصرین حضرت سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں فرماتے ہیں:

من صحّح باطنه بالمراقبة و الإخلاص زيّن الله ظاهره

٤١۔ الرسالة القشيرية ذكر ابو يزيد البسطامي، مصطفى البابي، مصر، ص ١٥

٤٢۔ الرسالة القشيرية ذكر ابو سعيد خراز، مصطفى البابي، مصر مصر، ص ٢٤

٤٣۔ الحديقة النّدية، الباب الاول، الفصل الثاني، مكتبه نوريه رضويه، فيصل آباد، ١/١٨٦

بالمجاهدة و اتباع السّنّة (٤٤)

جو اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کر لے گا، لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ظاہر کو مجاہدہ و پیروی سنّت سے آراستہ فرما دے۔

ظاہر ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم تو ثابت ہوا کہ جس کا ظاہر زیورِ شرع سے آراستہ نہیں وہ باطن میں اللہ عزّ وجلّ کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

قول ۱۶: حضرت سیدنا ابو عثمان حیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اَجلّہ اکابر اولیاء معاصرین حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں، وقتِ انتقال اپنے صاحبزادہ ابو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا:

خلاف السُّنّة يا بُنيّ في الظاهر علامة رياء في الباطن (٤٥)

اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنّت کا خلاف اُس کی علامت ہے کہ باطن میں ریا کاری ہے۔

قول ۱۷: نیز حضرت سعید بن اسماعیل حیری ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الصحبة مع رسول الله ﷺ باتباع السُّنّة و لزوم ظاهر العلم (٤٦)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زندگانی کا طریقہ یہ ہے کہ سنّت کی پیروی کرے اور علم ظاہر کو لازم پکڑے۔

قول ۱۸: حضرت سید ابو الحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت سید الطائفہ ریحانۃ الشام یعنی ملک شام کا پھول کہتے ہیں فرماتے ہیں:

من عمل عملاً بلا اتباع سنّة رسول الله ﷺ فباطل عمله (٤٧)

جو کسی قسم کا کوئی عمل بے اتباعِ سنّتِ رسول اللہ ﷺ کرے وہ عمل باطل ہے۔

٤٤۔ الرسالة القشيرية ذكر حارث محاسبي، مصطفى البابي، مصر، ص ١٣

٤٥۔ الرسالة القشيرية، ذكر ابو عثمان سعيد بن اسماعيل الحيرى، مصطفى البابي، مصر، ص ٢١

٤٦۔ الرسالة القشيرية، ذكر ابو عثمان سعيد بن اسماعيل الحيرى، مصطفى البابي، مصر، ص ٢١

٤٧۔ الرسالة القشيرية ذكر ابو الحسين احمد بن الحوارى، مصطفى البابي، مصر، ص ١٨

قول ۱۹: حضرت سیدی ابو حفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر ائمہ عُرفا و معاصرین حضرت سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں فرماتے ہیں:

من لم یزن أفعاله و أحواله فی کلّ وقت بالکتاب و السُّنّة و لم یتّهم خواطره فلا تعده فی دیوان الرّجال (۴۸)

جو ہر وقت اپنے تمام کام احوال کو قرآن وحدیث کی میزان میں نہ تولے اور اپنے وارداتِ قلب پر اعتماد کرلے اُسے مردوں کے دفتر میں نہ گن۔

راوی کم زنن لاف مردی مزن

قول ۲۰: حضرت سیدنا ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب اور حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں:

مَن رأیتَه یدعی مع الله حاله تخرجه عن حد العلم الشرعی فلا تقربن منه (۴۹)

تو جسے دیکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے حال کا ادعا کرتا ہے جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کرے اس کے پاس نہ پھٹک۔

قول ۲۱: حضرت سیدی ابو العباس احمد بن محمد الآدمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں، فرماتے ہیں:

من الزم نفسه آداب الشریعة نور الله تعالیٰ قلبه بنور المعرفة و لا مقام اشرف من مقام متابعة الحبیب ﷺ فی اوامره و افعاله و اخلاقه (۵۰)

جو اپنے اوپر آدابِ شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ

۴۸۔ الرسالة القشیریة ذکر ابو حفص عمر الحداد، مصطفی البابی، مصر، ص ۱۸

۴۹۔ الرسالة القشیریة ذکر ابو الحسین احمد نوری، مصطفی البابی، مصر، ص ۲۱

۵۰۔ الرسالة القشیریة، ذکر ابو العباس احمد بن محمد الآدمی، مصطفی البابی، مصر، ص ۲۵

معرفت سے روشن کردے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی ﷺ کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔

قول ۲۲: حضرت سیدنا ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرجع سلسلہ چشتیہ بہشتیہ فرماتے ہیں:

ادب المرید حفظ آداب الشرع علی نفسه (۵۱)

مرید کا ادب یہ ہے کہ آدابِ شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے۔

قول ۲۳: حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

التصوف اسم لثلاث معان و هو الذی لا یطفیٔ نور معرفته نور ورعه و لا یتکلّم بباطن فی علم ینقضه ظاهر الکتٰب او السُّنّة و لا تحمله الکرامات علی هتک استار محارم اللّٰه تعالیٰ (۵۲)

تصوف تین وصفوں کا نام ہے ایک یہ کہ اس کا نورِ معرفت اس کے نورِ ورع کو نہ بجھائے، دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کے خلاف ہو، تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔

قول ۲۴: حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ربما یقع فی قلبی النکتة من نکت القوم ایاما فلا اقبل منه الا بشاهدین عدلین الکتاب و السنة (۵۳)

بارہا میرے دل میں تصوف کو کوئی نکتہ مدتوں آتا ہے جب تک قرآن و

۵۱۔ الرسالة القشیریة، ذکر ممشاد الدنیوری، مصطفی البابی، مصر، ص ۲۷

۵۲۔ الرسالة القشیریة ذکر ابو الحسن عن سری بن المغلس السقطی، مصطفی البابی، مصر، ص ۱۱

۵۳۔ الرسالة القشیریة ذکر ابو سلیمان عبدالرحمن بن عطیه الدارانی، مصطفی البلی، مصر، ص ۱۵

حدیث دو گواہ عادل اس کی تصدیق نہیں کرتے میں قبول نہیں کرتا۔

دوسری روایت میں ہے، فرمایا:

ربما ینکث الحقیقۃ فی قلبی اربعین یوماً فلا آذن لھا ان تدخل فی قلبی الا بشاھدین من الکتاب و السنۃ (۵۴)

بارہا کوئی نکتہ حقیقت میرے دل میں چالیس چالیس دن کھٹکتا رہتا ہے، جب تک کتاب وسنت کے دو گواہ اس کے ساتھ نہ ہوں اپنے دل میں داخل ہونے کا اسے اِذن نہیں دیتا۔

قول ۲۵: حضرت عالی منزلت امام طریقت سیدنا ابو علی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اجلّہ خلفائے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں حضرت عارف باللہ سیدنا استاذ ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مشائخ میں ان کے برابر علمِ طریقت کسی کو نہ تھا، اس جناب گردوں قباب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، فرمایا:

نعم و قد وصل و لکن الی سقر (۵۵)

ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

قول ۲۶: حضرت سیدی ابو عبداللہ محمد بن خفیف ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفیۃ القلوب و ذکر اوصافا لی ان قال و اتباع النبی ﷺ فی الشریعۃ (۵٦)

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی

۵۴۔ نفحات الانس، ذکر ابو سلیمان عبدالرحمن بن عطیہ الدارانی، انتشارات کتابفروشی محمودی تہران، ایران، ص ۴۰

۵۵۔ الرسالۃ القشیریۃ، ابو علی احمد بن محمد رودباری، مصطفی البابی، مصر، ص ۲۸

۵٦۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ذکر ابی عبداللہ بن محمد الضبی، مصطفی البابی، مر، ۱/ ۱۲۱

پیروی ہو۔

قول ۲۷: امام اجل باللہ ابو بکر محمد ابراہیم بخاری کلاباذی قدس سرہ نے کتاب التعرف لمذہب التصوف جس کی شان میں اولیاء نے فرمایا: **لو لا التعرف لما عرف التصوف** (کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف نہ پہچانا جاتا) تصوف کی ایسی ہی تعریف حضرت سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمائی کہ تصوف ان ان اوصاف کا نام ہے، ان میں ختم اس پر فرمایا کہ:

و اتباع الرسول ﷺ فی الشریعۃ (۵۷)

شریعت میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع۔

سول ۲۸: حضرت سیدی ابو القاسم نصر اباذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی و حضرت سیدنا ابو علی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلّہ اصحاب سے ہیں فرماتے ہیں:

التصوف ملازمۃ الکتاب و السنۃ الخ (۵۸)

تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑے رہے۔

قول ۲۹: حضرت سیدی جعفر بن محمد خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لا اعرف شیئا افضل من العلم باللہ و باحکامہ فان الاعمال لا تزکوا الا بالعلم و من لا علم عندہ فلیس لہ عمل و بالعلم عرف اللہ و اطیع و لایکرہ العلم الا منقوص (۵۹)

میں کوئی چیز معرفتِ الٰہی وعلم احکام الٰہی سے بہتر نہیں جانتا، اعمال بے علم

۵۷۔ التعرف لمذہب التصوف

۵۸۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ذکر ابی القاسم ابراہیم بن محمد النصر اباذی، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۱۲۳

۵۹۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ذکر سید جعفر بن محمد الخواص، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۱۱۸،۱۱۹

کے پاس نہیں ہوتے، بے علم کے سب عمل برباد ہیں، علم ہی سے اللہ کی
معرفت ومعرفتِ اطاعت ہوئی، علم کو وہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔

قول ۳۰: حضرت سیدداؤدکبیر ماخلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ولی اللہ و عالمِ جلیل حضرت سیدمحمد وفا شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرومرشد ہیں، فرماتے ہیں:

قلوب علماء الظاهر و سائط بين عالم الصفاء و مظاهر الاكدار رحمة بالعامة الذين لم يصلوا الى ادراک المعانی الغيبية و الادراكات الحقيقية (٦٠)

علماءِ ظاہر کے دل عالم صفا ومظہر تکدر کے اندر واسطہ ہیں ان عام خلائق پر رحمت کے لئے کہ معانی غیب وعلوم حقیقت تک جن کی رسائی نہ ہو۔

یہ صراحۃً وراثت نبوت کی شان ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ خالق وخلق میں واسطہ ہوں، ان خلائق پر رحمت کے لئے بارگاہِ غیب وحقیقت تک جن کی رسائی نہیں۔

قول ۳۱: حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار سلسلہ سہروردیہ اپنی کتاب مستطاب میں فرماتے ہیں:

قوم من المفتونين لبسوا لبسة الصوفية لينتسبوا بها الى الصوفية و ما هم من الصوفية بشئ بل هم فى غرور غلط يزعمون ان ضمائرهم خلصت الى الله تعالىٰ و يقولون هذا هو الظفر بالمراد و الارتسام بمر اسم الشريعة رتبة العوام و هذا هو عين الالحاد و الزندقة و الابعاد فكل حقيقة ردتها الشريعة فهى زندقة (٦١)

٦٠۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ترجمہ:۲۸۹، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۱۹۰

٦١۔ عوارف المعارف، الباب التاسع فی ذکر من الصوفیة الخ، مطبوعة المشهد الحسینی، قاهره، ص ۷۱، ۷۲

یعنی کچھ فتنہ کے مارے ہوؤں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے کہ صوفی کہلائیں حالانکہ ان کو صوفیہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ غرور وغلط میں ہے بکتے ہیں کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہوگئے ہیں اور یہی مراد کو پہنچ جانا ہے اور رسوم شریعت کی پابندی عوام کا مرتبہ ہے، ان کا یہ خاص الحاد وزندقہ اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے اس لئے کہ جس حقیقت کو شریعت ردّ فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔

پھر جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل فرمایا کہ جو چوری اور زنا کرے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے۔(٦٢)

قول ۳۲: نیز حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ عنہ کتاب مستطاب اعلام الہدی و عقیدہ ارباب التقی میں عقیدہ کرامات اولیاء بیان کرکے فرماتے ہیں:

و من ظهر له و على يده من المخترقات و هو علىٰ غير الالتزام باحكام الشريعة نعتقد انه زنديق و ان الذى ظهر له مكر و استدراج (٦٣)

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لئے اور اس کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکامِ شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر واستدراج ہے۔

قول ۳۳: حضرت سیدنا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

فرقة ادعت المعرفة و الوصول و لا يعرف (احدهم) هذه الامور الا بالاسامى و يظن ان ذلک اعلىٰ من علم الاولين

٦٢۔ عوارف المعارف، الباب التاسع فی ذکر من الصوفیة الخ، مطبوعة المشهد الحسینی، قاهره، ص ۷۱، ۷۲

٦٣۔ نفحات الانس بحوالہ اعلام الهدی، از انتشارات کتاب فروش محمودی، تهران، ایران، ص ۲٦

و الأخرين فينظر الى الفقهاء و المفسرين و المحدثين بعين الازدراء و يستحقر بذلك جميع العباد و العلماء و يدعي لنفسه انه الواصل الى الحق و هو عند الله من الفجّار و المنافقين اھ (ملخصاً) (٦٤)

مختصراً ایک گروہ معرفت ووصول کا دعویٰ رکھتا ہے حالانکہ معرفت ووصول کا نام ہی نام جانتا ہے، اور گمان کرتا ہے کہ یہ سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلیٰ ہے تو وہ فقیہوں، مفسروں، محدثوں سب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں اور علماء کو حقیر جانتا ہے، اپنے واصل بخدا ہونے کا اِدعا کرتا ہے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک فاجروں اور منافقوں میں سے ہے۔اھ

قول ۳۴: حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں:

ایاک ان ترمي ميزان الشرع من يدک في العلم الرسمي بل بادر الى العمل بكل ما حكم به و ان فهمت منه خلاف ما يفهمه الناس مما يحول بينک و بين امضاء ظاهر الحكم به فلا تعول عليه فانه مكر الهي بصورت علم الهي من حيث لا تشعر (٦٥)

خبردار علمِ ظاہر میں جو شرع کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کر، اور اگر عام علماء کے خلاف تیری سمجھ میں اس سے کوئی ایسی چیز آئے جو ظاہر شرع کا حکم نافذ کرنے سے تجھے

٦٤۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الغرور بیان اصناف المغترین الخ، الصنف الثالث، المشهد الحسینی، قاهره، ٤٠٥/٣

٦٥۔ الیواقیت و الجواهر، الفصل الرابع، مصطفی البابی، مصر، ٢٦/١

روکنا چاہے تو اس پر اعتماد نہ کرنا وہ علم الٰہی کی صورت میں ایک مکر ہے جس کی تجھے خبر نہیں۔

قول ۳۵: نیز حضرت سیدی محی الدین ابنِ عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں:

اعلم ان ميزان الشرع الموضوعة في الارض هي ما بايدى العلماء من الشريعة فمهما خرج ولي عن ميزان الشرع المذكورة مع وجود عقل التكليف وجب الانكار عليه (٦٦)

یقین جان کہ میزانِ شرع جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمائی ہے وہ یہی ہے جو علماء شریعت کے ہاتھ میں ہے تو جب کبھی کوئی ولی اس میزانِ شرع سے باہر نکلے اور اس کی عقل کا مدار احکام شرعیہ ہے باقی ہو تو اس پر انکار واجب ہے۔

قول ۳٦: نیز حضرت بحر الحقائق ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ان موازين الولياء المكملين لا تخطى الشريعة ابدا فهم محفوظون من مخالفة الشريعة الخ (٦٧)

یقین جان کہ اولیاء مرشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی میزانیں کبھی شریعت سے خطا نہیں کرتیں وہ مخالفِ شرع سے محفوظ ہیں۔

قول ۳۷: نیز حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اعلم أن عين الشّريعة هي عين الحقيقة إذا الشّريعة لها دائرتان عليا و سُفلى فالعليا لأهل الكشف و السُّفلى لأهل الفكر فلما فتش أهل الفكر على ما قال أهل الكشف فلم

٦٦۔ الیواقیت و الجواهر، الفصل الرابع، مصطفی البابی، مصر، ٢٦/١

٦٧۔ الیواقیت و الجواهر، الفصل الرابع، مصطفی البابی، مصر، ٢٦/١، ٢٧

يجدوه في دائرة فكرهم قالوا هذا خارج عن الشّريعة فأهل الفكر ينكرون على أهل الكشف و أهل الكشف لاينكرون على أهل الفكر من كان ذا كشف و فكر فهو حكيم الزمان فكما أن علوم أهل الكشف فهما متلازمان و لكن لما كان الجامع بين الطرفين عزيزاً فرق أهل الظاهر بينهما (٦٨)

یقین جان کہ شریعت ہی کا چشمہ حقیقت کا چشمہ ہے اس لئے کہ شریعت کے دو دائرے ہیں ایک اوپر اور ایک نیچے، اوپر کا دائرہ اہلِ کشف کے لئے ہے اور نیچے کا اہلِ فکر کے لئے۔ اہل فکر جب اہلِ کشف کے اقوال کو تلاش کرتے اور اپنے دائرہ فکر میں نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قول شریعت سے باہر ہے، تو اہلِ فکر اہلِ کشف پر معترض ہوتے ہیں مگر اہلِ کشف اہلِ فکر پر انکار نہیں رکھتے، جو کشف و فکر دونوں رکھتا ہے وہ اپنے وقت کا حکیم ہے، پس جس طرح علوم فکر شریعت کا ایک حصہ ہیں یونہی علوم اہلِ کشف بھی، تو وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور جب کہ دونوں کناروں کا جامع نادر ہے، لہٰذا ظاہر بینوں نے شریعت و حقیقت کو جُدا سمجھا۔

سبحان اللہ! اہلِ ظاہر اگر علومِ حقیقت کو نہ سمجھیں، عذر رکھتے ہیں کہ شریعت کے دائرے زیریں میں ہیں، مدعی ولایت جو علمِ ظاہر سے منکر ہو معلوم ہو قطعاً جھوٹا کذاب فریبی کہ اگر دائرہ بالا تک پہنچتا تو دائرہ زیریں سے جاہل نہ ہوتا، جڑ والے اگر شاخ تراشیں اصل درخت قائم رہے، مگر بلند شاخ تک پہنچے والے جڑ کاٹیں تو اُن کی ہڈی پسلی کی خیر نہیں۔ اس عبارت شریفہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہل ظاہر اگر شریعت و حقیقت کو جُدا سمجھیں، اُن کی غلطی مگر وہ اپنے علم میں کاذب نہیں اور مدعی تصوف اگر انہیں جدا بتائے تو قطعاً دروغ باف و لاف زن ہے۔

٦٨۔ الیواقیت و الجواهر، الفصل الرابع، مصطفی البابی، مصر، ١/٢٦

قول ۳۸: نیز حضرت لسان القوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لا يتعدّى كشفُ الولي في العلوم الإلٰهية فوق ما يعطيه كتاب نبيّه و وحيه، قال الجنيد في هذا المقام: علمنا هذا مقيّد بالكتاب و السُّنّة و قال الأخر: كلّ فتح لا يشهد له الكتاب و السُّنّة فليس بشيء فلا يفتح لولي قطّ إلا في الفهم في الكتاب العزيز فلهذا قال تعالىٰ "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ" و قال سبحانه في ألواح موسىٰ "وَ كَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" الآية فلا تخرج علم الولي جملة واحدة عن الكتاب و السُّنّة فإن خرج أحد عن ذٰلك فليس بعلم و لا علم ولاية معاً بل إذا حققّته وجدتَه جهلًا (٦٩)

عُلومِ الٰہیہ میں ولی کا کشف اُس علم سے تجاوز نہیں کرسکتا جو اُس کے نبی کی وحی و کتاب عطا فرما رہی ہے اِس مقام میں جنید نے فرمایا "ہمارا یہ علم کتاب و سنت کا مقید ہے"، اور ایک عارف نے فرمایا "جس کشف کی شہادت کتاب و سنت نہ دیں وہ محض لاشی ہے تو ہرگز ولی کے لئے کچھ کشف نہیں ہوتا مگر قرآن عظیم کے فہم میں"، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا" اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تختیوں کو فرماتا ہے "ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ بیان لکھ دیا"، تو سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب و سنت سے باہر نہ جائے گا، اگر کچھ باہر جائے تو وہ علم ہوگا نہ کشف، بلکہ تحقیق کرے تو تجھے ثابت ہو جائے گا کہ وہ جہالت تھا۔

٦٩۔ الفتوحات المكية لابن عربي، الباب الرابع عشر و ثلثمائة في معرفة الخ، دار احياء التراث العربي، بيروت، ٣/٥٦

قول ۳۹: نیز حضرت عین المکاشفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اعلم أيّدك الله إن الكرامة من الحقّ من اسمه "البرّ" فلا تكون إلا للأبرار و هي حسيّة و معنويّة، فالعامة ما تعرف إلا الحسّية مثل الكلام على الخاطر و الأخبار المغيبات الماضية و الكائنة و الأتية المشي على الماء و اختراق الهوا وطي الأرض و الاحتجاب عن الأبصار و معنويّة لا يعرفها إلا الخواص وهي أن تحفظ عليه اداب الشّريعة و يوفق لإتيان مكارم الأخلاق و اجتناب سفسافها و المحافظة على أداء الواجبات مطلقًا في أوقاتها فهذا كرامات لا يدخلها مكر و لا استدراج و الكرامات التي ذكرنا أن العامة تعرفها فكلّها يمكن أن يدخلها المكر الخفي ثم لا بد أن تكون نتيجة عن استقامة أو تنتج استقامة و إلا فليست بكرامة و المعنويّة لا يدخلها شيء ممّا ذكرنا فإن العلم يصحبها و قوّة العلم و شرفه تعطيك أن المكر لا يدخلها فإن الحدود الشّرعيّة لا تنصب حبالة للمكر الإلهي فإنها عين الطريق الواضحة إلي نيل السّعادة لأن العلم هو المطلوب و به تقع المنفعة و لو لم يعمل به فإنه لا يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون فالعلماء هم الأمنون من التلبيس اھ (۷۰) باختصار

یقین جان اللہ تیری مدد کرے کہ کرامت حق سبحانہ کے نام "بَر" یعنی محسن کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف ابرار نکوکار ہی پاتے ہیں اور وہ دو قسم ہے: محسوس ظاہری و معقول معنوی، عوام صرف کرامات محسوسہ کو

۷۰۔ الفتوحات المكية لابن عربي، الباب الرابع و الثمانون و مائة دار احياء التراث العربي، بیروت، ۳۶۹/۲

جانتے ہیں جیسے کسی کو دل کی بات بتا دینا، گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اُڑنا، صدہا منزل زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے چُھپ جانا کہ سامنے موجود ہوں اور کسی کو نظر نہ آئیں اور کرامات معنویہ کو صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر آدابِ شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بُری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے، ان کرامتوں میں مکر و استدراج کو دخل نہیں اور کرامتیں جنہیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہوسکتی ہے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کرے ورنہ کرامت نہ ہوگی اور کرامت معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں اس لئے کہ علم ان کے ساتھ ہے علم کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ اُن میں مکر کا دخل نہیں اس لئے کہ شریعت کی حدّیں کسی کے لئے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں اس وجہ سے کہ شریعت سعادت پانے کا عین صاف و روشن راستہ ہے، علم ہی مقصود ہے اور اسی نے نفع پہنچانا ہے اگر چہ اس پر عمل نہ ہو کہ مطلقاً ارشاد ہوا ہے کہ "عالم و بے علم برابر نہیں" تو علماء ہی مکر و اشتباہ سے امان میں ہے و بس

قول ۴۰: حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اقطاب اربعہ سے ہیں یعنی اُن چار میں جو تمام اقطاب میں اعلیٰ و ممتاز گنے جاتے ہیں، اول حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا برکاتہم فی الدنیا و الآخرۃ) فرماتے ہیں:

الشريعة هي الشجرة و الحقيقة هي الثمرة (۷۱)

۷۱۔ الطبقات الکبریٰ، ترجمہ ابراهیم الدسوقی ۲۹۸۶، مصطفى البابي، مصر، ۱۶۹/۱

شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔

درخت وثمر کی نسبت بھی وہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو اصل ہے مگر جو اصل کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم ومردود ہے، پھر اس مثال کی بھی وہی حالت ہے جو ہم منبع و بحر میں بیان کر آئے، درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی اُمید نہ رہی مگر جو پھل آ چکے ہیں یہاں درخت کے کٹتے ہی آئے ہیں پھل بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فنا ہوتے ہی پھر بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اُس کے منہ میں دیتا ہے اور یہ اپنی حالت میں انہیں ثمرِ حقیقت جان کر خوش خوش نگلتا ہے، جب آنکھ بند ہوگئی اُس وقت کھلے گا کہ منہ میں کیا بھرا تھا والعیاذ باللہ تعالیٰ ان درختوں میں قریب تر مثال پان اور اس کی بیل کی ہے، خوشبو، خوشرنگ، خوش ذائقہ، مفرح، مقوی دل و دماغ، مصفّی خون مطیب نکہت وجہ سرخروئی، باعث زینت، اور پھر عجیب خاصہ یہ کہ بیل سوکھے تو اس کے پان جہاں جہاں ہوں معاً سوکھ جائیں گے، یہ ایک ادنیٰ مثال شریعت وحقیقت یا اس جاہل کے طور پر شریعت و طریقت کی ہے۔

قول ۴۱: عارف باللہ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیر ومرشد امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

علم الکشف اخبار بالأمور علی ما ھی علیه فی نفسھا و ھذا إذا حققته وجدته لا یخالف الشّریعة فی شیٔ بل ھو الشّریعة بعینھا (٧٢)

یعنی، علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع وحقیقت میں ہیں اسی طرح ان سے خبر دے اسے اگر تو تحقیق کرے تو اصلاً کسی بات میں شریعت کے خلاف نہ پائے گا بلکہ وہ عین شریعت ہے۔

قول ۴۲: نیز ولی ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

٧٢۔ میزان الشریعة الکبریٰ، فصل فی بیان استحاله خروج شیٔ الخ، مصطفی البابی، مصر، ١/ ٤٤

جمیع مصابیح علماء الظّاھر و الباطن قد اتقدت من نور الشّریعة فما من قول من أقوال المجتھدین و مقلّدیھم لا وھو مؤیّد بأقوال أھل الحقیقة لا شکّ عندنا فی ذٰلک (٧٣)

علمائے ظاہر ہوں خواہ علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں، تو ائمہ مجتہدین اور اُن کے مقلّدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ اہلِ حقیقت کے اقوال اس کی تائید نہ کرتے ہوں ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔

نیز فرمایا:

إمداد قلبه ﷺ لجمیع قلوب علماء أمته فما اتقد مصباح عالم إلا عن مشکوٰة نور قلب رسول الله ﷺ (٧٤)

تمام علمائے اُمت کے دلوں کو رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اقدس سے مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور ہی کے نور باطن کے شمع دان سے روشن ہے۔

قول ۴۳: نیز ہی مفتوح ممدوح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علم الکشف الصحیح لا یأتی قطّ إلاَّ موافقًا للشّریعة المطھّرة (٧٥)

سچا علم کشف کبھی نہیں آتا مگر شریعت مطہرہ کے موافق۔

٧٣۔ المیزان الکبریٰ للشعرانی، فصل فی بیان استحاله خروج شیٔ الخ، مصطفی البابی، مصر، ١/ ٤٥

٧٤۔ المیزان الکبریٰ للشعرانی، فصل فی بیان استحاله خروج شیٔ الخ، مصطفی البابی، مصر، ١/ ٤٥

٧٥۔ المیزان الکبریٰ للشعرانی، فصل فان قال قائل ان احداً لا یحتاج الی ذوق الخ، مصطفی البابی، مصر، ١/ ١٢

قول ۴۴: حضرت سیدی افضل الدین اجل خلفائے سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

كلّ حقيقة شريعة و عكسه (۷۶)

حقیقت عین شریعت ہے اور شریعت عین حقیقت۔

قول ۴۵: امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

إن الله تعالىٰ قد أقدر إبليس كما قال الغزالي وغيره على أن يقيم للمكاشف صورة المحل الذى يأخذ علمه منه من سماء أو عرش أو كرسي أو قلم أو لوح فربما ظنّ المكاشف أن ذٰلک العلم عن الله عزّ وجلّ فأخذ به فضل فاضل فمن هنا أوجبوا على المكاشف أنه يعرض ما أخذه من العلم من طريق كشفه على الكتاب و السُّنَّة قبل العمل به فإن وافق فذاک و إلّا حرام عليه العمل به (۷۷)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو قدرت دی ہے جیسے امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر نے تصریح کی ہے کہ صاحبِ کشف آسمان، عرش، کرسی، لوح، قلم جہاں سے اپنے علوم حاصل کرتا ہے اس مکان کی ساختہ تصویر اس کے سامنے قائم کردے (اور حقیقت میں وہ عرش کرسی لوح وقلم نہ ہوں شیطان کا دھوکہ ہوں، اب شیطان اس دھوکے کی ٹٹی سے اپنا علم شیطانی القاء کرے) اور یہ صاحبِ کشف سے اللہ عزّ وجل کی طرف سے گمان کر کے عمل کر بیٹھے خود بھی گمراہ ہوا، اوروں کو بھی گمراہ کرے، اسی لئے ائمہ اولیائے کشف والے پر واجب کیا ہے کہ جو علم بذریعہ کشف حاصل ہوا

۷۶۔ الميزان الكبرىٰ للشعراني، فصل في بيان استحاله الخ، مصطفى البابي، مصر، ۱/ ۴۵

۷۷۔ الميزان الكبرىٰ للشعراني، فصل فان قال قائل ان احداً يحتاج الخ، مصطفى البابي، مصر، ۱/ ۱۲

اُس پر عمل کرنے سے پہلے اُسے کتاب وسنت پر عرض کرے، اگر موافق ہو تو بہتر ورنہ اُس پر عمل حرام ہے۔

نابیناؤ! تم نے شریعت کی حاجت دیکھی، شریعت کا دامن نہ تھامو تو شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر تمہیں گھمائے پھرے، جب تو حدیث نے فرمایا:

عابد بے فقہ چکی کا گدھا (۷۸)

قول ۴۶: نیز امام ممدوح قدس سرہ فرماتے ہیں:

لا تلحق نهاية الولاية بداية النبوّة أبدًا و لو أن ولياً تقدم إلى العين التي يأخذ منها الأنبياء عليهم الصلوٰة و السلام لاحترق و غاية أمر الأولياء أنهم يتعبدون بشريعة محمد ﷺ قبل الفتح عليهم و بعده و متى ما خرجوا عن شريعة محمد ﷺ هلكوا وانقطع عنهم الإمداد فلا يمكنهم أن يستقلوا بالأخذ عن الله تعالىٰ أبداً و قد تقدّم أن جميع الأنبياء و الأولياء مستمدّون من محمد ﷺ (۷۹)

کبھی ولایت کی نہایت نبوت کی ابتداء تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام فیض لیتے ہیں، تو وہ ولی جل جائے، اولیاء کی نہایت کار یہ ہے کہ شریعت محمدی ﷺ پر عبادت بجا لاتے ہیں خواہ کشف حاصل ہوا ہو یا نہیں اور جب کبھی شریعت محمد ﷺ سے نکلیں ہلاک ہو جائیں گے اور ان کی مدد قطع ہو جائے گی تو انہیں کبھی ممکن نہیں کہ اللہ عزّ وجل سے خود بالاستقلال لے سکیں اور

۷۸۔ حلية الأولياء في لأبي نعيم، ترجمه ۱۸، خالد بن معدان، دار الكتاب العربي، بيروت، ۵/ ۲۱۹

۷۹۔ اليواقيت و الجواهر، المبحث الثاني و الاربعون، مصطفى البابي، مصر، ۲/ ۷۱

ہم اوپر بیان کر آئے کہ تمام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ و الثنا محمد ﷺ سے مدد لیتے ہیں۔

قول ۴۷: نیز ولی موصوف قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

التصوّف إنما هو زبدة عمل العبد بأحكام الشريعة (۸۰)

تصوف کیا ہے، بس احکامِ شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

قول ۴۸: پھر فرمایا:

علم التصوّف تفرّع من عين الشّريعة (۸۱)

علمِ تصوّف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

قول ۴۹: پھر فرمایا:

من دقّق النّظر علم أنه لا يخرج شيء من علوم أهل الله تعالىٰ عنه شريعة و كيف تخرج علومهم عن الشّريعة و الشّريعة هي وصلتهم إلى الله عزّ وجلّ في كلّ لحظة (۸۲)

جو نظر غور کرے جان لے گا کہ علومِ اولیاء سے کوئی چیز شریعت سے باہر نہیں اور کیونکر ان کے علم شریعت سے باہر ہوں حالانکہ ہر ہر لحظہ شریعت ہی اُن کے وُصول بخدا کا ذریعہ ہے۔

قول ۵۰: پھر فرمایا:

قد أجمع القوم على أنه لا يصلح للتّصدر في طرق الله عز وجلّ إلّا من تبحر في علم الشّريعة و علم منطوقها و مفهومها و خاصها و عامها و ناسخها و منسوخها و تبحّر في

۸۰۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، مقدمۃ الکتاب، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۴

۸۱۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، مقدمۃ الکتاب، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۴

۸۲۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، مقدمۃ الکتاب، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۴

لغة العرب حتى عرف مجازاتها و استعاراتها و غير ذلك فكلّ صوفي فقيه و لا عكس (۸۳)

تمام اولیاءِ کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علمِ شریعت کا دریا ہوا اُس کے منطوق مفہوم خاص عام ناسخ منسوخ سے آگاہ ہو زبانِ عرب کا کمال ماہر ہو یہاں تک کہ اُس کے مجاز اور استعارے جانتا ہوتا ہے اور ہر فقیہ صوفی نہیں ہوتا۔

قول ۵۱: نیز عارف معروف قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

الكشف الصّحيح لا يأتي دائماً إلّا موافقًا للشّريعة كما هو مقروبين العلماء (۸۴)

سچا کشف ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی آتا ہے جیسا کہ اس فن کے علماء میں مقرر ہو چکا ہے۔

قول ۵۲: حضرت عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں:

ما يدعيه بعض المتصوّفة في زماننا إنكم معشر أهل العلم الظّاهر تأخذون أحكامكم من الكتاب و السُّنّة و إنا نأخذ من صاحبه هذا كفر لا محالة بالإجماع من وجوه الأول التصريح بعدم الدخول تحت أحكام الكتاب و السُّنّة مع وجود شرط التكليف من العقل و البلوغ (۸۵)

وہ جو ہمارے زمانے کے بعض صوفی بننے والے ادعا کرتے ہیں کہ اے

۸۳۔ الطبقات الکبریٰ للشعرانی، مقدمۃ الکتاب، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۴

۸۴۔ المیزان الکبریٰ، فصل فان قال قائل ان احداً یحتاج الی ذوق، مصطفی البابی، مصر، ۱/ ۱۲

۸۵۔ الحدیقۃ النّدیۃ شرح الطّریقۃ المحمّدیّۃ، الباب الأول، الفصل الثانی، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱/ ۱۵۵ تا ۱۵۸

علم والو! تم اپنے احکام کتاب وسنّت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحبِ قرآن سے لیتے ہیں یہ بالاجماع قطعاً بوجوہ کثیرہ کفر ہے از انجملہ یہ عقل وبلوغ شرائطِ تکلیف ہوتے ہوئے کہہ دیا کہ ہم زیرِ احکامِ شریعت نہیں۔

یہیں فرمایا:

إن أراد بترک العلم الظّاهر عدم الإعتناء به لأن العلم الظّاهر لاحاجة إليه، فقد سفه الخطاب الإلٰهي وسفه الأنبياء و نسب العبث و البطلان إلى إرسال الرُّسُل و إنزال الكتب فلا شکّ في كفره أشد الكفر (٨٦) (ملتقطاً)

اگر علم ظاہر چھوڑنے سے اس کا نہ سیکھنا اور اس کا اہتمام نہ کرنا مراد لے اس خیال سے کہ علم ظاہر کی طرف حاجت نہیں تو اس نے کلامِ الٰہی کو احمق بتایا اور انبیاء کو بیوقوف ٹھہرایا، رسولوں کے بھیجنے کتابوں کے اُتارنے کو عبث و باطل کی طرف نسبت کیا تو کچھ شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر سب سے سخت تر کفر۔

قول ۵۳: نیز عارف ممدوح قدس سرہ تعظیم شریعت مطہرہ کے بارے میں حضرات عالیہ سید الطائفہ و سرّی سقطی و ابویزید بسطامی و ابوسلیمان دارانی و ذوالنون مصری و بشر حافی و ابوسعید خراز وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کریمہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

أنظر أيها العاقل الطّالب للحقّ إن هؤلاء عظماء مشائخ الطّريقة و كبراء أرباب الحقيقة كلّهم يعظمون الشّريعة المحمّديّة و كيف و هم ما وصلوا إلا بذلک التّعظيم و السّلوک على هذا المسلک المستقيم و لم ينقل عن أحد

٨٦۔ الحديقة النّدية شرح الطّريقة المحمّديّة الباب الاول، الفصل الثانی، مكتبه نوريه رضويه فيصل آباد، ١/١٥٩

منهم و لا غيرهم من السّادة الصّوفية الكاملين أنه احتقر شيئاً من أحكام الشّريعة المطهّرة ولا امتنع من قبوله بل كلّهم مسلمون له و يبنون علومهم الباطنة على السيرة الأحمديّة فلا يغرّنّک طامات لجهّال المُتنسّكين الفاسقين المفسدين الضّالين المُضلّين الزائغين عن الشّرع القويم إلى صراط الجحيم خارجين عن مناهج علماء الشّريعة المحمّديّة مارقين عن مسالک مشائخ الطّريقة لإعراضهم عن التّأدّب بآداب الشّريعة و تركهم الدّخول في حصونها المنيعة فهم كافرون بإنكارها مدعون الاستنارة بأنوارها و مشائخ الطّريقة قائمون بأداب الشّريعة معتقدون تعظيم أحكام الله تعالىٰ و لهذا اتحفهم الله تعالىٰ بالكمالات القدسية و هؤلاء المغرورون بالقشار اللّابسون حلّة العار الذين هم مسلمون في الظّاهر و إذا حقّقتهم فهم كفّار لم يزالوا معتكفين على أصنام الأوهام مفتونين بما يلقى لهم الشّيطان من الوساوس في الأفهام فالويل لهم و لم تبعهم أو حسن أمرهم فهم قطّاع طريق الله تعالىٰ اھ(٨٧) ملتقطًا

یعنی، اے عاقل، اے حق کے طالب! دیکھ کہ یہ عظمائے مشائخِ طریقت یہ کبرائے اربابِ حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کر رہے اور کیوں نہ کریں کہ وہ واصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اقدس سیدھی راہ شریعت پر چلنے کے سبب یا ان سے یا ان کے سوا اور سردارانِ اولیائے

٨٧۔ الحديقة النّدية شرح الطّريقة المحمّديّة، الباب الأول، الفصل الثانی، مكتبه نوريه رضويه، فيصل آباد، ١/١٨٧ تا ١٨٩

کاملین کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ اُس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی یا اُس کے قبول سے باز رہا ہو بلکہ وہ سب اُس کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی سیرت محمدی ﷺ پر بنا کرتے ہیں، تو تجھے زنہار دھوکا میں نہ ڈالیں حدّ سے گزری ہوئی باتیں اُن جاہلوں کی کہ سالک بنتے ہیں خود بگڑے اوروں کو بگاڑتے ہیں، آپ گمراہ اوروں کو گمراہ کرتے ہیں، شرعِ مستقیم سے کج ہو کر جہنم کی راہ چلتے ہیں، علمائے شریعت کی راہ سے باہر مشائخ طریقت کے مسلک سے خارج اس لئے کہ آدابِ شریعت اختیار کرنے سے رُوگردانی کئے اور اس کے مستحکم قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہ انکارِ شریعت کے سبب کافر ہیں اور دعوے یہ کہ اس کے انوار سے روشن ہیں، مشائخ طریقت تو آدابِ شریعت پر قائم ہیں احکامِ الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالاتِ اقدس کا تحفہ دیا اور یہ اپنی خرافات پر مغرور یہ عار کا لباس پہنے ہوئے کہ ظاہر میں مسلمان اور حقیقت میں کافر ہیں یہ ہمیشہ اپنے اوہام کے بُتوں کے آگے آسن مارے بیٹھے ہیں، شیطان جو وسوسے اُن کے افکار میں ڈالتا ہے انہیں پر مفتون ہوئے ہیں تو خرابی پوری خرابی ان کے لئے اور اس کے لئے اور اُن کے لئے جو اُن کا پیرو ہو یا اُن کے کام کو اچھا جانے، اِس لئے کہ وہ راہِ خدا کے راہزن ہیں۔ اھ ملتقطاً

قول ۵۴: حضرت قطب ربانی محبوب یزدانی مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارِ سلسلہ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں:

خارق عادت اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر بود کرامت گویند واگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج حفظنا اللہ وایاکم (۸۸)

اگر اوصافِ ولایت والے ولی سے خارقِ عادت ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر مخالفِ شریعت سے صادر ہو تو استدراج ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائے۔ (ت)

قول ۵۵: حضرت سیدی ابو المکارم رکن الدین خلیفہ حضرت سیدی نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائنی خلیفۂ وقت حضرت سیدی جمال الدین احمد جوزقانی خلیفہ سیدی رضی الدین لالا خلیفہ حضرت سیدی نجم الدین کبریٰ سردار سلسلہ کبرویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے شیخ ومرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

ولی تا شریعت را بکمال نگیر وقدم در ولایت نتوان نہاد بلکہ اگر انکار کند کافر گردد۔ (۸۹)

ولی جب تک شریعت کو مکمل طور پر نہ اپنائے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ اگر اس کا انکار کرے تو کافر ہے۔ (ت)

قول ۵۶: حضرت سیدی شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدی خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اول مصلے را بر طاق نہ و برو علم آموز کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان است (۹۰)

پہلے عبادت کا مصلّٰی طاق پر رکھ اور جا کر علم حاصل کر کیونکہ جاہل شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے۔ (ت)

۸۸۔ لطائف اشرفي، لطيفه پنجم، مكتبه سمناني، كراجي، ١/١٢٦

۸۹۔ نفحات الأنس، ذكر أبي المكارم ركن الدين أحمد بن محمد، از انتشارات كتابفروشي، تهران، إيران، ص٤٤٣

۹۰۔ نفحات الأنس، ذكر خواجه قطب الدين مودود جشتي، از انتشارات كتابفروشي، تهران، إيران، ص٣٢٩

یہ حکایت شریف بہت نفیس ولطیف ہے اس کا خلاصہ عرض کریں کہ اس کلام کریم کا منشاء معلوم ہو، اور حضرت خواجہ مودود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ سرو روسردار سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ ہیں، دفع وہم ہو اور آج کل کے بہت مدعیان ناکار کے لئے کہ مسند ولایت کو تر کہ پدری جانتے ہیں، باعث ہدایت وعبرت وفہم ہو، حضرت ممدوح سلالۂ خاندان اولیائے کرام ہیں اِن کے آباء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلۂ اکابر محبوبانِ خُدا، سردارانِ شریعت وطریقت و اصحابِ علم وکرامت تھے اور اُن کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی نے مسند آبائی پر جلوس فرمایا، ہزاروں آدمی مرید ہو گئے مگر صاحبزادہ والاقدر ابھی عالم نہ ہوئے تھے، نہ راہِ طریقت کسی مرشد کامل کی تعلیم سے چلے تھے عنایتِ ازلی ہی اُن کے حال شریفہ پر متوجہ تھی، حضرت شیخ الاسلام قطب الکرام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے تعلیم وتفہیم کے لئے ہرات بھیجا، یہاں خواص وعام اس جناب کی کراماتِ عالیہ دیکھ کر مرید ومعتقد ہوئے اور تمام اطراف میں اُن کا شہرہ ہوا، صاحبزادۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نا گوار ہوا، قصد فرمایا کہ حضرتِ والا کو اس ملک سے باہر کریں، لشکر مریدان لے کر جنبش فرمائی اصحاب حضرت شیخ الاسلام کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے براہِ ادب اُسے شیخ الاسلام سے چُھپایا مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے ایک دن جب صبح کا ناشتہ حاضر کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ایک ساعت صبر کرو کہ کچھ قاصد آتے ہیں، تھوڑی دیر بعد قاصدانِ صاحبزادہ حاضر ہوئے، حضرت والا نے انہیں کھانا کھلایا، پھر فرمایا: تم کہو گے یا میں بتاؤں کہ کس لئے آئے ہو، عرض کی: حضرت فرمائیں، فرمایا: خواجہ مودود نے تمہیں بھیجا ہے کہ احمد سے کہو وہ ہماری ولایت میں کیوں آیا سیدھی طرح واپس جاتا ہے تو جائے ورنہ جس طرح چاہے نکالا جائے گا، قاصدوں نے تصدیق کی کہ ہاں حضرت خواجہ نے یہی پیغام دے کر ہمیں بھیجا ہے، حضرت والا نے فرمایا کہ ولایت سے یہ دیہات مراد ہیں تو یہ اوروں کے ملک ہیں نہ کہ خواجہ مودود کی، اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں تو یہ بادشاہِ سنجر کی رعیت تو یوں بادشاہ شیخ الشیوخ ٹھہرے گا اور اگر ولایت سے وہ مراد ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء اللہ جانتے ہے تو کل ہم انہیں دکھادیں گے کہ ولایت کا کام کیا

اور کیسا ہوتا ہے؟ قاصدوں کو یہ جواب عطا فرمایا اور ادھر ابرِ عظیم آیا اور ایک رات دن ابر برسا دم بھر کو نہ دم لیا، دوسرے دن صبح کو حضرت والا نے فرمایا: گھوڑے کسو کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں۔ اصحاب نے عرض کی: ندی چڑھ گئی اب جب تک چند روز بارش موقوف نہ ہو کوئی ملاح کشتی بھی نہیں لے جاسکتا۔ فرمایا کچھ مشکل نہیں آج ہم ملاحی کریں گے، جب سوار ہو کر جنگل پہنچے ملاحظہ فرمایا کہ ایک انبوہِ مسلح حضرت کے ہمراہ ہے، فرمایا یہ کون لوگ ہیں، عرض کی: حضور کے مرید ومحبّ ہیں، یہ سُن کر کہ ایک جماعت حضور کے مقابلے کو آئی ہے یہ حضور کے ہمراہ ہو لئے ہیں، فرمایا: انہیں واپس کرو تیر وتلوار تو سنجر کا کام ہے، اولیاء کے ہتھیار اور ہی ہیں، غرض چند خدام کے ساتھ ندی کنارے پہنچے پانی طغیانی پر تھا، فرمایا آج یہ ٹھہری ہے کہ ہم ملاحی کریں گے، معرفتِ الٰہی میں کلام فرمانا شروع کیا تمام حاضرین ذوق سے بیخود ہو گئے، فرمایا: آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر چلو، لوگوں نے ایسا ہی کیا جس نے آنکھ جلدی کھول دی، اس کا جوتا تر ہوا اور جس نے ذرا دیر کر کے کھولی اُس کا جوتا بھی خشک رہا، اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے اُس پار پایا، قاصدوں نے یہ جو ماجرا دیکھا جلدی کر کے حضرت صاحبزادہ خواجگان کے حضور حاضر ہوئے اور حاصل عرض کیا، کسی کو یقین نہ آیا، صاحبزادہ دو ہزار مرید مسلح کے ساتھ متوجہ ہوئے، اور جسے شیخ الاسلام سے نظر دوچار ہوئی صاحبزادہ بے اختیار پیادہ ہو گئے اور حضرت والا کے پائے مبارک کو بوسہ دیا، حضرت اُن کی پیٹھ ٹھونکتے اور فرماتے تھے: ولایت کا کام دیکھا تم نہیں جانتے مردانِ خُدا کی فوج سلاح سے نہیں، جاؤ سوار ہو ابھی بچے ہو تمہیں نہیں معلوم کہ کیا کرتے ہو، جب بستی میں آئے حضرت شیخ الاسلام مع اپنے اصحاب کے ایک محلّہ میں اُترے اور حضرت صاحبزادہ مع مریدان دوسرے محلّہ میں، دوسرے دن اُن مریدینِ صاحبزادہ نے کہا ہم آئے تھے شیخ احمد کو اس ملک سے نکالنے، اور آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں مقیم ہیں کوئی فکر عمدہ کرنی چاہئے، حضرت خواجہ مودود نے فرمایا: میری رائے میں صواب یہ ہے کہ صبح اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے اجازت لیں اُن کا کام ہمارے بس کا نہیں، مریدوں نے کہا: بلکہ رائے صواب یہ ہے کہ کوئی کام پر جاسوس مقرر کریں

جب اُن کے قیلولہ یعنی دوپہر کو آرام کا وقت آئے اور لوگ اُن کے پاس سے چلے جائیں وہ تنہا رہیں اس وقت ہماری ایک جماعت آپ کے ساتھ اُن کے پاس جائے اور سماع شروع کریں اور حال لائیں، اسی حالت میں کوئی حربہ اُن پر ماردیں، حضرت خواجہ نے فرمایا: ٹھیک نہیں وہ ولی ہیں صاحبِ کرامات ہیں مگر مریدوں نے نہ مانا، جب دوپہر کو شیخ الاسلام کے آرام کا وقت آیا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے، فرمایا: ایک ساعت توقف کرو کچھ آرام ہوگا ایک کام درپیش ہے، ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکایا، خادم نے دروازہ کھولا، دیکھا کہ حضرت خواجہ مودود ایک انبوہ کے ساتھ تشریف لائے، سلام کر کے سماع شروع ہوا، ساتھ والے نعرے لگانے لگے، انہوں نے چاہا کہ اپنا ارادہ فاسد پورا کریں کہ حضرت شیخ الاسلام نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا ہے سہلا کجائی ہے (اے سہلا! تو کہاں ہے)، سہلا نام ایک صاحب شہر سرخس کے ساکن، صاحبِ کرامات و عاقل، مجنون نما تھے، ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے، حضرت کے آواز دینے پر وہ فوراً حاضر ہوئے اور ایک نعرہ اُن مفسدوں پر لگایا، وہ سب کے سب معاً جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے، حضرت صاحبزادہ خواجگان باقی رہے، نہایت ندامت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سر برہنہ کر کے معافی مانگی اور عرض کی: حضرت کو روشن ہے کہ اس دفعہ یہ میری مرضی نہ تھی، فرمایا: تم سچ کہتے ہو مگر تم ان کے ساتھ کیوں آئے، عرض کیا: میں نے برا کیا حضرت معاف فرمائیں، فرمایا: میں نے معاف کیا جاؤ اور ان لوگوں کو واپس لاؤ اور دو خدمت گار مقرر کرو اور تین دن ٹھہراؤ، حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا، بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام کے پاس آکر گزارش کی جو حکم ہوا تھا بجا لایا اب کیا فرمان ہے، فرمایا: سجادہ طاق پر رکھو اور اول جا کر علم پڑھو کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہے، خواجہ نے فرمایا: میں نے قبول کیا اور کیا ارشاد ہے، فرمایا: جب تحصیل علم سے فارغ ہو اپنا خاندان زندہ کرو، تمہارے باپ دادا اولیاء و صاحبِ کرامات تھے، خواجہ مودود نے عرض کی: خاندان زندہ کرنے کو ارشاد ہوتا ہے تو پہلے تبرکاً حضرتِ والا مجھے مسند پر بٹھائیں، فرمایا: آگے آؤ، یہ آگے آگئے، حضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند مبارک کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا: بشرطِ علم بشرطِ علم، تین

بار فرمایا، حضرت خواجہ تین روز اور حاضرِ خدمت رہے، فائدے لئے، نوازشیں پائیں، پھر تحصیل علم کے لئے بلخ بخارا تشریف لے گئے، چار سال میں ماہر کامل ہوئے، ہر شہر میں حضرت سے کرامات ظاہر ہوئیں، پھر چشت کو مراجعت فرمائی، تربیت مریدان میں مشغول ہوئے، اطراف سے طالبانِ خُدا حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت کی برکت انفاس سے دولتِ معرفت و رتبۂ ولایت کو پہنچے، حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نہایت عالی درجہ ولی و عارف و واصل ہیں، اسی جناب کے مرید و تربیت یافتہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔(۹۱)

قول ۵۷: حضرت مولانا نورالدین جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

اگر صد ہزار خارق عادات بر ایشاں ظاہر شود چوں نہ ظاہر ایشاں موافق احکام شریعت ست و نہ باطن ایشاں موافق آداب طریقت باشد آں از قبیل مکر و استدراج خواہد بود نہ از مقولۂ ولایت و کرامت (نفحات الأنس، القوال في اثبات الكرامة للاولياء از انتشارات كتابفروشي، تهران، ایران، ص ۲٦)

اگر لاکھ خارق عادات ظاہر ہوں جب تک ظاہر و باطن شریعت و آداب طریقت کے موافق نہ ہو تو وہ مکر اور استدراج ہوگا ولایت و کرامت کا مصداق نہ ہوگا۔(ت)

بعینہٖ اسی طرح ''لطائف اشرفی''، ص ۱۲۹ میں ہے، پھر دونوں کتابوں میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ عبارت کریمہ منقول قول ۳۲ ذکر فرمائی، فائدہ نفیسہ اسی ''نفحات الانس شریف'' میں حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہروی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ حضرت شیخ احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کر کے فرماتے تھے:

۹۱۔ نفحات الأنس، ذکر ذکر خواجه قطب الدین مودود چشتی، از انتشارات کتابفروشی، تهران، ایران، ص۳۲٦ تا ۳۲۹

چشتیاں ہمہ چناں بودند از خلق بیباک و در باطن پاک و در معرفت و
فراست چالاک ہمہ احوال ایشاں باخلاص و ترک ریا بود ہیچ گونہ در شرع
سُستی رواند اشتندے۔(۹۲)

تمام چشتی حضرات ایسے ہی تھے کہ مخلوق سے بے خوف، باطن میں پاک اور معرفت و فراست میں باکمال اُن کے تمام احوال اخلاص اور بے ریائی پر مبنی تھے، اور کسی طرح بھی شریعت میں سُستی برداشت نہ کرتے۔(ت)

اور نسخہ قدیمہ ''نفحات شریف'' میں کہ تین سو برس کا لکھا ہوا یوں ہے:

ہیچگونہ سستی رواند اشتندے در شرع تا بتہاون چہ رسد(۹۳)

کسی بھی طرح شرع میں سستی روا نہ رکھتے تو کوتاہی کہاں ہوتی۔(ت)

ہمارے چشتی بھائی حضرات چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال کریم مشاہدہ کریں کہ اصلاً شرع میں سستی و کاہلی بھی جائز نہ رکھتے نہ کہ معاذ اللہ احکام شرعیہ کو ہلکا جاننا چشتی ہونے کو بندگی شرع سے پروانہ آزادی ماننا والعیاذ باللہ ربّ العٰلمین سردار سلسلہ علیہ بہشتیہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق والدین محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات عالیہ سنئے، فرماتے:

(۱) چندیں چیزی باید تا سماع مباح شود مستمع و مسمع آلہ سماع، مسمع یعنی گویندہ، مرد تمام باشد، کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع انچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیر است چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں

۹۲۔ نفحات الأنس، ذکر شیخ أحمد جشتی، از انتشارات کتابفروشی، تهران، إیران، ص ۴۴۳

۹۳۔ نفحات الأنس، ذکر شیخ أحمد جشتی، از انتشارات کتابفروشی، تهران، إیران، ص ۴۴۳

سماع حلال است۔(۹۴)

چند چیزیں پائی جائیں تو سماع حلال ہوگا، سنانے والے تمام مرد بالغ ہوں بچے اور عورت نہ ہوں سُننے والے اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی نہ ہوں، کلام فحش و مذاق سے خالی ہو اور آلات سماع سرنگی اور طبلہ وغیرہ نہ ہوتو ایسا سماع حلال ہوگا۔(ت)

(۲) ایک بار حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے عرض کی آج کل بعضے خانقاہ دار درویشوں نے مزامیر کے مجمع میں وجد کیا، فرمایا:

نیکو نہ کردہ اند انچہ نامشروع ست ناپسندیدہ ست(۹۵)

اچھا نہ کیا جو بات شرع میں ناروا ہے وہ کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

(۳) کسی نے عرض کی کہ جب وہ لوگ وہاں سے باہر آئے اُن سے کہا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا وہاں تو مزامیر تھے تم نے وہاں جاکر کیوں قوالی سنی اور وجد کیا، وہ بولے ہم ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں مزامیر کی خبر نہ ہوئی، حضرت شیخ المشائخ نظام الحق والدین نے فرمایا:

ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید(۹۶)

یہ جواب بھی محض مہمل ہے سب گناہوں میں یہی حیلہ ہوسکتا ہے۔

دیکھو کیسا قاطع جواب ارشاد ہوا، آدمی شراب پئے اور کہہ دے کمال استغراق کے سبب ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی، زنا کرے اور کہہ دے ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔

(۴) ایک بار کسی نے عرض کی کہ فلاں موضع میں بعض یاروں نے مجمع کیا اور مزامیر وغیرہا حرام چیزیں ہیں، حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا:

۹۴۔ سیر الأولیاء، باب نهم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۵۰۱، ۵۰۲

۹۵۔ سیر الأولیاء، باب نهم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۵۳۰

۹۶۔ سیر الأولیاء، باب نهم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۵۳۱

من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد نیکو نہ کردہ اند (۹۷)

میں نے منع فرما دیا ہے کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں، ان لوگوں نے اچھا نہ کیا۔

(۵) حضور کے خلیفہ شیخ محمد بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت محبوبیت منزلت نے اِس باب نہایت شدّت اور سخت تاکید سے ممانعت فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور جماعت میں کچھ عورتیں بھی شامل ہوں، امام کو سہو واقع ہو، مرد سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کریں، عورت بتانا چاہے تو کیا کرے، سبحان اللہ تو کہے گی نہیں کہ اُسے اپنی آواز نہ چاہیے، پھر کیا کرے:

پشتِ دست بر کفِ دست زند و کفِ دست بر کفِ دست نہ زند کہ آں بلہوی ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اَولیٰ کہ ازیں بابت نباشد (۹۸)

ہاتھ کی پشت کو ہتھیلی پر مارے، ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیونکہ تالی لہو میں شمار ہوتی ہے، جب تک یہاں تک کہ آپ لہو والی چیزوں سے پرہیز فرماتے تو سماع میں بطریقِ اَولیٰ ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو۔ (ت)

شیخ مبارک فرماتے ہیں:

یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع است۔ (۹۹)

یعنی تالی بجانے میں منع کے لئے یہ احتیاط تھی تو سماع میں مزامیر سے منع بطریقِ اَولیٰ ہے۔ (ت)

۹۷۔ سیر الأولیاء باب نہم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۵۳۲

۹۸۔ سیر الأولیاء باب نہم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۵۳۲

۹۹۔ سیر الأولیاء باب نہم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۵۳۲

سبحان اللہ! جو بندگانِ خدا تالی کو ناجائز جانیں بندگانِ نفس اُن کے سر ستار اور ڈھولک کی تہمت باندھیں۔

(۶) حضرت محبوبِ الٰہی کے ملفوظاتِ کریم "فوائد الفواد" کہ حضور کے مرید رشید حضرت میر حسن علی سنجری قدس سرہٗ کے جمع کئے ہوئے ہیں اُن میں بھی حضور کا صاف ارشاد مذکور ہے:

مزامیر حرام است (۱۰۰)

(۷) حضور کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرّادی قدس سرہٗ نے حضور کے زمانہ میں حضور کے حکم سے دربارۂ سماع ایک رسالہ عربیہ مسمّٰی بہ "کشفُ القِناع عن أُصولِ السَّماع" تالیف فرمایا، اس میں فرماتے ہیں:

أما سماع مشایخنا رضی اللہ تعالیٰ عنهم فبریٔ عن هذه التُّهمة وهو مجرّد صوت القوال مع الأشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالیٰ (۱۰۱)

یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اِس مزامیر کے بہتان سے پاک ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے اُن اشعار کے ساتھ جو کمال صنعتِ الٰہی کی خبر دیتے ہیں۔

قول ۵۸: حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرّہ السّامی کہ اجلّہ اولیائے خاندان عالیشان چشت سے ہیں اور صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرّہٗ الوافی کے مرید ہیں جو صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ مینا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

شبے در مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم در واقعہ دیدم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معاً در مجلس اقدس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۰۰۔ فوائد الفواد

۱۰۱۔ کشف القناع عن أصول السماع

باریاب شدیم جمعے از صحابہ کرام و اولیائے عظام حاضر اند درینہا شخصے
ست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باولب بہ تبسم شیریں کردہ حرفہائے
زنند والتفات تمام باومیدارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار
کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم با او التفات بایں
مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرامی ست و باعث مزید احترام او ایں
ست کہ ''سبع سنابل'' تصنیف او در جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم مقبول افتاد(۱۰۲)

میں مدینہ منورہ میں ایک شب بسترِ خواب پر لیٹا تھا کہ میں نے عالم واقعہ
میں دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی دونوں حضرت رسالت پناہ
ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کی ایک
جماعت بھی موجود ہے، انہیں میں ایک صاحب ایسے ہیں جن سے حضور
ﷺ لب شیریں سے تبسم آمیز گفتگو فرما رہے ہیں اور اُن کی جانب توجہ خاص
رکھتے ہیں، جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ صاحب
سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے جن کی جانب حضور ﷺ کو اِس
درجہ التفات ہے، انہوں نے فرمایا یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں اور اِس
عزت و کرامت کا باعث یہ ہے کہ اُن کی تصنیف کردہ کتاب ''سبع
سنابل'' شریف بارگاہِ نبوی سے شرفِ قبول پاچکی ہے۔(ت)

یہی حضرت میر قدس سرہٗ المنیر اسی کتاب مقبول بارگاہِ اقدس ''سبع سنابل شریف''
میں فرماتے ہیں:

اے صاحبِ تحقیق علمائے راہِ دین کہ ورثۂ انبیاء اند سہ طائفہ ہستند
اصحابِ حدیث وفقہاء وصوفیہ(۱۰۳)

۱۰۲۔ أصح التواريخ، ۱/۱۶۸
۱۰۳۔ سبع سنابل، سنبلۂ اول، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ، لاہور، ص ۴

اے حق کے طلب کرنے والے وہ علماء جو دین کے راستوں پر چلتے ہیں
کہ وَرَثۂ انبیاء ہیں ان کے تین گروہ ہیں، اول مُحدِّثین، دوم فقہاء، سوم
صوفیاء۔(ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ علمائے ظاہر و باطن سب وارثانِ انبیاء کرام ہیں، علیہم
الصلوٰۃ والسلام والثناء

قول ۵۹: یہی حضرت میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی ''سبع سنابل شریف'' میں فرماتے ہیں:

شریعت محمدی و دین احمدی راہے ست سلیم و جادہ ایست مستقیم خاتم
النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با چندیں ہزار افواج امت از اولیاء و
اصفیاء و شہداء و صدیقان بران جادہ رفتہ و آنرا از خار و خاشاک شکوک و
شبہات پاک رفتہ اعلام و منازل آں معین و مبین کردہ از ہر قدمے
نشانے بازدادہ ہر منزلے نزلے نہادہ و رفع قطاع الطریق را بدرقۂ
ہمت بہمراہی فرستادہ اگر مہوسے مبتدعے بطریقے دیگر دعوت کند باید کہ
قول او مسموع ندارند واہل بدعت و ضلالت طائفہ باشند کہ خود را در لباسِ
اسلام بہ تلبیس پیدا آرند و عقائد فاسدہ خویش در باطن پوشیدہ دارند ایں
جماعت اند اعدائے دین و اخوان الشیاطین و چوں بنور علم علمائے دین و
مشائخ اسلام ظلمات بدعت ایشاں مکشوف میگردد ناچار علمائے شریعت را
دشمن پندارند علمائے ربانی کہ نجوم سپہر اسلام اند مردم را از شر ایں شیاطین
الانس محفوظ میدارند و انفاس نورانی ایشاں بمثابہ شہب ثواقب پیوستہ
ایں مسترقان (یعنی درزدان) شریعت از ہر جانبے میرانند و برجم و
قذف پراگندہ میگردانند (۱۰۴)

شریعت محمدی و دین احمدی وراہِ سلیم و جادۂ مستقیم ہے جس پر خاتم الانبیاء

۱۰۴۔ سبع سنابل، سنبلۂ اول، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ، لاہور، ص ۸، ۹

علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ اپنی امت کے ہزارہا اولیاء و اصفیاء اور صِدّیقین وشہدا کے جلو میں گامزن رہے اور اسے ہر قسم کے خس و خاشاک اور شکوک وشبہات سے پاک فرمایا، اس کے مقامات ومنازل متعین و روشن فرمادیئے، قدم قدم پر نشانات ہیں اور منزل منزل بنیات اور رہزنوں سے حفاظت کے لئے جگہ جگہ رہنمائی کرنے والے مقرر ہیں اور اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے مسلک قدیم کے برخلاف کوئی اور راہ دکھاتا ہے کسی اور طریقے کی طرف بلاتا ہے تو اس کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہئے بلکہ حمایت ونصرتِ حق کی نیت سے اُس کی تردید و تغلیط کو منجملہ فرائض دینیہ سمجھنا چاہئے، اہلِ بدعت وضلالت وہی تو ہیں جو از رہِ فریب وہی لباسِ اسلام پہن کر (عوام اہلِ اسلام میں) آتے اور اپنے عقائد فاسدہ کو پوشیدہ رکھتے ہیں، یہی لوگ اعدائے دین و اخوان الشیاطین ہیں اور چونکہ علمائے دین ومشائخ اسلام کے علم کے نور سے اُن کی گمراہی کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں لامحالہ یہ لوگ علمائے شریعت کو دشمن سمجھنے لگے ہیں، علمائے ربّانی کہ آسمانِ اسلام کے روشن ستارے ہیں، عوام کو ان شیاطین الانس کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور اپنے نورانی انفاس سے شہاب ثاقب کی مانند ہمیشہ اُن دین کے لٹیروں اور چوروں کو ہر طرف سے ہنکاتے اور اُن پر لعنت ورَدّ کے پتھر مار مار کر دُردُراتے ہیں رہتے ہیں۔(ت)

اس جاہل نے کہ علمائے شریعت کو معاذ اللہ شیاطین کہا جاتا تھا، الحمدللہ کہ اولیائے کرام کی زبان درفشان سے اللہ عزّ وجلّ نے ثابت کر دیا کہ یہ جاہل اور اس کے ہم مشرب ہی شیاطین و دشمنان دین ہیں اور ہزار ہزار حمد اس کے وجہِ کریم کو، یہ کلمات عالیات بارگاہِ رسالت میں معروض ہو کر مسجّل بمہر قبول ہولئے، وللہ الحمد

قول ۶۰: یہی سید جلیل عارف جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

چند شرائط می دان کہ بے آں شرائط اصلاً پیری مریدی درست نیست یکے آنکہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد، دوم آنکہ پیر درادائے حق شریعت قاصر و متہاون نباشد، سوم آنکہ پیر را عقائد درست بود موافق مذہب سنّت و جماعت پیری ومریدی بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست(۱۰۵)

پیری مریدی چند شرائط پر مبنی ہے جن کے بغیر پیری مریدی صحیح نہیں، ان شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ پیر مسلک صحیح رکھتا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ پیر حقوق شرعیہ ادا کرے، اور تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقائد مذہب اہلسنّت وجماعت کے مطابق ہوں، یہ وہ شرطیں ہیں جن کے بغیر پیری و مریدی ہرگز صحیح نہیں ہوسکتی (یعنی اتباعِ احکام شریعت میں سست اور کاہل نہ ہوں)۔(ت)

پھر شرط اول کی تفصیل ارشاد فرما کر شرط دوم کے متعلق فرمایا:

شرط دوم پیر آنست کہ عالم وعامل باشد بر جملہ عبادات و درادائے احکام قاصر و متہاون نبود واگر بر انواع عبادات عالم نبود وعامل نتواند شد، واز حد شرع بیفتد پس پیری را نشاید زیرا کہ ہر کہ از مقام حقیقت بیفتد بر طریقت قرار گیرد، ہر کہ از طریقت بیفتد گمراہ گردد وگمراہ پیری را نشاید اما درویشے کہ مرجع خلائق بود واو را احتیاط در جزئیات شریعت فرض لازم ست باید کہ یک دقیقہ از دقائق شرع از و فوت نشود کہ وسیلہ گمراہی مریدان ست بجہت آنکہ گویند کہ پیر ما ایں چنیں کار کردہ است پس او ضال ومُضل گردد(۱۰۶)

۱۰۵۔ سبع سنابل، سنبلۂ دوم، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور، ص ۳۹، ۴۰

۱۰۶۔ سبع سنابل، سنبلۂ دوم، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور، ص ۴۲

پیری کی دوسری شرط کی توضیح ہے کہ پیر کو عامل باعمل ہونا ضروری ہے، شریعت کی مقررہ فرمودہ عبادات و احکام میں کوتاہی اور سستی کو دخل نہ دے، اب اگر کوئی شخص عبادات (فرائض و واجبات، سُنن و مستحبات، محرمات و مکروہات) سے واقف نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان پر عمل نہ کر سکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حدِ شریعت سے گر جائے گا، اور اب پیر بننے کا اہل نہ رہے گا، اِس لئے جو شخص مقامِ حقیقت سے گرتا ہے وہ طریقت پر رُک جاتا ہے، اور جو طریقت سے گرتا ہے شریعت پر ٹھہر جاتا ہے اور جو شخص شریعت سے گرتا ہے وہ گمراہی میں پڑ جاتا ہے، اور گمراہ آدمی پیری کے قابل نہیں، پھر جو درویش کہ مرجع خلائق ہو اُس پر شریعت کے احکام جزئیہ کی احتیاط فرض و لازم ہو جاتی ہے، لہٰذا اُس پر فرض ہے کہ شریعت کے آداب و مستحبات سے بھی کسی ادب و مستحب سے غافل نہ رہے اور اسے فوت نہ ہونے دے کہ یہ چیز مریدوں کی گمراہی کی سند ہو جاتی ہے اور مریدین اُسے حجت بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے تو یہ کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہ گمراہ گن بن جاتے ہیں۔(ت)

پھر تینوں شرطیں بیان کر کے فرمایا:

مرید کہ پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن است و اگر در پیر ازیں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نہ باشد و اگر کسے از سبب نادانی با و بیعت کردہ باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد(۱۰۷)

غرض یہ کہ مرید جب پیر کو ان تینوں شرطوں کا جامع پائے تو اب اس کے ہاتھ بیعت کرے کہ جائز و مستحسن ہے اور اگر پیر میں ان شرطوں میں سے

۱۰۷۔ سبع سنابل، سنبلۂ دوم، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور، ص ۴۳

کوئی ایک شرط بھی نہ پائے جائے تو اس سے بیعت جائز نہیں، بلکہ اگر کسی نے نا دانستہ ایسے پیر سے بیعت کر لی تو اس پر اس بیعت کا توڑ دینا واجب ہے۔(ت)

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا

یہ بظاہر اگرچہ ساٹھ قول ہیں مگر حقیقۃً چالیس اولیائے کرام کے اسّی ارشادات عالیہ ہیں کہ صدرِ کلام میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد امر چہارم میں اور امام مالک اور امام شافعی کے اقوال امر ششم میں اور سید الطائفہ کا ارشاد زیر قول ۱۱، سیدی نابلسی کا زیر قول ۱۴، ایک ولی کا قول جن سے شیخ اکبر نے استفسار کیا بضمن قول ۳۸، علی خواص کا قول زیر قول ۴۲، علامہ نابلسی کا زیر قول ۵۲، حضرت خواجہ مودود کا قول بضمن قول ۵۶، شیخ الاسلام ہروی کا ایک قول اور حضرت سلطان الاولیا محبوبِ الٰہی کے چھ اور حضرت شیخ محمد بن مبارک، مرید شیخ العالم فرید الحق والدین گنجشکر و خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قول، یہ سب زیر قول ۵۷، اور حضرت میر عبد الواحد کے دو قول زیر قول ۶۰، یہ بیس شمار میں آئے۔

☆......☆......☆......☆......☆

”علیہ السلام“ اور ”رضی اللہ عنہ“ کے استعمال کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر
جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کے استعمال کا شرعی حکم
مؤلف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت : شوال المکرم ۱۴۳۰ھ/ اکتوبر ۲۰۰۹ء
تعداد اشاعت : ۳۵۰۰
ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799
خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

عوام و خواص میں یہ مسئلہ موضوع بحث رہتا ہے کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ”علیہ الصلاۃ والسلام“ یا ”علیہ السلام“ کہنا کیسا ہے؟ اسی طرح عوام اس میں بھی بہت نزاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ غیر صحابہ کو ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنا یا لکھنا درست نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، حضور غوث اعظم وغیرہم کو ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنے پر سخت اعتراض کرتے ہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو کچھ تو ”علیہا السلام“ لکھتے ہیں اور کچھ اس سے منع کرتے ہیں۔

اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اِن مسائل پر ہمارے دارالافتاء سے حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی کے تحقیقی مفصل فتاوی کو جمع کرکے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور اِن فتاوی میں ان مسائل پر کافی وشافی بحث کی گئی ہے۔

ادارہ اس رسالہ کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 186 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص و عوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عرفان المانی

فہرست

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ''علیہ الصلاۃ والسلام'' یا ''علیہ السلام'' نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ خاص ہے یا اُن کے غیر کے لئے بھی بولا جاسکتا ہے، اگر اُن کے لئے خاص ہے تو بولنے والے کے کیا حکم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اسماء کے ساتھ تعظیمی یا دعائیہ جملے ذکر کئے جاتے ہیں جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ الصّلاۃ والسّلام، علیہ السّلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا، لیکن اس باب میں ائمہ دین، مشائخ عظام، علماء کرام کی تصریحات مذکور ہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ انبیاء وملائکہ علیہم السّلام کے علاوہ دوسروں کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا دعائیہ جملہ ذکر کیا جائے اور اُن کے لئے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام کا کہنا درست نہیں ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام جملوں کا استعمال ہر مومن کے لئے جائز ہو، جیسے قیاس تو چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ عزّ وجلّ کا استعمال جائز ہونا چاہئے کہ کہا جائے کہ حضرت محمد عزّ وجلّ کیونکہ نبی ﷺ عزیز اور جلیل ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾ الآية (١)

ترجمہ: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنز الایمان)

اسی طرح قیاس چاہتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم یا علیہ الصّلاۃ والسّلام وغیرھا دعائیہ جملے استعمال کرنا درست ہو کہ کہا جائے حضرت ابوبکر ﷺ، حضرت عمر علیہ الصلاۃ والسلام، حضرت علی علیہ السّلام وغیر ذلک کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ﴾ الآية (٢)

١۔ الفتح: ٩/٤٨

٢۔ الأحزاب: ٤٣/٣٣

ترجمہ: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے۔ (کنز الایمان)

کہ یہ "یصلّی علی المؤمنین" کے معنی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ﴾ الآية (٣)

ترجمہ: یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے ربّ کے درود ہیں اور رحمت۔ (کنز الایمان)

کہ یہ ''علی المؤمنین صلوات'' کے معنی میں ہے لہذا قیاس چاہتا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ہر مومن کے لئے اِن تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن ہم اِس مقام پر قیاس کو ترک کرکے اسلاف صُلحاء کے طریقے اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ اُن میں سے کسی نے بھی قال النبی عزّوجلّ یا قال الرسول عزّوجلّ یا قال ابوبکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام وغیرہ نہ لکھا ہے اور نہ ہی اُس کی کسی نے تعلیم دی ہے۔

اب ہم اپنی اس تحریر میں پہلے انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے صلاۃ کے استعمال کے بارے میں صحابہ کرام اور علماءِ اسلام سے اقوال لائیں گے، پھر جمہور کے نزدیک راجح قول کی تائید میں علماء کرام کے اقوال لائیں گے، پھر غیر انبیاء وملائکہ کے لئے اِس کے استعمال کا حکم بیان ہوگا، پھر صلاۃ اور سلام میں کے حکم میں مناسبت بیان کی جائے گی اور انبیاء وملائکہ علیہ السلام کے غیر کے لئے علیہ السلام کہنے اور لکھنے کے بارے میں حکم اور اُس پر اقوالِ علماء لائے جائیں گے اور بتایا جائے گا کہ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے صلاۃ یا سلام یا دونوں کا استعمال جب ہمارے اسلاف نے نہ کیا اور نہ اُس کی تعلیم دی پھر اِس کا استعمال کس نے شروع کیا اور وہ کون لوگ ہیں جو اِس کا استعمال کرتے ہیں، اور اُن کی اتباع اور اُن سے مشابہت کے بارے میں کیا حکم ہے۔

انبیاء اور ملائکہ کے غیر کے لئے ''صلاۃ''

انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے ''صلاۃ'' کے بارے میں اقوالِ علما مختلف ہیں:

پہلا قول: ایک قول تو یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور اُن کا استدلال قرآن وحدیث سے

٣۔ البقرة: ١٥٧/٢

ہے چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

واستدلّ له بقوله تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَ مَلَائِكَتُهُ﴾ (٤) وبما صحّ من قوله ﷺ "اللّهمّ صَلّ على آل أبي أوفى" أوقوله عليه الصّلاة والسّلام وقد رفع يديه: "اللّهمّ اجعل صلاتك ورحمتك على آل سعد بن عبادة" وصحّح ابن حبان خبر" أن امرأة قالت للنّبيّ ﷺ: صلّ عليّ وعلى زوجي ففعل" وفي خبر مسلم" إن الملائكة تقول لروح المؤمن: صلّى اللّه عليك وعلى جسدك (٥)

یعنی، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان، ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُس کے فرشتے'' اور نبی ﷺ کے فرمان سے جو صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ''اے اللہ! درود بھیج آلِ اَبی اوفیٰ پر'' (٦) اور آپ ﷺ کے فرمان سے کہ جس میں آپ نے اپنے مبارک دست اٹھائے ''اے اللہ! اپنے درود اور اپنی رحمت سعد بن عبادہ کی آل پر فرما'' (٧) اور اُس خبر سے کہ جس کی تصحیح ابن حبان نے فرمائی کہ ایک عورت نے نبی ﷺ

٤۔ الأحزاب:٤٣/٣٣

٥۔ تفسير روح المعاني سورة (٣٣) الأحزاب، الآية ٢١،٥٦_٢٢/٣٥٥، مطبوعة: داراحياء اثرات العربي، بيروت الطبعة الاولى ١٤٢٠ھ ـ ١٩٩٩م

٦۔ پوری حدیث یہ ہے کہ حضرت ابن اَبی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ فرماتے، اے اللہ! آلِ فلاں پر صلاۃ نازل فرما (یعنی آپ اس کے لئے دعا فرماتے) اور جب میرے باپ آئے تو آپ نے فرمایا''اے اللہ! آلِ اَبی اَوفیٰ پر صلاۃ نازل فرما'' اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" (برقم:١٤٩٧) میں، امام مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم:١٠٧٨) میں، امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" (برقم:١٥٩٠) میں، امام نسائی نے اپنی "سنن" (برقم:٣٤٥٩) میں، امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (برقم:١٧٩٦) میں روایت کیا ہے۔

٧۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" (برقم:٥١٨٠) میں روایت کیا ہے۔

کی بارگاہ میں عرض کی ''آپ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ بھیجئے تو آپ نے ایسا کیا'' (٨) اور مسلم شریف کی حدیث کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے جسم پر رحمت بھیجے'' سے استدلال کیا ہے۔ (٩)

دوسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی کہتے ہیں:

وقيل: لاتجوز مطلقاً (١٠)

یعنی، اور کہا گیا کہ مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر مکی متوفی ٤٦٣ھ (١١) اور علامہ ابو عبد الملک محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ (١٢) اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ:

قالوا: فلا يجوز أن يصلّى على أحدٍ إلا على النّبيّ ﷺ وحده خاصّةً، لأنه خُصّ بذلك۔

یعنی، انہوں نے کہا کہ پس جائز نہیں کہ صلاۃ بھیجی جائے کسی ایک پر سوائے تنہا نبی ﷺ کے خاص طور پر، کیونکہ آپ ہی اِس کے ساتھ

٨۔ اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی "سنن" (المقدمہ، برقم:٤٥) میں، امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں (جیسا کہ الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، برقم:٩١٢، ٩١٣، ٩١٤ میں ہے) اور امام ابن ابی شیبہ نے "المصنّف" (برقم:٨٨٠٩، كتاب الصلاة، الصلاة على غير الأنبياء، ٤٧/٦، ٤٨، طبع المجلس العلمي، و كتاب صلاة التطوع و الإمامة، الصلاة على غير الأنبياء، ٤٠١/٢، طبع دار الفكر، بيروت) میں روایت کیا ہے۔

٩۔ اس آیت اور دیگر آیات اور ان احادیث اور دیگر احادیث میں اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر انبیاء و ملائکہ پر انفراداً صلاۃ بھیجنے کا ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے، جس پر چاہے صلاۃ بھیجے اور صلاۃ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے اور اپنا حق جسے چاہیں عطا فرما دیں، لہٰذا یہ آیات و احادیث ہماری بحث سے متعلق نہیں ہیں۔

١٠۔ تفسير روح المعاني، ٢١_٢٢/٣٥٥

١١۔ التمهيد مالك عن عبدالله بن أبي بكر بن حزم، حديث سادس عشر (برقم:٤٤٨/١٦)

١٢۔ تفسير القرطبي، سورة التوبة لآية:١٠٣، ٢٤٩/٤

خاص کیے گئے۔

اور اُن کا استدلال ہے کہ:

واستدلّوا بقوله تعالیٰ: ﴿ولا تجعلوا دعآء الرّسول كدعآء بعضكم بعضاً﴾ (١٣)

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے" سے استدلال کیا ہے۔

اور امام قرطبی لکھتے ہیں:

وبأن عبدالله بن عباس كان يقول: لايصلّى على احدٍ إلّا على النّبيّ صلى الله عليه وسلم (١٤)

یعنی، اور اس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ "نبی ﷺ کے سوا کسی پر درود نہ پڑھا جائے"۔

اور مطلقاً ناجائز کہنے والوں نے قرآن اور اثرِ ابن عباس سے استدلال کے علاوہ اہلِ بدعت کے شعار کو بھی عدمِ جواز کی علّت بتایا ہے جیسا کہ علامہ نابلسی نے نقل کیا کہ:

و قال الآخرون: لا يجوز ذلك لأن الصّلاة على غير الأنبياء صار من شعار أهل الأهواء يصلّون على من يعتقدون فيهم العصمة فلا يقتدى بهم (١٥)

یعنی، دوسروں نے کہا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ غیرانبیاء پر صلاۃ بھیجنا اہلِ ہوا کا شعار ہو گیا ہے کہ وہ جن میں عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں (یعنی جنہیں معصوم قرار دیتے ہیں) اُن پر صلاۃ بھیجتے ہیں لہٰذا اُن اہلِ ہوا کی پیروی نہیں کی جائے گی۔(١٦)

١٣۔ النور:٢٤/٦٣

١٤۔ تفسیر القرطبی، سورة التوبة الآية ١٠٣، ٤/٢٤٩

١٥۔ الحديقة النّديّة شرح الطريقة المحمّديّة ١/٩

١٦۔ یاد رہے کہ اُن کا شعار انفراداً صلاۃ وسلام بھیجنا ہے نہ کہ تبعاً جیسا کہ جمہور علماءِ کرام نے یہی فرمایا ہے لہٰذا غیرانبیاء وملائکہ پر انفراداً صلاۃ وسلام نہ بھیج کر اُن کی اقتداء اور اُن کے ساتھ تشبّہ سے گریز کرنا ہوگا۔

تیسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ استقلالاً جائز نہیں تبعاً اُن کے لئے جائز ہے کہ جن کے بارے میں نص وارد ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

وقيل: لا تجوز استقلالاً وتجوز تبعاً فيما ورد فيه النصّ كالآل أو ألحق به كالأصحاب، واختاره القرطبي وغيره، (١٧)

یعنی، کہا گیا کہ استقلالاً جائز نہیں اور تبعاً اُن کے لئے جائز ہے جن کے بارے میں نص وارد ہے جیسے آل اور اُن کے ساتھ اصحاب کے مثل کو لاحق کیا گیا اور اسے امام قرطبی وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے۔

امام قرطبی نے پہلے یہ قول ذکر فرمایا پھر وہ جو اوپر ذکر کیا گیا پھر اسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والأوّل أصحّ (١٨)

چوتھا قول: ایک اور قول یہ ہے کہ تبعاً مطلقاً جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں۔

أئمہ ثلاثہ کا قول

یہی چوتھا قول امام ابوحنیفہ اور اُن کے متّبعین، امام مالک، امام شافعی اور جمہور ائمہ دین کا قول ہے، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

وقيل: تجوز تبعاً مطلقاً ولاتجوز استقلالاً ونسب إلى أبي حنيفة وجمع (١٩)

یعنی، اور کہا گیا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ قول امام ابوحنیفہ اور علماء کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اور حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی متوفی ٩٠٢ھ لکھتے ہیں:

و قالت طائفة: يجوز تبعاً مطلقاً و لا يجوز استقلالاً و هذا قول

١٧۔ تفسیر روح المعانی، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

١٨۔ تفسیر القرطبی:٤/٨/٢٤٩

١٩۔ تفسیر روح المعانی، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

أبی حنیفة و جماعته (۲۰)

یعنی، ایک جماعت نے کہا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ امام ابوحنیفہ اور آپ کی جماعت کا قول ہے۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و قال أبو حنیفة، و أصحابه، و مالك، والشافعی، و الأکثرون أنه لا یصلی علی غیر الأنبیاء علیهم الصلاة و السلام استقلالاً فلا یقال: اللهم صلّ علی آل أبی بکرٍ، و لا علی آل عمرَ و غیرهما، و لکن یصلّی علیهم تبعاً (۲۱)

یعنی، امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب، امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ دین فرماتے ہیں کہ غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر با لاستقلال صلاۃ نہیں کہہ سکتے، پس اللهم صلّ علی آلِ أبی بکرٍ اور اللهم صلّ علی آل عمرَ وغیرہ نہیں کہا جائے گا، لیکن ان پر تبعاً صلاۃ کہی جائے گی۔

امام محمد بن خلیفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: امام مالک نے انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلاۃ کو مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ گزرے ہوئے علماء کے عمل سے نہیں ہے۔(۲۲)

امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی حنفی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(۲۳)

۲۰۔ القول البدیع فی الصّلاة علی الحبیب الشّفیع، الباب الأول، هل یصلی علی غیر الأنبیاء الخ، ص ٦٤، مطبوعة: دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ هـ۔ ١٩٨٥م

۲۱۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

۲۲۔ إکمال إکمال المعلم، کتاب الصلاة، باب الصّلاة علی النّبیّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

۲۳۔ إکمال المعلم بفوائد مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النّبیّ ﷺ بعد التشهد، برقم:٧٠۔ (٤٠٨)، ٣٠٥/٥

اور حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ ''امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(۲٤)

راجح قول کی تائید

جمہور علماءِ اُمت اِس پر ہیں کہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلاۃ بلا کراہت جائز ہے نہ کہ استقلالاً جیسا کہ مندرجہ بالا تصریحات سے بھی ظاہر ہے، جمہور کے مؤقف کی تائید سورۃ (۲۴) النور کی آیت:۶۳ سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا﴾ الآیة (۲٥)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے استدلال کرنے والوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دُعا میں صلاۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لئے بھی دُعا میں صلاۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کے لئے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ آیہ کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ امتیاز رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل یہ ہے کہ آپ جب حضور ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوتے تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں صلاۃ پیش کرتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرتے جیسا کہ ''التمهید'' (۲٦) میں ہے۔(۲۷)

۲٤۔ فتح الباری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٤٦١/٣/٤

۲٥۔ النور:٦٣/٢٤

۲٦۔ التمهید، مالك عن عبد الله بن أبی بکر (برقم:١٦/٤٤٨)، ٩٩/٧

۲۷۔ یاد رہے کہ ''مؤطا امام مالک'' کے موجود نسخوں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوتے، نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلاۃ بھیجتے (المؤطا للإمام مالك، کتاب قصر الصّلاة فی السفر، باب ما جاء فی الصّلاة علی النّبیّ ﷺ، برقم:٢١٤، أثر، ص ١٢٤) تو حافظ ابن عبدالبر نے اس کا رد کیا ہے اور فرمایا کہ ''مؤطا'' کے راوی یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ

اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ ”نبی ﷺ کے سوا کسی شخص پر صلاۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں“۔(۲۸)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ”انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی شخص پر صلاۃ بھیجنا جائز نہیں اور امام سفیان نے فرمایا: مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے سوا کسی اور پر صلاۃ بھیجی جائے۔(۲۹)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ

لَا يُصَلَّى عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ سَائِرِ النَّاسِ يُدْعَى لَهُمْ، يُتَرَحَّمُ عَلَيْهِمْ (۳۰)

یعنی، نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلاۃ نہ بھیجے باقی لوگوں کے لئے دُعا کی جائے اور اُن پر رحمت بھیجی جائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَنْبَغِي الصَّلَاةُ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّينَ (۳۱)

حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرتے (التمھید، برقم:۱٦/٤٤٨، ۷/۹۹۔ أیضاً الاستذکار، کتاب قصر الصّلاۃ الخ، باب ما جاء فی الصّلاۃ علی النبیّ، برقم:۳٦۷، ۲/۳۲۳)

۲۸۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امام ابن شیبہ نے "المصنّف" (کتاب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء، برقم:۸۸۰۸، ٦/٤۷، ۲/٥۱۹) میں، اور ابن عبدالبر نے "التمھید" (مالك عن عبداللہ بن أبی بکر، حدیث السادس عشر لعبد اللہ بن أبی بکر (برقم:۱٦/٤٤٨، ۷/۹۹) میں روایت کیا ہے۔

۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ، برقم:۳۱۱۹، ۲/۱٤۱

۳۰۔ الاستذکار، کتاب قصر الصّلاۃ فی السفر، باب ما جاء فی الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ، برقم:۳٦۷، ۲/۳۲۳

۳۱۔ المصنّف لابن أبی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء، برقم:۸۸۰۸، ٦/٤۷ أیضاً الإستذکار، کتاب قصر الصلاۃ الخ، باب ما جاء فی الصلاۃ علی النّبیّ ﷺ، برقم:۳٦۷، ۲/۳۲٥

یعنی، انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی پر صلاۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ: "صَلُّوْا عَلَى أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِه، فَإِنَّ اللّٰه بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِيْ (۳۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں پر صلاۃ بھیجو، بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے اقوال

اور جمہور علماء اسلام کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦۷٦ھ لکھتے ہیں:

و اتفقوا علی جواز جعل غیر الأنبیاء، تبعاً لھم فی الصلاۃ، فیقال: اللھم صلّ علی محمد، و علی آل محمد، و أصحابہ، و أزواجہ و ذرّیتہ، و أتباعہ للأحادیث الصّحیحۃ فی ذلك، و قد أمرنا بہ فی التّشھّد، و لم یزل السّلف علیہ خارج الصّلاۃ أیضاً (۳۳)

یعنی، آئمہ کا انبیاء (و ملائکہ) غیر پر تبعاً صلاۃ بھیجنے کے جواز پر اتفاق ہے، پس اس معاملہ میں احادیث صحیحہ وارد ہونے کی بنا پر کہا جائے گا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، وَ أَصْحَابِهِ، وَ أَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ وَ أَتْبَاعِهِ، اور ہمیں اس کا تشہد کا حکم دیا گیا ہے نیز اسلاف نماز سے باہر بھی ہمیشہ اسی پر رہے۔

۳۲۔ الإستذکار، برقم:۳٦۸، ۲/۳۲٤

۳۳۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ، باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ، ص ۱٥٤، مطبوعۃ دار البیان، دمشق، الطبعۃ الثالثۃ ۱٤۲٤ھـ۔ ۲۰۰۳م

اور امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

و يجوز الصّلاة على غيره تبعاً و يكره استقلالاً لأنه صار شعارًا لذكر الرسول، و لذلك كره أن يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عزيزًا جليلاً (٣٤)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، کیونکہ وہ (یعنی صلاۃ و سلام) رسول کے ذکر کے لئے شعار بن گیا اور اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ محمد عزّ وجلّ کہا جائے اگرچہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

يجوز الصّلاة على غيره تبعاً، و يكره استقلالاً، قال الشيخ محيّ الدّين في "كتاب الأذكار": أجمعوا على الصّلاة على نبيّنا محمدٍ و على سائر الأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام و الملائكة عليهم السّلام استقلالاً و أما غير الأنبياء فالجمهور لا يصلّى عليهم ابتداءً (٣٥)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، شیخ محی الدین نے ''کتاب الأذکار'' میں فرمایا کہ ائمہ دین کا ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ و السّلام اور ملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کے جائز ہونے پر اِجماع ہے مگر غیر انبیا تو جمہور علماء اس پر ہیں کہ اُن پر ابتداءً (یعنی استقلالاً) ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے۔

اور علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

٣٤_ تفسير البيضاوي، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٢٣٦/٦، مطبوعة: دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ_ ١٩٩٨م

٣٥_ حاشية ابن التمجيدعلى تفسير البيضاوي، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٥١٦/١٥، مطبوعة: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ_ ٢٠٠١م

و يجوز الصّلاة على غيره تبعاً (٣٦)

یعنی، غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے۔

اور علامہ محمد بن احمد خطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ (۳۷) اور قاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ (۳۸) لکھتے ہیں:

و تجوز الصّلاة على غيره تبعاً له و تكره استقلالاً، لأنه في العُرف صار شعارًا لذكر الرُّسل، و لذلك كره أن يقال لمحمد: عزّ وجلّ، و إن كان عزيزًا جليلاً۔ و اللفظ للشربيني

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار بن گیا، اسی لئے مکروہ ہے حضرت محمد ﷺ کے لئے ''عزّ وجلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا:

و تجوز الصّلاة على غيره تبعاً، و تكره استقلالاً، لأنه في العُرف صار شعارًا لذكر الرُّسل، كما ذكره البيضاوي و الشّوكاني و غيرهما فلا يقال: صلّى اللّه على فلان أو فلان عليه السّلام (٣٩)

یعنی، اُن کے غیر (یعنی انبیاء و ملائکہ کے غیر) پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گیا، جیسا کہ علامہ بیضاوی اور شوکانی نے کہا، پس نہیں کہا جائے گا

٣٦_ حاشية القُونوي على تفسير البيضاوي، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ١٥٦/١٥

٣٧_ تفسير الخطيب الشربيني، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٣٣٧/٣، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ_ ٢٠٠٤م

٣٨_ تفسير أبي السعود، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٤٢٨/٥

٣٩_ التفسير المنير، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية: ٥٦، ص٤١٩، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ھ_ ٢٠٠٣م

صلّی الله علی فلان، یا فلان علیه السلام۔

علامہ شیخ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی شیخ جامع ازہر متوفی ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

و الصّلاة علی غیر الأنبیاء و الملائکة تبعاً جائزة بالاتفاق (۴۰)

یعنی، غیر انبیاء و ملائکہ پر تبعاً ''صلاۃ'' بالاتفاق جائز ہے۔

شارح شرح عقائد علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

و ههنا نکتتان شریفتان الأولیٰ: لا یجوز التّصلیة و التّسلیم علی غیر الأنبیاء استقلالاً عند المحقّقین من أهل السّنّة و الجماعة خلافاً للرّوافض، فإنهم یصلّون و یسلّمون علی أهل البیت .... ثانیاً: إن هذا فی عُرف السّلف من شعار الأنبیاء فلزم التّخصیص بهم کما لا یجوز أن یقال فی النّبیّ ﷺ: عزّ وجلّ، و إن کان عزیزاً جلیلاً (۴۱)

یعنی، اور یہاں دو شریف نکتے ہیں پہلا یہ کہ محققین اہلسنّت و جماعت کے نزدیک غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ و سلام'' جائز نہیں برخلاف روافض کے، پس وہ اہلبیت کرام پر صلاۃ و سلام بھیجتے ہیں، ...... دوسرا یہ کہ یہ اسلاف کے عُرف میں انبیاء علیہم السلام کا شعار ہے لہٰذا اس کی اُنہی کے ساتھ تخصیص لازم ہے جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ نبی ﷺ کے لئے ''عزّ وجلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

اور امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

إن أصحابنا یمنعون من ذکر صلوات الله علیه و علیه الصلاة و السّلام إلا فی حقّ الرّسول (۴۲)

۴۰۔ شرح جوهر التّوحید رقم البیت:۴، ص۲۹، مطبوعة: مکتبة الغزالی، حماة

۴۱۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص۱۱، مطبوعة: فیضی کتاب خانه، کوئٹة

۴۲۔ التفسیر الکبیر للرازی، سورة التوبة، الآیة:۱۰۳، ۱۳۶/۱۶/۶، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م

یعنی، تحقیق ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''صلوات اللہ علیہ'' اور ''علیہ الصلاۃ و السلام'' کے ذکر کو چھوڑ کر دوسروں کے حق میں اِس کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔

حافظ الدّین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ (۴۳) اور علامہ شیخ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ (۴۴) لکھتے ہیں:

و لا یصلّی علی غیر الأنبیاء و الملائکة علیهم السّلام إلا بالتّبع۔

و اللفظ للنّسفی

یعنی، انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر پر ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے مگر تبعاً۔

اِس کے تحت علامہ فخر الدین بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (۴۵) اور علامہ محمد بن حسین طوری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ (۴۶) لکھتے ہیں:

لأن فی الصّلاة من التّعظیم ما لیس فی غیرها من الدّعوات و هی لزیادة الرحمة و القُرب من اللّه تعالیٰ و لا یلیق ذلك بمن یتصوّر منه الخطایا و الذّنوب، و إنما یدعی له بالمغفرة و التّجاوز إلا تبعاً بأن یقول: اللّهم صلّ علی محمدٍ و آله و صحبه و نحوه، لأن فیه تعظیم النّبیّ ﷺ

یعنی، کیونکہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دعاؤں میں نہیں اور یہ

۴۳۔ کنز الدقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص۱۴۶، مطبوعة: المکتبة العصریة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۵م

۴۴۔ تنویر الأبصار مع شرحه للحصکفی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص۷۵۹، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

۴۵۔ تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۳۶۱/۹، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

۴۶۔ تکمله البحر الرائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصوّر ہوں اور ایسوں کے لئے صرف مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی مگر یہ کہ ''صلاۃ'' کے ساتھ دعا تبعاً ہو (تو جائز ہے) یا بایں طور کہا جائے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اور اِس کی مثل، کیونکہ اِس میں نبی ﷺ کی تعظیم ہے۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ(٤٧) اور علامہ عبد الحکیم افغانی متوفی ۱۳۲۶ھ(٤٨) ''کنز'' کی اِس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

كما يقال: اللّهم صلّ على محمدٍ و آله و ذلك لأن الصّلاة من التّعظيم ما ليس في غيرها من الدّعوات و هي لزيادة الرّحمة و القُرب من اللّه تعالى، و لا يليق ذلك لمن يتصوّر منه الخطايا و الذّنوب، و إنما يدعى له بالعفو و المغفرة و التّجاوز

یعنی، جیسا کہ کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اور وہ اس لئے کہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دُعاؤں میں نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دُعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گناہ متصوّر ہوں، ایسوں کے لئے صرف عفو، مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی۔

''کنز'' کی اِسی عبارت کے تحت علامہ سید محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

هذا جواب الاستحسان، و القياس يقتضي جوازه على كلّ مؤمن الخ(٤٩)

٤٧۔ رمز الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ٢/٢٨٤، مطبوعة: مكتبة نورية رضوية، سكهر

٤٨۔ كشف الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ٢/٣٣٨، ٣٣٩، مطبوعة: إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي

٤٩۔ فتح المعين، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ٢/٥٦٢، مطبوعة: مكتبة العجائب لزحر العلوم، كوئتة

یعنی، صاحبِ کنز کا یہ قول (کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر ''صلاۃ'' نہ کہی جائے مگر تبعاً) جواب استحسان ہے اور قیاس ہر مومن پر ''صلاۃ'' کے جواز کا تقاضا کرتا ہے۔

علامہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر فارابی اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

ثم ينبغي لك أن تعرف أن الصّلوات على غير الرّسول جائزة، ألا يرى إلى قوله تعالى: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلَائِكَتُهٗ﴾ (٥٠) إلا إنا لم نجوّز بطريق الإصالة لئلا يتوهّم الرّفض، و قد نهى النّبيّ عليه السّلام أن نقف مواقف التّهم، و ما كان بطريق الضّمن فبمعزلٍ عن ذلك (٥١)

یعنی، پھر تجھے چاہئے کہ تو یہ پہچان لے کہ غیر رسول پر ''صلوات'' جائز ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُن کے فرشتے'' کو نہیں دیکھا، مگر ہم اِسے بطریق اِصالۃ جائز قرار نہیں دیتے تا کہ رِفض کا وہم نہ کیا جائے حالانکہ نبی ﷺ نے ہمیں تہمت کی جگہوں پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو تبعاً ہے وہ اِس ''نہی'' سے جُدا ہے۔

امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

والذي ذهب إليه المحقّقون و أميل إليه ما قاله مالك و سفيان رحمهما الله و روى عن ابن عباس، و اختاره غيرُ واحدٍ من الفقهاء و المتكلّمين أنه لا يصلّى على غير الأنبياء عند ذكرهم بل هو شيء يختصّ به الأنبياء توقيراً و تعزيراً كما يُخصّ اللّهُ تخصيص النّبيّ ﷺ و سائر الأنبياء بالصّلاة و التّسليم و لا يشارك فيه سواهم كما أمر الله بقوله ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا

٥٠۔ الأحزاب:٣٣/٤٣

٥١۔ التبيين، القسم الثّاني التحقيق، ١/١٢٥، مطبوعة: وزارة الأوقاف، الكويت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م

تَسْلِيْمًا﴾ (٥٢)

یعنی، جدھر محققین گئے اور جدھر میں (یعنی قاضی عیاض) مائل ہوا وہ وہ ہے جو امام مالک اور سفیان کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کو ایک نے نہیں بلکہ بہت فقہاء و متکلمین نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ غیر انبیاء کے ذکر کے وقت اُن پر درود نہ پڑھا جائے (یعنی اُن کے نام کے ساتھ ''علیہ الصّلاۃ والسّلام'' یا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نہ کہا جائے) بلکہ یہ وہ شے ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کے پیشِ نظر اُن کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کے ذکر کے وقت تنزیہ، تقدیس، تعظیم (مثلاً ''عزّ وجلّ'' یا ''سبحانہ و تعالیٰ و تقدّس'' کہنا) اُس کے ساتھ مختص ہے اور اِس میں اُس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، اسی طرح ''صلاۃ سلام'' کو نبی ﷺ اور تمام انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ مختص کرنا واجب ہے اِس میں اُن کے سوا کسی اور کو (استقلالاً) شریک نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

''اُن پر درود اور خوب سلام ہو''۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و استدلّ المانعون بأن لفظ الصّلاۃ صار شعاراً لعظم الأنبياء و توقيرهم فلا تقال لغيرهم استقلالاً و إن صحّ، كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عليه الصّلاۃ و السّلام عزيزًا جليلاً لأن هذا الثّناء شعاراً لِلّٰه تعالىٰ فلا يشارك فيه غيره (٥٣)

٥٢۔ الأحزاب:٥٦/٣٣

الشفاء بتعريف حقوق سيّدنا المصطفى ﷺ، القسم الثاني، الباب الرابع، فصل في الاختلاف في الصّلاۃ على غير النّبيّ ﷺ الخ، ص٢٨٦، مطبوعة: دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھـ۔٢٠٠٣م

٥٣۔ تفسير روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١۔٣٥٦/٢٢

یعنی، اور (غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ'' سے) منع کرنے والوں نے استدلال کیا کہ ''صلاۃ'' کا لفظ انبیاء علیہم السلام کی عظمت و توقیر کے لئے شعار ہو گیا پس اُن کے غیر کے لئے استقلالاً ''صلاۃ'' نہ کہی جائے اگرچہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جائے گا اگرچہ آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے شعار ہو گئی پس اِس میں اُس کا غیر شریک نہیں ہوگا۔

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵٦ھ لکھتے ہیں:

إن الصّلاۃ و إن كانت الدّعا بالرّحمة و هو جائز لكلّ مسلم لكن صارت مخصوصةً في لسان السّلف بالأنبياء و الملائكة كما أن لفظ "عزّ وجلّ" مخصوص باللّٰه تعالىٰ كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عزيزاً جليلاً، و لا يقال: أبو بكر أو عليٌّ صلى اللّه عليه وسلّم و إن كان معناه صحيحاً (٥٤) كذا في حاشية ابن التمجيد على تفسير البيضاوي (٥٥)

یعنی، تحقیق ''صلاۃ'' اگرچہ دعا بالرّحمۃ ہے جو کہ ہر مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن اسلاف کے ہاں ''صلاۃ'' انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ ''عزّ وجلّ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو جس طرح محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اِسی طرح ابو بکر یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جا سکتا اگرچہ اِس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

٥٤۔ حلبي كبير، ص٣، مطبوعة: سهيل اكادمي، لاهور

٥٥۔ حاشية ابن التمجيد، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ١٤١٦/١٥، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھـ۔٢٠٠١م

اور امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی(٥٦) اور علامہ محمد امین ہروی(٥٧) لکھتے ہیں:

قال بعضهم: الخلاف في الصّلاة على غير الأنبياء إنما هي في الاستقلال نحو "اللّهمّ صلّ على فلان" و أما هي تابعة نحو "اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذرّيته" فجائزة، و على الجواز فإنما يقصد بها الدعاء لأنها بمعنى التّعظيم خاصّة بالأنبياء عليهم السّلام كخصوص عزّ و جلّ بالله تعالىٰ، فلا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان ﷺ عزيزاً جليلاً

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' میں اختلاف صرف انفراداً صلاۃ بھیجنے میں ہے جیسے کہا جائے ''اللهم صلّ علی فلان'' مگر تبعاً جیسے ''اللهم صلّ علی محمد و أزواجه و ذریته'' کہنا جائز ہے اور (تبعاً) جواز (کی صورت) میں صلاۃ سے صرف دُعا کا قصد کیا جائے گا کیونکہ ''عزّ وجلّ'' کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی طرح ''صلاۃ''، بمعنی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، پس نہیں کہا جائے گا محمد عزّ وجلّ، اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

محقق فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد شیخی زادہ حنفی متوفی ١٠٧٨ھ لکھتے ہیں:

و لما كان الدّعاء بلفظ الصّلاة مختصّاً بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام تعظيماً لهم لم يدع به لغيرهم إلا على سبيل التّبع لهم (٥٨)

یعنی، جب لفظِ صلاۃ کے ساتھ دعا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم کی

٥٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم: ٦٥۔ (٤٠٥)، ٢/٢٨٨

٥٧۔ شرح مسلم للهروي، كتاب الصّلاة، باب بيان كيفية الصّلاة الخ، ٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ٧/١٣٨

٥٨۔ مجمع الأنهر، خطبة الكتاب، ١/١٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ۔ ١٩٩٨م

وجہ سے اُن کے ساتھ مختص ہے تو یہ دعا اُن کے غیر کے لئے نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ غیر کے لئے اُن کے تابع ہونے کے طور پر ہو۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی متوفی ١٢٢٥ھ لکھتے ہیں:

هل يجوز الصّلاة و السّلام على غير الأنبياء، و الصّحيح أنه يجوز تبعاً و يكره استقلالاً كما يكره أن يقال: محمد عزّ و جلّ مع كونه عزيزاً جليلاً لاختصاصه بالأنبياء عُرفاً كاختصاص ذلك بالله تعالىٰ (٥٩)

یعنی، کیا غیر انبیاء پر ''صلاۃ اور سلام'' جائز ہیں، صحیح یہ ہے کہ تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ جیسا کہ یہ مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ وجلّ اِس کے باوجود کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اُس (یعنی صلاۃ وسلام) کے عرفاً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ اور سلام مکروہ ہے) جیسے کہ اُس کے (یعنی عزّ و جلّ) کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (کسی کے لئے عزّ وجلّ مکروہ ہے)۔

علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

أما الصّلاة على غير الأنبياء فإن كان على سبيل التّبعية فهذا جائز بالاجماع، إنما وقع النّزاع فيما إذا أفرد غير الأنبياء بالصّلاة عليهم...... و قال الجمهور من العلماء لا يجوز إفراداً لغير الأنبياء لأن هذا قد صار شعار الأنبياء إذا ذكروا فلا يلحق غيرهم بهم، فلا يقال: أبو بكر ﷺ أو عليّ ﷺ و إن كان المعنى صحيحاً كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن عزيزًا جليلاً لأن هذا من

٥٩۔ تفسير المظهري، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٧/٣٨٠، مطبوعة: دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ۔ ٢٠٠٤م

شعار ذكر الله تعالىٰ الخ (٦٠)

یعنی، مگر غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تو اگر وہ بطریقِ تبعیّت کے ہے تو یہ بالاجماع جائز ہے، نزاع صرف اُس صورت میں واقع ہوا جب انفراداً غیر انبیاء پر صلاۃ کہی جائے ......اور جمہور علماء نے فرمایا انفراداً غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' جائز نہیں ہے کیونکہ غیر انبیاء کے لئے (انفراداً) صلاۃ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا شعار ہو گیا جب اُن کا ذکر کیا جائے تو اُن کے ساتھ اُن کے غیر کو لاحق نہ کیا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اِس کے معنی بالکل صحیح ہیں جیسا کہ نہیں کہا جائے گا حضرت محمد عزّ وجلّ اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے شعار ہے۔

علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم الصّلاة على غير الأنبياء بغير تبع قيل: تجوز، و الأصحّ لا تجوز (٦١)

یعنی، پھر ''صلاۃ'' غیر انبیاء پر جب کہ تبعاً نہ ہو کہا گیا کہ جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

مُجوّزین کے مُستدلّات کا جواب

انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ و سلام کو جائز قرار دینے والے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور علماء کرام نے اُن کا جواب دیا ہے چنانچہ مجوّزین کے جملہ مُستدلّات کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں:

و أجابوا عما مرّ بأنه صدر من الله تعالىٰ و رسوله عليه الصّلاة و السلام، و لهما أن يخصّا من شاءا و بما شاءا و ليس ذلك

٦٠۔ الحديقة النّدية ١/٩، مطبوعة: مكتبه فاروقية، بشاور

٦١۔ بريقة محمودية ١/٩، مطبوعة: دار الاشاعة العربية، كوئتة

لغيرهما إلا بإذنهما و لم يثبت عنهما إذن في ذلك، و من ثَمّ قال أبو اليمن بن عساكر له ﷺ أن يصلّي على غيره مطلقاً لأنه حقّه و منصبه فله التّصرّف فيه كيف شاء بخلاف أمته إذ ليس لهم أن يؤثروا غيره بما هو له (٦٢)

یعنی، (مخالفین کے) جو دلائل گزرے اُس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا کہ وہ (یعنی غیر انبیاء پر بالاستقلال ''صلاۃ'' بھیجنا) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصّلاۃ والسّلام سے صادر ہوا ہے اور انہیں حق ہے کہ جسے چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص فرمائیں اور یہ حق اُن کے غیر کے لئے اُن کے اِذن کے سوا نہیں اور اُن سے اِس بارے میں اذن ثابت نہیں ہے، اِسی وجہ سے ابو الیمن ابن عساکر نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو یہ حق ہے کہ آپ اپنے غیر پر مطلقاً ''صلاۃ'' بھیجیں کیونکہ یہ آپ کا حق اور آپ کا منصب ہے پس آپ کو اپنے حق میں جس طرح چاہیں تصرّف کا اختیار ہے برخلاف آپ کی اُمت کے کہ انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ جو چیز آپ ﷺ کے لئے ہے اُس میں آپ پر آپ کے غیر کو ترجیح دیں۔

اور ''صحیح بخاری'' کی حدیث کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فرماتے، پس میرا باپ بھی آپ کی خدمت میں اپنا صدقہ لایا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى (٦٣)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اِس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حدیث مذکور سے اُن لوگوں نے استدلال کیا جو غیر انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام پر بالاستقلال ''صلاۃ'' کو

٦٢۔ تفسير روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٦

٦٣۔ صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصّدقة برقم:١٤٩٧

أيضاً صحيح مسلم، كتاب الزّكاة، باب الدّعاء لمن أتى بصدقته، برقم:٢٤٥٩/١٧٦ (١٠٧٨)، ص ٤٨٢

جائز کہتے ہیں اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے:

و الجواب عن هذا حقّه عليه الصّلاة و السّلام له أن يعطيه لمن يشاء و ليس غيره ذلك (٦٤)

یعنی، حدیث مذکور سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ صلاۃ حضور ﷺ کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں آپ کے غیر کو یہ اختیار نہیں۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں:

قال أبو عمر: تهذيب هذه الآثار و حملها على غير التّضاد و التّدافع هو أن يقال: أما النّبيّ ﷺ فجائز أن يصلّي على مَن شاء، لأنه قد أمر أن يصلي على كلّ من يأخذ صدقته، و إما غيره فلا ينبغي له إلا أن يخصّ النّبيّ عليه السّلام بالصّلاة عليه كما قال ابن عباس فجائز أن يحتجّ في ذلك بعموم قوله تعالى: ﴿لا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (٦٥)

یعنی، حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ اِن آثار کی تہذیب اور اِن کو غیر تضاد و تدافع پر محمول کرنا یہ ہے کہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کے لئے جائز ہے کہ آپ جس پر چاہیں "صلاۃ" بھیجیں، اور آپ ﷺ کے غیر لئے مناسب نہیں مگر یہ کہ وہ نبی علیہ الصّلاۃ و السّلام کو "صلاۃ" کے ساتھ خاص کرے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پس جائز ہے کہ اِس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے" کے عموم سے دلیل پکڑی جائے۔

٦٤۔ عمدة القاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصدقة برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

٦٥۔ النور: ٦٣/٢٤، الإستذكار، كتاب قصر الصّلاة في السّفر، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٦٨، ٣٢٤/٢

امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی لکھتے ہیں کہ

و أجاب الأولون بأن الصّلاة من الله و رسوله ﷺ هي بمعنى الدّعاء و الرّحمة و هي منّا بمعنى التّعظيم، فتجوز من الله و رسوله و لا يجوز منّا أن نعظم غير الأنبياء بما عظم به الأنبياء عليه الصّلاة و السّلام (٦٦)

یعنی، جواز کا استدلال کرنے والوں کو مقالۂ اُولیٰ والوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے "صلاۃ" دعا اور رحمت کے معنی میں ہے پس اللہ و رسول کی طرف سے جائز ہے اور یہی "صلاۃ" ہماری طرف سے تعظیم کے معنی میں ہے اور ہماری جانب سے یہ جائز نہیں کہ ہم اُس کے ساتھ غیر انبیاء کی تعظیم کریں کہ جس کے ساتھ انبیاء علیہم الصّلاۃ و السّلام کی تعظیم کی گئی ہے۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم قرطبی متوفی ٦٥٦ھ (٦٧) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (٦٨) لکھتے ہیں کہ دوسرے فریق نے (کہ غیر انبیاء پر استقلالاً "صلاۃ" کے عدم جواز کا قائل ہے اُن کے مُستدلات کا) ردّ کرتے ہوئے کہا کہ

بأن هذا صدر من اللّه و رسوله، و لهما أن يقولا ما أراد بخلاف غيرهما الذي هو محكوم عليه

یعنی، یہ (جو قرآن و حدیث میں غیر انبیاء پر "صلاۃ" مذکور ہے وہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے صادر ہوتی ہے اُن کے لئے جائز ہے کہ وہ جو ارادہ فرمائیں کہیں برخلاف اُن کے غیر کے جو محکوم علیہ ہے۔

٦٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٦٧۔ المفهم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٢٠، ٤٢/٢

٦٨۔ شرح صحيح مسلم للهروي، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصلاة على النّبيّ ﷺ الخ، برقم:٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

اور امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

و حجّته عليهم في هذا أن ما كان من الله تعالىٰ و النّبيّ ﷺ في هذا فبخلاف ما كان من غيرهما، و لأنه منهما مجرى الدّعاء و الرّحمة و المواجهة، و ليس فيهما معنى التّعظيم و التّوقير الذى يكون منّا، و إذا كان من غيرهما جاء التّسوية منه بينهم و بين النّبيّ ﷺ (٦٩)

یعنی، اُن (مطلقاً جواز کے قائلین اور قرآن و حدیث سے اِس پر دلائل لانے والوں) کے خلاف اِس میں حُجت یہ ہے کہ تحقیق جو اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے (غیر انبیاء علیہم پر ''صلاۃ'' وارد) ہے پس وہ اُس کے بر خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے ''صلاۃ'' دُعاء، رحمت اور مواجہہ کے مقام میں ہے اور اُن دونوں کی طرف سے ''صلاۃ'' میں اس تعظیم و توقیر کا معنی نہیں ہے جو ہماری طرف سے (صلاۃ میں) ہے، ''صلاۃ'' جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہوگی تو اس (غیر) کی طرف سے غیر انبیاء اور نبی ﷺ کے مابین برابری ہوگی۔

حکم

انبیاء و ملائکہ علیہم الصّلاۃ و السّلام کے غیر کے لئے ''صلاۃ و سلام'' کے بالاستقلال استعمال کے حکم میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی لکھتے ہیں:

و أما الصّلاة استقلالاً فقيل بمنعها، و قيل بكراهتها، و قيل بأنها خلاف الأولى (٧٠)

٦٩۔ إكمال المعلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبيّ ﷺ بعد التشهد برقم: ٧٠ (٤٠٨)، ٣٠٥/٢

٧٠۔ شرح جوهر التّوحيد رقم البيت: ٤، ص ٢٩، مطبوعة: مكتبة الغزالي، حماة

یعنی، مگر ''صلاۃ'' استقلالاً تو اُس کے منع کا کہا گیا اور اُس کی کراہت کا کہا گیا اور کہا گیا کہ یہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم اختلف المانعون هل هو من باب التّحريم أو كراهة التّنزيه أو خلاف الأولىٰ حكاه النّووي في "الأذكار" (٧١)

یعنی، پھر منع کرنے والوں نے اختلاف کیا کہ کیا یہ بابِ تحریم سے ہے یا کراہت تنزیہ یا خلافِ اَولیٰ۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

و اختلف هل تكره تحريماً أو تنزيها أو خلاف الأولىٰ؟ (٧٢)

یعنی، اور اختلاف کیا گیا کہ کیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اَولیٰ۔

بعض نے لکھا کہ جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابو سعید خادمی حنفی نے لکھا کہ ''اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے''۔ (٧٣) اور علامہ قوام الدین فارابی حنفی نے لکھا کہ ''ہم اصالۃً اِسے جائز قرار نہیں دیتے''۔ (٧٤)

اور علامہ آلوسی بغدادی نے لکھا:

و مذهب الشّافعية: أنه خلاف الأولى (٧٥)

یعنی، شافعیہ کا مذہب ہے کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ٥٩٢ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و يكره أن يصلى على غير النّبيّ صلى الله عليه و آله أصحابه

٧١۔ الحديقة النّديّة شرح الطريقة المحمّدية ٩/١

٧٢۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ٥١٨/١٠

٧٣۔ بريقة محمودية في شرح طريقة محمديّة، ٩/١

٧٤۔ التبيين، ١٢٥/١

٧٥۔ تفسير روح المعاني، ٢١-٢٢/٣٥٥

وحدہ فیقول اللھم صلّ علی فلان و لو جمع فی الصلاۃ بین النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ أصحابہ و بین غیرہ فیقول اللّٰھم صل علی محمدٍ و علی آلہ و أصحابہ جاز کذا فی فتاویٰ قاضیخان (۷٦)

یعنی، مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے غیر آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر انفراداً ''صلاۃ'' بھیجی جائے، پس کہا جائے ''اللھم صلّ علی فلان'' اور اگر صلاۃ میں نبی ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب کے مابین جمع کرے تو جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔

اور اکثر نے لکھا کہ مکروہ ہے جیسا کہ علامہ مصلح الدین رومی حنفی نے ''حاشیہ ابن التجید'' میں، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے ''تفسیر مظہری'' میں اور قاضی بیضاوی نے ''تفسیر بیضاوی'' میں لکھا ہے جیسے اُن کی عبارات کے ضمن میں گزرا۔ اور شیخ ابراہیم باجوری شافعی نے لکھا کہ اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔(۷۷)

اور بعض نے کراہت تحریمی کو ترجیح دی نہ کہ تنزیہی کو، وہ اِس طرح کہ احناف میں سے بعض نے لکھا کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کہنے والا گنہگار ہوگا، چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: ''تنویر الابصار'' کی عبارت میں کراہت تحریمی، تنزیہی اور خلافِ اَولیٰ ہونے کا احتمال ہے:

لکن ذکر البیری من الحنفیۃ: مَن صلی علی غیرھم أثم و کرہ، وھو الصّحیح (۷۸)

یعنی، لیکن حنفیہ میں سے علامہ بیری نے ذکر کیا کہ جس نے اُن کے غیر پر ''صلاۃ'' کہی تو وہ گنہگار ہوا اور مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام نووی نے

۷٦۔ الفتاویٰ الھندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرّابع، ۵/۳۱۵

۷۷۔ شرح جوھر التوحید رقم البیت:٤، ص۲۹

۷۸۔ روح المعانی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۲۱۔۲۲/۳۵۵

کراہت تنزیہی کو صحیح قرار دیا:

لکن فی خطبۃ "شرح الأشباہ" للبیری: من صلّی علی غیرھم أثم و کرہ، و ھو الصّحیح (۷۹)

یعنی، لیکن ''شرح الاشباہ'' للبیری کے خطبہ میں ہے کہ جس نے اُن (یعنی انبیاء و ملائکہ) کے غیر پر ''صلاۃ'' کہی وہ گنہگار رہا اور (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور گنہگار رہنا کراہت تحریمی میں لازم آتا ہے نہ کہ تنزیہی میں لہٰذا علامہ بیری نے اُسے مکروہ تحریمی قرار دے کر مرتکب کے گنہگار ہونے کا قول کیا۔

اسی طرح فقہاءِ کرام کی عبارات جن میں ہے کہ یہ روافض کا شعار ہے بعض نے لکھا اہل بدعت کا شعار ہے اور اُن کے شعار سے مشابہت ممنوع اور اجتناب واجب ہے، اگرچہ مشابہت کو قیود کے ساتھ مقید کر کے ترک کو واجب قرار دیا مگر اُن کا ترک کو واجب کہنا ارتکاب کے مکروہ تحریمی ہونے کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور اکثر نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے چنانچہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰٦۹ھ لکھتے ہیں:

و اختلفوا فی الکراھیۃ ھل ھی تحریمیۃ أو تنزیھیۃ و الصّحیح الثّانی (۸۰)

یعنی، اور کراہیت میں اختلاف ہے کہ کیا یہ تحریمی ہے یا تنزیہی اور صحیح ہے کہ دوسری (یعنی تنزیہی) ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم قال: و الصحیح الذی علیہ الأکثرون أنہ مکروہ کراھۃ تنزیہ (۸۱)

۷۹۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتّی، ۱۰/۵۱۸

۸۰۔ حاشیۃ الشّھاب علی تفسیر البیضاوی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۷/۵۱۰، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۷ھ۔۱۹۹۷م

۸۱۔ الحدیقۃ النّدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیّۃ ۱/۹

یعنی، پھر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح وہ کہ جس پر اکثر علماء ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی کے ساتھ مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و صحّح النّووی فی "الأذکار" الثانی (۸۲)

یعنی، اور امام نووی نے ''الأذکار'' میں دوسری (یعنی تنزیہی) کو صحیح قرار دیا۔

انبیاء و ملائکہ کے غیر پر ''سلام''

وہ سلام جو زندوں اور مُردوں سب کو عام ہے جس سے زندوں سے ملاقات کے وقت تحیۃ کا ارادہ کیا جاتا ہے اور اُن سے جواب کی توقع رکھی جاتی ہے چاہے وہ زندہ سامنے ہو یا نہ ہو اور اُس کو پیغام یا خط کے ذریعہ لکھ کر سلام بھیجا جائے یا زیارتِ قبور کے وقت قبر والے کو بطور تحیۃ سلام کہا جاتا ہے، سلام کی اِس قسم کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ سلام ہمارا موضوع بحث نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زیادة علیه: السّلام الذی یعمّ الحیّ والمیّت هو الذی یقصد به التحیّة کالسّلام عند تلاقٍ، أو زیارة قبرٍ وهو مُستدعٍ للردّ فی الغائب (۸۳)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے تو اُس کا خلاصہ مع اِضافہ کے لکھتا ہوں کہ سلام دوطرح کا ہوتا ہے، ایک سلام تحیۃ ہے جو آنے والا پیش کرتا ہے زندہ کو پیش کرے یا قبر والے کو، اگر زندہ کو پیش کرتے تو اُس کا جواب واجب ہے۔

اگر جماعت کو پیش کیا ہے تو وجوب کفائی ہے (یعنی ایک کا جواب سب کو کافی ہوگا) اگر کسی فرد کو خود جا کر سلام کیا یا کسی کے ذریعے سلام بھیجا یا خط میں سلام لکھا تو اُس پر سلام واجب ہے جس کو سلام کیا یا کہلایا ہے یا لکھا ہے، تو اِس (سلام) کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف

۸۲۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتّی، ۵۱۸/۱۰

۸۳۔ روح المعانی، سورة الأحزاب الآیة:۵۶، ۳۵۷/۲۲،۲۱

نہیں۔ چنانچہ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

أما السّلام للتحیّة للأحیاء فلا کلام فیه (۸۴)

یعنی، مگر جو سلام زندوں کی تحیۃ کے لئے تو اُس (کے جواز) میں کوئی کلام نہیں ہے۔

اور امام یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ (۸۵) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ (۸۶) لکھتے ہیں:

وأما الحاضر یخاطب به، فیقال: سلام علیك، أوسلام علیکم، أوالسّلام علیك، أوعلیکم، هذامجمع علیه

یعنی، مگر حاضر تو اُسے سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا سلام علیک، یا سلام علیکم یا السلام علیک یا علیکم اور یہ مجمع علیہ ہے۔

سلام کی دوسری قسم وہ سلام ہے جو تعظیم و تکریم کے طور پر کیا جاتا ہے یا اُس سے دُعا کا ارادہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندے پر نازل فرمائے۔ یہی وہ سلام ہے جو ہمارا موضوع بحث ہے اور جس کے بالاستقلال غیر نبی و مَلک کے لئے کہنے کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلام کی یہ دوسری قسم ''صلاۃ'' کے معنی میں ہے یا اُن میں فرق ہے اگر ''صلاۃ'' کی مانند ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو ''صلاۃ'' کا ہے اور جو تفصیل ''صلاۃ'' کے لئے مذکور ہوئی وہی سلام کے لئے بھی ہے، جو حکم ''صلاۃ'' کا بیان ہوا وہی ''سلام'' کا بھی ہوگا اور پھر ''سلام'' پر الگ سے تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہوگی۔

سلام اور صلاۃ میں مناسبت

چنانچہ سلام کی اِس دوسری قسم کے بارے میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ یہ ''سلام'' صلاۃ

۸۴۔ حاشیة القونوی، سورة الأحزاب، الآیة:۵۶، ۴۱۷/۱۵، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م

۸۵۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاة علی رسول اللّٰه ﷺ باب الصّلاة علی غیر الأنبیاء ص ۱۵۴

۸۶۔ المواهب اللدنیة، المقصد السّابع، الفصل الثّانی ۵۲۶/۲

کی مانند ہے، جیسا کہ امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف نووی شافعی(۸۷) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی(۸۸) لکھتے ہیں:

وقال أبومحمد الجوینی من أصحابنا: السّلام بمعنی الصّلاۃ

یعنی ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے امام ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی لکھتے ہیں:

وأمّا السلام فنقل اللقانی فی "شرح جوھرۃ التّوحید" عن الإمام الجوینی: أنه فی معنی الصّلاۃ (۸۹)

یعنی، مگر سلام تو اللقانی نے ''شرح جوہرۃ التوحید'' میں امام جوینی سے نقل کیا کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اگر ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے تو سلام سے منع کی علّت بھی وہی ہوگی جو ''صلاۃ'' سے منع کی ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ

و الظاھر: أن علّۃ منع السّلام ما قالہ النّووی فی علّۃ منع الصلاۃ (۹۰)

یعنی، اور ظاہر ہے کہ تحقیق (بالاستقلال غیر نبی و فرشتہ کے لئے) ''سلام'' کہنے سے روکنے کی علّت وہی ہے جو امام نووی نے ''صلاۃ'' سے روکنے کی علّت میں فرمایا۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ ''تفسیر بیضاوی'' پر اپنے حواشی میں(۹۱) اور ''شفا شریف'' کی شرح(۹۲) میں اور علامہ ابو سعید خادمی حنفی نے علامہ

۸۷۔ کتاب الأذکار کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ ص ۱۵۴

۸۸۔ المواھب اللدنیۃ، المقصد السّابع، الفصل الثّانی، ۵۲۶/۲

۸۹۔ ردّ المحتار علی الدّرّالمختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۰۔ رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۱۔ حاشیۃ الشّھاب علی تفسیر بیضاوی، سورۃ الأحزاب الآیۃ ۵۶، ۵۱۰/۷

۹۲۔ نسیم الریاض، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف الخ ۹۶، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱

برکلی کی کتاب ''طریقہ محمدیہ'' کی شرح(۹۳) میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور ابن القیم نے ''جلاء الأفہام'' میں ان دونوں میں فرق بیان کیا ہے، اگرچہ دورِ حاضر کے چند علماء نے اس بناپر فرق کیا ہے لیکن اکثر علماء محدّثین وفقہاء ''سلام'' کی دوسری قسم اور ''صلاۃ'' میں فرق کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے امام جوینی کے قول کو ہی لیا ہے اور ہم بھی اسے ہی لیں گے جو اکثریت نے کہا اور اُن میں بڑے بڑے محدّثین اور فقہاء کرام شامل ہیں جیسے امام نووی، قسطلانی، نابلسی، خادمی، حلبی، خفاجی، ہروی، وشتانی، آلوسی اور شامی وغیرہم۔

لہٰذا اِس ''سلام'' کا بھی وہی حکم ہوگا جو کہ ''صلاۃ'' کا ہے چنانچہ امام یحیٰ بن شرف نووی شافعی(۹۴) اور امام قسطلانی شافعی(۹۵) اور علامہ شامی حنفی امام جوینی(۹۶) سے نقل کرتے ہیں کہ:

فلا یستعمل فی الغائب ولایفرد بہ غیر الأنبیاء فلا یقال: علیّ علیہ السّلام، وسواء فی ھذا الأحیاء والأموات

یعنی، پس غائب میں اِس کا استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انفراداً غیر انبیاء کے لئے کہا جائے گا، لہٰذا نہیں کہا جائے گا کہ حضرت علی علیہ السلام اور اِس حکم میں زندہ اور اموات برابر ہیں۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ سید عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ولایفرد بہ غیر الأنبیاء فلا یقال: علیّ علیہ السّلام والأحیاء والأموات فیہ سواء، غیر أن الحاضر یخاطب بہ فیقال: علیك السّلام (۹۷)

۹۳۔ بریقۃ محمودیۃ شرح طریقۃ محمّدیّۃ ۹/۱، مطبعۃ دارالاشاعت العربیۃ

۹۴۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ باب الصّلاۃ علی غیر الأنبیاء الخ ص ۱۵۴

۹۵۔ المواھب اللدنیۃ المقصد السّابع الفصل الثّانی، ۵۲۶/۲

۹۶ ردّالمحتار علی الدّرّالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۹۷۔ الحدیقۃ النّدیۃ شرح الطّریقۃ المحمّدیّۃ ۹/۱

یعنی، انفراداً غیر انبیاء پر سلام نہیں کہا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا حضرت علی علیہ السّلام، زندہ اور قبروں والے اِس میں برابر ہیں سوائے حاضر کے کہ اُسے اِس کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا علیک السلام۔

اور علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم السّلام کا لصّلاۃ لایفرد به غیر الأنبیاء (۹۸)

یعنی، پھر ''سلام'' مثل ''صلاۃ'' کے ہے، انفراداً غیر انبیاء کے لئے نہیں کہا جائے گا۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و کذلك "علیه السلام" لم یعهد فی لسان الشّرع إلا تبعاً فلا یقال: فلان علیه السّلام فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع (۹۹)

یعنی، اسی طرح ''علیہ السلام'' بے لسانِ شرع میں معہود نہیں ہے مگر تبعاً پس نہیں کہا جائے گا فلاں علیہ السلام، لہٰذا اِس کی اتباع واجب ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی لکھتے ہیں:

وقد قیل: إن السّلام مثل الصّلاۃ مخصوصٌ بالانبیاء أیضاً فلا یقال فی غیرهم: علیه السّلام کما صرّح به الفقهاء (۱۰۰)

یعنی، اور کہا گیا ہے کہ تحقیق ''سلام'' بھی مثل ''صلاۃ'' کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے پس انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لئے ''علیہ السلام'' نہیں کہا جائے گا جیسا کہ فقہاءِ کرام نے اِس کی تصریح کی ہے۔

۹۸۔ بریقة محمودیة شرح طریقة محمدیة ۹/۱

۹۹۔ حلبی کبیر، ص ۳، مطبوعة: سهیل اکادمی، لاهور

۱۰۰۔ نسیم الریاض، القسم الثانی، فیما یجب علی الأنام، الباب الرابع فی حکم الصّلاۃ علیه والتسلیم، فصل فی الأختلاف الخ ۹۶/۵

اور علامہ شہاب نے علامہ بیضاوی کے قول کہ ''غیر نبی پر تبعاً صلاۃ جائز ہے'' کے تحت لکھا کہ:

و کذالك السّلام ایضاً فی غیر السّلام تحیة الأحیاء (۱۰۱)

یعنی، اِسی طرح اُس سلام میں بھی جو سلام تحیۃ الاحیاء کا غیر ہے (یہی حکم ہے)۔

اور امام محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی (۱۰۲) اور اُن سے علامہ محمد امین بن عبداللہ ہروی شافعی (۱۰۳) لکھتے ہیں:

و قال أبو محمد الجوینی: و کذلك السّلام هو خاص به ﷺ فلا یقال أبو بکر علیه السّلام

یعنی، اور ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ اور اِسی طرح سلام نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر علیہ السلام۔

اور علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زیادۃ علیه: وأمّا السّلام الذی یقصد به الدّعاء منّا بالتّسلیم من الله تعالیٰ علی المدعوّ له سواء کان بلفظ غیبة أو حضور، فهذا هو الذی اختصّ به ﷺ عن الأمة فلا یسلّم علی غیره إلا تبعاً کما أشار الیه التّقی السّبکی فی "شفا الغرام" وحینئذ فقد أشبه قولنا "علیه السّلام" قولنا "علیه الصّلاۃ" من حیث أن المراد علیه السّلام من الله ففیه إشعار بالتّعظیم الذی هو فی الصّلاۃ من حیث الطّلب لأن یکون

۱۰۱۔ حاشیة الشهاب، سورۃ الأحزاب الآیة ۵۶، ۵۱۰/۷

۱۰۲۔ (إکمال إکمال المعلّم، کتاب الصّلاۃ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم: ۶۵۔ (۴۰۵)، ۲۸۸/۲

۱۰۳۔ شرح صحیح مسلم للهروی، کتاب الصلاۃ، باب بیان کیفیة الصلاۃ الخ، برقم: ۸۰۱۔ (۳۶۷) (۲۹)، ۱۳۸/۷

المسلّم عليه الله تعالىٰ كما فى الصّلاة، وهذا النّوع من السّلام هو الذى ادعى الحليمى كون الصّلاة بمعناه (١٠٤)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے کہ تو اُس تحقیق کا خلاصہ مع اضافہ کے لکھتا ہوں دوسرا اسلام یہ ہے کہ سلام سے دعا کا قصد کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندہ پر نازل فرمائے کہ جس کے لئے دعا کی گئی (جیسے سلام الله عليه یا اللهم سلّم عليه) چاہے اُس کے لئے غائب کا لفظ استعمال کرے یا حاضر کا، پس یہ سلام اُمت کی طرف سے آپ ﷺ (اور حضرت انبیاء و ملائکہ) کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا (اُمتی) اُن کے غیر پر یہ سلام نہ کہے مگر تبعاً (مثلاً کہے حضرت محمد اور آپ کی آل و اصحاب پر سلام ہو) جیسا کہ علامہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب ''شفاء الغرام'' میں اِس کی صرف اشارہ کیا ہے تو اس وقت ہمارا ''علیہ السلام'' کہنا ہمارے ''علیہ الصلاۃ'' کہنے کے زیادہ مشابہ ہے اُس حیثیت سے کہ مراد ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو پس اِسی میں طلب کے اعتبار سے دینی تعظیم ہے جو ''علیہ الصلاۃ'' میں ہے کہ اُن پر سلام نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ صلاۃ میں، ''سلام'' کی یہی نوع ہے کہ جس کے بارے میں ''حلیمی'' نے ''صلاۃ'' کے اُس (یعنی سلام) کے معنی میں ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مجوزین کو تنبیہ

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جو نام کے ساتھ سلام ذکر کیا جاتا ہے یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے اس سے مقصود صاحبِ اسم کی تعظیم ہے، عُرفِ اہلِ

١٠٤۔ روح المعانى سورة الأحزاب، الآية ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٧، مطبوعة داراحياء التراث العربى، بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ هـ ١٩٩٩

اسلام نے اس سلام کو انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، لہٰذا غیر نبی و ملک کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' نہیں کہنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم (١٠٥)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ معنی کے اعتبار سے غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال درست ہونے کی بنا پر جو لوگ انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے اِس کا استعمال جائز سمجھتے ہیں اُنہیں چاہئے کہ وہ اہلبیت کرام کی طرح دیگر صحابہ کرام کے لئے بھی اِس کا یکساں استعمال کریں، حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے اور لکھا ہے کہ ''علیہ السلام'' تعظیم و تکریم کے باب سے ہے لہٰذا شیخین کریمین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اِس کے زیادہ حقدار ہیں۔

چنانچہ علامہ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقد غلب فى هذا عبارة كثير من النّسّاخ للكتب أن يفرد عليّ رضى الله عنه بأن يقال: "عليه السّلام" من دون سائر الصّحابة، أو كرّم الله وجهه، وهذا وان كان معناه صحيحاً لكن ينبغى أن يسوّى بين الصّحابة فى ذلك، فإن هذا من باب التّعظيم والتّكريم فالشّيخان و أمير المؤمنين عثمان أولىٰ بذلك منه رضى الله عنهم أجمعين (١٠٦)

یعنی، بعض ناقلینِ کُتُب کی نقل کردہ عبارات میں یہ اکثر پایا جاتا ہے کہ باقی صحابہ کرام کے سوا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''کرّم اللہ وجہہ'' لکھا ہوتا ہے اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اطلاق میں برابری کی جائے پس یہ تعظیم، تکریم کے باب سے ہے۔ تو شیخین کریمین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور امیر المؤمنین حضرت

١٠٥۔ فتاوىٰ أمجديه كتاب الحظر و الإباحة، ٤/٢٤٥

١٠٦ تفسير القرآن لابن كثير، سورة الأحزاب، الآية ٥٦، فصل ٣/٦٨٥

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اِس اِطلاق کے زیادہ لائق ہیں۔

اور امام احمد بن محمد قسطلانی لکھتے ہیں:

قد جرت عادة لبعض النّسّاخ أن يفردوا عليًّا وفاطمة رضي الله عنهما بالسّلام، فيقولوا: عليه أو عليهاالسلام من دون سائر الصحابة فی ذلك، فإن هذا من باب التّعظيم والتكريم، والشّيخان أولىٰ بذلك منها، أشار إليه ابن كثير (١٠٧)

یعنی، بعض ناقلین کُتب کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوا صرف حضرت علی، فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ''علیہ یا علیہا السلام'' لکھتے ہیں، پس کہتے ہیں ''علیہ السلام، یاعلیہا السلام اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگر چہ صحیح ہے لیکن چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اطلاق میں برابری کی جائے، پس یہ اطلاق تعظیم وتکریم کے باب سے ہےاور اُن سے شیخین کریمین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) اِس اطلاق کے زیادہ لائق ہیں اسی کی طرف ابن کثیر نے اشارہ کیا۔

یاد رہے کہ یہ اُن لوکوں کو تنبیہ ہے جو معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ''علیہ السلام'' کا اطلاق غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے جائز قرار دیتے ہیں کہ اگر تم جائز سمجھتے ہوتو اہلبیت کرام کے لئے ہی کیوں، دیگر صحابہ کرام کے لئے کیوں نہیں ورنہ جمہور علماء غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ الصلاۃ والسلام'' یا ''علیہ السلام'' کا اطلاق درست قرار نہیں دیتے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔

سلام کا حکم

اور جمہور کے نزدیک ''سلام'' کا بھی وہی حکم ہے جو ''صلاۃ'' کا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اولی کیونکہ جب علماء نے لکھا کہ ''سلام'' صلاۃ کی مثل ہے تو دونوں کے حکم میں مماثلت بھی ہوگی۔

١٠٧۔ المواهب اللدنية المقصد السّابع، الفصل الثّانی، فی حكم الصّلاة عليه والتّسليم، ٥٢٦/٢ مطبعة دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٦هـ۔ ١٩٩٦م

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

لكن ذلك مكروه، أو خلاف أولى، أو محرم (١٠٨)

یعنی، وہ مکروہ ہے یا خلافِ اَولیٰ یا حرام۔

اور قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں:

و يكره فی غير الأنبياء لشخص معروف بحيث يصير شعار و لا سيما إذا ترك فی حق مثله أو أفضل منه كما يفعله الرّافضة، كذا قال الحافظ ابن حجر (١٠٩)

یعنی، اِس کا اطلاق غیر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی معروف شخص کے لئے مکروہ ہے اِس طرح کہ وہ شعار ہوگیا (یعنی اس کا استعمال انبیاء و ملائکہ کے لئے ہوتا ہے) خصوصاً جب اِس اِطلاق کو اُن (حضرت علی رضی اللہ علیہ) کے مثل یا اُن سے افضل (یعنی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما) کے حق میں ترک کر دیا جائے جیسا کہ رافضہ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اِسی طرح کہا ہے۔

جمہور کے نزدیک راجح یہی ہوگا کہ مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ ''صلاۃ'' کا یہی حکم ہے۔

علامہ سلیمان بن عمر شافعی لکھتے ہیں:

و يكرهان على غير الرُّسل و الملائكة إلاّ تبعاً لأنه صار فی العُرف شعاراً لذكر الرّسل ﷺ، و لذلك كره أن يقال: محمد عزّ وجلّ و إن كان عزيزاً جليلاً اهـ كرخی (١١٠)

یعنی، ''صلاۃ'' اور ''سلام'' دونوں غیر رُسل و ملائکہ کے لئے کہنا مکروہ

١٠٨۔ شرح العلّامة الزّرقانی على المواهب، المقصد السّابع ، الفصل الثّانی، ٢٣٤/٩، مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ۔ ١٩٩٦م

١٠٩۔ تفسير المظهری، سورة التوبة، الآية:١٠٣، ٢٦٩/٤

١١٠۔ الفتوحات الإلهية سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢٠٣/٦، مطبوعة دار الفكر، بيروت، ١٤٢٣هـ۔ ٢٠٠٣م

ہے مگر تبعاً (یعنی تبعاً مکروہ نہیں ہیں) کیونکہ یہ دونوں عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گئے، اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ وجل اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

علامہ محمد طاہر ابن عاشور لکھتے ہیں:

و لم يقصدوا بذلك تحريماً، و لكنه اصطلاح و تمييز لمراتب رجال الدّين، كما قصروا الرِّضَى على الأصحاب و أيمة الدّين، و قصروا كلمات الإجلال نحو: تبارك و تعالىٰ، و جلّ جلاله، على الخالق دون الأنبياء و الرّسل (١١١)

یعنی، انہوں نے اِس سے حرام ہونے کا قصد نہیں کیا مگر یہ ایک اصطلاح ہے اور رِجالِ دین کے مراتب کو ممتاز کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ انہوں نے ''رضی اللہ عنہ'' کا صحابہ اور ائمہ دین کے لئے مقصود کر دیا، اور (یونہی) تعظیم کے کلمات جیسے ''تبارک و تعالیٰ''، ''جل جلالہ'' خالق تعالیٰ کے لئے مقصود کر دیئے نہ کہ انبیاء اور رسولوں کے لئے۔

لہٰذا انفراداً غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ السلام'' کہنے کا وہی حکم ہوگا جو ''صلاۃ'' کا حکم ہے اور ''صلاۃ'' کے لئے فقہاء کرام نے لکھا تھا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اہلِ بدعت کا اختراع

صلاۃ یا سلام کا غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے استعمال اہل بدعت یعنی روافض کی اختراع ہے اور وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اپنے ائمہ کو نبی ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں، چنانچہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی نے نقل کیا کہ:

أيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً في الصّدر الأوّل كما قال أبو عمران، و إنما أحدثته الرّافضة و المتشيّعة في بعض الأئمّة

١١١۔ تفسير ابن عاشور، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية: ٩٦، ٢١/٣٢٥

فشاركوهم عند الذّكر لهم بالصّلاة و ساوَوْهم بالنّبيّ ﷺ في ذلك (١١٢)

یعنی، نیز یہ وہ امر ہے جو صدرِ اول میں معروف نہ تھا جیسا کہ ابو عمران نے فرمایا اور اِس طریقہ کی ایجاد رافضہ اور متشیّعہ نے بعض اَئمہ (اہلِ بیت) کے لئے کی ہے پس انہوں نے اُن کے ذکر کے وقت انہیں ''صلاۃ'' میں شریک کر لیا اور انہوں نے انہیں نبی ﷺ کے برابر کر لیا۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی (١١٣) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (١١٤) لکھتے ہیں:

أن أهل البدع قد اتخذوا ذلك شعارًا في الدّعاء لأئمّتهم و أمرائهم، و لا يجوز التّشبّه بأهل البدع

یعنی، اہلِ بدعت نے اِسے اپنے ائمہ اور اُمراء کے لئے شعار بنا لیا اور اہلِ بدعت سے مشابہت جائز نہیں ہے۔

اور علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

فإنهم يصلّون و يسلّمون على أهل البيت (١١٥)

یعنی، پس روافض اہلِ بیت پر (اِصالۃً) درود و سلام بھیجتے ہیں۔

اور امام فخر الدین رازی شافعی لکھتے ہیں:

و الشّيعة يذكرونه في عليٍّ و أولاده الخ (١١٦)

١١٢۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثّاني، الباب الرّابع في حكم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، فصل في اختلاف في الصّلاة على غير النّبيّ ﷺ الخ، ص٢٨٧

١١٣۔ المُفهم، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم: ٢٠٧٣٢، ٢/٤٢

١١٤۔ شرح صحيح مسلم للهروي، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم: ٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ٧/١٣٨

١١٥۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص١١

١١٦۔ التفسير الكبير، سورة التوبة الآية: ١٠٣، ٦/١٦/١٣٦

یعنی ، اور شیعہ ''صلاۃ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے لئے ذکر کرتے ہیں۔

اہلِ بدعت کا شعار

بلکہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ غیر نبی و فرشتہ کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا بدمذہبوں کا شعار ہے چنانچہ علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی اور علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں کہ

لأنہ شعار أھل البدع (۱۱۷)

یعنی ، کیونکہ وہ اہلِ بدعت کا شِعار ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

أن ذلك شعار أھل البدع، و لأن ذلك مخصوص فی لسان السّلف بالأنبیاء علیھم الصّلاۃ و السّلام (۱۱۸)

یعنی ، بے شک وہ یعنی غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شِعار ہے، اور اس لئے کہ ''صلاۃ'' اور ''سلام'' اسلاف کے ہاں انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ خاص ہے۔

اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

لأن إفراد علیّ و فاطمۃ بذلك صار من شعار أھل البدع (۱۱۹)

یعنی ، کیونکہ صرف حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ''علیہ السلام'' یا ''علیہا السلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شِعار ہے۔

غیر نبی و مَلَک کے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کا استعمال جب تک اہلِ بدعت کا شعار نہ بنا تھا علماءِ اسلام نے اِس کی شدید مخالفت نہ کی تھی اور جب یہ شعار ہو گیا تو علماءِ دین نے اس سے منع کرنا شروع کر دیا جیسا کہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اِسی کی طرف

۱۱۷۔ حاشیۃ ابن التمجید سورۃ الأحزاب، الآیۃ:۵٦، ۱۵/۵۱٦) (الحدیقۃ الندیۃ ۹/۱

۱۱۸۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۱۱۹۔ شرح العلامۃ الزرقانی، المقصد الثانی فی حکم الصّلاۃ علیہ و التّسلیم الخ، ۹/۲۳٤

اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہلبیت رسول از ذریّت و ازواج مطہرہ و در کُتب قدیمہ از مشائخ اہلسنّت و جماعت کتابت آں یافتہ مےشود و در متأخرین ترک آں متعارف شدہ (۱۲۰)

یعنی ، متقدمین میں اہلبیتِ رسول یعنی ذریت و ازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہلسنّت کی پُرانی کُتب میں اِس کی کتابت پائی جاتی ہے اور متأخرین میں اِس کا ترک متعارف ہے۔

متقدمین میں بھی اس وقت جب یہ عمل شیعہ کا شعار نہ بنا تھا اور وہ بھی بلا تخصیص، جب یہ شیعہ کا شعار ہو گیا تو متأخرین نے بھی ترک کر دیا اب وہی عمل ہو گا جو متأخرین میں ہو۔ (۱۲۱)

اور ہمیں اُن کے شعار سے منع کیا گیا ہے چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

قد نھینا عن شعارھم (۱۲۲)

یعنی ، ہمیں اُن کے شِعار سے رُوکا گیا ہے۔

اور اسی شِعار کی وجہ سے فقہاء کرام نے غیر نبی و مَلَک کے لئے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کے ذکر سے منع کیا ہے، چنانچہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إن صلی علی غیرہ علی سبیل التبع کقولہ: صلی اللّٰہ علی النّبیّ و آلہ، فلا کلام فیہ و أما إذا أفرد غیرہ من أھل البیت بالصّلاۃ فمکروہ وھو من شعار الرّافض (۱۲۳)

یعنی ، اور اگر کسی نے حضور ﷺ کے غیر پر تبعاً ''صلاۃ'' کہی جیسے کہا ''صَلَّى اللّٰہُ عَلَى النَّبِيِّ وَ آلِہٖ'' تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ہاں حضور ﷺ کے اہلِ بیت میں سے اگر کسی پر بالاستقلال کہی گئی تو مکروہ

۱۲۰۔ أشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، ۱/٤۲٤

۱۲۱۔ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے علیہا السلام بلا وہبی ص ۱۷

۱۲۲۔ الحدیقۃ النّدیّۃ شرح الطّریقۃ المحمّدیّۃ ۹/۱

۱۲۳۔ مدارك التنزیل، سورۃ الأحزاب، ۳۱۲/۳/۲

ہوگی کیونکہ یہ شعارِ روافض ہے۔

اہلِ بدعت سے مشابہت

اور اہلِ بدعت روافض کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے، چنانچہ امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

فإن التّشبّه بأهل البدع منهي عنه (١٢٤)

یعنی، اہلِ بدعت سے تشبّہ ممنوع ہے۔

اور اہلِ بدعت سے مراد بد مذہب ہیں چنانچہ علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

و المراد بهم أصحاب المذاهب الباطلة (١٢٥)

یعنی، اور ان سے مراد اصحابِ مذاہبِ باطلہ ہیں۔

بد مذہبوں کی مخالفت

جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بنا پر ہو اس کام میں بد مذہبوں کی مخالفت ضروری ہے چنانچہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ

فتجب مخالفتهم فيما التزموه من ذلك (١٢٦)

یعنی، اہلِ بدعت (بد مذہب) جس اَمر کا التزام کریں اُس میں اُن کی مخالفت واجب ہے۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

یعنی، اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے مخالفت واجب ہے۔(١٢٧)

١٢٤۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثّانی، الباب الرّابع، فصل فی الإختلاف الخ، ص ٢٨٧

١٢٥۔ نسیم الریاض، القسم الثّانی، الباب الرّابع، ٥/٩٤

١٢٦۔ الشفاء بتعریف حقوق سیدنا المصطفی، القسم الثّانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف الخ، ص ٢٨٧

١٢٧۔ شرح الشفاء، القسم الثّانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف الخ، ٢/١٤٩

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

لا یخفی أن کراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، أیضاً لا مطلقاً بل فی المذموم و فیما قصد به التّشبّه بهم فلا تغفل (١٢٨)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مسلّم ہے نیز مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ مشابہت کا قصد کیا جائے، پس تو غافل نہ ہونا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: و کراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، لکن لا مطلقاً بل فی المذموم، و فیما قصد به التّشبّه بهم کما قدّمه الشارح فی مفسدات الصّلاة (١٢٩)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مُسلّم ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ تشبّہ کا قصد کیا جائے جیسا کہ شارح (علامہ حصکفی) نے پہلے مفسداتِ نماز کے بیان میں ذکر کیا۔

اور ''شرح فقہ اکبر'' میں ہے:

و فی "الخلاصة" أیضاً أن فی "الأجناس" عن أبی حنیفة لا یصلّی علی غیر الأنبیاء و الملائکة و من صلّی علی غیرها لا علی وجه التبعیة فهو غالٍ من الشّیعة التی نسمّیها الرّوافض (١٣٠)

یعنی، ''خلاصہ'' میں ''اجناس'' سے ہے کہ امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے سوا کسی پر ''صلاۃ'' نہیں کہی جاتی اور جو اُن کے غیر پر

١٢٨۔ روح المعانی، سورة الأحزاب، الآیة: ٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٩

١٢٩۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ١٠/٥١٩

١٣٠۔ بحواله شرح فقه اکبر، ص ٢٠٤

بالاستقلال وہ لوگ ''صلاۃ'' کہتے ہیں وہ غالی شیعہ ہیں جنہیں ہم روافض کہتے ہیں ۔(۱۳۱)

آخری بات

غیر انبیاء وملائکہ کے لئے انفراداً ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کہنا علماء کرام نے مکروہ تنزیہی لکھا ہے مگر جب اُن کی اس بات کو دیکھا جائے کہ یہ اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی اور ملا علی قاری حنفی وغیرہما نے لکھا تو اس سے اجتناب مؤکّد ہو جاتا ہے اگر فقہاء کرام میں سے اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو اُن کے استعمال میں اہلِ بدعت سے تشبہ مقصود نہیں ہوتا، نہ ہی اُن سے اِس کا گمان کیا جا سکتا ہے مگر اُن کے اِس فعل سے عوام الناس کو اِس کی ترغیب ملتی ہے ۔اس لئے انہیں چاہئے کہ عوام میں اس کی ترغیب کو روکنے کے لئے حُسنِ تدبیر سے کام لیں ۔

اور پھر فقہاء کرام کا یہ قول کہ اہلِ بدعت کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے، اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس فعل سے اشد اجتناب کیا جائے، مگر ہم وہی بات کہیں جو ہمارے اسلاف کے اقوال سے بالاتفاق مستفاد ہوتی ہے کہ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے بالاستقلال نہ ''صلاۃ'' کہنی چاہئے اور نہ ہی ''سلام'' ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۳۱۔ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام للاویسی، ص ۱۸

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے خاص ہے یا دیگر محدّثین کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام اور اولیاء عظام کے لئے بھی کہا اور لکھا جا سکتا ہے کیا کسی محدث یا فقیہ نے کسی غیر صحابی کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: تابعین یا بعد کے علماء دین کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کہا جائے تو بھی جائز ہے ''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص نہیں، صحابہ کرام کے غیر تابعین عظام، علماء وصلحاءِ اُمت کے لئے بھی کہا جا سکتا ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن کریم سے تائید

قرآن کریم سے بھی اِس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے، پارہ تیس ''سورۃ البینۃ'' میں ہے:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ (۱)

''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈریں''۔

جیسا کہ ''تفسیر مدارک'' میں ہے ﴿ذٰلِکَ﴾ ای الرضا ﴿لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں

۱۔ البينة: ۹۸/۸

۲۔ تفسير النسفي، سورة البينة ۲/۴/۳۷۱

ربّ کی خشیت ہو۔

اور ربّ کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"هذه الأية إذا ضمّ إليها آية أخرى صارالمجموع دليلاً على فضل العلم والعلماء، وذلك لأنه تعالىٰ قال: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٣) فدلّت هذه الأية على أن العالم يكون صاحب الخشية" (٤)

یعنی، اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اُس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

تو اِس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔

اور "تفسیر روح البیان" میں اس آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ کے تحت ہے:

"ذٰلك الخشية التي هي من خصائص العلماء بشؤون اللّٰه تعالىٰ مناط لجميع الكمالات العلمية والعلمية المستبعة للسعادات الدينية والدنيوية قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٥)

یعنی، خشیت الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کو خاصہ ہے، اِسی پر تمام کمالاتِ علمیہ و عملیہ کا دارومدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

خاصہ یہ ہوا کہ "رضی اللہ عنہم" و "رضوا عنہ" اس کے لئے ہے جسے خشیت الٰہی

٣۔ فاطر:٣٥/٢٨

٤۔ التفسير الكبير للرّازي، سورة البيّنة، الآية:٨، ٢٥٢/٣٢/١١

٥۔ فاطر:٣٥/٢٨، تفسير روح البيان، سورة (٩٨) البيّنة الآية: ٨، ٥٨٩/١٠

ہو اور خشیت الٰہی خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ "رضی الله عنهم" و "رضوا عنه" خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، یعنی جلیل القدر علماء و مشائخ کے لئے (٦) نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیت الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

اور "تفسیر خازن" (٧) و "تفسیر معالم التنزیل" (٨) میں ہے:

"قال الشعبي: إنما العَالِمُ مَن خَشِيَ اللّٰه عزّوجلّ"

یعنی، امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزّ وجلّ کی خشیت حاصل ہو۔

اور اِسی میں ہے:

"قال الرَّبِيعُ بنُ أنسٍ: مَنْ لَمْ يَخْشَ اللّٰهَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ" (٩)

یعنی، امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیتِ الٰہی حاصل نہ وہ عالم نہیں۔

٦۔ اس لئے جلیل القدر علماء و مشائخ کے علاوہ دوسروں کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے سے اجتناب برتنا چاہئے اور خصوصاً ایسے لوگوں کے لئے ہرگز ہرگز اس کا استعمال ممنوع اور اشد ممنوع حرام ہوگا کہ جو بدمذہب و بدعقیدہ تھے اور اُن کی بدعقیدگی حدِ کفر کو پہنچی ہوئی تھی اور علماء عرب و عجم نے اُن کی عبارات کے کفریہ ہونے پر اتفاق کیا تھا، ایسے لوگ اگر اُن کی بدعقیدگی پر مطلع ہو کر اُن کے لئے "رضی" یا "رحم" کے کلمات کہیں گے تو کہنے والوں کا اپنا ایمان چلا جائے گا پھر اگر وہ شادی شدہ ہیں تو نکاح بھی اور اگر کسی جامع شرائط سے بیعت ہوں گی تو بیعت بھی اور اُن پر توبہ کے بعد تجدیدِ ایمان نئے مہر کے ساتھ تجدیدِ نکاح اور تجدیدِ بیعت لازم ہوں گے، میں نے یہ اس لئے لکھا کہ ابھی یہ تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ "دارالافتاء" میں میرے پاس پنجاب سے ایک استفتاء آیا جس میں اس طرح کے کلمات مذکور تھے۔

٧۔ تفسير خازن، سورة فاطر، الآية:٢٨، ٤٥٦/٣

٨۔ تفسير البغوي، سوره فاطر، الآية: ٢٨، ٤٩٢/٣

٩۔ تفسير خازن، سورة فاطر، الآية: ٢٨، ٤٥٦/٣، اور اسی میں ہے کہ قال مقاتل: أشد النّاس خشيةً لِلّٰه أعْلَمُهُمْ بِه (٤٥٦/٣) "یعنی حضرت مقاتل نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی اشد خشیت رکھنے والے وہ ہیں جو اس کی زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں"

ثابت ہوا کہ ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ صرف باعمل علماء ومشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عُرف میں بڑا مؤقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اِسے صحابہ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں، لہٰذا اِسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء ومشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے، جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔ ملخصاً (۱۰)

بعض لوگوں کے قول کی حیثیت

اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ غیر صحابہ کے لئے صرف ’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کہا جائے لیکن صحیح یہی ہے کہ اُن کے لئے بھی ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کہا جا سکتا ہے چنانچہ امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

وأمّا ما قال بعض العلماء: إن قوله: "رضی اللّٰه عنه" مخصوص بالصحابة، ویقال فی غیرهم: "رحمة اللّٰه" فقط، فلیس کما قال: ولا یوافق علیه، (۱۱)

یعنی، اگرچہ بعض علماء نے کہا کہ یہ قول کہ ’’رضی اللہ عنہ‘‘ صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کہا جائے، ایسے نہیں ہے جیسے اِس قائل نے کہا اور اِس قول پر موافقت نہیں کی گئی۔

علامہ سید محمد ابو السعود شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

قال بعضهم: لایجوز بل الرِّضی مخصوص بالصّحابة، ویقال لغیرهم "رحمه اللّٰه" فقط وقال النّووی: الصّحیح وعلیه الجمهور استحبابه (۱۲)

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ (غیر صحابہ کے لئے) جائز نہیں ہے بلکہ

۱۰۔ فتاویٰ فیض الرّسول، کتاب الحظر و الإباحة، ۲/۴۹۴، ۴۹۵

۱۱۔ کتاب الأذکار، کتاب الصّلاة علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم باب الصّلاة علی غیر الأنبیاء فصل: یستحب الترضیٔ الخ ص ۱۵۴، مطبعة دار البیان، دمشق

۱۲۔ فتح المعین کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۳/۵۶۲، مطبوعة مکتبة العجائب لزخر العلوم، کوئٹہ

’’رضی اللہ عنہ‘‘ صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کہا جائے اور امام نووی فرماتے ہیں صحیح یہی ہے کہ جس پر جمہور علماء کرام ہیں وہ یہ کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ (یعنی یہ ترتیب مستحب ہے)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے استاد علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ویقال لغیرهم: رحمه اللّٰه فقط، وقال النّووی هذا غیر صحیح بل الصّحیح الذی علیه الجمهور استحبابه (۱۳)

یعنی، اُن کے غیر کے لئے فقط ’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کہا جائے تو امام نووی نے فرمایا یہ قول صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح وہی ہے کہ جس پر جمہور علماء ہیں وہ یہ کہ یہ (ترتیب) مستحب ہے۔

مستحب ترتیب

علماء کرام نے اِسے مستحب قرار دیا ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ اور اُن کے غیر علماء وصلحاء کے لئے ’’رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ‘‘ کہا جائے، چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد غزی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ، (۱۴) علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ (۱۵) اور علامہ شامی کے استاذ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی (۱۶) لکھتے ہیں:

ویستحب التّرضی للصّحابة والتّرحّم للتّابعین ومن بعدهم من العلماء والعبّاد وسائر الأخیار

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ اور تابعین

۱۳۔ الحدیقة النّدیّة شرح الطّریقة المحمّدیة ۱/۹

۱۴۔ تنویر الأبصار مع شرحه کتاب الخنثی، مسائل شتی ص۷۵۹، مطبعة دار الکتب العلمیة، بیروت الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

۱۵۔ الدّرّ المختار، ص۷۹۹

۱۶۔ الحدیقة النّدیة شرح الطّریقة المحمّدیّة ۱/۹

عظام اور ان کے بعد کے علماء، عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہنا مستحب ہے۔

علامہ محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

وقال في "شرح المقدمة" للقرماني: يستحب التّرضي للصّحابة والتّرحم للتّابعين ولمَن بعد مِن العلماء والعبّاد وسائر الأخيار (١٧)

یعنی ''شرح المقدمہ للقرمانی'' میں فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' تابعین اور اُن کے بعد والے علماء عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہنا مستحب ہے۔

اور علماء کرام نے اِس کے استحباب کی وجہ بیان کی ہے، چنانچہ علامہ ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

والأولىٰ أن يدعوا للصّحابة بالتّرضي، لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرّضى من اللّٰه، ويبالغون في فعل مايرضيه، ويرضون بما لحقهم من الابتلاء من جهة أشدّ الرّضى، وللتّابعين بالرّحمة ولمَن بعدهم بالمغفرة (١٨)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ اور علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ٧٤٣ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری قادری حنفی متوفی ١١٣٨ھ لکھتے ہیں:

ثم الأولىٰ أن يدعوا للصّحابة بالرّضا فيقول: "رضي اللّٰه عنه" لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرّضا من اللّٰه تعالىٰ، ويجتهدون في فعل مايرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهة أشدّالرّضا، فهؤلاء أحق بالرّضا، وغيرهم لايلحق أدناهم، ولوأنفق مِل الأرض ذهباً، وللتّابعين بالرّحمة فيقول: "رحمهم اللّٰه" ولمَن بعدهم بالمغفرة والتّجاوز عنهم لكثرة ذُنوبهم، ولقلّة

١٧۔ فتح المعين، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ٥٦٢/٣

١٨۔ فتح المعين، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ٥٦٢/٣

اهتمامهم بالأمور الدّينيّة۔ واللفظ للزيلعي (١٩)

یعنی، پھر اَولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ''رضی'' کے ساتھ دعا کرے پس کہے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں مبالغہ کیا کرتے تھے اور ہر اُس کام کے کرنے میں مبالغہ کرتے تھے کہ جس سے وہ باری تعالیٰ اُن سے راضی ہو جائے اور وہ اللہ عزّ وجلّ کی جناب سے لاحق ہونے والی آزمائش پر اللہ کی رضا کے ساتھ راضی ہو جائے، تو وہ ''رضی اللہ عنہ'' (کہے جانے) کے زیادہ حقدار ہیں اور اُن سے کم درجہ والا اُن کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا اگر چہ زمین بھر سونا خیرات کر دے اور تابعین کے لئے ''رحمت'' کے ساتھ دعا کرے اور جو اُن کے بعد ہوئے اُن کے لئے کثرتِ ذُنوب اور اُمورِ دینیہ میں قِلّتِ اہتمام کی بنا پر اُن کے لئے مغفرت وتجاوز کی دعا کی جائے۔

اور اِس ترتیب کے استحباب پر دلائل کثیر ہیں چنانچہ امام ابو زکریا یحیی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دلائله أكثر مِن أن تحصر (٢٠)

یعنی، اس کے دلائل شمار سے باہر ہیں۔

اس ترتیب کا عکس

اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ اِس ترتیب کا عکس بھی جائز ہے چنانچہ علامہ تمرتاشی لکھتے ہیں:

وكذا يجوز عكسه على الرّاجح (٢١)

١٩۔ تبيين الحقائق، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ٣٦١/٩، مطبعة دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م، تكملة البحر الرائق، كتاب الخنثىٰ مسائل شتى، ٤٦٨/٧

٢٠۔ كتاب الأذكار ص ١٥٤

أيضاً الحديقة النّدية شرح الطّريقة المحمّديّة ٩/١

أيضاً فتح المعين على شرح الكنز لملاّ مسكين، ٥٦٢/٣

٢١۔ تنوير الأبصار مع شرحه، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ص ٧٥٩

یعنی، اِسی طرح راجح قول کے مطابق اِس کا عکس (یعنی اُلٹ) جائز ہے۔

اور اِس کے تحت علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں کہ:

التّرحم للصّحابة، والتّرضی للتّابعین، ومَن بعدهم (۲۲)

یعنی، عکس یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ترحّم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور تابعین اور اُن کے بعد والوں کے (علماء و صلحاء) لئے ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنا۔

اور لکھتے ہیں کہ:

قوله: "علی الرّاجح" ذکره القرمانی (۲۳)

یعنی، علامہ تمرتاشی کا قول کہ ''راجح قول کے مطابق'' اِسے علامہ قرمانی نے ذکر کیا ہے۔

یہی قول راجح ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب کا اُلٹ بھی جائز ہے اور علماء کرام لکھتے ہیں کہ ترحّم، و ترضی کا استعمال بلا تخصیص جائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبرّ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

والذی اختاروا فی هذا الباب أن یقال: اللهم ارحم فلاناً واغفرله، ورَحِم الله فلاناً، غفرلهٗ، ورَضِی عنه ونحو هذا من الدّعاء له والتّرحّم علیه (۲٤)

یعنی، وہ جسے علماء کرام نے اِس باب میں اختیار کیا وہ یہ ہے کہ کہا جائے ۔ اللهم ارحم فلاناً، اللّٰهم اغفرله، رَحِم الله فلاناً، غفرالله له، رَضِیَ اللّٰهُ عنه، اور اِسی کی مثل اُس کے لئے دعا اور اُس پر ترحّم۔

۲۲۔ الدّرّالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی ص۷۵۹

۲۳۔ الدّرّالمختار شرح تنویر الأبصار، ص۷۵۹

۲٤۔ الإستذکار، کتاب قصر الصّلاة فی السّفر، باب ماجاء فی الصّلاة علی النّبیّ ﷺ ۲۰۳۶۸/۲۲٤/۳، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

اور امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی نقل کرتے ہیں کہ:

ویذکر من سواهم من الأئمّة وغیرهم بالغُفران والرِّضَی کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿**یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ**﴾ (۲٥) وقال تعالیٰ: ﴿**وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ**﴾ (۲٦)

یعنی، ان کے سوا اور ائمہ وغیرہم کے ساتھ ''غفر'' اور ''رضی'' کا لفظ ذکر کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ اُن سے راضی''۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و یخصّ غیرهم من المؤمنین بالدّعا بالرّضا و المغفرة، و الرّحمة، و کذا ذکرهم اللّٰه تعالیٰ، فقال: ﴿**وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ**﴾ (۲۷) ﴿**رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ**﴾ (۲۸) ﴿**رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ**﴾ (۲۹) ﴿**وَ اغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا**﴾ (۳۰) و ﴿**وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا**﴾ (۳۱)، و لأن

۲٥۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۲٦۔ التوبة: ۱۰۰/۹، الشفاء بتعریف حقوق سیّدنا المصطفی ﷺ، القسم الثّانی، الباب الرّابع فی حکم الصّلاة، فصل فی الاختلاف الخ، ص۲۸۷

۲۷۔ المائدة: ۱۱۹/۵ و التوبة: ۱۰۰/۹

۲۸۔ الفتح: ۱۸/٤۸

۲۹۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۳۰۔ البقرہ: ۲۸٦/۲

۳۱۔ المؤمن: ۷/٤۰

مثل هذا هو المعروف من عمل الصّحابة و الصّدر الأوّل (٣٢)

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے غیر مؤمنین کو، رضا، مغفرت اور رحمت کی دعا سے خاص کیا جائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر فرمایا، پس فرمایا: "اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی"۔ "اللہ راضی ہو ایمان والوں سے"۔ "اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے"۔ "ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر"۔ "اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں"

اس لئے بعض علماء نے ترضی، ترحم دونوں کے بلا تخصیص استعمال کو صحابہ و غیر صحابہ سب کے لئے مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

يستحب التّرضي والتّرحم على الصّحابة والتّابعين فمن بعدهم من العلماء وسائر الأخيار فيقال: رضي الله عنه، أو رحمه الله، ونحو ذلك (٣٣)

یعنی "ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا) اور ترحم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنا) صحابہ، وتابعین اور جو اُن کے بعد علماء اور تمام اخیار میں سے ہوئے سب کے لئے مستحب ہے۔

محدّثین وفقہاء وعلماء کا عمل

اور جب مُحدِّثین کرام، فقہاء کرام اور علماء عظام کی کُتُب کو دیکھا جائے تو اُن کی عبارت میں بکثرت ملے گا کہ انہوں نے غیر صحابہ کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے اُن

٣٢۔ إكمال المعلم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التشهد برقم: ٧٠ (٤٠٨)، ٢/٣٠٥

٣٣۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ باب الصّلاة على غير الأنبياء الخ، فصل: يستحب التّرضي الخ، ص ١٥٤

میں سے چند فقہاء ومحدِّثین اور اُن کی کُتُب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن میں انہوں نے غیر صحابہ کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔

امام المحدِّثین امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی "صحیح" میں حضرت اویس قرنی کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔(٣٤)

اور مُحدِّث کبیر حضرت شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی بخاری نے اپنی مشہور کتاب "اشعۃ اللمعات" میں حضرت اویس قرنی کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔(٣٥) اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں ہیں مگر ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے۔ اور نبی ﷺ نے آپ کو "خیر التابعین" فرمایا ہے کہ "صحیح مسلم" (٣٦) میں ہے۔

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی نہیں ہیں اور ایسے تابعی (٣٧)

٣٤۔ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة باب فضائل أُويس القرني رضي الله عنه، برقم: ١٠١/٥٥، ص ١٢٢٨

٣٥۔ أشعة اللّمعات، كتاب الفتن، باب ذكر الشام وذكر أويس القرني، الفصل الأول، ٤/٧٤٣

٣٦۔ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أُويس القرني، برقم: ٢٢٤/٦٥٨٣ـ (٢٥٤٢)، ص ١٢٢٨

٣٧۔ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا اور ان صحابہ سے ملاقات کا بھی انکار کیا کہ جن سے ملاقات ثابت ہے وہ بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو مانتے ہیں اور حافظ ولی الدین عراقی سے امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور تابعی ہونے کے لئے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل کر لینا ہی کافی ہے (تبييض الصحيفة، ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص ٢٤، ٢٥) اور ملا علی قاری نے بھی حافظ ولی الدین عراقی کے قول کو نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حافظ عراقی نے حدیث شریف طوبی لمن رآنی الخ سے استدلال کیا (شرح شرح نخبة الفكر، التابعي، ص ١٨٥) اور جسے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے وہ تابعی کیسے نہیں ہو سکتا حالانکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے "بے شک خیر التابعین وہ شخص ہے جسے اویس کہا جائے گا اور ان کی والدہ (حیات) ہوں گی"۔ الحدیث (رواه مسلم في فضائل الصحابة، باب من فضائل أُويس القرني رضي الله عنه، برقم: ٢٢٣/٦٥٨٢ (٢٥٤٢)، ص ١٢٢٨) تو حضور ﷺ نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کو خیر التابعین قرار دیا حالانکہ صحابہ کرام کی

ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے(۳۸) اُن کو خاتم المحققین حضرت علامہ سید محمد امین ابن عابد شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے ''رد المحتار'' میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۳۹) اور علامہ شامی نے اپنی اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت امام شافعی(۴۰) کو ''رضی اللہ تعالیٰ

زیارت کے علاوہ کوئی شئے آپ سے معروف نہیں یعنی کسی صحابی سے آپ کی کوئی روایت معروف نہیں ہے، صرف صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جانا ہی بہت بڑا فضل ہے اگرچہ وہ صحابی سے کچھ نہ سُنے کیونکہ امام طبرانی نے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِیْ، وَ طُوْبٰی لِمَنْ رَأٰی مَنْ رَآنِیْ" الحديث (مجمع الزوائد كتاب المناقب، باب فيمن رأى النبي ﷺ رآهم برقم: ١٦٤١٧، ٥٥١/٩) یعنی، خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے اُسے دیکھا جسے میں نے دیکھا"۔ اور امام نووی شافعی نے تابعی کی تعریف میں فرمایا کہ "کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی صحبت حاصل ہو اور کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی ملاقات کا شرف حاصل ہو اور یہی قول اظہر ہے۔ (تقريب النووي مع شرحه، النوع الأربعون، ٢٠٦/٢) اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اپنی مشہور کتاب "شرح نخبۃ الفکر" میں اسی قول کو مختار قرار دیا کہ "کسی شخص کے تابعی ہونے کے لئے صحابی کی رویت (زیارت) کافی ہے۔ (شرح نخبة الفكر، التابعي، ص ١٠٢) اور امام سیوطی لکھتے ہیں قال العراقي: و عليه عمل أكثر أهل الحديث (تدريب الراوي، النوع الأربعون، ٢٠٦/٢)

۳۸۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے امام ابو حنیفہ نے جن صحابہ سے حدیث روایت کی اُن کے بیان میں ایک جز تالیف فرمایا اور اس میں ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور وہ (۱) انس بن مالک (۲) عبداللہ بن جز ء زبیدی، (۳) جابر بن عبداللہ، (۴) معقل بن یسار (۵) واثلہ بن اسقع، (۶) عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم (تبييض الصحيفة ، ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص ٢٢، ٢٣) یہاں پر سات کا ذکر کیا اور چھ کے اسماء بیان کئے گئے اور امام سیوطی نے نے عبداللہ بن ابی اوفی اور عبداللہ بن اُنیس کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ٢٤)

۳۹۔ مفتی جلال الدین امجدی نے اپنے فتاویٰ میں "رد المحتار" مطبوعہ دیوبند کے حوالے سے لکھا کہ علامہ شامی نے امام اعظم کو صرف پہلی جلد (ص ٣٥، ٣٦، ٣٧، ٣٨) میں کل چھ جگہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھا ہے۔ (فتاویٰ فيض الرسول، كتاب الحظر و الإباحة ٤٩٢/٢)

۴۰۔ ردّالمحتار على الدُّرّالمختار، المقدمة مطلب: يجوز تقليد المفضول الخ، ١٣٥/١، ١٣٦

عنہ'' لکھا ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، (۴۱) حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔

اور علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے اپنی مشہور کتاب ''درمختار'' میں حضرت امام ابو حنیفہ (۴۲) اور امام شافعی (۴۳) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک (۴۴) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی نہ تھے کہ اِن میں سے صرف امام ابو حنیفہ تابعی تھے، باقی دونوں تابعی بھی نہ تھے اور عبداللہ بن مبارک کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے(۴۵)

شارح صحیح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی حنفی نے ''صحیح بخاری'' کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں امام اعظم امام ابو حنیفہ کو (۴۶) اور امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۴۷)

اور سید العلماء سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اپنی مشہور تصنیف ''حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح'' میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۴۸)

٤١۔ ردالمحتار، المقدمة مطلب، يجوز تقليد المفضول الخ ١٣١/١، مطبعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ۔ ٢٠٠٠م

٤٢۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، مقدمة ص ١٤

٤٣۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، مقدمة، ص ١٥

٤٤۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، مقدمة ص ١٤

٤٥۔ التفسير الكبير للرازي، ٣٨٢/٦

٤٦۔ عمدة القاري، مقدّمه باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، بيان اللّغة، تحت قوله: "وقول الله تعالىٰ" ١٥/١

٤٧۔ عمدة القاري، مقدّمه، باب كيف كان بدء الوحي الخ، بيان نوع الحديث ص ٢٢/١

٤٨۔ حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح خطبة الكتاب، ص١٧، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت۔ أيضاً ص ١١، مطبوعة: قسطنطنية و قديمي كتب خانه كراتشي

اور امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' حضرت امام شافعی(۴۹) کو، امام ابو حنیفہ کو اور امام مالک بن دینار کو(۵۰) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرات'' میں امام مالک کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۵۱)

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ ''فتح الباری'' (۵۲) میں امام بخاری کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اِسی کتاب میں حضرت امام شافعی کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا۔(۵۳)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے ''تبییض الصحیفہ'' میں امام ابو حنیفہ کو ''رضی اللہ عنہ'' لکھا(۵۴) اور اسی کتاب میں امام شافعی(۵۵) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

اور شارح صحیح مسلم امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے ''شرح صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں حضرت امام مسلم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا(۵۶) اور امام ابو

۴۹۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الأول فی فضیلة الأوراد، بیان أعداد الأوراد الخ، ۱۷/۲، و بیان اختلاف الأوراد الخ، ۲۹/۲، و الباب الثّانی فی الأسباب المیسرة الخ، ۳۷/۲

۵۰۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الثّانی فی الأسباب المیسرة الخ، فضیلة قیام اللیل، ۳۷/۲

۵۱۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات، ص ۱۱، مکتبه ومطبة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطبعة الثانیة ۱۳۷۷ھـ ۱۹۵۸م

۵۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ھدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الأول، ۷/۱

۵۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ھدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الثانی، ۱۵/۱۔ و طبع السلفیة، ۶/۱

۵۴۔ تبییض الصّحیفه ص۱۷، مطبعه ادارة القرآن دار العلوم الإسلامیه الطبعة الثانیة ۱۴۱۸ھ

۵۵۔ تبییض الصّحیفة سنة ولادة أبی حنیفة الخ، ص ۱۲۵

۵۶۔ شرح صحیح مسلم مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۴/۱/۱، ۱۸ و فصل، ۱۹/۱/۱

عبد اللہ محمد بن الفضل الفراوی کو(۵۷)، اِسی طرح حافظ ابو القاسم دمشقی المعروف با بن عساکر کو(۵۸) اور امام ابو عمرو بن الصلاح کو(۵۹) میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے، جن کی ولادت ۵۷۷ھ میں ہوئی۔ اور ''کتاب الأذکار'' میں حضرت ابو علی فضیل بن عیاض کو(۶۰) اور حضرت ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری کو، حضرت ابو علی دقاق کو(۶۱) اور حضرت شیخ ابو بکر احمد بن محمد کو(۶۲) اور امام بخاری اور امام مسلم کو(۶۳) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن میں سے کوئی بھی صحابی نہیں ہے، اور محدّثِ کبیر حضرت شیخ عبد الحق دہلوی بخاری نے ''أشعة اللمعات'' میں حضرت امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۴) اور اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت شیخ محقق نے امام بخاری کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۶۵)

اور حدیث کی مشہور کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاحبِ مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا(۶۶) جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ اُن کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری نے اپنی مشہور تصنیف ''نسیم الریاض'' میں حضرت علامہ قاضی عیاض کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۷) اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے

۵۷۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۵/۱/۱

۵۸۔ شرح صحیح مسلم، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۵/۱/۱

۵۹۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۹/۱/۱

۶۰۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۲۴، مطبوعة دار البیان، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھـ ۲۰۰۳م

۶۱۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۲۵

۶۲۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۳۲

۶۳۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۳۴

۶۴۔ اشعة اللمعات مقدمه در احوالِ محدّثین، ۱۶/۱۰

۶۵۔ أشعة اللمعات، مقدمه در احوالِ مُحدّثین، ۹/۱

۶۶۔ مشکاة المصابیح، مقدمة المؤلّف، ۱۔۲۰/۲

۶۷۔ نسیم الرّیاض، مقدمة کتاب الشفاء، ۱۶/۱

چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ اُن کا انتقال ۵۶۱ھ میں ہوا۔

اور سیدالمحققین حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی بخاری نے ''اشعۃ اللمعات'' میں اور ''اخبار الاخیار'' میں کُل پندرہ مقامات پر حضور غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے،(۶۸) جن کی ولادت ۴۷۰ھ اور بقول بعض ۴۷۱ھ میں ہوئی۔

اور امام المحدّثین ملا علی قاری نے ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین'' لکھا ہے،(۶۹) حالانکہ اُن میں سے کوئی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی نے اپنی ''تفسیر'' میں حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دردیر، علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی امام ابوالحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نورالدین علی شبراملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجہوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی اِن تمام علماء کو ''رضی اللہ عنہم'' لکھا ہے،(۷۰) جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور حضرت علامہ ابوالحسن نورالملّۃ والدّین علی بن یوسف شطنوفی نے اپنی مشہور تصنیف ''بہجۃ الاسرار'' میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے اور ''ہدایہ'' میں صاحبِ ہدایہ کو اُن کے شاگردنے کئی مقام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔(۷۱)

۶۸۔ اخبار الأخیار، ص۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲٤، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱٤

۶۹۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، خطبۃ الکتاب، ۸۱/۱

۷۰۔ حاشیۃ العلّامۃ الصّاوی علی تفسیر الجلالین، ۳۳/۱

۷۱۔ جیسے "الھدایۃ" کے کتاب الصلاۃ کے باب المواقیت (۱۔۲/٤۸) میں، اور اِسی باب کی "فصل فی الأوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ" (۱۔۲/۵۰) میں اور باب الأذان، (۱۔۲/۵۳) میں ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرّات'' میں صاحب دلائل الخیرات امام ابوعبداللہ محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (۷۲) حالانکہ امام جزولی صحابی نہیں کہ آپ کا وصال سولہ ربیع الأول ۸۷۰ھ کو ہوا۔

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں: یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو ''رضی اللہ عنہ'' کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی ''رضی اللہ عنہما'' لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۳۸ پر ہے، مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب ''رضی اللہ عنہما'' چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔(۷۳)

اِن تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ اُن کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہرگز نہیں لکھتے۔

و اللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۷۲۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات، ص۳-٤،۵،مطبوعہ: شرکۃ، مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی و أولادہ بمصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۷ھ۔۱۹۵۷م

۷۳۔ فتاویٰ فیض الرّسول، کتاب الحظر و الإباحۃ، ٤۹۲/۲

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایسے صحابہ کا ذکر ہو کہ جن کے والد بھی صحابی رسول تو اُن کے نام کو جب والد کے نام کے ساتھ یعنی صحابی بن صحابی لکھا جائے جیسے عبداللہ بن عمر یا صرف ابن عمر لکھا جائے تو اُن کے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا کافی ہوگا یا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا ہوگا۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب صحابی بن صحابی مذکور ہو یا صرف ابن صحابی ہو دونوں صورتوں میں اُن کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا چاہئے تا کہ ''ترضّی'' دونوں کو شامل ہو جائے۔ چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٩٧٦ھ لکھتے ہیں:

فإن كان المذكور صحابياً ابن صحابيٍ قال: ابن عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما و كذا ابن عباس، وابن الزبير، وابن جعفر وأسامة بن زيد ونحوهم، ليشمله وأباه جميعاً (١)

یعنی، میں اگر مذکور صحابی ابن صحابی ہو، کہے ابن عمر رضی اللہ عنہما، او راسی طرح ابن عباس، ابن الزبیر، ابن جعفر، او راسامہ بن زید اوران کی مثل (کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا جائے) تا کہ رضی اللہ عنہ کہنا انہیں او راُن کے والد سب کو شامل ہو جائے۔

وَ اللّٰه تعالىٰ أعلم بالصواب

١۔ الأذكار، كتاب الصلوٰة على رسول اللّٰه تعالىٰ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ، فصل يستحب الترضى الخ ص١٥٢، مطبعه مكتبه دارالبيان، دمشق الطبعة الثالثة ١٤٢٤هـ۔٢٠٠٣م

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے رضی اللہ عنہا یا علیہا السلام اسی طرح وازواج انبیاء علیہم السلام کہ جن کا اہل ایمان ہونا معلوم ہے اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے، اسی طرح حضرت لقمان اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علماءِ کرام نے لکھا ہے راجح قول یہ ہے کہ حضرت لقمان اور ذوالقرنین نبی نہیں تھے اسی طرح حضرت مریم کے بارے میں بھی علماءِ کرام کا یہی قول ہے۔ جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے اُن کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ اُن کے اسماء کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' استعمال کیا جائے، چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

فإن قيل: إذا ذكر لقمان ومريم هل يُصلّى عليهما كالأنبياء، أم يترضّى كالصحابة والأولياء، أم يقول عليهما السلام فالجواب: أن الجماهير من العلماء علىٰ أنهما ليسا نبيين، وقد شذّ من قال: نبيّان ولاالتفات إليه، ولا تعريج عليه، وقد أوضحتُ ذٰلك فى كتاب "تهذيب الأسماء واللّغات" فإذا عرفتَ ذٰلك، فقد قال بعض العلماء كلاماً يفهم منه أنه يقول: قال لقمان أومريم صلى اللّٰه على الأنبياء وعليه أو عليها وَسلّم، قال لأنها ترتفعان عن حال من يقال: رضى اللّٰه عنه، لما فى القران العزيز مما يرفعهما، والذى أراه أن هذا لابأس به، وأن الأرجح أن يقال: رضى اللّٰه

عنه، أوعنها، لأن هذا مرتبة غير الأنبياء ولم يثبت كونهما نبيّين، وقد قال أمام الحرمين إجماع العلماء على أن مريم ليست نبيّة ذكره فى "الإرشاد" ولو قال: عليه السلام، أو عليها، فالظاهر أنه لابأس به، والله أعلم، ولاحول ولاقوة إلا بالله العليّ العظيم (١)

یعنی پس اگر کہا گیا کہ جب حضرت لقمان اور حضرت مریم کا ذکر کیا گیا تو کیا اُن پر انبیاء علیہم السلام کی طرح درود پڑھا جائے یا صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی طرح رضی اللہ عنہ یا رحمہ اللہ علیہ کہا جائے یا علیہما السلام کہا جائے۔ بے شک جمہور علماء اِس پر ہیں کہ دونوں نبی نہیں تھے، اور اُس کا قول شاذ ہے کہ جس نے کہا نبی ہیں، اور اُس شاذ قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس پر تعریج ہے، اور میں نے اسے اپنی کتاب ''تہذیب الأسماء واللغات'' میں واضح کر دیا ہے، پس جب تو نے یہ پہچان لیا تو بعض علماء نے کلام کیا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے لقمان یا مریم صلی اللہ علی الانبیاء علیہ اوعلیہا وسلّم، کہا کہ یہ دونوں اُن کے حال سے مرتفع ہیں کہ جن کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں وہ مذکور ہے جو اُن کو بلند کرتا ہے، اور زیادہ راجح یہ ہے کہ اُن کے لئے کہا جائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیونکہ یہ غیر انبیاء کا مرتبہ ہے اور ان کا نبی ہونا ثابت نہیں ہے اور امام الحرمین نے فرمایا کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں ہیں، اُسے انہوں نے ''الأرشاد'' میں ذکر کیا ہے اور ان کو اگر علیہ السلام یا علیہا السلام کہے تو ظاہر ہے کہ اِس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ولاحول

١۔ كتاب الأذكار الكتاب الصلاة على رسول الله ﷺ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ فصل، ص ١٥٤ مطبوعة دارالبيان دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ ٢٠٠٣م

ولاقوة الا بالله العلى العظيم

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وكذا من اختلف فى نبوّته كذى القرنين ولقمان، وقيل يقال: صلى الله على الأنبياء وعليه وسلم كما فى "شرح المقدمة" للقرمانى (٢)

یعنی اسی طرح (ترضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اِس کے لئے) کہ جس کی نبوّت میں اختلاف کیا گیا جیسے حضرت ذوالقرنین اور حضرت لقمان اور کہا گیا کہ یوں کہا جائے صلّى الله على الأنبياء وعليه وسلّم جیسا کہ ''شرح المقدمۃ'' للقرمانی میں ہے۔

اس صیغہ سے ''صلاۃ وسلام'' کا حکم اِس لئے دیا گیا تا کہ اُن پر ''صلاۃ وسلام'' تبعاً ہو جائے اور تبعاً صلاۃ وسلام پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أى لتكون الصّلاة عليه تبعاً فيكون ممّا لا اختلاف فيه (٣)

یعنی تا کہ اس پر صلاۃ تبعاً ہو جائے پس وہ اس میں سے ہو جائے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر کوئی اُن کے لئے کہ جن کا نبی ہونے میں اختلاف ہے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام بول دے تو اُس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ اُن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وظاهر قول المتن: "ولايصلى على غير الأنبياء والملائكة"

٢۔ الدّرّالمختار كتاب الخنثى، مسائل شتى ص٧٥٩ مطبعه دارالكتب العلميه، بيروت الطبعة الاولىٰ ١٤٢٣هـ

٣۔ ردالمحتار كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى الطبعة الاولىٰ ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠ مطبعه دارالمعرفة بيروت

وكذا كلام القاضي عياض السابق أنه لايدعى له بالصّلاة، لكنه ينبغي عدم الإثم به لشبهة الاختلاف (٤)

یعنی دورمتن (یعنی تنویر الابصار) کا ظاہر قول کہ ''غیر انبیاء، ملائکہ پر (بالاستقلال) درود نہ پڑھا جائے'' اور اسی طرح قاضی عیاض کا کلام جو سابق میں گذرا کہ اُن کے لئے (یعنی جن کی نبوت میں اختلاف) صلاۃ کے ساتھ دعا نہ کی جائے لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو چاہیئے کہ شبہ اختلاف کی وجہ سے اس سے گناہ نہ ہوتا۔

یاد رہے کہ حضرت مریم کے غیر نبیہ ہونے پر اجماع منعقد ہے جیسا کہ امام نووی نے امام الحرمین سے نقل کیا ہے لہٰذا اُن کو بالاستقلال صلاۃ وسلام کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے بلکہ ترضی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

وَ اللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

٤۔ ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى ١٠/ ٥٢٠، مطبعه دارالمعرفه بيروت

مآخذ ومراجع

۱۔ **الإحْسَان بِتَرْتِيْب صَحِيْح ابن حبان**، رتّبه الأمير علاؤالدين على بن بلبان الفاسي (ت٧٣٩ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطَبعة الثّانيّة ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٤م.

۲۔ **اخبار الأخيار**، للشّيخ المحقّق، الشّيخ عبدالحق بن سيف الدّين المحدّث الدّهلوى الحنفي (ت ١٠٥٢ھ)، كتب خانه رحيميه، ديوبند.

۳۔ **إرشاد العقل السّليم** إلى مزايا الكتاب الكريم= تفسير أبي سعود

۴۔ **أشِعَّةُ اللُّمْعَات**. للدّهلوى، الشّيخ عبد الحق بن سيف الدّين المحدّث (ت ١٠٥٢ھ)، المكتبة النُّورية الرّضوية، سكهر، باكستان ١٩٧٦ء۔

۵۔ **الأستذكار**، لابن عبدالبرّ، الحافظ يوسف بن عبدالله بن محمد القرطبي (ت٤٦٣ھ)، تعليق سالم محمد عطا وغيره، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠٠

۶۔ **إكمال إكمال المُعلّم**. لأبي، الإمام محمد بن خليفة الوشتاني المالكي، (ت٨٢٨ھ)، ضبطه محمد سالم هاشم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥ھ،١٩٩٤م

۷۔ **إكمال المُعلم** بفوائد المسلم، للإمام الحافظ أبي الفضل عياض بن موسىٰ اليحصبي، (ت٥٤٤ھ)، تحقيق الدّكتور يحىٰ إسماعيل، دارالوفاء، المنصورة، الطَبعة الأولى ١٤١٩ھ، ١٩٩٨م

☆ **أنوار التنزيل وأسرار التأويل** =تفسير البيضاوى

۸۔ **بريقة محمودية** في شرح طريقة محمديّة، للعَلامة أبي سعيد الخادمي، (فرغ من تأليفه في ١١٦٨ھ)، دارالإشاعت العربية، كوئتة

۹۔ **تبييض الصحيفة** بمناقب الإمام أبي حنيفة، للسيوطي، الإمام جلال الدين عبدالرّحمٰن الشافعي، (ت ٩١١ھ)، تعليق محمد عاشق الٰهى البرني، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ

١٠۔ **التّبيين**. للفارابی، العلّامة قوام الدّين أمير كاتب بن أمير عمر الإتقانی الحنفی (ت٧٥٨ھ)، وزارة الأوقاف، الكويت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩م

١١۔ **تبيين الحقائق** (شرح كنزالدقائق) للزيلعی، الإمام علی بن عثمان الحنفی (ت٧٤٣ھ) دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ، ٢٠٠٠م

١٢۔ **تدريب الرّاوی** (فی شرح تقريب النّواوی)، للسّيوطی، الحافظ جلال الدّين عبدالرّحمٰن بن أبی بكر الشّافعی (ت٩١١ھ)، تحقيق الدّكتور أحمد عمر هاشم، دارالكتب العربی، بيروت، ١٤١٩ھ، ١٩٩٩م

١٣۔ **تفسير ابن عاشور**، للشيخ محمد طاهر ابن عاشور، مؤسسة التاريخ ،بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ، ٢٠٠٠م

١٤۔ **تفسيرُ ابن كَثِيْر** للعلامة عماد الدّين أبی الفداء إسماعيل بن كثير الدّمشقی (ت٧٧٤ھ)، دار الأرقم، بيروت.

١٥۔ **تفسير أبی السعود**، للقاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی (ت٩٨٢ھ)، تعليق الشيخ محمد صبحی حسن حلّاق، دارالكتب، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠١م

☆ **تفسير البغوی** = معالم التّنزيل

١٦۔ **تفسير البيضاوی**، للإمام ناصر الدين أبی الخير عبدالله بن عمر الشيرازی الشافعی، (ت٦٩١ھ)، داراِحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ، ١٩٩٨م

☆ **تفسير التحرير والتنوير** = تفسير ابن عاشور

☆ **تفسير الخازن**= لباب التّأويل فی معانی التّنزيل

١٧۔ **تفسير روح البيان**، للمحقّی العلامة الشيخ إسماعيل البروسی (ت١١٣٧ھ)، تعليق الشيخ أحمد عزّوعناية، دارأحياالتراث العربی، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠١

١٨۔ **تفسير روح المعانی**، للعلامة أبی الفضل شهاب الدين السّيّد محمود الآلوسی البغدادی الحنفی، (ت١٢٧٠ھ)، داراحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩م

١٩۔ **تفسير الخطيب الشربينی**، للأمام محمد بن احمد الخطيب الشّربينی، (ت٩٧٧ھ)، تعليق إبراهيم شمس الدين، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ، ٢٠٠٠م

☆ **تفسير القرآن لإبن كثير**= تفسير ابن كثير

٢٠۔ **تفسيرُ القُرْطبی**. الجَامع لأحكَام الْقران. للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری (٦٦٨ھ)، دار إحياء التّراث العربی بيروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ-١٩٩٥ء.

٢١۔ **التفسير الكبير للرّازی**. الإمام فخرالدّين محمد بن ضياء الدّين عمر الشّافعی (ت٦٠٢ھ)، داراِحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩م

٢٢۔ **تفسِيْرُ المَظْهَری**، للقاضی محمد ثناء اللّٰه العثمانی الحنفی النّقشبندی (ت١١٢٥ھ)، تحقيق محمد عزّوعناية، دار احياء التّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ-٢٠٠٤ء.

٢٣۔ **التفسير المنير** فی العقيدة والشريعة والمنهج، للدكتور وهبة الزّهيلی، دارالفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ھ، ٢٠٠٣م

☆ **تفسير النّسفی**= مدارک التنزيل. حقائق التأويل

٢٤۔ **تقريب النّواوی** (مع شرحه للسّيوطی) للإمام أبی زكريا يحی بن شرف الشّافعی (ت٦٧٦ھ)، تحقيق الدّكتور أحمد عمر هاشم، دارالكتب العربی، بيروت، ١٤١٩ھ، ١٩٩٩م

٢٥۔ **تكملة البحر الرّائق** (شرح الكنز الدقائق)، للعلامة محمد بن حسين بن علی الطّوری القادری الحنفی (ت١١٣٨ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ، ١٩٩٧م

٢٦۔ **التّمهيد** لمافی الموطّا من المعانی والمسانيد لابن عبدالبرّ، الحافظ يوسف بن عبداللّٰه بن محمد القرطبی (ت٤٦٣ھ)، تحقيق محمد عبدالقادر عطاری، دارالكتب العلمية، بيروت،، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ، ١٩٩٩م

٢٧۔ **تنوير الأبصار** وجامع البحار فی فروع فقه الحنفی مع شرحه. للتمرتاشی،

العلامة الشيخ محمد بن عبدالله بن أحمد الغزّي الحنفي (ت٤ ١٠٠ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، البطعة الأولىٰ ١٤٢٣ھ. ٢٠٠٢م)

☆ **الجَامع لأحكام القُران**= تفسيرُ القُرطبي

٢٨ـ **حاشية ابن التمجيد**، للعلامة مصلح الدين مصطفى بن إبراهيم الرومي الحنفي (ت ٨٨٠ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ، ٢٠٠١م

☆ **حاشية ابن عابدين**= ردّالمحتار على الدُّرِّالمختار

٢٩ـ **حاشية الشهاب** على تفسير. البيضاوى، للخفاجي، القاضي شهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الحنفي (ت١٠٦٩ھ)، تخريج، الشيخ عبدالرّزاق المهدى، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤١٧ھ،١٩٩٧م

٣٠ـ **حاشية الطحطاوى** (على مراقي الفلاح)، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوى الحنفي، (ت ١٢٣١ھ)، ضبطه الشيخ محمد عبدالعزيز الخالدى، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ، ١٩٩٧

٣١ـ **حاشية الطحطاوى**، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوى الحنفي، (ت ١٢٣١ھ)، قديمى كتب خانه، كراتشي، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ، ١٩٩٧

٣٢ـ **حاشية العلّامة الصّاوى** على تفسير الجلالين، للعلامة الفقيه أحمد بن محمد الخلوتي المالكي (ت١٢٤١ھ)، داراحياء التراث العربي، بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ، ١٩٩٩م

٣٣ـ **حاشية القونوى** على تفسير الإمام البيضاوى، للعلامة عصام الدين إسماعيل بن محمد الحنفي (ت ١١٩٥ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ، ٢٠٠١م

٣٤ـ **الحديقة النّدية** (شرح الطريقة المحمديّة). للنّابلسي، العلامة عبدالغني الحنفي، هو من أساتذة مفتى محمد أمين الشامي الحنفي (ت١٢٥٢ھ)، مكتبة الفاروقية، بشاور

٣٥ـ **حلبى كبير**، للعلّامة الشيخ إبراهيم الحنفي (ت٩٥٦ھ)، سهيل أكادمي، لاهور

٣٦ـ **الدُّرُّالمختار** (شرح تنوير الأبصار). للحصكفي، العلّامة علاء الدّين محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبدالرحمٰن الحنفي (ت١٠٨٨ھ)، تحقيق عبد المنعم خليل إبراهيم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣ھ. ٢٠٠٢م

٣٧ـ **ردُّالمحتار** على الدُّرّالمختار. لابن عابدين، العلامة السيّد محمد أمين الشامي الحنفي، (ت ١٢٥٢ھ)، تحقيق عبدالمجيد طعمه حلبي، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ، ٢٠٠٠م

٣٨ـ **رمزالحقائق** في شرح كنزالدقائق. للعيني، الإمام بدرالدين أبي محمد محمود الحنفي (ت٨٥٥ھ)، المكتبة النّوريّة الرضوية، سكهر، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٣ھ، ١٩٨٢م

٣٩ـ **سُنَن ابن مَاجَة**، للإمام أبي عبد اللّٰه محمد بن يزيد القَزْويني (ت٢٧٣ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت،الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ- ١٩٩٨ء.

٤٠ـ **سُنَن أبِيْ داوٗد**، للإمام سليمان بن أشعث السّجستاني (ت٢٧٥ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ- ١٩٩٧ء.

٤١ـ **سُنَنُ الدَّارميْ**، للإمام أبِيْ محمد عبداللّٰه بن عبدالرّحمٰن (ت٢٠٠ھ)، تخريج الشّيخ محمد عبدالعزيز الخالدى، دارالكتب العلمية بيروت.

٤٢ـ **السُّنَنُ الكُبْرىٰ**، للبيهقي، الإمام أبي بكر أحمد بن الحسين الشّافعي (ت ٤٥٨ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ ١٩٩٩ء.

٤٣ـ **سُنَنُ النّسائي**، للإمام أبي عبد الرّحمن أحمد بن شعيب الخُرَاسَاني (ت٣٠٣ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثّانيّة ١٤٢٤ھ- ٢٠٠٣ء.

٤٤ـ **شرح صحيح مسلم**. للهروى، العلاّمة محمد الأمين بن عبدالله الأرمي العلوى الشّافعي، دارالمنهاج، جدة، ودار طوق النّجاة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ، ٢٠٠٩م

٤٥ـ **شرح جوهرة التّوحيد**. للباجورى، العَلامة الشّيخ إبراهيم بن محمد بن أحمد بن الشّافعي، الشّيخ الجامع الأزهر، ١٢٧٧ھ، ١٨٦٠م، مكتبة الغزالي، حماة

٤٦ـ **شرح الشّفا** (للقاضي عيّاض)، الإمام الملّا على القاري الهروى الحنفي

(ت ۱۰۱۴ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ،۲۰۰۰م

۴۷۔ **شرح شرح نخبة الفکر**، للإمام الملّا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی (ت ۱۰۱۴ھ)، فاروقی کتب خانہ، ملتان

۴۸۔ **شرح صحیح مسلم**. للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشافعی (ت ۶۷۶ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

☆ **شرح صحیح مسلم** للقاضی عیّاض = إکمال المعلم بفوائد المسلم

۴۹۔ **شرح العلامة الزّرقانی** علی المواهب، للعلامة محمد بن عبدالباقی المصری المالکی (ت ۱۱۲۲ھ)، ضبطه عبدالعزیز الهالدی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶

۵۰۔ **شرح نخبة الفکر**، للعسقلانی، الحافظ أبی الفضل شهاب الدّین أحمد الشافعی (ت ۸۵۲ھ)، فاروقی کتب خانہ، ملتان

۵۱۔ **الشفا** بتعریف حقوق سیدنا المصطفیٰ ﷺ، للقاضی، الإمام أبی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المالکی (ت ۵۴۴ھ)

۵۲۔ **شرح کتاب الفقه الأکبر**، للإمام الملّا علی القاری الحنفی، (ت ۱۰۱۴ھ)، تحقیق علی محمد دندل، دارالکتب العلمیة، بیروت

۵۳۔ **صَحِیْحُ الْبُخَارِیْ**. للإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت ۲۵۶ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۱ء.

۵۴۔ **صحیح مسلم**، للأمام مسلم بن الحجاج القشیری (ت ۲۶۱ھ)، دارالأرقم، بیروت

۵۵۔ **عمدة القاری** (شرح صحیح البخاری)، للعینی، الشیخ الإمام العلامة بدرالدّین أبی محمد محمود بن أحمد الحنفی (ت ۸۵۵ھ)، دارالفکر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ،۱۹۹۸م

۵۶۔ **غُنْیَةُ الْمُتَمَلّی فی شرح مُنْیَةِ الْمُصَلّی** = حلبی کبیر

۵۷۔ **غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام**، للأویسی، المفتی محمد فیض أحمد الحنفی القادری، قطب مدینة ببلشر، کراتشی

۵۸۔ **فتاویٰ أمجدیة**، لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت ۱۳۶۷ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ،۱۹۹۷م

۵۹۔ **فتاوی فیض الرّسول**، للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی، شبیر برادرز، لاهور ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸م

۶۰۔ **فتاویٰ قاضیخان** (علی هامش الفتاوی الهندیة)، للإمام حسن بن منصور الأوزجندی الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، المکتبة الحقانیة، کوئته

۶۱۔ **الفتاوی الهندیة**، للشیخ نظام وجماعة من علماء الهند، المکتبة الحقانیة، کوئته

۶۲۔ **فتح المعین** علی شرح الکنز لملّا مسکین، للعلّامة السّیّد محمد أبی السّعود المصری الحنفی، مکتبة العجائب لذخر العلوم، کوئته

۶۳۔ **الفتوحات الٰهیة** بتوضیح تفسیر الجلالین للدّقائق الخفیّة، للعلّامة سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی الشهیر بالجمل، دارالکتب، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳م

۶۴۔ **فَتْحُ الْبَارِی** شرح صحیح البخاری. للعسقلانی، الحافظ أحمد بن علی بن حجر الشّافعی (ت ۸۵۲ھ)، تحقیق الشیخ عبدالعزیز بن عبداللّٰه، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّالثة ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰م.

۶۵۔ **اَلْقَوْلُ الْبَدِیْع** فی الصَّلاةِ علی الحَبِیْبِ الشَّفِیْع. للسّخاوی، الحافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الشّافعی (ت ۹۰۲ھ)، دارالکتاب العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ،۱۹۸۵ء.

۶۶۔ **کشف الحقائق** (شرح کنزالدقائق)، للعلامة عبدالحکیم الأفغانی (ت ۱۲۲۶ھ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی ۱۴۰۷ھ،۱۹۸۷م

۶۷۔ **کنزالدقائق**. للنّسفی، الإمام أبی البرکات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفی (ت ۷۱۰ھ)، المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ،۲۰۰۵م)

۶۸۔ **کتاب الأذکار**، للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشّافعی (ت ۶۷۶ھ)، تحقیق بشیر محمد عیون، دارالبیان، دمشق، الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ،۲۰۰۳م)

٦٩ـ **كنز الإيمان** في ترجمة القرآن، لإمام أهل السّنّة، الإمام أحمد الرضا بن نقي علي خان القادري الحنفي (ت ١٣٤٠ھ)، مكتبة رضوية، كراتشي

٧٠ـ **لباب التّأويل في معاني التّنزيل**، للعلامة علاؤ الدّين علي بن محمد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن (ت ٧٢٥ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ، ٢٠٠٤م

٧١ـ **مجمع الأنهر** في شرح ملتقى الأبحر، للمحقق الفقيه عبد الرّحمٰن بن محمد المدعوّ بشيخي زاده الحنفي (ت١٠٧٨ھ)، تخريج خليل عمران المنصور، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ،١٩٩٨م

٧٢ـ **مَجْمَعُ الزَّوَائِد** ومنبع الفوائد. للهيثمي، نورالدّين علي بن أبي بكر المصري (ت٨٠٧ھ)، تحقيق عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية، بيروت الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ-٢٠٠١ء.

٧٣ـ **مدارك التنزيل** وحقائق التّأويل، للنّسفي. الأمام أبي البركات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفي (ت ٧١٠ھ)، دارالفكر، بيروت

٧٤ـ **مرقات المفاتيح** (شرح مشكاة المصابيح)، للإمام الملّا علي بن سلطان محمد القاري (ت١٠١٤ھ) الشيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ، ٢٠٠١م

٧٥ـ **المُسْنَد**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ھ)، المكتب الإسلامي، بيروت.

٧٦ـ **مِشْكَاةُ الْمَصَابِيْح**. للتّبريزي، الشّيخ وليّ الدّين أبي عبد الله محمد بن عبدالله الخطيب (ت٧٤١ھ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتاني، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ-٢٠٠٣ء.

٧٧ـ **مطالع المسرّات**، بجلاء دلائل الخيرات، للفاسي، الإمام محمد المهدي بن أحمد بن علي القصري، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة الثانية ١٣٧٧ھ، ١٩٥٨م

٧٨ـ **المصنّف**، للإمام الحافظ أبي بكرعبدالرزّاق بن همّام الصنعاني (ت ٢١١ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠٠

٧٩ـ **المصنّف**. لابن أبي شيبة، للامام أبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبه

(ت ٢٣٥ھ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمي، ودار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٧ھ ٢٠٠٦م

٨٠ـ **المصنّف** في الأحاديث والآثار، لابن أبي شيبة، الحافظ عبدالله بن محمد (ت ٢٣٥ھ)، تعليق سعيد محمد الحام (دارالفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٤ھ ١٩٩٤م

٨١ـ **المفهم** لماأشكل من كتاب مسلم. للقرطبي، الحافظ أبي العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم (ت٦٥٦ھ)، تحقيق محي الدين ديب مستور أحمد محمد السيّد وغيرهما، دارابن كثير، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٦ھ، ٢٠٠٥م

٨٢ـ **الْمُوَطَّأ**. إمام مالك بن أنس (ت١٧٩ھ) برواية يحيٰ بن يحيٰ المصمودي، دار إحياء التُّراث العربي، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ-١٩٩٧ء.

٨٣ـ **معالم التّنزيل**. للبغوي، الإمام أبي الحسين بن مسعود الفرّاء الشافعي (ت ٥١٦ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ، ٢٠٠٤م

٨٤ـ **الْمَوَاهِب اللّدنية** بالمِنَح المحمّديّة، للقسطلاني، العلامة أحمد بن محمد (ت٩٢٣ھ)، تعليق مأمون بن محيّ الدين الجنّان، دارالكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٦ھ،١٩٩٦ء.

٨٥ـ **النّبراس** شرحُ شرحِ العقائد، للفرهاروي، عبدالعزيز بن أحمد الحنفي، فيضي كتب خانه، كوئته

٨٦ـ **نسيم الرّياض** في شرح شفاء القاضي عياض. للخفاجي، العلامة شهاب الدّين أحمد بن محمد بن عمر المصري (ت ١٠٦٩ھ)، تعليق محمد عبدالقادر عطاء، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠١م

٨٧ـ **الهِدَاية** شرح بداية المُبتدئ، للمرغيناني، برهان الدّين أبي الحسن علي بن أبي بكر الحنفي (ت٥٩٣ھ)، تعليق محمد عدنان درويش، دارالأرقم، بيروت.

نسب بدلنے کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب	:	نسب بدلنے کا شرعی حکم
مؤلف	:	حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سنِ اشاعت	:	ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ/ نومبر ۲۰۰۹ء
تعدادِ اشاعت	:	۳۵۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

نوٹ

تمام افراد جو کہ ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کتاب کے آخر میں فارم موجود ہے، اور اس سے پہلے اکتوبر میں بھی فارم جاری کیا جا چکا ہے لہٰذا دسمبر تک فارم جمع کرا دیں۔

فہرست

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام عليٰ يا رسول الله ﷺ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ربّ ہے تمام عالمین کا اور اچھی عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے اور درود وسلام ہو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر۔

نسبت بدلنے کا معنی ہے کہ کسی کی نسبت اُس کے اصل باپ کے بجائے کسی دوسری شخص کی طرف کر دی جائے۔ جیسا کہ قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ عام تھا کہ لے پالک کو پالنے والا شخص اس بچے کو اپنی طرف منسوب کرتا اور وہ بچہ بھی اپنے آپ کو پالنے والے کی طرف منسوب کرتا گویا وہ اس کو اپنا بیٹا بتاتا اور بچہ اسے اپنا باپ جانتا یہاں تک کہ پالنے والا اُس کو اپنی جائیداد میں شامل کرتا اور اپنی سگی اولاد کی طرح جانتا تھا۔

اگرچہ اسلام میں اس کی ممانعت کا حکم صادر ہو گیا اور اس فعل کو ناجائز قرار دے دیا گیا، لیکن یہی رسم ورواج علوم دینیہ سے بے اتفاقی کے باعث مسلمانوں میں بھی زور پکڑتا گیا اور بعض لوگ اپنا نسب چھپانے لگے اور اپنی نسبت غیر باپ کی طرف کرنے لگے، بعض غیر سید حضرات اپنے آپ کو سید ظاہر کرنے لگے۔

اسی طرح وہ لوگ جو کہ بے اولاد ہوتے ہیں اور کسی کے بچے کو پالتے ہیں تو اپنی انا کی تسکین کی خاطر اس بچے کی نسبت اپنی طرف کر دیتے ہیں یہاں تک کہ بچے کے اسکول اور کالج کے سرٹیفکیٹ وغیرہا میں اصل والد کی جگہ اپنا نام لکھوا دیتے ہیں اور معاشرے کے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اُس بچے کو بھی دھوکے میں رکھتے ہیں اور اس طرح گناہِ عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس پر قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی واضح ممانعت موجود ہے کہ باپ کی جگہ کسی دوسرے کا نام لگانا جائز نہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"انہیں اُن کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو جن سے وہ پیدا ہوئے یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے"۔ (سورۂ احزاب)

لہٰذا قرآنی فرمان سے ثابت ہو گیا کہ جب اسلام میں اس کی ممانعت ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسا کرنے والا مجرم اور خطاکار ہے۔

دراصل ایسا کرنے والا صرف لوگوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو بھی دھوکے میں رکھتا ہے، بارہا دیکھا جاتا ہے کہ جب یہ راز کھل جائے تو پھر بچہ والدین کی طرف پلٹ جاتا ہے یا پھر وہ کسی بھی طرف کا نہیں رہتا۔ اسی صدمے میں اس کی ذہنی صلاحیت بھی مفلوج ہو جاتی ہے، بہر حال بحیثیت مسلمان ہمیں چاہئے کہ اس طرح کا جرم کرنے سے بچے رہیں اور لوگوں کو اس کی ترغیب دلائیں تاکہ اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچ کر اپنی آخرت کی بہتری کا سامان بنایا جا سکے۔

اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی خواہش پر حضرت مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب نے اس پر ایک جامع اور مختصر رسالہ تحریر فرمایا، جس کو ادارہ اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 187 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

سید محمد طاہر نعیمی غفرلہ

نسب بدلنے کا شرعی حکم

اسلام میں نسب بدلنے سے منع کیا گیا ہے، حکم دیا گیا کہ ہر شخص اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف کرے، کسی کو بھی اُس کے آباء کے غیر کی طرف منسوب نہ کیا جائے، غیر سیّد اپنے آپ کو سیّد نہ بتائے اور غیر سادات کو سادات نہ کہا جائے، اِس ممانعت پر قرآن کریم اور حدیث شریف وارد ہے اور نبی ﷺ نے اِس پر وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

قرآن کریم

اسلام سے قبل لے پالک کو اپنی طرف منسوب کرنے اور انہیں اپنی اولاد بتانے کا عام رواج تھا اور لوگ بھی لے پالک کو پالنے والے کا بیٹا کہتے تھے، اور وہ بھی اپنے آپ کو پالنے والے کا بیٹا بتاتے تھے، اور ابتداءِ اسلام میں یہ معاملہ اسی طرح رہا۔ چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

إن أهل الجاهلية كانوا لا يستنكرون ذلك أن يتبنّى الرّجل منهم غير ابنه الذي خرج من صُلبه فنسب إليه، و لم يزل ذلك أيضاً في أوّل الإسلام (۱)

یعنی، بے شک اہلِ جاہلیت اِسے معیوب نہیں سمجھتے تھے کہ اپنے صُلبی بیٹے کے علاوہ کسی اور کو اپنا متبنّی (لے پالک) بنالیں اور اُسے اپنی طرف منسوب کریں اور یہ امر اوّل اسلام میں بھی جاری رہا۔

پھر اِس سے منع کر دیا گیا، چنانچہ امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی متوفی ۷۴۳ھ (۲)

۱۔ شرح ابن بطال، کتاب الفرائض، باب "من ادّعی إلی غیر أبیه و هو یعلم الخ"، ۳۸۳/۸

۲۔ شرح الطیبی، کتاب النکاح، باب اللعان، الفصل الأول، ۳۹۶/۶

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۳) لکھتے ہیں:

قد كانوا يفعلونه فنهي عنه

یعنی، لوگ ایسا کیا کرتے تھے پھر اس سے روک دیا گیا۔

اور ممانعت کے لئے قرآن کریم میں جو حکم نازل ہوا، اُس کی ابتداء یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ الآية (٤)

ترجمہ: اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا۔ (کنزالایمان)

شانِ نزول

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ

قوله تعالىٰ ﴿مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ أجمع أهل التفسير على أن هذا نزل في زيد بن حارثة، و روى الأئمة أن ابن عمر قال: ما كنّا ندعوا زيد بن حارثة إلا زيد بن محمد حتى نزلت ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (٥)

یعنی، اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا" اہلِ تفسیر کا اِس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، اور ائمہ نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "ہم زید بن حارثہ کو نہیں پکارتے تھے مگر زید بن محمد" یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (جس میں حکم ہوا کہ) "انہیں اُن کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو (جن سے وہ پیدا ہوئے) یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے"۔

٣۔ مرقات، کتاب النکاح، باب اللعان، برقم: ۳۳۱۵، ۴۳۶/۶

٤۔ الأحزاب: ۴/۳۳

٥۔ تفسیر القرطبی، سورة الأحزاب، الآية: ٤، ١١٨/١٤/٧

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿مَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ﴾ کے بارے میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ اِس میں دو احتمالات ہیں چنانچہ امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں کہ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا'' دو وجوہ کا احتمال رکھتا ہے اُن میں سے ایک یہ کہ تمہارے لے پالکوں کو آباء کی طرف نسب کے حق میں تمہارا بیٹا نہیں بنایا اور وہ جو کچھ واقعات میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تو وہ اُس کی اولاد کے ساتھ اُس کا وارث ہوتا اور یہی وہ شیٔ ہے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے (تو مطلب ہوگا کہ) جسے تم زمانہ جاہلیت میں مدد و نُصرت کے لئے اپنا بیٹا بناتے ہو انہیں اسلام میں تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہارے لے پالکوں کو نسبت کے حق میں تمہارا بیٹا نہیں بنایا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ لوگ حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے تھے۔(٦)

اور لے پالکوں کو اپنا بیٹا کہنا، یہ لوگوں کو اپنی بنائی ہوئی بات تھی جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ تھا کہ کسی کو اپنا بیٹا بنانے سے وہ بیٹا نہیں بن جاتا، کسی کا نسب بدل دینے یا بدل لینے سے اُس کا نسب نہیں بدل جاتا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ الآية (٧)

ترجمہ: یہ تمہارے منہ کا کہنا ہے۔(کنز الایمان)

اِس کے تحت امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

قوله تعالىٰ: ﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ ﴿بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ تأكيد ببطلان القول، أي أنه قول لا حقيقة له في الوجود، إنما هو

٦۔ تأويلات أهل السّنّة، سورة الأحزاب، الآية: ٤، ٤/١٠٠

٧۔ الأحزاب: ٣٣/٤

قول لسانيٌّ فقط (٨)

یعنی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ''یہ تمہارے منہ کا کہنا ہے'' میں ''بِاَفْوَاهِكُمْ'' (تمہارے منہ) لوگوں کے قول کے بُطلان کی تاکید ہے (کہ تمہارا کسی اور کے بیٹے کو بیٹا بنانا باطل ہے) یعنی یہ ایسا قول ہے کہ جس کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ فقط زبانی قول ہے۔

اور حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ﴾ (٩)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔(کنز الایمان)

پھر صریح حکم ہوا کہ اب تم انہیں اُن کے نسبی باپوں کی طرف منسوب کر دو۔ چنانچہ امام قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ

فأمر تعالىٰ بدعاء الأدعياء إلى آبائهم للصّلب (١٠)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ نے لے پالکوں کو اُن کے صُلبی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارنے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ الآية (١١)

ترجمہ: انہیں اُن کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو (جن سے وہ پیدا ہوئے۔ خزائن العرفان) یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔(کنز الایمان)

اس آیہ کریمہ میں ''اَقْسَطُ'' کا معنی ''اَعْدَلُ'' ہے یعنی زیادہ عدل اور انصاف والی بات، تو مطلب یہ ہوگا کہ کسی آدمی کا اپنے آپ کو اپنے نسبی باپ کی طرف منسوب کرنا، باپ

٨۔ تفسير القرطبي، سورة الأحزاب، الآية: ٤، ٥، ٧/١٤/١٢٠، ١٢١

٩۔ الأحزاب: ٣٣/٤

١٠۔ تفسير القرطبي، سورة الأحزاب، الآية: ٥، ٧/١٤/١٢١

١١۔ الاحزاب: ٣٣/٥

کے غیر کی طرف منسوب کرنے سے زیادہ عدل و انصاف والی بات ہے، اگر اس پر کوئی اعتراض کرے کہ اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا بھی انصاف والی بات ہے اور زیادہ انصاف کی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو نسبی باپ کی طرف منسوب کرے حالانکہ اپنے آپ کو باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا انصاف کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ظلم ہے گناہ ہے تو اِس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس آیہ کریمہ میں اسم تفضیل ''اَقْسَطُ'' مجازاً صفت مُشبّہ کے معنیٰ میں ہے اور یہاں زیادتی مراد نہ ہوگی بلکہ مراد صرف عادلانہ فیصلہ اور انصاف کی بات ہے۔

اس آیت میں اپنے نسب کی حفاظت کا حکم دیا گیا اور اس بات پر سختی فرمائی گئی کہ کوئی شخص دانستہ اپنے کو کسی غیر کا بیٹا نہ کہے اور نہ اپنا نسب کسی غیر کے ساتھ جوڑے۔

ناسخ و منسوخ

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اسلام سے قبل لے پالک کو اپنی طرف منسوب کرنے اور انہیں اپنی جائیداد میں وارث قرار دینے کا عام رواج تھا اور ابتداءِ اسلام میں بھی عمل اسی پر جاری تھا کہ جب تک اسلام میں اِس سے کوئی ممانعت وارد نہ ہوئی اِس پر عمل کی اجازت تھی پھر قرآن کریم میں اس کی اباحت کو منسوخ کر دیا گیا چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں:

دلیل علی أن التّبنّی کان معمولاً به فی الجاهلیّة و الإسلام، یتوارث به و یتناصر، إلی أن نسخ الله ذلك بقوله: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ أی أعدل، فرفع اللّٰه حکم التّبنّی، و منع من إطلاق لفظه، و أرشد بقوله إلی أن الأولیٰ و الأعدل أن یُنسب الرّجل إلی أبیه نسباً (۱۲)

یعنی، اس پر دلیل کہ متبنّٰی (یعنی لے پالک بنانے) کا جاہلیت اور اسلام میں معمول تھا اور اُس کو وارث قرار دیا جاتا اور اُن سے مدد حاصل کی جاتی یہاں

۱۲۔ تفسیر القرطبی، سورة الأحزاب، الآیة: ٥، ١١٩/١٤/٧

تک کہ اللہ تعالیٰ نے اِسے اپنے اِس فرمان سے منسوخ فرما دیا کہ ''انہیں اُن کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے'' (تو یہ نسخ اس پر دلیل ہے کہ زمانۂ جاہلیت اور ابتداءِ اسلام میں اِس کا معمول تھا) اور ''اَقْسَطُ'' بمعنیٰ ''اَعْدَلُ'' کے ہے پس اللہ تعالیٰ نے تبنّی کا حکم اُٹھا لیا اور اور اُس کے لفظ کے اطلاق سے منع فرما دیا اور اپنے فرمان سے ہمیں راہ یہ دکھائی کہ اَولیٰ اور اَعْدَل یہ ہے کہ مرد کو اُس کے نسبی باپ کی طرف منسوب کیا جائے۔

اور اگر غلطی سے بلا ارادہ کہہ دیا جائے تو اس پر پکڑ نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ﴾ الآیة (۱۳)

ترجمہ: اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نا دانستہ تم سے صادر ہوا۔ (کنز الایمان)

جیسے کوئی کسی بزرگ یا استاد یا اپنے مرشد کو تعظیم کے طور پر باپ کہہ دے اور اِس سے اُس کی مراد یہ نہ ہو کہ وہ اُس کے نسب سے ہے اسی طرح کوئی بڑا کسی بچے کو از راہِ شفقت بیٹا کہے یا کوئی استاد اپنے شاگرد کو، شیخ اپنے مرید کو شفقت کے طور بیٹا کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اُن کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ اسے اپنا صلبی بیٹا کہہ رہے ہیں۔

گناہ تو اُس صورت میں ہے جب کسی کو جانتے ہوئے اپنا نسبی باپ سمجھ کر باپ بتائے جیسے لوگ اپنا نسب بدل لیتے ہیں۔ غیر سادات، سادات کہلواتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ سادات سے نہیں ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ نسب بدلنا حرام ہے، اور اسی طرح کوئی شخص یہ جانتے ہوئے کہ یہ اُس کا بیٹا نہیں ہے اُسے اپنا صلبی بیٹا کہے یا بتائے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ الآیة (١٤)

ترجمہ: ہاں وہ گناہ ہے جو (ممانعت کے بعد) دل کے قصد سے کرو۔ (کنز الایمان)

پھر اہلبیت کی طرف نسبت کا جرم غیر اہلبیت کی طرف نسبت کے جرم سے بڑا ہے چنانچہ

۱۳۔ الأحزاب: ٥/٣٣

١٤۔ الأحزاب: ٥/٣٣

امام قرطبی نے لکھا کہ حضرت مقداد بن اسود جو عمرو کے بیٹے تھے، اسود نے انہیں اپنا متبنّٰی (یعنی لے پالک) بنایا تھا اور وہ اُن ہی کے نام سے معروف تھے جب یہ حکم نازل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں ابن عمرو ہوں لیکن لوگوں میں ابن اسود کے نام سے ہی معروف رہے اور کسی نے بھی انہیں مقداد بن اسود کہنے والے کو گنہگار قرار نہیں دیا، اِسی طرح حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ تھے جو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب تھے اور اسی کے ساتھ مشہور رہتے اور یہ حضرت زید بن حارثہ کے حال کے برخلاف ہے کیونکہ اُن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ انہیں زید بن محمد کہا جائے، اگر کسی نے قصداً اس طرح کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔(۱۵)

تو معلوم یہ ہوا کہ غیر سادات اقوام میں سے کوئی شخص کسی دوسری قوم کے ساتھ اپنا نسب جوڑے حالانکہ وہ اُن میں سے نہ ہو تو وہ ضرور مجرم ہے لیکن اُس سے بڑا مجرم وہ ہے جو غیر سیّد ہو کر سادات کرام کے ساتھ اپنا نسب جوڑتا ہے۔

حدیث شریف

نسب بدلنے یعنی اپنے آباء کے غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کی ممانعت میں احادیث مبارکہ میں شدید وعید آئی ہے۔ اور اُن احادیث کو امام بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابن الجعد اور نور الدین ہیثمی وغیرہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو بکرہ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ذر غفاری، حضرت عمرو بن خارجہ، حضرت ابو امامہ باہلی، حضرت معاذ بن انس اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

اب اُن احادیث مبارکہ کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے اور اُن احادیث پر شارحین حدیث کا کلام، کلماتِ حدیث کی تشریح، قابل تاویل کلمات کی نشاندہی، اُن میں تاویلات و احتمالات

۱۵۔ تفسیر القرطبی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:۵، ۷/۱۴/۱۲۰

اور اُن سے مستفاد احکام، مستند و معتمد ائمہ و علماء کے حوالے سے بیان کئے جائیں گے۔

نسب بدلنے والے پر جنت کا حرام ہے

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے روایت کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّهٗ غَيْرُ أَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" (۱۶)

یعنی، "جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا یہ باپ نہیں تو اُس پر جنت حرام ہے"۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں کہ ابو عثمان کہتے ہیں:

حَدَّثَنِي سعد بن مالك، قال سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَ وَعَاهُ قَلْبِيْ مِنْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ أَنَّهٗ قَالَ: "مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ، وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّهٗ غَيْرُ أَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" قَالَ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرَةَ فَذَكَرْتُ لَهٗ، فَقَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَ وَعَاهُ قَلْبِيْ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ (۱۷)

یعنی، حدیث بیان کی مجھے حضرت سعد بن (ابی وقاص) مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ اسے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے میرے دونوں کانوں نے سُنا اور دل نے یاد رکھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "جس نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ جانتا ہے

۱۶۔ صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب: "من ادّعی إلی غیر أبیہ" برقم:۶۷۶۶، ۴/۲۷۳

۱۷۔ سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب فی الرّجل ینتمی إلی غیر موالیہ برقم:۵۱۱۳، ۵/۲۱۲

کہ یہ اُس کا باپ نہیں تو اُس پر جنت حرام ہے‘‘۔فرمایا پھر میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور میں نے اُن سے اِس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اِسے میرے دونوں کانوں نے سُنا اور دل نے یاد رکھا۔

’’اور وہ اُسے جانتا ہے‘‘ کا معنی

حضور ﷺ کے ارشاد میں ’’وَھُوَ یَعْلَمُہٗ‘‘ (حالانکہ وہ اسے جانتا ہے) کی قید مذکور ہے، علماءکرام نے لکھا ہے کہ اس قید کا یہ فائدہ ہے کہ وہ شخص گنہگار تب قرار پائے گا جب اُسے علم ہو کہ جس کی طرف وہ اپنی نسبت کر رہا ہے وہ اس کا حقیقی باپ نہیں ہے یا جس قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے یا منسوب کیا جاتا ہے وہ اس قوم سے نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابو العباس قرطبی کے حوالے سے پہلے گزرا اور اس کے بارے میں علامہ محمد امین ھرری نے لکھا کہ

”وَھُوَ“ أي والحال أن ذلك الرّجل المنتسب لغير أبيه
”یَعْلَمُہٗ“ أي يعلم أن ذلك الغير ليس أباه ووالده (۱۸)

یعنی، ’’اور وہ اُسے جانتا ہے‘‘ یعنی حال یہ ہے کہ بے شک وہ شخص جو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا گیا، اُسے جانتا ہے، یعنی جانتا ہے کہ وہ غیر اُس کا باپ ہے۔

اور دوسری جگہ لکھا کہ

قوله ﷺ: ”وهو يعلم“ تقييد لابدّ منه، فإن الإثم إنما يكون في حق العالم بالشيء (۱۹)

یعنی، حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ’’حالانکہ وہ جانتا ہے‘‘ یہ ایک ضروری قید

۱۸۔ شرح صحیح مسلم للهرري، كتاب الإيمان، باب حكم إيمان من انتسب لغير أبيه الخ، ۱٦٤ (٦٠) ۲/٥٠٦

۱۹۔ شرح صحیح مسلم للهرري ۲/۲۰۷

ہے بے شک گناہ تو صرف عالم بالشی کے حق میں ہے۔

اس لئے علماء کرام نے لکھا کہ علم ہوتے ہوئے غیر باپ کی طرف نسبت حرام ہے چنانچہ علامہ شرف الدین طیبی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والإدعاء إلى غير الأب مع العلم به حرام (۲۰)

یعنی، غیر باپ کی طرف نسبت باوجود اس کے کہ اُسے معلوم ہے کہ یہ باپ نہیں ہے حرام ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے روایت کیا کہ ابو عثمان راوی کہتے ہیں:

فذكرتُ ذلك لأبي بكرة فقال: أنَا سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَ وَعَاهُ قَلْبِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (۲۱)

یعنی، پس میں نے اِس کا حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اِسے رسول اللہ ﷺ سے میرے کانوں نے سُنا اور دل نے یاد رکھا۔

’’جس نے خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا‘‘ کا مطلب

یعنی، ’’جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے‘‘ یا ’’جس نے خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا‘‘ یہ کلمات حضرت سعد بن أبی وقاص، ابو بکرہ، حضرت علی المرتضیٰ، ابن عمر، انس بن مالک، عمرو بن خارجہ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی احادیث میں ہیں جبکہ حدیث اُبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ’’لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ أبِیْہِ‘‘ ہے۔

عربی زبان میں وہ لڑکا جسے اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے اُسے ’’الدّعی‘‘ کہتے اُس کی جمع ’’الأدعیاء‘‘ ہے جو سورۃ (۳۳) احزاب کی آیت: ۴ میں

۲۰۔ شرح الطّيبي، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول، ٦/٤٣٦

۲۱۔ صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب "من ادّعى إلى غير أبيه" برقم: ٦٧٦٧، ٤/٢٧٣

مذکور ہے اور اس کا مصدر ''الدّعوۃ'' ہے۔

اور ان کلمات کا مطلب حدیث ابن عباس سے واضح ہو جاتا ہے چنانچہ اس میں ہے:

''مَنِ انْتَسَبَ إِلٰی غَيْرِ أَبِيْهِ''(۲۲)

یعنی، جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرے۔

تو اس کا معنی ہے اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ امام محمد بن خلیفہ وشتانی اُبّی مالکی متوفی ۸۲۸ھ (۲۳) اور علامہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ (۲۴) لکھتے ہیں:

أَيُّمَا رَجُلٍ ادَّعیٰ لغیر أبیهِ، أی أنتسب

یعنی، جو آدمی اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرے۔

اور غیر کو اپنا باپ بنالینا جیسا کہ علامہ محمد امین ہروی شافعی نے لکھا:

''إدّعی'' إنتسب ''لغیر أبیه'' ووالده أی انتسب إلیه واتخذه أباً (۲۵)

یعنی، ''ادّعی'' کا معنی ہے انتساب کیا ''اُس نے اپنے باپ'' اور ''والد'' کے غیر کی طرف'' یعنی اُس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا اور اُسے اپنا باپ بنالیا۔

۲۲۔ سنن ابن ماجة، برقم: ۲۶۰۹، ۳/ ۲۶۳

۲۳۔ إکمال إکمال المعلم: کتاب الإیمان، باب بیان حال من رغب عن أبیه الخ برقم: ۱۱۲۔(۶۱) ۱۱/ ۲۸۰

۲۴۔ مکمل إکمال الإکمال، کتاب الإیمان، باب بیان حال من رغب عن أبیه الخ برقم: ۱۱۲(۶۱)۱۱/ ۲۸۰

۲۵۔ شرح صحیح مسلم للهرری، کتاب الإیمان، باب حکم إیمان من انتسب لغیر أبیه الخ برقم: ۱۲۴(۶۰)، ۲/ ۵۰۶

اور امام نووی سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ:

أی انتسب إلیه واتخذه أباً (۲۶)

یعنی، اس کی طرف منسوب اور اُسے اپنا باپ بنالیا۔

اور اس میں علم ہونا شرط ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان ''وَ هُوَ يَعْلَمُ'' اور ''وَ هُوَ يَعْلَمُهُ'' سے ظاہر ہے اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ (۲۷) اور علامہ محمد امین ہرری (۲۸) لکھتے ہیں:

أی انتسب لغیر أبیه رغبةٌ عنه مع علمه به

یعنی، اپنے باپ سے اعراض کرتے ہوئے اِس کے غیر کی طرف اپنی نسبت کی اس علم کے باوجود کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے۔

صرف غیر باپ کی طرف نسبت کرنا ہی نہیں بلکہ اِس میں اپنے خاندان وقوم کے سوا دوسری قوم کی طرف اپنی نسبت کرنا بھی شامل ہے، چنانچہ علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ (۲۹) اور اُن سے ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۳۰) لکھتے ہیں:

قوله: ''من ادّعیٰ'' الدِّعوة بالکسر فی النّسب، وهو أن ینتسب الإنسا ن إلی غیر أبیه وعشیرته

یعنی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''من ادّعی'' الدّعوۃ فی النّسب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اپنے باپ اور کنبے کے غیر کی طرف منسوب کرے۔

۲۶۔ شرح صحیح مسلم للهرری، ۲/ ۲۰۷

۲۷۔ المفهم، کتاب الإیمان باب إثم من کفر مسلماً، برقم ۵۱، ۱/ ۲۵۴

۲۸۔ شرح صحیح مسلم للهرری، کتاب الإیمان، باب حکم إیمان من انتسب لغیر أبیه الخ برقم: ۱۲۴(۶۰)، ۲/ ۵۰۶

۲۹۔ شرح الطیبی، کتاب النکاح، باب اللعان، الفصل الأول، ۶/ ۳۹۶

۳۰۔ مرقات، کتاب النکاح، باب اللعان، الفصل الأول، برقم: ۳۳۱۵، ۶/ ۴۳۶

اور اس میں دو باتیں پائی جائیں گی کہ وہ اپنے آباء کی طرف اپنی نسبت کو چھوڑ دے اور اُس نسبت کا انکار کردے اور اُن کے غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے جیسا کہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ (۳۱) اور امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ (۳۲) "صحیح مسلم" کے ایک باب کے عنوان "من رغب عن أبيه" (جو اپنے باپ سے اعراض کرے) کے تحت لکھتے ہیں:

يريد ترك الإنتساب إليه وجحده وانتسب سواه يقال: رغبتُ عن الشيء تركتُه و كرهتُه ورغبتُ فيه أحببتُه و طلبتُه

یعنی، وہ اُس کی طرف (یعنی اپنے حقیقی باپ کی طرف) انتساب کے ترک اور اُس کے انکار کا ارادہ کرتا ہے اور اُس کے سوا کی طرف منسوب ہوتا ہے عربی زبان میں کہا جاتا ہے "رغبتُ عن الشيء" یعنی میں نے اُسے چھوڑ دیا اور اُسے مکروہ جانا اور کہا جاتا ہے رغبتُ فيه یعنی، میں نے اُسے محبوب رکھا اور اُسے طلب کیا۔

اور علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو نہ اپنے آباء کی طرف اپنی نسبت کا انکار کرے اور نہ غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے بلکہ دوسرے لوگ اُسے اُس کے آباء کے غیر کی طرف منسوب کرتے ہوں اور وہ اُس پر راضی ہو تو وہ شخص بھی اِس حکم میں داخل ہوگا جیسا کہ محشّی صحاح ستّہ علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن عبدالهادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

"من ادّعى إلى غير أبيه" أي رضي بأنه ينسبه النّاس إلى غير أبيه (۳۳)

۳۱۔ إكمال المعلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه الخ ۳۱۹/۱

۳۲۔ شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه الخ، ۱۔۴۵/۲

۳۳۔ فتح الوَدود في شرح سنن أبي داوود، كتاب الأدب، باب الرّجل يتمي إلى غير أبيه، برقم: ۵۱۱۳، ۶۸۱/۴

یعنی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "جو شخص خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے" یعنی وہ اُس بات پر راضی ہو کہ لوگ اُسے اُس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کریں۔

حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

امام محمد بن اسماعیل بخاری (۳۴)، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ (۳۵)، اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (۳۶) روایت کرتے ہیں:

عن عاصم قال سمعتُ أبا عثمان قال: سمعتُ سعداً و أبا بكرة، فقالا: سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يقولُ: "مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ وَ هُوَ يَعْلَمُ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" (۳۷)

یعنی، عاصم سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے ابوعثمان سے سُنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا، دونوں نے فرمایا: ہم نے نبی کریم ﷺ سے سُنا، آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا یہ باپ نہیں تو اُس پر جنت حرام ہے"۔

اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ (۳۸)، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ

۳۴۔ صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف، برقم: ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۱۰۰/۳

۳۵۔ سنن الدّارمي، كتاب السّير، باب في الّذي يتمي إلى غير مواليه، برقم: ۲۵۳۰، ۱۹۶/۲

۳۶۔ المسند: ۴۶/۵

۳۷۔ و نقله التبريزي في "مشكاته"، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول، برقم: ۳۳۱۴، ۱۔۶۰۸/۲

۳۸۔ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حالِ إيمان من رغب عن أبيه و هو يعلم، برقم: ۱۳۲/۱۱۵۔ (۶۳) ص ۵۹

متوفی ۲۷۳ھ (۳۹) اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (۴۰) روایت کرتے ہیں:

عن عثمان عن سعدٍ و أبی بکرة، کِلَاهُمَا یقول: سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَ وَعَاهُ قَلْبِی، مُحمدًا ﷺ یَقُوْلُ: "مَنِ ادَّعی إِلی غَیْرِ أَبِیهِ وَ هُوَ یَعْلَمُ أَنَّهُ غَیْرُ أَبِیهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ"۔ و اللفظ لمسلم

یعنی، عثمان نے حضرت سعد (بن ابی وقاص) اور ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا دونوں نے فرمایا کہ اِسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہمارے کانوں نے سُنا اور دل نے یاد رکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا یہ باپ نہیں تو اُس پر جنت حرام ہے"۔

امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

عن أبی عثمان، قال: لَمَّا ادُّعِیَ زِیَادٌ لَقِیتُ أَبَا بَکْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هٰذَا الَّذِی صَنَعْتُمْ؟ إِنِّی سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِی وَقَّاصٍ یَقُوْلُ: سَمِعَ أُذُنَایَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ یَقُوْلُ: "مَنْ ادَّعَی أَبًا فِی الْإِسْلَامِ غَیْرَ أَبِیهِ، یَعْلَمُ أَنَّهُ غَیْرُ أَبِیهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ"، فَقَالَ أَبُوْ بَکْرَةَ: وَ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (۴۱)

یعنی، ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیاد کے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور اُن سے کہا یہ تم

۳۹۔ سنن ابن ماجة، کتاب الحدود، باب "من ادّعی إلی غیر أبیه الخ"، برقم: ۲۶۱۰، ۳/۲۶۳، ۲۶۴

۴۰۔ المسند، ۱/۱۷۴

۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه و هو یعلم، برقم: ۱۳۱/ ۱۱۴۔ (۶۳)، ص ۵۸

نے کیا کیا؟ میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو اپنے کانوں سے سُنا کہ آپ نے فرمایا "جس نے اپنا نسب اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص سے بیان کیا اُس پر جنت حرام ہے" تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی سُنا تھا۔

"جنت میں داخل نہ ہونے" کا مطلب

نسب بدلنے والے، غیر باپ کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے لئے فرمایا گیا کہ اُس پر جنت حرام ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، اب دیکھنا یہ ہے کہ جنت میں داخل نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟

علماء کرام نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں کہ اگر وہ نسب بدلنے کو حلال جان کر اس کا ارتکاب کرے گا تو جنت اُس پر حرام ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ جب کامیاب لوگ جنت میں جائیں گے اس وقت یہ لوگ جنہوں نے اپنے نسب بدلے تھے جنت میں نہیں جائیں گے۔

اور امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

ففیه تأویلان، أحدهما: أنه محمول علی من فعله مستحلاً له، و الثانی: أن جزاء ه أنها محرّمة أوّلاً عند دخول الفائزین و أهل السّلامة (۴۲)

یعنی، پس اِس میں دو تاویلیں ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اس پر محمول ہے جو حلال جانتے ہوئے اِس کا ارتکاب کرے، اور دوسری یہ کہ اُس کی سزا یہ ہے کہ اولاً کامیاب اور اہلِ سلامۃ کے جنت میں دخول کے وقت اِس کا اِرتکاب مُرتکِب کو دخولِ جنت سے محروم کرنے والا ہے۔

۴۲۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، کتاب الإیمان، باب حال إیمان من رغب عن أبیه الخ، برقم: ۱۱۲۔ (۶۱)، ۱/۲/۴۵

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی شافعی متوفی ۷۴۳ھ (۴۳) اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۴۴) لکھتے ہیں:

أقول: معنی قوله: "فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" علی الأوّل ظاهرٌ، و علی الثّاني تغليظ

یعنی، میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے فرمان کہ "اُس پر جنت حرام ہے" کا معنی پہلی وجہ پر تو ظاہر ہے اور دوسری وجہ تغلیظ (یعنی تشدید) ہے۔

اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

این زجر و تشدید ست یا محمول بر استحلال ست یا مراد عدم دخول جنت ست با مقربان و سابقان (۴۵)

یعنی، یہ زجر اور تشدید ہے، یا اُس شخص کے بارے میں جو اِسے حلال جانے، یا مطلب یہ ہے کہ وہ مقربین و سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اور علامہ ابوالحسن سندھی حنفی لکھتے ہیں:

قوله: "فَالجنّة عليه حَرَامٌ" أي إن استحلّ ذلك، أو محمول علی الزّجر و التّغليظ للتنفير عنه (۴۶)

یعنی، حضور نبی ﷺ کا فرمان "اُس پر جنت حرام ہے" یعنی اگر اُسے حلال جانتا ہے تو اس پر جنت حرام ہے، یا یہ باپ سے نفرت کی وجہ سے زجر اور تغلیظ پر محمول ہے۔

ایک مسلمان جب اس قبیح فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ

۴۳۔ شرح الطیبی، کتاب النکاح، باب اللعان، الفصل الأول، ۳۹۶/۶

۴۴۔ مرقات، کتاب النکاح، باب اللعان، الفصل الأول، برقم: ۳۳۱۵، ۴۳۶/۶

۴۵۔ أشعة اللمعات، کتاب النکاح، باب اللّعان، الفصل الأول، ۱۷۷/۳، ۱۷۸

۴۶۔ حاشية السِّندي علی الصحيح للبخاري، کتاب الفرائض، باب من ادّعی إلی غير أبيه ۲۲۶/۴

اِسے حلال نہیں جانتا اس لئے کچھ علماء کرام نے اِس حدیث شریف کا دوسرا مطلب ہی بیان کیا جیسا کہ محشّی صحاح ستہ علامہ نورالدین محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

و فيه "من ادّعی إلی غير أبيه فالجنة عليه حرام" أي دخوله ابتداءً حرام أن جزاء عمله أن لا يدخل ابتداءً (۴۷)

یعنی، اور اِس حدیث میں ہے "جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا اُس پر جنت حرام ہے" یعنی اُس کا ابتداءً (جنت میں) دخول حرام ہے، بے شک اس کے عمل کی جزا یہ ہے کہ وہ ابتداءً داخل نہ ہو۔

اور لکھتے ہیں کہ

أي لا يستحق أن يدخل فيها ابتداءً (۴۸)

یعنی، وہ اِس کا مستحق نہیں کہ جنت میں ابتداءً داخل ہو۔

اور لکھتے ہیں کہ

أي لا يستحقه دخولها أوّلاً (۴۹)

یعنی، وہ اولاً جنت میں دخول کا مستحق نہیں ہے۔

اور دوسری تاویل کے مطابق جب اوّلاً نسب بدلنے والوں کو سزا کے طور پر دخولِ جنت سے روک دیا جائے گا پھر بعد میں انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی چنانچہ امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ثم إن قد يجازی فيمنعها عند دخولهم ثم يدخلها بعد ذلك (۵۰)

۴۷۔ حاشية السندي علی صحيح للبخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الطائف، برقم: ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۱۱۴/۳

۴۸۔ حاشية السِّندي علی السُّنن لابن ماجة برقم: ۲۶۱۰، ۲۶۳/۳

۴۹۔ فتح الوَدود شرح سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في الرّجل ينتمي إلی غير مواليه، برقم: ۵۱۱۳، ۶۸۱/۴، ۶۸۲

۵۰۔ شرح صحيح مسلم للنّووي، کتاب الإيمان، باب حال إيمان، من رغب عن أبيه الخ، برقم: ۱۱۲ ـ (۶۱)، ۴۵/۲/۱

یعنی، پھر یہ سزا دی جائے کہ کامیاب لوگوں کے جنت میں داخلے کے وقت انہیں روک دیا جائے پھر بعد میں جنت میں داخل کیا جائے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے اُن سے مؤاخذہ ہی نہ فرمائے چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

و قد لا يجازى يعفو الله سبحانه و تعالىٰ عنه و معنى حرام ممنوعة (٥١)

یعنی، اور یہ بھی ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے سزا ہی نہ دے بلکہ اُسے معاف فرما دے اور حدیث شریف میں مذکور لفظ ''حرام'' کا مطلب روکنا ہوگا۔

اور علامہ ابوالحسن سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و أما فضل اللّٰه واسع، فيمكن أنه تعالىٰ بفضله يدخله ابتداءً لقوله تعالىٰ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ الآية (٥٢)

یعنی، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل واسع ہے تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے فضل سے ابتداءً جنت میں داخل فرمادے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾

اور اِس تاویل کے راجح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اہلسنّت کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے کوئی شخص جنت سے محروم نہیں ہوتا چنانچہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی لکھتے ہیں:

تأويله على ما تقدم من أهل السنّة من أن الذنوب لا تحرّم على أحد الجنّة البتّة، بل إن شاء الله تعالىٰ أخذ و عاقب و حرّمها للمذنب مدّة ثم يدخلها و إن شاء عفى، أو يكون

٥١۔ شرح صحيح مسلم للنووى، كتاب الإيمان، باب حال إيمان، من رغب عن أبيه الخ، برقم: ١١٢ـ (٦١)، ١/٢/٤٥

٥٢۔ حاشية السِّندى على الصحيح للبخارى، كتاب المغازى، باب غزوة الطائف، برقم:٤٣٢٦، ٤٣٢٧، ٣/١١٥

تأويل الحديث لفاعله مستحلاً (٥٣)

یعنی، اِس (فرمان) کی تاویل وہی ہے جو اہلسنّت کی طرف سے پہلے گزری یہ ہے کہ گناہ کسی پر جنت کو حرام نہیں کرتے، بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مواخذہ فرمائے، عذاب دے اور جنت گنہگار پر ایک مدّت کے لئے حرام فرمادے پھر اس میں داخل فرمائے اور اگر چاہے تو معاف فرمادے یا حدیث کی تاویل یہ ہے کہ یہ وعید حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرنے والے کے لئے ہے۔

جنت کی خوشبو نہیں پائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، فَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مَسِيْرَةَ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ" (٥٤)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا وہ جنت کی بُو نہیں پائے گا بے شک جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی دُوری سے پائی جاتی ہے''۔(٥٥)

٥٣۔ إكمال المعلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال من رغب عن أبيه الخ، ٢/٣١٩

٥٤۔ سنن ابن ماجة، كتاب الحدود، باب: "من ادّعى إلى غير أبيه" الخ، برقم:٢٦١١، ٣/٢٦٤

٥٥۔ بعض روایات میں سات سو سال کا بھی ذکر ہے لیکن محفوظ یہی ہے کہ پانچ سو سال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خوشبو نہ پانے سے مراد

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ''جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا'' تو جنت کی خوشبو نہ پانے سے مراد کیا ہے؟ اِس کے بارے میں شارحینِ حدیث کا کہنا ہے کہ یہ ابتداءً جنت میں داخل نہ ہونے سے کنایہ ہے یا اِس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان اور اچھے اعمال کے بعد اللہ تعالیٰ کے کرم سے جنت میں چلا گیا تو بھی جنت کی خوشبو پانے سے محروم رہے گا، چنانچہ علامہ نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ ''لَمْ یَرِحْ رِیْحَ الْجَنَّۃِ'' (جنت کی بو نہیں پائے گا) کے تحت لکھتے ہیں:

أی لم یشمّ ریحها، و هو كناية عن عدم الدّخول فيها ابتداءً، بمعنى أنه لا يستحقّ ذلك، و المعنى لا يجد لها ريحاً و إن دخلها (٥٦)

یعنی، اِس کا معنی ہے کہ جنت کی بو نہیں سونگھے گا اور یہ ابتداءً جنت میں عدمِ دخول سے کنایہ ہے اِس معنی میں ہے کہ وہ اِس کا مستحق نہ ہوگا اور معنی یہ ہے کہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اگرچہ اُس میں داخل ہو جائے۔

نسب بدلنے کو کُفر فرمایا گیا

حضرت ابو ذرّ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ

عن أبی ذرّ أنه سمع النّبیّ ﷺ یقول: "لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ أَبِیْهِ، وَ هُوَ یَعْلَمُهٗ، إِلَّا کَفَرَ، وَ مَنِ ادَّعٰی قَوْمًا لَیْسَ لَهٗ فِیْهِمْ نَسَبٌ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" (٥٧)

٥٦۔ حاشیة السّندی علی السّنن لابن ماجة برقم: ٢٦١١، ٣/ ٢٦٤

٥٧۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب نسبة الیمن إلی إسماعیل، برقم: ٣٥٠٨، ٢/ ٤١٦

یعنی، حضرت ابو ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ''جو شخص بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسب کا دعویٰ کرے (یا کسی اور نسب کی طرف خود کو منسوب کرے) حالانکہ وہ جانتا ہے (یہ نسبت غیر کی طرف ہے) وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے کسی ایسی قوم کی طرف خود کو منسوب کیا جس میں اُس کا نسب نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ کی روایت اس طرح ہے کہ

عن أبی ذرّ أنّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ أَبِیْهِ وَ هُوَ یَعْلَمُهٗ، إِلَّا کَفَرَ، وَ مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا، وَ لْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (٥٨)

یعنی، حضرت ابو ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سُنا کہ ''جو کوئی اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرے حالانکہ وہ جانتا ہے (یہ نسبت غیر کی جانب ہے) وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اُس کے لئے نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے۔

اور حدیث شریف میں ''لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ'' ہے اور اس میں ''مِنْ'' زائدہ ہے۔ (٥٩)
اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء میں وارد حکم جس طرح مردوں کے لئے ہے اسی طرح

٥٨۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه، برقم: ١٢٩/ ١١٢۔ (٦١)، ص ٥٨
أیضاً المسند: ٥/ ١٦٦

٥٩۔ ارشاد الساری، کتاب المناقب، باب بعد باب نسبة الیمن إلی إسماعیل علیه السلام، برقم: ٣٥٠٨، ٨/ ١٩

عورتوں کے لئے بھی ہے چنانچہ امام شہاب الدین احمد قسطلانی شافعی (۶۰) اور علامہ محمد امین ہرری (۶۱) نے لکھا کہ

مردوں سے تعبیر کرنا بطورِ غلبہ کے جاری ہوا ورنہ عورتوں کا بھی یہی حکم ہے۔

”وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے“ کا مطلب

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو اپنا کوئی اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے“، اِس میں آخری جملہ ”جہنم ٹھکانہ بنائے“ اِس سے مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں کہا گیا کہ وہ جہنم کا مستحق ہے کہ اُس نے اپنے کرتوت سے جہنم کو اپنے لئے واجب کرلیا، چنانچہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

و قوله: "فليتبوّأ مقعده من النّار": أي استحق ذلك بقوله، و استوجبه لمعصية إلّا أن يعفوا عنه (٦٢)

یعنی، اور حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ”چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے“ یعنی وہ اپنے قول سے اس کا مستحق ہے اور اُس نے اپنی معصیت کے ذریعے اپنے لئے اُسے واجب کرلیا مگر یہ کہ اُسے معاف کردیا جائے۔

پھر یہ جملہ یا تو مرتکب کے خلاف دُعا ہے یا یہ اس کے انجام کی خبر ہے پھر اگر وہ نسب بدلنے کے حرام ہونے کا علم رکھتے ہوئے بھی اسے حلال جانتا ہے تو جہنم اُس کا ہمیشہ کے لئے ٹھکانہ ہے اور اگر حلال نہیں جانتا پھر یا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُسے معاف فرمادے

٦٠۔ إرشاد الساري، كتاب المناقب، باب بعد باب نسبة اليمن إلى إسماعيل عليه السلام، برقم: ٣٥٠٨، ٨/ ١٩

٦١۔ شرح صحيح مسلم للهرري، كتاب الإيمان، باب حكم إيمان من انتسب لغير أبيه وهو يعلم الخ، برقم: ١٢٤ (٦٠)، ٢/ ٥٠٦، ٥٠٧

٦٢۔ إكمال المعلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه و هو يعلم، برقم: ١١٢ـ (٦١)، ١/ ٣١٩

اور اُسے توبہ کی توفیق مرحمت فرمادے اور وہ گناہ اُس سے ساقط ہوجائے ورنہ اُسے مخصوص مدت کے لئے بطورِ سزا جہنم میں رکھا جائے۔ چنانچہ علامہ محمد امین ہرری شافعی نے لکھا کہ:

هذا دعاء عليه أو خبر بلفظ الأمر وهو أظهر القولين فيه، أي يكون مقعده ومنزله من النّار مخلّداً فيها إن استحلّ ذلك أو هذا جزائه إن جوزي على ذلك إن لم يستحلّ لأنه يجاز عليه إن لم يغفر له، وقد يُعفى عنه وقد يوفق للتّوبة فيسقط عنه ذلك (٦٣)

یعنی، یہ اُس مرتکب کے خلاف دعا ہے یا لفظِ اَمر کے ساتھ خبر ہے اور ان میں سے یہ قول اظہر القولین ہے، یعنی اس کا ٹھکانہ اور منزل اگر اُسے حلال جانتا ہے تو خُلود فی النّار ہے اور اگر اس گُناہ کے ارتکاب پر سزا دیا گیا تو یہ اُس کی سزا ہے اور اگر حلال نہیں جانتا کیونکہ اگر اُسے نہ بخشا گیا تو وہ اس پر سزا دیا جائے گا اور کبھی بخش دیا جاتا ہے اور توبہ کی توفیق مرحمت کیا جاتا ہے تو اس سے وہ گناہ ساقط ہوجاتا ہے۔

”ہم میں سے نہیں“ کا مطلب

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ ”جس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کے لئے نہیں وہ ہم میں سے نہیں“ مستحل کے حق میں یہ کلمات اپنے ظاہر پر ہیں اور غیر مستحل کے لئے اس کا مطلب ہوگا کہ وہ حضور ﷺ کی ہدایت پر چلنے والا اور آپ کی سنّت پر عمل کرنے والا نہیں یا یہ کہ وہ اہلِ دین کے طریقے پر نہیں ہے۔ چنانچہ امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

وقوله: "لَيْسَ مِنَّا" على ماتقدّم، أي ليس مهتديًا بهدينا

٦٣۔ شرح صحيح مسلم للهرري، كتاب الإيمان، باب بيان حكم إيمان من انتسب لغير أبيه الخ، ٢/ ٥٠٨

ولامسنّاً بسنّتِنَا (٦٤)

یعنی، حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان "وہ ہم میں سے نہیں" کا مطلب بنا بر اُس کے جو پہلے گزرا ہے یہ کہ وہ ہماری ہدایت پر چلنے والا اور ہماری سنت پر عمل کرنا والا نہیں۔

اور حافظ ابو العباس احمد قرطبی متوفی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں:

ظاهر التبرّی المطلق، فیبقی علی ظاهره فی حقّ المستحلّ لذلك علی ماتقدّم ویتأول فی حقّ غیر المستحلّ، بأنه لیس علی طریقة النّبیّ ﷺ ولا علی طریقة أهل دینه، فإن ذلك ظلم وطریقة أهل الدّین العدل، وترك الظُّلم ویکون هذا کما قال: لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبُ" ویقرب منه "مَنْ لَمْ یأخذُ مِنْ شَارِبِه فَلَیْسَ مِنَّا" (٦٥)

یعنی ظاہر مطلق تبری (یعنی برأت) ہے اور یہ فرمان حلال جاننے والے کے حق میں اپنے ظاہر پر ہے اور حلال نہ جاننے والے کے حق میں اس کی تاویل کی جائے گی، اس طرح کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہیں ہے اور نہ ہی اہلِ دین کے طریقے پر ہے اور اہلِ دین کا طریقہ عدل ہے اور ترکِ ظُلم ہے اور یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان کی طرح ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا "جس نے رُخسار پیٹے اور گریبان چاک کئے وہ ہم سے نہیں" (٦٦) اِس کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ "جو اپنی مونچھوں سے نہ لے یعنی

٦٤۔ إکمال المعلم کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه الخ ٣١٩/١

٦٥۔ المفهم، کتاب الإیمان، باب إثم من کفّر مسلماً، برقم ١٠١٥/ ٢٥٤

٦٦۔ رواه البخاری برقم: ٣٥١٩، ومسلم، برقم: ١٠٣

انہیں نہ تراشے وہ ہم سے نہیں"۔(٦٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ (٦٨)، امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ (٦٩) اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ٢٧٥ھ (٧٠) روایت کرتے ہیں کہ

عن عِراك بن مالكٍ أنه سَمِع أبا هریرةَ یقولُ: إنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِکُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِیْهِ فَهُوَ کُفْرٌ۔ و اللفظ لمسلم و نقله التّبریزی فی "مشکاته" فی کتاب النّکاح، باب اللّعان (٧١)

یعنی، عراک بن مالک نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے آباء کے نسب سے اِعراض نہ کرو (یعنی انکار نہ کرو) پس جس نے اپنے باپ کے نسب کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا"۔

"اِعراض نہ کرو" کا مطلب

حدیثِ ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ "اپنے آباء کے نسب سے اعراض نہ کرو" اِس سے مراد ہے کہ اپنے نسب کو اپنے آباء کے غیر کی طرف نہ پھیرو اور یہ زمانۂ جاہلیت کے کافروں کی عادات سے ہے اسلام میں جب اِس سے منع کر دیا گیا تو مُرتکِب کے لئے وعیدیں

٦٧۔ رواه الترمذی برقم:٢٧٦٢

٦٨۔ صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب: "من ادّعی إلی غیر أبیه" برقم:٦٧٦٨، ٢٧٣/٤

٦٩۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه الخ، برقم: ١٣٠/ ١١٣ـ (٦٢)، ص ٥٨

٧٠۔ المسند، ٥٢٦/٢

٧١۔ الفصل الأول، برقم:٣٣١٥، ١ـ٢/٦٠٨

وارد ہوئیں۔

چنانچہ شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

إنما المراد به من تحوّل عن نسبته لأبيه إلى غير أبيه عامداً مختاراً، و كانوا في الجاهلية لايستنكرون أن يتبنّى الرّجل ولد غيره ويصير الولد وينسب إلى الذي تبنّاه حتى نزل قوله تعالىٰ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾، وقوله سبحانه تعالىٰ ﴿وَمَاجَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ﴾ فنسب كلّ واحدٍ إلى أبيه الحقيقي، وترك الانتساب إلى من تبنّاه۔ (۷۲)

یعنی، اِس سے مراد صرف یہ ہے کہ جو شخص اپنے باپ کی طرف نسبت کو اپنے اختیار کے ساتھ عمداً غیر باپ کی طرف پھیرے (تو وہ اِس وعید کا مستحق ہے جو اِس حدیث شریف میں مذکور ہے) اور زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں یہ معیوب نہ تھا کہ وہ غیر کے بیٹے کو متبنّٰی بنالیں اور وہ اس (متبنّٰی بنانے والے) کا بیٹا ہو جائے اور اُسی کی طرف منسوب ہو کہ جس نے اُسے متبنّٰی بنایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا ''انہیں اُن کے باپوں کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا کہ ''یہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا'' تو ہر ایک اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر دیا گیا اور متبنّٰی بنانے والے کی جانب انتساب کو ترک کر دیا گیا۔

اور شیخ محقق شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اعراض مکنید از پدرانِ خود بترک نسبت بایشان، کسیکہ اعراض کند از پدر خود وترک کند نسبت خود را بوے پس تحقیق کفرانِ نعمت کرد وچہ نعمت کہ اصل ہمہ نعمہا ست (۷۳)

۷۲۔ فتح الباری، کتاب الفرائض، باب من ادّعی إلی غیر أبیه، برقم ۶۷۶۸، ۱۱۔۱۲/ ۶۲

۷۳۔ أشعة اللمعات، کتاب النّکاح، باب اللعان، الفصل الأول، ۳/ ۱۷۸

یعنی، اپنے آباء سے اعراض نہ کرو اُن کی طرف اپنی نسبت کو ترک کر کے، جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا اور اپنی اس کی طرف نسبت کو ترک کیا پس تحقیق اس نے کُفرانِ نعمت کیا، اس نعمت کا جو تمام نعمتوں کی اصل ہے۔

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ

عن عمرو بن شعيب عن أبيه، عن جدّه قال "كُفْرٌ بِامْرِئٍ ادِّعَاءُ نَسَبٍ لَا يَعْرِفُهُ، أَوْ جَحْدُهُ، وَ إِنْ دَقَّ (۷۴)

یعنی، عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا ایسے نسب کی طرف انتساب کہ جسے وہ نہیں پہچانتا (یا وہ معروف نہیں) یا (اس کا اپنے) نسب کا انکار کرنا اگر چہ وہ چھوٹا (یعنی حقیر) ہو کفر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی اِس روایت کو امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی ''مسند'' (۷۵) میں اِن الفاظ سے روایت کیا:

عن عمرو بن شعيب بن أبيه، عن جدّه قال: قال رسول الله ﷺ: "كُفْرٌ تَبَرُّؤٌ مِنْ نَسَبٍ، وَ إِنْ دَقَّ، أَوِ ادِّعَاؤُهُ إِلَى نَسَبٍ لَا يُعْرَفُ"

اور امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ ''معجم اوسط'' (۷۶) میں اور ''معجم صغیر'' (۷۷) میں اِن الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا:

۷۴۔ سنن ابن ماجه، کتاب الفرائض، باب مَن أنکر ولده، برقم: ۲۷۴۴، ۳/ ۳۳۷ وقال محققه إسناده صحیح

۷۵۔ المسند: ۲/ ۲۱۵

۷۶۔ المعجم الأوسط، من اسمه محمود، برقم: ۷۹۱۹، ۲/ ۳۹، ۴۰

۷۷۔ المعجم الصّغیر، من اسمه محمود، ۲/ ۱۰۸

"كُفْرٌ بِامْرِيءٍ" ادّعاءُهُ (و في الصّغير ادَّعا) إِلى نَسَبٍ لَا يُعْرَف،
وَ جَحْدُهُ، وَ إِنْ دَقَّ"

اور حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی متوفی ۳۶۵ھ نے "الکامل" (۷۸) میں اِن لفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا:

"كَفَرَ مَنِ ادَّعَى إِلى نَسَبٍ لَا يُعْرَف، أَوْ جَحَدَهُ وَ إِنْ دَقَّ"

اور علامہ نور الدین ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے "مجمع البحرین" (۷۹) میں اور "مجمع الزوائد" (۸۰) میں اِسے نقل کیا ہے۔

کافر ہونے کا مطلب

حدیث شریف میں نسب بدلنے، غیر آباء کی طرف انتساب کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے اس میں بھی دو تاویلیں ہیں ایک یہ کہ نسب بدلنا جس سے قرآن میں ممانعت اور حدیث شریف میں اِس پر سخت وعیدیں وارد ہوئیں اُسے اگر حلال جانتا ہو تو کافر ہو جائے گا، دوسری یہ کہ اگر حلال نہیں جانتا تو مراد وہ کفر نہیں ہوگا جو اُسے ملّتِ اسلام سے خارج کردے بلکہ کفرانِ نعمت مراد ہے یا عملِ کفار کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اُس پر کفر کا لفظ بولا گیا چنانچہ امام ابو زکریا نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں جیسا کہ علامہ محمد امین ہرری نے اُن سے نقل کیا کہ

قال النووي: فيه تأويلات أحدهما: أنه في حق المستحلّ، و الثاني: أنه كفر النِّعمة و الإحسان و حق الله و حق أبيه، و ليس المراد الكفر الذي يخرجه عن ملّة الإسلام و هذا كقوله "يَكْفُرْنَ" ثم فسّره بكُفرانهنّ الإحسان و كُفران العشير" (۸۱)

۷۸۔ الكامل لابن عدي، عمر بن شعيب (برقم: ۱۲۸۱/۳۱٤)، ۲۰٤/٦

۷۹۔ مجمع البحرين، كتاب الإيمان، باب في الكبائر، برقم: ۱۳٤، ۸٥/۱

۸۰۔ مجمع الزوائد، كتاب الإيمان، باب فيمن ادّعى غير نسبه الخ، برقم: ۳٤۸، ۱۲۷/۱

۸۱۔ شرح صحيح مسلم للهرري، كتاب الإيمان، باب حكم إيمان، من انتسب لغير أبيه الخ، برقم: ۱۲٤۔ (٦۰)، ۵۰۷/۲

یعنی، امام نووی نے فرمایا: اِس میں تاویلیں ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ وعید حلال جاننے والے کے حق میں ہے اور دوسری یہ کہ یہ نعمت، احسان، اللہ تعالیٰ کے حق اور اپنے باپ کے حق کی ناشکری ہے اور وہ کفر مراد نہیں ہے جو مرتکب کو ملّتِ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور حضور ﷺ کے فرمان "یکفرن" کی مثل ہے، پھر اس کی تفسیر عورتوں کی طرف سے احسان کی ناشکری اور اُن کی اپنے شوہروں کی ناشکری کے ساتھ کی ہے۔

اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف نسبت یا تو قذف (یعنی، تہمت زنا) ہے یا کذب (یعنی، جھوٹ) ہے یا والدین کی نافرمانی علماء کرام نے فرمایا کہ اِن میں سے کوئی چیز بھی کفر نہیں ہے، لہٰذا ظاہر حدیث کو حلال جاننے والے پر محمول کیا جائے گا۔

اور امام محمد بن خلیفہ وشتانی اَبّی مالکی متوفی ۸۲۸ھ (۸۲) اور علامہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسنی مالکی متوفی ۸۹۵ھ (۸۳) لکھتے ہیں کہ اِس حدیث شریف میں تاویل کی ضرورت ہے:

لأن انتسابه لغير أبيه قذف، أو كذب، أو عقوق، و لا شيئ من ذلك بكفر فيحمل أيضاً على المستحلّ، أو أنه أراد كفر النعمة أي جحدحق أبيه، أو أنه أطلق الكفر مجازًا لشبهه بفعل أهل الكفر لأنهم كانوا يفعلونه في الجاهلية

یعنی، کیونکہ غیر باپ کی طرف انتساب تہمت ہے یا جھوٹ ہے یا نافرمانی ہے اور اِن میں سے کوئی چیز کفر نہیں تو اِسے بھی (غیر آباء کی طرف انتساب کو) حلال جاننے والے پر محمول کیا جائے گا، یا یہ کہ حدیث شریف میں اس سے کفرانِ نعمت یعنی اپنے حقیقی باپ کے حق کے انکار کا ارادہ کیا گیا یا یہ کہ

۸۲۔ إكمال إكمال المعلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال من رغب عن أبيه و هو يعلم، برقم: ۱۱۲۔ (٦۱)، ۲۸۰/۱، ۲۸۱

۸۳۔ مكمّل إكمال الإكمال، كتاب الإيمان، باب بيان حال من رغب عن أبيه وهو يعلم، برقم: ۱۱۲۔ (٦۱)، ۲۸۰/۱

اس عمل کی اہلِ کفر کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مجازاً اُس پر کفر کا اطلاق کیا کیونکہ وہ جاہلیت میں ایسا کرتے تھے۔

علامہ محمد امین ہرری نے لکھا کہ

ذلك المنتسب كفراً حقيقياً يخرجه عن الملّة إن استحلّ ذلك الانتساب، لأنه ما هو معلوم حرمته من الدّين ضرورةً، و إلا كفر كفراً بمعنى كُفران نعمة الأبوّة أي جحد حقّ أبيه، لأن انتسابه لغير أبيه إما قذف، أو كذب، أو عقوق ولا شئ من ذلك كُفرٌ، قال القرطبي: أو أنه أطلق الكفر مجازاً لشبهه بفعل أهل الكفر لأنهم كانوا يفعلونه بالجاهلية، و عبارته هنا (٨٤)

یعنی، اگر وہ غیر باپ کی طرف انتساب کو حلال جانتا ہے منتسب حقیقی کفر کا مرتکب ہو جائے گا جو اُسے ملّت اسلامیہ سے نکال دے گا کیونکہ یہ وہ ہے کہ جس کی حُرمت ضروریات دین ہونا معلوم ہے ورنہ (یعنی اگر وہ اسے حلال نہیں جانتا تو) یہ کفر بمعنی کفرانِ نعمت اُبوۃ ہے یعنی اس نے اپنے باپ کے حق کا انکار کیا، اُس کی ناشکری کی اِس لئے کہ اُس کا اپنے باپ کے غیر کی طرف انتساب یا تو قذف (تہمت) ہے یا جھوٹ ہے یا عقوق (نافرمانی) ہے اور اِن میں سے کوئی چیز بھی کفر نہیں ہے، امام قرطبی نے فرمایا کہ یا یہ ہے کہ اہلِ کفر کے فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اُس پر کفر کا لفظ بولا گیا کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت میں اس طرح کیا کرتے تھے۔

اور علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے غیر آباء کی طرف انتساب کرنے والا اگر اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے تو اجماع کی مخالفت کی وجہ سے کافر ہوگا چنانچہ امام شرف الدین حسین

٨٤۔ شرح صحیح مسلم للهرري، كتاب الإيمان، باب بيان حكم إيمان من انتسب لغير أبيه الخ، ....

بن محمد طیبی شافعی متوفی ۷۴۳ھ (۸۵) اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۸۶) لکھتے ہیں:

فمن اعتقد إباحته كفر لمخالفة الإجماع، [و من لم يعتقد إباحته ففي] فمعنى كفره و جهان، أحدهما: أنه قد أشبه فعله فعل الكفّار، و الثّاني: أنه كافرنعمة الإسلام

یعنی، پس جس نے اس (یعنی نسب بدلنے) کے مباح ہونے کا اعتقاد کیا وہ اجماع کی مخالفت کی وجہ سے کافر ہوا اور جو اُس کی اباحت کا اعتقاد نہ رکھے تو اس کے مرتکب کے کفر کے معنی میں دو وجہیں ہیں، اُن میں سے ایک یہ کہ اس (نسب بدلنے والے) نے اپنا فعل کافروں کے فعل کے مشابہ کر دیا اور دوسرا یہ کہ وہ نعمتِ اسلام کی ناشکری کرنے والا ہے۔

شیخ الحدیث غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ انسان گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور حدیث میں اپنے والد کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مؤوّل ہے، تاویل یہ ہے کہ جو کوئی اپنے والد کے غیر کی طرف اپنی نسبت کو حلال اور جائز سمجھے وہ کافر ہے یا مراد کفرانِ نعمت ہے، یا یہ مراد ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حق اور اپنے والد کے حق کا انکار کر دیا یا زجر و تہدید کے لئے فرمایا، حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی اپنی نسبت غیر کی طرف کرے یا اپنے آپ کو غیر خاندان میں شمار کرے اور اس کو جائز سمجھے وہ شخص کافر ہے اِس زمانہ میں دیکھنے میں آیا ہے بعض سادات کی طرف اپنی نسبت کر لیتے ہیں تا کہ عوام کی نگاہوں میں محترم ہوں وہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔ (۸۷)

٨٥۔ شرح الطيبي، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول، ٦/٣٩٦

٨٦۔ مرقات، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول، برقم: ٣٣١٥، ٦/٤٣٦

٨٧۔ تفهيم البخاري، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى اسماعيل عليه السلام، برقم: ٣٢٨١، ٥/٣٨٣، ٣٨٤

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

فمن فعل ذلك مستحلاً فهو كافر حقيقةً تبقى الحديث على ظاهره، أما إن كان غير مستحلّ فيكون الكفر الذى فى الحديث محمولاً على كُفران النّعم و الحقوق فإنه قابل الإحسان بالأساء ة، و من كان كذا صدق عليه اسم الكافر، و يحتمل أن يقال: أطلق عليه ذلك، لأنه تشبّه بالكفار أهل الجاهلية أهل الكبر و الأنفة فإنهم كانوا يفعلونه ذلك (۸۸)

یعنی، پس جس نے اُسے (یعنی نسب بدلنے کو) حلال جانتے ہوئے ایسا کیا تو وہ حقیقۃً کافر ہو جائے گا، (اس صورت میں) حدیث شریف اپنے ظاہر پر باقی رہے گی، اگر حلال نہیں جانتا تو جس کفر کا حدیث شریف میں ذکر ہے وہ کُفرانِ نِعَم اور کُفرانِ حقوق پر محمول ہوگا کیونکہ اس نے احسان کے مقابلے میں اساءت کی اور جو ایسا ہو اُس پر کفر کا اسم صادق آئے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ کہا جائے اس پر یہ لفظ بولا جائے گا کیونکہ اُس نے اہلِ جاہلیت، اہلِ کبر کُفّار کے ساتھ مشابہت کی، بے شک وہ ایسا کیا کرتے تھے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

و إن ثبت ذلك فالمراد من استحلّ مع علمه بالتّحريم، و على الرّواية المشهورة فالمراد كفر النّعمة، و ظاهر اللفظ غير مرادٍ، و إنما ورد على سبيل التّغليظ و الزّجر لفاعل ذلك، أو المراد بإطلاق الكفر أن فاعله فَعَلَ فعلاً شبيهًا بفعل أهل الكفر (۸۹)

۸۸۔ المفهم، كتاب الإيمان، باب إثم من كفّر مسلماً، برقم: ١٠٥، ٢٥٤/١

۸۹۔ فتح البارى، كتاب المناقب، باب بعد باب نسبة اليمن إلى إسماعيل عليه السّلام، برقم: ٣٥٠٨، ٦٧٠/٦/٨

یعنی، اگر وہ ثابت ہو تو مراد وہ شخص ہوگا جو اس فعل کے حرام ہونے کا علم رکھتے ہوئے اسے حلال جانتا ہے اور روایتِ مشہورہ کی بنا پر مُراد کُفرانِ نعمت ہے اور ظاہر لفظ مراد نہیں ہے اور یہ صرف اُس حرام فعل کے مرتکب کے لئے تغلیظ و زجر کے طور پر وارد ہوا ہے یا یہ کہ اطلاقِ کفر سے مراد ہے کہ اس کے فاعل نے ایسا عمل کیا ہے جو اہلِ کفر کے عمل کے مشابہ ہے۔

اور حافظ شہاب الدین احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

و على ثبوتها مؤوّلة بالمستحلّ لذلك مع علمه التّحريم، أو ورد على سبيل التّغليظ و الزّجر لفاعله (۹۰)

یعنی، اس کے ثبوت کی بنا پر یہ نسب بدلنے کے حرام ہونے کا علم رکھنے کے باوجود اسے حلال جاننے والے کے ساتھ مؤوّل ہے یا یہ فاعل کے لئے بطورِ تغلیظ و زجر کے وارد ہوا ہے۔

اور علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان کورانی شافعی ثم حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

"وَ هُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ" إن اعتقد ذلك، أو كفر بنعمة اللّٰه، أو ذلك الفعل من أخلاق الكفّار (۹۱)

یعنی، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان "و هو يعلم إلا كفر" کا مطلب ہے کہ اگر اس (کے حلال ہونے) کا اعتقاد رکھتا ہے، یا یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی یا یہ کہ یہ فعل (یعنی نسب بدلنا، غیر باپ کی طرف نسبت) کُفّار کے اخلاق سے ہے۔

غیر مستحل کے حق میں اس کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ یہ عمل کُفر تک پہنچانے والا ہے

۹۰۔ إرشاد السارى، كتاب المناقب، باب بعد باب نسبة اليمن إلى إسماعيل عليه السّلام، برقم: ٣٥٠٨، ١٩/٨

۹۱۔ الكوثر الجارى إلى رياض أحاديث البخارى، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل عليه السّلام، برقم: ٣٥٠٨، ٣٥٣/٦

چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی لکھتے ہیں:

و الکفر فیه بمعنی أن ذلك یؤدی إلیه، أو استحل، أو کفر النّعمة (۹۲)

یعنی، اس میں کفر اس معنی میں ہے کہ وہ (عمل) کفر تک پہنچانے والا ہے، اسے حلال جانتا ہے (تو کافر ہے) یا اس نے کفرانِ نعمت کیا۔

نسب بدلنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر فرمایا گیا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جسے امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے ''معجم اوسط'' میں ان الفاظ سے روایت کیا کہ

عن أبی بکر یقول: قَال رسول الله ﷺ: ''کُفْرٌ بِاللّٰه'': ادِّعَاءُ نَسَبٍ لَا یُعْرَفُ، وَ کُفْرٌ بِاللّٰهِ، تَبَرُّءٌ مِنْ نَسَبٍ وَ إِنْ دَقَّ (۹۳)

یعنی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے ایسے نسب کی طرف نسبت کرنا جو معروف نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے نسب سے برأت اگر چہ چھوٹا (یعنی حقیر) ہو''۔

اور ان الفاظ سے کہ

عن أبی بکر الصّدیق قال: قال رسول الله ﷺ: ''مَنِ ادَّعَی نَسَبًا لَا یُعْرَفُ کَفَرَ بِاللّٰهِ، وَ انْتِفَاءُ مِنْ نَسَبٍ وَ إِنْ دَقَّ کُفْرٌ بِاللّٰهِ (۹۴)

۹۲۔ الزواجر عن إقتراف الکبائر، برقم: ۲۹۳، ۲/ ۱۰۰

۹۳۔ المعجم الأوسط، من اسمه إبراهیم، برقم: ۲۸۱۸، ۲/ ۴۴

۹۴۔ المعجم الأوسط، من اسمه معاذ، برقم: ۸۵۷۵، ۶/ ۲۲۱

یعنی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسے نسب کی طرف نسبت کی جو معروف نہیں اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور نسب سے نفی اگر چہ چھوٹا (یعنی حقیر) ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے''۔

اسی طرح امام طبرانی نے ''الدّعاء'' (۹۵) میں روایت کیا ہے۔

اور حافظ بزار نے ''اپنی مسند'' (۹۶) میں، اور امام حافظ نور الدین ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے ''کشف الأستار'' (۹۷) میں اِن الفاظ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

''کُفْرٌ بِاللّٰهِ تَبَرُّءٌ مِنْ نَسَبٍ وَ إِنْ دَقَّ''

اور حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ نے اپنی ''سنن'' (۹۸) میں، حافظ ابو الحسن علی ابن الجعد متوفی ۲۳۰ھ نے اپنی ''مسند'' (۹۹) میں ان الفاظ سے موقوفاً روایت کیا کہ:

''کُفْرٌ بِاللّٰهِ ادِّعَاءٌ إِلَی نَسَبٍ لَا یُعْرَفُ، وَ کُفْرٌ بِاللّٰهِ تَبَرُّءٌ مِنْ نَسَبٍ وَ إِنْ دَقَّ''

یعنی، غیر معروف نسب کی طرف نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے اور نسب سے برأت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے اگر چہ وہ چھوٹا (یعنی حقیر) ہو۔

اور امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے ''المصنّف'' (۱۰۰) میں ان

۹۵۔ کتاب الدّعاء، ذکر من لعنه الرسول ﷺ، برقم: ۲۱۴۳، ص ۵۸۷

۹۶۔ البحر الزّخّار، برقم: ۷۰، ۱/ ۱۳۹

۹۷۔ کشف الأستار، کتاب الإیمان، باب من تبرّأ من نسبه، برقم: ۱۰۴، ۱/ ۷۰

۹۸۔ سنن الدّارمی، کتاب الفرائض، باب من ادّعی إلی غیر أبیه، برقم: ۲۸۶۱، ۲/ ۲۷۰

۹۹۔ مسند ابن الجعد، بقیة حدیث الأعمش، برقم: ۳۶۹۱، ص ۳۹۴

۱۰۰۔ المصنّف لابن أبی شیبه، کتاب الأدب، باب ما یکره الرّجل أن ینتمی إلیه الخ، برقم: ۲۶۶۳۳، ۱۳/ ۳۳۰، ۳۳۱

الفاظ سے موقوفاً روایت کیا:

قال أبو بکر: "کَفَرَ مَن ادَّعَی نَسَباً لَا یُعلَمُ وَ تَبَرَّأَ مِنْ نَسَبٍ وَ إِنْ دَقَّ"

حدیثِ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اکثر روایات میں "کَفَرَ بِاللّٰہِ" (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے) اور "کَفَرَ باللّٰہ" (یعنی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا) مذکور ہے، اسی طرح حدیثِ اَبی ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں "إلا کفر باللّٰہ" یعنی "جو کوئی اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ نسبت غیر کی جانب ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا" آیا ہے، یہ حدیث ابی بکر اور حدیث اَبی ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت اگر اسی طرح ہو تو غیر مستحل کے حق میں اس کی تاویل میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے جس کے نطفہ سے پیدا کیا تھا اُس شخص نے اس کا انکار کر کے کہا کہ مجھے اُس کے نہیں فلاں کے نُطفہ سے پیدا کیا گیا ہے گویا اُس نے اِس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا اور مستحل کے حق میں تاویل کی حاجت نہیں ہے جیسا کہ ہماری ذکر کردہ دیگر عبارات سے ظاہر ہے اور اس جواب کے قریب حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی بعض شُرّاح حدیث سے نقل کردہ یہ تاویل ہے، فرماتے ہیں:

قال بعض الشّرّاح: سبب إطلاق الکفر هنا أنه کذب علی اللّٰہ کأنه یقول: خلقنی اللّٰہ من ماء فلان، و لیس کذلك لأنه إنما خلقه من غیره (۱۰۱)

یعنی، بعض شُرّاح نے فرمایا کہ یہاں اطلاقِ کُفر کا سبب یہ ہے کہ اس (یعنی اپنا نسب غیر سے جوڑنے والے) نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا، گویا کہ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں کے پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا کیا حالانکہ ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تو اُسے (جس کے پانی سے پیدا ہونے کا اس نے

۱۰۱۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب: "من ادّعی إلی غیر أبیه" برقم: ۶۷۶۸، ۱۵/۱۲/۶۳

دعویٰ کیا ہے) اس کے غیر (کے پانی) سے پیدا کیا ہے۔

اور حدیثِ اَبی ذرّ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب اس صورت میں ہے جب یہ اضافہ ثابت ہو اور یہ اضافہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایات میں نہیں ہے اس لئے علماء کرام نے لکھا کہ اس اضافہ کا حذف ہی مناسب ہے، چنانچہ علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

و لیست هذه الزّیادة فی غیر روایته و لا فی روایة مسلم و لا إسماعیلی فحذفها أوجه لما لا یخفی (۱۰۲)

یعنی، یہ اضافہ اس روایت کے غیر میں نہیں ہے نہ مسلم کی روایت میں ہے اور نہ اسماعیلی کی روایت میں ہے لہٰذا اس کا حذف اَوجہ ہے اس لئے کہ اس کے حذف کا اَوجہ ہونا مخفی نہیں ہے۔

اور حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اکثر روایات میں یہ اضافہ مذکور ہے جب کہ بعض میں سے نہیں ہے اگر یہ اضافہ ثابت ہو اس کا وہی جواب ہو گا جو حدیث اَبی ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے دیا۔

اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ کُفر کا لغوی معنی ہے کہ کسی شئی کو ڈھانپنا تو کُفر باللّٰہ کا معنی یہ ہو گا کہ اللہ عزّ وجلّ نے اُسے جس کا بیٹا بنایا اُس نے اُس میں اللہ عزّ وجلّ کے حق کو ڈھانپ دیا، چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فإن قیل: فتقول للرّاغب فی الانتماء إلی غیر أبیه و موالیه کافر باللّٰہ کما روی عن أبی بکر الصّدیق أنه قال: کفر باللّٰہ ادعاء نسب لا یعرف، و روی عن عمر بن الخطاب أنه قال: کان ممّا یقرء فی القران: "لا ترغبوا اباء کم فإنه کفر بکم" قیل: لیس معناه الکفر الذی یستحق علیه التخلید فی النّار، و إنما هو کفر لحقّ أبیه و لحقّ موالیه، کقوله فی النّساء:

۱۰۲۔ إرشاد السّاری، کتاب الفرائض، باب: "من ادّعی إلی غیر أبیه" برقم: ۶۷۶۸، ۱۹/۸

"یکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ" و الکُفر فی لغة العرب: التّغطیة للشئ و السّترله، فکأنه تغطیة منه علی حقّ اللّٰه عزّ و جلّ فیمن جعله ولداً، لا أن من فعل ذلك کافراً باللّٰه حلال الدّم (۱۰۳)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ تم غیر باپ اور غیر مالک کی طرف انتساب میں رغبت رکھنے والے کو کہتے ہو اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کُفر کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا جس نے غیر معروف نسب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا" اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "قرآن کریم میں جو پڑھا گیا ہے اُس میں یہ تھا کہ "اپنے آباء سے اعراض نہ کرو پس یہ کفر ہے" تو جواب میں کہا جائے گا کہ اِس کا معنی وہ کفر نہیں ہے کہ جس میں بندہ خُلود فی النّار کا مستحق ہوتا ہے، اور کُفر صرف باپ کے حق اور مالکوں کے حق کی وجہ سے ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا عورتوں کے بارے میں فرمان ہے "یکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ" (یعنی اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں) اور لغتِ عرب میں کُفر کا معنی ہے کسی شئی کو ڈھانپنا اور اُسے چُھپانا، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اُسے جس کا بیٹا بنایا اُس نے اُس میں اللہ عزّ وجلّ کے حق کو ڈھانپ دیا، یہ نہیں کہ جو اِس کا ارتکاب کرے گا وہ کفر باللہ کا مرتکب، حلال الدّم ہوجائے گا۔

نسب بدلنے والے پر لعنت فرمائی گئی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن أنس بن مالك، قَالَ سمعتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: "مَنِ

۱۰۳۔ شرح ابن بطال، کتاب الفرائض، باب "من ادّعی إلی غیر أبیه الخ"، ۸/ ۳۸۴

ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ، أَوِ انْتَمٰی إِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةِ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ" (۱۰۴)

یعنی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سُنا "جس نے اپنا باپ کسی اور بنایا (جس غلام نے) اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی قیامت تک لعنت ہے"۔

حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن أبی أمامة الباهلی قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ فِی خُطْبَةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "وَ مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ، أَوِ انْتَمٰی إِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ التَّابِعَةِ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ الحدیث (۱۰۵)

یعنی، حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرماتے سُنا کہ "جس نے اپنا باپ کسی اور کو بنایا (جس غلام نے) اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا تو اُس پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ (۱۰۶)، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

۱۰۴۔ سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الرّجل ینتمی إلی غیر موالیه برقم: ۵۱۱۵، ۵/ ۲۱۳

۱۰۵۔ سنن الترمذی، کتاب الوصایا، باب ما جاء "لا وصیة لوارث" برقم: ۲۱۲۰، ۳/ ۱۷۸، ۱۷۹

۱۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب (۸۵) فی فضل المدینة الخ، برقم: ۳۳۰۶/ ۴۶۷۔ (۱۳۷۰)، ص ۶۳۲، ۶۳۳

متوفی ۲۷۹ھ (۱۰۷) اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (۱۰۸) روایت کرتے ہیں:

عن إبراهيم التَّيمىّ عن أبيه قال: خَطَبَنَا عَلِىٌّ بْنُ أَبِى طَالِبٌ فَقَالَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةَ۔ قَالَ: وَ صَحِيْفَةٌ مُعَلَّقَةٌ فِى قِرَابِ سَيْفِهٖ۔ فَقَدْ كَذَبَ، فِيْهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَ أَشْيَاءٌ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، وَ فِيْهَا قَالَ النَّبِىُّ ﷺ: ...... "وَ مَنِ ادَّعىٰ إِلىٰ غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوِ انْتَمٰى إِلىٰ غَيْرِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَ لَا عَدْلًا" ۔ واللفظ لمسلم

یعنی، ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حالانکہ اُن کی نیام کے ساتھ ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس صحیفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ (قرآن) اور صحیفہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے وہ شخص جھوٹا ہے، اِس صحیفہ میں تو اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے اور کچھ زخمیوں کی دیت کا بیان ہے اور اُس میں یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ...."اور جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب کیا اُس پر اللہ تعالیٰ کی، سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل"۔

۱۰۷۔ سنن التّرمذی، کتاب الولاء و الهبة، باب ما جاء فيمن تولّى غير مواليه الخ، برقم: ۲۱۲۷، ۳/۱۸۳، ۱۸٤

۱۰۸۔ المسند، ۱/۸۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں کہ

عن ابن عباس قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنِ انْتَسَبَ إِلىٰ غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ" (۱۰۹)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے اپنا نسب اپنے باپ کے غیر سے بیان کیا یا (جس غلام نے) اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا اُس پر اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے"۔

حضرت عَمرو بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ (۱۱۰) اور امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ (۱۱۱) اور حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ (۱۱۲) روایت کرتے ہیں کہ

عن عَمرو بن خارجة، قال: كُنْتُ تَحْتَ نَاقَةِ النَّبِىِّ ﷺ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "مَنِ ادَّعىٰ إِلىٰ غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوِ انْتَمىٰ إِلىٰ غَيْرِ مَوَالِيْهِ رَغْبَةً عَنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"۔ و اللَّفظ للدّارمى و زاد الطّبرانى: "لَا يُقْبَلُ مِنْهُ

۱۰۹۔ سنن ابن ماجة، کتاب الحدود، باب: "من ادّعى إلى غير أبيه الخ" برقم: ۲۶۰۹، ۳/۲۶۳

۱۱۰۔ سنن الترمذی، کتاب الوصایا، باب ما جاء "لا وصية لوارث"، برقم: ۲۱۲۱، ۳/۱۷۹، ۱۸۰

۱۱۱۔ سنن الدّارمی، کتاب السّیر، باب فی الذی يدّعى إلى غير مواليه، برقم: ۲۵۲۹، ۲/۱۹۶

۱۱۲۔ المعجم الکبیر، برقم: ۶۰ تا ۷۱، ۱۵۔۱۷/۳۲ تا ۳۶

صَرْفٌ وَ لَا عَدْلٌ"

یعنی، حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کے نیچے تھا تو میں آپ ﷺ کو فرماتے سُنا کہ ''جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے یا (جس غلام نے) اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا اُن سے اعراض کرتے ہوئے تو اُس پر اللہ تعالیٰ، سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے''۔

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل''۔

لعنت سے مراد

حدیث شریف میں نسب بدلنے والے کے لئے لعنت مذکور ہے، یہ لعنت اُس پر ہے جو اپنے آباء سے بیزاری ظاہر کرے اور اپنے آباء کے غیر کے نسب کا دعویٰ کرے جیسے غیر سیّد ہو کر سیّد ہونے کا دعویٰ کرے چنانچہ شارح صحیح البخاری علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

و إنما لعن النّبيّ عليه السّلام المتبرّئ من أبيه و المدّعي غير نسبه فيمن فعل ذلك فقد ركب من الإثم عظيماً و تحمل من الوزر جسيماً، و كذلك المنتمي إلى غير مواليه (۱۱۳)

یعنی، حضور نبی کریم ﷺ نے صرف اُس پر لعنت فرمائی جو اپنے حقیقی باپ سے برأت ظاہر کرے اور حقیقی باپ کے غیر کے نسب کا مدّعی ہو، تو جس نے اِس طرح کیا تو اُس نے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا اور (گناہ کا) بڑا بوجھ اُٹھا لیا، اسی طرح وہ غلام جو اپنے مالک کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرے۔

اور لعنت کی وجہ یہ ہے کہ بندہ جب اپنے مولیٰ کی نعمت کی قدر نہیں کرتا، اس کی نعمتوں کی ناشکری پر اُتر آتا ہے تو ظالم قرار پاتا ہے اور ظالموں پر قرآن کریم میں لعنت مذکور ہے، چنانچہ

۱۱۳۔ شرح ابن بطال، كتاب الفرائض، باب من ادّعى إلى غير أبيه الخ، ۸/۳۸۳

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

إذا كفر نعمة مولاه فقد صار ظالماً، و قد قال الله تعالى ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (هود: ۱۸) (۱۱۴)

یعنی، جب وہ اپنے مولیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتا ہے تو وہ ظالم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

اور لعنت کا معنی دھتکارنا اور دُور کرنا ہے، احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء میں نسب بدلنے والے کے لئے قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت متتابعہ مذکور ہے تو لعنت جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی تو معنی ہوگا کہ وہ اس بندے کو اپنی رحمت سے دُور فرما دیتا ہے، اور اسی طرح فرشتوں اور انسانوں کی لعنت بھی مذکور ہے، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ فرشتے چونکہ اہلِ ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں، بندہ جب اس جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے اور اس پر نادم و پشیمان ہو کر توبہ نہیں کرتا تو وہ فرشتے اُس کے لئے استغفار ترک کر دیتے ہیں اور اسی طرح انسانوں کی لعنت میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ انسان اس کام کو قبیح گردانتے ہوئے مرتکب کو چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ حافظ ابو بکر ابن العربی لکھتے ہیں:

و اللعنة هي الطرد، فيكون المراد كما تقدم في وقت أو حالٍ أو شخصٍ أو على صفةٍ، و أما لعنة الملائكة فإنهم كانوا يستغفرون له، فقطعهم الإستغفار إبعاد له عنهم، و يجوز أن يحمل على ظاهره فيلعنونه، و أما لعنة الناس فهجرانهم، أو إطلاق اللعن له على ظاهر الحديث (۱۱۵)

۱۱۴۔ عارضة الأحوذي، كتاب الولاء، باب ما جاء فيمن تولّى غير مواليه الخ، برقم: ۲۱۲۷، ۴/۸/۲۱۹

۱۱۵۔ عارضة الأحوذي، كتاب الولاء، باب ما جاء فيمن تولّى غير مواليه الخ، برقم: ۲۱۲۷، ۴/۸/۲۱۹

یعنی، اورلعنت دُور کرنا ہے، دھتکارنا ہےتو جیسا کہ پہلے گزرا مراد ہوگی کسی وقت یا کسی حال میں یا کسی صفت پر (دُور کرنا یا دھتکارنا) اور ملائکہ کی لعنت یہ ہے کہ وہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں تو فرشتے اس شخص کی (اِس ممنوع فعل کے ارتکاب کے ذریعے) اُن سے دُوری کے سبب اس کے لئے استغفار قطع کردیتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ اس لعنت کو ظاہر پر محمول کرتے ہوئے کہا جائے کہ وہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں، اور لوگوں کی لعنت اُن کا اس شخص کو چھوڑنا ہے یا ظاہر حدیث کی بنا پر اس کے لئے لعنت کا اطلاق ہے (یعنی لوگ اُن پر لعنت کرتے ہیں)۔

نسب بدلنے والے پر اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا

حضرت معاذ بن انس جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے روایت کیا کہ

عن سهل بن معاذ عن أبيه عن النبيّ ﷺ أنّه قال: "إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارِكَ و تَعَالى عِبَادًا لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ لَا يُزَكِّيهِم، وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِم" ، قِيْلَ: مَنْ أُولٰئِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مُتَبَرِّ مِنْ وَالِدَيْهِ رَاغِبٌ عَنْهُمَا، وَ مُتَبَرِّ مِنْ وَلَدِهِ، وَ رَجُلٌ أَنْعَمَ عَلَيْهِ قَوْمٌ فَكَفَرَ نِعْمَتَهُم، وَ تَبَرَّأَ مِنْهُم" (١١٦)

یعنی، سہل بن معاذ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک فرمائے گا اور اُن کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا"، عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ

١١٦_ المسند: ٣/ ٤٤٠

لوگ کون ہیں؟ فرمایا کہ "اپنے والدین سے برأت کا اظہار کرنے والا، اُن سے اعراض کرنے والا اور اپنی اولاد سے برأت کا اظہار کرنے والا اور وہ شخص جس پر کسی قوم نے انعام کیا پس اُس نے اُن (انعام و احسان کرنے والوں) کی نعمت کی ناشکری کی اور اُن سے برأت کا اظہار کیا"۔

اِس حدیث شریف کو امام ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے بھی "المعجم الکبیر" (۱۱۷) میں یحییٰ بن ایوب کلاھما عن زبان ابن قائلة و بهذا الإسناد کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا، حقیقی باپ سے برأت اور اس سے اعراض ہے، اسی طرح نسب بدلنا اپنے آباء سے برأت اور اُن سے اعراض ہے اور حدیث شریف میں برأت اور اعرض سے منع کیا گیا اور ارتکاب کرنے والوں کے لئے یہ وعیدیں بیان کی گئیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام فرمائے گا اور نہ انہیں ستھرا رکھے گا اور نہ اُن پر نظرِ رحمت فرمائے گا۔

اور اس میں بھی وہی تاویلیں ہیں جو پہلے ذکر کی جاچکیں کہ اگر کوئی شخص اس برأت و اعراض کے حرام ہونے کا علم رکھتے ہوئے اسے حلال جانتا ہے تو حدیث شریف اپنے ظاہر پر رہے گی اور اگر حلال نہیں جانتا تو یہ کلمات صرف اس حرام فعل کے مرتکب کے لئے بطورِ تغلیظ و زجر وارد ہوئے۔

اور علمائے کرام نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ان سے کلام نہ فرمانا شدّتِ غضب سے کنایہ ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن سندھی لکھتے ہیں:

قوله: "لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ": كِنَايَة عن شدّة الغضب۔

اور "انہیں ستھرا نہیں کرے گا" کا مطلب ہے کہ انہیں گناہوں کے میل سے پاک نہیں کرے گا اور "ان کی طرف نہیں دیکھے گا" کا مطلب ہے کہ نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا ور نہ کوئی

١١٧_ المعجم الكبير، ٢٠/ ١٩٥، برقم: ٤٣٧ و قال فيه: عن سهل بن معاذ بن أنس عن أبيه

بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔(۱۱۸)

نسب بدلنا بہت بڑا بہتان ہے

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عبد الواحد بن عبداللہ النَّصری قال: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَی أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰی غَيْرِ أَبِيْهِ" الخ (۱۱۹)

یعنی، عبدالواحد بن عبداللہ النصری نے بیان کیا کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی نسبت اپنے والد کے غیر کی طرف کرے'' الخ۔

اور وہ اس طرح کہ اس سے بڑا بہتان اور کیا ہوگا کہ آدمی اپنے خالق پر بہتان باندھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے جس کے نطفے سے پیدا فرمایا وہ کہتا ہے کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے نہیں فلاں کے نطفے سے پیدا کیا ہے، اسی طرح اپنے باپ پر بھی بہتان ہے کہ میں نے تیرے نہیں فلاں کے نطفے سے پیدا ہوا ہوں، اسی طرح ماں پر بھی یہ عظیم بہتان ہے۔

۱۱۸۔ تحقیق مسند امام احمد، ۳۹۸/۲۴

۱۱۹۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب بعد باب نسبۃ الیمن إلی إسماعیل، برقم: ۳۵۰۹، ۴۱۶/۲، ۴۱۷

ذکر کردہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء میں وعیدیں

علماء اسلام نے ارشاداتِ نبویہ علیہ التحیۃ و الثناء میں وارد کلمات کی جو توجیہات و تاویلات اور اُن میں پائے جانے والے احتمالات ذکر کئے وہ اپنی جگہ درست ہیں، اس میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ نسب بدلنے والوں، غیر آباء کی طرف اپنی نسبت کرنے والوں کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں انہیں مدنظر رکھے، اور اس قبیح و شنیع عمل کی گرد سے بھی اپنے آپ کو بچائے اور اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ بہت بڑا بہتان ہے۔

جیسا کہ امام بخاری نے اِسے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۲۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں فرمائے گا۔

۳۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں پاک نہیں فرمائے گا۔

۴۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن پر نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

جیسا کہ امام احمد نے انہیں حضرت انس جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد سے روایت کیا ہے۔

۵۔ اُس پر جنت حرام ہے۔

جیسا کہ امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی اور احمد نے اِسے حضرت سعد بن اُبی وقاص، اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

۶۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔

جیسا کہ امام ابن ماجہ نے اِسے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

۷۔ اُس پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

جیسا کہ امام ابو داوود اور امام ترمذی نے اِسے حضرت انس بن مالک اور ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

۸۔ اُس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔

جیسا کہ امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نے اسے حضرت علی المرتضیٰ، ابن عباس اور حضرت عمر بن خارجہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

۹۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول نہیں فرمائے گا اور نہ نفل۔

جیسا کہ امام مسلم، ترمذی اور طبرانی نے اِسے حضرت علی المرتضیٰ اور عمر بن خارجہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جیسا کہ امام مسلم اور امام احمد نے اِسے حضرت ابو ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

۱۱۔ وہ کافر ہو جائے گا۔

جیسا کہ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور احمد نے اِسے حضرت ابو ذرّ اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے

۱۲۔ نسب کا انکار کفر ہے۔

جیسا کہ امام ابن ماجہ، احمد، طبرانی اور ابن عدی نے اِسے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۳۔ آدمی کا ایسے نسب کی طرف اپنی نسبت کرنا جو معروف نہیں، کفر ہے۔

امام ابن ماجہ، احمد، طبرانی اور ابن عدی نے اِسے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۴۔ ایسے نسب کی طرف نسبت کرنا جو معروف نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔

جیسا کہ امام طبرانی، ابن الجعد نے اسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۵۔ نسب سے برأت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔

جیسا کہ امام طبرانی، بزار اور ابن الجعد نے اِسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۶۔ نسب کی نفی کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔

جیسا کہ امام طبرانی نے اسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۷۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

جیسا کہ امام بخاری و مسلم نے اِسے حضرت ابو ذرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

حکم

علماء اسلام نے قرآن کریم کی آیات اور حضور ﷺ کے ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے نسب بدلنے کو غیر باپ کی طرف اپنی نسبت کرنے کو حرام و گناہ لکھا ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، شارح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ (۱۲۰) اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ (۱۲۱) "صحیح البخاری" کی حدیث (۱۲۲) کے تحت لکھتے ہیں:

و في الحديث تحريم الانتفاء النّسب المعروف، و الإدعاء إلى غيره

یعنی، اور حدیث شریف میں معروف نسب کی نفی اور اپنے آپ کو حقیقی باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنے کا حرام ہونا مذکور ہے۔

۱۲۰۔ عمدة القاری، کتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل عليه السّلام، برقم:۳۵۰۸، ۱۱/ ۲۵۹

۱۲۱۔ فتح الباری، کتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل عليه السّلام، برقم:۳۵۰۸، ۸/۶/ ۶۷۰

۱۲۲۔ صحيح البخاری، برقم:۳۵۰۸

شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

جان بوجھ کر سب کو بدلنا حرام و گناہ ہے یہاں تک کہ اِس حدیث میں اُسے کفر تک فرمایا ہے، نسب بدلنے کی دو صورتیں ہیں ایک نفی یعنی اپنے باپ کے نسب سے انکار کرنا، دوسرے اثبات یعنی جو باپ نہیں اُسے اپنا باپ بتانا دونوں حرام ہیں جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے بڑی آسانی سے لوگ اپنے آپ کو سید کہنے اور کہلانے لگ جاتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ سیّد نہیں غالبًا یہ بیماری پہلے بھی رائج تھی۔(۱۲۳)

اور امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اپنے ایک رسالہ میں والدین سے اعراض اور غیر باپ کی طرف نسبت کو گناہ قرار دیا اور "مسند امام احمد" اور "صحیحین" سے احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء ذکر کی ہے۔(۱۲۴)

اور امام ذہبی نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ اُن کی کتاب "الکبائر" میں ہے۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے بھی اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔(۱۲۵)

اور لکھا ہے کہ یہ حکم ان احادیث صحیحہ سے صریح ہے اور واضح جلی ہے اگرچہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کی تصریح کی ہو۔

۱۲۳۔ نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث: ۱۸۵۳، ۱۹/۷

۱۲۴۔ بِرُّ الوالدین و صلۃ الرّحم، فصل فیمن تبرّأ من والدیہ الخ، و فصل إثم من ادّعی إلی غیر أبیہ، ص۶۱، ۶۲

۱۲۵۔ الزّواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثانیۃ و الثالثۃ و التسعون بعد المائتین، ۹۹/۲، ۱۰۰

مآخذ و مراجع

۱۔ **إرشاد السّاری** (شرح صحیح البخاری)، للقسطلانی، أبی العباس شهاب الدین احمد (ت۹۲۳ھ)، دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

۲۔ **أشعّةُ اللّمعات**۔ للدّهلوی، الشّیخ عبد الحق بن سیف الدّین المحدّث (ت۱۰۵۲ھ)، المکتبة النُّوریة الرّضویة، سکهر، باکستان ۱۹۷۶م

۳۔ **إکمال المُعلم بفوائد المسلم**، للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی، (ت۵۴۴ھ)، تحقیق الدّکتور یحیٰ إسماعیل، دار الوفاء، المنصورة، الطّبعة الأولی ۱۴۱۹، ۱۹۹۸م

۴۔ **إکمال إکمال المُعلِم**۔ لآبی، الإمام محمد بن خلیفة الوشتانی المالکی، (ت۸۲۸ھ)، ضبطه محمد سالم هاشم، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴م

۵۔ **برُّ الوالدین و صلة الرّحم**، لإبن الجوزی، الإمام جمال الدین عبد الرحمن بن علی (ت۵۹۷ھ)، تحقیق مبروك إسماعیل مبروك، مکتبة القرآن، القاهره

۶۔ **البحر الزّخار** (المعروف بمسند البزّار)، للبزّار، الإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی (ت۲۹۲ھ)، تحقیق الدکتور محفوظ الرّحمن زین الله، مکتبة العلوم و الحکم، المدینة المنوّرة، ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م

۷۔ **تأویلات أهل السُّنّة**، للسمرقندی، أبی منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی الحنفی (ت۳۳۳ھ)، المکتبة الحقّانیة، بشاور، باکستان

۸۔ **تحقیق مسند إمام أحمد**، للسید أبی المعاطی النّوری و أحمد عبدالرزاق عید وغیرهما، عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۹۔ **تفسیرُ القُرطبی**۔ للقرطبی، الإمام أبی عبد الله محمد بن أحمد الأنصاری

(٦٦٨ھ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦ھ ـ ١٩٩٥م

١٠ـ **تفهيم البخاری**(شرح صحيح البخاری)، للعلامة غلام رسول رضوی، فيصل آباد، پاکستان

☆ **الجامع الأحكام القرآن** = تفسير القرطبي

١١ـ **حاشية السندی على السنن لابن ماجة**، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م

١٢ـ **حاشية السندی على الصحيح للبخاری**، لأبي الحسن نور الدين محمد بن عبد الهادی السندی (ت١١٣٨ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م

١٣ـ الزواجر عن اقتراف الكبائر، لإبن حجر الهيتمی، الإمام العباس أحمد بن محمد بن علی المكی (ت٩٧٤ھ)

١٤ـ **سنن أبي داؤد**، للإمام سليمان بن أشعث السجستانی (ت٢٧٥ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ ـ ١٩٩٧م

١٥ـ **سنن إبن ماجة**، للإمام أبي عبد الله محمد بن يزيد القزوينی (ت٢٧٣ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م

١٦ـ **سنن الترمذی**، للإمام أبي عيسىٰ محمد بن عيسىٰ بن سورة (ت٢٩٧ھ)، تحقيق محمود محمد محمود حسن نصار، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ ـ ٢٠٠٠م

١٧ـ **سنن الدارمی**، للإمام أبي محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن (ت٢٠٠ھ)، تخريج الشيخ محمد عبدالعزيز الخالدی، دار الكتب العلمية بيروت

☆ **شرح ابن بطال**= شرح صحيح البخاری

١٨ـ **شرح صحيح البخاری**، لإبن بطال، الإمام أبي الحسن علی بن خلف بن عبد الملك، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ ـ ٢٠٠٠م

١٩ـ **شرح صحيح مسلم**، للنووی، الإمام أبي زكريا يحيىٰ بن شرف الدمشقی الشافعی (ت٦٧٦ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠٠م

٢٠ـ **شرح صحيح مسلم**، للهرری، العلامة محمد الأمين بن عبدالله الأرمی العلوی الشافعی، دارالمنهاج، جدة، ودار طوق النجاة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ ـ ٢٠٠٩م

٢١ـ **شرح الطيبي** (على مشكاة المصابيح)، للإمام شرف الدين الحسين بن محمد بن عبدالله الطيبي (ت٧٤٣ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠١م

٢٢ـ **صحيح البخاری**، للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل الجعفی (ت ٢٥٦ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ ـ ١٩٩١ء

٢٣ـ **صحيح مسلم**، للأمام مسلم بن الحجاج القشيری (ت٢٦١ھ)، دارالأرقم، بيروت

٢٤ـ **عارضة الأحوذی** بشرح صحيح الترمذی، لإبن العربي، للإمام الحافظ أبي بكر محمد بن عبدالله بن محمد بن عبدالله المعروف بابن العربي المالكی (ت٥٤٣ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ ـ ١٩٩٧م

٢٥ـ **فتح الودود فی شرح سنن أبي داؤد**، للشيخ أبي الحسن نور الدين محمد بن عبدالهادی السندی (ت١١٣٨ھ)، تحقيق زكی الخولی، دار لينة للنشر و التوزيع، مصر، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ ـ ٢٠٠٠م

٢٦ـ **فتح الباری شرح صحيح البخاری**، للعسقلانی، الحافظ أحمد بن علی بن حجر الشافعی (ت٨٥٢ھ)، تحقيق الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢١ھ ٢٠٠٠م

☆ **الكاشف عن حقائق السنن** = شرح الطيبي

٢٧ـ **الكامل لابن عدی**، الإمام الحافظ أبي احمد عبد الله بن عدی الجرجانی

(ت ٣٦٥ھ)، تحقيق الشيخ عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھـ ١٩٩٧م

٢٨۔ **كتاب الدُّعاء**، للإمام الحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (ت ٣٦٠ھ)، تحقيق مصطفی عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھـ ٢٠٠١م

٢٩۔ **كتاب الكبائر**، للذهبی، الإمام محمد بن أحمد (ت٧٤٨ھ)، تحقيق محی الدين مستو، دار ابن كثير، دمشق، الطبعة الثانية ١٤٠٥ھ

٣٠۔ **كشف الأستار** عن زوائد البزّار، للهيثمی، الحافظ نور الدين علی بن أبی بكر (ت٨٠٧ھ)، تحقيق الشيخ حبيب الرحمن الاعظمی، مؤسّسة الرِّسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٣٩٩ھـ ١٩٧٩م

٣١۔ **الكوثر الجاری** إلی رياض أحاديث البخاری، لإمام أحمد بن اسماعيل بن عثمان بن محمد الكورانی الشافعی (ت٨٩٣ھ)، تحقيق الشيخ احمد، دار إحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٩ھـ ٢٠٠٨م

٣٢۔ **مجمع البحرين** فی زوائد المعجمين، الإمام الحافظ نور الدين أبی الحسن علی بن أبی بكر الهيثمی (ت٨٠٧ھ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعی، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤١٩ھـ ١٩٩٨م

٣٣۔ **مرقات المفاتيح** (شرح مشكاة المصابيح)، للإمام الملّا علی بن سلطان محمد القاری (ت١٠١٤ھ) الشيخ جمال عيتانی، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ، ٢٠٠١م

٣٤۔ **مسند ابن الجعد**، لأبی الحسن علی بن الجعد بن عبيد الجوهری (ت ٤٣٠ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت ، الطبعة الثانية ١٤١٧ھـ ١٩٩٦م

٣٥۔ **مكمِّل إكمال الإكمال**، للإمام محمد بن محمد بن يوسف السنُوسی الحسينی (ت٨٩٥ھ) ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٥ھـ ١٩٩٤م

٣٦۔ **مِشْكَاةُ الْمَصَابِيْح**۔ للتّبريزی، الشّيخ ولیّ الدّين أبی عبد اللّٰه محمد بن عبدالله الخطيب (ت ٧٤١ھ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتانی، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھـ ٢٠٠٣م

٣٧۔ **مَجْمَعُ الزَّوَائِد ومنبع الفوائد**۔ للهيثمی، نورالدّين علی بن أبی بكر المصری (ت٨٠٧ھ)، تحقيق عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية، بيروت الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھـ ٢٠٠١م

٣٨۔ **الْمُسْنَد**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ھ)، المكتب الإسلامی، بيروت

٣٩۔ **المصنّف**۔ لابن أبی شيبة، للامام أبی بكر عبدالله بن محمد بن أبی شيبه (ت ٢٣٥ھ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمی، ودار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھـ ٢٠٠٦م

٤٠۔ **المعجم الأوسط**، للطبرانی، الحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد بن ايوب اللخمی (ت ٣٦٠ھ)،تحقيق محمد حسن بن محمد حسن إسماعيل الشافعی، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھـ ١٩٩٩م

٤١۔ **المعجم الصَّغير**، للطبرانی، الحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب اللخمی (ت ٣٦٠ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٠٣ھـ ١٩٨٣م

٤٢۔ **المعجم الكبير**، للطبرانی، الحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب اللخمی (ت ٣٦٠ھ)، تحقيق حمدی عبدالمجيد السّلفی، دار احياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھـ ٢٠٠١م

٤٣۔ **المفهم** لماأشكل من كتاب مسلم۔ للقرطبی، الحافظ أبی العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم (ت٦٥٦ھ)، تحقيق محی الدين ديب مستور أحمد محمد السيِّد وغيرهما، دارابن كثير، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٦ھـ ٢٠٠٥م

٤٤۔ **نزهة القاری** شرح صحيح بخاری، للعلامة محمد شريف الحق امجدی، بركاتی پبلشرز، كهارادر، كراتشی، باكستان

نوٹ!!

☆ ...... حکومت پاکستان کی طرف سے منی آرڈر فیس میں اضافے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆ ...... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆ ...... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆ ...... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆ ...... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆ ...... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆ ...... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

☆ ...... ممبر شپ حاصل کرنے کے خواہش مند افراد دسمبر 2009ء تک اپنا ممبر شپ فارم جمع کرا دیں بصورت دیگر ممبر شپ کا حصول مشکل ہوگا۔

محترم المقام جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت حکومت کے اعلان کے مطابق ڈاک کے اخراجات میں سو فیصد اضافے کی وجہ سے ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس -/100 روپے سالانہ کر دی گئی ہے۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، سابقہ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بر وقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرا دیں۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے: فقط

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان — سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000 — شعبہ نشر و اشاعت 021-32439799
0321-3885445

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

....

فون نمبر .... سابقہ سیریل نمبر ....

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جا سکتی ہے۔

ماہنامہ بقیع کراچی
DECEMBER 2009
Regd. # SC-1177

موت کے مناظر
آئینۂ عبرت

تصنیف

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

موت کے مناظر

آئینۂ عبرت

تصنیف

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : آئینۂ عبرت

تصنیف : حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

سن اشاعت : ذوالحجہ 1430ھ۔دسمبر 2009ء

تعدادِ اشاعت : 3500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

کتاب ہٰذا آئینہ عبرت جو کہ حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب کی تالیف کردہ ہے اس میں موت سے متعلق بزرگان دین کے اقوال اور چند اہم موضوعات کے تحت واقعات کو تحریر میں لایا گیا ہے، جس کو پڑھ کر موت سے قبل موت کی تیاری اور دنیا و آخرت کو سنوارا جا سکتا ہے۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان مذکورہ رسالہ کو مسلمانوں کی اصلاح کے پیش نظر اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 188 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص و عوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

حکیم سید محمد طاہر نعیمی مرادآبادی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سببِ تالیف

شعبان ۱۴۰۵ھ کو دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی کے سالانہ اجلاس میں دستاربندی و ختم بخاری شریف کے لیے جب میں حاضر ہوا تو عین اس وقت جبکہ دارالعلوم کی مسجد "تنویر المساجد" کے سنگِ بنیاد کی تقریب ہو رہی تھی بالکل ناگہاں حضرت غازی ملّت مولانا سید محمد ہاشمی صاحب کچھوچھوی مدظلہ العالی مجھ سے پوچھ بیٹھے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد کتنی ہو چکی؟ میں نے عرض کیا کہ چوبیسویں تالیف "سامان آخرت" مکمل کر چکا ہوں کہ سن کر حضرت موصوف الصدر نے مسکراتے ہوتے فرمایا کہ ایک کتاب خواہ چھوٹی ہی سہی اور بھی جلد لکھ دیجئے۔ تاکہ پچیس ہو جائے چوبیس کا عدد ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ ان دنوں میری پُشت میں کاربنکل پھوڑا نکلا ہوا تھا۔ جس کی تکلیف رمضان شریف میں بھی رہی۔ لیکن مولانا العزیز کی فرمائش کا مجھے برابر خیال لگا رہا۔ چنانچہ شوال میں جب میں براؤن شریف حاضر ہو گیا۔ تو اس کتاب کی تدوین شروع کر دی۔ جو بحمدہٖ تعالیٰ تقریباً تین ماہ میں مکمل ہو گئی۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل دس عنوانوں پر چند معتبر کتابوں کے حوالوں کو میں نے درج کر دیا ہے۔ جو بہت ہی اثر انگیز و عبرت خیز ہیں۔

(۱) بوقت وفات کس نے کیا کہا؟ (۲) جنازہ یا قبر کو دیکھ کر کس نے کیا کہا؟

(۳) اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا؟ (۴) اموات کے لیے کس نے کیا خواب دیکھا؟

(۵) غلبۂ خوفِ الٰہی میں کس نے کیا کہا؛ (۶) قبر آدمیوں سے کیا کہتی ہے؛
(۷) قبر میں عذاب کس کس طرح ہوگا؛ (۸) اموات کو سلام و ثواب کس طرح پہنچتا ہے؛
(۹) حساب خداوندی کا کیا منظر ہوگا؛ (۱۰) جہنم و جنت میں داخلہ کیوں کر ہوگا؛

یہ کتاب گو بہت مختصر ہے لیکن بحمدہٖ تعالیٰ امید قوی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی دل گداز نہایت ہی نصیحت آموز اور بے حد عبرت انگیز ہوگی۔ اس لیے اس مجموعے کو بعونہٖ تعالیٰ۔ آئینۂ عبرت۔ کے نام سے ناظرین کرام کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ اور دعا گو کہ خداوند قدوس اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں اس کتاب کو دونوں جہان کی کرامتوں سے شرف اندوز فرمائے۔ اور مجھ گنہگار اور میرے والدین و اعزہ و احباب نیز مریدین و متعلقین کے لیے اساتذہ کرام مشائخ عظام کی برکتوں سے ذخیرہ آخرت و وسیلہ مغفرت بنائے۔ آمین برحمتہ وھو ارحم الراحمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ وھو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین والحمد للہ رب العالمین۔

عبدالمصطفٰی الاعظمی عفی عنہ
ساکن گھوسی۔ ضلع اعظم گڈھ
براؤں شریف
یکم محرم ۱۴۰۶ھ

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

(۱)

بوقت وفات کس نے کیا کہا؟

موت کے وقت انسان کے آخری کلمات کا بڑا وقار و اعتبار ہوا کرتا ہے کیونکہ دنیا سے جاتے ہوئے آدمی کا آخری کلام اس کے خیالات و اعتقادات بلکہ عمل و کردار کا بڑی حد تک آئینہ دار ہوا کرتا ہے۔ اور سامعین کے لیے بھی اس کلام میں بڑی بڑی عبرتوں کا نشان، اور طرح طرح کی نصیحتوں کا سامان ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ہم یہاں چند نامور دں کے آخری کلام کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ کیا بول کر دنیا سے گئے۔ اور پھر اس کے بعد کبھی ان کی بولی نہیں سنی گئی۔ تاکہ ناظرین اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری وفات میں آپ پہ بار بار غشی کا دورہ پڑتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے شدت غم میں یہ لفظ نکل گیا کہ وَاكَرْبَ اَبَاهُ ہائے رے میرے باپ کی بے چینی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ اے بیٹی! آج کے بعد تمہارا باپ پھر کبھی بے چین نہیں ہوگا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۴۱ باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اور آپ کا سر مبارک میرے سینے

اور حلق کے درمیان تھا۔ اور بار بار آپ یہ پڑھتے رہے کہ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا انعام ہے۔ اور کبھی یہ فرماتے کہ اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى خداوندا! بڑے رفیق میں۔ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ بے شک موت کے لیے سختیاں ہیں (بخاری ج ۲ ص ۶۴۰)

وفات اقدس سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تازہ مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے حاضر ہوئے حضور نے ان کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے۔ انہوں نے فوراً ہی مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی اور دست اقدس میں دے دی۔ اور آپنے مسواک فرمائی۔ سہ پہر کا وقت تھا کہ سینۂ اقدس میں سانس کی گھرگھراہٹ محسوس ہونے لگی۔ اتنے میں آپ کے مقدس ہونٹ ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے کہ اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ نماز اور لونڈی غلاموں کا خیال رکھو (مشکوۃ ج ص ۲۹۱)

پاس میں پانی کا ایک طشت تھا۔ اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرہ انور پہ ملتے۔ اور کلمہ پڑھتے۔ اور چادر مبارک کو کبھی منہ پر ڈالتے کبھی ہٹا لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سر اقدس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں آپ نے اپنا مقدس ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ یہ فرمایا کہ۔

بَلِ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى (اب کوئی نہیں) بلکہ وہ بڑا رفیق چاہیئے۔

یہی الفاظ زبان اقدس پر تھے کہ ناگہاں مقدس ہاتھ لٹک گئے اور آنکھیں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور آپ کی روح اقدس عالم قدس میں پہنچ گئی اور آخری لفظ جو زبان قدس سے ادا ہوا وہ یہی تھا۔ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى (بخاری ج ۲ ص ۶۴۱)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

۲. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرض وفات کے آخری دن بے ہوش ہوگئے۔ تو میں نے روتے ہوئے کہا کہ ہائے۔ میرے باپ پر عجیب سخت مرض کا حملہ ہوگیا۔ میرے یہ الفاظ سن کر آپ ہوش میں آگئے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی تھی؟ میں نے کہا کہ دوشنبہ کے دن پوچھا آج کون سا دن ہے؟ میں نے کہا کہ دوشنبہ ہے۔ تو فرمایا کہ میری موت آج ہی دن رات کے درمیان ہوگی۔ پھر فرمایا کہ بیٹی! میرے بدن پر بیماری کی حالت میں جو کپڑا رہا ہے۔ اس میں زعفران کے کچھ داغ دھبے ہیں۔ اس کو دھولینا اور دوسرے دو کپڑے اور ملا کر انہیں تین کپڑوں کو میرا کفن بنانا تو میں نے کہا یہ تو پرانا کپڑا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نیا کپڑا تو زندوں کا حق ہے۔ کفن تو مردہ کے گلنے، سڑنے اور پیپ کے لیے ہے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میری بیوی اسماء بنت عُمیس مجھ کو غسل دیں۔ اور میرے فرزند عبدالرحمٰن غسل دینے میں میری بیوی کی مدد کریں۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ ان دو کے سوا کوئی تیسرا میرے ننگے بدن کو دیکھے۔

(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص۳۲)

پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ نے اتنے سخت مزاج آدمی کو خلیفہ بنا دیا۔ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں خداوند تعالیٰ سے یہی کہہ دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر ایک بہترین شخص کو خلیفہ بنا دیا۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے بلا کر کچھ وصیتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ پھر اس کے بعد فوراً ہی آپ کی وفات ہوگئی بوقت وفات آپ اس آیت کو تلاوت فرما رہے تھے کہ۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ‏ اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۔ ‏ وہی ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

(پارہ ۲۶۔ سورہ قٓ آیت ۱۹)

آپ کی وفات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ منگل کی رات میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور روضہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں آپ مدفون ہوئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال تھی۔ (تاریخ الخلفاء ص۶۰)

جب لوگ آپ کا مقدس جنازہ لے کر حجرۂ منورہ کے پاس پہنچے لوگوں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ یہ عرض کرتے ہی حجرہ مقدسہ کا بند دروازہ ایک دم خود بخود کھل گیا۔ اور تمام حاضرین نے قبر انور سے یہ غیبی آواز سنی کہ اَدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ یعنی حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کردو۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص۴۷۸)

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑے ہوئے اور تکبیر تحریمہ کہی کہ بالکل اچانک فیروز ابو لُولُو مجوسی جو آپ سے بغض رکھتا تھا صف سے نکل کر آپ کے شکم میں خنجر مارا۔ اور بھاگتے ہوئے تیرہ ۱۳ دوسرے نمازیوں کو بھی خنجر مار دیا۔ جن میں سے نو ۹ آدمی شہید ہو گئے۔ ایک نمازی نے ابو لُولُو مجوسی کو پکڑ لیا تو اس نے اپنے کو بھی خنجر مار کر خودکشی کر لی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلیٰ پر جا کر مختصر طور پر نماز پڑھائی۔ زخمی ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ میرا قاتل کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ابو لُولُو مجوسی۔ تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَجْعَلْ مَنِيَّتِىْ بِيَدِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ۔ ‏ خدا کے لیے حمد ہے کہ اس نے میری موت کسی مرد مسلمان کے ہاتھ سے نہیں بنائی

پھر لوگ آپ کو اٹھا کر مکان پر لائے اور آپ کو کھجور کا شربت پلایا گیا تو وہ شکم

سے باہر نکل پڑا۔ پھر دودھ پلایا گیا تو وہ بھی شکم کے راستہ باہر نکل آیا۔ پھر طبیب نے کہہ دیا کہ امیر المؤمنین! اب آپ وصیت کر دیں۔ کیونکہ اب آپ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ مکان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا اور لوگ آپ کی مدح و ثنا کر رہے تھے۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ میری تو یہی تمنا ہے کہ میرا دور خلافت برابر سرابر ہو جائے۔ نہ اسکا مجھے کوئی ثواب ملے۔ نہ کوئی مواخذہ ہو پھر آپ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر کو پاس بٹھا کر اپنے قرضوں کی ادائیگی کے بارے میں ہدایتیں فرمائیں۔ اور ان کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس روضہ منورہ میں دفن ہونے کی اجازت لینے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت عبداللہ حضرت بی بی عائشہ کے پاس پہنچے تو وہ رو رہی تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ روضہ منورہ کے اندر ایک قبر کی جگہ ہے جس کو میں نے اپنے لیے رکھا تھا۔ مگر آج میں حضرت عمر کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت عبداللہ نے واپس ہو کر اجازت کی خوشخبری سنائی تو امیر المؤمنین نے خوش ہو کر فرمایا کہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ شَيْءٌ اَهَمَّ مِنْ ذٰلِكَ۔ خدا کے لیے حمد ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز میرے لیے اہم نہ تھی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد میرا جنازہ لے کر تم لوگ پھر حضرت بی بی عائشہ سے دوبارہ اجازت طلب کرنا۔ اگر وہ اجازت دیں تو مجھے روضۂ منورہ میں دفن کرنا ورنہ تم لوگ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون کر دینا۔

اس کے بعد لوگوں نے اصرار کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کام کے لیے ان چھ آدمیوں سے بہتر کسی کو نہیں سمجھتا جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور وہ چھ آدمی یہ ہیں۔ (۱) حضرت علی (۲) حضرت عثمان (۳) حضرت زبیر (۴) حضرت طلحہ (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص (۶) حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان میں سے اس کو جس پر

مسلمانوں کا اتفاق ہو جائے خلیفہ بنالیا جائے۔ خلیفہ بنائے جانے کے وقت میرا بیٹا عبداللہ بھی حاضر رہے گا۔ مگر خلافت کے معاملہ میں اس کا کوئی حصہ اور عمل دخل نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے یہ وصیت فرمائی کہ وہ مہاجرین اولین کے اعزاز و اکرام کا خاص طور پر خیال و لحاظ رکھے اور انصار کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرتا رہے۔ اور شہریوں کے ساتھ بھلائی اور دیہاتیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔ اور ذمیوں کا خاص طریقے سے خیال رکھے۔ اور ان سب لوگوں کے بارے کچھ تعریفی کلمات بھی فرمائے۔ پھر فوراً ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ آپ نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ چہارشنبہ کو زخمی ہو کر تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن خلیفہ رہ کر ۲۹۔ ذوالحجہ کو وفات پائی۔ اور یکم محرم کو مدفون ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(احیاء العلوم ج ۴ ص۴۰۶ و ازالۃ الخفاء ج ۲ ص۱۹۴ و ص۲۰۱ و بخاری ج ۱ ص۵۲۳ وغیرہ)

۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب مصر کے باغیوں نے مکان کے پیچھے سے مکان کے اندر داخل ہو کر رات کو تلاوت کرتے ہوئے آپ کو شہید کر دیا۔ تو حضرت ضبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ خون کی دھار آپ کی مقدس داڑھی پر بہہ رہی ہے۔ اور آپ یہ پڑھ رہے ہیں کہ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ	اے اللہ! کوئی معبود نہیں مگر تو ہی تو پاک
كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۰ اَللّٰهُمَّ	ہے بیشک میں گنہگاروں میں سے ہوں۔ اے
اِنِّيْ اَسْتَعْدِيْكَ عَلَيْهِمْ وَ	اللہ! میں ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے انتقام
اَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى جَمِيْعِ اُمُوْرِيْ	کا طلبگار ہوں اور اپنے تمام معاملات میں
وَاَسْئَلُكَ الصَّبْرَ عَلٰى مَا	تیری مدد کا خواستگار ہوں اور جس بلا میں تو نے

اِبْتَلَیْتَنِیْ ۔ مجھے مبتلا فرمادیا ہے اس پر صبر کا میں تجھی سے سوال کرتا ہوں ۔

اس کے بعد آپ کی مقدس روح عالم بالا کو پرواز کر گئی ۔ اور آپ مسلمانوں کی قبرستان جَنَّۃُ الْبَقِیْع میں مدفون ہوئے ۔ بوقت شہادت آپ کی عمر شریف اسی یا بیاسی برس کی تھی ۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن آپ کی شہادت ہوئی ۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۲ واحیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۷)

۵۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ

جب عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے آپ کے سر مبارک پر تلوار ماری اور آپ کی مقدس پیشانی اور چہرۂ انور پر شدید زخم لگا ۔ تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے کہ ۔

فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ ۔ کعبہ کے رب کی قسم ! میں تو کامیاب ہوگیا ۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادوں کو جمع کر کے کچھ وصیتیں فرمائیں ۔ پھر اس کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے سوا کوئی دوسرا لفظ آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلا ۔ اور کلمہ پڑھتے ہوئے آپ کی روحِ اقدس عالم قدس کو روانہ ہوگئی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

بوقت شہادت آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال کی تھی ۔ آپ کے صاحبزادگان نے آپ کو غسل دیا اور بڑے صاحبزادہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے رات میں آپ زخمی ہوئے اور دو دن زندہ رہ کر جامِ شہادت سے سیراب ہوگئے ۔ اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یک شنبہ میں آپ کی وفات ہوئی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۳ واحیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۷ وتاریخ الخلفاء وغیرہ)

۶۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بوقت جانکنی بہت بے صبری و بے قراری ظاہر ہوئی ۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ بھائی جان ! آپ اس قدر گھبرا کیوں رہے ہیں ؟ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرت خدیجہ وحضرت حمزہ وحضرت جعفر وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بہت جلد ملاقات کرنے والے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ۔

"اے میرے بھائی ! میں اس وقت اللہ تعالٰی کے ایک ایسے امر میں داخل ہو رہا ہوں کہ میں کبھی اس میں داخل نہیں ہوا تھا ۔ اور میں اس وقت اللہ تعالٰی کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کے مثل کو کبھی میں نے دیکھا نہیں تھا"

یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے ۔ اور ۵ ربیع الاول ۴۹ھ کو آپ نے وفات پائی

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۳۱)

۷۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ

کربلا میں اپنی شہادت سے تھوڑی دیر پہلے اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک خطبہ پڑھا ۔ جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ۔

قَدْ نَزَلَ مِنَ الْاَمْرِ مَا تَرَوْنَ	یقیناً مجھ پر وہ معاملہ اتر پڑا ہے ۔ جس کو تم
وَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ تَغَیَّرَتْ	لوگ دیکھ رہے ہو ۔ بلاشبہ دنیا بدل گئی اور
وَتَنَکَّرَتْ وَاَدْبَرَ مَعْرُوْفُہَا	اجنبی ہوگئی ۔ دنیا کی شرعی باتوں نے پیٹھ پھیر لی
وَانْشَمَرَتْ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مِنْہَا	اور دنیا کپڑے سمیٹ کر بھاگ نکلی ۔ اور دنیا
اِلَّا کَصُبَابَۃِ الْاِنَاءِ خَسِیْسٌ	نہیں باقی رہ گئی مگر اتنی ہی جیسے کہ برتن میں
مِنْ عَیْشٍ کَالْمَرْعَی الْوَبِیْلِ	تھوڑا سا بچا ہوا پانی ۔ بس میری زندگی کا سامان
اَلَا تَرَوْنَ الْحَقَّ لَا یُعْمَلُ بِہٖ وَالْبَاطِلَ	مضر چراگاہ جیسا رہ گیا ہے کیا تم لوگ
لَا یُتَنَاھٰی عَنْہُ لِیَرْغَبِ الْمُؤْمِنُ فِیْ	دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور
	باطل سے باز نہیں آ ... لہٰذا ...

لِقَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ	کو خدا سے ملاقات کی رغبت ہونی چاہیے اور میں
اِلَّا سَعَادَةً وَّالْحَیٰوةَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ	تو موت کو بہت بڑی سعادت، اور ظالموں کے
اِلَّا جُرْمًا۔	ساتھ زندگی گزارنے کو بہت بڑا جرم سمجھتا ہوں

اس خطبہ کے بعد فوراً ہی آپ کی شہادت ہو گئی۔ اور آپ نے کلمۃ الحق کا اعلان کرتے ہوئے ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۸)

۸۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رجب سنہ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقوہ کی بیماری میں وفات کے قریب ہو گئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ تو لوگوں نے مسند کے سہارے آپ کو بٹھایا۔ اور آپ دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھتے رہے۔ اور زار زار روتے رہے۔ پھر یہ دعا مانگی

یَا رَبِّ ارْحَمِ الشَّیْخَ الْعَاصِیْ	اے میرے رب! گنہگار اور سخت دل بوڑھے
وَذَا الْقَلْبِ الْقَاسِیْ۔ اَللّٰهُمَّ	پر رحم فرما۔ گناہوں کو معاف فرما دے اور لغزشوں
اَقِلِ الْعَثْرَةَ وَاغْفِرِ الزَّلَّةَ	کو بخش دے۔ اپنے حلم کے ساتھ اس شخص
وَعُدْ بِحِلْمِكَ عَلٰی مَنْ لَّمْ	سے برتاؤ فرما جس نے تیرے سوا کسی
یَرْجُ غَیْرَكَ وَلَمْ یَثِقْ	سے کوئی امید نہیں رکھی۔ نہ تیرے سوا کسی
بِاَحَدٍ سِوَاكَ	دوسرے پر کوئی بھروسہ کیا۔

پھر فرمایا کہ مجھے غسل دینے کے بعد شاہی خزانہ سے وہ رومال نکالنا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک ملبوس اور آپ کے مقدس بالوں اور ناخنوں کا تراشہ محفوظ ہے ان مقدس بالوں اور ناخنوں کو میری آنکھوں، میرے منہ، اور ناک اور کانوں میں رکھ دینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک لباس میرے بدن پر کفن کے نیچے رکھ دینا اور پھر مجھ کو قبر میں لٹا کر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔

محمد بن عقبہ کا بیان ہے۔ کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وفات

آ پہنچا، تو آپ نے بڑی حسرت کے ساتھ یہ فرمایا کہ۔

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ	اے کاش میں قریش کا ایک مرد ہوتا جو
بِذِیْ طُوًی وَّاَنِّیْ لَمْ اَلِ مِنْ	مقام "ذی طُویٰ" میں رہ جاتا۔ اور سلطنت
هٰذَا الْاَمْرِ شَیْئًا۔	کے معاملہ میں کسی چیز کا میں والی نہ بنا ہوتا۔

اس کے بعد آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت آپ کا فرزند یزید دمشق میں موجود نہیں تھا۔ اس لیے ضحاک بن قیس نے آپ کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اکمال ص ۶۱۱ و احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۸ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۵ تا ص ۳۸۶)

۹۔ حضرت مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مُعاذ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرض الموت میں سخت علیل ہوئے تو یہ دعا بار بار مانگنے لگے کہ۔

اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں دنیا اور لمبی عمر سے اس لیے محبت نہیں کرتا تھا کہ بہت زیادہ نہریں بنواؤں۔ اور بہت سے باغ لگاؤں بلکہ میں تو اس لیے لمبی عمر کا طلبگار تھا کہ میں (روزہ رکھ کر) سخت پیاس کی مشقت برداشت کروں۔ اور مصیبت جھیلتا رہوں۔ اور ذکر کے حلقوں میں علماء کی مجلسوں کے اندر مجمعوں میں بیٹھا کروں۔

پھر جب ان پر جانکنی کا عالم طاری ہوا۔ اور نزع کے عالم میں ان پر شدید کرب و بے چینی نمودار ہوئی۔ تو ان کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ۔

رَبِّ مَا اخْنُقْنِیْ	اے میرے رب! تیری طرح تو کسی نے بھی میرا
خَنْقَكَ فَوَعِزَّتِكَ	گلا نہیں گھونٹا تھا۔ لیکن میں تیری عزت کی
اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّ قَلْبِیْ	قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھے خوب معلوم ہے
یُحِبُّكَ۔	کہ میرا دل تجھ سے محبت رکھتا ہے۔

زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ اور آپ کی مقدس روح عالم بالا میں پہنچ گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ صـ ۴۰۹)

۱۰۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب حضرت بلال صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مرض وفات میں جانکنی کا عالم طاری ہوا تو ان کی بیوی نے بے قرار ہو کر یہ کہا کہ "واحرباہ" ہائے رے میری مصیبت! تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھیں کھول دیں۔ اور تڑپ کر فرمایا کہ "واطرباہ" واہ رے میری خوشی! آخری کلمات جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے یہ تھے۔ اور پھر فوراً ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

غَدًا نَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهٗ

کل ہم تمام دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ سے ملاقات کریں گے۔ (احیاء العلوم ج ۴ صـ ۴۰۹)

۱۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک مشہور بزرگ مرتبہ صحابی ہیں اپنی وفات کے وقت رونے لگے۔ تو لوگوں نے اس رونے کا سبب پوچھا کہ کیا چیز آپ کو رُلا رہی ہے؟ تو فرمایا کہ۔

ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے تم لوگ بس اتنا ہی سامان اپنے پاس رکھنا۔ جتنا کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ توشہ رکھتا ہے۔ مگر ہم نے آپ کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ اور اس سے زیادہ سامان رکھ لیا۔ اسی پر افسوس کر کے رو رہا ہوں۔

یہ فرمایا اور زار زار روتے ہوئے ان کی وفات ہو گئی۔ وفات کے بعد لوگوں نے ان کے کل سامان کا جائزہ لیا تو ان کے کل ترکہ کی قیمت دس یا پندرہ درہم ہوئی (احیاء العلوم ج ۴ صـ ۴۰۹)

۱۲۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بڑے جانثار انصاری صحابی ہیں آپ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا۔ یہاں تک کہ ان کا زخم بھرنے لگا۔ لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ۔

یا اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے کسی قوم سے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے۔ جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا۔ اور ان کو وطن سے نکالا۔ اے اللہ! میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھ۔ تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں۔ اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت کی موت عطا فرما دے۔

خدا کی شان کہ آپ کی دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ (بخاری ج ۲ صـ ۵۹۱ باب مرجع النبی من الاحزاب)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے جانکنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا۔ اور نہایت جوش محبت اور جذبہ عقیدت سے والہانہ انداز میں یہ کہا کہ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔ اے اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق پورا پورا ادا فرما دیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ صـ ۱۸۱)

اس کے بعد فوراً ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کا سالِ وفات سنہ ۵۸ھ ہے بوقت وفات آپ کی عمر شریف ۷۲ برس کی تھی (اکمال ص۵۹۱ و اسد الغابہ ج ۲ ص۲۹۸)

۱۳۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صحابی ہیں۔ ان پر خوف الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ یہ قرآن مجید سننے کی تاب نہیں لاتے تھے۔ کسی آیت کو سنتے تو ان کی چیخ نکل جاتی تھی۔ اور کئی کئی دنوں تک بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قبیلۂ خثعم کا ایک قاری آیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھ دی کہ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ یعنی اس دن کو یاد کرو۔ جبکہ ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کے دربار میں جمع کریں گے۔ اور مجرموں کو ہانک کر جہنم میں پیاسے جائیں گے۔ تو اس آیت کو سنکر آپ نے کہا کہ اس آیت کو پھر پڑھ چنانچہ قاری نے دوبارہ اس آیت کو پڑھا تو آپ نے ایک زوردار چیخ ماری۔ اور فوراً ہی آپ کی روح اقدس عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص۱۶۰)

۱۴۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بہت ہی مشہور ہوشمند اور نہایت ہی عقل مند صحابی ہیں انہوں نے مصر کو فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں فتح کیا۔ اور برسوں وہاں کے گورنر رہے انکی دانائی اور بہادری کے واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت بے قرار ہو کر اپنے بیٹوں کے صندوقوں کی طرف حقارت کے ساتھ دیکھا جو اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور فرمایا کہ۔

"کون ہے جو ان صندوقوں کو لے گا؟ کاش ان صندوقوں میں اشرفیوں کی جگہ جانوروں کی مینگنیاں بھری ہوتیں"

اتنا کہا اور فوراً آپ کی روح پرواز کر گئی۔ آخری سانس تک آپ کے ہوش و حواس قائم رہے۔ اور آپ گفتگو کرتے رہے (احیاء العلوم جلد ۴ ص۴۰۹)

۱۵۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنہ ۲ھ جنگ بدر میں حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کے بھائی شیبہ کافر سے دست بدست جنگ کی۔ شیبہ نے حضرت عبیدہ کو اس طرح زخمی کر دیا۔ کہ وہ زخموں کی تاب نہ لاکر زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھپٹے اور آگے بڑھ کر شیبہ کافر کو قتل کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے۔ ان کی پنڈلی چور چور ہو گئی تھی۔ اور نلی کا گودا بہہ رہا تھا۔ اس حالت میں انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر آج میرے اور آپ کے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہوں کہ ؎

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ
وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اسی وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے۔ جب ہم لڑ لڑ کر ان کے گرد پچھاڑ دیئے جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔

آپ نے یہ کہا۔ اور فوراً ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ (ابو داؤد ج ۲ ص۳۶۱ و زرقانی علی المواہب ج ۱ ص۴۱۸)

۱۶۔ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ اُحد کے میدان میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے میں حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا۔ تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ۔

تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا۔ اور اپنی قوم (انصار) سے بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کفار پہنچ گئے، تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر بھی قابلِ قبول نہ ہوگا۔

آپ نے یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت زید بن ثابت نے بارگاہ رسالت میں آکر ان کا سلام عرض کیا۔ اور انصار کو ان کا پیغام سنا دیا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۴۸)

۱۷۔ حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی فوج کا افسر بنا کر "اوطاس" کی طرف روانہ فرما دیا۔ وہاں درید بن الصمہ کا فر کئی ہزار کی فوج لے کر ان کے مقابلہ کے لیے میدان میں نکل پڑا۔ اور درید بن الصمہ کے بیٹے نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تیر مارا جو ان کے گھٹنے پر لگا۔ اور یہ زخمی ہو کر زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ کر آئے۔ اور کہا کہ چچا جان! مجھے جلد بتائیے کہ آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارے سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے۔ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا کے قاتل پر جوش میں بھرے ہوئے دوڑ پڑے تو وہ بھاگنے لگا۔ مگر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو برابر دوڑاتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر اپنے چچا حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر یہ خوشخبری سنائی کہ چچا جان! خدا نے آپ کے قاتل کو میرے ہاتھ سے ہلاک کر دیا۔ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو سے وہ تیر کھینچ کر نکالا۔ تو وہ چونکہ زہر میں بجھا ہوا تھا اس لیے زخم سے بجائے خون کے پانی بہنے لگا۔ اور وہ نڈھال ہونے لگے۔ پھر انہوں نے اپنے بھتیجے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ اپنی فوج کا افسر

بنایا۔ اور یہ وصیت فرمائی کہ:

تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرنا۔ اور میرے لیے دعا کی درخواست کرنا۔

یہ وصیت کی اور اس کے بعد ہی فوراً ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب جنگ سے فارغ ہو کر میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنے مرحوم چچا کا سلام اور پیغام عرض کیا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔ اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ:

یا اللہ! تو ابو عامر کو قیامت کے دن بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ بنا دے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ کرم دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے لیے بھی دعا فرما دیجئے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ:

یا اللہ! تو عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری) کے گناہوں کو بخش دے اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۹ غزوہ اوطاس)

۱۸۔ حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوہ تبوک ۹ھ میں حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا نہ کسی صحابی کی شہادت ہوئی۔ نہ وفات ہوئی۔ حضرت ذوالبجادین ایک غریب مہاجر تھے اور اصحاب صفہ میں سے تھے۔ یہ غزوہ تبوک میں شامل ہوئے۔ اور ان کو بخار آ گیا بوقت وفات ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو انہوں نے بڑی حسرت سے یہ کہا کہ۔

یارسول اللہ! میرا مقصد تو شہادت ہی ہے۔ اور حضور نے میرے لیے دعا فرمادی ہے کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کردیا ہے۔ تو کیا میں شہادت سے محروم رہوں گا؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جہاد کے لیے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مروگے جب بھی تم شہید ہی ہوگے۔

اس کے بعد ہی بخار میں حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی لاش کو لحد میں سلایا۔ اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا۔ اور پھر یہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۵۰ و ص ۳۵۱)۔

نوٹ:۔ حضرت ذوالبجادین کا مفصل حال ہماری کتاب سیرۃ المصطفیٰ میں پڑھ لیجئے۔

۱۹۔ حضرت اسود راعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں فوج لے کر داخل ہوئے۔ تو یہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کس دین کی دعوت دیتے ہیں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش فرمائی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر وثواب ملے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔ انہوں نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد یہ خوش نصیب حبشی ہتھیار پہن کر مجاہدین اسلام کی صف میں کھڑا ہوگیا۔ اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انکی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا کہ

اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا۔ اور بہت زیادہ اجر دیا گیا۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی لاش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا۔ اور ان

کی لاش کے سرہانے کھڑے ہوکر آپ نے یہ بشارت سنائی کہ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرے کو حسین بنادیا۔ اور اس کے بدن کو خوشبودار بنادیا۔ اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں۔ اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل خیر نہیں کیا۔ نہ ایک وقت کی نماز پڑھی، نہ ایک روزہ رکھا، نہ حج وزکوٰۃ کا موقع پایا۔ مگر ایمان وجہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۴۸)

۲۰۔ حضرت سعید بن جُبَیر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بہت ہی جلیل القدر تابعی ہیں۔ بلکہ بعض محدثین نے آپکو خیر التابعین (تمام تابعین میں بہترین) لکھا ہے۔ آپ بصرہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو اس کی خلاف شرع باتوں پر روک ٹوک کرتے رہتے تھے۔ اس لیے اس ظالم نے آپ کو قتل کرادیا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بڑا ہی عجیب وغریب ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ سعید بن جبیر! بولو۔ میں کس طریقے سے تمہیں قتل کردوں آپ نے فرمایا کہ جس طرح تو مجھے قتل کریگا میں قیامت کے دن اسی طریقے سے تمہیں قتل کروں گا۔ حجاج نے کہا کہ تم مجھ سے معافی مانگ لو میں تجھ کو چھوڑ دوں گا آپ نے فرمایا کہ میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے معافی نہیں مانگ سکتا حجاج نے جھلاکر کہا کہ اے جلاد! ان کو قتل کردے۔ آپ یہ سنکر ہنسنے لگے حجاج نے تعجب سے پوچھا کہ آپ اس وقت کس بات پر ہنس پڑے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کے رد برد تمہاری جرات پر مجھے تعجب ہوا۔ اور ہنسی آگئی آپ جلاد کے سامنے قبلہ رو ہوکر کھڑے ہوگئے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ پڑھنے لگے۔ حجاج نے کہا کہ اے جلاد! ان کا منہ قبلہ سے پھیر دے۔ تو آپ نے پڑھا اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ حجاج نے کہا کہ اے جلاد! ان کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر قتل کرڈال۔ جب جلاد نے آپ کو منہ کے بل بحالت سجدہ لٹایا۔ تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى جب جلاد نے خنجر اٹھایا تو آپ نے بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. پڑھا۔ اور یہ دعا مانگی کہ۔

"یا اللہ! میرے قتل کے بعد حجاج کو کسی مسلمان پر قابو نہ دے"

آپ کی یہ دعا مقبول ہو گئی کہ آپ کی شہادت کے بعد صرف پندرہ رات حجاج زندہ رہا۔ اور کسی مسلمان کو قتل نہ کر سکا۔ اس کے پیٹ میں کینسر ہو گیا تھا۔ طبیب بدبودار گوشت کی بوٹی کو دھاگے میں باندھ کر اس کے حلق میں ڈالتا تھا۔ اور وہ اس کو گھونٹ جاتا تھا۔ پھر اس کو نکالتا تھا۔ تو وہ بوٹی خون میں لپٹی ہوئی نکلتی تھی۔ اور ان پندرہ راتوں میں حجاج کبھی سو نہیں سکا۔ کیونکہ آنکھ لگتے ہی وہ یہ خواب دیکھتا کہ حضرت سعید بن جبیرؓ اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ رہے ہیں۔ بس آنکھ کھل جاتی۔

یہ بھی منقول ہے کہ قتل کے بعد حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن سے اس قدر زیادہ خون نکلا کہ حجاج اور حاضرین حیران رہ گئے۔ جب طبیب سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ قتل ہونے والوں کا خون خوف سے سوکھ جاتا ہے مگر حضرت سعید بن جبیرؓ چونکہ بالکل ہی بے خوف تھے۔ اس لیے ان کا خون بالکل خشک نہیں ہوا۔ اور اس قدر زیادہ خون نکلا کہ سارا دربار خون سے بھر گیا۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص۵۹۵ و طبقات شعرانی و تہذیب التہذیب)

۲۱. حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ آپ نہایت ہی اہل علم و عمل بزرگ تابعی اور بنو امیہ کے خلفاء کی فہرست میں "خلیفۂ عادل" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ روزانہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! میری موت کو مجھ پر آسان کر دے۔ چنانچہ ان کی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک کا بیان ہے کہ اُن کی وفات کے وقت میں ان کے خیمہ سے نکل کر مکان میں بیٹھ گئی تو میں نے اُن کو یہ

یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ؛

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور آخرت کی بھلائی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

(پ۔ ۲۰۔ عنکبوت۔ آیت۔ ۸۳)

اس کے بعد وہ بالکل ہی پرسکون ہو گئے۔ نہ کچھ بولے۔ نہ کوئی حرکت کی۔ تو میں نے لونڈی سے کہا کہ دیکھ تو خلیفہ کا کیا حال ہے! وہ دوڑ کر گئی تو آپ وفات پا چکے تھے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ عین وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ۔ جب لوگوں نے انہیں بٹھایا تو بیٹھ کر انہوں نے یہ کہا کہ۔

یا اللہ! تو نے مجھے کچھ باتوں کا حکم فرمایا تو میں نے کوتاہی کی اور تو نے مجھے کچھ باتوں سے منع فرمایا تو میں نے نافرمانی کی۔ تین مرتبہ یہی کہا۔ پھر کلمہ طیبہ پڑھا اور نظر جما کر دیکھا۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ کیا دیکھ رہے ہیں! تو آپ نے فرمایا کہ میں کچھ سبز پوش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص[illegible] و ص[illegible])

اور عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز کی وفات کا وقت بالکل ہی قریب آن پہنچا تو انہوں نے ہر شخص کو گھر میں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ تو مسلمہ اور ان کی بیوی فاطمہ دروازے پر بیٹھ گئیں۔ تو انہوں نے سنا کہ آپ بلند آواز سے کہہ رہے ہیں کہ مرحبا۔ خوش آمدید ہے ان چہروں کے لیے جو نہ آدمی ہیں۔ نہ جن۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

پھر لوگوں نے گھر میں داخل ہو کر دیکھا تو آپ وفات پا چکے تھے (تاریخ الخلفاء ص۱۶۶)

۲۲. حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ

آپ نے بوقتِ وفات اپنے شاگردِ خاص یحییٰ بن یحییٰ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سنو!۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَضْحَکَ وَ اَبْکٰی وَ اَمَاتَ وَ اَحْیٰی۔

یعنی اس خدا کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں کبھی خوشی دے کر ہنسایا اور کبھی غم دے کر رلایا۔ ہم اسی کے حکم سے زندہ رہے۔ اور اسی کے حکم پر جان قربان کرتے ہیں۔

یاد رکھو کہ میں کسی مسلمان کو شریعت کا ایک مسئلہ بتا کر اس کے اعمال کی اصلاح کر دینا یا کسی عالم سے ایک مسئلہ پوچھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لینا ایک سو حج اور ایک سو جہاد سے بہتر سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد آپ کی آواز بالکل دھیمی پڑ گئی۔ اور پھر آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کا سال پیدائش ۹۳ھ اور وفات کا سال ۱۷۹ھ ہے اور قبر شریف جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔ (اکمال و طبقات شعرانی۔ دبستان المحدثین)

۲۳. حضرت امام یوسف علیہ الرحمۃ

آپ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر شاگرد، اور خلیفہ ہارون رشید عباسی کی حکومت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے، آپ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ عین وفات کے وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے کہ۔

کاش میں اپنی اسی غریبی کی حالت میں مرتا جو شروع میں میری حالت تھی اور میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول نہ کرتا۔ الٰہی! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی جان بوجھ کر کوئی حرام کام نہیں کیا۔ اور نہ کبھی کوئی درہم حرام کا کھایا۔

عین وفات کے وقت یہ کہہ کر آپ کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کی آواز نہ سنی گئی

وفات سے پہلے آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ میرے مال میں سے چار لاکھ درہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور کوفہ بغداد کے محتاجوں کو دے دیا جائے۔

(شذرات الذہب لابن عماد و سیرۃ النعمان وغیرہ)

۲۴. حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ

یہ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے دادا استاذ اور کوفہ کے استاذ الفقہاء ہیں عبادت ریاضت اور خوف الٰہی میں بھی ان کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ اپنی وفات کے وقت رونے لگے تو کسی نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ:۔

میں اللہ تعالیٰ کے قاصد کا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ مجھے جنت کی خوشخبری سناتا ہے یا جہنم کی وعید سناتا ہے۔

یہ کلمات زبان مبارک سے نکلے۔ اور آپ کا وصال ہو گیا (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

۲۵. حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ

آپ بہت ہی عظیم الشان محدث اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی محبوب اور محب شاگرد رشید ہیں۔ عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بھی آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے۔ ان کو ان کے والد کی میراث سے بہت کثیر دولت ملی تھی۔ اور ہمیشہ بہت ناز و نعمت کی زندگی بسر کی تھی۔ اور بہت ہی نفاست پسند امیر کبیر تھے۔

وقت وفات انہوں نے اپنے غلام نصر سے کہا کہ تم مجھے بستر سے اٹھا کر زمین پر رکھ دو اور میرے سر پر خاک ڈال دو۔ تو نصر رو پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کیوں رو رہے ہو تو نصر نے عرض کیا کہ اے میرے مولیٰ! میں نے تمام عمر آپ کی ناز و نعمت میں زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور موت کے وقت آپ ایک مسکین پردیسی کی طرح مرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے اللہ سے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ تو مجھے اغنیاء کی زندگی اور فقراء کی موت عطا فرما۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم صرف ایک مرتبہ مجھ کو

کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا۔ اور پھر جب تک میں کوئی دوسری بات نہ بولوں دوبارہ مجھے تلقین نہ کرنا۔ چنانچہ "نصر" نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مبارک نے آنکھ کھولی اور ہنسے۔ اور یہ آیت تلاوت کی لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ یعنی ان جیسوں نعمتوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ پھر ایک دم ان کا طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا۔

(احیاء العلوم جلد ۴ صہ ۴۰۹)

۲۶. حضرت محمد بن منکدر علیہ الرحمۃ

آپ بڑے بڑے بلند پایہ محدثین کے شاگرد اور مشہور ائمہ حدیث کے مقتدی اور استاد ہیں عبادت کی کثرت اور زہد و تقویٰ میں بھی آپ اپنے زمانے کے بہت ہی مشہور و ممتاز عابد و زاہد ہیں۔ بوقت وفات جانکنی کے عالم میں آپ بلبلا کر رونے لگے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے آنسو پوچھتے ہوئے بھرائی آواز میں فرمایا کہ:۔

میں اپنے کسی گناہ یا اور کسی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ صرف اس خیال سے مجھے رلائی آگئی۔ کہ میں نے بہت سی باتوں کو معمولی اور حقیر سمجھا تھا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی باتیں تھیں۔ تو میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں ان باتوں پر میری پکڑ نہ ہو جائے۔ اتنا کہا اور فوراً ہی ان کی وفات ہو گئی

(احیاء العلوم جلد ۴ صہ ۴۰۹)

۲۷. حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ

آپ کی علمی جلالت شان محتاج بیان نہیں آپ کے فضائل و کمالات کے ذکر جمیل سے تاریخ کے صفحات مالا مال ہیں۔ مفصل احوال ہماری کتاب "اولیاء رجال الحدیث" میں پڑھیے۔ امام مزنی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے مزنی! سنو میرا اس وقت یہ حال ہے کہ۔

میں دنیا سے جا رہا ہوں۔ اور دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے برے اعمال سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ اور موت کا پیالہ پینے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت میں جانے والی ہے۔ تاکہ میں اس کو مبارکباد دوں یا جہنم میں جانے والی ہے تاکہ میں اس کی تعزیت کروں"

پھر آپ ان اشعار کو نہایت ہی لرزہ خیز اور پر درد آواز میں پڑھنے لگے کہ ؎

فَلَمَّا قَسٰى قَلْبِیْ وَضَاقَتْ مَذَاهِبِیْ ۔۔۔ جَعَلْتُ رَجَائِیْ نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمَا

اور جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے ۔۔۔ تو میں نے اپنی امید کو تیرے عفو کی جانب سیڑھی بنالیا

تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُهٗ ۔۔۔ بِعَفْوِكَ رَبِّیْ كَانَ عَفْوُكَ اَعْظَمَا

مجھے اپنا گناہ بڑا معلوم ہوا۔ لیکن جب میں نے تیرے عفو سے اس کا موازنہ کیا تو تیرا عفو بڑا نکلا

فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ ۔۔۔ تَجُوْدُ وَتَعْفُوْ مِنَّةً وَّ تَكَرُّمَا

تو ہمیشہ گناہوں کو معاف کرنے والا رہا۔ اور تو ہمیشہ ہی سخاوت کرتا رہا اور معافی دیتا رہا اپنے ہی احسان و کرم سے۔

مذکورہ بالا تقریر و اشعار کے بعد ہی آپ کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ صہ ۴۱۱)

۲۸. حضرت ابوبکر بن عیاش علیہ الرحمۃ

بڑے پائے کے محدث اور بے حد مشہور و ممتاز عابد و زاہد تھے۔ اور بادشاہ وقت اور اس کے گورنروں کو نصیحت کرنے میں بڑے بے خوف اور نڈر تھے اپنی وفات کے وقت اپنی لڑکی اور لڑکے سے فرمایا کہ۔

میری پیاری بیٹی! تم کیوں ڈرتی ہو؟ کیا تم اس لیے روتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ اے نور نظر! تم کو کیا خبر میں نے اپنے مکان کے اس ایک کونے میں ۲۴ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب و نودی)

بیٹا ابراہیم! تمہارے باپ نے زندگی بھر کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا ہے اور تیس برس سے مسلسل میں ایک ختم روزانہ قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔ خبردار۔ اس بالا خانے پر ہرگز تم گناہ کا کام مت کرنا کیونکہ اس بالا خانے پر میں نے بارہ ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔

یہ تقریر ختم کرتے ہی جمادی الاولیٰ سنہ ۱۹۲ھ میں آپ کا وصال ہو گیا (نووی علی المسلم)

۲۹۔ حضرت عمر بن حسین جمحی علیہ الرحمۃ

یہ محدث کبیر ہیں۔ اور مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ یہ بہت ہی عبادت گزار تھے۔ اور ایک ختم روزانہ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے ان کی وفات کے وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ نزع روح کے وقت ان کی زبان سے یہ آیت سنی گئی لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ ان جیسی نعمتوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے جیسے ہی اس آیت کو انہوں نے پڑھا فوراً ہی آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ)۔ (تہذیب التہذیب)

۳۰۔ حضرت زرارہ بن ابی اوفی علیہ الرحمۃ

آپ بصرہ کے رہنے والے تابعی اور بہت بلند مرتبہ محدث ہیں۔ آپ بصرہ کے قاضی بھی تھے۔ اور قبیلہ بنی قشیر کی مسجد میں لوجہ اللہ امامت بھی فرماتے تھے۔ حضرت بہز بن حکیم محدث کا بیان ہے کہ ایک دن فجر کی نماز میں آپ نے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (پ ۲۹۔ المدثر۔ آیت ۹) کی آیت تلاوت کی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن بہت سخت ہوگا۔ یہ آیت پڑھتے ہی آپ لرزتے اور کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ بہز بن حکیم محدث کہتے ہیں کہ میں بھی ان کی لاش مبارک کو مسجد سے ان کے گھر تک اٹھا کر لے جانے والوں میں شامل تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۹۳ھ میں ہوا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۱ و اکمال و ترمذی شریف)

۳۱۔ حضرت ابو زرعہ علیہ الرحمۃ

آپ علم حدیث کے مشہور امام، اور اس فن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مرتبہ مانے گئے ہیں۔ ایک بار حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے۔ اور ابو زرعہ جوانی ہی میں چھ لاکھ حدیثوں کے حافظ ہو چکے تھے آپ کے مرض الموت میں سکرات موت اور جانکنی کے عالم میں بہت سے محدثین حاضر تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے۔ مگر حضرت ابو زرعہ کی جلالت شان کے آگے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخر سب لوگوں نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ ان کو کلمہ یاد آ جائے۔ چنانچہ محمد بن مسلم محدث نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی کہ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ اتنا پڑھ کر رعب سے ان کی زبان بند ہو گئی اس پر ابو زرعہ نے جانکنی کے عالم میں روایت شروع کر دی کہ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ پوری حدیث یوں ہے کہ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ سنہ ۲۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ۔ و تہذیب التہذیب وغیرہ)

۳۲۔ حضرت ہیثم بن جمیل علیہ الرحمۃ

یہ حدیث میں حضرت امام مالک وغیرہ محدثین کرام کے نامور شاگردوں میں ہیں۔ نہایت متقی اور اعلیٰ درجے کے عابد زاہد تھے۔ حضرت سفیان بن محمد مصیصی کا بیان ہے کہ میں ہیثم بن جمیل کی وفات کے وقت حاضر تھا۔ وہ سکرات موت میں تھے اور قبلہ رو لیٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان کو چادر اڑھا دی تھی۔ اور دم نکلنے کے انتظار میں تھے۔ اسی

حالت میں ان کی باندی نے ان کا پاؤں ہاتھ سے دبایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ۔
میری باندی! تم ان پیروں کو خوب اچھی طرح دباؤ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے
کہ میرے یہ دونوں پاؤں زندگی بھر میں کبھی کسی گناہ کی طرف نہیں چلے ہیں۔
آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے۔ اور فوراً ہی آپ کی روح پرواز کر گئی۔ سنہ ۲۱۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی (تہذیب التہذیب)

۲۳۔ حضرت بشر بن حارث علیہ الرحمۃ

یہ بڑی مشہور صاحب ولایت و با کرامت بزرگ ہیں جو عام طور پر "بشر حافی" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اتنے بلند مرتبہ محدث اور مفتی اعظم ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل ان کی درسگاہ کے ایک طالب علم ہیں۔ آخری عمر میں درس حدیث اور مجالس فتویٰ ختم کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ اور ہر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ بوقت وفات جانکنی کے عالم میں ان پر بہت زیادہ مشقت اور بے قراری ظاہر ہوئی۔ تو کسی نے پوچھا کہ کیوں! کیا بات ہے! کیا آپ کو زندگی سے محبت ہے! اور موت ناگوار ہے تو آپ نے فرمایا کہ۔

بھائی! اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا بہت دشوار معاملہ ہے اسے آسان نہ سمجھو۔ میں اسی لیے بے قراری میں پیچ و تاب کھا رہا ہوں کہ یہ بہت ہی سنگین اور کٹھن مرحلہ ہے۔

یہ کہا اور ان کا وصال ہو گیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۱)

۲۴۔ حضرت خلیفہ عبدالملک بن مروان علیہ الرحمۃ

یہ خلفاء بنو امیہ میں بڑے کروفر کا بادشاہ گزرا ہے۔ بہت زیادہ صاحب علم اور خلیفہ ہونے سے پہلے بہت عبادت گزار بھی تھا۔ جب اس کی وفات کا زمانہ قریب آیا۔ تو اس نے ایک غسال کو دمشق کے دروازے پر دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ

پہ کپڑا لپیٹ کر ایک مردہ کو نہلانے جا رہا تھا۔ تو خلیفہ عبدالملک نے کہا کہ کاش میں بھی ایک غسال ہوتا۔ اور اپنے ہاتھ ہی کی کمائی روزانہ کھاتا۔ اور میں حکومت دنیا کے کسی معاملہ کا والی نہ بنتا۔ جب صوفی ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ عبدالملک کے اس مقولہ کی خبر پہنچی؛ تو انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ جب ان بادشاہوں کی موت کا وقت آتا ہے تو یہ لوگ ہمارے حال کی تمنا کرتے ہیں۔ اور جب ہم لوگوں کی موت کا وقت آتا ہے تو ہم لوگ ان بادشاہوں کے حال کی تمنا نہیں کرتے۔

عین جانکنی کے عالم میں کسی نے خلیفہ عبدالملک بن مروان سے پوچھا کہ اس وقت آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں اپنے کو بالکل ویسا ہی پا رہا ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔

اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے۔ جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔ جو مال و متاع ہم نے تمہیں دیا تھا۔

(پ ۷۔ الانعام آیت ۹۴)

یہ آیت اس نے تلاوت کی اور فوراً ہی اس کا دم نکل گیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۱)

۲۵۔ حضرت خلیفہ ہارون رشید علیہ الرحمۃ

خلفائے بنو العباس میں خلیفہ ہارون رشید جس شان شوکت اور رعب و دبدبہ کا بادشاہ گزرا ہے۔ تاریخ داں حضرات پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ وہ موت کے وقت اپنے کفن کو الٹ پلٹ کر بار بار دیکھتا تھا اور یہ آیت پڑھتا تھا کہ۔

مَا اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ۔ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ۔

میرے مال نے مجھے کوئی نفع نہیں دیا۔ میری بادشاہی ہلاک ہو گئی۔

اسی آیت کو پڑھتے پڑھتے اس کی جان نکل گئی (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

۳۶۔ حضرت خلیفہ مامون رشید علیہ الرحمۃ

خلیفہ مامون رشید بہت ہی علم والا۔ اور نہایت ہی رعب و دبدبہ والا اور بہادر تھا۔ اس نے موت کے وقت راکھ بچھائی۔ اور اسی پر چت لیٹ کر لوٹتا تھا۔ اور گڑگڑا کر یہ دعا مانگتا تھا کہ۔

یَا مَنْ لَا یَزُوْلُ مُلْکُہٗ اِرْحَمْ عَلٰی مَنْ قَدْ زَالَ مُلْکُہٗ ۔
اے وہ ذات! جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہو گی اس شخص پر رحم فرما جس کی بادشاہی زائل ہو گئی۔

یہی دعا مانگتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹ و تاریخ الخلفاء ص ۲۱۴)

۳۷۔ حضرت خلیفہ معتصم باللہ علیہ الرحمۃ

یہ عباسی خلفاء میں بڑا سنگدل اور ظالم حکمران تھا۔ اپنی موت کے وقت نہایت افسوس کے ساتھ بستر پر تڑپتا اور لوٹتا تھا۔ اور یہی لگاتار کہتا تھا کہ ہائے افسوس۔

لَوْ عَلِمْتُ اَنَّ عُمْرِیْ ھٰکَذَا قَصِیْرٌ مَا فَعَلْتُ ۔
اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری عمر اتنی کم ہے تو میں بادشاہی نہ کرتا۔

یہی کلمات اس کی زبان پر تھے کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

۳۸۔ حضرت خلیفہ منتصر باللہ علیہ الرحمۃ

یہ نزع کے عالم میں بے قرار ہو کر بستر پر لوٹنے لگا۔ تو خوشامدی لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین آپ پر کوئی حرج نہیں۔ آپ تو بہت اچھے ہیں۔ تو یہ سنکر خلیفہ منتصر باللہ نے کہا کہ۔

کوئی حرج تو نہیں۔ مگر یہ کیا کم ہے کہ دنیا جاتی رہی۔ اور آخرت میرے سامنے کھڑی ہے۔ ہائے میں نے اپنے باپ کو قتل کر کے جلدی خلافت پر قبضہ جما لیا۔ تو مجھ سے بھی جلد ہی خلافت چھین لی گئی۔

یہی الفاظ اس کی زبان پر تھے کہ اس کا دم نکل گیا۔ اس کی بادشاہی صرف چھ مہینے

رہی۔ ابن طیفور ترکی طبیب نے زہر آلود نشتر سے اس کی فصد کھولی یہی اس کی موت کا سبب بنا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹ و تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴)

۳۹۔ حضرت عامر بن عبد القیس علیہ الرحمۃ

یہ بہت ہی مشہور عابد و زاہد بلکہ صاحبِ کرامت بلند رتبہ اولیاء میں سے ہیں۔ یہ اپنی وفات کے وقت بے قرار ہو کر زار زار رونے لگے۔ جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ۔

میں موت کے ڈر یا دنیا کی محبت میں نہیں رو رہا ہوں۔ بلکہ میں اس خیال سے رو رہا ہوں کہ میں اب مر رہا ہوں۔ تو اب گرمیوں کے روزوں میں دوپہر کی پیاس، اور جاڑوں کی لمبی راتوں میں قیام اللیل (نوافل تہجد) کی لذت مجھے کہاں؟ اور کیسے نصیب ہوا کرے گی؟ ہائے رب یہ روح پرور اور جاں بخش لذتیں!

یہی کہتے کہتے ان کی روح پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

۴۰۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ

یہ سلسلہ قادریہ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پیر ہیں۔ بزرگ ترین اولیاء میں آپ کا شمار ہے۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں کہ میں ان کے مرضِ وفات میں ان کی عیادت کے لیے گیا اور حال و مزاج پوچھا۔ تو انہوں نے نہایت ہی پر درد لہجے میں یہ شعر پڑھا کہ۔

کَیْفَ اَشْکُوْ اِلٰی طَبِیْبِیْ مَا بِیْ
وَالَّذِیْ اَصَابَنِیْ مِنْ طَبِیْبِیْ

میں کس طرح اپنے طبیب سے اپنی بیماری کی شکایت کروں؛ جبکہ میری بیماری میرے طبیب ہی کی طرف سے مجھے پہنچی ہے۔

پھر میں نے پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اس شخص کو کیسے لگے گی جو عشق الٰہی کی گرمی سے جل رہا ہو! اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۱)

۴۱۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ

جریری محدث کا بیان ہے کہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی جانکنی کے وقت جب کہ وہ سکرات کے عالم میں تھے۔ حاضر ہوا۔ تو وہ تلاوت کر رہے تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ جب وہ تلاوت ختم کر چکے تو میں نے عرض کی کہ اس وقت میں بھی آپ تلاوت کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ۔

مجھ سے زیادہ تلاوت کا حقدار دوسرا کون ہوگا؟ دیکھ نہیں رہے ہو؟ کہ میری زندگی کا نامہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔

پھر کسی نے آپ سے کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو تڑپ کر آپ نے فرمایا کہ میں اس کلمہ کو تو زندگی میں تو کبھی بھولا ہی نہیں ہوں۔ جو تم مجھے اس وقت یاد دلا رہے ہو۔

ابو العباس بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نزع کے عالم میں حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے معذور سمجھو۔ میں اس وقت وظیفہ میں مشغول تھا۔ پھر اپنا چہرہ انہوں نے قبلہ کی طرف کر لیا۔ اور نعرہ تکبیر لگایا۔ اور روح نکل گئی۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۰۹ تا ۴۱۱)

۴۲۔ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ

بڑے بڑے اولیاء اللہ کی فہرست میں آپ کا نام بہت مشہور اور ممتاز ہے وفات کے وقت لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کس چیز کی خواہش و تمنا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ۔

بس میری ایک ہی خواہش اور بہت بڑی تمنا یہی ہے کہ مرنے سے پہلے ایک ہی لحظہ کے لیے مجھے خداوند قدوس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

یہ فرمانے کے بعد فوراً ہی آپ کی روح پاک عالم آخرت کو روانہ ہو گئی۔ اور لوگ ان کا منہ تکتے رہ گئے (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۰۹)

۴۳۔ حضرت ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ

یہ سلسلہ چشتیہ کے مشہور اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ ایک شخص سے منقول ہے کہ میں حضرت ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک درویش آئے اور سلام کر کے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی ایسی صاف ستھری جگہ ہے؟ جہاں ایک انسان کے لیے مرنا آسان ہو تو لوگوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں پانی کا چشمہ تھا۔ تو اس درویش نے وضو کیا اور کچھ نماز میں پڑھتا رہا۔ پھر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ اور اس کی وفات ہو گئی۔

بعض مشائخ حضرت ممشاد دینوری کے پاس عالم سکرات میں آئے اور دعائیں کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ نعمت دے۔ وہ نعمت دے۔ تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ۔

آپ لوگ میرے لیے کیا کیا دعائیں مانگ رہے ہیں۔ تیس برس سے برابر میرے سامنے جنت پیش کی جا رہی ہے۔ مگر میں نے تو ایک مرتبہ نگاہ اٹھا کر اس کو دیکھا بھی نہیں ہے۔

آپ نے یہ فرمایا۔ اور آپ کی وفات ہو گئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۱۱)

۴۴۔ حضرت ابو علی رودباری علیہ الرحمۃ

بزرگ ترین اولیاء اللہ میں سے ہیں ان کی بہن کا بیان ہے کہ میں نزع کے عالم میں ان کے سر کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی کہ ایک دم انہوں نے آنکھ کھول دی اور فرمایا کہ۔

دیکھو یہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔ اور یہ جنت کے پھاٹک مزین

پکے ہوئے ہیں۔ اور یہ (کوثر و سلسبیل) کے برتن رکھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے بوعلی! ہم نے تمہیں بڑے مراتب پر پہنچا دیا ہے۔ حالانکہ تم اس کے طلب گار نہیں تھے۔
پھر آپ یہ شعر بار بار پڑھنے لگے۔

بِحَقِّكَ لَا نَظَرْتُ اِلٰی سِوَاکَا
بِعَیْنِ مَوَدَّةٍ حَتّٰی اَرَاکَا

تیرے حق کی قسم میں نے تیرے سوا کسی کو محبت کی نظر سے دیکھا ہی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ میں تجھے دیکھ لوں۔

یہی فرماتے ہوئے انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ان کی پاک باز روح عالم قدس کو روانہ ہو گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص۴۱۱)

۴۵۔ حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ

مشہور اولیاء کبار میں سے ہیں ان کی وفات کے وقت بہت سے لوگ حاضر تھے۔ تو ان کی بے چینی و بے قراری کو دیکھ کر کسی نے کہا اَبْشِرْ فَاِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی رَبٍّ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ آپ خوشخبری حاصل کیجئے کہ آپ اس رب کے دربار میں جا رہے ہیں۔ جو غفور رحیم ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ کیوں نہیں کہتے کہ۔ اِحْذَرْ فَاِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی رَبٍّ یُحَاسِبُكَ بِالصَّغِیْرِ وَیُعَاقِبُكَ بِالْكَبِیْرِ آپ ڈریے کہ آپ اس رب کے دربار میں جا رہے ہیں۔ جو چھوٹے گناہوں کا حساب لے گا۔ اور بڑے گناہوں پر سزا دے گا۔ آپ نے یہ فرمایا۔ اور آپ کی وفات ہو گئی۔ اور پھر آپ کی کوئی آواز نہیں سنی گئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص۴۱۱)

۴۶۔ حضرت احمد بن عبد الملک علیہ الرحمۃ

حضرت معتمر محدث فرماتے ہیں کہ میں احمد بن عبد الملک کے پاس ان کی

نزع روح کی حالت میں گیا۔ اور دعائیں کرنے لگا کہ یا اللہ! ان پر سکرات موت کو آسان فرما دے۔ کیونکہ یہ تو ایسے تھے۔ یہ تو ایسے تھے۔ چند تعریفی کلمات میں نے کہے تو انہوں نے تڑپ کر کہا کہ یہ بولنے والا کون ہے؟ تو میں نے کہا کہ میں معتمر ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ملک الموت مجھ سے فرما رہے ہیں کہ میں ہر سخی مومن کے ساتھ نزع روح میں نرمی برتتا ہوں۔ یہ فرما کر پھر ایک دم وہ بجھ گئے یعنی ان کی وفات ہو گئی۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص۴۱۱)

۴۷۔ حضرت احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ

آپ بہت بلند درجے کے ولی کامل ہیں آپ کی وفات کے وقت کسی نے اُن سے کوئی مسئلہ پوچھا تو وہ رو پڑے۔ اور کہنے لگے کہ۔

اے میرے پیارے بیٹے! میں ایک دروازہ جس کو پچانوے برس سے کھٹکھٹا رہا ہوں وہ آج اس وقت کھل رہا ہے۔ لیکن میں کچھ نہیں جانتا کہ وہ دروازہ سعادت کے ساتھ کھلے گا۔ یا شقاوت کے ساتھ کھلے گا۔ تو ایسی حالت میں میرے لیے کسی مسئلہ کے جواب کا بھلا کہاں موقع ہے۔

آپ نے یہ فرمایا اور بالکل خاموش ہو گئے۔ جب لوگوں نے انہیں غور سے دیکھا تو وہ وفات پا چکے تھے۔ (احیاء العلوم جلد ۴۔ ص۴۱۱)

۴۸۔ ایک عاشق صادق علیہ الرحمۃ

لغت کے امام جناب اصمعی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں نے ایک سنسان جگہ میں ایک پتھر پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا کہ۔

اَیَا مَعْشَرَ الْعُشَّاقِ بِاللّٰهِ خَبِّرُوْا
اِذَا حَلَّ عِشْقٌ بِالْفَتٰی کَیْفَ یَصْنَعُ

اے عاشقوں کی جماعت! تم لوگ مجھے خبر دو۔ میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب عشق کسی جوان پر اتر پڑے تو وہ کیا کرے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے اس شعر کے نیچے یہ شعر لکھ دیا کہ۔

يُدَارِيْ هَوَاهُ ثُمَّ يَكْتُمُ سِرَّهُ
وَيَخْشَعُ فِيْ كُلِّ الْاُمُوْرِ وَيَخْضَعُ

اپنے عشق کے ساتھ نرمی برتے۔ پھر اپنے راز کو چھپائے رکھے۔ اور تمام کاموں میں عاجزی و انکساری رکھے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں دوسرے دن وہاں گیا۔ تو دیکھا کہ ایک دوسرا شعر اس پتھر پر لکھا ہوا ہے کہ

وَكَيْفَ يُدَارِيْ وَالْهَوٰى قَاتِلُ الْفَتٰى
وَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَلْبُهٗ يَتَقَطَّعُ

عاشق کیسے نرمی برتے؟ حالت تو یہ ہے کہ عشق جوان کو قتل کیے جا رہا ہے اور روزانہ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے اس شعر کے نیچے یہ شعر لکھ دیا کہ۔

اِذَا لَمْ يَجِدْ صَبْرًا لِكِتْمَانِ سِرِّهٖ
فَلَيْسَ لَهٗ شَيْءٌ سِوَى الْمَوْتِ يَنْفَعُ

جب عاشق اپنے راز کو چھپانے کے لیے صبر نہیں پاتا۔ تو اس کو موت کے سوا کوئی دوسری چیز کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

اصمعی کہتے ہیں کہ پھر میں تیسرے دن وہاں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان کی لاش وہاں پڑی ہوئی ہے۔ اور یہ دو شعر اس پتھر پر لکھے ہوئے ہیں کہ۔

سَمِعْنَا اَطَعْنَا ثُمَّ مُتْنَا فَبَلِّغُوْا ... سَلَامِيْ عَلٰى مَنْ كَانَ لِلْوَصْلِ يَمْنَعُ
هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهُمْ ... وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ہم نے سن لیا۔ اور آپ کی بات مان لی۔ پھر ہم مر گئے تو ہمارا اسلام اس شخص کو پہنچا دو۔ جو وصال سے ہمیں روکتا تھا۔

نعمت والوں کو ان کی نعمت مبارک ہو۔ اور عاشق مسکین کو عشق کا کڑوا گھونٹ مبارک ہو۔ جس کو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

۴۹۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ

آپ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بلند مرتبہ خلیفہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت غرق رہا کرتے تھے۔ ایک دن قوال نے شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھ دیا کہ ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ... ہر زماں از غیب جانے دیگر است
تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل کیے ہوئے شخص کو ... ہر زمانے میں غیب سے ایک دوسری جان مل رہی ہے

آپ یہ شعر سنکر تین شب و روز حیرت کے عالم میں رہے۔ اور کچھ بھی نہیں بولے اور پانچویں رات آپ کا وصال ہو گیا۔ خواجہ میر حسن دہلوی نے اسی زمین میں چار مصرع کہہ کر اس کی تضمین کی ہے۔ جن میں اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔

جان براک بیت دادہ است آں بزرگ ... آرے ایں گوہر ز کانے دیگر است
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ... ہر زماں از غیب جانے دیگر است
اس ایک شعر پر ان بزرگ نے جان دیدی ... ہاں یہ گوہر کسی دوسری کان سے نکلا ہوا ہے
تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل کیے ہوئے شخص کو ... ہر زمانے میں غیب سے ایک دوسری جان ملا کرتی ہے

(اخبار الاخیار شیخ محقق ص ۳۲)

۵۰۔ حجاج بن یوسف ثقفی ظالم

یہ خلفائے بنو امیہ کا انتہائی سفاک و خونخوار حاکم گزرا تھا۔ اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے۔ ان کو گنتی کی

ہی نہیں سکا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین کو اس نے قتل کیا یا قید و بند رکھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لے کر آئیں۔ اور ہم اپنے ایک منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں تو ہمارا ہی پلہ بھاری رہے گا۔ یہ حجاج بن یوسف جب کینسر کی خبیث بیماری میں مرنے لگا تو اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی۔ یہی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل گیا۔ اس کی دعا یہ تھی کہ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ فَاِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّکَ لَاتَغْفِرْلِیْ۔	اے میرے اللہ! تو مجھے بخش دے کیونکہ سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔

خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کو حجاج بن یوسف ثقفی کی زبان سے مرتے وقت کی یہ دعاء بہت اچھی لگی۔ اور ان کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا۔ اور جب حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے حجاج کی اس دعاء کا ذکر کیا۔ تو آپ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا واقعی حجاج نے یہ دعا مانگی تھی! تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں۔ اس نے یہ دعاء مانگی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ شاید خدا اس کو بخش دے)۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صد ۴۰۹)۔

---

(۲)

جنازہ یا قبر کو دیکھ کر کس نے کیا کہا؟

جنازہ یا قبر دیکھ کر موت کی یاد آ جاتی ہے۔ اس خوفناک اور بھیانک منظر کو دیکھ کر بزرگوں نے کیا فرمایا؟ اس بارے میں ہم چند حوالے نقل کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے عبرت حاصل ہو اور لوگ اپنی زندگی میں قبر کا سامان کر لیں۔

۱۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:۔

(۱) اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْحُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ	قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے

(مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۸۴)

۲۔ کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو لوگوں نے اس میت کو اچھا بتایا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وَجَبَتْ (واجب ہو گئی)، پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس میت کو برا بتایا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وَجَبَتْ (واجب ہو گئی)، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ ایک جنازہ کی میت کو تم لوگوں نے اچھا بتایا۔ تو اس

کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور دوسرے جنازے کی میت کو تم لوگوں نے بُرا بتایا۔ تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ کیونکہ تم (مومنین صالحین) روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ تو جس میت کو تم لوگوں نے اچھا بتایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ٹھہرا اور جس میت کو تم لوگوں نے بُرا بتایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بُرا قرار پایا۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۵)

۳۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جنازہ کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُسْتَرِیْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْہُ (یہ آرام پانے والا ہے۔ یا لوگوں کو اس سے آرام مل گیا ہے) تو لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن بندہ (جو نیک ہو وہ تو وفات پاکر دنیا کی ایذاؤں اور مصیبتوں سے آرام پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔ اور بدکار بندہ (جب مر جاتا ہے) تو اس سے تمام بندے تمام شہر یہاں تک کہ تمام درخت اور تمام چوپائے آرام پا جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۹)

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو جایا کرتی تھی۔ تو کسی نے کہا (اے امیر المومنین) آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں، تو نہیں روتے اور قبر کے پاس کیوں روتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یقین رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر اس سے نجات مل گئی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوں گی۔ اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبر سے بڑھ کر خوفناک منظر کبھی میں نے دیکھا ہی نہیں (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۶)

۳۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کسی نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ قبرستان میں کیوں بہت دیر دیر تک ٹھہرے رہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں قبر والوں کو بہترین پڑوسی پاتا ہوں۔ میں قبر والوں کو سچا پڑوسی جانتا ہوں۔ کیونکہ وہ زبانوں کو ہمیشہ (بدگوئی اور بدکلامی) سے روکے رہتے ہیں۔ اور آخرت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی ایسا خوفناک منظر نہیں دیکھا جو قبر سے بڑھ کر خوفناک ہے۔ (احیاء العلوم للغزالی ج ۴ ص ۴۱۲)

۴۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو الدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر قبرستانوں میں بیٹھا کرتے تھے تو لوگوں نے اس کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ آپ قبرستانوں میں اکثر اوقات کیوں بیٹھے رہا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایسی قوم کے پاس بیٹھتا ہوں۔ جو مجھے آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔ اور جب میں ان لوگوں سے غائب ہو جاتا ہوں۔ تو یہ لوگ میری غیبت نہیں کرتے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۱۲)

۵۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو قبرستانوں میں تشریف لے جایا کرتے۔ اور فرماتے کہ اے قبر والو! کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو پکارتا ہوں۔ تو تم لوگ کوئی جواب نہیں دیتے ہو؟ پھر آپ فرماتے کہ افسوس! کہ میرے اور تمہارے درمیان ایسا حجاب ہو گیا ہے۔ لیکن آئندہ میں بھی تمہارے ہی جیسا ہو جانے والا ہوں۔ آپ یہی کلمات فرماتے رہتے یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جاتی تو آپ نماز فجر کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۱۳)

۶۔ حضرت یزید رقاشی علیہ الرحمۃ

مشہور و باکمال محدث حضرت یزید رقاشی علیہ الرحمۃ قبروں کے پاس جا کر فرمایا کرتے کہ اے قبر کے گڑھے میں دفن ہو جانے والو۔ اور اے تنہائی میں رہنے والو۔ اور اے زمین کے اندرونی حصہ میں انسیت رکھنے والو! کاش مجھے خبر ہو جاتی کہ میں تمہارے کون سے اعمال پر خوشخبری حاصل کروں؟ اور میں تم میں سے کون سے بھائی پر رشک کروں یہ فرما کر پھر آپ اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے آپ کا عمامہ بھیگ جاتا۔ اور آپ جب بھی کسی قبر کو دیکھ لیتے۔ تو اتنے زور زور سے رونے کی آواز نکالتے تھے جیسے بیل چیخا کرتا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۳)

۷۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ

مشہور محدث اور فقیہ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور کوفہ کے باشندہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو مسلمان بکثرت قبروں کا تذکرہ کرتا رہے گا۔ وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ پائے گا۔ اور جو قبروں کے ذکر اور ان کی یاد سے غافل رہے گا۔ وہ اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا پائے گا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۳)

۸۔ حضرت ربیع بن خُثیم علیہ الرحمۃ

آپ نہایت بلند مرتبہ محدث اور مشہور ولی کامل ہیں۔ آپ نے اپنے گھر کے اندر ایک قبر بنا رکھی تھی۔ تو جب بھی آپ محسوس فرماتے کہ غفلت کی وجہ سے میرا دل کچھ سخت پڑ گیا ہے۔ تو آپ اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے اور جب تک خدا کو منظور ہوتا اس میں لیٹے رہتے۔ پھر کہتے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں کوئی نیک عمل کروں۔ پھر خود ہی اپنے نفس کو جواب دیتے کہ اے ربیع! ہم نے تجھے واپس لوٹا دیا۔ اب تو کوئی نیک عمل کر۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۱۳)

۹۔ حضرت صالح مُرّی علیہ الرحمۃ

آپ بہت ہی جلیل القدر محدث اور نامور محدثین کے شاگرد ہیں۔ اور بڑے بڑے باکمال محدثین ان کی درسگاہ حدیث کے طالب علم ہیں۔ عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بھی ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کا عجیب عالم تھا کہ اگر آپ کبھی کسی قبر کو دیکھ لیتے تھے۔ تو دو دن تک مبہوت و حیران رہتے۔ کھانا پینا چھوڑ دیتے اور بالکل خاموش رہا کرتے تھے۔ آپ کی ایک بڑی خاص کرامت یہ تھی کہ آپ قبرستان کے مردوں کی گفتگو سن لیتے تھے۔ اور خود بھی مردوں سے گفتگو اور سوال و جواب کرتے تھے۔ خلیفہ نے آپ کی وفات کا سال سنہ ۱۷۲ھ لکھا ہے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ نے سنہ ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ (نووی۔ تہذیب التہذیب و طبقات شعرانی)۔

۱۰۔ حضرت عمر بن ذر علیہ الرحمۃ

یہ بھی بزرگانِ سلف میں بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ منقول ہے کہ ان کا ایک پڑوسی جو بہت ہی بدکار، اور نہایت ہی گنہگار تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے فسق و بدکاری کی وجہ سے تمام اہل محلہ نے اس کے جنازہ کا بائیکاٹ کر دیا۔ اور گھنٹوں اس کا جنازہ پڑا رہا۔ کوئی اس کو اٹھانے کے لیے نہیں آیا۔ جب حضرت عمر بن ذر علیہ الرحمۃ کو اس کی خبر ملی۔ تو آپ نے آکر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کو دفن کیا۔ پھر اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہر کر فرمایا کہ اے ابو فلاں! خداوند کریم تجھ پر رحمت فرمائے۔ تو عمر بھر عقیدہ توحید و رسالت پر قائم رہا۔ اور ہمیشہ تو خداوند قدوس کو سجدہ کرتا رہا۔ آج لوگوں نے تجھے بدکار و گنہگار کہہ کر تیرے جنازہ کا بائیکاٹ کر دیا۔ افسوس۔ آج ہم میں کون ایسا ہے جو گنہگار نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس گنہگار میت کے لیے دیر تک دعائے مغفرت فرمائی اور روتے رہے۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۱۲)

۱۱۔ ایک عابد کبیر علیہ الرحمتہ منقول ہے کہ ایک شرابی اور بڑا ہی پاپی بدکار بصرہ کے اطراف میں رہتا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو چونکہ پورا گاؤں اس سے ناراض و بیزار تھا۔ کوئی شخص اس کا جنازہ اٹھانے اور نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ مجبوراً اس کی بیوی نے دو مزدوروں سے جنازہ اٹھوا کر قبرستان تک پہنچایا۔ اور گاؤں کا ایک آدمی قبرستان تک نہیں آیا۔ اس گاؤں کے قریب ایک پہاڑ پر ایک بہت بڑے بزرگ زاہد و عابد عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور یہ بزرگ تمام گاؤں والوں کے پیر و مرشد تھے۔ ان بزرگ نے پہاڑ کے اوپر سے دیکھا کہ ایک عورت جنازہ کے پاس ہے اور کوئی نماز جنازہ پڑھنے والا نہیں ہے۔ تو یہ بزرگ جو کبھی پہاڑ سے نہیں اترتے تھے، پہاڑ سے اتر پڑے۔ جب گاؤں والوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے پیر و مرشد اس بدکار کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے پہاڑ سے اتر پڑے ہیں۔ تو سارا گاؤں قبرستان میں پہنچ گیا! پھر ان بزرگ اور تمام گاؤں والوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کیا۔

پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت جنازہ لیے بیٹھی ہے اور کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہیں ہے۔ تو خواب ہی میں کسی نے مجھ سے کہا کہ تم پہاڑ سے اتر کر اس کے جنازہ کی نماز پڑھاؤ۔ کیونکہ اس میت کی مغفرت ہو چکی ہے۔ اس خواب کو سنکر سب لوگ تعجب سے سر دھننے لگے۔ پھر ان بزرگ نے اس عورت سے اس کے شوہر کا حال پوچھا۔ تو اس عورت نے بتایا کہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ میرا شوہر بہت بدکار اور بڑا گنہگار تھا۔ واقعی وہ دن بھر شراب خانہ ہی میں رہتا تھا۔ پھر بزرگ نے دریافت کیا کہ تم نے اس کا کوئی نیک عمل بھی دیکھا ہے؟ تو عورت نے کہا کہ ہاں وہ گنہگار ہونے کے باوجود تین اچھی باتوں کا بہت پابند تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ رات بھر شراب خانہ میں شراب پیتا تھا۔ مگر جب صبح کو اس کا نشہ اتر جاتا تھا تو وہ

غسل و وضو کر کے کپڑے بدلتا تھا اور نماز فجر جماعت سے پڑھا کرتا تھا۔ پھر وہ شراب خانہ میں جا کر فسق و فجور میں پڑ جاتا تھا۔ دوسری اچھی بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ ایک یا دو یتیم بچوں کو اپنے گھر میں رکھتا تھا۔ اور ان یتیموں کے ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر اچھا سلوک کیا کرتا تھا۔ تیسری اچھی بات یہ ہے کہ رات میں جب کبھی بھی اس کا نشہ اترتا تھا تو وہ اکیلا زار زار روتا تھا۔ اور یہی کہتا تھا کہ اے میرے رب! تو جہنم کے کون سے گوشہ میں مجھ خبیث کو ڈالے گا۔ یہ سنکر وہ بزرگ اس کی مغفرت کا راز سمجھ گئے۔ پھر وہ اس میت کے لیے دعائیں کرتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۴۳)

۱۲۔ حضرت فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو عام طور پر "فاطمہ صغریٰ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ جب ان کے شوہر حسن بن امام حسن کا وصال ہو گیا۔ تو انہوں نے ان کے جنازہ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا کہ ؎

وَکَانُوْا رِجَاءً ثُمَّ اَمْسُوْا رَزِیَّۃً !

لَقَدْ عَظُمَتْ تِلْکَ الرَّزَایَا وَجَلَّتْ

یہ لوگ امید تھے پھر شام کو مصیبت بن گئے۔ تو یہ مصیبتیں بہت زیادہ اور بڑی شاندار ہو گئیں۔ پھر انہوں نے اپنے شوہر کی قبر کے پاس ایک خیمہ گاڑھا۔ اور مسلسل ایک سال تک وہ اسی خیمہ میں رہیں۔ سال بھر کے بعد خیمہ اکھاڑ کر جب وہ اپنے مکان پر جانے لگیں تو مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع کے ایک جانب سے ایک غیبی آواز آئی کہ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا ۔ (خبردار کیا ان لوگوں نے اس چیز کو پا لیا؟ جس کو کھو دیا تھا) تو دوسرے کنارے سے یہ آواز آئی کہ بَلْ یَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا ۔ (نہیں۔ بلکہ نا امید ہو گئے لہٰذا پلٹ کر اپنے گھر چلے گئے)۔ ان دونوں آوازوں کو سب لوگوں نے سنا مگر آواز دینے والوں کو کسی نے نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۵۲ و احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۴۳)

۱۳۔ فرزدق شاعر علیہ الرحمۃ یہ بہت ہی مشہور شاعر ہے جو اہل بیت کا بہت ہی محب و مداح تھا۔ جب اس کی بیوی کا انتقال ہوا تو بصرہ کے تمام شرفاء و رؤساء جنازہ میں شامل ہوئے۔ قبرستان میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرزدق سے پوچھا۔ کہ کیوں فرزدق! تم نے اس دن کے لیے کون سی تیاری کر رکھی ہے؟ تو فرزدق نے جواب دیا کہ میری بس یہی تیاری ہے کہ ساٹھ برس سے کلمہ طیبہ پڑھ رہا ہوں۔ پھر فرزدق اپنی بیوی کی قبر کے پاس دردناک لہجے میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

أَخَافُ وَرَاءَ الْقَبْرِ إِنْ لَمْ تُعَافِنِيْ
أَشَدَّ مِنَ الْقَبْرِ الْتِهَابًا وَّ أَضْيَقَا

(اے اللہ! اگر تو نے مجھے معاف نہ کر دیا تو قبر کے علاوہ قبر سے زیادہ تنگ جگہ اور بھڑکنے والی آگ کا مجھے خوف ہے۔

إِذَا جَاءَنِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَائِدٌ
عَنِيْفٌ وَّ سَوَّاقٌ يَّسُوْقُ الْفَرَزْدَقَا

قیامت کے دن جب ایک بہت ہی سخت مزاج کھینچنے والا اور ہانکنے والا فرزدق کو لے چلے گا۔

لَقَدْ خَابَ مِنْ اَوْلَادِ اٰدَمَ مَنْ مَّشٰى
اِلَى النَّارِ مَغْلُوْلَ الْقِلَادَةِ اَزْرَقَا

اولاد آدم میں سے جو شخص جہنم کی طرف گردن میں طوق پہنے ہوئے روسیاہ ہو کر جائے گا وہ بہت ہی نامراد ہوگا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صـ ۴۱۳)

---

(۳)

اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا

اولاد کی موت بڑا دل سوز، روح فرسا، اور صبر آزما حادثہ ہوا کرتا ہے۔ اس سانحہ پر بزرگوں کے چند اقوال پڑھیے اور عبرت حاصل کیجئے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کا فرزند وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے فرزند کو وفات دے دی؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو چھین لیا؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت میرے بندے نے کیا کہا؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے بندے نے تیری حمد کی اور انا للہ پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس گھر کا نام "بیت الحمد" (حمد کا گھر) رکھ دو (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵۱ بحوالہ ترمذی)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت آپ کے ہمراہ گئے تو صاحبزادہ کی جانکنی کا منظر دیکھ کر آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ رو رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ اے عوف کے بیٹے! میرا یہ آنسو بہانا شفقت ہے۔ پھر دوبارہ حضور کے آنسو بہنے

گئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند کی وفات کے وقت آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ہمراہ سعد بن عبادہ و معاذ بن جبل و اُبی بن کعب و زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ تو بچہ اس وقت آپ کی گود میں دیا گیا جب کہ وہ جانکنی کے عالم میں تڑپ رہا تھا۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو حضرت سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شفقت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈال دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

۴۔ ایک صحابی ہمیشہ اپنے بچے کو لے کر بارگاہ رسالت میں آیا کرتے تھے۔ ایک بار وہ تنہا آئے تو حضور نے پوچھا کہ تمہارا بچہ کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو مر گیا۔ یا رسول اللہ! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس پھاٹک پر بھی جاؤ گے تو وہ تمہارا بچہ تمہارا انتظار کر رہا ہو گا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۳)

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک فرزند وفات پا گیا تو آپ کو بے حد غم ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد! تم اس بچے کو بچانے کے لیے کتنا فدیہ دے سکتے تھے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ زمین بھر کر سونا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد! تم کو اتنا ہی بڑا ثواب ملے گا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۵۱)

۳۔ حضرت محمد بن سلیمن علیہ الرحمۃ یہ ایک مشہور و نامور تابعی محدث ہیں انہوں نے اپنے فرزند کی قبر پر اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! میں اس فرزند کے بارے میں تجھ سے کچھ امیدیں رکھتا ہوں اور کچھ تیرا خوف بھی رکھتا ہوں۔ تو اے اللہ! تو میری امیدوں کو پورا فرما دے اور مجھے خوف سے اپنے امن میں رکھ لے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۵۱)

۴۔ حضرت ابو سنان علیہ الرحمۃ آپ نے اپنے بیٹے کی قبر پر یوں دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے بیٹے پر کچھ میرے حقوق تھے۔ اور کچھ تیرے حقوق تھے۔ تو میں نے اپنے تمام حقوق کو معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے حقوق کو معاف فرما دے۔ کیونکہ تو مجھ سے بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ کریم ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۵۱)

۵۔ حضرت عمر بن ذر علیہ الرحمۃ آپ نے اپنے فرزند کو قبر میں اتار کر یوں دعا کی کہ اے ذر بن عمر! خدا تجھ پر رحمت کرے مجھے اس کی امید ہے اور خدا تجھ کو عذاب سے بچائے مجھے اس کا اندیشہ ہے کاش مجھے خبر ہو جاتی کہ تو نے خدا سے کیا کہا۔ اور خدا نے تجھ سے کیا فرمایا۔ اے اللہ! میرا بیٹا ذر تو نے اس سے مجھے فائدہ مند فرمایا تھا۔ اور تو نے اس کی روزی اور عمر پوری کر دی۔ اور یقیناً تو نے کوئی ظلم نہیں کیا ہے اے اللہ! میں نے اس پر اپنی اور تیری اطاعت لازم کر دی تھی اور اے اللہ! تو نے میری مصیبت پر اجر کا وعدہ فرمایا ہے تو مجھے اجر عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا لے۔ اس دعا پر حاضرین کو رقت طاری ہو گئی اور سب لوگ رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ذر! تیرے بعد اب میرا کوئی خاص باقی نہیں رہ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے مجھے کسی انسان کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اے بیٹا! اب ہم تجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اگر ہم یہاں ٹھہر بھی

بھی تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔

نوٹ:۔ حضرت عمر کے باپ کا نام بھی ذر تھا۔ اور ان کے بیٹے کا نام بھی ذر تھا۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص۱۵۱)

۶۔ بصرہ کی ایک صابرہ عورت

بصرہ کی ایک عورت کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا کہ تیرے چہرے پر عجیب رونق ہے۔ شاید تجھے کوئی غم نہیں پہنچا ہے۔ تو عورت نے کہا کہ غم تو مجھے ایسا پہنچا ہے کہ شاید بہت ہی کم لوگوں کو ایسا غم پہنچا ہوگا۔

سنو! میرے دو بچے نہایت ہی خوبصورت تھے جو ہر وقت میرے سامنے کھیلتے رہتے تھے۔ بقرعید کے دن میرے شوہر نے ایک بکری کی قربانی کی جس کو میرے بڑے لڑکے نے دیکھ لیا تھا۔ تو اس نے میرے چھوٹے لڑکے سے کہا کہ آؤ میں تجھے دکھلادوں کہ کس طرح میرے باپ نے بکری ذبح کی تھی۔ یہ کہا اور چھری لے کر اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح کردیا۔ پھر وہ ڈر سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ پھر میرا شوہر اس بچے کی تلاش میں پہاڑ پر چڑھا تو وہ پیاس سے مرگیا۔ اے شخص ایک ہی دن دونوں بیٹے اور شوہر کی موت کا غم مجھ پر پڑ گیا۔ اب میں دنیا میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صبر کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ میں نے کبھی اس اپنی مصیبت گریہ و بکا کرکے نہ غم منایا نہ کوئی ناشکری کا لفظ زبان سے نکالا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص۱۵۱)

---

(۴)

اموات کے لیے کس نے کیا خواب دیکھا؟

مومن کے اچھے اچھے خوابوں کی بہت وقعت و اہمیت ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَهٗ۔

نبوت میں سے مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ تو صحابہ نے کہا کہ مبشرات کیا ہیں تو ارشاد فرمایا کہ اچھے اچھے خواب خود مسلمان اس کو اپنے لیے دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے لیے دیکھے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص۳۹۴ بحوالہ بخاری)

تو اموات کے بارے میں بزرگوں نے جو اچھے اچھے خواب دیکھے ہیں۔ ان میں سے چند خوابوں کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو ان خوابوں سے عبرت حاصل ہو۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی هُوَ الْمُوَفِّقُ۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے امیرالمومنین! آپ اپنی زبان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اسی زبان نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں گرایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسی زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھا تھا۔ تو اسی زبان نے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ صفحہ ۴۳۱)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی خواب میں دیکھ لیتا۔ تو ایک سال کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے میرے سامنے تشریف لائے۔ تو میں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین آپ کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حساب سے فرصت پائی ہے۔ اور اگر میں نے اپنے رب کو رؤف و رحیم نہ پایا ہوتا تو میرے قدم ڈگمگا جاتے۔ (احیاء العلوم ج ۴ صفحہ ۴۳۱)

۳۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اپنی زندگی میں میرے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی امت کی طرف سے مجھے بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ آپ یوں دعا کیجئے کہ یا اللہ! تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگ عطا فرما اور ان لوگوں کو مجھ سے بدتر آدمی عطا فرما۔ چنانچہ اس خواب کے بعد ہی عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے آپ کو شہید کر دیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ صفحہ ۴۳۲)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ایک دن انا للّٰہ پڑھتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے۔ اور فرمایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شیشی میں خون لیے فرما رہے ہیں۔ کہ یہ میرے فرزند حضرت امام حسین کا خون اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ جس کو میں خداوند قدوس کے دربار میں پیش کرنے کے لیے لے جا رہا ہوں۔

چنانچہ اس کے بعد چودھویں دن یہ خبر آگئی کہ کربلا میں حضرت امام حسین اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے گئے۔ (احیاء العلوم ج ۴ صفحہ ۴۳۱)

۵۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ

آپ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تشریف فرما دیکھا۔ تو میں نے سلام کیا۔ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے درمیان میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لایا گیا۔ اور ایک گھر میں دونوں کو داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر بہت جلد حضرت علی گھر میں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ رب کعبہ کی قسم۔ میرا فیصلہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ یہ کہتے ہوئے نکلے کہ رب کعبہ کی قسم! میری مغفرت ہو گئی اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ صفحہ ۴۳۱)

۶۔ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمۃ

ابو یعقوب قاری دقیقی نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت لمبے آدمی ہیں۔ جن کا رنگ گندمی ہے۔ اور بہت سے لوگ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ کسی نے بتایا کہ یہ اویس قرنی ہیں۔ تو میں نے ان کے سامنے آکر عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم خدا کی محبت کے وقت اس کی رحمت کا دھیان رکھو۔ اور گناہ کرتے وقت اس کے عذاب کو یاد رکھو۔ اور تم کسی حال میں بھی خدا سے اپنی امیدواری کو مت کاٹو۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۳۳)

۷۔ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ

آپ کی وفات کے بعد بغداد کے کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ تو دریافت کیا کہ اے امام۔ آپ کے ساتھ خدا کا کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ الحمدللہ، میری مغفرت ہو گئی۔ بزرگ نے کہا کہ غالباً آپ کی علمی و دینی خدمتوں کی بناء پر مغفرت ہوئی ہوگی؟ آپ نے جواب

دیا کرتہیں۔ مجھے تو ارحم الراحمین نے صرف اتنی بات پر بخش دیا کہ میرے مخالفین میرے بارے میں ایسی افواہیں اور تہمتیں پھیلایا کرتے تھے۔ جو مجھ میں نہیں تھیں۔ اور میں ہمیشہ ان کی ایذاؤں پر صبر کیا کرتا تھا۔ (اولیاء رجال الحدیث ص۳۱)

۸۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ

بغداد کے مشہور بزرگ حضرت معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ تم مجھے امام ابو یوسف کی وفات کی خبر دینا۔ رفیق کا بیان ہے کہ میں بغداد کے ایک دروازے پر پہنچا۔ تو امام ابو یوسف کا جنازہ جا رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر حضرت معروف کرخی کو خبر دینے جاتا ہوں۔ تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی۔ اس لیے میں نماز جنازہ پڑھ کر ان کے پاس گیا۔ اور ان کو خبر سنائی تو ان کو بے حد صدمہ ہوا۔ بار بار انا للہ پڑھتے رہے اور افسوس کرتے رہے کہ ہائے میں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ محل امام ابو یوسف کے لیے بنا ہے۔ ان کی اچھی تعلیم اور تعلیم دین کے شوق کے صلہ میں۔ اور انہوں نے لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کیا اس کے اجر میں خدا نے ان کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

۵ اربیع الاول ۱۸۲ھ میں ان کی وفات ہوئی مزار شریف بغداد میں ہے۔

(اولیاء رجال الحدیث و احیاء العلوم ج ۴)

۹۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کون سے عمل پر آپ کی مغفرت ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا تو ایک ہی کلمہ اللہ تعالیٰ کو پسند آگیا۔ اور اسی پر میری مغفرت ہو گئی۔ اور وہ کلمہ وہی ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جنازہ کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے کہ۔ سُبْحَانَ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔

(پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے ہے اور اس کے لیے کبھی موت نہیں ہے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۲۳)

۱۰۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ

حضرت ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ تو ان کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ارحم الراحمین نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ چمکدار موتیوں کو نثار فرمایا (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۲۴)

۱۱۔ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ

آپ کے شاگردوں میں سے ایک نے اس رات میں خواب دیکھا جس رات میں خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا کہ ایک منادی یہ اعلان کر رہا ہے کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (آیت نمبر ۳۳ آل عمران) وَاصْطَفَى الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ عَلٰى اَهْلِ زَمَانِهٖ (کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی اولاد اور حضرت عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر فضیلت میں برگزیدہ بنا لیا ہے اور حضرت حسن بصری کو ان کے زمانے والوں پر فضیلت میں برگزیدہ بنا لیا ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۲۳)

۱۲۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ

استاذ المحدثین حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کی وفات ہو گئی۔ تو لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا کیا انجام ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک قدم پل صراط پر اور دوسرا قدم جنت میں رکھا۔ اور حضرت ابن عیینہ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے خواب میں حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ وہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑا کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ آیت پڑھتے ہیں کہ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ (ان نعمتوں جیسی نعمت کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے)

پھر میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ تو فرمایا کہ تم دنیا کے لوگوں سے جان پہچان اور میل ملاپ کم رکھو اور قبیصہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے یہ تین اشعار پڑھے کہ۔ ؎

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ کِفَاحًا فَقَالَ لِیْ!!
هَنِيْئًا رِضَائِیْ عَنْكَ يَا ابْنَ سَعِيْدٍ

میں نے اپنے رب کا آمنے سامنے دیدار کیا۔ تو اس نے مجھ سے فرمایا کہ اے سعید کے فرزند! میری رضا و خوشنودی تجھے مبارک ہو۔

لَقَدْ كُنْتَ قَوَّامًا اِذَا اَظْلَمَ الدُّجٰی
بِعَبْرَةِ مُشْتَاقٍ وَّقَلْبِ عَمِيْدٍ!

بے شک اندھیری راتوں میں تم بہت زیادہ قیام اللیل کرتے تھے مشتاق کے آنسو اور عاشق کے دل کے ساتھ

فَدُوْنَكَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ اَرَدْتَهٗ
وَزُرْنِیْ فَاِنِّیْ مِنْكَ غَيْرُ بَعِيْدٍ

تو تم جونسا محل چاہو اپنے لیے چن لو۔ اور تم میری زیارت کرتے رہو۔ کیونکہ میں تم سے دور نہیں ہوں۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صـ۴۳۲ وغیرہ)

۱۳۔ حضرت عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ

آپ کبار اولیاء میں سے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے حج کے دوران ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے۔ اور اپنے ہر سکون و حرکت میں لگاتار درود شریف ہی پڑھتا رہتا ہے۔ دوسری کوئی دعا میں نے اس کی زبان سے سنی ہی نہیں۔ میں نے اس سے اس کا راز پوچھا۔ تو اس نے بتایا کہ میں پہلی بار اپنے والد کو ہمراہ لے کر حج

کے لیے گیا تو واپسی پر ایک منزل میں مجھے نیند آگئی۔ تو میں نے خواب دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اٹھ تیرا باپ مر گیا۔ اور اس کا چہرہ بالکل ہی کالا ہو گیا ہے۔ تو میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اور اپنے باپ کے سر سے چادر ہٹائی۔ تو واقعی وہ مردہ پڑے ہوئے تھے۔ اور ان کا چہرہ کالا ہو گیا تھا۔ تو میں بے حد ڈرا۔ اور نہایت ہی رنجیدہ و غمگین ہو گیا۔ اور اسی فکر و غم میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے دیکھا کہ چار حبشی لوہے کے چار ستون لیے ہوئے میرے باپ کے سرہانے کھڑے ہیں۔ اچانک یہ نظر آیا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت آدمی سبز لباس میں آگیا۔ اور مجھ سے کہا کہ اٹھ تیرے باپ کا چہرہ گورا اور خوب روشن ہو گیا۔ تو میں نے دریافت کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ کون ہیں تو فرمایا کہ میں تمہارا نبی ہوں میں فوراً ہی جاگ گیا اور اپنے باپ کے سر سے چادر ہٹا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا چہرہ خوب روشن اور رنگ نہایت گورا ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد سے کبھی اور کسی حال میں بھی میں نے درود شریف کا پڑھنا نہیں چھوڑا۔

(احیاء العلوم ج ۴ صـ۴۳۱)

۱۴۔ حضرت ابراہیم حربی علیہ الرحمۃ

حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی علیہ الرحمۃ ایک بلند مرتبہ عالم دین اور بزرگ ترین اولیاء میں سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ خاتون کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ کہو تم پر کیا گزری؟ تو اس نے کہا کہ میری مغفرت ہو گئی تو میں نے کہا کہ شاید ان اخراجات کی وجہ سے جو تم نے مکہ مکرمہ کے راستے میں نہر نکالنے پر خرچ کیے ہیں۔ تمہاری بخشش ہو گئی؟ تو کہا کہ ان اخراجات کا ثواب تو ان مال کے مالکوں کو مل گیا جن کی رقمیں شاہی خزانہ میں تھیں جس سے یہ سب لیا ہوا مال تھا۔ میری مغفرت تو میری اچھی نیت کی بدولت ہوئی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ زبیدہ خاتون نے خواب میں بتایا کہ میں ان چار کلمات کی وجہ سے بخش دی گئی۔ جن کو زندگی میں بطور

وظیفہ روزانہ پڑھا کرتی تھی۔ اور وہ یہ ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُفْنِیْ بِهَا عُمُرِیْ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُدْخِلُ بِهَا قَبْرِیْ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِهَا وَحْدِیْ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِهَا رَبِّیْ۔ (احیاء العلوم ج ۴ صـ۴۳۳)

۱۵۔ حضرت ایوب سختیانی علیہ الرحمۃ

بہت ہی بلند مرتبہ محدث ہیں۔ آپ نے ایک بہت ہی گنہگار آدمی کے جنازہ کو دیکھا تو گھر کے اندر چلے گئے، تاکہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانی پڑے۔ تو کسی نے اس گنہگار کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم پر کیا گزری؟ تو اس نے کہا کہ میرے رب نے جو غفور و رحیم ہے۔ مجھے بخش دیا۔ اور تم ایوب محدث کو قرآن مجید کی یہ آیت سنا دینا کہ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۔ یعنی اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاتے تو اس وقت تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے بخیل ہو جاتے (احیاء العلوم ج ۴ صـ۴۳۳)

۱۶۔ حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ

یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر شاگرد اور مشہور تارک الدنیا و عبادت گزار بزرگ ہیں۔ جس رات میں ان کی وفات ہوئی۔ بہت سے مشائخ نے اس رات میں یہ خواب دیکھا کہ جنت میں خوب زینت کی جا رہی ہے۔ اور ہر طرف نور ہی نور پھیلا ہوا ہے۔ تو مشائخ نے خواب ہی میں پوچھا کہ یہ کون سی رات ہے؟ تو آواز آئی کہ اس رات میں حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ کی وفات ہو گئی ہے ہر طرف فرشتوں کا ہجوم، یہ آرائش اور چہل پہل ان کی روح کی آمد آمد کے لیے ہے (احیاء العلوم ج ۴ صـ۴۳۶)

۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ

یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بڑے محب اور محبوب شاگرد اور رئیس الفقہاء استاذ المحدثین ہیں۔ علامہ ابن راشد کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن مبارک

کا خواب میں دیدار ہوا تو میں نے کہا کہ آپ تو وفات پا گئے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ گزرا؟ تو فرمایا کہ میری مغفرت ہو گئی۔ پھر میں نے حضرت سفیان ثوری کا حال دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ واہ واہ! وہ تو مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ؕ وہ تو ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا کا انعام ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں۔ اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۴ صـ۴۳۲)

۱۸۔ حضرت مُتَمِّم دورقی علیہ الرحمۃ

بعض مشائخ نے حضرت متمم دورقی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ یہ اپنے دور کے مشہور و ممتاز اولیاء میں سے ہیں۔ لوگوں نے خواب ہی میں پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے جنت میں بھیج دیا۔ پھر مجھے بلا کر پوچھا کہ تمہیں جنت کی کوئی چیز اچھی لگی؟ تو میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں جنت کی کوئی چیز پسند آ گئی ہوتی۔ تو میں تم کو جنت ہی کے سپرد کر دیتا اور تم کو میرا وصال نصیب نہ ہوتا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صـ۴۳۲)

۱۹۔ حضرت ورقاء بن بشر حضرمی علیہ الرحمۃ

ابوبکر بن ابو مریم محدث کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ورقاء بن بشر حضرمی علیہ الرحمۃ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ خدا کے ساتھ ان کا معاملہ کیا؟ اور کیسا رہا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بڑی مشقتوں کے بعد میری نجات ہو گئی۔ تو میں نے دریافت کیا کہ کون سے عمل کو آپ نے سب سے افضل پایا؟ تو انہوں نے کہا کہ دن رات خدا کے خوف سے رونا۔

۲۰. حضرت یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ | یہ امام جرح و تعدیل اور حدیثوں کو پرکھنے کے بادشاہ ہیں۔ حبیش بن مبشر کہتے ہیں

کہ میں نے حضرت یحییٰ بن معین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا اور کیسا معاملہ فرمایا؟ تو جواب دیا کہ میری مغفرت ہو گئی۔ اور دو مرتبہ مجھ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد بغداد کے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور دریافت کرنے پر فرمایا کہ یحییٰ بن معین کی نماز جنازہ میں جا رہا ہوں۔ یہ وہ شخص تھا کہ میری حدیثوں سے جھوٹ کو دفع کیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

۲۱. حضرت ابوبکر کتانی علیہ الرحمۃ | مشائخ صوفیہ میں یہ بہت ہی نامور بزرگ ہیں یہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک

جوان کو دیکھا کہ کبھی اتنا خوبصورت جوان میری نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ میرا نام "تقویٰ" ہے تو میں نے کہا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہر غمگین دل میں۔ پھر وہ مڑا تو ایک بدشکل اور بہت کالی عورت نظر آئی۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ "بدکاری" تو میں نے کہا کہ تم کہاں رہتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہر خوشی منانے والے اترانے والے کے دل میں۔ ابوبکر کتانی کہتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں جاگ گیا۔ اور میں نے خدا سے یہ عہد کر لیا کہ اب زندگی بھر میں سوائے اختیاری ہنسی کے کبھی نہیں ہنسوں گا۔

(احیاء العلوم جلد ۴ صـ ۴۳۲)

۲۲. حضرت ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ | یہ اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں ابلیس کو دیکھا تو اس کو

مارنے کے لیے اپنی لاٹھی اٹھائی۔ مگر وہ بالکل خوفزدہ نہیں ہوا۔ تو اس وقت ایک غیبی آواز میں نے سنی کہ اے ابوسعید خراز! یہ ابلیس ہے۔ یہ لاٹھی ڈنڈے سے نہیں ڈرتا ہے یہ تو بس اس شخص سے کانپتا اور لرزتا رہتا ہے۔ جس کے قلب میں ایمان کا نور ہوتا ہے۔

اور ابوسعید خراز نے یہ بھی فرمایا کہ میں دمشق میں تھا تو میں نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کاندھوں پر ٹیک لگائے تشریف لائے۔ اور میں اس وقت کوئی راگ گا رہا تھا۔ اور سینہ کوٹ رہا تھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ اے ابوسعید! اس کا شر اس کے خیر سے بڑھ کر ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صـ ۴۳۲)

۲۳. حضرت احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ | یہ بڑے پائے کے اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں

نے خواب میں اپنی ایک لونڈی کو دیکھا جس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے چہرے پر اتنی چمک کیسے پیدا ہو گئی؟ تو اس نے کہا کہ آپ کو یاد نہیں ایک رات آپ خوف خدا سے زار زار رو رہے تھے۔ اور آپ کے آنسو بہہ رہے تھے تو کمال محبت سے میں نے آپ کے آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل لیا تھا۔ یہ چمک اسی آنسو کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صـ ۴۳۲)

۲۴. حضرت یحییٰ بن سعید قطان علیہ الرحمۃ | زہیر بن نعیم بابی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ یحییٰ

بن سعید قطان محدث کے بدن پر ایک کرتا ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ بَرَاءَةٌ لِّيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ مِنَ النَّارِ یعنی خدا کی طرف سے یہ لکھی ہوئی تحریر ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان کے لیے جہنم سے نجات ہے (تہذیب التہذیب)

۲۵۔ حضرت خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ

حضرت خطیب بغدادی کی عظمت اور ان کی جلالت شان کا کیا کہنا ؟ دیکھو ہماری کتاب اولیاء رجال الحدیث) ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اَنَا فِیْ رَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَّجَنَّةِ نَعِیْمٍ یعنی میں آرام وراحت اور خوشبو اور نعمتوں کی جنت میں ہوں (بستان المحدثین)

۲۶۔ حضرت منصور بن اسمٰعیل علیہ الرحمۃ

آپ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بزار محدث علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؛ تو انہوں نے کہا کہ جن جن گناہوں کا میں نے اقرار کرلیا۔ ان سب گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ لیکن ایک گناہ کا شرم کی وجہ سے میں اقرار نہیں کرسکا۔ تو خداوند کریم نے مجھے پسینہ کی حالت میں کھڑا رکھا۔ یہاں تک کہ میرے چہرے کا گوشت گل کر گر پڑا۔ تو میں نے پوچھا کہ وہ کون سا گناہ تھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ تو وہ مجھ کو بہت اچھا لگا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے شرم کے باعث اپنے اس گناہ کا اقرار نہیں کیا۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۴)

۲۷۔ حضرت ابو جعفر صیدلانی علیہ الرحمۃ

آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ حضور فُقَراء کی ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ تو میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا پھر آسمان پھٹا اور دو فرشتے اترے۔ ایک کے ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک طشت تھا۔ پہلے ان فرشتوں نے حضور کا ہاتھ دھلایا۔ پھر آپ کے حکم سے دوسرے لوگوں کا ہاتھ دھلایا جب میری باری آئی تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے تو دوسرے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا یہ آپ کی حدیث شریف نہیں ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی

کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھے) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیوں نہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں تو حضور سے اور ان فقراء سے محبت رکھتا ہوں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا بھی ہاتھ دھلاؤ۔ یہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۲۴)

۲۸۔ حضرت عبداللہ بن عون خزاز علیہ الرحمۃ

حضرت محمد بن فضاء نے فرمایا کہ میں خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ عبداللہ بن عون کی ہمیشہ زیارت کرتے رہو۔ کیونکہ وہ محبوب الٰہی ہے (تہذیب التہذیب)

۲۹۔ حضرت صالح بن مبشر علیہ الرحمۃ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سلمی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ تو ان سے کہا کہ دنیا میں تو آپ بہت غمگین رہا کرتے تھے۔ اب کیا حال ہے ؛ تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں آکر مجھے بڑی راحت اور دائمی خوشی نصیب ہوئی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ کس درجے میں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ (یعنی میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ) حضرت عطاء سلمی بلند مرتبہ محدث اور بہت نامور اولیاء کرام میں سے ہیں۔ (احیاء العلوم ج ص ۴۳۱ و ص ۴۳۲)

۳۰۔ حضرت یزید بن مذعور علیہ الرحمۃ

آپ نے فرمایا کہ میں نے امام اوزاعی (محدث شام) کو خواب میں دیکھا۔ اور عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ میں خدا کا مقرب بن جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے علماء کرام اور غمگین رہنے والوں سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں دیکھا۔ یزید بن مذعور بہت عمر دراز اور بہت ہی بوڑھے تھے۔ وہ ہر وقت خوف خدا سے رویا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ روتے روتے وہ نابینا ہوگئے تھے (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۳۲)

۵

غلبۂ خوف میں کس نے کیا کہا؟

یہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ اَلْیَاْسُ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ کُفْرٌ۔ یعنی خدا کی رحمت سے بالکل ہی ناامید ہو جانا۔ اور اپنی مغفرت سے مایوس ہو جانا کفر ہے۔ اور وکذا الامن من عقوبۃ کفر یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف اور نڈر ہو جانا بھی کفر ہے ایمان والے کا نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مغفرت کی امید بھی رکھے۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔ بزرگانِ سلف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ بعض پر امید کا غلبہ اور بعض پر خوف کا غلبہ رہا ہے۔ ہم یہاں چند بزرگوں کے واقعات درج کرتے ہیں۔ جن پر خوفِ خداوندی غالب رہا ہے۔ اور وہ غلبہ خوف میں بڑے بڑے عبرت خیز و رقت انگیز کلمات بولتے رہے ہیں آپ بھی ان کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف الٰہی کا بے حد غلبہ تھا۔ کسی چڑیا کو دیکھتے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں تیری ہی طرح ایک پرندہ ہوتا۔ اور انسان نہ ہوتا تاکہ میں قیامت کے دن اعمال کے حساب سے بچ جاتا)۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۵۹)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قدر خدا کا خوف غالب تھا کہ آپ قرآن مجید کی آیت سنکر بے ہوش ہو جاتے۔ اور کئی کئی دنوں تک ان پر غشی کا دورہ پڑتا رہتا تھا۔ یہاں تک

کہ لوگ ان کی عیادت (بیمار پرسی) کے لیے جایا کرتے تھے۔

اور ایک دن آپ نے ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ کاش میں بجائے عمر ہونے کے یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں کوئی قابل ذکر شخصیت نہ ہوتا۔ کبھی یہ کہتے کہ کاش عمر کی ماں عمر کو نہ جنتی۔ اور منقول ہے کہ آپ کے چہرے میں آنسوؤں کے بکثرت بہنے کی وجہ سے دو کالی لکیریں بن گئی تھیں۔ ایک مرتبہ خود ہی آپ نے سورۃ اذا الشمس کی تلاوت کی۔ اور جب وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی آیت پر پہنچے۔ یعنی جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے تو اس کو پڑھتے ہی ان پر اس قدر خوف الٰہی طاری ہو گیا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ایک دن آپ گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ اور کوئی آدمی اپنے گھر میں سورۃ الطور پڑھ رہا تھا۔ جب آپ نے اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ۔ کی آیت سنی تو گدھے سے اتر کر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے۔ پھر گھر آ کر ایک مہینہ بیمار رہے۔ اور لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے جاتے رہے۔ مگر کسی کو آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

۳۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز پڑھ کر بے قراری کے ساتھ ہاتھ ملتے ہوئے مسجد کے باہر نکلے۔ اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو جس حال میں دیکھا ہے۔ آج میں کسی آدمی میں ان کی مشابہت کا اثر نہیں دیکھ رہا ہوں۔ صحابہ کرام رات بھر جاگ کر نمازوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ صبح کو ان کے بال پراگندہ اور چہرہ زرد دکھائی دیتا تھا۔ اور وہ ڈگمگاتے ہوئے چلا کرتے تھے۔ اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہا کرتی تھیں۔ اور آج لوگوں کا یہ حال ہے کہ ہر طرف لوگ غفلت اور بے خوفی کے ساتھ ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ کسی کے چہرے پر خوف خداوندی کا اثر نظر ہی نہیں آتا۔ آپ نے جس دن یہ فرمایا اس کے بعد پھر کسی نے کبھی آپ کو ہنستے ہوئے

نہیں دیکھا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے آپکو شہید کر دیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۰)

۴۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح صحابی فاتح شام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ میری تو یہی تمنا ہے کہ میں بجائے ابو عبیدہ ہونے کے ایک مینڈھا ہوتا۔ جس کو لوگ ذبح کر کے پکاتے۔ اور اس کا گوشت کھا کر اس کا شوربہ پی لیتے۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

۵۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بلند مرتبہ صحابی ہوتے ہوئے غلبۂ خوف میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں آدمی نہ ہوتا۔ بلکہ میں راکھ ہوتا جو ہواؤں میں اڑا دیا جاتا۔ (تو بہت اچھا ہوتا تاکہ میں قیامت کے دن حسابِ اعمال سے بچ جاتا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۰)

۶۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ایک مشہور صحابی ہیں آپ پر خوف الٰہی کا ایسا غلبہ تھا کہ قرآن مجید سننے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ اگر کبھی کوئی آیت سن لیتے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اور کئی دن بے ہوش رہا کرتے تھے۔ ایک دن قبیلۂ خثعم کا ایک قاری آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کردی۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ (پ ۱۶ مریم آیت ۸۶) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم قیامت کے دن متقی لوگوں کو مہمانوں کی صورت میں رحمٰن کے دربار میں جمع کریں گے۔ اور مجرموں کو ہانک کر جہنم کی طرف پیاسا لے جائیں گے۔ آیت سنکر آپ نے فرمایا کہ میں تو متقی لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو مجرمین میں سے ہوں۔

اے قاری! اس آیت کو پھر پڑھ۔ چنانچہ قاری نے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تو

آپ نے زور سے ایک چیخ ماری۔ اور فوراً آپ کی وفات ہو گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۰)

۷۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ جب بھی نماز کے لیے وضو کرتے تو خوف خداوندی سے آپ کا چہرہ پیلا پڑ جاتا۔ تو گھر والوں نے پوچھا کہ آپ کی یہ کیا عادت ہو گئی ہے؟ کہ ہمیشہ وضو کے بعد آپ اس قدر ڈر جاتے ہیں کہ چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے۔ اور آپ کانپنے لگتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے نماز میں کھڑا ہونے والا ہوں! (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

۸۔ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ

آپ نے ایک آدمی کو زور سے قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے دیکھا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان! کیا تو پل صراط پر گزر چکا ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تو جنتی ہے یا جہنمی؟ تو اس نے جواب دیا کہ جی نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی؟ اور کس بنا پر ہے؟ تو اس جوان پر یہ اثر ہوا کہ پھر وہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

۹۔ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ

آپ کا بیان ہے کہ میں نے طواف کعبہ کے دوران ایک لڑکی کو دیکھا کہ وہ کعبہ معظمہ کے پردوں سے چمٹی ہوئی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ یارب! بہت سی شہوتوں کی لذتیں جاتی رہیں۔ اور ان کی سزائیں میرے سر پر رہ گئیں۔ اے میرے رب کیا جہنم کے سوا مجھے سزا دینے کی اور کوئی دوسری صورت نہیں ہے؟ وہ لڑکی ساری رات صبح تک اپنی جگہ پر بیٹھی روتی اور دعائیں مانگتی رہی۔ حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے اس لڑکی کا حال اور اس کی دعاؤں کو سنکر اپنا سر پکڑ لیا۔ اور میری چیخ نکل گئی اور میں نے کہا کہ مالک بن دینار کی ماں مالک بن دینار کو روئے (یعنی مالک بن دینار مر جائے)

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

۱۰. حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اچھے مکان پر ناز نہ کرو۔ جنت سے زیادہ اچھا مکان اور کون ہوگا! مگر اس مکان میں حضرت آدم کا کیا انجام ہوا! اور عبادت کی کثرت پر غرور نہ کرو۔ ابلیس سے بڑا کون عابد ہوگا! مگر اس کو کیا ملا! اور علم کی زیادتی پر گھمنڈ نہ کرو۔ دیکھو بلعم باعوراء کو خدا کا اسم اعظم معلوم تھا۔ مگر اس کا کیا انجام ہوا! کہ وہ کافر ہوگیا۔ اور اس کی زبان لٹک کر سینے پر آگئی۔ اور نیکوں کی صحبت سے بھی فریب نہ کھاؤ۔ دیکھو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابولہب اور ابوطالب نے دیکھا۔ صحبت بھی اٹھائی۔ قرابت بھی تھی مگر ان دونوں کو کچھ نفع نہیں پہنچا (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۰)

۱۱. حضرت سری سقطی و عطا سلمی علیہما الرحمۃ

یہ دونوں اولیاء کاملین میں سے ہیں حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ میں روزانہ اپنی ناک کو بغور دیکھتا ہوں۔ کہ کہیں گناہوں کی وجہ سے میرا منہ کالا تو نہیں ہوگیا ہے! حضرت عطا سلمی کبھی جنت کی دعا نہیں مانگتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ گناہ معاف ہونے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مرض الموت میں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس چیز کی خواہش ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جہنم کا خوف میرے دل میں کوئی خواہش پیدا ہونے ہی نہیں دیتا۔ اور لوگوں کا بیان ہے کہ چالیس برس تک حضرت عطا سلمی نے نہ آسمان کی طرف دیکھا۔ نہ کبھی ہنسے۔ ایک مرتبہ۔ بلا ارادہ آسمان کی طرف دیکھ لیا۔ تو خوف سے کانپ کر گر پڑے۔ اور ان کی آنت اتر آئی۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر خدا کے خوف سے اپنے بدن کو ٹٹولا کرتے تھے کہ کہیں میں مسخ تو نہیں ہوگیا ہوں۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۱)

۱۲. حضرت صالح مری علیہ الرحمۃ

آپ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عابد کے سامنے یہ آیت پڑھ دی کہ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ

فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ (پ ۲۲۔ الاحزاب۔ آیت ۶۶)

(جس دن ان کے چہرے جہنم میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ اور وہ یہ کہتے ہوں گے کہ کاش ہم لوگوں نے اللہ و رسول کی اطاعت کرلی ہوتی) یہ آیت سنکر وہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا کہ اے صالح! کچھ اور زیادہ پڑھیے۔ کیوں کہ میں اپنے دل میں غم کی کیفیت محسوس کرتا ہوں۔ تو میں نے یہ پڑھ دیا کہ کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِیْدُوْا فِیْهَا (پ ۲۱۔ السجدہ آیت ۲۰)۔ جب جہنمی جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے۔ تو دوبارہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس آیت کو سنکر وہ عابد زمین پر گر پڑے۔ اور اسی دم ان کی روح پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۶۱)

یہی صالح مری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ "ابن السماک" جو نامور محدث اور باکمال واعظ و عابد تھے۔ ہمارے یہاں آئے اور مجھ سے کہا کہ آپ اپنے یہاں کے عابدوں کے عجائب مجھے دکھلائیے تو میں ان کو محلہ کے ایک چھپر میں لے گیا۔ تو وہاں ایک آدمی ٹوکری بنا رہا تھا۔ تو میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھ دی کہ۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ۙ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۔ (پ ۲۴۔ المومن۔ ۷۲)	جب ان (جہنمیوں) کی گردن میں طوق اور زنجیریں ہوں گی۔ وہ لوگ گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں۔ پھر آگ میں جلائے جائیں گے۔

تو آیت سنکر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔ پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر ہم ایک دوسرے عابد کے سامنے گئے۔ تو اس کے سامنے بھی میں نے یہی آیت پڑھ دی۔ تو وہ بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہم لوگ تیسرے عابد کے پاس گئے۔ تو میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھ دی۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ	یہ اس کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑے

خَافَ وَعِیْدِ ۔ ہونے سے ڈرے۔ اور میں نے جو عذاب
(پ ۱۳- ابراہیم- آیت ۱۴) کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

تو وہ بھی چیخ پڑے اور ان کے نتھنوں سے اتنا خون بہا کہ وہ خون میں لت پت ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کی روح نکل گئی۔ اسی طرح میں نے "ابن السماک" کو چھ عابدوں کے پاس پھرایا۔ اور جس کے سامنے میں نے آیت پڑھ دی وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر میں ساتویں عابد کے پاس ان کو لے کر چلا۔ تو ایک عورت نے چھپر کے اندر سے ہم لوگوں کو بتایا۔ جب ہم چھپر کے اندر داخل ہوئے تو ایک بوڑھا عابد اپنے مصلّٰی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے سلام کیا تو اس کو ہمارے سلام کی خبر نہیں ہوئی تو میں نے زور سے چلا کر کہا کہ اِنَّ لِلْخَلْقِ غَدًا مَّقَامًا۔ (یعنی کل قیامت میں ایک مقام پر تمام مخلوق کو کھڑا ہونا پڑے گا) تو اس بوڑھے نے کہا کہ کس کے سامنے؟ پھر وہ منہ کھولے اور آنکھ پھاڑے مبہوت بنا رہا۔ اور اُوہ۔ اُوہ کہتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی بیوی نے ناراض ہو کر ہم کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ پھر میں نے ایک دن ساتوں عابدوں کا حال معلوم کیا۔ تو پتہ چلا کہ تین تو ہوش میں آ گئے۔ اور تین وفات پا گئے۔ اور ساتواں جو بوڑھا تھا۔ تین دن تک اس طرح مبہوت و حیران رہا کہ اسے فرض نمازوں کی بھی خبر نہیں ہوتی تھی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۶۱)

۱۳۔ حضرت طاؤس علیہ الرحمۃ

آپ بہت ہی نامور شیخ الحدیث تھے۔ اور بادشاہ اور گورنروں کو نصیحت کرنے میں مطلق خوف نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان کے روبرو کلمۂ حق علی الاعلان کہہ دیا کرتے تھے۔ اور اس قدر بارعب تھے کہ کوئی آپ کا جواب دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ مگر خوف خداوندی کا یہ عالم تھا کہ بستر پر لیٹتے تو سانپ کی طرح کروٹ بدلتے رہتے پھر بستر لپیٹ کر رکھ دیتے۔ اور فرمایا کرتے کہ جہنم کے ذکر نے خدا سے ڈرنے والوں

کی نیند ہی اڑا دی ہے پھر تہجد پڑھ کر مسجد میں چلے جاتے۔ اور نماز فجر ادا کر کے اپنے مصلّٰی پر قبلہ رو بیٹھے رہا کرتے تھے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۶۳)

۱۴۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ

خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی لونڈی نیند سے بیدار ہوئی اور کہا کہ اے امیر المومنین! میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ بیان کرو۔ تو لونڈی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ جہنم بھڑک رہا ہے۔ اور اس کی پشت پر پل صراط قائم کیا گیا ہے۔ تو بنی امیہ کا خلیفہ عبدالملک لایا گیا۔ وہ پل صراط پر چند قدم چلا اور جہنم میں گر گیا۔ آپ نے چونک کر پوچھا کہ پھر کیا ہوا؟ تو لونڈی نے کہا کہ پھر ولید بن عبدالملک لایا گیا۔ تو وہ بھی چند قدم چل کر جہنم میں گر گیا۔ آپ نے چونک کر سوال کیا کہ پھر کیا ہوا؟ تو لونڈی بولی کہ پھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک لایا گیا۔ تو وہ بھی تھوڑی دور پل صراط پر چل کر جہنم میں اوندھا ہو کر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ آگے کا حال جلد بیان کر تو لونڈی نے کہا کہ اے امیر المومنین! پھر آپ لائے گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ تو لونڈی کان میں کہنے لگی کہ اے امیر المومنین! میں نے دیکھا کہ آپ پل صراط سے پار ہو کر نجات پا گئے۔ قسم کھا کر کہنے لگی کہ آپ سلامتی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو گئے۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز برابر پاؤں پٹک پٹک کر چیخ مارتے اور روتے چلاتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)

۱۵۔ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ

ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک قوم کشتی پر سمندر میں سوار ہوئی۔ اور جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو کشتی ٹوٹ گئی۔ اور ہر آدمی ایک تختہ سے چمٹا ہوا بہنے لگا۔ تو بتاؤ کہ اس قوم کا کیا حال ہوگا۔

تو اس نے کہا کہ یہ لوگ بے حد خوف ناک حال میں انتہائی مبہوت و حیران ہوں گے تو حضرت نے فرمایا کہ میرا حال اس قوم سے بھی زیادہ خوف ناک و حیران کن ہے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۳)

اللہ اکبر۔ یہ ہے علم و عمل کے پہاڑوں اور آسمان ولایت کے چمکتے تاروں کا حال کہ یہ مقدس بندگان خدا اپنے علم و عمل کی عظمت کے باوجود کس حال میں رہتے تھے۔ اور خوف خداوندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کیا کیا؟ اور کیسے کیسے دل ہلا دینے والے کلمات بولا کرتے تھے! ہم بے علم و بے عمل غافل انسانوں کے لیے ان مقدس بندگوں کا حال بہت ہی عبرت انگیز و نصیحت آموز ہے۔ واللہ تعالیٰ ھُوالموفق

یا الٰہی! جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعاؤں کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب حساب خندہ بے جا رلائے
چشم گریان شفیع مرتجیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی! رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

(۶)

قبر آدمیوں سے کیا کہتی ہے

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر میں مردہ رکھ دیا جاتا ہے تو قبر اس مردہ سے کہتی ہے کہ اے ابن آدم! تو کس فریب میں پڑا رہا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میں فتنہ کا گھر ہوں۔ میں تاریکی کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ تو کس گھمنڈ میں تھا جب تو لوگوں کو دھکا دیتا ہوا میرے اوپر سے گزرتا تھا۔ تو اگر مردہ نیک و صالح ہوتا ہے۔ تو ایک فرشتہ اس کی طرف سے قبر کو جواب دیتا ہے کہ اے قبر! یہ تو زمین پر لوگوں کو اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا۔ اور بری بری باتوں سے لوگوں کو منع کیا کرتا تھا۔ یہ سنکر قبر کہتی ہے کہ یہ اگر ایسا ہی تھا تو اب میں اس کے پاس ہریالی لاؤں گی۔ اور اس کا بدن نور ہو کر دوبارہ مجھ سے نکلے گا۔ اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کے دربار رحمت تک رسائی حاصل کرے گی (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۲۲)

عبید بن عمیر لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میت سے بوقت دفن قبر کہتی ہے کہ میں تاریکی کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں بے کسی کا گھر ہوں۔ اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار تھا۔ تو آج میں تیرے لیے رحمت بن جاؤں گی اور اگر تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا تو میں تیرے لیے عذاب بن جاؤں گی۔ میں وہ جگہ ہوں کہ خدا کے فرمانبردار بندے مجھ میں داخل ہونے کے بعد مسرور ہو کر نکلتے ہیں اور خدا کے نافرمان بندے مجھ میں داخل ہو کر رنجیدہ و غمزدہ ہو کر نکلتے ہیں (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۲۳)

محمد بن صبیح علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب قبر میں میت کو عذاب ہونے لگتا ہے تو

دوسرے مردے اس سے کہتے ہیں کہ اے شخص! کیا تو نے ہم لوگوں کا حال دیکھ کر کچھ بھی عبرت نہیں حاصل کی۔ ہمارے تو اعمال ختم ہو چکے تھے۔ لیکن تو تو زندہ تھا۔ اور تجھ کو کافی مہلت ملی۔ لیکن تو نے اپنے اعمال کی کچھ بھی اصلاح نہیں کی۔ اے ظاہری دنیا پہ فریب کھانے والے! تو نے ان لوگوں سے عبرت نہیں پکڑی جو تجھ سے پہلے ظاہری دنیا پر فریب کھا کر زمین کے اندر پہنچ گئے۔ حالانکہ تو ہمیشہ دیکھا کرتا تھا کہ سب کے اقرباء و احباب لوگوں کو اس منزل تک پہنچایا کرتے تھے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۲۲۳)

۴۔ حضرت کعب علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ مردہ جب قبر میں وحشتوں کا منظر دیکھتا ہے۔ تو بہت گھبراتا ہے۔ اس وقت اس کے اعمالِ صالحہ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جہاد، صدقہ وغیرہ اس کی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قبر میں جب عذاب کے فرشتے میت کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو نماز آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کہ ہٹو تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس نے نمازوں میں بہت لمبا لمبا قیام کیا تھا۔ پھر عذاب کے فرشتے میت کے سر کی جانب سے آتے ہیں۔ تو روزہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ ہٹو۔ تمہیں اس طرف سے کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ اس نے دنیا میں روزہ رکھ کر خدا کے لیے بہت زیادہ پیاس برداشت کی تھی۔ پھر عذاب کے فرشتے میت کے دائیں بائیں سے آنا چاہتے ہیں۔ تو حج و جہاد راستہ روک لیتے ہیں۔ کہ اس نے خدا کے لیے اپنے بدن کو بڑی تھکن میں ڈالا تھا۔ پھر عذاب کے فرشتے میت کے دونوں ہاتھوں کی طرف سے آنے لگتے ہیں۔ تو صدقہ روک لیتا ہے کہ اس نے ہاتھوں سے صدقہ دیا تھا پھر عذاب کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ اور رحمت کے فرشتے آ جاتے ہیں۔ اور اس کی قبر جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے چوڑی کر دی جاتی ہے۔ اور اس کی قبر میں ایک قندیل جلا دی جاتی ہے۔ جس سے قیامت تک قبر میں روشنی رہے گی۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۲۲۳ و ص ۲۲۴)

(۷)

قبر میں عذاب کس کس طرح ہوگا؟

عذاب قبر حق ہے۔ جو قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ عذاب قبر کیونکر؟ اور کس کس طرح ہوتا ہے؟ اس بارے میں چند حدیثیں پڑھ لیجئے۔

۱۔ حدیث۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک خچر پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغ میں گزرے۔ اور ہم لوگ ہمراہ تھے۔ تو ناگہاں خچر اس طرح بدک گیا کہ حضور کو گرا دینے کے قریب ہو گیا۔ اچانک وہاں چھ یا پانچ قبریں نظر آئیں، تو حضور نے پوچھا کہ ان قبر والوں کو کوئی جانتا ہے؟ تو ایک صحابی نے کہا کہ جی ہاں مجھے معلوم ہے یہ ان مشرکین کی قبریں ہیں جو شرک کی حالت میں مر گئے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ ان قبر والوں کی جماعت اپنی قبروں کے اندر عذاب میں مبتلا ہے۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم لوگوں کو وہ عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ پھر حضور ہم لوگوں کی طرف اپنا چہرہ انور کر کے متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ سب لوگ جہنم کے عذاب سے پناہ مانگو۔ تو ہم لوگوں نے کہا کہ ہم جہنم سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم سب لوگ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ تو سب نے کہا کہ ہم عذاب قبر سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم سب لوگ ظاہری و باطنی فتنوں سے پناہ مانگو۔ تو سب لوگوں نے کہا کہ ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں

پھر فرمایا کہ تم سب لوگ فتنۂ دجال سے پناہ مانگو۔ تو سب لوگوں نے کہا کہ ہم دجال کے فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

(مشکوٰۃ ج ۱ صـ۲۵ بحوالہ مسلم)

۲۔ حدیث۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں دو فرشتے (منکر و نکیر) آتے ہیں اور میت کو بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو مومن کہہ دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر دوسرا سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو مومن کہہ دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر تیسرا سوال کرتے ہیں کہ یہ مرد کون ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے؟ تو مومن کہہ دیتا ہے کہ یہ رسول اللہ ہیں۔ پھر آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ میرا یہ بندہ سچا ہے۔ لہٰذا اس کو جنتی بچھونے پر سلاؤ۔ اور اس کو بہشتی لباس پہناؤ اور اس کی طرف جنت کا ایک دروازہ کھول دو۔ تو اس دروازے سے قبر میں جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے۔ اور اس کی نظر کی درازی بھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

اور کافر سے جب منکر و نکیر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں تو کچھ جانتا ہی نہیں پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں تو کچھ نہیں جانتا۔ پھر فرشتے سوال کرتے ہیں کہ یہ مرد کون ہیں جو تمہارے اندر بھیجے گئے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا تو آسمان سے ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے جہنم کا بستر بچھاؤ اور اس کو جہنمی لباس پہناؤ۔ اور اس کی طرف جہنم کا ایک دروازہ کھول دو۔ تو اس دروازے سے جہنم کی گرمی اور گرم ہوا اور بدبو قبر میں آتی رہتی ہے۔ اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ میت کی داہنی پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں داہنی

طرف ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے اوپر ایک اندھا بہرا فرشتہ عذاب، لوہے کی ایک ایسے گرز کے ساتھ مسلط کر دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس گرز سے پہاڑ کو مارے تو پہاڑ مٹی ہو کر بکھر جائے۔ اسی گرز سے وہ فرشتہ عذاب اس مردہ کو ایسی مار مارتا ہے کہ مشرق و مغرب کی ہر مخلوق سوائے انسانوں اور جنوں کے سب اس مار کو سنتے ہیں۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ صـ۲۵ و صـ۲۶ بحوالہ ابو داؤد)

۳۔ حدیث۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر کی قبر میں ننانوے اژدہے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے اور ڈستے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اور وہ اتنے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں کا ایک اژدھا ایک مرتبہ زمین پر پھونک مار دے تو زمین کبھی سبزی نہ اگائے گی۔ (مشکوٰۃ ج ۱ صـ۲۲)

۴۔ حدیث۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن میں گئے۔ جب حضور نماز جنازہ پڑھا چکے۔ اور وہ قبر میں اتارے گئے۔ اور مٹی برابر کر دی گئی تو حضور نے تسبیح پڑھی اور ہم لوگ بھی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے۔ پھر حضور نے تکبیر پڑھی۔ اور ہم لوگ بھی دیر تک تکبیر پڑھتے رہے۔ تو کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس بندہ صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کشادہ فرما دیا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ صـ۲۶)

۵۔ حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادی بی بی زینب کے دفن میں تشریف لے گئے۔ اور وہ بکثرت بیمار رہا کرتی تھیں۔ تو جب حضور ان کی قبر میں اترے۔ تو آپ کا چہرہ انور زرد ہو گیا۔ پھر جب قبر سے باہر تشریف لائے تو خوشی سے حضور کا چہرہ انور چمکنے لگا۔ تو میں نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایسا کیوں ہوا؟ تو فرمایا کہ قبر نے میری بیٹی کو ایک مرتبہ دبوچا۔ تو مجھے دبوچنے اور عذاب قبر کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ پھر ایک فرشتہ نے آکر مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تخفیف فرمادی۔ تو مجھے اس سے خوشی کے ساتھ اطمینان ہوگیا قبر کا دبوچنا اس زور کا تھا کہ اس کی آواز مشرق و مغرب میں سنی گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۳۸)

---

(۸)

اموات کو سلام و ثواب کس طرح پہنچتا ہے

اس پر اہل سنت و جماعت کے تمام اماموں کا اجماع و اتفاق ہے کہ زندوں کا سلام و دعاء اور ایصال ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ اور ان کے لیے نفع بخش و فائدہ مند ہے۔ ہدایہ شریف میں ہے کہ

اَلْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ صَلٰوۃً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَۃً اَوْ غَیْرَھَا عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۲۹۶ باب الحج عن الغیر)

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچا دے۔ خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا ان کے علاوہ کوئی بھی عمل ہو، یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اب اس سلسلے میں ہم چند بزرگوں کے اقوال یہاں نقل کرتے ہیں جن سے ہدایت کا نور طلوع ہوتا ہے۔ امید کہ ان سے ہر طالب حق کو روشنی ملے گی۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک میت کی نماز جنازہ پر یہ دعا فرمائی جس کو میں نے یاد کرلیا کہ۔

اے اللہ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اور اس کو عافیت دے۔ اور اس کی مہمانی باعزت فرما۔ اور اس کی قبر کو وسیع فرمادے۔ اور اس کو پانی اور برف اور

اولے سے دھودے اور اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف رکھا ہے اور اس کو اس کے گھر کے بدلے میں اس سے بہتر گھر عطا فرما۔ اور اس کے اہل سے بہتر اہل اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرما۔ اور اس کو جنت میں داخل فرما۔ اور عذاب قبر و عذاب جہنم سے اس کو اپنی پناہ میں رکھ۔

اس دعاء نبوی کو سنکر حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ تمنا ہوگئی کہ کاش اس میت کی جگہ میری میت ہوتی۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص۱۴۵)

۲۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس آکر اس طرح کھڑے ہوتے کہ میں سمجھتا تھا کہ نماز شروع کردی ہے۔ پھر وہ سلام عرض کرتے۔ اور واپس لوٹ جاتے۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص۱۷۱)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بیان فرماتے ہیں کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی قبر پر گزرے۔ اور سلام کرے تو دنیا میں اس سے جان پہچان رہی ہو یا نہ رہی ہو۔ ہر حال میں قبر والا اس کے سلام کو سنتا ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص۱۷۱)

۴۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ایک تابعی بزرگ ہیں۔ اور علم حدیث و فن قرأت کے ایک عظیم استاذ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے سیکڑوں مرتبہ سے زیادہ دیکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کرکے گھر واپس جایا

کرتے تھے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص۱۷۱)

۵۔ حضرت بشر بن منصور علیہ الرحمۃ

یہ بہت ہی عظیم المرتبت محدث ہیں۔ اور عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ روزانہ پانچ سو رکعت نوافل اور ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کرنا ان کا معمول تھا۔ سن۱۸۰ھ میں انکا وصال ہوا۔ ان کا بیان ہے کہ طاعون (پلیگ) کے زمانے میں ایک آدمی روزانہ قبرستان جایا کرتا تھا۔ اور جنازوں پر نماز پڑھ کر گھر آتا تھا۔ پھر شام کو قبرستان جاکر یہ دعا مانگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی وحشت کا مونس بنائے اور تمہاری غربت پر رحم فرمائے۔ اور تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے۔ اس آدمی کا بیان ہے کہ میں ایک شام کو قبرستان نہیں گیا تو رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک کثیر جماعت میرے پاس آئی۔ اور جب میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کس ضرورت سے آپ لوگ میرے پاس آئے ہیں؟ تو ان لوگوں نے بتایا کہ روزانہ تمہاری دعائیں ہمارے پاس آیا کرتی تھیں۔ لیکن ایک دن تمہاری دعاؤں کا ہدیہ ہم لوگوں کے پاس نہیں آیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس خواب کے بعد کبھی میں نے قبرستان جاکر دعائیں مانگنا نہیں چھوڑا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص۱۷۱)

۶۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

علی بن موسیٰ حداد کا بیان ہے کہ میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ ایک جنازہ میں گیا۔ اور محمد بن قدامہ جوہری بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ جب میت دفن ہوگئی۔ تو ایک نابینا قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے لگا۔ تو امام احمد بن حنبل نے اس سے کہا کہ اے فلاں! قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے۔ پھر جب ہم لوگ قبرستان سے باہر نکل آئے۔ تو محمد بن قدامہ جوہری نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ آپ مبشر بن اسمٰعیل حلبی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ وہ قابل بھروسہ

اور ثقہ محدث ہیں۔ تو محمد بن قدامہ نے پوچھا کہ وہ حدیث میں آپ کے استاذ بھی ہیں تو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ جی ہاں۔ تو محمد بن قدامہ نے کہا کہ مجھے مبشر بن اسمٰعیل حلبی نے خبر دی ہے کہ عبد الرحمٰن بن علاء بن لجاج اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کے بعد میرے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر کو وصیت کرتے سنا ہے یہ سنکر امام احمد بن حنبل نے علی بن موسیٰ حداد کو بھیجا کہ جاکر اس نابینا سے کہہ دو کہ وہ قبر کے پاس قرآن مجید پڑھا کرے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۸)

۷۔ حضرت محمد بن احمد مروزی علیہ الرحمۃ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم لوگ قبرستان جاؤ تو سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اس کا ثواب تمام قبرستان والوں کو پہنچا دو۔ تو اس کا ثواب تمام قبر والوں کو پہنچ جائے گا۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۱۸)

۸۔ حضرت ابو قلابہ علیہ الرحمۃ

یہ بہت ہی جلیل الشان محدث کبیر ہیں اور بڑے مشہور عابد بھی ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ جاتے ہوئے "خندق" میں اتر پڑا۔ اور وضو کرکے میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ پھر میں جاگا تو صاحب قبر مجھ سے شکایت کرنے لگا کہ تم نے آج کی رات مجھے تکلیف پہنچائی۔ پھر وہ کہنے لگا کہ تم لوگ عمل کرتے ہو اور ہم عمل نہیں کرتے۔ سن لو تمہاری دو رکعتیں تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہیں۔ پھر یہ کہا کہ تم جاکر دنیا والوں سے ہمارا اسلام کہہ دینا۔ اور یہ بھی کہہ دینا کہ تمہاری دعائیں پہاڑوں کے مثل عظیم بن کر ہم لوگوں کے پاس آیا کرتی ہیں۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۱۸)

۹۔ حضرت محمد طوسی معلّم علیہ الرحمۃ

ابو بکر رشیدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابو سعید صفار سے کہہ دینا کہ ہمارا تمہارا تو معاہدہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے۔ تو ہم تو نہیں بدلے۔ مگر تم بدل گئے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے ابو سعید صفار سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ کیا بتاؤں میں ہر جمعہ کو ان کی قبر کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا۔ اور کچھ ایصالِ ثواب کیا کرتا تھا۔ لیکن اس جمعہ کو نہیں جا سکا اسی کی ان کو مجھ سے شکایت ہو گئی ہے۔

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۲۳)

۱۰۔ حضرت بشار بن غالب نجرانی علیہ الرحمۃ

آپ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت رابعہ بصریہ عدویہ کے لیے بکثرت دعائیں مانگا کرتا تھا۔ تو ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ اے بشار بن غالب! تمہاری دعائیں ہدیہ کی شکل میں نور کی تھالیوں میں ریشمی رومال سے چھپا کر ہمارے پاس آیا کرتی ہیں تو میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یاد رکھو زندوں کی دعائیں اموات کے لیے مقبول ہو کر نور کے طباق میں رکھ کر ریشمی کپڑے کے سرپوش سے چھپا کر مردوں کے پاس لائی جاتی ہیں۔ اور لانے والا فرشتہ کہتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا ہدیہ ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر میں میت کی مثال یہ ہے کہ جیسے ڈوبتے والا فریاد کرنے والا آدمی ہر وقت قبر میں مردوں کو انتظار رہتا ہے کہ اس کے باپ یا بیٹوں یا بھائیوں یا دوستوں کی طرف سے دعاؤں اور ایصال ثواب (فاتحہ) کا کوئی ہدیہ اس کے پاس آئے گا۔ اور جب ہدیہ آجاتا ہے تو اس کو دنیا بھر کی نعمت پا جانے سے بڑھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴۔ ص ۴۱۷)

ضروری سبق کاش مسلمانوں کو ان حقائق سے کچھ سبق ملتا اور انہیں عبرت حاصل ہو کر ہدایت کی روشنی اور توفیق نصیب ہوتی۔ جو اپنے ماں باپ اور بھائیوں، بہنوں اور بیٹوں، بیٹیوں وغیرہ اعزہ و اقرباء کو قبروں میں دفن کرنے کے بعد پھر ان کا کچھ بھی خیال نہیں رکھتے۔ نہ ان کی قبروں کی زیارت کے لیے کبھی قبرستان میں قدم رکھتے ہیں۔ نہ کبھی دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ نہ صدقہ و خیرات اور نیاز و فاتحہ کے ذریعے کبھی ایصال ثواب کرتے ہیں۔ نہ اُن کے لیے کبھی قرآن خوانی کرائیں۔ نہ محتاجوں کو کھانا کھلا کر اور کپڑا پہنا کر ان کی روحوں کو ثواب پہنچائیں۔ نہ چہلم، نہ ششماہی، نہ برسی پر انہیں یاد رکھ کر ان کی فاتحہ دلائیں۔ بلکہ اب تو وہابیوں نے یہ غضب ڈھایا کہ زیارت قبور اور نیاز و فاتحہ کو قبر پرستی اور بدعت قرار دے کر مسلمانوں کو اپنے مردہ عزیزوں سے بالکل ہی رشتہ و تعلق کاٹ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اپنے ماں باپ اور بزرگوں کو اس طرح بھول گئے کہ کبھی بھولے سے بھی ان کو یاد نہیں کرتے۔ احسان فراموشی اور مطلب پرستی کی اس سے زیادہ گھناؤنی مثال اور کیا ہوگی؟ کہ ماں باپ اور بھائیوں بہنوں کے وارث بن کر ان کی جائیدادوں پر تو قابض ہو کر مزے اڑا رہے ہیں۔ مگر ان بزرگوں اور عزیزوں کو کبھی یاد کر کے ان کی روحوں کو کسی قسم کا ثواب نہیں پہنچاتے۔ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے باپ داداؤں نے کتنی محنت و مشقت اٹھا کر ان مکانوں اور جائیدادوں کو بنایا ہوگا جو ہمیں مفت میں دے کر دنیا سے چلے گئے۔ تو ہم ان کا شکریہ اس طرح ادا کرتے رہیں کہ ان کی قبروں پر حاضر ہو کر کبھی کبھی فاتحہ پڑھتے اور دعاء مغفرت کرتے رہیں۔ قرآن مجید میں خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ (یعنی احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے۔ ماں باپ اور بزرگوں کا احسان تو یہ ہوا کہ انہوں نے ہم کو پالا پھر وہ ہم کو مکان و جائیداد دے گئے۔ تو ہمیں بھی لازم ہے

کہ ان کے احسانوں کا بدلہ یہ دیں کہ ان کو بھلائی کے ساتھ یاد رکھیں۔ اور ان کے لیے دعاء و استغفار کرتے رہیں۔ اور فاتحہ کے ذریعے ان کو ایصالِ ثواب اور اُن کی روحوں کو ثواب پہنچاتے رہیں۔ بہر حال ہر مسلمان کا یہ لازمی کارنامہ ہونا ہی چاہیے۔ کہ وہ اپنے ماں، باپ، دادی، دادا اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہمیشہ یاد رکھیں اور کبھی کبھی ان کی قبروں کی زیارت اور ان کی فاتحہ و ایصال ثواب اور دعائے مغفرت و استغفار سے ہرگز ہرگز غافل نہ رہیں۔

مانو نہ مانو آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جائیں گے

وما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

---

(۹)

دربارِ خداوندی میں حساب کس طرح ہوگا

خداوند قہار و جبار کے دربار میں بندوں کے حساب و کتاب کا منظر بہت ہی مہیب اور بے حد خوف ناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو بہت ہیبت ناک اور انتہائی خوف ناک ہوں گے۔ وہ اپنی کرخت آواز سے ڈانٹ کر جھڑکتے اور ہانکتے ہوئے لوگوں کو دربار خداوندی میں حاضر کریں گے۔ اور خداوند قدوس ایسے غضب و جلال میں ہوگا کہ الاماں والحفیظ! سب سے پہلے انبیاء کرام کی مقدس جماعت حساب فہمی کے لیے پیش ہوگی۔ اور اللہ عزوجل ان مقدس نفوس سے سوال فرمائے گا کہ جب تم لوگوں نے میرے احکام اپنی اپنی قوموں کو پہنچائے۔ تو تمہاری قوموں نے تم کو کیا جواب دیا؟ تو اس سوال کی عظمت و ہیبت سے انبیائے کرام کی عقلیں مبہوت ہو جائیں گی۔ اور ان کا علم اس قدر فراموش ہو جائے گا وہ کہیں گے کہ۔ ہمیں کچھ معلوم ہی نہیں۔ بے شک تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد قرآنی ہے کہ۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ.	(یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا کہ تمہاری قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ تو سب یہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں بے شک سب غیب کی باتوں کو تو ہی جاننے والا ہے

(پ ۷۔ المائدۃ۔ آیت ۱۰۹)

حقیقت میں رسولوں کو سب کچھ معلوم تھا۔ مگر اس وقت شدت ہیبت اور جلال

خداوندی کی دہشت سے ان کی عقلیں خوف زدہ ہو کر مبہوت ہو چکی ہوں گی۔ اور ان کا سارا علم فراموش ہو چکا ہوگا۔ اس لیے ان کا یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ۔ ہمیں کچھ معلوم ہی نہیں۔ جس وقت وہ قہار و جبار حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ تہدید آمیز سوال فرمائے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ـ آیت ۱۱۶ مائدۃ	کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم لوگ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ کے سوا دو خدا بنا لو۔

تو اس سوال کی ہیبت و جلالت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کئی برس تک مبہوت ہو کر خاموش رہیں گے۔ پھر جب انہیں قدرے سکونِ قلب نصیب ہوگا۔ تو عرض کریں گے کہ۔

سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.	(اے اللہ) تو پاک ہے، میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا۔ تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا

(پ ۷۔ المائدۃ آیت ۱۱۶)

انبیاء اور رسولوں کے بعد پھر فرشتوں سے حساب لیا جائے گا۔ اس شدت حساب و سوال اور خدا کے غضب و جلال کو دیکھ کر تمام امتیں خوفزدہ ہو کر لرزاں و ترساں ہو جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمائے گا کہ جہنم کو حاضر کریں۔ تو بہت سے فرشتے اس کی لگاموں کو پکڑے ہوئے جہنم کو لائیں گے۔ اور جہنم چیختی چنگھاڑتی اور شور مچاتی ہوئی آئے گی۔ اور تمام خلائق اس کی چیخ و چنگھاڑ کو سنکر اس طرح سہم جائیں

گے کہ خوف و ہراس اس سے بے خود ہو کر سب لوگ گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑیں گے پھر اللہ تعالیٰ کفار و مجرمین سے علی رؤس الاشہاد سوال فرمائے گا اور لوگوں کے اعضاء ان کے کرتوتوں کو بیان کریں گے۔ اور بھرے مجمع میں خوب خوب رسوائیاں ہوں گی۔

مؤمنین میں سے کچھ لوگوں کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے تو خدا کے فضل کی بنا پر ان لوگوں سے بہت آسان حساب لیا جائے گا۔ اور کچھ لوگوں کو ان کے نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو ان لوگوں سے خدا کی عدل کی بنا پر بڑا سخت حساب لیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ (پ ۳۰ ۔ سورۃ الانشقاق)	تو وہ جو ان کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ان سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش و خرم ہو کر پلٹیں گے۔ اور وہ جن کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔ وہ عنقریب موت مانگے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا۔

الغرض خداوند قہار و جبار کے دربار میں حساب اعمال کا مرحلہ نہایت ہی دلدوز بے حد خطرناک، انتہائی روح فرسا و جانسوز ہے۔ ارحم الراحمین اپنا فضل و کرم فرمائے اور تمام مومنین اہل سنت و جماعت کو اس پر خطر منزل سے سلامتی و عافیت کے ساتھ گزار کر منزل مقصود پہ پہنچائے۔ اور جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ (آمین بحرمۃ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام ابداً الآبدین برحمتك یا ارحم الراحمین)

---

(۱۰)

جہنم و جنت میں داخلہ کیونکر ہو گا

جہنم کے قیدی

جہنم چونکہ غضب خداوندی اور اس کے عذاب و عقاب کا مظہر ہے اس لیے اس کے دروازے غضب الٰہی کے نشان ہیں۔ جہنمیوں کو عذاب کے فرشتے گروہ در گروہ نہایت ذلت و حقارت کے ساتھ اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور کرخت آوازوں سے جانوروں کی طرح ہانکتے ہوئے جہنم کے پھاٹکوں کی طرف چلاتے ہوں گے اور جہنمی گردہ منہ لٹکاتے نہایت ہی غمگین و حزین صورت بنائے۔ جبکہ ان کے چہرے سیاہ اور خوف و ہراس اور مایوسی و نامرادی کی وجہ سے ان پر ہوائیں اڑ رہے ہوں گے شرم و ندامت سے سر جھکائے آنکھیں نیچی کیے ہوئے جہنم میں داخل کرنے کے لیے لائے جائیں گے اور جیسے ہی جہنم کے بڑے بڑے دروازوں پر پہنچیں گے۔ تو پہلے فرشتوں کی لعنت و ملامت اور ان کی دھتکار و پھٹکار سنیں گے۔ پھر عذاب جہنم کے فرشتے اپنی نہایت ہی سخت و کرخت آوازوں میں ڈانٹ کر ان سے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں خدا کے رسول تمہارے پاس تمہیں خدا کی آیتیں سنانے۔ اور اس برے دن ڈرانے کے لیے نہیں آئے تھے؟ تو سب جہنمی اپنی سہمی اور بھرائی ہوئی آوازوں سے اپنے جرم کا اقرار کریں گے۔ اور کہیں گے کہ کیوں نہیں۔ اللہ کے رسول یقیناً ہمارے پاس آئے تھے۔ اور انہوں نے طرح طرح سے ہم لوگوں کو سمجھایا۔ اور اس دن کے عذاب سے ہمیں ڈرایا تھا۔ مگر ہماری شامت تھی کہ ہم نے ان کی صداقت اور حقانیت بھری تقریروں کو جھٹلایا۔ جس کا انجام ہم نے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہم پر عذاب کی بات

پوری ہو کر رہی پھر عذاب کے فرشتے یہ کہہ کر انہیں ذلت کے ساتھ جہنم میں پھینک دیں گے۔ کہ جاؤ۔ اب جہنم میں چلے جاؤ۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہیں عذابوں میں گرفتار ہو کر رہنا ہے۔ اور یہ جہنم متکبروں کا کتنا برا اور اس قدر بدترین ٹھکانا ہے کہ اس سے زیادہ برا اور اس سے بڑھ کر بدترین ٹھکانا کوئی سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے اپنے معجزانہ انداز بیان میں اس ہولناک منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ
زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ
أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ
يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ
آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ
وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
عَلَى الْكَافِرِينَ ۞ قِيلَ ادْخُلُوا
أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ
فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۞

(پ ۲۴۔ الزمر آیت ۷۱۔۷۲)

اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ۔ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے تو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے۔ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے تھے۔ کہیں گے۔ کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر برحق ہوا فرمایا جائے گا۔ چلے جاؤ۔ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے وہ متکبروں کا۔

جنت کے مہمان

جنتی اپنی اپنی سواریوں پر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ لائے جائیں گے۔ وہ گروہ گروہ جنت کی طرف تعظیم و تکریم کے ساتھ بلائے جائیں گے اور جب اس مقدس گروہ کی رسائی جنت کے شاندار دروازوں کے پاس ہوگی۔ تو ایک دم تمام دروازے کھل جائیں گے۔ اور استقبال کرنے والے ملائکہ کی مقدس جماعت ہر طرف سے سلام و اکرام اور خوش آمدید کا نعرہ بلند کرے گی اور

جنتی نہایت ہی ہشاش و بشاش اور خوش و خرم ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔ اور یہ کہتے ہوں گے کہ الحمد للہ! کہ خداوند تعالیٰ نے اپنا وعدہ ہمیں سچ کر دکھایا۔ اور ہمیں اس زمین جنت کا وارث بنا دیا کہ ہم جہاں چاہیں رہیں۔ تو واہ۔ واہ عمل صالح کرنے والوں کا ثواب کیا ہی خوب ہے۔ اور عرش کے گرد حلقہ باندھے ہوئے جذبہ سرور اور جوش مسرت کے ساتھ ملائکہ مقربین حمد و تسبیح الٰہی کا نعرہ لگاتے ہوں گے۔ چنانچہ قرآن مجید اپنے قدسی انداز بیان میں اس کی منظر کشی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا
جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا
خَالِدِينَ ۞ وَقَالُوا الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ
وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ
مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۞
وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ
بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے۔ ان کی سواریاں گروہ گروہ۔ جنت کی طرف چلائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ سلام تم پر۔ تم خوب رہے تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے۔ اور جنتی کہیں گے کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔ اور ہمیں زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی بہترین بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کا۔ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ باندھے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بول رہے ہوں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جائیگا

العٰلَمِیۡنَ ۔

اور (ہر طرف سے) یہی کہا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے ۔

(پ ۲۴ ۔ الزمر آیت ۷۵)

بہر حال دخولِ جہنم اور جنت میں داخلہ کا منظر بہت ہی عبرت خیز و نصیحت آموز ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہنم میں لے جانے والے عقائد و اعمال سے توبہ کرے اور کبھی بھی ان اعمال کا مرتکب نہ ہو۔ اور جنت میں لے جانے والے عقائد و اعمال پر مستقیم رہ کر ان عقائد و اعمال کا زندگی بھر پابند رہے۔ کون کون سے اعمال جہنم میں لے جانے والے ہیں؟ اور کون کون اعمال صالحہ جنت میں لے جانے والے ہیں؟ اس سلسلے میں ہماری دو کتابیں ۔ (۱) جہنم کے خطرات (۲) اور بہشت کی کنجیاں " پڑھ لینی ضروری ہیں۔ واللہ تعالیٰ ہو الموفق وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین والحمد للہِ رب العلمین ۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شُدہ کُتُب

کہی ان کہی، زکوٰۃ کی اہمیت،

عصمت نبوی ﷺ کا بیان، فلسفہ اذانِ قبر،

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان؟

میلاد ابن کثیر، عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

مسائل خزائن العرفان، عورت اور آزادی،

الروائح الزکیہ، ستر استغفارات،

امام احمد رضا قادری رضوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

مخالفین کی نظر میں

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم،

فتاویٰ حج وعمرہ، نسب بدلنے کا شرعی حکم

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

دعاء بعد نمازِ جنازہ، طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم

ضبط تولید کی شرعی حیثیت (برتھ کنٹرول پر جامع تحریر)

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادرآباد، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی 32217776

رابطے کے لئے 021-32439799، 0321-3885445

محترم المقام جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت حکومت کے اعلان کے مطابق ڈاک کے اخراجات میں سو فیصد اضافے کی وجہ سے ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس -/100 روپے سالانہ کردی گئی ہے۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کردیں تاکہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کرسکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، سابقہ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تاکہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کردیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرادیں۔

فقط

سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)

شعبہ نشر واشاعت 021-32439799

0321-3885445

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

....

فون نمبر .... سابقہ سیریل نمبر ....

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کرسکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے۔